وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)
اَلْأَنْبِيَآءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

مجمُوعہ کُتب

حیات الانبیاء علیہم السلام

۱۲



مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ
حضوری باغ روڈ ، ملتان فون : 061-4783486

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ
بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَآءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ (الحدیث)

مجموعۂ کُتب

حیات الانبیاء علیہم السلام

۱۲

مکتبۃ ارجمنیۃ لنشر الکتب الاسلامیۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : مجموعہ کتب حیات الانبیاء علیہم السلام (جلد دوازدہم)

مصنفین :

حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی	جناب حافظ عبدالقدوس قارن
حضرت مولانا محمد عبدالمعبود رحمہ اللہ	حضرت مولانا محب اللہ (لورالائی)
ابو المظفر مولانا ظفر احمد قادری رحمہ اللہ	حضرت مولانا محمد مکی (یا کیوالی)
ابوالحسن مولانا محمد بلال (منڈی بہاؤالدین)	حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہ

صفحات ۶۴۸

مطبع طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : نومبر ۲۰۲۴ء

اسٹاکسٹ : ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان
0322-6180738

ناشر مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ
حضوری باغ روڈ ملتان

0301-7500173 0303-7396203

0301-7904257 0344-7121967

اجمالی فہرست

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

عقیدہ حیات النبی ﷺ

اور

سماع النبی ﷺ عند القبر

سے متعلق

علاقہ چھچھ (ضلع اٹک) کے ۸۰ سے زائد علماء جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ

کا

منصفانہ وحق پسندانہ فیصلہ

ہم جمعیت اہلسنت والجماعت ضلع گجرات کی طرف سے ان کے اس جرأت مندانہ فیصلہ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خیر مقدم کرتے ہیں

مرتب:

حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی

امیر جمعیت اہلسنت والجماعت ضلع گجرات

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور

سماع النبی عند القبر

سے متعلق

علاقہ چھچھ (ضلع اٹک) کے ۸۰ سے زائد

علماء جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ

کا

منصفانہ ...... و ...... حق پسندانہ

فیصلہ

جمعیت اہل سنت والجماعت ضلع گجرات کی طرف سے

... فیصلہ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خیر مقدم کرتے ہیں۔

مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی امیر جمعیت اہل سنت والجماعت ضلع گجرات

چاریار اکیڈمی، مدرسہ حیات النبی، محلہ حیات النبی گجرات

☎ 053-3521644

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی مدظلہم گجرات

مولانا نے ''عقیدہ حیات النبی ﷺ اور سماع النبی ﷺ عند القبر سے متعلق علاقہ چھچھ ضلع اٹک کے اسی سے زائد علماء جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ کا منصفانہ وحق پسندانہ فیصلہ'' کے نام سے ایک رسالہ ترتیب دیا، جسے ہم اس مجموعہ میں شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عالم اسلام کی خوفناک صورت حال

اور علاقہ چھچھ کے علماء کرام کا دانش مندانہ فیصلہ

برادران اہل سنت والجماعت

جماعت دیوبند ایک ایسی فکری ونظریاتی تحریک ہے جس کے جملہ اجماعی افکار وعقائد اہلسنت والجماعت کے متواتر اصولوں کے مطابق ہیں۔ جس نے مذہب اہل سنت والجماعت کے کسی اجماعی عقیدہ اور متواتر اصول سے کبھی انحراف نہیں کیا اور یہی اس جماعت کی حقانیت وصداقت کی پہچان رہی ہے۔ برصغیر پاک وہند کے اندر جتنے بھی فتنے پیدا ہوئے اس جماعت حقہ نے اصول وعقائد اہل سنت کی روشنی میں ہی ان کا مقابلہ کیا اور ان اصول وعقائد کے تحفظ کے لئے ارباب دیوبند نے اپنی زندگیاں کھپا دیں۔

پہلا اختلاف اور اس کے سد باب کی کوشش

۱۹۵۸ء میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارہ میں جماعت دیوبند پہلی بار تفریق وانتشار کا شکار ہوئی تو اکابرین دیوبند نے اسے جماعت دیوبند کے لئے انتہائی نقصان دہ محسوس کیا۔ چونکہ یہ اختلاف اکابرین علماء دیوبند پر عدم اعتماد کی وجہ سے پیدا ہوا تھا اور خطرہ تھا کہ اس کی آڑ میں اکابرین علماء دیوبند کی اجماعی تحقیقات کے خلاف عدم اعتماد کی مزید تحریکیں نہ اٹھنی شروع ہو جائیں۔ جس سے جماعت دیوبند کی سیاسی قوت کے کمزور ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے۔ اس لئے ارباب دیوبند نے اس اختلاف کے خاتمہ کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔ محدث کبیر حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثانی، خطیب اسلام حضرت مولانا احتشام الحق

تھانوی اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ جیسے بزرگان دیوبند نے اس اختلاف کے ابتدائی مراحل میں سر توڑ کوششیں کیں کہ یہ اختلاف جڑ نہ پکڑنے پائے۔ لیکن بدقسمتی سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔

۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) پاکستان تشریف لائے اور انہوں نے بھی اس اختلاف کے خاتمہ کی کوشش فرمائی۔ انہوں نے اس کے لئے فریقین کے بزرگوں کو اعتماد میں لے کر ایک تحریر تیار کی۔ جس پر:

شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ امیر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان، شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ نائب امیر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے دستخط کئے۔ جس پر حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ نے درج ذیل مضمون تحریر فرمایا:

مسئلہ حیات النبی ﷺ سے متعلق چار سالہ نزاع کا خاتمہ

فخر الاماثل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

پاکستان میں مسئلہ حیات النبی ﷺ پر حضرات علماء میں آپس میں جو اختلاف پیدا ہوگیا تھا، اس کی عوامی، ہیجانی اور پرشور صورت حال یقیناً تکلیف دہ تھی۔ شکر ہے کہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے پچھلے سفر پاکستان کے موقعہ پر اس سلسلہ میں فریقین ایک نقطہ اتحاد پر جمع ہوگئے اور اب امید ہے کہ اس مصالحت کے بعد یہ مسئلہ عوام میں افتراق واختلاف کا باعث نہ بنے گا۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے فیصلہ کی جو تحریر قلمبند فرمائی تھی وہ پاکستانی اخبارات میں چھپ چکی تھی مگر مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اس تحریر کے بعض تمہیدی حصوں پر اپنے خط میں اظہار خیال کیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے آپ کے توجہ دلانے پر اس تحریر کی تمہید میں ضروری اضافہ فرمایا۔ اب گویا مکمل شکل میں یہ تحریر ''دارالعلوم'' کے صفحات پر پیش کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی امابعد!

برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور ومعروف اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہل سنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیاوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!

علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثتاً پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے۔ حتیٰ کہ بریلوی حلقوں نے جب ان پر الزام لگایا کہ وہ برزخ میں حیات انبیاء علیہم السلام کے منکر ہیں اور اس افتراء سے علماء حرمین شریفین کو ان کی طرف سے بدظن بنا کر اور دھوکا دے کر ان کے خلاف فتویٰ بھی حاصل کرلیا گیا۔ لیکن جب علماء حرمین پر اسی دھوکا دہی کی حقیقت کھلی اور انہوں نے اس قسم کے تمام مسائل کے بارے

میں از خود ایک مفصل استفتاء مرتب کر کے علماء دیو بند سے جواب مانگا۔ جس میں حیات انبیاء علیہم السلام کا سوال بھی تھا تو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصل جوابی فتویٰ بنام ''المہند علی المفند'' مرتب فرما کر علماء حرمین کے پاس ارسال فرمایا جس میں مسئلہ حیات النبی ﷺ اور حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں علماء دیو بند کا نقطۂ نظر غیر مشتبہ اور واضح الفاظ میں تحریر فرمایا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور برزخ میں ان کی یہ حیات حیات دنیوی ہے۔

نیز اسی ذیل میں اس نقطۂ نظر کو مزید واضح اور مضبوط کرنے کے لئے انہوں نے بانی دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے رسالہ ''آب حیات'' کا بھی حوالہ دیا۔ جو اس موضوع پر ایک مستقل اور پر از حقائق ومعارف کتاب ہے۔ جس کا مقصد اس مسئلہ کی ایک مستحکم تائید کے علاوہ یہ بھی تھا کہ علماء دیو بند کا یہ عقیدہ (حیات انبیاء علیہم السلام) انہیں ان کے اسلاف سے بطور توارث کے ملا ہے۔ کوئی انفرادی رائے یا وقتی اور ہنگامی فتویٰ نہیں ہے جو حوادث کے پیش آنے سے اتفاقاً سامنے آ گیا ہو۔ پھر اس مسئلے اور اس کے بارے میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے کے حوالہ کی تائید میں اس وقت کے تمام اکابر علماء دیو بند کے توثیقی دستخط بھی اس میں ثبت کرائے۔ جس سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہ مذکورہ عقیدہ صرف ان کے سلف ہی کا نہیں بلکہ خلف بھی اس کے قائل ہیں۔ جس طرح سلف قائل تھے اور اس طرح یہ مسئلہ (اثبات حیات انبیاء علیہم السلام) بطرز مذکور سلف سے لے کر خلف تک یکسانی کے ساتھ مسلمہ اور متفق علیہ رہا ہے اور تمام علماء دیو بند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی فرد منحرف نہیں ہے۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ بعض علماء دیو بند یا متقدمین میں سے بعض حضرات کی عبارتیں اس بارہ میں کچھ مبہم یا موہوم ہوں، سو اگر اس سلسلہ میں ان کی کچھ صاف اور واضح عبارتیں بھی پائی جاتی ہوں تو ان کے مبہمات یا مجملات کو واضح عبارتوں کے تابع کر کے مبہمات کی تفسیر کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر صرف مجملات ہی ہوں جن سے مسئلہ کے دونوں پہلو نکل سکتے ہوں یا واضح ہوں۔ مگر مخالف پہلو صاف اور نمایاں ہو۔ جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو تو پھر اپنے مفہوم کو سامنے رکھ کر مخالف پہلو اختیار کرنے والوں پر ایسی نکیر کی گنجائش نہ ہوگی۔ جو مخالف پہلو کے نا ممکن ہونے کی صورت میں کی جا سکتی تھی۔ کیونکہ اس صورت میں یہ تفصیلاتی یا کیفیاتی اختلاف ایک علمی اور نظری اختلاف ہوگا۔ جسے مسلکی اختلاف سے تعبیر نہیں کیا جا سکے گا۔ جس کے معنی یہ ہوں گے کہ مسئلہ کی تفصیلات میں ایسے اختلاف کی گنجائش ہے جو علماء میں ہر وقت ہو سکتا ہے۔

البتہ عوام سے ایسے اختلاف کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، وہ صرف نفس مسئلہ اور اس کے قدر مشترک کے مکلف ٹھہرائے جاتے ہیں جو مسلک کی بنیاد ہوتا ہے۔ اسی لئے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں زیر نظر مصالحت اور مفاہمت باہمی کی بنیاد تفاصیل مسئلہ کے اختلافی پہلوؤں سے الگ رہ کر نفس مسئلہ کے قدر مشترک پر رکھی گئی جو فریقین کے نزدیک قابل قبول ہوگی۔ جیسا کہ آئندہ مفاہمت کی عبارت کے متن سے واضح ہوگا۔

بحث واتفاق سے وقت کے بعض فضلاء دیو بند نے اس مسئلے کی تفصیلات میں کچھ اسی قسم کا اختلاف فرمایا۔ جس کا مبنی متقدمین کی ایسی ہی عبارتیں یا نصوص کے مدلولات کی اسی قسم کی تعبیرات ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے اختلاف رائے کی گنجائش کلیۃً مسلوب نہیں سمجھی جا سکتی۔ جس کا ظہور تین، چار سال سے ہوا۔ یہ اختلاف رائے مضر نہ ہوتا لیکن سوئے اتفاق سے یہ اختلاف اسٹیج پر آ گیا اور اس میں رد وقدح کی صورتیں پیدا ہونے لگیں، عوام کو بھی اس سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور آخر کار اس مسئلہ بحث علماء سے گزر کر عوام میں ان کے رنگ سے پھیل گئی۔ جس سے قدرتا

اس اختلاف نے نزاع وجدال کی باہمی صورت اختیار کر لی۔ گروہ بندی شروع ہوگئی اور یہ بحث آخر کار ایک جماعتی فتنہ کی صورت میں آگئی۔ جس سے مسئلہ تو ایک طرف رہ گیا اور فساد آگے آگیا اور خود جماعت دیوبند میں تفریق وتفرق اور تخریب کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ جانبین سے رسالے لکھے گئے، اخباری بحثیں چھڑ گئیں۔ جس سے جماعت کی اجتماعی قوت کو سخت نقصان پہنچ گیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر اور اخبارات ورسائل سے ان مناقشات کی خبریں معلوم کر کے دل زخمی ہوتا رہا اور جوں جوں یہ فتنہ بڑھتا گیا دوں دوں دل کا غم بھی ترقی کرتا گیا۔ دلی آرزو تھی کہ کسی طرح فتنہ ونزاع وجدال کی یہ صورت ختم ہو جائے۔

حسن اتفاق سے ۲۶/اپریل ۱۹۶۲ء کو احقر کو پاکستان حاضر ہونے کا اتفاق ہوا اور اسی ماہ میں بزمانہ قیام لاہور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب اور محترم مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری احقر سے ملاقات کے لئے قیام گاہ پر تشریف لائے۔ دوران ملاقات احقر نے اس نزاع وجدال کا شکوہ کرتے ہوئے اس صورت حال کے مضر اثرات کی طرف توجہ دلائی اور عرض کیا کہ یہ صورت بہرنج ختم ہونی چاہئے۔ جب کہ یہ مسئلہ کوئی اساسی مسئلہ نہیں ہے کہ اسے ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے اسٹیج پر لایا جائے اور اس کی وجہ سے تفریق وتفرق وتخریب کے ان مضر اثرات کو نظر انداز کیا جاتا رہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ مسئلہ یا تو سٹیج پر آئے ہی نہیں اور اگر اتفاقاً آجائے تو اس کا عنوان نزاعی نہ رہے۔

اس دونوں بزرگوں نے نہایت مخلصانہ اور دردانگیز لہجہ میں کہا کہ ہم خود بھی اس صورت حال سے دل گرفتہ ہیں اور دلی تنگی محسوس کرتے ہیں۔ کاش آپ (احقر) ہی درمیان میں پڑ کر اس نزاع کو ختم کرادیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے سوا یہ قصہ کسی دوسرے کے بس کا ہے بھی نہیں۔ اس بارہ میں آپ کی اب تک تحریرات نہایت معقول انداز سے سامنے آئی ہیں۔ جن کو دونوں فریقوں نے احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اب بھی اس بارے میں آپ کی مساعی احترام وقبول کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔

احقر کو ان مخلصانہ جملوں سے نزاع کے ختم ہونے کی کافی توقع پیدا ہوگئی اور ارادہ کر لیا کہ فریقین کے ذمہ دار حضرات سے مل کر کوئی مفاہمت کی صورت پیدا کی جائے۔ چنانچہ جواب میں یہی عرض کیا گیا کہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب دام مجدہ شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان سے مل کر میں اس سلسلہ میں کوئی رائے قائم کروں گا۔ کراچی پہنچ کر احقر نے اس سلسلہ میں مولانا غلام اللہ خان صاحب سے مراسلت شروع کی تاکہ معاملہ کے ابتدائی مبادی طے ہوسکیں۔ ظاہر ہے کسی دینی مسئلے میں مفاہمت کے معنی خلاف دیانت رائے تبدیل کر دینے یا مسئلے کا کم وبیش کر کے کسی اجتماعی نقطے پر آجانے کے تو ہو ہی نہیں سکتے۔ اس لئے طریق مفاہمت اور فریقین کے لئے نقطۂ اجتماع ذہن میں یہ آیا کہ اوّلاً یہ مسئلہ عوام میں لایا ہی نہ جائے اور اگر بیان مسئلہ کی نوبت آئے تو اس کا قدر مشترک پیش کر کے اس کی تفصیلات اور اختلافی خصوصیات پر زور نہ دیا جائے۔ بلکہ عوام کو ان کی گہری خصوصیات میں پڑنے سے روکا جائے تو کم از کم عوام میں سے یہ نزاعی صورتیں ختم ہو جائیں گی جو مضر ثابت ہو رہی ہیں۔ پھر اگر علماء کی حد تک تفصیلات میں کچھ اختلاف باقی بھی رہ جائے جس کا عوام سے کوئی تعلق نہ ہو تو گروپ بندی کے مضر اثرات ختم ہو جائیں گے۔ جو فتنہ کی اصل بنے ہوئے ہیں۔

اس لئے احقر نے اپنی محدود معلومات کی حد تک اس مسئلہ کے قدر مشترک کا ایک عنوان تجویز کر کے مولانا

ممدوح کو لکھا کہ وہ اس بارہ میں اپنی رائے ظاہر فرمائیں تاکہ دوسرے حضرات کی رائے بھی حاصل کی جاسکے۔ اس عریضہ کا جواب مجھے ملتان پہنچ کر مدرسہ خیر المدارس میں ملا، جس میں مولانا غلام اللہ خان نے احقر کے عنوان کو رد کئے بغیر خود بھی ایک عنوان لکھ کر بھیجا۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب، مولانا محمد علی صاحب جالندھری اور دوسرے معتمد علماء بھی جمع تھے۔ جن کے سامنے احقر نے اپنا منصوبہ اور یہ دونوں عنوان رکھ کر گفتگو کی۔ طے یہ پایا کہ قیام ملتان کی قلیل مدت اس مسئلے کے لئے کافی نہیں ہے اور بعض ضروری افراد بھی یہاں موجود نہیں۔ اس لئے اس مسئلے پر گفتگو جہلم کے قیام میں رکھی جائے اور وہاں ایک مستقل دن اس کام کے لئے فارغ رکھا جائے اور ساتھ ہی احقر نے ملتان ہی سے اپنی تقریروں میں اس منصوبے کے لئے فضا ہموار کرنی شروع کردی۔ ملتان، جہلم، سرگودھا اور راولپنڈی میں خصوصیت کے ساتھ اس بارہ میں اصلاحی عنوانات اختیار کئے گئے۔

احقر نے اس سلسلے میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھوی اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری سے جہلم تشریف لے چلنے کے لئے عرض کیا۔ جس کو ان حضرات نے بخوش دلی منظور فرمالیا۔ مقررہ تاریخ پر یہ سب حضرات جہلم میں جمع ہو گئے اور مسئلہ حیات النبی ﷺ کا قدر مشترک زیر غور آیا۔ طے یہ پایا کہ قدر مشترک کم از کم اتنی تفصیل ضرور لئے ہوئے ہونا چاہئے جس سے مسئلہ کے تمام بنیادی گوشوں پر روشنی پڑ سکے اور عوام بطور عقیدہ کے اسے سمجھ سکیں۔ چنانچہ گفتگو کے بعد ایک جامع تعبیر احقر نے قلم بند کی اور ارادہ کیا گیا کہ راولپنڈی میں ان حضرات ممدوحین کی موجودگی میں دوسری جانب کے ذمہ دار حضرات مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو جمع کرکے اس منصوبہ اور مجوزہ عنوان پر گفتگو کی جائے اور اس مسئلہ کا آخری طور پر فیصلہ کردیا جائے۔

چنانچہ ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء یوم جمعہ دونوں جانب کے یہ سب بزرگ احقر کی قیام گاہ (مدرسہ حنفیہ عثمانیہ) میں جمع ہو گئے۔ اس مجلس میں احقر نے اس معاملہ کی اوّل سے آخر تک ساری روداد بیان کرکے مسئلہ کا وہ مجمع قدر مشترک دونوں جانب کے ان ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا۔ گفتگو نہایت مخلصانہ اور دوستانہ ماحول میں ہوئی اور ختم مجلس تک الحمدللہ یہی ماحول قائم رہا۔ نہ اس میں ہار، جیت کے جذبات تھے، نہ غلبہ و مغلوبیت کے تصورات تھے بلکہ مسئلہ کو سلجھانے اور نمٹانے کے جذبات نمایاں تھے اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کرلیا اور اس قدر مشترک کی تحریری یادداشت پر جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی فریقین نے دستخط فرمادیئے۔ اس یادداشت کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے:

''عامۃ المسلمین کو فتنہ نزاع و جدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ (عنوان) مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا، ضرورت پڑنے پر اسی کو عوام کے سامنے پیش کردیا جائے۔ تفصیلات پر زور نہ دیا جائے۔ عبارت حسب ذیل ہے:

وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء، (مولانا قاضی) نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ، لاشئی (مولانا) غلام اللہ خان، (مولانا) محمد علی جالندھری''

اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ قاضی شمس الدین (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے۔ بنا بریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔ چونکہ اس موقع پر سید عنایت اللہ شاہ بخاری بوجہ علالت راولپنڈی میں تشریف نہ لا سکے۔ اس لئے احقر کے عرض کرنے پر اور مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ صاحب نے ان کے بارے میں حسب ذیل تحریر دستخط کر کے بندہ کو عنایت فرمائی۔ جس کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے۔

''ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں۔ جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارہ میں ان کو مدد نہ دیں گے۔'' نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ، لاشئی غلام اللہ خان (۲۲ رجون ۱۹۶۲ء)

اس تحریر پر ہر دو دستخط کنندہ بزرگوں کی حق پسندی اور حق گوئی ظاہر ہے۔ باوجودیکہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے ان بزرگوں کے قوی ترین تعلقات اور مخلصانہ روابط ہیں۔ مگر اس بارہ میں انہوں نے کسی رورعایت سے کام نہیں لیا۔ جس سے ان کی انصاف پسندی اور دین کے بارے میں بے لوثی نمایاں ہے۔ تاہم سید ممدوح صاحب کے بارہ میں مجھے اپنی معلومات کی حد تک یہ عرض کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ وہ برزخ میں حیات جسمانی کے کلیۃً منکر نہیں ہیں۔ صرف اس کی کیفیت اور نوعیت میں کلام کرتے ہیں۔ ایسے وہ حاضرین قبر شریف کے درود وسلام کے حضور کے سمع مبارک تک پہنچنے اور آپ ﷺ کے سننے کا بھی علی الاطلاق انکار نہیں کرتے بلکہ اس کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں۔ ان کا یہ ناتمام انکار چونکہ ان کی مفہومہ حجت سے ہے اس لئے انہیں اس بارے میں منکر نہیں کہا جائے گا بلکہ مؤل سمجھا جائے گا۔

گو ان کی یہ تاویل بمقابلہ جمہور اس ناچیز اور ہر دو دستخط کنندہ بزرگان ممدوحین بالا کے نزدیک قابل تسلیم نہیں۔ لیکن مذکورہ صورت حال کے ہوتے ہوئے جب کہ ان کا یہ اختلاف حجت سے ہے ان پر زبان طعن وملامت کھولنا یا تشنیع کرنا کسی طرح قرین انصاف وصواب نہیں۔ بالخصوص جب کہ وہ دوسرے مسائل میں بحیثیت مجموعی اہل دیوبند اور اہل سنت والجماعت کے حامی اور خادم بھی ہیں۔ اس لئے انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر سکوت اختیار کر لیا جانا ہی قرین مصلحت اور جانبین کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ ساتھ ہی مجھے اپنے محترم سید صاحب ممدوح سے بھی پوری توقع ہے اور امید رکھنی چاہئے کہ وہ مسئلہ حیات کی ان تفصیلات میں جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک کا احترام قائم رکھنے کے لئے اپنے کسی خصوصی مفہوم کو (خواہ وہ ان کی دانست میں مفہوم اہل سنت والجماعت ہی ہو مگر جمہور علماء کے نزدیک وہ ان کا خصوصی مفہوم شمار کیا جا رہا ہے اور وہ خواہ کتنی ہی دیانت پر مبنی ہو) ضروری الاشاعت نہ سمجھتے ہوئے سکوت کو کلام پر ترجیح دیں گے۔ یہ مسئلہ کوئی ایسا اساسی اور بنیادی عقائد کا نہیں ہے کہ اس میں سکوت روا نہ رکھا جائے۔ اسی طرح عام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ مسائل اور ان میں علماء کے جزوی اختلافات کو مناقشات اور جدال ونزاع کا ذریعہ نہ بنائیں۔

اس قسم کے اختلافات امت کے لئے آسانیوں کا ذریعہ بنائے گئے ہیں نہ کہ نزاعات اور مناقشات کا۔ اس لئے عملاً و اعتقاداً جمہور سلف و خلف کا دامن تھام کر دوسری جانبوں سے مصالحت اختیار کریں، لڑنے اور لڑانے کی خو پیدا نہ کریں۔ آج امت کے بہت سے اہم اور بنیادی مسائل ہیں جو ان کی ہیئت اجتماعی کے متقاضی ہیں اور یہ ہیئت جب ہی برقرار رہ سکتی ہے کہ اسے اس قسم کے فروعی اختلافات میں بصورت گروہ بندی ضائع نہ کیا جائے۔

آخر میں دونوں جانب کے بزرگوں اور بالخصوص فریقین کے نامبردہ اکابر کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس ناچیز کی گزارشات کو پوری توجہ اور التفات خاطر اور سمع قبول کے ساتھ سنا اور ملت کو بہت سے مفاسد اور مہالک سے بچالیا۔ فجزاھم اللہ عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزا!

اس نئی اصلاحی صورت کا سب سے زیادہ شاندار مظاہرہ راولپنڈی کے اس عظیم الشان جلسہ عام میں ہوا۔ جو احقر کی تقریر کے سلسلہ میں مدرسہ حنفیہ عثمانیہ کے زیر اہتمام ایک میدان میں زیر صدارت حضرت مولانا خیر محمد صاحب شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان منعقد کیا گیا تھا۔ احقر کو منظوم سپاس نامہ دینے سے جلسہ کا آغاز ہوا اور احقر کی تقریر شروع ہوئی جو تقریباً ڈھائی گھنٹے جاری رہی۔ تقریر کے آخر میں احقر نے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے اس نزاع کے ختم ہونے کی بشارت تفصیل سے سنائی جس سے عوام میں خوشی کی ایک بے پناہ لہر دوڑ گئی اور ان ہزاروں انسانوں کے ہجوم نے بے تحاشا تبریک و تہنیت کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ جس سے فضا گونج اٹھی۔ ختم تقریر پر ایک طرف مولانا غلام اللہ خان اور دوسری طرف مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے اپنی تقریروں سے اس بیان کی توثیق کی اور نہایت فراخ دلانہ اور مخلصانہ لب ولہجہ سے فرمایا کہ ہم نے مہتمم دارالعلوم کے درمیان میں پڑ جانے سے اس مسئلہ کی نزاعی صورت حال کو ختم کر دیا ہے اور جو چیز ہمیں ناممکن نظر آرہی تھی وہ اس شخصیت (احقر ناکارہ) کے درمیان آجانے سے نہ صرف ممکن ہی بن گئی بلکہ واقع ہو کر سامنے آگئی اور ہم کھلے دل سے اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس مہم کو مہتمم دارالعلوم ہی کی شخصیت انجام دے سکتی تھی۔ جس سے ایک طرف دارالعلوم دیوبند جیسے علمی و مذہبی مرکز کی سربراہی کی نسبت موجود ہے جو ہم سب کا مرکز قلوب ہے اور دوسری طرف بانی دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی وہ قاسمی نسبت موجود ہے۔ جو پوری قاسمی برادری کو اس پر متحد کئے ہوئے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے سوا دوسرے سے یہ مہم انجام نہیں پاسکتی تھی۔

بہر حال ہم نے اس نزاع کو ختم کر دیا ہے اور ہم اس بارہ میں عوام کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔ ان دو تقریروں کے بعد یہ ہزاروں آدمیوں کا عظیم اجتماع جذبات مسرت سے ابل پڑا! اور اس نے "مہتمم دارالعلوم زندہ باد، دارالعلوم دیوبند زندہ باد اور علماء دیوبند زندہ باد" کے فلک شگاف نعرے لگانے شروع کئے۔ کئی منٹ تک فضاء نعروں سے گونجتی رہی اور مجمع میں جذبات مسرت کی ایک عجیب حرکت تھی۔ جس سے مجمع متموج دریا کی طرح متحرک نظر آرہا تھا اور نعروں میں تقریریں بند ہو گئیں۔ بالآخر جلسہ شاندار کامیابی کے ساتھ ختم ہوا اور جو تحریک احقر کے قلم سے کراچی سے شروع ہوئی تھی وہ ملتان، سرگودھا اور جہلم میں اپنے مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی راولپنڈی میں حد اتمام تک پہنچی۔ خدائے بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ چار سال کی مکدر فضا صاف ہوئی اور اس کے المناک آثار رو بہ زوال نظر آنے لگے۔ والحمدللہ اولاً وآخراً حق تعالیٰ اس یگانگت کو پائیدار اور برقرار رکھے اور مسلمانوں کو توفیق عطاء فرمائے کہ وہ دین و ملت کے اہم کاموں کو جزئیات فرعیہ کے مقابلے میں اہم سمجھتے ہوئے اپنی جماعتی قوتوں کو ان پر لگائیں۔ (احقر محمد طیب غفرلہ ۲۴/۶/۶۲ء)

یہ مضمون ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا اور ہم نے اسی سے من وعن نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مضمون ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اگست ۱۹۶۲ء اور ہفت روزہ خدام الدین لاہور وغیرہ میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

اصحاب علم وفہم کا خیال تھا کہ اس تحریر پر فریقین کی طرف سے دستخط کر دینے کے بعد یہ اختلاف ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا اور جماعت دیوبند ایک بار پھر متحد ہو کر دشمنان اسلام کے خلاف سرگرم عمل ہو جائے گی۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔ جن حضرات نے اس تحریر پر دستخط کئے تھے وہ تو تاحیات اس پر قائم رہے۔ البتہ بعض دیگر حضرات نے اس تحریر اور فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے جماعت دیوبند کی قوت پارہ پارہ ہو کر رہ گئی اور اختلافات کے خاتمہ کی تمام امیدیں دم توڑ گئیں۔

حضرت حکیم الاسلام ؒ کے اس فیصلہ کو تقریباً ۴۴ سال کا طویل عرصہ گزر گیا۔ اس دوران اسلام دشمنی کے بیسیوں طوفان اٹھے جنہوں نے عالم اسلام کی فکری ونظریاتی، وسیاسی واقتصادی اور سماجی وتہذیبی بنیادیں کھوکھلی کر کے رکھ دیں۔ براعظم ایشیاء کے اندر اسلام دشمنی کی اس خوفناک یلغار کو روکنے کے لئے صرف ایک ہی طاقت تھی جس کا نام جماعت دیوبند ہے۔ لیکن اس جماعت کو اندرونی طور پر اٹھنے والی شورشوں نے انتہائی کمزور کر کے رکھ دیا اور جماعت دیوبند کی جو متحدہ قوت اسلام دشمن قوتوں کے خلاف استعمال ہونی چاہئے تھی وہ اندرونی شورشوں کو دبانے پر صرف ہونے لگی۔

غالباً ۱۹۹۵ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے ایک قرارداد پاس کی تھی کہ براعظم ایشیاء کے اندر عیسائیت کی اشاعت اور یورپین ممالک کے سیاسی واقتصادی مفادات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ جماعت دیوبند ہے جو افغانستان کے اندر طالبان انقلاب کے بعد مزید مضبوط اور مستحکم ہو گئی ہے۔ اگر اس جماعت کی قوت کو آگے بڑھنے اور مستحکم ہونے سے روکا نہ گیا تو مستقبل میں ہمارے تمام مذہبی وسیاسی مفادات براعظم ایشیاء سے ختم ہو کر رہ جائیں گے۔

اس قرارداد سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جماعت دیوبند کی متحدہ قوت سے یورپین طاقتیں کس قدر خائف ہیں۔ موجودہ حالات میں عالمی افق پر تیزی سے بدلتے مناظر نے عالم اسلام کو تقریباً بوکھلا کر رکھ دیا ہے اور اس وقت امریکہ اپنے یورپین اتحادیوں سے مل کر ایک نئی صلیبی جنگ کا آغاز کر چکا ہے۔ اس لئے عالم اسلام کی اہل حق جماعتوں کے اندر فکری وحدت کا پیدا ہونا انتہائی ضروری ہے اور یہ فکری وحدت اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ اصولی واجماعی افکار ومسائل کو بلا اختلاف تسلیم کر لیا جائے اور فروعی اجتہادی مسائل میں ایک دوسرے کی رائے کا پوری طرح احترام کرتے ہوئے اپنے مؤقف پر عمل کیا جائے۔

ہمیں انتہائی خوشی ہے کہ علاقہ چھچھ (ضلع اٹک) کے اکثر علمائے کرام نے وقت اور حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اس اختلاف کے خاتمہ کے لئے سنجیدہ اور باوقار کوشش فرمائی ہے۔ جس پر ہماری تقریباً نصف صدی کی علمی وفکری توانائیاں صرف ہو چکی ہیں۔ ان علمائے کرام نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب ؒ کے اسی فیصلہ پر دستخط فرمائے ہیں جس فیصلہ کے ذریعہ ابتدائی مراحل میں اختلافات کے خاتمہ کی کوشش کی گئی تھی۔ چنانچہ ان علماء کرام کے رہنما اور اس تحریک کے سب سے بڑے محرک شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہ نے اس فیصلہ پر ایک رسالہ تالیف فرمایا ہے جس میں اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ کی تائید

۱۹۶۲ء میں اس مسئلہ کے فریقین نے اس قدر مشترک پر اتفاق فرمایا جس کی تفصیل اس مختصر رسالہ میں نقل کی گئی ہے۔علماء کرام نے طویل مشاورت کے بعد اس نزاع کی طوالت کو ختم کرنے کے لئے اسی کی تائید میں عافیت اور جماعت دیوبند کے اختلاف سے بچنے کی نجات سمجھی۔ بحث وتمحیص میں علماء کرام جانتے ہیں کہ اب کون ہے جو ثالثی کرے؟ اور کون ہے جو کسی معمولی سے مسئلہ کو بھی حل فرمائے؟

ہم زیر دستخطی سمجھتے ہیں کہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس مسئلہ میں فیصلہ فرمایا اور جسے اکابر اشاعت التوحید والسنۃ نے بھی قبول فرمایا اس کی تائید وتقلید میں تمام تحقیقات ہم قربان کرتے ہیں۔آج دنیا میں تمام کفار اتحاد کر رہے ہیں۔ یہودیت ونصرانیت کا اتحاد ہو رہا ہے، عیسائی فرقے کیتھولک، پروٹیسٹنٹ آپس میں صلح کر رہے ہیں۔علماء حق سے بھی التجاء ہے کہ وہ اس فیصلہ کو قبول فرمائیں۔

العارض: مولانا عبد السلام خادم جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو اٹک۔

اور حضرت مولانا عبد السلام صاحب مدظلہ نے مذکورہ فیصلہ پر دستخط کرنے کے لئے علاقائی علماء کرام کے اجلاس کی کارروائی بایں الفاظ بیان فرمائی ہے۔

کارروائی اجلاس بتاریخ ۱۱ر ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۱ر اپریل ۲۰۰۵ء

زیر پرستی: شیخ الحدیث قاری سعید الرحمن، زیر صدارت: شیخ الحدیث مولانا محمد امتیاز صاحب، زیر دستخطی: شرکاء اجلاس علمائے کرام، بعض نے بعد میں دستخط فرمائے۔

فیصلہ ہوا کہ حیات النبی ﷺ کے مسئلہ میں نزاع کا جو فیصلہ ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے فرمایا اور اس پر شیخ الحدیث والتفسیر مولانا قاری نور محمد صاحب (المتوفی ۱۹۶۲ء)، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۰۰ھ)، شیخ الحدیث والتفسیر قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۱۰ھ)، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۱ھ) نے دستخط فرمائے۔ یہ فیصلہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ۱۹۶۲ء، ہفت روزہ خدام الدین ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا اور خطبات حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ میں چھپا ہوا ہے۔تمام علمائے کرام نے فیصلہ کیا کہ ہم اس نزاع میں اس فیصلہ کی تائید کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور یہی فیصلہ ہماری اشاعت التوحید والسنۃ کا ہے۔ عبد السلام خادم جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو

شرکاء اجلاس، تائید بابت فیصلہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ

۱۱ر ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۱ر اپریل ۲۰۰۵ھ جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو

(۱) شیخ الحدیث مولانا عبد الغنی صاحب دامت فیوضہم (جلالیہ)، (۲) استاذ العلماء، استاذ المکرم حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب عفی عنہ (شاہ ڈھیر)، (۳) شیخ الحدیث مولانا ظہور الحق صاحب مدظلہ العالی (دامان)، (۴) حضرت مولانا قاری سعید الرحمن صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ کشمیری روڈ صدر راولپنڈی)، (۵) حضرت مولانا محمد امتیاز خان صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث لالہ رخ واہ کینٹ)، (۶) حضرت مولانا رشید احمد

صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث مہتمم جامعہ تعلیم الاسلام کامل پور موسیٰ ضلع اٹک)، (۷) استاذ العلماء حضرت مولانا اظہار الحق صاحب مدظلہ (جلالیہ)، (۸) مولانا سیف الرحمن صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام کامل پور ضلع اٹک)، (۹) یادگار اسلاف مولانا غلام یحییٰ صاحب مدظلہ (زرتوپہ)، (۱۰) مولانا فضل واحد صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مہتمم (دارالعلوم تعلیم القرآن ویسہ ضلع اٹک)، (۱۱) استاذ العلماء مولانا محمد یوسف شاہ صاحب مدظلہ (مدرسہ فیض القرآن ہارون)، (۱۲) مولانا حافظ غلام سرور صاحب ﷫ (مدرسہ تعلیم القرآن غورغشتی)، (۱۳) استاذ العلماء مولانا عبدالمتین صاحب مدظلہ (مہتمم واستاذ حدیث مدرسہ جابر بن عبداللہؓ زرتوپہ)، (۱۴) مولانا صاحبزادہ محمد ابراہیم صاحب مدظلہ (مدرسہ نصیریہ غورغشتی)، (۱۵) حضرت مولانا حفیظ الرحمن صاحب مدظلہ (استاذ حدیث جامعہ تعلیم الاسلام کامل پور موسیٰ اٹک)، (۱۶) مولانا محمود الحسن توحیدی صاحب (جامعہ توحیدیہ زرتوپہ)، (۱۷) حضرت مولانا ابوالکلام صاحب (خطیب مسجد حنفیہ جدید قبرستان ڈھوک الٰہی بخش راولپنڈی)، (۱۸) قاری محمد اسماعیل رشیدی صاحب کامل پوری (خطیب مرکزی جامع مسجد برمنگھم انسپکٹر اسلامی مدارس برطانیہ)، (۱۹) مولانا عبداللہ صاحب (استاذ حدیث جامعہ تعلیم الاسلام کامل پور موسیٰ ضلع اٹک)، (۲۰) مولانا عبدالخالق صاحب (مہتمم جامعہ قاسمیہ انوار القرآن زرتوپہ)، (۲۱) مولانا مفتی محمود الحسن صاحب (مہتمم اظہار العلوم جلالیہ ضلع اٹک)، (۲۲) مولانا ظہور الحق صاحب (مہتمم دارالعلوم معارف القرآن حسن ابدال)، (۲۳) قاری عبدالرحیم صاحب (مہتمم واستاذ القراء تعلیم القرآن فتح جنگ)، (۲۴) حضرت مولانا شمس العارفین صاحب (تلمیذ شیخ القرآن غورغشتی مقیم انگلینڈ)، (۲۵) مولانا قاری چمن محمد صاحب (استاذ حدیث جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو)، (۲۶) مولانا محمد جان صاحب (استاذ حدیث جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو)، (۲۷) مولانا محمد نعیم صاحب (مدرس جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو)، (۲۸) مولانا فتح محمد صاحب (مدرسۃ البنات اٹک)، (۲۹) مولانا عبدالرؤف صدیقی صاحب (مہتمم مدرسۃ اللبنات الکوثر مسجد ایف ۳ واہ کینٹ)، (۳۰) مولانا محمد شعیب صاحب (خطیب غازی)، (۳۱) مولانا نعیم معاویہ صاحب (مدرسہ جامعہ قاسمیہ انوار القرآن زرتوپہ)، (۳۲) مولانا فضل داد صاحب (مدرس جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو)

(۳۳) مولانا قاری فتح محمد صاحب (مدرس جامعہ صدیقیہ واہ کینٹ)، (۳۴) مولانا محمد انعام صاحب (مدرس جامعہ تعلیم الاسلام کامل پور موسیٰ اٹک)، (۳۵) مولانا علی اکبر صاحب (مدرس اشاعت القرآن گاؤں ساماں اٹک)، (۳۶) مولانا شوکت صاحب (مدرس جامع مسجد کالوکلاں)، (۳۷) مولانا حفیظ احمد صاحب (مدرس جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو)، (۳۸) مولانا عمر فاروق خٹک صاحب (ایضاً)، (۳۹) مولانا محمد بنیامین صاحب (ایضاً)، (۴۰) مولانا رضوان احمد صاحب (ایضاً)، (۴۱) مولانا قمر الاسلام (ایضاً)، (۴۲) مولانا قاری نصیر احمد صاحب (ایضاً)، (۴۳) مولانا محمد عزیر صاحب (ایضاً)، (۴۴) مولانا محمد اسماعیل صاحب (مدرس مسجد سیدنا امیر معاویہؓ پیرداد)، (۴۵) مولانا محمد جمیل الرحمن صاحب (خطیب مسجد شیر بہادر ڈاکٹر والی حضرو)، (۴۶) مولانا محمد زبیر صاحب (خطیب مسجد امیر حمزہؓ حضرو)، (۴۷) مولانا ضیاء الحق صاحب (خطیب مکی مسجد ۱۲۲ یریا واہ کینٹ)، (۴۸) مولانا محمد یعقوب خان صاحب (مدرس جامعہ عثمانیہ خلکوانی ضلع اٹک، (۴۹) مولانا ابرار صاحب (مدرس جامعہ تعلیم الاسلام کامل پور موسیٰ ضلع اٹک)، (۵۰) قاری محمد ریاض صاحب (مہتمم جامعہ عثمانیہ حفظ القرآن کامل

پوری موسیٰ)، (۵۱) مولوی حامد علی رحمانی صاحب (خطیب بلال مسجد پٹھان کالونی حضرو)، (۵۲) قاری مولانا اظہار الحق صاحب (صدر مدرس درجہ کتب تحفیظ القرآن ملہو)، (۵۳) مولانا حافظ غلام مرتضیٰ صاحب (مدرس تحفیظ القرآن ملہو)، (۵۴) مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب (خطیب مسجد عثمان غنی نرتوپہ)، (۵۵) مولانا قاری ساجد محمود صاحب (مدرس جامعہ جواہر القرآن برہ زئی)، (۵۶) مولانا قاری محمد اکرم صاحب (مدرس جامعہ جابر بن عبداللہؓ نرتوپہ)، (۵۷) مولانا قاری محمد الیاس صاحب (مدرس جامعہ قاسمیہ انوار القرآن نرتوپہ)، (۵۸) مولانا محمد زبیر صاحب (ایضاً)، (۵۹) مولانا سلطان احمد صاحب (ایضاً)، (۶۰) مولانا محمد صدیق صاحب (ایضاً)، (۶۱) مولانا قاری نظام الدین صاحب (ایضاً)، (۶۲) مولانا محمد طاہر صاحب (ایضاً)، (۶۳) مولانا عبیدالرحمن صاحب (ایضاً)، (۶۴) مولانا قاری سعیدالرحمن صاحب (مدرس مدرسہ رشیدیہ تعلیم القرآن ملک مالا)، (۶۵) مولانا حاجی داؤد خان صاحب (ایضاً)، (۶۶) مولانا محمد ادریس صاحب (ایضاً)، (۶۷) حافظ محمد ادریس بن شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر رحمۃ اللہ علیہ (مدرس مدرسہ قدیریہ مؤمن پور)، (۶۸) مولانا محمد نثار صاحب (مدرس مدرسہ معارف القرآن حسن ابدال)، (۶۹) مولانا دوست محمد صاحب (مدرس مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ بہودی)

(۷۰) قاری محمد عثمان صاحب (خطیب جامع مسجد بہودی)، (۷۱) مولانا قاری محمد ابراہیم صاحب (خطیب واہ کینٹ)، (۷۲) مولانا قاری عمر فاروق صاحب (مدرس جامعہ اسلامیہ جواہر العلوم برہ زئی)، (۷۳) قاری محمد فریدون صاحب (خطیب جامع مسجد امیر معاویہؓ حمید)، (۷۴) مولانا عبدالغفور صاحب (خطیب جامع مسجد قلندر آباد ایبٹ آباد)، (۷۵) مولانا عبدالصبور صاحب (خطیب مرکزی جامع مسجد قلندر آباد ایبٹ آباد)، (۷۶) مولانا عبدالقدوس صاحب (مدرس شہباز گڑھ)

(۷۷) سفیر اسلام علامہ سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب مدظلہ اور ان کے درج ذیل تائیدی کلمات:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

ہمارے اسلاف رحمۃ اللہ علیہم کا فکر ہمارا بہترین رہنما ہے اور ان مخلصین پر اعتماد ہماری خوش بختی کی اساس ہے۔ زیر نظر مسئلہ میں مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے مسئول ان کے ساتھ پاکستان کے معتمد اکابرین کے فیصلہ کے سامنے کسی قسم کی لب کشائی نہیں ہونی چاہئے۔ حالات کا جبر ہمیں ان سنگین حالات کی طرف متوجہ کرتا ہے جو اس وقت امت مسلمہ کو درپیش ہیں۔ اللہ ہمیں عصر حاضر کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

(۷۸) حافظ محمد صدیق صاحب (خادم جامعہ تعلیم القرآن مدنی مسجد واہ کینٹ وناظم اعلیٰ جامعہ اشاعت الاسلام اٹک)، (۷۹) مولانا حافظ محمد زاہد صاحب (خطیب جامع مسجد بہودی)، (۸۰) حافظ محمد عبداللہ صاحب، خطیب جامع مسجد حمید، (۸۱) قاری محمد ریاض شاہ (مدرسہ صدیقیہ عدلزئی)، (۸۲) حافظ محمد نعمان صاحب (محلہ عظیم خان حضرو ضلع اٹک)، (۸۳) مولوی محمد زمان صاحب (فاضل وفاق المدارس واشاعت القرآن غورغشتی مقیم انگلینڈ)، (۸۴) مولانا عبدالقیوم قریشی صاحب (سابق خطیب جامع مسجد اٹک مدیر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی)

یہ کل ۸۴ علماء ہیں جنہوں نے مذکورہ فیصلہ پر دستخط کئے ہیں۔ ان علماء کرام نے اس فیصلہ پر دستخط کرتے ہوئے جو مؤقف اختیار کیا ہے اور جس کی وضاحت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہ نے اپنے رسالہ میں تحریری طور پر فرمائی ہے۔ اس مؤقف کی درج ذیل چار شقیں ہیں۔

(۱) اکابرین علماء دیوبند کے متعدد فتاویٰ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر کل نفس ذائقة الموت کے ضابطہ خداوندی کے مطابق موت آئی اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

(۲) آنحضرت ﷺ اپنے روضہ اقدس میں بہ تعلق روح حیات ہیں اور عند القبر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اور یہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔

(۳) عذاب اور راحت قبر جسم کو بہ تعلق روح ہوتے ہیں۔ یہی جمہور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

(۴) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ رشیدیہ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بخاری شریف اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی التکشف کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عام اموات کے سماع کا مسئلہ امت کے اندر عہد صحابہؓ سے اختلافی ہے۔

ہمارے خیال میں حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہ اور ان کی تائید کرنے والے علماء کرام کے مؤقف کی مذکورہ چاروں شقیں حقیقت پر مبنی اور مسلک دیوبند کے عین مطابق ہیں۔ جن سے کوئی صحیح العقیدہ شخص انکار وانحراف کی جسارت نہیں کرسکتا۔ ان علماء کرام کا یہ فیصلہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور ہم ان کے اس فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہیں اور جمعیت اشاعۃ التوحید کے دیگر حضرات سے بھی امید رکھتے ہیں کہ وہ بھی وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ان علماء کرام کے فیصلہ سے اتفاق کریں گے۔ خدا تعالیٰ حق سمجھنے، حق قبول کرنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

امام الموحدین، رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ واں بھچروی کا عقیدہ

☆ ...... ''جب منکر نکیر میت کے پاس آتے ہیں تو اس میت میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ پھر اس کو بٹھایا جاتا ہے جب اس سے سوال ہو چکتا ہے تو پھر اس کی روح بلا تکلیف نکال لی جاتی ہے۔'' (تحریرات حدیث ص ۲۵۷)

☆ ...... ''سو جائز ہے کہ قبر میں سوال وعذاب اور راحت مومن اور کافر کے بعض جسم سے متعلق ہونا کہ سب اجزاء سے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر کی تنگی اور سوال کے لئے ان متفرق اجزاء کو جمع کر دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ حشر کے دن ایسا کرے گا۔'' (ایضاً ص ۲۵۷)

☆ ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے درود شریف پڑھا تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔'' (ایضاً ص ۲۱۱)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

''تعلق (روح کا جسم کے ساتھ) باقی ہے۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت مذکورہ بالا میں مصرح ہے وتعلقے بقبر نیز ارواح را میباشد۔ قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے تو اجساد کے ساتھ خود باقی اور فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی بقائے تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔ کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۱)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور

مولانا عطاء اللہ بندیالوی

تحقیق وتالیف:

حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی
امیر جمعیت اہلسنت والجماعت ضلع گجرات

یا اللہ مدد

حق چاریارؓ

خلافت راشدہ

علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ

اور

مولانا عطاء اللہ بندیالوی

تحقیق و تالیف:

حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی
چیرمین حق چاریارؓ اکیڈمی گجرات

ناشر: حق چاریارؓ اکیڈمی، مدرسہ حیات النبی محلہ حیات النبی، گجرات فون نمبر ۵۲۱۶۴۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی مدظلہم گجرات

جماعت اشاعت التوحید کے نامور رہنما جناب مولانا عطاء اللہ بندیالوی نے ایک رسالہ ''حیات النبی ﷺ'' کے نام پر شائع فرمایا۔ حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر نے اکتوبر ۲۰۰۲ء میں اس کا جواب ''اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے فریب وفراڈ'' کے نام سے تحریر فرمایا۔ آپ کا یہ رسالہ ایسا مقبول ہوا کہ بہت جلد اس کا ایڈیشن اوّل نکل گیا۔ اسے پڑھ کر بعض بڑے حضرات نے مشورہ دیا کہ اس کا نام بدل دیا جائے۔ چنانچہ دوبارہ اسے ''علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ دوسرے ایڈیشن میں ترمیم واضافہ اور لفظی ردوبدل بھی کیا گیا۔ اس مجموعہ میں مؤخر الذکر ایڈیشن ثانی کو شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

قائد اہل سنت، وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے نام جنہوں نے تادم آخر عقائد اہل سنت اور مسلک علماء دیوبند کا بھرپور تحفظ کیا جنہیں بندہ ناچیز کی تقریر، تحریر اور تحقیق پر پورا اعتماد تھا۔ زیر نظر کتاب کا مکمل مسودہ ان کی تحقیقی وتنقیدی نظر سے گزرا اور ان کی اجازت وتائید کے بعد طبع ہوا اور اب میں اپنی تحریر وتحقیق کے سلسلہ میں ان کی طرف سے اصلاح وتائید کی سعادت سے محروم ہو چکا۔ لیکن ان کے اصول وافکار ہمیشہ میرے لئے مشعل راہ رہیں گے۔ خدا تعالیٰ ان کو باغ بہشت میں پیغمبر برحق اور اصحاب نبوت کی صحبت ومعیت سے نوازے۔ آمین یارب العالمین!

عبدالحق خان بشیر

رسائل کے تبصرے

زیر نظر کتاب پہلی اشاعت کے بعد ہم نے ملک بھر کے مختلف رسائل کو تبصرے کے لئے بھیجی۔ ان میں فریق مخالف کے تین رسائل ''ماہنامہ نغمہ توحید گجرات''، ''ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی'' اور ''ماہنامہ التوحید والسنۃ پنج پیر'' بھی شامل ہیں۔ لیکن ان تینوں رسائل نے اس پر تبصرہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ حالانکہ کتاب کی وصولی کے بعد اس پر مثبت یا منفی تبصرہ ایک شرعی واخلاقی فریضہ قرار پاتا ہے۔ بہر حال جن رسائل نے اس پر تبصرے کئے وہ قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

(۱) ماہنامہ الخیر ملتان (شمارہ اپریل ۲۰۰۳ء)

مذکورہ بالا رسالہ مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے ایک رسالہ ''حیات النبی ﷺ'' کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ رسالہ میں بندیالوی صاحب کی غلط بیانیوں اور تلبیسات کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔

(۲) ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ (شمارہ جنوری ۲۰۰۳ء)

مولانا عبدالحق خان بشیر نے اس کتابچہ میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبور کے بارے میں علماء دیوبند کے مسلک کی باحوالہ وضاحت کی ہے اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے ایک رسالہ کا جواب دیا ہے جس میں انہوں نے حیات انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں علماء دیوبند سے مختلف مؤقف پیش کیا ہے۔

(۳) ماہنامہ نصرت العلوم گوجرانوالہ (شمارہ جنوری ۲۰۰۳ء)

زیر تبصرہ کتاب کا موضوع اس کے طویل نام سے عیاں ہے، مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی چیئرمین حق چار یار اکیڈمی، فاضل مدرسہ نصرت العلوم، امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے صاحبزادے اور قائد اہلسنت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی کے داماد ہیں۔ موصوف ایک جید عالم دین، وسیع المطالعہ اور کہنہ مشق مصنف، صاحب طرز خطیب اور شعلہ نوا مقرر بھی ہیں۔ فرق باطلہ کے رد میں لکھی گئی آپ کی کئی تصنیفات اہل علم اور عوام الناس میں یکساں مقبول ہیں۔ آپ کا شستہ اور سہل انداز تحریر قارئین کے لئے مسائل کو سمجھنے میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

زیر تبصرہ رسالہ دراصل مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے ایک رسالہ "حیات النبی ﷺ" کا رد ہے جس میں ان کے بیان کردہ پچاس دعوؤں کا دلائل سے رد کیا گیا ہے۔ بندیالوی صاحب جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کے مرکزی راہنما ہیں اور اتفاق سے حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کے منکر ہونے کے ساتھ ساتھ یزیدی بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے اس رسالہ میں امت کے اجماعی عقیدہ حیات النبی ﷺ کا رد کیا ہے۔ ان کی پارٹی میں ان کے اس رسالہ کو لاجواب سمجھا جارہا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے نومولود عقیدہ فاسدہ کو درست ثابت کرنے کے لئے ہر حربہ شنیعہ استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ زیر تبصرہ رسالہ میں ان کے تمام مکروہ عزائم کا پردہ چاک کر دیا گیا ہے۔ علماء کرام، طلباء عظام اور عوام الناس کے لئے یہ رسالہ معلومات افزاء ہے۔

(۴) ماہنامہ البلاغ کراچی (شمارہ نومبر ۲۰۰۳ء)

عقیدہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام جمہور امت کا اجماعی عقیدہ ہے اور اس کی تائید میں اب تک چھوٹی بڑی متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے "حیات النبی" کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جس میں موصوف نے اکابر کی مختلف عبارتوں اور چند دیگر دلائل سے بزعم خویش مذکورہ عقیدے کے خلاف نظریہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔

زیر تبصرہ مجموعے میں اسی رسالہ کا رد لکھا گیا ہے اور خاصے جاندار انداز میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اکابر کی مذکورہ عبارتوں میں وہ بات ہرگز موجود نہیں ہے جسے بندیالوی صاحب موصوف ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ نیز بتایا گیا ہے کہ مذکورہ رسالے کے مؤلف نے سلف کی عبارتوں کو توڑ موڑ کر اپنا غلط مدعا ثابت کرنے کی لاحاصل سعی کی ہے اور اس معاملے میں موصوف دیانت و امانت کا دامن بھی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ہماری رائے میں بھی زیر نظر رسالے کے فاضل مؤلف کا یہ خیال درست ہے۔

جن قارئین نے مولانا عطاء اللہ بندیالوی کا رسالہ پڑھا ہے انہیں اس رسالے کا بھی ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ البتہ رسالے کا نام اور انداز تحریر جارحانہ ہے۔ جس میں طعن و تشنیع کا عنصر طبیعت پر بڑا گراں گزر رہا ہے۔ دعوت دین کا کام کرنے والے اگر ہمدردی کا پیغمبرانہ اسلوب اختیار کریں تو اس کے انفع ہونے کی زیادہ توقع ہے۔

(۵) ماہنامہ انوار مدینہ لاہور (شمارہ جولائی ۲۰۰۳ء)

اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ "نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں۔" اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کا بھی یہی عقیدہ ہے جو ان کی کتابوں میں موجود ہے بالخصوص "المہند علی المفند" جو اکابر دیوبند کے عقائد کی اجماعی دستاویز ہے اس میں بھی یہ عقیدہ موجود ہے۔ بدقسمتی سے کچھ لوگ جو اپنے آپ کو علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ایسی ایسی

باتیں کرتے ہیں جن سے سلب ایمان کا خطرہ ہونے لگتا ہے اپنے نظریات کو اپنے مزعومہ دلائل کی بنیاد پر لوگوں پر ٹھونسنا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ میں اگر انہیں دجل و تلبیس سے کام لینا پڑے تو اس سے بھی گریز نہیں کرتے۔ چنانچہ حال ہی میں ان کے ایک پر جوش واعظ کے قلم سے ایک کتاب ''حیات النبی ﷺ'' کے نام سے شائع ہوئی ہے نام تو کتاب کا انہوں نے حیات النبی ﷺ رکھا ہے۔لیکن کتاب ساری کی ساری انکار حیات النبی پر مشتمل ہے۔

مؤلف نے اس کتاب میں انتہائی دجل و تلبیس سے کام لے کر سادہ لوح عوام کو بہکانے کی کوشش کی ہے۔ کچھ عرصہ سے یہ کتاب ان کے حلقہ میں لاجواب سمجھی جارہی تھی۔ اللہ بھلا کرے مولانا عبدالحق بشیر صاحب خلف الرشید امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم کا کہ آپ نے اس کتاب کی طرف توجہ فرمائی اور اپنی موروثی لیاقت سے کام لیتے ہوئے مصنف کے دجل و تلبیس کو طشت از بام اور عقیدہ حیات النبی ﷺ پر مصنف کی ڈالی ہوئی گرد کو صاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے بروقت حق کا دفاع کرتے ہوئے سادہ لوح عوام کو ان کے فریب کا شکار ہونے سے بچالیا۔ منکرین حیات النبی ﷺ کے دلائل سے فریب خوردہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس کتاب کو دیدہ بصیرت سے پڑھیں تاکہ ان پر راہ ہدایت واضح ہو سکے۔

(۶) ماہنامہ لولاک ملتان (شمارہ اپریل ۲۰۰۳ء)

حضرت مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر برصغیر کے علماء کے سرخیل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے صاحبزادے اور شیخ الاسلام حضرت مدنی ؒ کے خلیفہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے علوم کے وارث ہیں۔ دو اکابر کی تعلیم و تربیت نے ان کو کندن بنا دیا ہے۔ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ فریق ثانی کے دلائل کا تجزیہ کرتے ہوئے اسے تار تار کر دیتے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ بندیالوی نے ایک رسالہ تحریر کیا اور اپنے عقیدہ و موقف انکار حیات النبی ﷺ کو بیان کیا۔ مولانا عبدالحق بشیر اس رسالہ کے جواب کے درپے ہوئے تو یہ رسالہ تیار ہو گیا۔ خوب اور مضبوط گرفت ہے۔ مولانا عبدالحق خان چونکہ نسلاً سواتی پٹھان ہیں۔ اس لئے فریق ثانی کو جواب دینے میں بمباری سے کام لیتے ہیں جیسا کہ رسالہ کے نام سے ظاہر ہے۔ ویسے بھی انتہا پسندی کے جواب میں شدت وغلظت ایک فطری امر ہے۔ لیکن ''واغلظ'' تو صرف کفار کے لئے ہے۔ علمی معلومات اور اس عنوان پر واقعاتی مباحث قابل قدر و قابل فخر ہیں۔ فریقین علمی اختلاف کو باہمی احترام اور قوت استدلال سے بیان کریں تو نفع ہوگا۔ لیکن نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا ہے۔ تاہم اس میں بھی پہل مولانا بندیالوی کی ہے۔ اس لئے مولانا عبدالحق خان معذور مانے جائیں گے۔

رائے گرامی

(ترجمان احناف حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب اثری مدظلہ فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر مکرم حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی! برادرم! میں ابھی آپ کے اسی احسان کا شکریہ ادا نہیں کر پایا تھا کہ آپ نے خط و کتابت میں پہل کر کے محدث وقت، محقق دوراں حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ کے خاندان کے ساتھ ربط کا شرف بخشا ساتھ ہی آپ نے ''ماہنامہ حق چار یار'' میرے نام جاری فرما کر بہت بڑا اعزاز عطا فرمایا۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ کن الفاظ کے ساتھ آپ کا

شکریہ ادا کروں کہ آپ نے اپنی دو عظیم القدر تصانیف بھیج کر انتہائی ذرہ نوازی فرمائی اور ساتھ ہی اظہار رائے کا حکم فرما کر عزت افزائی فرمائی۔ کیا میں اور کیا میری رائے ''من آنم کہ من دانم'' رسالہ مسئلہ حیات النبی ﷺ تو ایک ہی مجلس میں مکمل پڑھ کر سویا چونکہ ہمارے یہاں یہ مسئلہ باقاعدہ طور پر کبھی نہیں چلا (تحصیل سمندری میں) اس لئے میں نے اس مسئلہ پر مکمل بحث پہلی دفعہ آپ ہی کے رسالہ میں پڑھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے ایک بنیادی عقیدہ کے لئے مجھے مواد فراہم کیا اور توجہ دلائی اللہ تعالیٰ قبول فرما کر مسلک حقہ کی مزید تائید و خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ذخیرہ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے۔ رہا مسئلہ تراویح تو مکمل فہرست اور بعض مقامات دیکھ کر میں نے مسئلہ تراویح پر لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ حالانکہ میرے پاس کم از کم پانچ مسودے مکمل و نامکمل حالت میں پڑے ہیں۔ جنہیں میں بہت جلد ایک مسودہ کی شکل میں مکمل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ ماشاء اللہ آپ نے مسئلہ کے ہر پہلو پر مالا مزید علیہ سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر نافع خلائق بنائے۔ تراویح سے متعلق غیر مقلدین کے مذاہب دیکھ کر تو میں جھوم ہی گیا۔ کیا اچھوتا عنوان ہے اگر اس کے بعد بھی وہ ہمارے ساتھ ٹکراتے ہیں تو دنیا میں ان جیسا ڈھیٹ کوئی نہیں ہے اور ہمارے نوجوانوں جیسا کم ہمت کوئی نہیں ہے۔ اگر تھوڑی سی ہمت کریں تو انہیں ناک آؤٹ کر سکتے ہیں۔ میں تو طلاق ثلاث کے مسئلہ پر ہی متعجب رہتا ہوں کہ اتنے بے مایہ اور امت سے الگ تھلگ ہونے کے باوجود وہ زندہ ہیں۔ اگر ہم ان کی جگہ ہوتے تو وہ ہمارا جینا دوبھر کر دیتے۔ یار اتنی شرافت بھی مناسب نہیں۔ والسلام! محتاج دعا ناچیز فقیر اللہ (ماموں کانجن)

رائے گرامی

(محقق اہل سنت حضرت مولانا منیر احمد صاحب استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

۱...... انبیاء علیہم السلام کی اس عالم دنیا میں موت برحق ہے اس کا آج تک کسی نے انکار نہ کیا ''انک میت و انہم میتون، اموات غیر احیاء، کل نفس ذائقة الموت، اللہ یتوفی الانفس حین موتها'' وغیرہ آیات اور ''اللهم الرفیق الاعلی'' جیسی احادیث میں اسی موت کا ذکر ہے۔ عالم دنیا والی اس موت کے اعتبار سے موت اور اموات کا لفظ انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال ہوا ہے اور اسی عالم دنیا والی موت کی وجہ سے ان کا کفن و دفن ہوا۔ اسی موت کی وجہ سے ان کے اجسام مقدسہ کو ان کی قبور مبارکہ میں مدفون کیا گیا۔

۲...... انبیاء علیہم السلام کے اجسام مطہرہ لاٰن کما کان ان کی قبور منورہ میں محفوظ و معطر ہیں۔

۳...... انبیاء علیہم السلام اور سب بنی آدم کی ارواح بعد از موت اپنے اپنے مستقر میں زندہ ہیں۔

۴...... انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کا ان کے عنصری، اصلی، دنیوی اجسام مطہرہ کے ساتھ تعلق ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے اجسام دنیویہ عنصریہ اصلیہ میں حیات کا عقیدہ متفق علیہ ہے۔ البتہ جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک روح کا جسم کے ساتھ تعلق انعکاسی ہے جب کہ بعض سلف کے نزدیک یہ تعلق اتصالی ہے تاہم روح و جسم کے درمیان تعلق اور اس تعلق کی وجہ سے حیات کا عقیدہ اجماعی ہے۔ اہلسنت والجماعت میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

۵...... چونکہ انبیاء علیہم السلام کو یہ حیات اپنی قبور میں حاصل ہے اور قبر عالم برزخ کا ایک حصہ ہے۔ اس لئے اس حیات کو

حیات برزخی کہا جاتا ہے اور چونکہ قبر میں وہی اصلی دنیوی جسم زندہ ہے۔ اس لئے اس حیات کو حیات دنیویہ یا حیات دنیویہ کے مشابہ حیات یا حیات حسی سے تعبیر کر دیا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ عالم برزخ میں احوال و کیفیات کا ورود اور راحت و تکلیف کا تعلق اولاً روح کے ساتھ اور روح کے واسطہ سے جسم کے ساتھ ہوتا ہے تو اس حیات کو حیات روحانی کہہ دیا جاتا ہے۔ پس معنون ایک ہے اس کے عنوانات کئی ہیں۔ معبر ایک ہے مختلف اعتبارات کی وجہ سے اس کی تعبیرات مختلف ہیں۔

۶ اس حیات کی وجہ سے نبی پاک ﷺ قبر کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام بذات خود سنتے ہیں اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا درود فرشتوں کے ذریعے آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔

۷...... انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کا سنہری، سنی عقیدہ قرآن کریم کی آیات شہداء سے دلالۃ النص کے طور پر اور احادیث مبارکہ سے عبارۃ النص کے طور پر ثابت ہے۔ نیز عذاب قبر کی ۵۰ سے زیادہ آیات اور سینکڑوں احادیث مبارکہ سے بھی انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر دلالۃ النص سے ثابت ہے۔ کیونکہ عذاب کی تعریف ہے ایصال الالم لحی علی سبیل الھوان (زندہ آدمی کو تکلیف پہنچانا ذلیل کرنے کے طریقہ پر) جب عذاب قبر کی ان نصوص سے عام لوگوں کا زندہ ہونا ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

۸...... خود لفظ نبی حیات فی القبر کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ نبی وہ ہوتا ہے جس کے لئے وصف نبوت ثابت ہو اور نبوت زندہ کے لئے ثابت ہوتی ہے مردہ کے لئے نہیں اور انبیاء علیہم السلام جیسا کہ اپنی دنیوی تکلیفی زندگی میں وصف نبوت کے ساتھ متصف تھے دنیوی موت کے بعد بھی اسی طرح متصف ہیں اور جیسے دنیا کی کھلی زندگی میں ان کی نبوت پر ایمان لانا فرض تھا ایسے ہی اب بھی ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ یہ تب ہو سکتا ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کو قبور میں زندہ تسلیم کیا جائے۔ پس انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کا انکار، انکار نبوت کو مستلزم ہے۔

۹...... وصال نبوی کے موقع پر دو چیزوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔ ایک عالم دنیا میں نبی پاک ﷺ کی وفات پر دوسرا حیات فی القبر پر۔ اس لئے حیات فی القبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت ہے۔

۱۰...... جو شخص انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کا منکر ہے وہ اہلسنت والجماعت کے چار اجماعی عقائد کا منکر ہے:

(الف) انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کا عقیدہ (ب) نبی پاک ﷺ کی قبر اطہر کے پاس پڑھے گئے درود وسلام کے سماع کا عقیدہ (ج) عذاب قبر اور ثواب قبر کا عقیدہ (د) قبر میں سوال و جواب کا عقیدہ۔ لہٰذا ایسا شخص ان اجماعی عقائد کے انکار کی وجہ سے اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اس کی اقتداء میں نماز ناجائز ہے اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ واجب ہے۔

۱۱...... عالم دنیا اور عالم برزخ کے دو جہاں جیسے مختلف ہیں ایسے ہی ان کے احوال بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق کی بدترین قسم ہے۔ اوّل عالم محسوس اور عالم مشاہدہ ہے جب کہ عالم برزخ عالم غیب ہے، برزخ کا معنی ہے پردہ اس کے احوال بھی زیر پردہ ہیں۔ لہٰذا اس جہان کے حقائق و احوال کو ایمان بالغیب کی قوۃ سے مانا جا سکتا ہے۔ عالم دنیا پر قیاس کر کے اپنے دنیوی حواس کے تحت لا کر نہیں مانا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ولکن لا تشعرون'' پس حیات فی القبر کا عقیدہ، سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کا عقیدہ، ثواب وعذاب قبر کا عقیدہ، قبر میں سوال و جواب کے حق ہونے کا عقیدہ وہی رکھ سکتا ہے جس کو ایمان بالغیب نصیب ہے۔

۱۲...... اس وقت حیات فی القبر کے عظیم مسئلہ کے حوالہ سے چار قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو علی الاعلان حیات

فی القبر کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ اس کو شرک اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو مشرک کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو در حقیقت حیات فی القبر کے منکر ہیں۔ لیکن دھوکہ دینے کے لئے ذومعنی جملے بول کر اپنے انکار حیات فی القبر یا اپنے غلیظ عقیدہ ممات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تیسرے وہ حضرات ہیں جو علی الاعلان انبیاء علیہم السلام کی حیات کے مبارک عقیدے کو اہلسنت والجماعت دیوبندی ہونے کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں اور اس عقیدے کا تحفظ بہر حال ضروری سمجھتے ہیں اور وہ تحریراً اور تقریراً تحفظ کر رہے ہیں۔ چوتھے وہ لوگ ہیں جو خود تو حیات فی القبر کے قائل ہیں لیکن وہ اس مسئلہ کو اتنا اہم نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ اس مسئلہ اہمیت کم کر کے منکرین حیات کے ذومعنی جملے نقل کر کے نیز ان کی تعریف کر کے اور عقیدہ حیات کے محافظ علماء کے بارے میں نفرت پیدا کر کے غیر شعوری طور پر عقیدہ ممات کے لئے فضا ہموار کرتے ہیں۔

اس کے باوجود علماء حق تمام عقائد حقہ کے ساتھ اس عظیم عقیدے کے تحفظ کا حق ادا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور قدم قدم پر ان کی مدد فرمائے۔ اس قافلہ حق کی ایک اہم شخصیت، عظیم باپ کے عظیم فرزند حضرت علامہ مولانا عبدالحق خان بشیر ہیں۔ ان کا تالیف کردہ رسالہ ”اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی کا فریب وفراڈ“ نظر نواز ہوا۔ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر نہایت جامع، محققانہ، عام فہم رسالہ ہے جو ”بقامت کہتر وبقیمت بہتر“ کا مصداق ہے۔

بندیالوی صاحب نے اکابرین دیوبند کے نام فریب وفراڈ کی انتہاء کر دی۔ لیکن حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر زید مجدہ نے بھی ان کے فریب وفراڈ کا پردہ چاک کر کے حقیقت نمائی کا حق ادا کر دیا ہے۔ قرآن وحدیث سے تو ان لوگوں کا دامن خالی تھا ہی اس رسالے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ ان کو اکابر دیوبند کی ہمنوائی بھی نصیب نہیں۔ ان کا اپنے آپ کو دیوبندی کہنا ایسے ہے جیسے منکرین قرآن (پرویزی فرقہ) اپنے کو اہل قرآن اور منکرین حدیث (غیر مقلدین) اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ اس رسالہ کا ہر سنی کے پاس ہونا ضروری ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو قبولیت تامہ عطا فرما کر مولانا موصوف کے لئے نجات کا، اہل سنت والجماعت کے لیے، استقامت کا اور اہل بدعت کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین!

فقط والسلام

منیر احمد غفرلہ

(خادم الطلبہ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں)

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارہ میں علماء دیوبند کی پہلی اجماعی دستاویز

(المہند علی المفند)

مؤلفہ: فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی سیاسی شکست کے بعد فرنگی سامراج نے ایک طرف تو وحشت وبربریت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے ہزاروں علماء کرام کو موت اور عبور دریائے شور کی خوفناک سزائے دے ڈالیں اور دوسری طرف جہاد وحریت کا ذوق وجذبہ رکھنے والے علماء حق کے خلاف تین محاذوں پر مذہبی ڈپلومیسی کا بازار گرم کر دیا۔

۱...... برصغیر کے اندر صدیوں سے اشاعت وحفاظت اسلام کا فریضہ سرانجام دینے والے علماء احناف کے خلاف غیر مقلدیت کا محاذ قائم کیا گیا۔ جس کے ذریعہ اسلاف امت پر عدم اعتماد اور بعض فقہی مسائل میں بے جا شدت پیدا کر کے مسلمانان برصغیر کی وحدت پارہ پارہ کر دی گئی۔

۲...... مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو مجروح کرنے اور امت مسلمہ کو برطانوی اقتدار کے سامنے سرنگوں کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچایا گیا۔ جس کے ذریعہ اجماعی، اسلامی تعلیمات کو مشتبہ بنانے کی مذموم سازش کی گئی۔

۳...... علماء حق کی علمی وجہادی حیثیت کو غیر مؤثر کرنے کے لئے مولوی احمد رضا خان بریلوی کے ذریعہ علماء دیوبند کے خلاف تکفیر کا فتنہ برپا کیا گیا تا کہ ان علماء حق کی انگریز دشمن جہادی سرگرمیوں کو روکا جاسکے۔

چنانچہ آج سے ایک صدی قبل ۱۳۲۵ھ میں مولوی احمد رضا خان بریلوی نے حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد سہارن پوری اور مولانا اشرف علی تھانوی (رحمہم اللہ) جیسے پاکبازان امت کی عبارات میں قطع وبرید کر کے اور اپنے خانہ ساز مفہوم کا حاشیہ دے کر ان پر فتوئ کفر دے دیا۔ جو ''حسام الحرمین'' کے نام سے طبع ہوا۔ جس پر خان صاحب بریلوی نے خفیہ وشاطرانہ طریقہ سے علماء حرمین الشریفین کے دستخط بھی لے لئے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کو اس بھونڈی کارروائی کا علم ہوا تو انہوں نے علماء حرمین الشریفین کو خان صاحب بریلوی کے مکر وفریب سے آگاہ کیا۔ اس پر علماء حرمین الشریفین نے علماء دیوبند کے عقائد ونظریات کی اصل حقیقت جاننے کے لئے ۲۶ سوالات ارسال کئے۔ چنانچہ فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ نے ان کا جواب لکھا۔ جس پر اس وقت کے جید علماء دیوبند کے علاوہ علماء حرمین الشریفین اور علماء مصر وشام نے تائیدی دستخط تحریر فرمائے۔ یہ جواب ''المہند علی المفند'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے اندر پانچواں سوال اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیے۔

<u>پانچواں سوال</u>: کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

<u>جواب</u>: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''انباہ الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء'' میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا ہے۔ بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام ''آب حیات'' ہے۔

المہند پر دستخط کرنے والے علماء

(۱) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی (۲) حضرت مولانا میر احمد حسن امروہی (۳) مفتی اعظم حضرت

مولانا مفتی عزیز الرحمن دیو بندی (۴) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (۵) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری (۶) حضرت مولانا محمد احمد قاسمی (سابق مہتمم دارالعلوم دیو بند) (۷) حضرت مولانا غلام رسول صاحب (مدرس دارالعلوم دیو بند) (۸) فقیہ ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی (۹) حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی (۱۰) حضرت مولانا محمد یحییٰ سہارن پوری (۱۱) حضرت مولانا محمد سہول (رحمہم اللہ) سمیت ۲۴، اکابر علماء نے اس پر تائیدی دستخط فرمائے۔ پاکستان میں یہ کتاب قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کے دس صفحات پر مشتمل "تعارفی مضمون" کے ساتھ خطیب اہل سنت حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی رحمہ اللہ نے (۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء) میں شائع فرمائی۔

تصدیقات جدیدہ

مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی طرف سے "انکار حیات النبی ﷺ" کی از سر نو اٹھائی گئی تحریک کے بعد فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ نے "المہند علی المفند" پر جدید علماء دیو بند کی تصدیقات کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے عقائد علماء دیو بند کا خلاصہ مرتب فرمایا اور اس پر درج ذیل ۷۳ جید علماء دیو بند نے تائیدی دستخط ثبت فرمائے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب "المہند علی المفند" تمام علماء دیو بند کی ایک اجماعی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

☆...... حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کراچی
☆...... حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ
☆...... قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ رحمہ اللہ ملتان
☆...... حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ ملتان
☆...... حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اکوڑہ خٹک
☆...... حضرت مولانا محمد احمد تھانوی رحمہ اللہ سکھر
☆...... حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا محمد انور انوری رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا سید حامد میاں لاہور
☆...... حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا مفتی احمد سعید سرگودھا
☆...... حضرت مولانا علی محمد صاحب کبیر والا
☆...... حضرت مولانا محمد شریف کشمیری رحمہ اللہ ملتان
☆...... حضرت مولانا سید صادق حسین شہید جھنگ
☆...... حضرت مولانا عبدالحیٔ شجاع آبادی رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ
☆...... حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوری رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ
☆...... حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا مفتی محمد وجیہ ٹنڈوالہ یار
☆...... حضرت مولانا عبدالحق نافع رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا مفتی محمد فرید اکوڑہ خٹک
☆...... حضرت مولانا مفتی عبدالقادر رحمہ اللہ کبیر والا
☆...... حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ
☆...... حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کراچی
☆...... حضرت مولانا فضل غنی رحمہ اللہ بنوں
☆...... حضرت مولانا فیض احمد ملتان
☆...... حضرت مولانا نذیر احمد فیصل آباد

بندیالوی صاحب وضاحت فرمائیں کہ: (۱) کیا یہ تمام علماء دیو بند (العیاذ باللہ تعالیٰ) اندھے اور بے شعور تھے کہ انہوں نے عبارت پڑھے اور سمجھے بغیر اس پر دستخط کر دیئے؟ (۲) کیا یہ تمام علماء دیو بند (العیاذ باللہ تعالیٰ) جاہل تھے کہ انہیں دستخط کرتے وقت اہل سنت کے اصل عقیدے کا علم بھی نہ ہو سکا؟ (۳) کیا یہ تمام علماء دیو بند (العیاذ باللہ تعالیٰ) روافض کی طرح تقیہ باز تھے کہ وقتی مصلحت کی بنا پر انہوں نے غلط عقیدہ پر دستخط کر دیئے؟

۴...... کیا یہ تمام علماء دیو بند (العیاذ باللہ تعالیٰ) بزدل تھے کہ انہوں نے استقامت وعزیمت کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے کمزوری وغیر مستقل مزاجی کا مظاہرہ کیا؟

۵...... اور کیا ان علماء دیو بند کی اجماعی فکری کاوشوں سے الگ رہ کر صراط مستقیم پر قائم رہا جا سکتا ہے؟ بندیالوی صاحب! غور فرمائیں اور اپنے علیحدگی پسندانہ طرز فکر کو بدل کر خود کو اسلاف کے اجماعی ومتواتر فکری دھارے سے جوڑیں اور امت کو اسلاف کے دامن تحقیق سے کاٹ کر قرآن وسنت سے دوری کا سامان فراہم نہ کریں۔ خدا تعالیٰ انہیں سمجھ عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارہ میں علماء دیو بند کی دوسری اجماعی دستاویز

(تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور)

مؤلفہ امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

۱۹۵۸ء کے قریب جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے ''عقیدہ حیات النبی'' سے انکار کو اپنی تقریر کا موضوع بنا لیا۔ دیو بندی حلقے اس فکر جدید سے قطعاً غیر مانوس تھے۔ لہٰذا عوام کو اس نئی گمراہ سے بچانے کے لئے حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (نے خود اور ان) کے حکم پر حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں شاہ صاحب کو نشانہ بنائے بغیر اس عقیدہ کی وضاحت فرما دی کہ اسلاف دیو بند، انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی قبور مبارکہ میں روح مع الجسد زندہ مانتے ہیں اور عندالقبر سماع صلوٰۃ وسلام کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جس پر شاہ صاحب نے برہمی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ جامعہ کے میزبانوں کی طرف سے اسی موقع پر علماء کی ایک محفل سجالی گئی۔ تا کہ شاہ صاحب کو ''مسلک دیو بند'' سمجھایا جا سکے۔ لیکن شاہ نے مسلک دیو بند قبول کرنے کی بجائے اس مسئلہ کو اپنی عزت نفس کا مسئلہ بنا لیا اور پورے ملک میں تقریر کے لئے مستقل یہی عنوان اختیار کر لیا۔

تصفیہ کی پہلی ناکام کوشش

مسلک دیو بند کی وحدت پارہ پارہ ہوتے دیکھ کر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸، ۱۹ رجون ۱۹۶۰ء کو اپنے مرکز شیرانوالہ دروزہ لاہور میں فریقین کے چیدہ چیدہ علماء کا ایک خاص اجلاس طلب فرما لیا۔ تا کہ افہام وتفہیم کے ذریعہ اس مسئلہ کا کوئی حل تلاش کیا جا سکے۔ لیکن شاہ صاحب اور ان کے رفقاء، اس خالص افہام تفہیم کی مجلس کو مناظرانہ ومجادلانہ رنگ دینے کے لئے مختلف علاقوں سے عام لوگوں کی بسیں بھر کر لے گئے۔ جس کی وجہ سے تصفیہ کی یہ پہلی کوشش ناکام ہو کر رہ گئی۔

تصفیہ کی دوسری ناکام کوشش

اس کے بعد ملک بھر میں جنگ وجدل کا بازار گرم ہو گیا تو ایک بار پھر چند اکابر نے مصالحت کی کوششیں شروع کر دیں۔ چنانچہ ۵ رجنوری ۱۹۶۱ء کو سکھر کے اندر فریقین کا اجتماع ہوا۔ جس میں فریقین نے متفقہ طور پر حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ثالث تسلیم کیا اور ثالثوں نے اس مقصد کے لئے ۱۷، ۱۸ رجنوری ۱۹۶۱ء کو سکھر میں فریقین کو طلب کر لیا۔ اتفاقاً ان تاریخوں میں مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ایک تقریر کے سلسلہ میں گرفتار کر لئے گئے اور سکھر کا اجتماع مؤخر ہو گیا۔ اس کے بعد ثالثوں نے اپنی سہولت کے لئے فریقین سے تحریری مؤقف طلب کر لئے تاکہ ان کی روشنی میں وجہ اختلاف تک رسائی آسان ہو سکے۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تحریری مؤقف ارسال کر دیا۔ لیکن شاہ صاحب نے اپنا مؤقف ونظریہ تحریری طور پر دینے سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے مصالحت کی یہ دوسری کوشش بھی ناکام ہو کر رہ گئی۔

تصفیہ کی تیسری ناکام کوشش

اس کے بعد ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ صاحب دیو بند سے پاکستان تشریف لائے تو انہوں نے بھی فریقین کے درمیان مصالحت کی کوششیں شروع کر دیں۔ چنانچہ ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء کو راولپنڈی کے اجلاس میں انہوں نے درج ذیل تحریر فریقین کے سامنے رکھی۔ ''وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

اس تحریر پر حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ صاحب، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نے دستخط ثبت فرمائے۔

(نوٹ) اجلاس راولپنڈی کی مذکورہ تمام کارروائی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مضمون بعنوان ''مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق چار سالہ نزاع کا خاتمہ'' میں تحریر فرما دی ہے جو ماہنامہ دارالعلوم دیو بند (ستمبر ۱۹۶۲ء) اور ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی (اگست ۱۹۶۲ء) میں شائع ہو چکا ہے۔

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نہ مذکورہ اجلاس میں شریک ہوئے اور نہ مذکورہ تحریر پر انہوں نے دستخط فرمائے۔ جس کی وجہ سے حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارہ میں درج ذیل تحریر علیحدہ لکھ کر دی۔

''ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں۔ جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارہ میں ان کو مدد نہ دیں گے۔ نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ، لاشئی غلام اللہ خان ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء'' (بحوالہ ماہنامہ دارالعلوم دیو بند ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۵)

البتہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب ؒ چونکہ اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ اپنے ''عقیدہ حیات النبی'' کی وضاحت فرما چکے تھے۔ اس لئے مذکورہ تحریر پر ان کے دستخط کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ چنانچہ مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ اس کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ ''اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ قاضی شمس الدین (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے۔ بنابریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کی مسلمہ سمجھا جائے۔'' (ایضاً ص ۱۵)

اس اعتبار سے گویا جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے تین ذمہ دار حضرات (مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب ؒ) عقیدہ حیات النبی ﷺ کی مذکورہ تحریر پر متفق تھے۔ لیکن بدقسمتی سے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اور ان کے بعض شدت پسند رفقاء اس سے اتفاق نہ کر سکے اور اس طرح مصالحت کی یہ تیسری کوشش بھی ناکام ہو کر رہ گئی۔

جمعیت علماء اسلام کا فیصلہ اور تسکین الصدور کی تالیف

افہام تفہیم کے ذریعہ جب مصالحت کی تمام کوششیں ناکام ہو چکیں اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری، اپنی جماعت کے مرکزی امیر (حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب ؒ) اور ناظم اعلیٰ (حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب ؒ) کی تائیدی تحریر بھی مسترد کر چکے تو اکابر دیوبند نے مصالحت کی جملہ کوششیں ترک کر کے ''مسلک دیوبند'' کو شاہ صاحب کے پیدا کردہ شکوک و شبہات سے بچانے اور قرآن و سنت و اجماع امت کی روشنی میں اسے واضح و آشکارا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ۴ راگست ۱۹۶۲ء کو جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ کی تحریک اور دیگر علماء کی تائید سے امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کو منتخب کیا گیا کہ وہ قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں دلائل و براہین کے ساتھ مسلک دیوبند کی ترجمانی کرتے ہوئے ''عقیدہ حیات النبی ﷺ'' کو واضح کریں۔ چنانچہ جمعیت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق حضرت امام اہل سنت نے ''تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور'' تالیف فرمائی۔ جسے اکابرین جمعیت کی موجودگی میں پڑھ کر سنایا گیا اور پھر درج ذیل اکابر علماء نے اس پر تصدیقات فرمائیں۔

حضرت مولانا فخر الدین احمد (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)، حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند)، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند)، امام فن اسماء الرجال حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی (انڈیا)، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری (جامعہ خیر المدارس ملتان)، حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک، حضرت ومولانا عبدالخالق صاحب مظفر گڑھ، حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ (سراجیہ کندیاں شریف)، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی، فخر سرحد حضرت مولانا سید گل بادشاہ، حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشی،

حضرت مولانا مفتی احمد سعید سرگودھا، حضرت مولانا نذیر اللہ خان گجرات، مفکر اسلام قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود، ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی) قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب ملتان، حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب ساہیوال۔ (رحمہم اللہ)

اس اعتبار سے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارہ میں یہ کتاب اکابرین علماء دیو بند کی دوسری اجماعی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس پر اس وقت کے تقریباً تمام قابل ذکر اکابر علماء کی تصدیقات آچکی ہیں۔

کیا بندیالوی صاحب دیوبندیت کا دعویٰ رکھتے ہوئے ان تمام اکابر کو جھٹلانے کا حوصلہ کر سکیں گے؟ اور ان اکابر کو جھٹلا کر خود دیوبندی مسلک میں شامل رہ سکیں گے؟ اور کیا وہ اپنے مسلک کی کوئی ایسی کتاب پیش کر سکیں گے جس پر ایسے جید علماء دیو بند کی تصدیقات موجود ہوں؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین! (حافظ عبدالحق خان بشیر)

(استفتاء نمبر ۱۹۹۸ء) (فتویٰ دارالعلوم دیو بند)

نبی اکرم ﷺ کو اپنے مزار میں حیات نہ ماننے والا بدعتی ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے

یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک علیین میں ہے۔ آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کی قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں، کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ اور ایسے عقیدے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا!

الجواب: آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں آپ کے مزار کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں۔ آپ اپنے مزار میں حیات ہیں مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدے والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔

حدیث میں آتا ہے: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' (الحدیث)

''وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلّی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلّی علیّ من بعید اعلمتہ رواہ ابو الشیخ وسندہ جید'' (القول البدیع ص ۱۱۶) ''عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم یصلّون'' (رواہ ابن عدی والبیہقی وغیرہما، شفاء السقام ص ۱۳۴)

دو تین حدیثیں نقل کر دی ہیں اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل سنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! کتبہ السید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیو بند (۱۳/۵/۶۷ھ) مہر دارالعلوم دیو بند

الجواب صحیح: جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۲۱ رشوال ۷۲ ۱۳ھ

اجاب المجیب واجاد: محمد ضیاء الحق کان اللہ لہ مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور

الجواب صواب: محمد رسول خان (ہزاروی) عفا اللہ عنہ

دیباچہ طبع اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم امابعد!

برادران اہل سنت والجماعت! کچھ عرصہ سے جمعیت اشاعت التوحید کے مرکزی راہنما اور ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' راولپنڈی کے مدیر مولانا عطاء اللہ بندیالوی کا مؤلفہ ایک رسالہ ''حیات النبی ﷺ'' عوامی حلقوں میں اس پراپیگنڈہ کے ساتھ گردش کر رہا ہے کہ یہ ایک لاجواب رسالہ ہے جس کا جواب کسی سے ممکن نہیں۔ ہمیں بھی جستجو ہوئی اور ایک مہربان کے ذریعے سے مذکورہ رسالہ حاصل کیا۔ رسالہ اوّل تا آخر دیکھنے کے بعد محسوس ہوا کہ اس میں طرز تحریر کے سوا بندیالوی صاحب کا اپنا تو کچھ بھی نہیں۔ صرف اپنے جماعتی ونظریاتی پیشواؤں کے مطبوعہ لٹریچر سے چند حوالے سرقہ کر کے انہوں نے اپنی مارکیٹ ویلیو بڑھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ لیکن شومئ قسمت کہ یہ رسالہ ان کی مارکیٹ ویلیو میں اضافہ کرنے کی بجائے ان کے لئے ذلت ورسوائی کا باعث بن گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ لفاظی کے زور پر اختراعی عقیدہ ثابت کرنے کے لئے کذب وافتراء کے اتنے کرتب اس قدر مختصر رسالہ میں کوئی ''پتھری'' ہی دکھا سکتا ہے اور بندیالوی صاحب کا شمار خیر سے ان پتھریوں میں ہوتا ہے جو یزیدی بھی ہیں یعنی کریلا، اور وہ بھی نیم چڑھا۔

انہیں نہ تو اسلاف دیو بند کی قرآنی وحدیثی تعلیمات پر اعتماد ہے اور نہ ان کی تاریخی تحقیقات پر۔ ہمارا خیال تھا کہ ان کی بزعم خویش لاجواب تحقیق کا بھانڈا پھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تاکہ بندیالوی صاحب کی خوش فہمیوں کا غبارہ پھٹنے کی بجائے سکڑ ہی جائے تو بہتر ہے۔ اس خیال سے یہ چند سطور تحریر میں لائی گئی ہیں کہ بندیالوی صاحب کی تحقیق کی قلعی کھل جائے اور عوام ان کے کذب وافتراء سے محفوظ رہ سکیں اور خدا کرے کہ یہ چند صفحات ان کی اصلاح وہدایت کا ذریعہ بھی بن جائیں۔ آمین یارب العالمین!

دیباچہ طبع ثانی

محترم قارئین کرام! تقریباً ڈیڑھ سال قبل اکتوبر ۲۰۰۲ء میں ہمارا ایک رسالہ بنام ''اکابر علماء دیو بند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے فریب وفراڈ'' شائع ہوا۔ جو بندیالوی صاحب کے اس رسالہ ''حیات النبی ﷺ'' کا جواب ہے۔ جو ان کے نزدیک لاجواب تھا۔ ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ کے ساتھ ان کے وضع کردہ مغالطات کا پوسٹ مارٹم کیا اور ثابت کیا کہ اسلاف امت کی سیاق وسباق سے محروم جن عبارات کا جو مفہوم بندیالوی صاحب نے پیش کیا ہے وہ نہ تو ان اسلاف کا مقصودی ہے اور نہ ان کے مسلک وعقیدہ سے مطابقت رکھتا ہے۔ یہ صرف بندیالوی صاحب کی غلط فہمی یا زبردستی ہے کہ وہ ان عبارات میں برزخ اور مسکن روح وغیرہ جملوں سے اپنا من پسند مفہوم ثابت کرنے پر مصر ہیں۔ ہمارے اور بندیالوی صاحب کے درمیان اصل اختلاف اموات کے اجسام حقیقیہ کے ساتھ تعلق ارواح کا ہے اور ہم نے یہ حقیقت ٹھوس دلائل کے ساتھ بے نقاب کی ہے کہ جملہ اسلاف اہل سنت برزخی حیات میں جسموں کے ساتھ روحوں کے تعلق کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ خواہ روحوں کا مسکن کوئی بھی ہو۔ لیکن بندیالوی صاحب جسموں کے ساتھ روحوں کے عدم تعلق کا نہ ثبوت فراہم کر سکے ہیں نہ ان شاء اللہ آئندہ کر سکیں گے۔

ہماری یہ زیر نظر کتاب بحمد اللہ تعالیٰ علمی وعوامی حلقوں میں اس قدر مقبول ہوئی کہ چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں

اس کا مکمل ایڈیشن ختم ہو گیا اور ہر طرف سے اس کی مانگ جاری رہی۔ لیکن مسلسل صحت کی خرابی کی وجہ سے ہم اس کی طبع ثانی کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ اب کسی حد تک صحت بحال ہوئی تو ہم اس طرف متوجہ ہوئے اور نظر ثانی کے بعد متعدد اضافوں کے ساتھ کتاب کا ''دوسرا ایڈیشن'' پیش خدمت ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر جملہ مسلمانوں کی ہدایت ونجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین!

(نوٹ) زیر نظر کتاب کا مکمل مسودہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ ملاحظہ فرما چکے تھے اور ان کی تائید واجازت کے بعد وہ شائع کی گئی۔ البتہ اس کے نام کے بارہ میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے مشاورت نہ ہو سکی۔ جب کتاب طباعت کے تقریباً تمام مراحل طے کر چکی تو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب کے نام کا علم ہوا۔ جس سے حضرت نے اختلاف کیا اور نام تبدیل کرنے کا حکم فرمایا۔ چونکہ کتاب ٹائٹل سمیت طبع ہو چکی تھی۔ اس لئے اب نام تبدیل کرنا ممکن نہ تھا۔ البتہ حضرت اقدس سے وعدہ کیا گیا کہ کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ان شاء اللہ العزیز کتاب کا نام تبدیل کر دیا گیا جائے گا۔

اسی طرح مختلف رسائل کے بعض تبصرہ نگاروں نے بھی کتاب کے علمی وتحقیقی مواد اور اس کے مسلک حقہ پر مبنی ہونے کا اعتراف کرنے کے باوجود بعض الفاظ کی تلخی وشدت کا شکوہ کیا۔ اگرچہ یہ الفاظ کی شدت صرف ردعمل کے طور پر تھی۔ لیکن ہمارا مقصد کسی کی دل آزاری ہرگز نہیں۔ اس لئے ہم نے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے کئے گئے وعدہ اور تبصرہ نگاروں کے حرف شکایت کی بناء پر کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں کتاب کے نام اور مضمون سے حتی الوسع تلخ الفاظ حذف کر دیئے ہیں تاکہ اس اعتبار سے بھی اتمام حجت ہو جائے۔ امید ہے کہ قارئین ومخاطبین گزشتہ ایڈیشن کی لفظی تلخیوں سے درگزر کرتے ہوئے نفس مضمون اور اس پر قائم کئے گئے ٹھوس وناقابل تردید دلائل کی طرف توجہ دیں گے۔

خدا تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین! حافظ عبدالحق خان بشیر

(۱۰ محرام الحرام ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲ مارچ ۲۰۰۴ء)

مقدمہ

اعتراف حقیقت

جمعیت اشاعت التوحید کے اکابر واصاغر کی طرف سے اسلاف دیوبند کے خلاف یہ پراپیگنڈہ ایک مدت سے جاری ہے کہ وہ العیاذ باللہ تعالیٰ وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے انکاری ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وقوع موت تسلیم نہیں کرتے۔ ہم بندیالوی صاحب کے اس بارے میں انتہائی ممنون وشکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنے جماعتی مؤقف سے ہٹ کر اصل نکتہ اختلاف کا اعتراف فرما لیا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''خدا گواہ ہے کہ اختلاف نہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بارے میں ہے اور نہ حیات کے بارے میں بلکہ اختلاف حیات کی نوعیت اور کیفیت کے بارے میں ہے۔ قبر پرستوں سے متاثر لوگوں کا خیال ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اسی جسد عنصری کے ساتھ اسی زمینی قبر منور میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیوی ہے اور جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے علماء کا نظریہ یہ ہے کہ وفات کے بعد آپ کا جسد اقدس حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں مدفون ہے جو قیامت تک محفوظ رہے گا اور آپ کی روح مبارک جسم اقدس سے پرواز کر کے جنت الفردوس کے سب سے اعلیٰ وافضل مقام میں آرام فرما ہے۔'' (پیش لفظ ص ۲)

مذکورہ عبارت میں بندیالوی صاحب اس حقیقت کے برملا طور پر معترف ہیں کہ جماعت دیوبند اور جمعیت اشاعت التوحید دونوں وفات پیغمبر ﷺ کا وقوع بھی تسلیم کرتے ہیں اور دونوں بعد از وفات آنحضرت ﷺ کی حیات برزخی پر بھی متفق ہیں۔ یعنی دونوں میں سے نہ تو کوئی وفات پیغمبر ﷺ سے انکاری ہے اور نہ بعد از وفات حیات برزخی سے۔ البتہ دونوں کے درمیان اختلاف حیات برزخی کی کیفیت پر ہے کہ وہ جسمانی ہے یا محض روحانی؟ جسد عنصری کو حاصل ہے یا صرف جسد مثالی کو؟

حقیقت سے فرار کیوں؟

مذکورہ اعتراف حقیقت کے بعد بندیالوی صاحب کی یہ اخلاقی ذمہ داری تھی کہ وہ وفات پیغمبر ﷺ اور حیات برزخی پر بحث کر کے اپنا اور عوام کا وقت ضائع کرنے کے بجائے مسئلہ کے متنازعہ پہلو یعنی حیات برزخی کی کیفیت ونوعیت پر اپنے مسلک وموقف کے مطابق قرآن وسنت واجماع سے دلائل پیش کرتے اور ثابت کرتے کہ کیفیت حیات برزخی کے بارے میں ان کا مسلک حق وصواب ہے اور اجساد انبیاء علیہم السلام اپنی قبور مطہرہ میں بلا تعلق روح بے حس وبے جان پڑے ہیں۔ لیکن ۳۲ صفحات پر مشتمل اس رسالے کے اندر بندیالوی صاحب کے مسلک پر ایک دلیل بھی مذکور نہیں ہے جیسا کہ آئندہ اوراق میں ان شاء اللہ العزیز ہم اس پر تفصیلی بحث کریں گے۔ اس اعتبار سے بندیالوی صاحب کی نہ صرف یہ واضح فکری شکست ہے بلکہ اس رسالہ کے اندر ان کی ساری تحریری کاوشیں لغو اور فضول ثابت ہوتی ہیں۔

مختلف نقطہ ہائے نظر

بندیالوی صاحب کے مغالطات پر تفصیلی بحث سے قبل ضرور معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ کے بارے میں مختلف مکاتب فکر کے نقطہ ہائے نظر کا سرسری واجمالی جائزہ لے لیا جائے تاکہ موضوع سے متعلق اصلی ومقصودی بحث سمجھنے میں آسانی ہو۔

پہلا نقطہ نظر

انبیاء کرام علیہم السلام کی برزخی حیات کے بارہ میں پہلا نقطہ نظر روافض اور حضرات بریلویہ کا ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی برزخی حیات میں معاشرت دنیوی کے بھی قائل ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ العیاذ باللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کی ازواج مطہرات ان کو ان کی قبور میں پیش کی جاتی ہیں جن سے وہ مباشرت فرماتے ہیں (جیسا کہ اصول کافی اور ملفوظات احمد رضا خان بریلوی میں مذکور ہے) حالانکہ یہ فاسد عقیدہ اہل سنت والجماعت کے اجماعی نظریہ سے سراسر متصادم ہے۔

دوسرا نقطہ نظر

اس بارہ میں دوسرا نقطہ نظر بندیالوی صاحب اور ان کی جماعت جمعیت اشاعت التوحید کا ہے جس میں عصر حاضر کے جمہور غیر مقلدین، کراچی کے مسعود الدین عثمانی پارٹی اور غیر مقلدین کی جماعت المسلمین وغیرہ گروہ ان کے نظریاتی ہم نوا ہیں۔ ان سب کے نزدیک برزخی حیات کے اندر اجسام انبیاء علیہم السلام بلا تعلق روح محفوظ مگر جمادات کی طرح بے جان ہیں۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا ایک فضول اور عبث کام ہے۔ کیونکہ آپ عند القبر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام نہ سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ!

تیسرا نقطہ نظر

اس بارہ میں تیسرا نقطہ نظر جماعت دیوبند کا ہے جو اس نے اہل سنت والجماعت کی متواتر ومتوارث تعلیمات وتحقیقات سے حاصل کیا ہے۔اس نقطہ نظر کے بارہ میں وضاحت کرتے ہوئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں کہ:''علماء دیوبند حسب عقیدہ اہل سنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔وہ عبادت میں مشغول ہیں،نمازیں پڑھتے ہیں،انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثتاً پایا ہے۔'' (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۶۲ء)

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی اس بے غبار اور غیر مبہم تحریر سے یہ حقیقت پوری طرح واضح وآشکارا ہے کہ علماء دیوبند برزخ کے اندر انبیاء کرام علیہم السلام کی کس کیفیت حیات کا عقیدہ رکھتے ہیں اور انہوں نے یہ عقیدہ قرآن وسنت کی روشنی میں اسلاف اہل سنت سے وراثتاً پایا ہے۔قاری صاحب رحمہ اللہ کی یہ تحریر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے اگست ۱۹۶۲ء کے شمارے میں بھی شائع ہو چکی ہے اور مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے تادم آخر اس کی تردید نہیں کی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ بندیالوی صاحب بھی اپنے مسلک کی وضاحت کے لئے اسلاف دیوبند میں سے اسی طرح کسی بزرگ کی واضح عبارت وتحریر پیش فرماتے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے اور ہمارا چیلنج ہے کہ وہ تاقیامت ایسا کر بھی نہ سکیں گے۔ان شاءاللہ العزیز! کیونکہ وہ حقیقت کی بجائے افسانوی دنیا کے باسی ہیں اور اسلاف دیوبند کا اس فرضی دنیا سے کیا واسطہ؟

ضروری وضاحت

یہ بات تو پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ عالم برزخ کی حیات برزخی فریقین کے درمیان متنازعہ نہیں ہے۔صرف اس کی کیفیت متنازعہ ہے۔لہٰذا کیفیت حیات پر بحث سے قبل جمہور اہل سنت کی تحقیق کے مطابق عالم برزخ کی تعریف اور اس میں حاصل ہونے والی حیات کا نام جاننا ضروری ہے۔

۱...... جمہور ائمہ اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ حیات برزخی کا مقام عالم برزخ ہے اور عالم برزخ نام ہے میت کے روح اور جسم دونوں کے ٹھکانوں کا۔یعنی علیین اور سجین سے زمینی گڑھے تک (یا جہاں بھی میت کے جسم عنصری کے اجزاء وذرات موجود ہوں) کا سارا ربط ونظام عالم برزخ ہے اور یہی قبر کا وسیع تر مفہوم ہے۔اس اعتبار سے قبر اور برزخ ایک ہی عالم کے دو نام ہیں۔اکابر اہل سنت کی تحریرات میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

۲...... جمہور ائمہ اہل سنت کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ یہ برزخی حیات قبر اور برزخ کے وسیع تر مفہوم کے حوالے سے جسم کو روح کے تعلق سے حاصل ہوتی ہے خواہ جسم سلامت رہے یا ریزہ ریزہ ہو جائے۔وہ یکجاء ہو یا منتشر ہو جائے۔روح کا اس کے ساتھ تعلق رہتا ہے اور وہ عذاب وراحت کو بہ تعلق روح محسوس کرتا ہے۔اہل سنت والجماعت کا عذاب وثواب قبر کا اجماعی عقیدہ روح وجسد کے تعلق کی اسی کیفیت پر موقوف ہے۔

۳...... برزخ کے اندر اس کیفیت حیات پر اتفاق کے باوجود اہل سنت والجماعت کے ہاں اس حیات کے نام کے

بارے میں اختلاف موجود ہے۔ بعض کے نزدیک عالم برزخ میں حاصل ہونے کی وجہ سے اس کا نام حیات برزخی ہے اور بعض کے نزدیک دنیوی جسم کے ساتھ تعلق روح کی بنا پر اس کا نام حیات جسمانی یا حیات دنیوی ہے۔ غرضیکہ اسم حیات میں اختلاف ہونے کے باوجود کیفیت حیات پر تمام اہل سنت متفق ہیں۔ لیکن اس حیات میں معاشرت دنیوی کا نظریہ اہل سنت میں سے کسی کا بھی نہیں ہے۔ لہٰذا جسمانی و دنیوی حیات کا نظریہ برزخی حیات کے ہرگز منافی نہیں۔

اس ضروری وضاحت کے بعد آیئے اب بندیالوی صاحب کے مغالطات ملاحظہ فرمایئے کہ کس طرح انہوں نے اہل سنت کے نزاع لفظی کو اپنے نزاع حقیقی پر فٹ کر کے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔

مغالطات بندیالوی

(پہلا مغالطہ) عنوان اور عقیدہ میں تضاد

بندیالوی صاحب کا سب سے پہلا مغالطہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رسالہ کا نام ''حیات النبی ﷺ'' رکھا ہے۔ حالانکہ یہ نام نہ صرف ان کے موضوع بحث سے مطابقت نہیں رکھتا بلکہ ان کے عقیدہ کے بھی سراسر منافی ہے حتی کہ خود بندیالوی صاحب نے موت اور حیات کی تعریف اور ان کے درمیان جو فرق بیان کیا ہے۔ اس کے مطابق بھی رسالہ کا یہ نام ایک صریح مغالطہ ہے۔

چنانچہ وہ موت اور حیات کے درمیان تفریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ موت نام ہے انقطاع الروح عن الجسد، روح کا تعلق جسم سے ختم ہو جاتا ہے اور موت حیات کے منافی ہے۔ موت اور حیات کی الگ الگ حقیقتیں ہیں۔'' (ص ۷)

یعنی بندیالوی صاحب کے نزدیک روح کا جسم سے تعلق ہے تو حیات ہے ورنہ موت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب بندیالوی صاحب آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کے ساتھ روح کا تعلق تسلیم ہی نہیں کرتے تو پھر اسے حیات کا نام کیسے دیتے ہیں؟ اور اگر وہ صرف روح کی حیات کو تسلیم کرتے ہوئے ''حیات النبی ﷺ'' کا عنوان قائم کر رہے ہیں تو پھر موت و حیات کے بارہ میں اپنی مذکورہ تعریف پر نظر ثانی کریں۔ نیز اس بات کی وضاحت کریں کہ وہ نبی کسے مانتے ہیں؟ صرف روح کو یا روح مع الجسد دونوں کو۔ اگر وہ صرف روح کو نبی مانتے ہیں تو پھر بشریت انبیاء کی بحثیں ترک کر دیں۔ کیونکہ روح اہل سنت والجماعت کے ہاں بالاتفاق نوری ہے اور اگر وہ روضہ اقدس کے اندر مدفون جسم اطہر کو نبی مانتے ہیں تو وہ ان کے عقیدہ کے مطابق بے حس و بے جان ہے۔ کیا یہ صورت حال اس حقیقت کو واضح نہیں کرتی کہ آپ کا اختیار کردہ عنوان ایک صریح مغالطہ ہے؟ اور آپ حیات کا عنوان دے کر ممات کا عقیدہ دے رہے ہیں؟

(دوسرا مغالطہ) اصل حیاتی کون؟

بندیالوی صاحب نے اپنے رسالہ کے (ص ۲) پر یہ انوکھا انکشاف بھی فرمایا ہے کہ اصل حیاتی تو جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ والے ہیں لیکن کس دلیل کی بنیاد پر؟ یہ بندیالوی صاحب سے سوال نہ کیجئے کیونکہ ہو سکتا ہے یہ سوال ان کی طبع نازک پر گراں گزرے۔ لیکن یہ سوال کرنا تو ہم اپنا حق سمجھتے ہیں کہ جناب والا! اگر آپ اپنی بیان کردہ تعریف حیات کے مطابق اجساد انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا تعلق تسلیم ہی نہ کریں تو آپ کو اصل

حیاتی کیسے مان لیا جائے؟ گلاب سنگھ خود کو گلاب شاہ کہلانے سے سید تو نہیں ہو جائے گا اور ویسے بھی ہم الحمد للہ آپ کے حواریوں کی طرح فریب عقیدت میں مبتلا نہیں کہ برانڈی پر بزوری کے خوش نما لیبل سے دھوکہ کھا جائیں۔

(تیسرا مغالطہ) دیوبندی کون؟

بندیالوی صاحب نے (ص ۲۸) پر یہ بلند و بالا دعویٰ بھی کیا ہے کہ حقیقی و معیاری دیوبندی وہی ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ: ''دیوبندیت کا معیار مسئلہ حیات النبی ﷺ نہیں بلکہ دیوبندیت کی پہچان قرآن وسنت کی تبلیغ توحید ورسالت کا بیان، شرک و بدعات کے خلاف جہاد اور اعلاء کلمۃ الحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اشاعۃ التوحید والسنۃ ہی دیوبندیت کے اس حقیقی معیار پر پورا اترتی ہے۔''

مسئلہ حیات النبی ﷺ دیوبندیت کا معیار ہے یا نہیں؟ یہ بحث تو ہم ان شاء اللہ آئندہ سطور میں کریں گے۔ یہاں فی الحال ہم صرف بندیالوی صاحب کے اس دعوے کا جائزہ لینا چاہیں گے کہ وہ حقیقی و معیاری دیوبندی ہیں۔ جس طرح بازار کے اندر دو نمبر مال پر ''میڈ ان جاپان'' کا جعلی لیبل عام ہو گیا ہے۔ اسی طرح شاہراہ تحقیق کے دو نمبر اسکالر اپنے دو نمبر نظریات پر مسلک دیوبند کی جعلی چھاپ ضروری خیال کرنے لگے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس چھاپ کے بغیر ان کے نظریات کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کرے گا۔ یہی طریقہ واردات بندیالوی صاحب کے اختراعی عقیدہ کے درمیان بعد المشرقین موجود ہے۔ ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اسلاف دیوبند کا ہر اجماعی واتفاقی نظریہ دیوبندیت کا معیار ہے، خواہ اس کا تعلق قرآن وحدیث سے ہو یا تاریخ سے اور اسلاف دیوبند میں سے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں بندیالوی صاحب کے اس نظریہ کا کوئی ایک بھی ہم نوا نہیں کہ اجساد انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں بلا تعلق روح بے جان پڑے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! جب یہ بلا شک وشبہ اسلاف دیوبند کا اجماعی عقیدہ ونظریہ ہے تو پھر اس سے انحراف وروگردانی کرنے والا دیوبندی کیسے ہو سکتا ہے؟

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

(چوتھا مغالطہ) دیوبندیت کا معیار

یہ حقیقت تو ہم ان شاء اللہ العزیز آئندہ سطور میں پوری طرح واضح کریں گے کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ (روح مع الجسد) اسلاف دیوبند کا اجماعی نظریہ ہے اور بزرگان دیوبند میں سے کسی ایک کو بھی اس سے انکار واختلاف نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بندیالوی صاحب اسے دیوبندیت کا معیار تسلیم نہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ: ''سوال یہ ہے کہ کیا مسئلہ حیات النبی ﷺ دیوبندیت کا معیار ہے؟ جو لوگ اس مسئلہ کو دیوبندیت کا معیار سمجھ رہے ہیں وہ دیوبندیت کے مقام اور خصوصیت سے بے خبر ہیں۔ کیا اکابرین علماء دیوبند میں سے کسی عالم نے اس مسئلہ کو دیوبندیت کا معیار قرار دیا؟'' (ص ۱۱)

ہم واضح کر چکے ہیں کہ اسلاف دیوبند کا ہر اجماعی مسئلہ دیوبندیت کا معیار ہے۔ ان کا کسی مسئلہ پر اجماع ہی اس مسئلہ کے دیوبندیت کا معیار ہونے کی دلیل ہے۔ اس کے لئے کسی علیحدہ دلیل کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بندیالوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے پیشوا و مقتدا مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے اس مسئلہ میں اختلاف پیدا کرنے کے بعد اس وقت کے جید اکابر علماء دیوبند اس اجماعی مسئلہ کو دیوبندیت کا معیار قرار دیتے ہوئے یہ ''متفقہ فیصلہ'' جاری فرما چکے ہیں کہ: ''حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے

میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے جو حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں۔ لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے، بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین و متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ المہند علی المفند بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔'' (بحوالہ ماہنامہ پیام مشرق ستمبر ۱۹۶۰ء)

جناب بندیالوی صاحب سے ہماری درخواست ہے کہ وہ مذکورہ تحریر کے آخری جملہ کو (خطابت کی نہیں تحقیق کی) عینک پہن کر دیکھیں کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ دیوبندیت کا معیار ہے یا نہیں؟ اور ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس تحریر پر (۱) شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، (۲) محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، (۳) حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک، (۴) حضرت مولانا محمد صادق سندھی، (۵) حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی، (۶) حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی، (۷) حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، (۸) حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، (۹) حضرت مولانا رسول خان ہزاروی اور (۱۰) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی (رحمہم اللہ) جیسے دس جید اکابر کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔ اب یہ وضاحت تو بندیالوی صاحب ہی کر سکتے ہیں کہ ان حضرات کا شمار اکابرین علماء دیوبند میں ہوتا ہے یا نہیں؟ اور یہ حضرات دیوبندیت کے مقام و خصوصیت سے واقف و باخبر تھے یا نہیں؟ ہم اس پر اس کے سوا کیا تبصرہ کر سکتے ہیں کہ:

ہمیں سے رنگ گلستاں، ہمیں سے رنگ بہار ہمیں کو نظم گلستاں پہ اختیار نہیں

(پانچواں مغالطہ) کیا اکابر کی ہر تحقیق ماننا ضروری ہے؟

اصحاب علم و مطالعہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ تحقیقات اسلاف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شخصی وانفرادی جس میں اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے اور دوسری اجماعی و اتفاقی جس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن بندیالوی صاحب حسب عادت اکابر کے بعض اختلافی مسائل کی آڑ میں خطرناک مغالطہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''کیا کسی بزرگ دیوبندی عالم کے ساتھ اختلاف کرنے سے بندہ دیوبندیت سے خارج ہو جاتا ہے؟'' (ص ۱۱)

بندیالوی صاحب نے اگر تحقیق و ریسرچ کے میدان میں قدم رکھا ہی تھا تو انہیں یہ حقیقت نظر انداز نہیں کرنی چاہئے تھی کہ اکابر کی انفرادی تحقیقات اور ان کے اجماعی مسلک میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ان کی انفرادی و شخصی تحقیقات کے اندر بعض مسائل میں باہمی اختلافات موجود ہیں۔ ان میں سے کسی بزرگ کی تحقیق اختیار کر لینے سے دیوبندیت سے خروج لازم نہیں آتا۔ لیکن ان اختلافات کی آڑ میں ان کے اجماعی مسلک سے انحراف و روگردانی انصاف و دیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ مثلاً عام اموات کے سماع و عدم سماع کے بارے میں اکابر کے اندر اختلاف موجود ہے۔ بعض ان میں سے سماع موتی کے قائل ہیں اور بعض منکر لیکن عام اموات کے سماع میں اس اختلاف کی آڑ میں سماع انبیاء علیہم السلام جیسے اجماعی عقیدہ سے انکار کھلی بددیانتی ہے۔ ہمارے نزدیک اکابر کے باہمی علمی اختلافات میں کوئی بھی موقف اختیار کر لینے کی گنجائش موجود ہے۔ لیکن ان کے اجماعی مسلک سے انحراف و بغاوت دیوبندیت سے خروج کی واضح و کافی دلیل ہے۔

(چھٹا مغالطہ) المہند پر عدم اعتماد

بندیالوی صاحب نے اپنے رسالہ میں یہ باور کرانے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ علمائے دیوبند کی متفقہ دستاویز ''المہند علی المفند'' قابل اعتماد کتاب نہیں۔ بندیالوی صاحب سمیت تمام منکرین حیات، ''المہند علی المفند'' کو علماء دیوبند کی ایک ایسی ہنگامی کاوش قرار دیتے ہیں جو ''وقت ٹپاؤ'' پالیسی کے تحت مجبوراً منظر عام پر لائی گئی۔ گویا علماء دیوبند بحالت مجبوری منافقت اختیار کرتے ہوئے حقیقت کے بالکل خلاف مصنوعی عقائد ونظریات بھی اختیار کر لیتے تھے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! اس سے بڑھ کر علماء دیوبند کی توہین وتنقیص اور کیا ہوسکتی ہے؟ لیکن یہاں اس حقیقت کا ذکر وانکشاف بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ منکرین حیات اپنے مسلک کے معاملے میں جس ''المہند'' کو ناقابل اعتماد قرار دیتے ہیں۔ بریلویت کے رد میں اسی کو ''سند'' تسلیم کرتے ہیں۔

چنانچہ بندیالوی صاحب کے زیر ادارت شائع ہونے والے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں ان کی جماعت کے مرکزی رہنما مولانا عبدالسلام صاحب حضرو (ضلع اٹک) کا ایک مضمون بریلویت کے رد میں بعنوان ''دیوبندی بریلوی اختلاف'' شائع ہوا ہے۔ جس کی قسط نمبر ۴ ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

''بریلوی اعلیٰ حضرت نے جب حسام الحرمین کا فتویٰ ۱۳۲۴ھ میں شائع کیا۔ اس کے جواب میں اسی وقت اکابر علماء دیوبند نے اپنے صحیح عقائد اور ان الزامات کے رد میں متعدد کتابیں لکھیں۔ لیکن بریلوی اعلیٰ حضرت اور ان کے ماننے والے حضرات صاحبان آج بھی وہی سانپ کی لکیر پیٹ رہے ہیں۔ علماء دیوبند نے اسی وقت اپنی طرف سے ان الزامات کے جھوٹ ہونے پر درج ذیل کتابیں شائع کیں۔ جواب بھی موجود ہیں۔ (۱) الشہاب الثاقب (۲) المہند علی المفند (۳) الختم علی لسان الخصم (۴) قطع الوتین (۵) بسط البنان (۶) تحذیر الناس (۷) مناظرہ عجیبہ (۸) رجوع المدنین (۹) توضیح البیان (۱۰) السحاب المدرار وغیرہ۔ علماء عرب کی تصدیقات بھی ان کتابوں پر موجود ہیں۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ رجب شعبان ۱۴۱۹ھ ص ۳۹)

غور فرمایئے! بریلویت کے خلاف اکابر کی جن کتب کو بطور سند پیش کیا جارہا ہے اپنے خلاف وہی کتب ناقابل اعتماد قرار دی جارہی ہیں بریلویت کے خلاف جن کتابوں میں مذکور عقائد کو صحیح تسلیم کیا جارہا ہے۔ اپنے خلاف انہی کتب کے عقائد کو قرآن وسنت کے خلاف ومنافی ثابت کرنے کا پروپیگنڈا کیا جارہا ہے۔ کیا یہ نری منافقت اور دھوکہ بازی نہیں؟ یاد رہے کہ مذکورہ شمارہ بندیالوی صاحب ہی کی زیر ارادت شائع ہوا ہے۔ اس میں مضمون نگار نے اکابر علماء دیوبند کے صحیح عقائد پر مشتمل دس کتب کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے پہلی یعنی ''الشہاب الثاقب'' شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد رحمہ اللہ مدنی کی ہے جس میں حضرت مدنی رحمہ اللہ، مولانا احمد رضا خان بریلوی کے الزامات کا رد کرتے ہوئے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور علماء دیوبند کے عقیدہ کا فرق بیان کرتے ہیں کہ:

''نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے۔ بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں۔ بعض ان کے حفظ جسم نبی کے قائل ہیں۔ مگر بلا علاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں۔ درباره حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے۔ اب غور فرمایئے کہ ان اکابر (علماء دیوبند) کے رسائل اور اعتقادات بالکل اس کے

مخالف ہیں۔ حضرت مولانا نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب (آب حیات۔ بشیر) تحریر فرمائی جو کہ مشہور بین العالم ہے۔ اس میں کس زور وشور سے حیات نبوی کا اثبات کیا ہے اور مذہب اہل سنت والجماعت اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے دلائل درج فرمائے ہیں۔ مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ ہدایۃ الشیعہ اور رسالہ حج (یعنی زبدۃ المناسک۔ بشیر) وغیرہ میں بھی اس کی تصریح وتائید فرمارہے ہیں۔ چونکہ اس مسئلہ میں خصوصاً ان حضرات کی عبارتیں بہت طول طویل واقع ہورہی ہیں اور متعدد رسالے اس مضمون میں تفصیلاً واجمالاً چھپے ہوئے مشہور ہیں۔ اس لئے بخوف طول میں نقل نہیں کرتا ہوں۔ جس کا جی چاہے، آب حیات، ہدایۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین، لطائف قاسمیہ اور زبدۃ المناسک وغیرہا رسائل میں دیکھ لیوے۔ یہ ایک خالص مسئلہ ہے جس میں وہابیہ نے علماء حرمین کی مخالفت کی اور بار بار جدال ونزاع کی نوبت آئی۔ اس مسئلہ میں اور مسئلہ آئندہ کی وجہ سے وہاں وہابی سنی سے متمیز ہوتا ہے۔" (ص ۲۲۴)

حضرت مدنی ؒ کے اس اقتباس سے دو چیزیں پوری طرح واضح ہورہی ہیں۔ پہلی یہ کہ اکابر علماء دیوبند کی کتب میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کا مفہوم یہی ہے کہ وہ حیات جسم کو تعلق روح سے حاصل ہے۔ بلا تعلق روح نہیں۔ دوسری یہ کہ یہ عقیدہ اکابر علماء دیوبند کا مشہور واجماعی ہے جو اہل سنت والجماعت کی پہچان ہے۔

مضمون نگار نے دوسری کتاب "المہند علی المفند" ذکر کی ہے اور تسلیم کیا ہے کہ ان دونوں کتب میں علماء دیوبند کے صحیح عقائد مذکور ہیں جن پر علماء عرب کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔ ہم بندیالوی صاحب سے فقط اتنا ہی سوال کرنا چاہیں گے کہ جو کتابیں، بریلویت کے خلاف ان کے نزدیک علماء دیوبند کے صحیح عقائد کی ترجمان ہیں۔ وہ ان کے اپنے خلاف ناقابل اعتماد کیوں ہیں؟ گویا:

کبھی یک بیک توجہ کبھی دفعتاً تغافل مجھے آزما رہا ہے کوئی رخ بدل بدل کر

(ساتواں مغالطہ) علماء دیوبند کا تضاد

بندیالوی صاحب کی دوغلی پالیسی یہ ہے کہ وہ ایک طرف خود کو اصلی وحقیقی دیوبندی منوانے پر مصر ہیں اور دوسری طرف المہند کی تائید وتصدیق کرنے والے علماء کے نظریات کو متضاد ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں کہ: "ہم نے اس رسالہ میں المہند پر دستخط کرنے والے چند علماء کرام کی ایسی عبارتیں پیش کردی ہیں جو المہند میں درج شدہ نظریہ کے خلاف ہیں۔" (پیش لفظ ص ۲)

حالانکہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں علماء دیوبند کی انفرادی تحقیقات اور ان کے اجماعی موقف میں سرموفرق نہیں ہے۔ کیونکہ المہند میں اسی عقیدہ کا خلاصہ ہے جس کی تفصیلات ان کی دیگر کتب میں مذکور ہیں۔ بندیالوی صاحب نے اکابر کی اجمالی عبارات پیش کرکے یا ان کی تفصیلی عبارات سے چند مفید مطلب جملے اچک کر اپنا مدعا ثابت کرنے کی جو مذموم کوشش کی ہے۔ اس سے ان کا کذب وافتراء تو ثابت ہوسکتا ہے، حاشا وکلا اکابر دیوبند کا تضاد ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ اس کی وضاحت ان شاء اللہ آگے آرہی ہے اور قارئین کرام کو اس پہلو پر خصوصی توجہ دینی چاہئے کہ بندیالوی صاحب اسلاف دیوبند کی تحقیقات میں تضاد کا نظریہ دے کر فکر وتحقیق کی دنیا میں ان کو کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ العیاذ باللہ تعالیٰ!

(آٹھواں مغالطہ) المہند پر جھوٹ

بندیالوی صاحب نے المہند کو ناقابل اعتماد ٹھہرانے کے لئے اس کے بارہ میں ایک صریح جھوٹ گھڑنے

سے بھی گریز نہیں کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ”ذہن میں رہے کہ ان اکابر علماء دیوبند کی عبارتیں بطور دلیل نہیں بلکہ ان مہربانوں کو سمجھانے کے لئے پیش کی ہیں جو علماء دیوبند کی عبارات کو دین میں حجت اور المہند پر ایمان لانے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ ان مہربانوں کا اپنا عقیدہ وایمان المہند کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے کہ المہند میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیوی ہے، برزخی نہیں۔“ (ص ۱۷)

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم علماء دیوبند کی عبارات کو نہیں بلکہ ان کی اجماعی تحقیقات ونظریات کو حجت مانتے ہیں اور المہند پر اعتماد بھی ہم اس لئے ضروری قرار دیتے ہیں کہ وہ علماء دیوبند کی اجماعی دستاویز ہے۔ باقی رہی بات یہ کہ المہند میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخی سے انکار کیا گیا ہے تو یہ ایک صریح جھوٹ ہے۔ کیونکہ المہند کے اندر صاف لفظوں میں یہ صراحت مذکور ہے کہ: ”حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔“ (ص ۲۸)

اس واضح عبارت کے باوجود المہند پر حیات برزخی کے انکار کا الزام دینے والے پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے سوا کیا پڑھا جاسکتا ہے۔ البتہ ہم اس بات پر بندیالوی صاحب کے ممنون وشکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنی دیوبندیت کی حقیقت واضح کردی ہے کہ وہ ایسے دیوبندی ہیں جو اسلاف دیوبند کے نظریات کو نہ صرف یہ کہ حجت نہیں مانتے بلکہ بطور دلیل ان کا تذکرہ بھی گوارا نہیں کرتے۔

کس شوق سے وہ دیکھ رہے تھے ہجوم کو مجھ پر نگاہ پڑی تو دریچے سے ہٹ گئے

(نواں مغالطہ) قبر پرستوں سے متاثر کون؟

بندیالوی صاحب عقیدہ حیات النبی ﷺ کو قبر پرستوں سے متاثر ہونے کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”قبر پرستوں سے متاثر لوگوں کا خیال اور عقیدہ یہ ہے کہ امام الانبیاء علیہم السلام اسی جسد عنصری کے ساتھ اسی زمینی قبر منور میں زندہ ہیں۔“ (پیش لفظ ص ۲)

گویا بندیالوی صاحب کی بہت بڑی جسارت ہے کیونکہ یہ تو جمہور اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ زیر نظر رسالہ میں حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سمیت علماء دیوبند کے حوالہ جات ملاحظہ فرما کر فیصلہ کیجئے کہ بندیالوی صاحب کن بزرگوں کو قبر پرستوں سے متاثر قرار دے رہے ہیں اور اگر خدانخواستہ یہ بزرگ بھی قبر پرستوں سے متاثر ہو کر باطل عقائد اپنانے والے تھے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) تو خدا معلوم برصغیر پاک وہند میں توحید کی شمع روشن کرنے والے کون تھے؟ درحقیقت بندیالوی صاحب اور ان کے ہم نوا روافض وغیر مقلدین کی گہری سازش کا شکار ہو کر عصر حاضر کے مسلمانوں کو اسلاف امت سے نظریاتی طور پر کاٹنا چاہتے ہیں تاکہ انہیں اپنے دام فریب میں لینا آسان ہو اور اکابر کے اجماعی نظریات کو جھٹلانا اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ عوام ایسے شر وفتن سے خبردار رہیں۔

(دسواں مغالطہ) عقیدہ حیات النبی ﷺ کہاں سے آیا؟

ہم گزشتہ اوراق میں واضح کرچکے ہیں کہ روافض اور بریلویہ کا نظریہ حیات النبی ﷺ اہل سنت والجماعت سے قطعی مختلف ہے۔ وہ اس حیات میں معاشرت دنیوی کے قائل ہیں جب کہ اہل سنت والجماعت اس میں معاشرت دنیوی کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن بندیالوی صاحب روافض وبریلویہ کا نظریہ معاشرت دنیوی نقل کرنے کے بعد

فرماتے ہیں کہ: ''پھر فیصلہ کیجئے کہ یہ عقیدہ کن راستوں سے سفر طے کر کے توحید کا دعویٰ کرنے والوں تک پہنچا اور انہوں نے انتہائی ہٹ دھرمی سے اس مسئلہ کو دیوبندیت کا معیار قرار دے دیا۔'' (ص ۲۸)

گویا بندیالوی صاحب کے نزدیک علماء دیوبند نے یہ عقیدہ روافض اور بریلویہ سے لیا ہے۔ غور فرمایئے کہ ایک طرف حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب ؒ صاحب کا دعویٰ ہے کہ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ حیات النبی ﷺ قرآن وسنت سے وراثتاً حاصل کیا ہے اور دوسری طرف بندیالوی صاحب کا پراپیگنڈہ ہے کہ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ روافض و بریلویہ سے لیا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! اور پھر روافض و بریلویہ کا عقیدہ تو معاشرت دنیوی کی بنیادوں پر قائم ہے جب کہ مسلک دیوبند کی وضاحت ترجمانی کرتے ہوئے حضرت حکیم الاسلام ؒ فرماتے ہیں کہ:

''وہ (علماء دیوبند) برزخ میں آپ کی جسمانی حیات کے قائل ہیں لیکن وہاں معاشرت دنیوی کے قائل نہیں۔ وہ اس کے اقراری ہیں کہ آج بھی امت کے ایمان کا تحفظ گنبد خضریٰ ہی کے منبع ایمانی سے ہو رہا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ آپ کو حاضر وناظر نہیں جانتے۔'' (مسلک علماء دیوبند ص ۲۰)

یہاں بندیالوی صاحب کو یہ حقیقت نظر انداز نہیں کرنی چاہئے کہ انہوں نے اسلاف امت پر روافض و بریلویہ کی جن کتب کی اقتداء کا الزام دیا ہے وہ بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی تو خیر ہے ماضی قریب کی شخصیت ہیں۔ روافض کے ملا محمد یعقوب کلینی (التوفی ۳۲۹ھ) کی اصول کافی (جس کا حوالہ بندیالوی صاحب نے دیا ہے) سے بھی قبل امام ابویعلی احمد بن علی تمیمی ؒ (التوفی ۳۰۷ھ) اپنی مسند میں سند صحیح کے ساتھ حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' نقل کر کے اہل سنت والجماعت کے عقیدہ حیات النبی ﷺ کی وضاحت وترجمانی فرما چکے تھے اور اس حدیث کی صحت پر اسی وقت امت کا اجماع منعقد ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود اہل سنت والجماعت کے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو روافض و بریلویہ سے جوڑنا نری جہالت اور کھلا دھوکہ ہے۔ ہاں یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بندیالوی صاحب اور ان کے گروہ انکار حیات کا قارورہ روافض کے فرقہ کرامیہ سے ضرور ملتا ہے جو حیات انبیاء علیہم السلام سے انکار تھا اور ائمہ اہل سنت والجماعت نے اس کے خلاف متعدد کتب تالیف فرمائیں جن میں امام بیہقی کی حیات الانبیاء اور امام سیوطی ؒ کی انباہ الاذکیاء بہت مشہور ومعروف ہیں اور ان کے تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔

(گیارہواں مغالطہ) حیات دنیوی اور برزخی کا فرق

گزشتہ اوراق میں ہم بندیالوی صاحب کے حوالے سے عرض کر چکے ہیں کہ حیات برزخی متنازعہ مسئلہ نہیں ہے بلکہ تنازعہ کیفیت حیات میں ہے لیکن اس کے باوجود بندیالوی صاحب نے اپنے پورے رسالے کے اندر یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ جس بزرگ کی عبارت میں انہوں نے حیات برزخی کا لفظ دیکھا اسے اپنا ہمنوا ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور عام کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ یہ بزرگ ہمارا ہے اور اس بزرگ کے نظریہ کیفیت حیات کو وہ خطابت کی فیس یا معتقد کا نظرانہ سمجھ کر ہضم کر گئے۔ حالانکہ وہ تمام بزرگ کیفیت حیات کے بارے میں عالم برزخ کے اندر روح وجسد کے تعلق اور ان میں عذاب وراحت کے احساس کا عقیدہ رکھتے ہیں جیسا کہ آئندہ سطور میں ہم ان شاء اللہ العزیز! اس پر مدلل بحث کریں گے۔

(بارہواں مغالطہ) جنت کی حیات کا منکر کون؟

بندیالوی صاحب نے بڑے جذباتی اور خطیبانہ انداز میں اپنے قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے

کہ ہم برزخ کے اندر انبیاء کرام علیہم السلام کی جنت کی حیات مانتے ہیں اور جماعت دیوبند والے ان کی دنیا کی حیات مانتے ہیں۔ اس سے مقصود ان کا عوام کے دلوں میں علماء دیوبند کے خلاف نفرت پیدا کرنا ہے کہ وہ العیاذ باللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو جنتی نہیں مانتے حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ علماء دیوبند انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مقدسہ اور ان کی ارواح منورہ دونوں کو باہمی تعلق کے ساتھ جنت میں تسلیم کرتے ہیں یعنی ان کے اجساد، ارواح سمیت جنت میں ہیں جب کہ بندیالوی صاحب ارواح انبیاء علیہم السلام کو تو جنت میں تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اجساد انبیاء علیہم السلام کو جنت سے محروم مانتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ!

یہی وجہ ہے کہ وہ ''مابین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة'' کے فرمان نبوی ﷺ کی واقعاتی حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ ان کے نزدیک روضہ رسول جنت نہیں ہے۔ غالباً اس لئے کہ جنت زندوں کا مقام ہے، مردوں کا نہیں اور روضہ اقدس کو جنت تسلیم کر لینے کے بعد وہاں کے مکینوں کو زندہ اور حیات بھی تسلیم کرنا پڑے گا جو بندیالوی صاحب کے خود ساختہ عقیدہ کے خلاف ہے۔ ان کے نزدیک چونکہ مکینان روضہ اقدس العیاذ باللہ تعالیٰ! جمادات کی طرح بے جان ہیں جن کے اندر زندگی کے کوئی آثار نہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنا خود ساختہ عقیدہ چھوڑنے کی بجائے فرمان نبوی ﷺ کی واقعاتی حقیقت کا انکار کر دینا ہی مناسب اور آسان سمجھا۔

(تیرہواں مغالطہ) جسم بلا روح محفوظ

اہل سنت والجماعت کے اجماعی نظریہ کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ آج بھی اسی طرح محفوظ و تر و تازہ ہیں جس طرح پہلے دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اجساد مقدسہ کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا کامل تعلق قائم ہے۔ لیکن بندیالوی صاحب اجساد انبیاء علیہم السلام کو بلا تعلق روح محفوظ مانتے ہیں حالانکہ یہ تصور بے ثبوت اور ناقابل فہم ہے۔ کیونکہ قرآن پاک اجساد انبیاء علیہم السلام کے محفوظ رہنے کا لہٰذا اس حدیث کے ایک ٹکڑے کو (جس میں آنحضرت ﷺ تک صلوٰۃ وسلام پہنچنے کا ذکر ہے) قرآن وسنت کے منافی قرار دے کر دوسرے ٹکڑے کو (جس میں انبیاء کرام کے اجسام محفوظ رہنے کا ذکر ہے) عقیدہ کی بنیاد بنانا نہ صرف اصول حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے بلکہ حدیث رسول ﷺ کے ساتھ ایک سنگین مذاق بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء امت اجساد انبیاء کے محفوظ رہنے کی روایت کے ساتھ تعلق روح کا باقاعدہ ذکر کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث (ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء) کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس یقین کے بعد کہ لامحالہ آپ ﷺ پر درود تو پیش کیا جاتا ہے، کیونکہ صادق کا فرمان ہے۔ محض اپنے شک کو دور کرنے کے لئے اس عرض صلوٰۃ کی کیفیت دریافت کی کہ عام لوگوں کی طرح آپ کے جسد اطہر کو بھی مٹی کھا جائے گی۔ اس سوال کا جو جواب آپ نے دیا وہ معقول اور درست طریقہ سے ان کے شبہ کے ازالہ کے لئے کافی تھا۔ (ہامش ابوداؤد، ج ۱ ص ۱۵۷)

یعنی جسم اطہر کی قبر مبارک میں سلامتی و تازگی بلا تعلق روح نہیں، بلکہ تعلق روح کے ساتھ ہے اور یہی جمہور اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ ہم الحمد للہ مذکورہ حدیث کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ کے محفوظ رہنے کا بھی۔

(چودھواں مغالطہ) وفات پیغمبرؐ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

بندیالوی صاحب آنحضرت ﷺ کے سفر آخرت سے متعلق بحوالہ بخاری ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بھی لائے ہیں جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ''جب آپ نے اپنی دعا میں یہ الفاظ ''اللھم بالرفیق الاعلی'' ادا کئے تو میں سمجھ گئی کہ اب آپ ہم سے رخصت ہو جائیں گے۔'' (ص ۳)

ہر ذی شعور (بشرطیکہ پتھری نہ ہو) مذکورہ الفاظ کا مفہوم پوری طرح جانتا ہے کہ ان میں صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کے سفر آخرت کی خبر دی گئی ہے۔ ان میں حیات برزخی کی اس کیفیت کا دور دور تک ذکر موجود نہیں جو بندیالوی صاحب کا عقیدہ ہے۔ جب آپ کی وفات مبارکہ کو بندیالوی صاحب بھی غیر متنازعہ تسلیم کر چکے ہیں تو پھر آپ کی وفات و سفر آخرت کی روایات سے استدلال صریح دھوکہ نہیں تو کیا ہے؟ باقی جہاں تک آنحضرت ﷺ کی برزخ کے اندر کیفیت حیات کا تعلق ہے تو اس کے بارہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ ملاحظہ فرمالیجئے۔

چنانچہ علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ: جب مسجد نبوی کے متصل مکانات میں سے میخیں وغیرہ لگانے کی آواز آتی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کو یہ پیغام بھیجتیں کہ ''لاتؤذوا رسول اللہ ﷺ'' ان آوازوں سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف نہ دو۔ (شفاء السقام ص ۱۷۳)

ظاہر بات ہے کہ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کو قبر میں زندہ تسلیم نہ کرتیں تو اذیت کا نظریہ کیسے قائم کرتیں؟

(پندرہواں مغالطہ) دنیا سے بہتر برزخی زندگی

بندیالوی صاحب آنحضرت ﷺ کی دعا ''اللھم بالرفیق الاعلی'' سے استدلال کرتے ہوئے برزخ کی حیات جسمانی کو آپ کی ناپسندیدہ حیات قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''ان لوگوں کو حیات کہلانے کا کوئی حق نہیں جو وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے لئے دنیوی حیات کے قائل ہیں۔ کیونکہ دنیوی حیات کو آپ نے پسند نہیں فرمایا۔ آج نبی اکرم ﷺ کی ناپسندیدہ حیات (دنیوی، حقیقی، حسی، جسمانی حیات) کے قائل حقیقتاً حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں۔'' (ص ۲)

قطع نظر اس سے کہ حیات النبی ﷺ کا قائل کون ہے اور منکر کون، یہ حقیقت واضح ہے کہ بندیالوی صاحب ایک واضح حدیث رسول ﷺ کو بھی اپنے مغالطات کا تختہ مشق بنانے سے باز نہیں آئے۔ جن آیات واحادیث کے حوالے سے بندیالوی صاحب نے آنحضرت ﷺ کی برزخ کے اندر حیات جسمانی سے انکار کیا ہے، ان میں آپ کے جسد اطہر کے ساتھ روح کے عدم تعلق کا اشارہ تک بھی موجود نہیں بلکہ ان میں صرف آپ کے سفر آخرت کے لئے دنیا کی مکلف زندگی پر برزخ کی غیر مکلف زندگی کو پسند فرمایا ہے تو اس سے کہاں ثابت ہوا کہ وہ زندگی صرف روحانی ہے، جسمانی نہیں؟ حالانکہ آپ کے الفاظ تو اس حقیقت پر صاف دلالت کرتے ہیں کہ وہ برزخ کی زندگی شعور وحواس کے اعتبار سے دنیوی زندگی جیسی ہی ہوگی البتہ اس میں شعور وحواس دنیوی زندگی کی نسبت انتہائی قوی ہوں گے اور تکلیفی امور کی شرعی ذمہ داریاں بھی ختم ہو جائیں گی۔ چونکہ دنیوی زندگی میں شعور وحواس جسم عنصری کو بہ تعلق روح حاصل تھے۔ لہٰذا برزخی زندگی میں بھی اسی کیفیت سے حاصل ہوں گے اور اسی کا منکر حیات النبی ﷺ کا منکر ہے۔

(سولہواں مغالطہ) وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ کا مفہوم

بندیالوی صاحب نے حدیث فاختار الآخرۃ (یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دنیا میں رہنے یا آخرت کی زندگی کی طرف لوٹنے کا اختیار دیا تو آپ نے آخرت کی زندگی پسند فرمائی) سے بھی یہی استدلال کیا ہے کہ آپ کی زندگی بلا تعلق روح ہے یعنی جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے۔ حالانکہ اس حدیث مبارکہ میں صرف آپ کے سفر آخرت کا ذکر ہے۔ برزخ کی بلا تعلق روح حیات کا اشارہ تک بھی اس میں موجود نہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ''بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والآخرۃ خیر و ابقی'' کی آیت قرآنی سے ناکام استدلال کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ حالانکہ اس میں بھی فقط اخروی زندگی کی بقا اور دنیوی زندگی پر اس کی ترجیح و برتری کا ذکر ہے۔ اس کے جسم ساتھ روح کے تعلق کا انکار و تذکرہ قطعاً موجود نہیں۔ یہاں بندیالوی صاحب سے ہمارا یہ سوال ہے کہ اس آیت کریمہ میں جس زندگی کو بقا والی زندگی قرار دیا گیا ہے کیا واقعی وہ فقط روحانی زندگی ہے۔ جس میں جسم کا کوئی حصہ نہیں؟ اگر یہی روحانی زندگی بقا والی زندگی ہے تو کیا یہ اجسام حساب و کتاب کے بعد بھی جنت میں داخل نہ ہوں گے اور اگر یہ اجسام بہ تعلق روح جنت میں داخل ہوں گے اور ضرور ہوں گے تو بقا تو جسمانی زندگی کو حاصل ہوئی۔ کیونکہ اسی کے بعد موت کو قتل کیا جائے گا اور برزخی زندگی (جو بقول بندیالوی صاحب فقط روحانی ہے) کو بقا حاصل ہی نہیں تو پھر آیت مذکورہ سے برزخی زندگی میں اجسام کے ساتھ روح کا انکار و استدلال صریح دھوکہ نہیں تو کیا ہے؟

بندیالوی صاحب نے قرآن پاک کی آیت ''وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ'' سے بھی یہ مذموم استدلال کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ برزخی زندگی دنیوی زندگی سے برتر و ممتاز ہونے کی بنا پر فقط روحانی ہے۔ حالانکہ یہ بندیالوی صاحب کی نری جہالت ہے۔ کیونکہ اس آیت کریمہ میں خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو یہ بشارت دے رہے ہیں کہ آپ کی ہر آنے والی زندگی گزشتہ زندگی سے بہتر ہوگی۔ یعنی قبل از نبوت کی زندگی سے بعد از نبوت کی زندگی بہتر ہوگی۔ قبل از ہجرت کی زندگی سے بعد از ہجرت کی زندگی بہتر ہوگی۔ عالم دنیا کی زندگی سے عالم برزخ کی زندگی بہتر ہوگی۔ عالم برزخ کی زندگی سے عالم آخرت کی زندگی بہتر ہوگی۔ عالم آخرت کی زندگی سے جنت اور مقام محمود کی زندگی بہتر ہوگی۔

آیت کریمہ کا مفہوم و مقصود اس حقیقت پر صاف دلالت کرتا ہے کہ جب یہ وعدہ آنحضرت ﷺ کے جسم مع الروح سے کیا گیا ہے تو اس کا اطلاق بھی جسم مع الروح پر ہی ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ درجہ کے اعتبار سے کم تر زندگی (یعنی عالم دنیا) کا سرور تو جسم اور روح دونوں حاصل کریں اور برتر و اعلیٰ زندگی (یعنی عالم برزخ) میں حیات کی لذتیں صرف روح حاصل کرے، جسم اس سے محروم رہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! اور پھر یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اہل سنت والجماعت کے اجماعی و اتفاقی عقیدہ کے مطابق آنحضرت ﷺ کا وجود اطہر مقام و عظمت کے اعتبار سے جنت و علیین سے اعلیٰ و برتر ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ دنیا کی درجہ کے اعتبار سے کم تر زندگی میں تو آپ کی روح مبارکہ آپ کے جسم اطہر جیسے اعلیٰ مقام میں ہو اور برزخ کی برتر زندگی میں آپ کی روح مبارکہ علیین یا جنت کے (جسد اطہر کے مقابلے میں) ادنیٰ مقام پر موجود ہو۔ آیت کا مفہوم و مقصود تو بتاتا ہے کہ آپ کی روح مبارکہ تو جسد اطہر کے اسی اعلیٰ و برتر مقام پر موجود ہے اور جسد اطہر کی اگلی منازل پچھلے مراحل سے برتر و اعلیٰ ہوں گی۔ لہٰذا بندیالوی صاحب کا اس آیت سے استدلال بھی نرا مغالطہ اور جہالت ہے۔

قادیانی بندیالوی فکری یکجہتی

بندیالوی صاحب انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کے ساتھ ارواح مبارکہ کے تعلق کے عقیدہ کو کبھی تو قبر پرستوں سے متاثر ہونے کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور کبھی اسے پیغمبر برحق کی ناپسندیدہ حیات کا نام دیتے ہیں۔ یہاں اس حقیقت کا انکشاف بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ قادیانی حضرات بھی اس عقیدہ حیات النبی ﷺ کو مشرکانہ عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۴۳ھ (یعنی ۱۹۲۲ء) سے قبل شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ عثمانی نے لاہور کے اندر مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریر کی تو قادیانیوں کے لاہوری گروہ کے آرگن ''پیغام صلح'' نے اسے مشرکانہ عقیدہ قرار دے دیا (معلوم ہوتا ہے اس وقت بھی حیات النبی ﷺ کے مسئلہ وعقیدہ میں اہل حق کا کوئی اختلاف موجود نہ تھا۔ صرف قادیانی امت اس عقیدہ سے اختلاف رکھتی تھی) جس کے جواب میں ابن شیر خدا حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ (سابق ناظم تعلیمات دار العلوم دیو بند) نے فرمایا کہ:

''(حیات النبی کا عقیدہ) شرک فی الذات ہے یا شرک فی الصفات؟ آخر کون سا شرک ہے؟ اگر روح کے بقا کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے تو ارواح تو مرزائی دھرم میں بھی باقی رہتی ہیں۔ حقیقی موت میں بھی جسم سے تعلق ہی جاتا ہے، روح تو فنا نہیں ہوتی تو مرزا قادیانی اور مرزائی اور تمام مسلمان بلکہ تعلیم اسلام ہی مشرکانہ ہوئی اور اگر جسم کے بقا کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے تو زمین وآسمان، کواکب، ان کے اجرام کو کس قدر زمانہ گزر گیا اور نہ معلوم کب تک باقی رہیں گے تو یہ بھی مشرکانہ خیال ہوگا یا نہیں؟ نہیں تو وجہ فرق کیا ہے؟ اور اگر بقائے تعلق زمانہ دراز یا ابد تک مشرکانہ خیال ہے تو پھر تمام فرشتوں کا وجود بھی مرزائیوں کے ہاں مشرکانہ خیال ہوگا۔'' (دفع الحجاج ص ۱۰ تا ۱۲ بحوالہ ہدایۃ الحیران ص ۸۶)

ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ بندیالوی صاحب کے پاس انکار حیات کا عقیدہ قادیانی راستہ سے پہنچا ہے۔ البتہ اتنا ضرور کہیں گے کہ قادیانیوں کے ساتھ ان کی یہ فکری یکجہتی امت مسلمہ کے خلاف ایک گہری سازش کا نتیجہ ہے جو مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

(سترہواں مغالطہ) خطبہ حجۃ الوداع اور اعلان پیغمبر ﷺ

بندیالوی صاحب خطبہ حجۃ الوداع کے ایک جملہ (ہوسکتا ہے کہ میں آئندہ سال تمہیں نہ دیکھ سکوں) پر انتہائی جذباتی تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ قبر پر آنے والوں کو دیکھتے ہیں۔'' (ص ۱)

بندیالوی صاحب کی حالت انتہائی قابل رحم ہے وہ اپنے حوارین کے ذہنوں میں اپنا خانہ ساز اختراعی عقیدہ ٹھونسنے کے لئے غیر ثابت شدہ الفاظ کے اختراعی مفہوم کا سہارا لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ بندیالوی صاحب نے ترمذی ومشکوٰۃ کے حوالے جو مذکورہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ ہمیں تلاش بسیار کے باوجود وہ الفاظ نہیں مل سکے جن کا یہ ترجمہ ہو۔ اس کے برعکس ہمیں متعدد کتب میں آنحضرت ﷺ کے جو الفاظ ملے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

''ایھا الناس انی لا ارانی وایاکم نجتمع فی ھذہ المجلس ابدا'' یعنی اے لوگو، میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔'' (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۰۳)

چنانچہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے (سیرت المصطفیٰ ج ۳ ص ۱۴۹) میں اور قاضی سلیمان منصور

پوری رحمہ اللہ نے (رحمۃ للعالمین ج۱ ص ۲۲۷) میں یہی الفاظ نقل فرمائے ہیں۔ گویا جن الفاظ کا یقینی ثبوت ہی موجود نہیں، وہ بندیالوی صاحب کی دلیل ہیں اور پھر ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ اپنے سفر آخرت کی خبر دے رہے ہیں۔

لیکن اگر بالفرض بندیالوی صاحب کے مذکورہ الفاظ ثابت ہو بھی جائیں تو ان الفاظ سے مراد پیغمبر ﷺ صاف ظاہر ہے کہ دنیا کی تکلیفی زندگی میں شاید تمہیں آئندہ سال میں نہ دیکھ سکوں۔ لہٰذا تم مسائل و احکام شرعیہ سیکھنے میں جلدی کرو۔ ان الفاظ سے کہیں بھی برزخ کے اندر آپ کے جسد اطہر سے تعلق روح کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ باقی رہا ان الفاظ پر بندیالوی صاحب کا جذباتی تبصرہ تو اس کے لئے ہم بندیالوی صاحب سے دست بستہ درخواست کریں گے کہ پوری دنیا کو دعوت مبارزت دینے سے قبل اپنے استاذ الاستاذ (جن کے ساتھ نسبت کو آپ اپنے لئے دنیوی و اخروی سعادتوں کا ذریعہ خیال کرتے ہوئے فخر کرتے ہیں) کی تحقیقات کا بھی جائزہ لے لیں۔ شاید پھر آپ کو ندامت و شرمندگی کی بنا پر اسلاف دیوبند کے خلاف اعلان جنگ کی ضرورت پیش نہ آئے۔

چنانچہ حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ’’ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کے لئے (قبر پر) آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے۔ خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے۔‘‘ (تحریرات حدیث ص ۲۵۷)

غور فرمایئے کہ آپ کے استاذ الاستاذ تو عام اموات کے بھی اپنے زائرین کو دیکھنے اور پہچاننے پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ بدقسمتی سے ابھی تک آنحضرت ﷺ کے بارے میں ہی یہ عقیدہ اختیار کرنے پر آمادہ نہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو فہم سلیم عطا فرمائے۔ آمین!

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

(اٹھارہواں مغالطہ) سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ملاقات

آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا آخری وقت قریب ہے۔ اس پر سیدہ رضی اللہ عنہا رنجیدہ و پریشان ہوگئیں تو آپ نے فرمایا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! میرے خاندان میں سے سب سے پہلے میرے ساتھ تمہاری ملاقات ہوگی جس پر سیدہ رضی اللہ عنہا مسکرانے لگیں۔ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے بندیالوی صاحب رقم طراز ہیں:

’’بتایئے یہ ملاقات کہاں ہوئی؟ نبی اکرم ﷺ کی قبر منور حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر مقدس جنت البقیع میں ہے۔ کیا ان جسموں کا اس دنیا میں ملاپ ہوا؟‘‘ (ص ۳)

ہم بندیالوی صاحب سے مودبانہ عرض کریں گے کہ جناب والا! اس کا تعلق احوال برزخ سے ہے اور احوال برزخ میں قیاس کی دخل اندازی سراسر گمراہی ہے۔ اس لئے یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ یہ ملاقات عالم برزخ میں ہوئی ہے اور عالم برزخ میں ارواح و اجساد کا باہمی تعلق اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اس اعتبار سے اگر یہ ملاقات علیین میں ارواح کے مابین ہوئی اور تعلق ارواح کی بنا پر ان کے اجسام مبارکہ نے بھی اس ملاقات کا لطف و سرور حاصل کیا تو اس میں مضائقہ ہی کیا ہے؟ لیکن بندیالوی صاحب سے ہم یہ سوال کرنے کی جسارت کریں گے کہ مذکورہ واقعہ میں آپ کا قیاسی استدلال تو قیاس مع الفارق کی حیثیت رکھتا ہے جب کہ اس واقعہ کا اجتہادی پہلو اس حقیقت کو پوری طرح آشکارا کر رہا ہے کہ بوقت فرمان پیغمبر برحق اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ملاقات جسد مع الروح تھی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو

جسد مع الروح ہی ملاقات کی بشارت دی گئی۔ لہٰذا یہ واقعہ عالم برزخ کے اندر ان کی روح مع الجسد ملاقات پر ہی دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ اس کی کیفیت عالم برزخ کے اصول وقوانین کے مطابق ہی ہوگی۔ یعنی اجسام مبارکہ اپنے اپنے مقامات پر ہی موجود رہیں لیکن ارواح کی ملاقات کا لطف وسرور اجساد بھی اٹھائیں اور آج کے جدید ٹیکنالوجی کے سائنسی دور میں آڈیو اور ویڈیو، ٹیلیفونک وانٹرنیٹ، رابطوں نے تو اس مسئلہ کے سمجھنے میں مزید آسانیاں پیدا کردی ہیں۔

(انیسواں مغالطہ) مکان جنت میں داخلہ

بندیالوی صاحب نے آنحضرت ﷺ کے ایک روحانی معراج کا بھی ذکر فرمایا کہ اس میں آپ کو جنت کے اندر ایک خوب صورت مکان دکھایا گیا۔ آپ نے اس میں داخل ہونے کی اجازت چاہی تو جواب ملا کہ آپ کی زندگی کے کچھ ایام ابھی باقی ہیں، انہیں پورا کئے بغیر آپ اس مکان کے اندر داخل نہیں ہوسکتے۔ بخاری شریف کی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے بندیالوی صاحب رقم طراز ہیں کہ: ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام الانبیاء علیہ السلام بعد از وفات اس دنیاوالی قبر میں زندہ نہیں بلکہ جنت کے اعلیٰ ترین مقام میں زندہ ہیں۔'' (ص ۸)

بندیالوی صاحب کا یہ قیاسی استدلال ان کی نری جہالت اور فہم ناقص پر دلالت کرتا ہے۔ اولاً اس لئے کہ وہ خود تسلیم کررہے ہیں کہ یہ واقعہ معراج روحانی کا ہے یعنی آپ کی روح مبارکہ معراج پر گئی اور آپ کا جسد اطہر آپ کے بستر مبارک پر موجود رہا تو کیا آپ کی روح مبارکہ سے کہا جارہا ہے کہ تمہاری زندگی کے کچھ ایام ابھی باقی ہیں، پہلے وہ پورے کرو پھر اس جنتی مکان میں داخل ہونا؟ حالانکہ روح پر تو سرے سے موت ہی نہیں تو جب بندیالوی صاحب کے نزدیک بعد از وفات بھی اس جنتی مکان میں صرف روح ہی نے قرار پذیر ہونا تھا تو قبل از وفات اسے اس مکان میں داخلہ سے کیوں روکا گیا؟ شاید بندیالوی صاحب یہ عقدہ حل کرسکیں۔

وثانیاً: اس لئے کہ بندیالوی صاحب اس چیز کا اعتراف بھی فرما چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو وہ مکان جنت میں دکھایا گیا اور بخاری شریف کی اسی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ جنت کے اندر موجود عام مومنین اور شہداء کے مکانات میں داخل ہوئے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کے ایام پورے کئے بغیر آپ جنت میں کیسے داخل ہوگئے؟ کیا بندیالوی صاحب اس کی وضاحت کرنا پسند کریں گے؟

جہاں تک ہمارے علم وفہم کا تعلق ہے تو اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ کو صرف آپ کے سفر آخرت کے قریب ہونے کا اشارہ دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اپنا جنتی مکان بہت بلندی پر دکھایا گیا۔ جیسا کہ اس حدیث بخاری کے الفاظ ہیں کہ ''فرفعت راسی فاذا فوقی مثل السحاب قالا ذالک منزلک'' یعنی میں نے اپنا سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو میرے اوپر بادل کی طرح کی کوئی چیز تھی۔ فرشتوں نے کہا کہ یہ آپ کا گھر ہے یعنی وہ مکان اتنی بلندی پر تھا کہ بادل کے ٹکڑے کی طرح محسوس ہوتا تھا۔

وثالثاً: اس لئے اگر اس مکان کا تعلق آخرت کی جنت کے ساتھ ہے تو اس میں داخلہ تو قیامت اور حساب وکتاب سے قبل ممکن ہی نہیں جیسا کہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے اور اگر اس مکان کا تعلق عالم برزخ کی جنت سے ہے تو وہ بلاشک وشبہ روضہ اقدس ہے جس میں آپ آرام فرمارہے ہیں۔ اب بندیالوی صاحب کا مذکورہ موقف صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ روضہ اقدس کو جنت نہیں مانتے۔

(بیسواں مغالطہ) وفات پیغمبرؐ اور خطبہ صدیقی رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا امام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا ''من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت'' یعنی تم میں سے جو آنحضرت ﷺ کی عبادت کرتا تھا۔ پس وہ تو تحقیق وفات پا چکے اور تم میں سے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ پس بے شک اللہ زندہ ہے اس پر موت نہیں۔ اس خطبہ صدیقی پر تبصرہ کرتے ہوئے بندیالوی صاحب فرماتے ہیں کہ: ''لہٰذا ثابت ہوا کہ اصحاب رسول کی جماعت میں سے ایک شخص بھی نبی اکرم ﷺ کی بعداز وفات حیات دنیوی، حقیقی، حسی، جسمانی کا قائل نہیں تھا۔'' (ص ۷)

اصحاب علم بخوبی جانتے ہیں کہ خطبہ صدیقی رضی اللہ عنہ سے بھی صرف اور صرف وفات پیغمبرؐ کی خبر ملتی ہے۔ عالم برزخ کی حیات جسمانی کی نفی اس سے ہرگز لازم نہیں آتی اور نہ اس برزخی حیات کے اندر جسم وروح کے تعلق کے انکار کا کوئی اشارہ تک موجود ہے۔ اصحاب رسول کی پوری جماعت کا یہ موقف کہ برزخ کے اندر آپ کو بہ تعلق روح جسمانی حیات حاصل نہیں۔ اس خطبہ صدیقی رضی اللہ عنہ سے کہاں ثابت ہوا؟ یہ نہ پوچھئے کیونکہ اس کا تعلق صرف بندیالوی صاحب کے خواب وخیال سے ہے۔ لیکن بندیالوی صاحب نے اپنا روایتی طریقہ واردات اختیار کرتے ہوئے خطبہ صدیقی رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ تو نقل کر دیئے جن سے رحلت پیغمبر کی خبر ملتی ہے لیکن وہ الفاظ پی گئے جن میں قبر کے اندر حیات پیغمبر کا ثبوت موجود تھا۔ حالانکہ امام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں واضح فرمایا ''ان اللہ لا یجمع علیک موتتین'' یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا۔ کیا بندیالوی صاحب وضاحت فرمائیں گے کہ دوسری موت کون سی ہے؟ جو باقیوں پر آئے گی لیکن نبی علیہ السلام اس سے محفوظ رہیں گے؟ جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ وہی موت ہے جو قبر میں ہر ایک کو نکیرین کے سوال وجواب کے بعد آئے گی۔ کیونکہ میت سے نکیرین کے سوال وجواب کے لئے اعادہ روح پر تمام اہل سنت والجماعت متفق ہیں اور احادیث صحیحہ اس پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔

(اکیسواں مغالطہ) حیات شہداء روحانی یا جسمانی؟

بندیالوی صاحب نے شہداء کی حیات جسمانی اور ان کے اجساد سے ارواح کا عدم تعلق ثابت کرنے کے لئے سبز پرندوں والی روایت سے بھی استدلال کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''شہیدوں کی روحیں اللہ کے پاس جنت میں سبز پرندوں کی شکلوں میں ہیں۔'' (ص ۲۱)

بندیالوی صاحب کے مذکورہ الفاظ سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں کے نظریہ تناسخ کے قائل ہیں اور ارواح شہداء کے سبز پرندوں کی شکلیں اختیار کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ انسانی روحوں کا حیوانی شکلیں اختیار کرنا ہندوؤں کا عقیدہ تناسخ ہے۔ جب کہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق ارواح شہداء پرندوں کی شکلیں اختیار نہیں کرتیں بلکہ پرندوں کے پیٹوں میں اس طرح سواری کرتی ہیں جیسے انسان ہوائی جہاز وغیرہ پر سواری کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث مسلم (ج ۲ ص ۱۳۵) میں ''ارواحھم فی جوف طیر'' کے الفاظ اس کی واضح دلیل ہیں۔

پھر اہل سنت والجماعت جہاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ شہداء کی ارواح عرش الٰہی کے نیچے قندیلوں کے اندر سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں موجود ہیں اور جنت کی سیاحت وطعام سے لطف اندوز ہوتی ہیں، وہاں ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ ان ارواح کا تعلق شہداء کے ابدان سے بھی قائم رہتا ہے جس سے ان کو حیات جسمانی حاصل ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ شہداء کی حیات جسمانی ہے اس لئے کہ موت اور قتل کا تعلق جسم سے ہے اور یہی ظاہر آیت کا مفہوم ہے۔'' (معارف القرآن ج ۱ ص ۲۴۹)

یعنی ارواح شہداء جس مقام پر بھی ہوں ان کا تعلق اجساد شہداء سے بدستور قائم رہتا ہے۔

(بائیسواں مغالطہ) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام

بندیالوی صاحب نے اپنے پمفلٹ میں حیات وسماع انبیاء علیہم السلام کے قائلین کو خوف خدا سے عاری، عباد البطن، قبر پرستوں سے متاثر، ہٹ دھرم، ڈھیٹ اور قرآن وحدیث سے تہی دامن وغیرہ القابات سے نوازا ہے۔ لیکن قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الاسلام تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہا نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر پاک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی دلیل ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰۰)

گویا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سماع انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ بھی متفق علیہ ہے اور روضہ اقدس پر بوقت حاضری شفاعت مغفرت کا عرض کرنا بھی جائز ہے۔ اس کے باوجود ان کو شیخ الاسلام قرار دینا بندیالوی صاحب کا صریح دھوکہ اور تضاد نہیں تو کیا ہے؟ لیکن یہاں میں بندیالوی صاحب کی توجہ اس نکتے کی طرف ضرور مبذول کرانا چاہوں گا کہ وہ اقوال اسلاف وفقہاء کو جس بے دردی کی ساتھ مسترد کرتے ہیں، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس سے کہیں زیادہ محبت وعقیدت کے ساتھ انہیں قبول کرتے ہیں اور اپنے لئے انہیں دلیل بناتے ہیں۔ بندیالوی صاحب اس نکتہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور فرمالیں تو ان پر یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہوجائے گی کہ:

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں　　شاہین کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور

(تیئیسواں) مغالطہ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بندیالوی صاحب نے رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (واں بھچراں) کو بھی اپنا فکری ہمنوا ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ حالانکہ مولانا مرحوم برزخی حیات کے بارے میں اپنے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

☆ ...... ''جب منکر نکیر میت کے پاس آتے ہیں تو اس میت میں روح ڈال دی جاتی ہے پھر اس کو بٹھایا جاتا ہے۔ جب اس سے سوال ہوچکتا ہے تو پھر اس کی روح بلا تکلیف نکال لی جاتی ہے۔'' (تحریرات حدیث ص ۲۵۷)

☆ ...... ''سو جائز ہے کہ قبر میں سوال وعذاب اور راحت مومن اور کافر کے بعض جسم سے متعلق ہو نہ کہ سب اجزاء سے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر کی تنگی اور سوال کے لئے ان متفرق اجزاء کو جمع کر دیتا ہے جیسا کہ وہ حشر کے دن ایسا کرے گا۔'' (ایضاً ص ۲۵۷)

☆ ...... ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے درود شریف پڑھا تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔'' (ص ۲۱۱)

ان تین اقتباسات میں حضرت مولانا حسین علی مرحوم نے ''پتھریوں'' کے چار نظریات کا رد اور ایک شبہ کا ازالہ فرمایا ہے:

۱...... پتھری حضرات نہ تو زمینی گڑھے کو قبر مانتے ہیں اور نہ تنگی و فراخی قبر کی احادیث کا اس پر اطلاق تسلیم کرتے ہیں، بلکہ مقام روح کو ہی قبر اور اسی قبر میں جسم مثالی کے لئے تنگی و فراخی کا نظریہ رکھتے ہیں۔ جب کہ حضرت مولانا مرحوم نے زمینی قبر پر ہی ان احادیث کا اطلاق تسلیم کرکے پتھری نظریہ کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔

۲...... پتھری حضرات مدفون فی الارض میت کے لئے اعادہ روح کے قائل نہیں جب کہ حضرت مرحوم نے سوالات نکیرین کے لئے میت کی طرف اعادہ روح کا اعتراف کرکے پتھری عقیدہ کے بخیے ادھیڑ دیئے۔

۳...... پتھری حضرات مدفون فی القبر میت کے لئے عذاب و راحت کا عقیدہ نہیں رکھتے جب کہ حضرت مرحوم نے بے تعلق روح میت پر عذاب و راحت کے اثرات کا اعتراف کرکے پتھری فکر کی گردن توڑ کے رکھ دی۔

۴...... پتھری حضرات روضہ اقدس کے اندر آنحضرت ﷺ کی حیات اور عند القبر آپ کے سماع سے انکاری ہیں جب کہ حضرت مرحوم نے حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں اس عقیدہ کر برملا اعلان کرکے پتھریوں کی جہالت و گمراہی پوری طرح آشکارا کردی ہے۔

شبہ اور اس کا ازلہ

پتھری حضرات عموماً یہ شبہ پیدا کرتے ہیں کہ جس میت کے اجزاء جل جانے یا ڈوب جانے وغیرہ کی وجہ سے بکھر جاتے ہیں، اس کی طرف اعادہ روح کہاں ہوتا ہے؟ اور اس سے نکیرین کے سوالات کیسے ہوتے ہیں؟ حضرت مرحوم اس شبہ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔

پہلی! یہ کہ اس کے بعض اجزاء (جنہوں نے نیکی اور بدی میں کلیدی کردار ادا کیا) کی طرف اعادہ روح کرکے انہیں سوال و جواب اور راحت و عذاب کے مراحل سے گزارا جاتا ہے اور تنگی و فراخی قبر کے مراحل بھی انہیں ہی پیش آتے ہیں۔

دوسری: صورت یہ کہ قدرت الٰہیہ اس میت کے منتشر اجزا کو زمین کے کسی حصہ میں ایک جگہ جمع فرمادیتی ہے۔ جہاں اس کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے۔ اس سے نکیرین کے سوال و جواب بھی ہوتے ہیں اور تنگی و فراخی قبر کے مراحل بے طے پاتے ہیں۔ (متفرق اجزاء کی جمع کرنے کا ایک واقعہ بخاری و مسلم میں بھی موجود ہے) حضرت مرحوم کے ان واضح عقائد کے باوجود انہیں ''پتھری مکتب فکر'' میں شامل کرنے کی کوشش کرنا ایک صریح دھوکہ اور کھلی بددیانتی ہے۔ یاد رہے کہ تحریرات حدیث حضرت مرحوم کی خودنوشت ہے جسے جھٹلانا بندیالوی صاحب کے بس کی بات نہیں۔

بندیالوی صاحب کے عالی سند ہونے کی حقیقت

آج کل ملک بھر کے اندر اپنی تقاریر کے ذریعہ بندیالوی صاحب اپنی سند کے عالی ہونے کا اظہار بطور فخر اس طرح فرماتے ہیں کہ: میں شاگرد ہوں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کا، وہ شاگرد ہیں حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کے اور وہ شاگرد ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے۔ اس طرح میں صرف ۲ درمیانی واسطوں سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا شاگرد ہوں اور میری سند عالی ہے۔

قارئین کرام! علمی اعتبار سے سند عالی اس کو کہا جاتا ہے کہ جس میں درمیانی واسطے کم سے کم ہوں۔ جس

سند میں جتنے درمیانی واسطے کم ہوں گے اتنی وہ عالی ہوگی اور یہ واقعی بہت بڑا اشرف ہے۔ ہمارے ہاں علماء دیو بند میں عام طور پر علم حدیث کی تین بڑی سندیں متعارف ہیں۔ پہلی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے واسطے سے، دوسری فخر المحدثین حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے واسطہ سے اور تیسری فقیہ الہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے واسطہ سے۔ مثلاً اس کی تفصیل اس طرح بیان کی جا سکتی ہے کہ:

(۱) بندہ ناچیز (عبد الحق خان بشیر) شاگرد ہے اپنے والد و مرشد امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کا، وہ شاگرد ہیں شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کے، وہ شاگرد ہیں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ مولانا محمود حسن دیو بندی رحمہ اللہ کے اور وہ شاگرد ہیں قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے۔

(۲) بندہ ناچیز (عبد الحق خان بشیر) شاگرد ہے حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی کا، وہ شاگرد ہیں فخر المحدثین علامہ کاشمیری کے، وہ شاگرد ہیں حضرت شیخ الہند کے اور وہ شاگرد ہیں حضرت گنگوہی کے۔ (رحمہم اللہ)

(۳) مولانا عطاء اللہ بندیالوی شاگرد ہیں مولانا محمد حسین نیلوی کے، وہ شاگرد ہیں فقیہ الہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے، وہ شاگرد ہیں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے اور وہ شاگرد ہیں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے۔

اس اعتبار سے یہ تینوں سندیں ۳ درمیانی واسطوں سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تک پہنچتی ہیں۔ جب کہ رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ کے شاگردوں کی سندیں صرف دو، درمیانی واسطوں سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تک پہنچتی ہیں اور یہ سند پہلی سندوں کے مقابلہ میں عالی ہے اور واقعی باعث فخر ہے۔ لیکن ہم بندیالوی صاحب سے اس مقام پر دو باتیں عرض کرنی چاہیں گے۔

پہلی: یہ کہ اس میں صرف ان کے لئے شرف خاص کی کیا بات ہے؟ جس کا اظہار و اعلان وہ تقریباً اپنی ہر تقریر میں کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ شرف بحمد اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حاصل ہے۔ اس لئے کہ میں شاگرد ہوں اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کا، وہ شاگرد ہیں حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کے اور وہ شاگرد ہیں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے۔ گویا مجھے بھی یہ سند عالی حاصل ہے کہ میں صرف ۲، درمیانی واسطوں سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا شاگرد ہوں۔

دوسری: یہ کہ کسی بھی عالم کی سند عالی اسی وقت اس کے لئے باعث فخر ہو سکتی ہے جب وہ اپنے جملہ اساتذہ کے علوم و نظریات کا امین و پیروکار بھی ہوں۔ اگر وہ اپنے اساتذہ کے افکار و نظریات کو قبول ہی نہیں کرتا تو اسے اپنی سند عالی پر فخر کرنے اور اس کی تشہیر کرنے کا کیا حق باقی رہ جاتا ہے؟ اب اگر اس پہلو سے ہماری اور بندیالوی صاحب کی سندوں پر نظر ڈالی جائے تو قارئین کرام اس میں بعد المشرقین پائیں گے۔ کیونکہ ہماری تینوں سندوں میں بالواسطہ یا بلاواسطہ جن ۷، اساتذہ کے نام پائے جاتے ہیں۔ الحمد للہ ہمارا فکر و نظریہ ان ساتوں اساتذہ کے فکر و نظریہ کے مطابق ہے۔

۱...... امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کا فکر و نظریہ ان کی کتب تسکین الصدور، سماع الموتی، المسلک المنصور اور الشہاب المبین وغیرہ میں موجود ہے۔ جو کسی سے مخفی و پوشیدہ نہیں۔

۲...... حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمہ اللہ کا فکر و نظریہ تسکین الصدور پر لکھی گئی تقریظ میں بایں الفاظ مذکور ہے کہ تسکین الصدور کے اکثر حصے دیکھے اپنے موضوع میں مسلک اہل سنت والجماعت کے بیان میں کافی وشافی ہے۔

۳...... شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا فکر و نظریہ زیر نظر کتاب میں المہند علی المفند پر بندیالوی صاحب کے عدم اعتماد کی بحث میں بیان کر دیا گیا ہے۔

۴...... فخر المحدثین حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا فکر ونظریہ تسکین الصدور اور مقام حیات وغیرہ کتب میں بالتفصیل دیکھا جاسکتا ہے۔ صرف ایک حوالہ ملاحظہ فرمالیجئے فرماتے ہیں کہ: آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق بھی ملتا ہے اور نبی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان احادیث میں صرف حیات کا ذکر نہیں بلکہ یہ افعال حیات (زندوں والے کام) بھی ثابت کرتی ہیں۔ کیونکہ انبیاء اکرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ مٹی پر حرام کردیئے گئے ہیں۔ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

۵...... رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کا فکر ونظریہ بھی زیر نظر کتاب میں اپنے مقام پر بصراحت مذکور ہے۔

۶...... شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کا فکر ونظریہ بھی زیر نظر کتاب میں اپنے مقام پر موجود ہیں۔

۷...... قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا فکر ونظریہ بھی اسی نظر کتاب میں اپنے مقام پر منقول ہے۔

غرضیکہ ہماری تینوں سندوں میں جن سات اساتذہ کا تذکرہ موجود ہے وہ سارے حیات انبیاء کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اجساد انبیاء کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا تعلق تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے برعکس بندیالوی صاحب کی دو سندوں میں پانچ اساتذہ کا نام ملتا ہے اور وہ ایک کے علاوہ باقی سب کے فکر ونظریہ کو قبول کرنے سے انکاری ہیں۔ آیئے اس کی مختصر وضاحت بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

۱...... مولانا سید محمد حسین صاحب نیلوی جو بندیالوی صاحب کے پہلے استاد ہیں۔ جن کا شمار طرز عمل کے اعتبار سے تو منکرین حیات میں ہوتا ہے۔ لیکن اصحاب علم جانتے ہیں کہ ان کا فکر ونظریہ ناقابل فہم ہے۔ کیونکہ کوئی بھی شخص ان کی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ نہیں کرسکتا کہ وہ زیر بحث مسئلہ کا اثبات فرمارہے ہیں یا اس کی نفی کررہے ہیں۔ لہٰذا صرف ان کے طرز عمل کے حوالہ سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے شاگرد بندیالوی صاحب سے متفق ہیں۔ لیکن ایک بات میں استاد اور شاگرد کے درمیان شدید اختلاف نظر آیا ہے اور وہ یہ کہ شاگرد (بندیالوی صاحب) امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر کے بارے میں اپنی تقریر وتحریر میں تلخ وناز یبا الفاظ استعمال کرتا ہے جب کہ استاد (نیلوی صاحب) اسے اپنی آخرت خراب کرنے کے مترادف قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے دو مکتوب بطور حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

مکتوب اوّل

کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ اس مسئلہ کے کہ مولانا سرفراز احمد صدر مدرس نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کو سنی علماء اور غیر مقلد علماء رئیس المحرفین کہتے ہیں۔ زید کا کہنا ہے کہ مولانا سرفراز احمد صاحب اپنی مرضی کے مطابق قرآن حدیث اور دیگر کتب اسلامیہ میں ردوبدل کردیتے ہیں اور اس میں ذرہ بھی عار محسوس نہیں کرتے بلکہ اپنی اس غلط حرکت پر قائم رہتے ہیں جب کہ عمرو کہتا ہے کہ یہ غلط ہے اور مولانا سرفراز احمد صاحب جید عالم دین محقق اور محدث اعظم پاکستان پر الزام ہے۔ ایک اتنا بڑا عالم دین ایسی غلط حرکات نہیں کرسکتا۔ آپ سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آپ بالکل حق اور صحیح وضاحت فرمائیں کہ مولانا سرفراز احمد صاحب پر یہ محض الزام ہیں یا یہ حقیقت ہے جواب تفصیل سے دیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے۔ والسلام! (سید جعفر حسین شاہ بخاری پیناکہ ضلع گوجرانوالہ مورخہ ۵/نومبر ۱۹۹۱ء)

الجواب بعون الملک الوہاب

حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر ابوالزاہد زاد اللہ مجدہ بہت جید عالم محقق نظار ہیں۔ جوہر باطل

فرقے کے سامنے سینہ سپر ہیں۔ انہوں نے عیسائیوں، مرزائیوں، رضائیوں، سبائیوں کے خلاف قلمی جہاد کیا ہے اور تا حال کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو حق گوئی اور باطل شکنی کی مزید توفیق عطا فرمائے اور اسی کام میں ان کو تادم آخر مصروف رکھے ان کی کتابیں لوگوں بلکہ علماء کرام کے لئے مشعل راہ ہیں اور جب تک یہ کتابیں چھپتی رہیں گی لوگوں کو ان سے فائدہ ہوگا اور ان کو ثواب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ دولت نصیب فرمائے۔ باقی رہا ہمارا اور ان کا اختلاف سو اس سے ان کی علمیت پر اثر نہیں پڑتا اپنی اپنی سمجھ ہوتی ہے۔ ان کی سمجھ میں جو آیا انہوں نے لکھ دیا۔ ان کی ایسی اختلافی باتوں کو دیکھ کر ان کی نیت پر حملہ کرنا اہل انصاف کا کام نہیں ہے۔ آپ میرے بارے میں جو کچھ فرمائیں یا تحریر کریں اس سے ان کو معذور سمجھنا چاہئے۔ اشتہاروں میں جو کچھ میرے یا دوسرے بزرگوں کے بارے لکھا ہے میں نے معاف کیا ہے اور ان کے حق میں دعا گو ہوں اور مسلک میرا تبدیل نہیں ہوا۔ مسلک قرآن وسنت کے مطابق ہے۔ الحمد للہ!

مکتوب دوم

ایک اشہار بنام''مولوی سرفراز گکھڑوی کا اکابرین دیو بند سے کھلا اختلاف'' شائع ہوا ہے۔ اس میں لکھا ہے سرفرازی دھمال باز آپ کی کفری فیکٹری کا منہ منڈی جہانیاں اور قصور کے کتے کی طرف کیوں نہ ہوا نبی علیہ السلام کو بھونکنے والا یہ گستاخ شتر بے مہار ابلیس کا خصوصی تربیت یافتہ جب آپ کے سٹیجوں کی زینت بنتا ہے تو اس وقت تمہارے مردہ ضمیر میں غیرت کیوں نہیں آتی دریافت طلب امر یہ ہے کہ منڈی جہانیاں اور قصور کے کتے سے کون مراد لیا گیا ہے اور اس اشتہار میں درج ہے۔

امت کو مار ڈالا ہے کافر بنا بنا کر — اسلام بہت ممنون ہے سواتیو تمہارا

کیا شعر بالکل سچ ہے یا نہیں؟ تفصیل کے ساتھ جواب ارشاد فرمائیں علاوہ ازیں اشتہار مولوی سرفراز کی دورنگی چال، مولوی سرفراز احمد کا اکابر دیو بند سے کھلا اختلاف۔ قہر رب کائنات بر مبتدعین فی الحیات، سرفراز قادیان سے بازی لے گیا۔ اگر یہ اشتہار بھی ارسال فرمائیں تو احسان ہوگا۔ فقط والسلام! (سید جعفر حسین شاہ پپنا کھ ۵ر نومبر ۱۹۹۱ء)

الجواب بعون الملک الوہاب

جس شخص نے اس طرح کی کتاب لکھی ہے میں نہ دیکھی نہ سنی۔ مگر نام اور اوپر کے لکھے ہوئے مضمون سے میں بری ہوں۔ سلجھے ہوئے عوام کا بھی یہ کام نہیں کہ اس طرح کے الفاظ نازیبا ایک جید، محقق، محدث، عالم کے متعلق کہیں۔ چہ جائے کہ علماء حق پرست۔ وہ تو کوسوں دور ایسے الفاظ سے بھاگتے ہیں۔ اس کا فرض ہے کہ اس کتاب کی اشاعت ترک کر دے اور حضرت مولانا صاحب سے اپنے اس جرم کی ابھی ابھی معافی مانگے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور دعویٰ دائر ہو جائے وہاں کیا بنے گا؟ اللھم احفظنا من مثل ھذہ الاکاذیب والبھتان العظیم! (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۱)

۲...... شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ جو بندیالوی صاحب کے دوسرے استاد ہیں۔ ان کا فکر ونظریہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ صاحب کی لکھی ہوئی تحریر سے واضح ہے۔ جس پر شیخ القرآن رحمہ اللہ کے دستخط موجود ہیں۔ وہ اسی کتاب میں اپنے مقام پر مذکور ہے۔ نیز شیخ القرآن مرحوم نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اپنے

عقیدہ کی وضاحت ایک فتویٰ کے ذریعہ اس طرح بھی فرمائی ہے کہ: تعلق (روح کا جسم کے ساتھ) باقی ہے۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت مذکورہ بالا میں مصرح ہے۔ وتعلقے بقبر نیز ارواح را میباشد۔ قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے تو اجساد کے ساتھ خود باقی ہے اور فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ قسم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی بقائے تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔ کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عندالقبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۱)

۳...... حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے تیسرے استاد ہیں۔ ان کا فکر ونظریہ کتاب میں اپنے مقام پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

۴...... حضرت مولانا حسین علی صاحب جو بندیالوی صاحب کے چوتھے استاد ہیں ان کا فکر ونظریہ بھی اسی کتاب میں اپنے مقام پر دیکھا جاسکتا ہے۔

۵...... حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو بندیالوی صاحب کے پانچویں استاد ہیں۔ ان کا فکر ونظریہ بھی زیر نظر کتاب میں اپنے مقام پر مذکور ہے۔

غرضیکہ بندیالوی صاحب اپنے جملہ اساتذہ کے ساتھ نظریاتی وفکری مطابقت نہیں رکھتے۔ بلکہ ان کے ساتھ نظریاتی مطابقت رکھنے والوں کو مشرک وبدعتی قرار دیتے ہیں۔ اس صورت حال میں ان کی عالی سند کو ان کے لئے کون باعث فخر تسلیم کرے گا؟

(چوبیسواں مغالطہ) قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیوبند کی پگڑیاں

بندیالوی صاحب نے دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر فضلاء دارالعلوم دیوبند کی دستار بندی کے حوالے سے بھی ایک گمراہ کن دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ''اشاعت التوحید والسنۃ کے سابق نائب امیر اور ہم سب کے استاذ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں اسٹیج پر پگڑی بندھوائی گئی اور دیوبند کے ان اجارہ داروں سے کہا گیا کہ دارالعلوم کے دفتر سے اپنی اپنی پگڑیاں وصول کرلو۔ اس کے باوجود اشاعت التوحید والسنۃ والے دیوبندی نہیں اور یہ حضرات پختہ دیوبندی ہیں۔ اس ڈھیٹ پن پر سوائے اناللہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟'' (ص ۱۲)

بندیالوی صاحب نے یہ مفروضہ خیالی تحقیق حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب مرحوم کے کتابچہ (الشہاب الثاقب ص ۲۹) سے سرقہ کی ہے۔ (جیسا کہ بندیالوی صاحب کی عادت وفطرت ہے) جس کا جواب امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اپنی معروف کتاب ''الشہاب المبین'' میں دے چکے ہیں اور بقول امام اہل سنت پگڑیوں کی تقسیم کے بارے میں (قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کا مذکورہ مؤقف پیرانہ سالی میں غلط بیانی کی بدترین مثال ہے۔ اس کی تفصیلات ''الشہاب المبین'' میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں۔ باقی رہی بات اس سے دیوبندیت کے بندیالوی استدلال کی تو ہم بڑے ادب واحترام کے ساتھ ان سے چند سوالات کرنا چاہیں گے۔

۱...... مسلک دیوبند کی طرف نسبت کے لئے پگڑی اور دستار دلیل بن سکتی ہے یا عقائد ونظریات؟ ایک طرف پگڑی اور دستار ہے اور دوسری طرف اسلاف دیوبند کی تعلیمات وتحقیقات کی روشنی میں مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن ؒ کا یہ فتویٰ کہ آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر سے روح کا تعلق نہ ماننے اور عندالقبر آپ کے سماع کا انکار کرنے والے بدعتی اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اور ان کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ نسبت کے ان دونوں پہلوؤں کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ بندیالوی صاحب کی جماعت دستار دیوبندی ہے جو دارالعلوم کے فتویٰ کے مطابق نظریاتی طور پر بدعتی اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ جب کہ ہم الحمدللہ نظریاتی دیوبندی ہیں جیسا کہ تسکین الصدور پر دارالعلوم دیوبند کے مہتمم (حضرت مولانا قاری محمد طیب ؒ)، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث (حضرت مولانا فخرالدین احمد صاحب ؒ) اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی (حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب ؒ) کی تقاریظ و تصدیقات اس پر شاہد ہیں۔

۲...... اگر دیوبند کے سٹیج پر پگڑی بندھوانا دیوبندیت کی دلیل ہے تو سٹیج پر مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک ؒ وغیرہ علماء کی دستار بندی بھی ہوئی۔ جن کی تصدیقات تسکین الصدور پر موجود ہیں۔ کیا بندیالوی صاحب وضاحت فرمائیں گے کہ ان میں سے نظریاتی واصلی دیوبندی کون ہے؟ تسکین الصدور کی مخالفت کرنے والے یا اس کی تائید و تصدیق کرنے والے؟ جب کہ وہ اپنے رسالہ میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کے قائلین کو نام نہاد اور جعلی دیوبندی قرار دیتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ اس تضاد کو ضرور دور فرمائیں گے۔

۳...... بندیالوی صاحب کی طبع نازک پر اگر گراں نہ گزرے تو ہم ان سے یہ پوچھنے کی جسارت کریں گے کہ آپ نے دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کے حوالے سے اپنی جماعت کے نائب امیر حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب ؒ کا تذکرہ تو کیا ہے۔ لیکن اپنی جماعت کے امیر سید عنایت اللہ شاہ بخاری کا تذکرہ نہیں کیا جنہوں نے اپنی متعدد تقاریر میں ان تقریبات کی مخالفت کرتے ہوئے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ ہم جشن میلاد کی مخالفت کرتے ہیں اور قاری طیب جشن دیوبند کی بدعت اختیار کر رہا ہے۔ کیا بندیالوی صاحب وضاحت فرمائیں گے کہ جس اجتماع کو ان کا امیر بدعت قرار دے رہا ہے۔ اس اجتماع پر ان کے نائب امیر کی دستار بندی کیوں قابل فخر ہے؟

تری بزم میں اور بھی گل کھلیں گے   اگر رنگ یاران محفل یہی ہے

قاضی شمس الدین صاحب ؒ کا عقیدہ حیات النبی ﷺ

باقی رہی بات مولانا قاضی شمس الدین صاحب ؒ کی دستار بندی کی تو اس کے لئے عرض ہے کہ قاضی صاحب عقیدہ حیات النبی میں ہرگز آپ کے ہم نوا نہ تھے جیسا کہ ان کی تحریرات و مکاتیب سے ظاہر ہے۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے۔

۱...... قاضی صاحب مرحوم مسئلہ حیات النبی ﷺ پر اختلافات کے ابتدائی دور میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ: ''آپ جب یہ معلوم کر چکے کہ ہماری عام جماعت مسئلہ حیات النبی ﷺ میں یہ تسلیم کرتی ہے کہ رسول کریم ﷺ اس جہاں سے رحلت فرمانے کے بعد قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ جسد اطہر تغیرات سے بالکل صحیح سالم محفوظ ہے، روح کا ایک غیر مدرک بالکہ تعلق بھی جسد اطہر سے ہے اور آپ قبر کے نزدیک سے صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں گو روح اطہر کا مقام اعلیٰ علیین ہے جیسا کہ علماء اہل سنت والجماعت نے اس کی تصریح فرمائی ہے (اس سے حضرت قاضی صاحب مرحوم کا اشارہ جماعت کے اس فیصلے کی طرف ہے جو ۲۲ رجولائی ۱۹۶۲ء کے منعقدہ اجلاس میں کیا گیا جس میں عقیدہ حیات النبی ﷺ پر مولانا قاری محمد طیب صاحب کی اس تحریر کی

توثیق وتائید کی گئی۔ جس پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ پہلے ہی تائیدی دستخط فرما چکے تھے اور یہ فیصلہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کی اگست ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ بشیر) تو اب ہماری عام جماعت سے آپ لوگوں کا کیا اختلاف باقی رہا؟ ہم میں سے بعض حضرات جن کے متعلق آپ کو معلوم ہے، حیات روحانی کے قائل ہیں۔ ہماری کوئی ایسی پاور ہے نہیں کہ ان کو ہم اپنا ہم مسلک بنا سکیں۔ ان حضرات سے ہمارے تعلقات مسئلہ توحید کی اشاعت کی بنا پر قائم ہیں وہ ٹوٹ نہیں سکتے۔ بایں ہمہ ہم آپ حضرات سے بھی پرانے تعلقات خوش گوار ہی چاہتے ہیں اگر آپ لوگ از راہ کرم اس استدعا کو قبول فرمالیں تو اس میں اسلام، اہل اسلام اور جماعت علماء دیوبند کا بھلا اور خیر خواہی ہوگی۔'' (بحوالہ ہدایۃ الحیران طبع جدید ص ۴۷)

حضرت جالندھری رحمہ اللہ ہی کے نام اپنے ایک دوسرے مکتوب میں قاضی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''روح طیب کے اعلیٰ علیین میں ہوتے ہوئے اس کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق (جس کی کنہ اور پوری کیفیت ہم نہیں جانتے) تسلیم کرتے ہیں جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہم نے لکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس، قبر اطہر کے پاس سے آنحضرت ﷺ کی سماع کے (جیسا حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے لکھا ہے) قائل ہیں۔'' (بحوالہ ایضاً ص ۴۸)

حضرت قاضی صاحب مرحوم کے ان مکتوبات سے پانچ چیزیں پوری طرح واضح وآشکارا ہیں:

پہلی: یہ کہ وہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارکہ کو اعلیٰ علیین میں ماننے کے باوجود جسد اطہر کے ساتھ اس کا تعلق تسلیم کرتے ہیں اور اس چیز کا برملا اعتراف کرتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اور علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ جیسے اکابرین بھی اسی کے قائل ہیں۔ اس سے بندیالوی صاحب کے نقل کردہ وہ تمام حوالہ جات تار عنکبوت کی طرح بکھر جاتے ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کی روح مبارکہ کے اعلیٰ علیین میں موجود ہونے کا ذکر ہے۔ کیونکہ بندیالوی صاحب نے ان حوالہ جات سے جسد اطہر کے ساتھ روح مبارکہ کے عدم تعلق کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جب کہ ان کی جماعت کے سابق مرکزی نائب امیر حضرت قاضی صاحب مرحوم (جن کی دستار بندی کو بندیالوی صاحب اپنے لئے باعث فخر قرار دیتے ہیں) روح مبارکہ کے علیین میں ہونے کے باوجود جسد اطہر کے ساتھ اس کا تعلق تسلیم کرتے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ بندیالوی صاحب اپنے پیمانہ تحقیق کے مطابق اپنے اس نائب امیر کو (بعد از مرگ) کب نام نہاد دیوبندی قرار دیتے ہیں اور انہیں قابل فخر دستار دیوبند سے کب محروم کرتے ہیں؟

دوسری: یہ کہ قاضی صاحب مرحوم عند القبر آنحضرت ﷺ کے سماع کے قائل ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور شیخ حافظ ابن ہمام رحمہ اللہ جیسے اسلاف بھی اسی کے قائل ہیں۔ یقیناً اب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو شیخ الاسلام قرار دینے کے نظریہ پر بندیالوی صاحب کو نظر ثانی کرنی پڑے گی اور یقیناً وہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو نام نہاد دیوبندی اور قبر پرستوں سے متاثر قرار دینے میں کوئی عار محسوس نہ کریں گے۔

تیسری: یہ کہ قاضی صاحب مرحوم کے نزدیک پوری جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ حیات انبیاء کی قائل تھی سوائے چند حضرات کے، جو جسد اطہر کے ساتھ تعلق روح سے انکاری اور حیات روحانی کے قائل تھے۔ کیا بندیالوی صاحب وضاحت فرمائیں گے کہ جمعیۃ اشاعت التوحید کی اب پوزیشن کیا ہے؟

چوتھی: یہ کہ قاضی صاحب مرحوم کے پاس ان چند ضروری اور ہٹ دھرم قسم کے افراد کو اپنا ہم مسلک

بنانے اور انہیں امت کے اجماعی عقیدہ کا قائل کرنے کے لئے کوئی پاور اور طاقت موجود نہ تھی۔ قاضی صاحب مرحوم کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضدی افراد اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے دلائل کی نہیں بلکہ طاقت و پاور کی زبان سمجھتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ: لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے!

پانچویں: یہ کہ ان ضدی وہٹ دھرم قسم کے لوگوں سے حضرت قاضی صاحب مرحوم کا تعلق مسلکی ونظریاتی بنیادوں پر نہ تھا بلکہ ان کے ساتھ صرف ان کا تنظیمی تعلق تھا جو اشاعت عقیدہ توحید کے لئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی صاحب مرحوم اپنی معروف کتاب ''تسکین القلوب'' میں اپنے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

☆...... ''فقہاء کرام اور متکلمین کے نزدیک یہ جسم خواہ ریزہ ریزہ ہو چکا ہو، پھر بھی قبر کے عذاب وثواب اور تالم وتلذذ میں روح کا شریک ہے اور فتویٰ بھی فقہاء کرام کے قول پر دینا چاہئے۔'' (ص ۴۷)

اسی طرح اپنی کتاب ''التعلیق الفصیح علی مشکوٰۃ المصابیح'' میں فرماتے ہیں کہ:

☆...... ''فقہاء کرام کے نزدیک عذاب وراحت روح وجسم دونوں کو ہے اور جسم اس میں روح کے ساتھ شریک ہے۔'' (ص ۳۹)

قاضی صاحب مرحوم کے مذکورہ حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ تو عام اموات کے اجسام سے بھی تعلق روح کے قائل ہیں اور قبر کے عذاب وراحت میں جسم وروح دونوں کو شریک مانتے ہیں تو پھر آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ سے تعلق روح کا انکار کیسے کر سکتے ہیں؟

قاضی صاحب کی طرف سے دعوت مباہلہ

چنانچہ ان کی زندگی کے آخری ایام میں ان کے بعض عاقبت نااندیش حواریوں نے جب ان سے ''الشہاب الثاقب'' تحریر کروائی تو اس کے جواب میں حضرت والد محترم مدظلہ نے ''الشہاب المبین'' تالیف فرمائی۔ اب ان حوارین کے لئے ''الشہاب المبین'' کے دلائل وبراہین کا جواب تو ممکن نہ تھا اس لئے انہوں نے حضرت قاضی صاحب مرحوم سے حضرت والد محترم کے لئے مناظرہ ومباہلہ کا چیلنج نشر کروادیا جس کی عبارت درج ذیل ہے: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مولوی سرفراز صاحب بذات خود میرے ساتھ مناظرہ کرلیں یا مباہلہ کرلیں یا مباہلہ اور مناظرہ دونوں کرلیں۔ اس لئے کہ اس دنیا سے انتقال کے بعد قبر مبارک میں وہ کہتے ہیں حیات دنیویہ ہے، میں کہتا ہوں کہ دنیویہ نہیں بلکہ اخرویہ، برزخیہ ہے جو نہ کرے وہ جھوٹا ہوگا۔''

امام اہل سنت کی طرف سے دعوت مباہلہ کا جواب

جس کے جواب میں حضرت شیخ مدظلہ نے قاضی صاحب مرحوم کے نام ایک طویل مکتوب تحریر فرمایا: اس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمالیجئے۔ قاضی صاحب کی کتب التعلیق الفصیح اور تسکین القلوب کے سطور بالا میں منقول حوالہ جات نقل کرنے کے بعد حضرت شیخ مدظلہ فرماتے ہیں کہ:

''محترم! آپ خود انصاف سے فرمائیں (اگر آپ کے نزدیک انصاف کسی چیز کا نام ہے) کہ آپ بھی روح کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق کی وجہ سے حیات کے قائل ہیں اور اسی پر فتویٰ بھی دیتے ہیں اور میں بھی اسی دنیوی بدن اور عنصری جسم کے ساتھ حیات کا قائل ہوں اور تصریح کی ہے کہ یہ حیات اہل دنیا کے ادراک وشعور سے بالاتر ہے اور یہ حیات اس

مذکور معنی میں دنیوی بھی ہے کہ روح کا تعلق بدن دنیوی سے ہے اور برزخی بھی ہے کہ برزخ میں ہے۔(المہند ص ۳۸) میں ہے کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے الی قولہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی میں برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔الخ اور اس پر علماء دیوبند کے چوبیس اکابر کی تصدیقات ثبت ہیں۔جن میں حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ، حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ وغیرہ بھی ہیں۔ آپ کہنہ مشق مدرس عالم ہیں، فرمایئے کہ یہ نزاع لفظی ہے یا نزاع حقیقی؟ انصاف آپ پر ہے چھوڑا جاتا ہے۔"

پھر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جنوری ۱۹۶۰ء میں منقول اس فتویٰ کا ذکر کرنے کے بعد کہ جس میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اس عالم دنیا سے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ کو عالم برزخ میں مثل شہداء بلکہ شہداء سے بھی اعلیٰ وارفع حیات برزخیہ عطا فرمائی گئی ہے۔وہ حیات دنیویہ نہیں بلکہ اس سے بدرجہا اعلیٰ وارفع، اجمل وافضل حیات برزخیہ ہے۔لیکن اگر کوئی اسے حیات دنیوی کے نام سے تعبیر کرے اور آپ کی حیات برزخیہ سے بھی انکار نہ کرے تو اس کو جماعت اہل سنت سے خارج نہیں کرنا چاہئے۔اس فتویٰ پر سید عنایت اللہ شاہ بخاری، مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ، مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ، مولانا محمد طیب پنج پیری، مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ، مولانا قاضی نور محمد رحمہ اللہ، مولانا قاضی عصمت اللہ اور مولانا محمد امیر بندیالوی وغیرہ پچاس علماء کے دستخط موجود ہیں۔

حضرت شیخ مدظلہ فرماتے ہیں کہ:"ان جملہ حضرات نے حیات دنیویہ کی تعبیر کو بھی اہل سنت کا مسلک قرار دیا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ محترم! آپ نے ان سب حضرات کو یا ان میں سے بعض کو مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج کیوں نہیں دیا؟ کیا اس کارروائی کے لئے کھلونا اور تختہ مشق آپ کو صرف مولوی سرفراز ہی نظر آیا ہے؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ پھر ان حضرات میں آپ کا اپنا اسم گرامی بھی ہے۔آپ کو اس حیات کو دنیوی حیات سے تعبیر کرنے والے جناب قاضی شمس الدین صاحب ساکن مجاہد پورہ (گوجرانوالہ) کیوں دکھائی نہیں دیتے؟ اگر ویسے نظر نہیں آتے تو شیشے میں دیکھ لیں، ضرور نظر آجائیں گے۔الغرض اس مسئلہ میں محترم کے مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج بالکل بے سود، بے کار، مہمل اور سستی شہرت حاصل کرنے اور اپنے متعصب اور حقیقت ناشناس حواریوں کو خوش کرنے کا ایک ناکام بہانہ ہے۔"الخ

قاضی صاحب رحمہ اللہ کا اعتراف حقیقت

چنانچہ حضرت شیخ مدظلہ کے اس مکتوب کے جواب میں قاضی صاحب مرحوم نے تحریراً تسلیم کیا کہ یہ نزاع لفظی ہے۔لہٰذا مباہلہ اور مناظرہ کی ضرورت نہیں۔مناظرہ اور مباہلہ کے اس چیلنج کے سلسلے میں قاضی صاحب مرحوم کی ابتدائی تحریر سے آخری تحریر تک کی تمام کارروائی ملاحظہ حضرت شیخ مدظلہ کی کتاب"المسلک المنصور"(ص ۴۰ تا ۵۱) پر منقول ومذکور ہے۔وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ قاضی صاحب مرحوم آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کے ساتھ تعلق روح کے قائل تھے۔البتہ وہ اسے صرف حیات برزخی قرار دیتے تھے۔یہاں تک کہ جمعیت اشاعت التوحید میں ایک موقع پر سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے غلو اور مولوی احمد سعید ملتانی کے شدید تعصب کی وجہ سے انتشار کی صورت پیدا ہوگئی اور بہت سے حضرات نے اس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ان حضرات میں حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمہ اللہ سرفہرست ہیں۔اس دوران قاضی صاحب مرحوم نے بھی اسی وجہ سے استعفاء دے دیا۔

چنانچہ مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمہ اللہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ:"احقر نے تو جمعیۃ

(اشاعت التوحید) سے استعفاد ے دیا ہے، ویسے برادرانہ تعلقات مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب دونوں سے بدستور رکھوں گا۔ مگر اب عمر بڑی اور ضعف پیری کے باعث اتنے جھگڑوں اور جھمیلوں میں پڑنہیں سکتا۔ اس لئے عافیت اسی میں سمجھی کہ کنارہ کش ہو جاؤں۔'' (بحوالہ دعوت الانصاف ص ۲۸)

مذکورہ صورت حال کی روشنی میں دیکھیں اب بندیالوی صاحب کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔ اب بھی انہیں قاضی صاحب مرحوم کی دستار بندی پر فخر ہی رہے گا یا وہ ان سے براءت و بےزاری کا اعلان کر دیں گے۔ ان کی ذہنی حالت یقیناً یہی ہوگی کہ:

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

بندیالوی صاحب سے ایک مشکل سوال

جمعیت اشاعت التوحید کے پچاس علماء جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیوی تسلیم کرنے والے حضرات کو اہل سنت تسلیم کیا ہے۔ ان میں بندیالوی صاحب کے والد محترم مولانا محمد امیر بندیالوی کا نام بھی موجود ہے اور اس فیصلہ پر ان کے دستخط بھی ثبت ہیں۔ کیا بندیالوی صاحب اپنے والد محترم کے اس فیصلہ پر لب کشائی کرنا پسند فرمائیں گے؟

قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ اور امام اہل سنت

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منکرین حیات کی طرف سے ملک بھر میں کئے گئے اس پروپیگنڈہ کا جواب بھی تحریر کر دیا جائے کہ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ نے مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی نماز جنازہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی اقتداء میں کیوں پڑھی؟ ۱۹۹۹ء میں جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے سالانہ جلسہ میں احقر نے ''مسلک علماء دیوبند'' کے عنوان سے ایک تحریری مقالہ پیش کیا۔ جو ماہنامہ ''نصرت العلوم'' گوجرانوالہ میں شائع ہو گیا۔ اس کی اشاعت بعض منکرین حیات کی طبیعت پر بڑی گراں گزری۔ چنانچہ واہ کینٹ کے ایک بزرگ نے مجھے خط لکھا۔ جس میں دیگر باتوں کے علاوہ قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ کا تذکرہ بھی موجود تھا۔ میں نے اسی وقت اس خط کا جواب ارسال کر دیا۔ خط اور اس کا جواب قارئین کی ضیافت طبع کے لئے حاضر ہے۔

برادر عزیز حضرت مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا مضمون ''مسلک علماء دیوبند'' ماہنامہ نصرت العلوم' جولائی ۱۹۹۹ء میں پڑھا۔ اگر یہ مضمون ''حق چار یار'' یا کسی اور رسالہ میں چھپتا تو کوئی فکر کی بات نہ تھی۔ چونکہ مدرسہ نصرت العلوم ایک مرکزی ادارہ ہے اور ملک میں اس کا مقام ہے۔ یہ رسالہ بھی مدرسہ کا ہے۔ اس ادارہ کے شیخ الحدیث امام اہل سنت استاذی المکرم حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر ہیں۔ جو مجلس عمل علماء اسلام پاکستان کے امیر ہیں اور آپ کے بھائی حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب نے مجلس عمل کے قیام میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ مجلس عمل کے قیام کا مقصد علماء دیوبند سے وابستہ جماعتوں کو اکٹھا کرنا ہے۔ آپ نے اس مضمون میں پانچ فتنوں کا ذکر کیا ہے۔ بقول آپ کے یہ فتنہ ہے تو اس کا پانچواں نمبر کیسے ہے؟ مرزائی اور پرویزی وغیرہ تو بہت پہلے کے ہیں۔ یہ تو دیر سے شروع ہوا۔ آپ نے اس فتنہ کا ذکر رافضی تبرائیوں اور مرزائیوں کے ساتھ کیا جو کہ کافر ہیں۔

اب میرا سوال ہے سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو آپ کیا سمجھتے ہیں، آپ کھل کر لکھیں تو معلوم ہو کہ قرآن وسنت کی روشنی میں ان کی کیا حیثیت ہے کیا وہ مسلم ہیں یا غیر مسلم۔ ساتھ ہی آپ یہ بتائیں کہ جمعیت اشاعۃ التوحید

والسنۃ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ جب شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب فوت ہوئے تو ان کی نماز جنازہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے پڑھائی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب نے ان کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی تو نماز جنازہ کے بارے میں آپ وضاحت فرمائیں۔ اگر آپ جمعیت اشاعت التوحید کو علماء دیوبند کی جماعت سے خارج سمجھتے ہیں تو مجلس عمل علماء اسلام سے خارج کروائیں۔ تاکہ عوام غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ ایک طرف تو علمائے دیوبند اتحاد کی کوشش کر رہے ہیں جس کی وجہ سے آپس میں قرب ہوا۔ جو ایک دوسرے کو ملنے کے لئے تیار نہ تھے مل کر بیٹھے، غلط فہمیاں دور ہوئیں۔ عجیب بات ہے جب بھی ہمارے بزرگ اتحاد کی کوشش شروع کرتے ہیں تو کچھ لوگ انتشار کا منصوبہ لے کر سامنے آجاتے ہیں۔ آپ نے دور سادس میں جہاں اور ہمارے اکابر کا ذکر کیا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں کا ذکر نہیں کیا۔ ان کا کردار اتنا بلند ہے کہ حضرت مولانا ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب دعوت وعزیمت میں ذکر خیر کیا۔ حالانکہ حضرت صاحب، حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صاحب کے شیخ ہیں۔ ایک موقع پر حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا تھا کہ میری سند اس وقت سب سے عالی ہے۔ کیونکہ میں حضرت مولانا حسین علی صاحب کا شاگرد ہوں۔ چند باتیں مجلس عمل کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے تحریر کی ہیں۔ کیونکہ علماء کرام اور دوسرے حضرات جب اس قسم کے مضامین پڑھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ مجلس عمل کیا ہے؟ ایک طرف اتحاد کی دعوت اور دوسری طرف انتشار۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری کی وفات پر نصرت العلوم میں تعزیتی سطور پڑھ کر علماء کرام بے حد خوش ہوئے تھے اور آپس میں قرب کی علامت قرار دیا۔ شاید وہ خوشی ہم پچا نہ سکے۔ فقط والسلام عبدالجلیل (خادم شعبہ تجوید جامعہ صدیقیہ) بستی لالہ رخ واہ کینٹ ضلع راولپنڈی

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد (یا اللہ مدد) خلافت راشدہ حق چار یار رضی اللہ عنہم

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بزرگوارم مولانا قاری عبدالجلیل صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! گرامی نامہ موصول ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ، مسلسل تبلیغی اسفار کی وجہ سے جواب میں تاخیر پر معذرت خواہ ہوں، آپ کے گرما گرم اور جلے بھنے مکتوب کے حوالہ سے چند باتیں مختصراً پیش خدمت ہیں: شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات!

۱...... میرے مقالہ بعنوان ''مسلک علماء دیوبند'' کی ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' میں اشاعت آپ کی طبع نازک پر گراں گزری، خدا معلوم کیوں؟ کیونکہ نصرت العلوم کے مذہب ومسلک سے زمانہ واقف ہے، مختلف سیاسی ومذہبی تحریکات میں شرکت کے باوجود اس نے کبھی بھی اپنے نظریاتی مؤقف سے دستبرداری اختیار نہیں کی۔ آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ وہ وقتی مصالح کی بناء پر کسی اتحاد میں شمولیت اختیار کرنے کے بعد اپنے عقیدہ ونظریہ کا اظہار بھی ترک کر دے گا۔

۲...... آپ نصرت العلوم کے فیض یافتہ ہیں۔ یقیناً آپ نے بوقت داخلہ، داخلہ فارم بھی پر کیا ہوگا۔ جس میں عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت موجود ہے۔ کیا منکرین حیات کی وکالت کر کے آپ اپنی مادر علمی سے بغاوت نہیں کر رہے؟

۳...... یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ تحریک دیوبند کے ۲ پہلو ہیں۔ ایک نظریاتی واعتقادی اور دوسرا سیاسی۔ نظریاتی حوالہ سے تحریک دیوبند میں کبھی فکری تغیر رونما نہیں ہوا۔ البتہ سیاسی اعتبار سے ارباب دیوبند نے بعض مصالح کی بناء پر مختلف اتحادوں میں شرکت ضرور اختیار کی ہے۔ تحریک ختم نبوت، تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم، تحریک

قیام پاکستان اور تحریک نظام مصطفیٰ وغیرہ تحریکیں اس پر شاہد ہیں۔ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وقتی اتحادوں کی بناء پر ارباب دیوبند نے اپنے افکار کا اظہار ترک کر دیا ہو یا نظریاتی پسپائی اختیار کر لی ہو۔کیا ماضی کی ہر تحریک میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم شامل نہیں رہے؟ اور کیا انہوں نے ان تحریکوں میں شامل بریلوی مکتب فکر کے بارہ میں اپنے نظریاتی نکتہ نظر کا اظہار ترک کر دیا؟ اگر ایسا نہیں ہوا تو مجلس عمل علماء اسلام کے وقتی اتحاد کی بناء پر آپ ہمیں اپنے نظریاتی نکتہ نظر کے اظہار سے کیسے رک سکتے ہیں؟ جب کہ آپ بھی جانتے ہیں کہ مجلس عمل علماء اسلام ایک سیاسی اتحاد پلیٹ فارم ہے۔جس کا مقصد دیوبندیت کے سیاسی مفادات کا تحفظ ہے اور یہ اتحاد برطانوی پارلیمنٹ کی اس قرارداد کے جواب میں معرض وجود میں آیا جس میں برصغیر پاک وہند کے اندر یورپین ممالک کے سیاسی و مذہبی مفادات کی راہ میں دیوبندیت کو سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا گیا اور جہاں تک دیوبندیت کی نظریاتی بنیادوں کا تعلق ہے تو شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کے عقائد وافکار آج بھی انہیں بنیادوں پر قائم ہیں۔انہوں نے نہ ''تسکین الصدور'' سے دستبرداری اختیار کی ہے اور نہ ''سماع موتیٰ'' سے پسپائی۔

۴..... باقی رہی بات مجلس عمل میں جمعیت اشاعت التوحید کی شرکت کی تو محترم! جمعیت کے مرکزی قائدین اپنے تنظیمی آرگن ''نغمہ توحید'' میں صاف اعلان کر چکے ہیں کہ ہمارا مجلس عمل سے کوئی تعلق نہیں۔البتہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ اور ان کا حلقہ مجلس عمل میں شامل ہے اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت شیخ القرآن اور ان کا حلقہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر میں اسلاف دیوبند سے الگ نہ تھے۔

۵..... آپ نے جمعیۃ اشاعت التوحید کے بارہ میں میرا مؤقف دریافت فرمایا ہے تو محترم! اسلاف دیوبند کی تحقیقات کی روشنی میں میرا مؤقف یہ ہے کہ جمعیۃ اشاعت التوحید کے جو اکابر واصاغر روضہ اقدس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مع الجسد حیات کے منکر ہیں،عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام سے انکاری ہیں اور روح مع الجسد عذاب وراحت قبر تسلیم نہیں کرتے وہ مسلک دیوبند اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اور جمعیت کے جو افراد ان عقائد سے انکاری نہیں۔صرف عام اموات کے سماع کے منکر ہیں وہ اہلسنت والجماعت سے خارج نہیں۔کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ باقی اموات کا سماع اختلافی مسئلہ ہے۔

۶..... جہاں تک حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ میں حضرت شیخ مدظلہ کی شرکت کا تعلق ہے تو دو باتیں ذہن نشین رکھئے۔پہلی یہ کہ حضرت قاضی صاحب مرحوم عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلاف دیوبند کے پوری طرح ہمنوا تھے۔وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی روح مع الجسد حیات اور عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام کے قائل تھے۔ لہٰذا ان کی نماز جنازہ ادا کرنا کوئی جرم نہ تھا۔دوسری یہ کہ قاضی صاحب مرحوم کے برادر زادے مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب (امیر جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ پنجاب) متعدد بار حضرت شیخ مدظلہ کے سامنے اعتراف فرما چکے تھے کہ میرا اور میرے والد محترم حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کے بارہ میں وہی ہے جو اکابرین دیوبند کا ہے اور جس کی وضاحت تسکین الصدور میں کی گئی ہے۔البتہ مجھے عام اموات کے سماع میں اختلاف ہے،لہٰذا ان کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کرنے میں بھی شرعاً حرج نہ تھا۔

قاضی شمس الدین مرحوم کی نماز جنازہ کے لئے قاضی عصمت اللہ صاحب نے حضرت شیخ مدظلہ سے وعدہ کیا کہ نماز

جنازہ میں خود پڑھاؤں گا۔ ان کے وعدہ پر اعتماد کر کے حضرت شیخ جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن جب صفیں سیدھی ہو چکی تو عین وقت پر نماز جنازہ کی امامت سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کو سونپ دی گئی۔ جو ایک صریح دھوکہ اور وعدہ خلافی تھی۔ ایسے وقت میں حضرت شیخ کا قصور صرف اتنا ہے کہ انہوں نے صفوں سے علیحدہ ہونا مناسب نہ سمجھا اور اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ کیا آپ جمعیت کے اکابر یا اصاغر پر اس دھوکہ اور وعدہ خلافی کی کوئی فرد جرم عائد کرنا پسند کریں گے؟

۷...... کیا آپ واقعی اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری، زندگی کے آخری سالوں میں قائلین سماع موتی کو کھل کر کافر قرار دیتے تھے اور اسے قرآن پاک کی نص قطعی کے خلاف سمجھتے تھے۔ ان کا یہ فتویٰ ''رجوع الی الحق'' کے عنوان سے ''نغمہ توحید'' کے اندر شائع ہو چکا ہے۔ شاہ صاحب کے اس تکفیری فتویٰ کو پیش نظر رکھ کر فرمایئے کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے جن اکابر و اصاغر نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب نور اللہ مرقدہ کی نماز جنازہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اقتداء میں ادا کی۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیونکہ حضرت شیخ کا نظریہ سماع موتی تو کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں اور اگر آپ کو شاہ صاحب کے تکفیری فتویٰ سے اختلاف ہے تو اس کی بھی کھل کر وضاحت کیجئے اور فرمایئے کہ اس غلط فتویٰ کی بنا پر خود شاہ صاحب کیا قرار پائیں گے؟

۸...... آپ کا مجھ پر یہ الزام بھی حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہے کہ میں دیوبندی اتحاد کی راہ میں رکاوٹ ہوں۔ محترم! اگر میں نے مسلک دیوبند کی ترجمانی اسلاف دیوبند کی تحقیقات سے ہٹ کر کی ہے تو اس کی نشان دہی کیجئے میں ان شاءاللہ العزیز! اس سے رجوع کروں گا اور اگر آپ یہ ثابت نہ کر سکیں اور ان شاءاللہ العزیز! نہ ثابت کر سکیں گے تو پھر خدارا اپنے قلم کا رخ ان کی طرف پھیریئے جنہوں نے مسلک دیوبند کی نظریاتی وحدت کو ۱۹۵۶ء میں اس وقت پارہ پارہ کیا جب ابھی ۱۹۵۳ء کے شہداء ختم نبوت کے مقدس لہو کی سرخی بھی مدہم نہ پڑی تھی۔ انہوں نے شہدائے ختم نبوت کے لہو سے غداری کرتے ہوئے مسلک دیوبند کے خلاف ایک ایسے پتھری مکتب فکر کی بنیاد رکھ دی۔ جس کے لئے انہیں ''نظریاتی میٹریل'' چودہ سو سالہ اسلامی ذخیرہ سے نہ مل سکا۔ لہٰذا انہیں اپنے ''فکر جدید'' کی بنیاد قرآن پاک کی ''تفسیر بالرائے'' پر رکھی پڑی۔ چودہ سو سالہ تفسیری کتب پر نہ صرف عدم اعتماد کا اظہار کیا گیا بلکہ انہیں قول اور قولیاں قرار دے کر ان اکابر کا برسرعام تمسخر اڑایا گیا۔

محترم! آپ ان سے یہ سوال کرنے کی جسارت کریں گے کہ آپ نے مسلک دیوبند کی نظریاتی وحدت پارہ پارہ کر کے شہدائے ختم نبوت کے لہو سے غداری کیوں کی؟ لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ مسلکی جانب داری کی بنا پر ایسا نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ آپ کے پاس لینے اور دینے کے پیمانے ہی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ محترم! اگر آپ اتحاد و یکجہتی کے اتنے ہی خواہش مند ہیں تو اپنے اندر اخلاقی جرأت پیدا کیجئے اور ہمارا قلم پکڑنے کی بجائے ان کا ذہن اپنی گرفت میں لیجئے جو مسلک دیوبند سے کٹ کر اپنا جداگانہ نظریاتی تشخص قائم کر چکے ہیں۔ اگر آپ ایسا کر سکیں تو میں آپ کو پختہ یقین دلاتا ہوں کہ مسلک دیوبند کا ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر اتحاد عمل میں آ سکتا ہے۔

۹...... باہم مل بیٹھ کر غلط فہمیاں دور کرنے کا شوشہ بھی آپ نے خوب چھوڑا۔ محترم! کیا اجتماع خیر المدارس ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کی کوششیں اسی مقصد کے لئے نہ تھیں؟ کیا شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے لاہور شیرانوالہ میں اجلاس اسی مقصد کے تحت طلب نہ کیا تھا؟ اور کیا حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ کی دیوبند سے پاکستان آمد اسی مقصد کے تحت نہ تھی؟ کس نے ان کوششوں کو سبوتاژ کیا؟ ان چہروں کو تلاش کیجئے۔ ان شاءاللہ! آپ پر ساری حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ مسلک دیوبند کی نظریاتی وحدت برقرار رکھنے کے لئے کس کا کردار مثبت تھا اور کس کا منفی؟

۱۰...... رئیس التفسیر حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے استاذ الاستاذ ہی نہیں میرے دادا پیر بھی ہیں۔ کیونکہ میرے علمی روحانی دونوں سلسلے حضرت والد محترم مدظلہ سے منسوب ہیں۔ لہٰذا میں حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات سے انکار کیسے کر سکتا ہوں؟ میرے تقریری مقالہ میں ان کا عدم ذکر ان کی خدمات سے انکار کی بنا پر نہیں بلکہ اس بنا پر تھا کہ ان کا شمار حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں نہیں ہے جب کہ تاریخ دیو بند کے ''دور سادس'' میں میرا مقصود شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی خدمات کا ذکر تھا۔ اسے ایک بار پھر پڑھئے آپ کا شبہ دور ہو جائے گا اور حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، براہ راست قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ توحید و سنت کی اشاعت اور قرآنی علوم کے پرچار میں ان کی خدمات سے کوئی بدبخت ہی انکار کر سکتا ہے۔

محترم! جواب کی طوالت پر معذرت خواہ ہوں۔ امید ہے کہ تسلی و تشفی کے لئے کفایت کرے گا۔ (ان شاء اللہ العزیز) اگر کوئی کمی رہ گئی تو دوبارہ رابطہ کر لیجئے گا۔ ان شاء اللہ وہ بھی دور کر دوں گا۔ والسلام عبدالحق خان بشیر مدرسہ حیات النبی، محلہ حیات النبی، گجرات۔ ۷، اگست ۱۹۹۹ء

(پچیسواں مغالطہ) علماء امت اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بندیالوی صاحب نے (ص ۹) پر ''علماء امت کا نظریہ کیا ہے؟'' کے عنوان کے تحت یہ تاثر دینے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ تمام علماء امت اجساد انبیاء کرام علیہم السلام میں اعادہ روح یا تعلق روح کے قائل نہیں بلکہ برزخ کی کیفیت حیات کے بارے میں بندیالوی صاحب کے ہمنوا ہیں لیکن اپنے اس دعویٰ کی دلیل پر وہ اہل سنت والجماعت کے ایک بھی محقق عالم کا یہ قول پیش نہیں کر سکے (اور نہ بحمد للہ تعالیٰ تا قیام قیامت پیش کر سکتے ہیں) کہ اجساد انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں بلا تعلق روح بے حس و بے جان پڑے ہیں اور عند القبر ان کا سماع ثابت نہیں اور جن اکابر کی عبارات انہوں نے قطع و برید کر کے پیش کی ہیں ان کی وضاحت آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمایئے۔

(چھبیسواں مغالطہ) امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص ۹) پر (روح المعانی ج ۱ ص ۱۶۲) کے حوالے سے امام ابوالبرکات نسفی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ارواح انبیاء جسموں سے نکل کر مثالی اجسام میں داخل ہو جاتی ہیں۔ لیکن یہ حوالہ نقل کرنے میں بندیالوی صاحب نے صریح دھوکہ دیا ہے۔ (یہ حوالہ روح المعانی کی ج اوّل نہیں بلکہ ج ۱۵ میں مذکور ہے) کیونکہ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ ارواح کی چار اقسام (یعنی انبیاء کرام، شہداء، متبعین اور عصاۃ کی ارواح) اور ان کے مقامات کا ذکر کرنے کے بعد ارواح کفار کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''وہ (یعنی ارواح کفار) ساتویں زمین کے نیچے سجین کے اندر سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں۔'' وھی متصلۃ باجسادھا فتعذب الارواح وتتالم من ذالک الاجساد'' اور ان کا تعلق ان کے اجساد سے ہوتا ہے۔ اس تعلق کی بنا پر روح کو ہونے والے عذاب کی اذیت و تکلیف کو جسم بھی محسوس کرتا ہے۔'' (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۶۲)

گویا امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ ارواح کے پانچ درجات قائم کرتے ہیں۔ پہلا انبیاء کرام علیہم السلام کا، دوسرا شہداء کا، تیسرا متبعین کا، چوتھا فساق و فجار کا اور پانچواں کفار کا، یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ جب وہ سب سے کم اور آخری درجہ کی ارواح کا اجساد کے ساتھ تعلق مانتے ہیں تو سب سے برتر و اعلیٰ ارواح (یعنی انبیاء کرام علیہم السلام) کے اجساد

کے ساتھ تعلق کا کیسے انکار کر سکتے ہیں؟ بندیالوی صاحب نے یہ عبارت قصداً ترک کی تاکہ ان کے مغالطات کا بھانڈا چوراہے میں نہ پھوٹ جائے۔ لیکن وہ کم بخت بھانڈا پھر بھی پھوٹ ہی گیا۔ کیونکہ:

جو مطلب کہنے والے کا ہے اس کو کم سمجھتے ہیں
سمجھنے کو تو وہ سب داستان سمجھتے ہیں

(ستائیسواں مغالطہ) حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص۹) پر (روح المعانی ج ۵ ص۱۶) (غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے کیونکہ یہ بحث ج ۱۵ میں موجود ہے) کے حوالے سے حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ''اما الانبیاء علیہم السلام فلا شک ان ارواحھم عند اللہ فی اعلی علیین'' حالانکہ روح المعانی کی مذکورہ بحث کے صفحات میں حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ کہیں بھی مذکور نہیں۔ تقریباً ساڑھے تین صفحات پر پھیلی ہوئی اس بحث میں حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان الفاظ کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ لیکن اگر بالفرض یہ الفاظ کسی دوسری جگہ ثابت بھی ہوں تو بھی اس سے بندیالوی صاحب کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم مولانا قاضی شمس الدین صاحب مرحوم اور دیگر بزرگوں کے حوالے سے ثابت کر چکے ہیں کہ اعلیٰ علیین میں ہونے کے باوجود ارواح انبیاء علیہم السلام کا ان کے اجساد مبارکہ سے تعلق موجود ہے۔ اس سے اجساد کے ساتھ تعلق روح کی نفی لازم نہیں آتی۔ بندیالوی صاحب میں اگر اخلاقی جرأت ہے تو وہ ایسا حوالہ پیش کریں جس میں حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے اجساد انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی ارواح کے تعلق کی نفی کی ہو۔ صرف اعلیٰ علیین میں ارواح کا ثبوت کافی نہیں۔

(اٹھائیسواں مغالطہ) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب (ص۱۰) پر علامہ سید محمد محمود آلوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ارواح انبیاء کا ٹھکانہ اعلیٰ علیین ہے۔ لیکن یہاں بھی بندیالوی صاحب نے اپنے روایتی کذب و افتراء کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ اسی عنوان ''البحث السادس فی مستقر الارواح بعد مفارقة الابدان'' کے تحت دو صفحے آگے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''پھر تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ روح کا بدن کے ساتھ اتصال کسی ایک جز کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ روح متصل ہے اور بدن کے تمام اجزاء پر روشنی ڈالنے والی ہے۔ اگرچہ ایک جز مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہو۔'' (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۶۳)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے اس واضح نظریہ سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بندیالوی صاحب ان کی اجمالی عبارت سے عوام کو کس قدر دھوکہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ جب کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ عام اموات کے مشرق و مغرب میں پھیلے ذرات منتشرہ کے ساتھ بھی روح کا تعلق مانتے ہیں اور حیات انبیاء علیہم السلام پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''قبر کی زندگی سے یہ لازم نہیں آتا کہ صاحب قبر باہر بھی نکلے، ہاں میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر کا قائل ہوں۔ ان کی زندگی پر اگرچہ نماز، اذان، اقامت اور سلام کا جواب دینا وغیرہ امور مترتب ہوتے ہیں لیکن وہ سب امور مترتب نہیں ہوتے جو معروف زندگی پر مترتب ہوتے ہیں۔'' (ایضاً ج ۲۲ ص ۳۸)

گویا علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ عام اموات کے اجساد دنیویہ کے ساتھ تعلق ارواح کے بھی قائل ہیں اور سماع انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں اذان و اقامت کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔ عند القبر سلام سنتے ہیں۔ البتہ اس برزخی حیات میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ معاشرت دنیوی کی نفی فرماتے ہیں اور یہی جمہور اہلسنت کا عقیدہ ہے۔

(انتیسواں مغالطہ) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب (نے ص ۱۰) پر حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ الحنبلی کی کتاب الروح کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح اعلیٰ علیین میں ملا اعلیٰ کے ساتھ رہتی ہیں۔ یہ بھی بندیالوی صاحب کا ایک صریح دھوکہ ہے۔ کیونکہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت اس طرح ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی روح مبارک دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں قرار پذیر ہے اور اس کا بدن مبارک سے تعلق ہے جس کی وجہ سے آپ سلام کہنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور اسی تعلق کی وجہ سے آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر کے اندر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔'' (کتاب الروح ص ۵۴، زاد المعاد ج ۲ ص ۴۹)

بندیالوی صاحب نے ابتدائی عبارت تو نقل کر دی لیکن متصل بعد کی وہ عبارت ہضم کر گئے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے ساتھ روح کا تعلق مذکور تھا۔ بندیالوی صاحب وضاحت فرمائیں کہ یہ اشاعت توحید و سنت ہے یا اشاعت کذب و افتراء؟

(تیسواں مغالطہ) حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

بندیالوی صاحب نے علامہ حافظ ابن حزم اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ ظاہر مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے) کا نام لے کر ان کا کوئی حوالہ دیئے بغیر لکھا ہے کہ ان کے نزدیک بھی ارواح انبیاء اعلیٰ علیین میں قرار پذیر ہیں۔ ان کا ابدان سے کوئی تعلق نہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کرامیہ کے اس عقیدہ کو خبیث عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ جس میں کرامیہ روضہ اقدس میں حضور علیہ السلام کے جسد اطہر سے تعلق روح کا انکار کرتے ہوئے آپ کی نبوت کو حکمی قرار دیتے ہیں۔ حقیقی نہیں مانتے۔ (ملاحظہ فرمائیے کتاب (الفصل فی الملل والنحل اردو ج ۱ ص ۱۶۳)) البتہ علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ عام اموات کے ساتھ تعلق ارواح سے انکاری ہیں۔ اسی لئے امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الباری ج ۱ ص ۱۸۲) میں، امام حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے (کتاب الروح ص ۵۹) میں، علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے (شفاء السقام ص ۱۵۰) میں اور علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے (کتاب الروح ص ۴۷) میں ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے اس نظریہ کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نظریہ جمہور ائمہ اہل سنت کے خلاف ہے۔ کیونکہ جمہور اہل سنت قبر کے اندر سوال و جواب کے لئے اعادہ روح کے قائل ہیں اور عذاب و راحت قبر کو جسد مع الروح پر تسلیم کرتے ہیں۔

(اکتیسواں مغالطہ) شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دہلوی اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص ۱۰) پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر کوئی حوالہ دیئے بغیر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ بھی اجساد کے ساتھ تعلق ارواح سے انکاری تھے۔ حالانکہ یہ بھی ایک صریح دھوکہ ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد عبارات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ اجساد کے ساتھ ارواح کے تعلق کا غیر متزلزل عقیدہ رکھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

☆ ...... ''ارواح کا قبر میں مدفون اپنے ابدان کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔'' (تفسیر عزیزی ص ۴۳)

☆ ...... ''روح کا اجزائے بدن کے ساتھ ایک خاص تعلق باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے اس میں ایسا علم و شعور ہوتا ہے

جس سے اسے قبر کی زیارت کرنے والوں اور ان کے احوال سے آگاہی ہوتی ہے۔'' (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۱۰۸)

☆...... ''بالجملہ مردوں کے ادراک وشعور کا انکار اگر کفر نہ ہو تو اس کے الحاد ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں۔'' (ایضاج ۱ ص ۱۸)

☆...... ''قبر میں زندہ کرنا اور مارنا حقیقتاً نہیں ہے بلکہ عکس روح کی شعاع کا بدن پر پڑ کر ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے جس کے ساتھ غذا پانا یا بڑھنا بدن کا نہیں ہوتا کہ معنی حیات کے ثابت ہوں۔'' (تحفہ اثناعشریہ ص ۴۹۱)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کے نزدیک اموات کے ابدان کے ساتھ ان کی ارواح کا تعلق رہتا ہے۔ اس تعلق کی بنا پر ان کے اندر ایسا شعور وادراک موجود ہوتا ہے جس سے وہ قبر پر آنے والے زائر کو پہچانتے ہیں۔ میت کے اندر اس شعور وادراک کا انکار اگر کفر نہیں تو الحاد ضرور ہے۔ البتہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق اتنا کمزور ہوتا ہے کہ اسے دنیا جیسی حیات کا معنی نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ اس میں دنیوی غذا اور جسمانی نشو ونما کی ضرورت وحالت باقی نہیں رہتی۔ البتہ ایسا شعور وادراک باقی رہتا ہے جس سے وہ عذاب وراحت کو محسوس کرتا ہے اور اپنے زائر کو پہچانتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عام اموات کے ساتھ روح کے تعلق کو تسلیم کرتے ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام کے ابدان کے ساتھ ارواح کے تعلق کا انکار کیسے کر سکتے ہیں؟

(بتیسواں مغالطہ) قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص ۱۰) پر ہی حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر کوئی حوالہ دیے بغیر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ بھی اجساد کے ساتھ تعلق ارواح کو نہیں مانتے حالانکہ یہ بھی ایک صریح دھوکہ ہے۔ کیونکہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بصراحت فرماتے ہیں کہ: ''ارواح مومنین کا ٹھکانہ علیین اور ارواح کفار کا ٹھکانہ سجین ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہر روح کا جسم کے ساتھ قبر میں تعلق ہے جس کی وجہ سے وہ لذت یا دکھ محسوس کرتا ہے، زیارت کرنے والوں کا سلام سنتا ہے، نکیرین کا جواب دیتا ہے اور اسی کی مانند اور امور جو کتاب وسنت سے ثابت ہو چکے ہیں۔'' (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۲۵)

اس قدر واضح صراحت کے بعد بھی قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو روح وجسد کے تعلق کا منکر قرار دینا کتنا بڑا دجل اور دھوکہ ہے۔ جب کہ قاضی صاحب ''تذکرۃ الموتی والقبور'' کے نام سے فارسی میں ایک کتاب بھی تالیف فرما چکے ہیں جس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس میں بھی قاضی صاحب نے دوٹوک الفاظ میں ثابت کیا ہے کہ قبر کے اندر بوقت سوال وجواب جسم کی طرف روح کے اعادہ پر احادیث متواترہ دلالت کرتی ہیں اور قبر کا عذاب وراحت روح وجسم دونوں کو ہوتا ہے اور قبر سے مراد یہی ارضی قبر ہے۔

(تینتیسواں مغالطہ) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص ۱۰) پر (فتح الباری ج ۷ ص ۲۸۰) کے حوالے سے امام حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی یہی نقل کیا ہے کہ وہ حیات برزخی مانتے ہیں، یعنی جسم کے ساتھ روح کا تعلق نہیں مانتے۔ حالانکہ یہ بھی ایک صریح دھوکہ ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بعد از وفات حاصل ہونے والی حیات کو حیات برزخی قرار دینے کے باوجود اس میں روح وجسم کا تعلق تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

''جمہور کے مسلک کے مطابق یہ احادیث ثابت ہیں۔ مثلاً یہ کہ مردہ دفن کرنے والوں کی واپسی پر ان کی

جوتیوں کی آواز سنتا ہے اور یہ کہ قبر کی تنگی کی وجہ سے اس کی پسلیاں آر پار ہو جاتی ہیں اور یہ کہ جب اس کو ہتھوڑے سے پیٹا جاتا ہے تو اس کی آواز سنی جاتی ہے اور یہ کہ نکیرین اس کو بٹھاتے ہیں'' وکل ذالک من صفات الاجسام'' اور یہ جملہ امور اجسام کی صفات ہیں۔'' (فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۶)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ برزخ کے اندر جسم وروح کا تعلق تسلیم کرتے ہوئے تنگی وعذاب قبر کا اطلاق جسم مع الروح پر مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲) میں حدیث ''رد اللہ علیَ روحی'' پر وارد ہونے والے اعتراضات کا رد کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ وفات کے بعد دفن ہوتے ہی خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی روح مبارکہ آپ کے جسد اطہر کی طرف لوٹا دی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ حیات ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کے صرف برزخی حیات کے الفاظ سے دھوکہ دینا کتنی بڑی جسارت ہے۔

(چونتیسواں مغالطہ) امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص ۲۶) پر (شرح الصدور ص ۱۰۰) کے حوالے سے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی یہی تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ بھی اجساد کے ساتھ ارواح کا تعلق نہیں مانتے۔ حالانکہ یہ بھی ایک صریح دھوکہ ہے۔ کیونکہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ: ''عذاب قبر کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔ اسی طرح راحت بھی دونوں کو ملتی ہے۔ اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔'' (شرح الصدور ص ۷۶)

اس سے ظاہر ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف برزخ کے اندر روح وجسم کا تعلق مانتے ہیں بلکہ اس تعلق پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق بھی تسلیم کرتے ہیں اور جہاں تک انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا تعلق ہے تو اس پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مستقل رسالہ ''انباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء'' کے نام سے موجود ہے جس میں انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام سے ان کی ارواح کے تعلق، اس تعلق کی بنا پر قبروں میں ان کے نماز پڑھنے اور عندالقبر ان کے سماع کا تذکرہ بصراحت موجود ہے۔ حیرت ہے کہ اس کے باوجود بندیالوی صاحب عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی مذموم کوشش میں مصروف ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں ہدایت بخشے آمین!

(پینتیسواں مغالطہ) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (ص ۲۶) پر (تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۱۱۲) کے حوالے سے امام قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی یہ تاثر دیا ہے کہ وہ بھی برزخ کے اندر اجساد کے ساتھ تعلق ارواح نہیں مانتے اور اس کے لئے بندیالوی صاحب نے دلیل یہ قائم کی ہے کہ شب معراج آنحضرت ﷺ نے جن انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا وہ ان کے مثالی اجساد تھے اور قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہتے ہیں۔ حالانکہ اس سے اجساد کے ساتھ تعلق کی نفی کرنا کہیں بھی ثابت نہیں اور پھر قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ تو قبر کے اندر عام میت کے لئے اعادہ روح کے قائل ہیں۔ جبا کہ وہ اپنی (تفسیر ج ۱ ص ۵۶) میں آیت ''ثم یمیتکم ثم یحییکم'' کے تحت اس کی صراحت فرماتے ہیں۔

(چھتیسواں مغالطہ) علماء دیوبند اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے علماء دیوبند کی تحریرات میں تضاد ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ علماء دیوبند کے اصل عقائد ''المہند علی المفند'' کے خلاف تھے۔ چنانچہ لکھتے

ہیں کہ: ''آیئے اب اکابرین علماء دیوبند میں سے ان چند علماء کرام کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔ جنہوں نے المہند پر دستخط کئے تھے اور اپنی دوسری کتابوں میں المہند کے خلاف لکھا۔'' (ص ۱۲)

اور اکابرین دیوبند کا یہ تضاد ثابت کرنے کے لئے بندیالوی صاحب نے دجل وتلبیس کے جو گل کھلائے ہیں، وہ مماتیوں کے لئے یقیناً نمونہ عبرت ہیں۔ انہوں نے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ اکابرین علماء دیوبند برزخی حیات میں اجسام کے ساتھ تعلق روح تسلیم نہیں کرتے اور اس کے لئے انہوں نے صرف برزخ کے نام سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ برزخ کی کیفیت حیات کے بارے میں علماء دیوبند کا عقیدہ کسی کورچشم سے بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ ہاں کوڑھ مغز کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس کی تفصیلات آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

(سینتیسواں مغالطہ) حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل تین حوالے نقل کئے ہیں:

۱...... اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا۔

۲...... بوقت وفات روح پیغمبر جسد اطہر سے خارج نہیں ہوئی۔

۳...... اور شہداء ومومنین کی ارواح کا بعد موت ان کے ابدان سے تعلق باقی نہیں رہتا۔

پھر ان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''دیکھئے جو افراد دیوبندیت کے اجارہ دار بنے ہوئے ہیں، وہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تینوں باتیں نہیں مانتے۔ پھر بھی وہ دھڑلے سے دیوبندی اور اشاعت التوحید والے دوسری بات نہیں مانتے، پہلی اور تیسری کو تسلیم کرتے ہیں تو وہ دیوبندیت سے خارج۔ آخر کیوں؟ یہ الٹی گنگا کب تک بہتی رہے گی؟'' (ص ۱۲)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ادھوری عبارت اور ان کے اختراعی مفہوم کے حوالے سے بندیالوی صاحب کا مذکورہ دعویٰ سراسر دھوکہ ہے۔ کیونکہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری بات (کہ بوقت وفات انبیاء کرام کے اجسد سے ان کی ارواح کا انقطاع نہیں ہوتا) سے بندیالوی صاحب کو بھی اختلاف ہے اور ہم اسے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا تفرد قرار دیتے ہوئے اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ ہم بھی جمہور اہل سنت کے مسلک کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات انقطاع روح عن الجسد سے ہی مانتے ہیں۔ باقی رہا مسئلہ دیگر دو باتوں کا تو بندیالوی اینڈ کمپنی وہ بھی نہیں مانتی۔ اس کی حقیقت ملاحظہ فرمایئے:

۱...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''گو عقیدہ یہی ہے (کہ وفات انبیاء بغیر انقطاع روح کے ہوتی ہے) اور میں جانتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی رہے گا مگر اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا۔'' (لطائف قاسمی ص ۵)

کیا واقعی بندیالوی صاحب وفات انبیاء کرام کے لئے انقطاع روح یا بغیر انقطاع روح کے عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے خیال نہیں کرتے؟ اگر ایسا نہیں تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بات ماننے کا دعویٰ کس قدر دجل وتلبیس پر مبنی ہے۔

۲...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نبی اور غیر نبی کی موت کا فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بوقت وفات روح پیغمبر کا جسم سے انقطاع نہیں ہوتا۔ شہداء ومومنین وغیرہ کی روحیں جسم سے الگ ہو جاتی ہیں اور بوقت وفات ابدان سے ان کا تعلق باقی نہیں رہتا۔ باقی رہا برزخ میں جسم کے ساتھ تعلق روح کا مسئلہ تو اس بارے میں حضرت

نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "(برزخ میں) روح کا جسم سے تعلق بھی موجود ہے گو ضعیف ہے۔" (جمال قاسمی ص ۱۰)

کیا بندیالوی صاحب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بوقت وفات تو شہداء و مومنین کے اجساد سے ارواح کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ البتہ قبر کے اندر وہ تعلق پھر قائم ہو جاتا ہے گو دنیوی تعلق کی نسبت کمزور ہوتا ہے؟ اگر وہ یہ بات نہیں مانتے اور اسے اپنے عقیدہ کے منافی قرار دیتے ہیں تو پھر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تیسری بات ماننے کا دعویٰ بھی کس قدر مضحکہ خیز ہے۔ البتہ ہم بحمد للہ تعالیٰ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ان دونوں باتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

(اڑتیسواں مغالطہ) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنا ہمنوا ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: "مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان علماء کرام میں شامل ہیں جنہوں نے **المہند** پر دستخط ثبت فرمائے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ان کا نظریہ اور مسلک کیا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تصنیف (اشرف الجواب ج ۲ ص ۱۶۰ طبع دیوبند) میں تحریر فرماتے ہیں: "حدیث میں نص ہے ان نبی اللہ حی یرزق کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق پہنچتا ہے۔ مگر یاد رہے اس حیات سے مراد ناسوتی (دنیوی) نہیں ہے وہ دوسری قسم ہے جس کو حیات برزخی کہتے ہیں۔ تیسرا درجہ سب سے قوی ہے۔ وہ انبیاء کی حیات برزخیہ کا ہے۔" (ص ۱۴)

غور فرمایئے کہ بندیالوی صاحب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریاتی تضاد ثابت کرنے کے لئے انہیں کس حیثیت سے متعارف کرانا چاہتے ہیں۔ یہ اسلاف دشمنی کا بدترین نمونہ ہے۔ لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تضاد ثابت کرنے کے لئے انہوں نے دھوکہ دہی کا جو شرمناک کردار ادا کیا ہے وہ ان کی پوری جماعت کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔ انہوں نے اپنی مذکورہ تحریر میں دو صریح دھوکے دینے کی کوشش کی ہے۔

پہلا یہ کہ وہ اشرف الجواب کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ منشی صوفی علی محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی تالیف ہے جو ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رہنے والے تھے اور حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ انہوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل و ملفوظات میں سے متعدد مضامین جمع کر کے اشرف الجواب کے نام سے مجموعہ تیار کیا۔ یعنی یہ حضرت تھانوی کے ملفوظات و مواعظ کا مجموعہ ہے۔ ان کی اپنی تصنیف نہیں اور اشرف الجواب کے جس مضمون سے بندیالوی صاحب نے حوالہ دیا ہے وہ بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ "الحبور" سے لیا گیا ہے۔

دوسرا یہ کہ انہوں نے حوالہ نقل کرنے میں شعبدہ بازی کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے اور اول و آخر کی مقصدی عبارات کو ہضم کر کے درمیان میں سے ایک عبارت اچک کر انہوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہمنوا ثابت کرنے کا معرکہ سر کر لیا ہے۔ آپ بھی ان کے ہاتھ کی صفائی ملاحظہ فرمالیجئے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا حوالہ اس طرح ہے:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے۔ کیونکہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے۔ بلکہ حضور خود یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔ قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ حدیث میں بھی نص ہے "ان نبی اللہ حی فی قبرہ یرزق" (بندیالوی صاحب یہاں فی قبرہ کے الفاظ بھی بغیر ڈکار کے ہضم کر گئے ہیں جس سے ان کا ہاضمہ بھی قوی معلوم ہوتا ہے اور ان کی دیانت کا پیمانہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ بشیر) کہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کو

رزق پہنچتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ اس حیات سے مراد ناسوتی نہیں ہے (یعنی عالم اجسام والی جس میں انسانی جسم نشو ونما پاتا اور احکامات شرعیہ کا پابند ہوتا ہے۔ جس کی وضاحت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ (المصالح العقلیہ ص ۳۴۴) میں اس طرح فرماتے ہیں کہ دنیا اور برزخ کی حیات کے اندر روح وجسد کے تعلق میں فرق یہ ہے کہ دنیا میں روح جسم کے تابع اور برزخ میں جسم روح کے تابع ہے۔ بشیر) وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں۔ باقی یہ کہ حیات برزخیہ تو سب کو حاصل ہے۔ پھر اس میں نبی کی کیا تخصیص ہے؟ تو اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس کے مختلف مراتب ہیں۔ ایک مرتبہ تو تمام مومنین کو حاصل ہے جس کے ذریعے سے تنعیم قبر کی ہر مسلمان کو حس ہوگی۔ دوسری حیات شہداء کی ہے جو تمام مومنین کی حیات برزخیہ سے اقویٰ ہوگی۔ عام مومنین کی حیات برزخیہ بہ نسبت شہید کے کمزور ہوتی ہے۔ اگرچہ اس حیات ناسوتیہ سے وہ بدرجہا اعلیٰ ہو۔ پس یہ کوئی نہ سمجھے کہ عام مومنین کی حیات برزخیہ حیات دنیویہ سے کمزور ہوگی اور حیات شہداء کے اقویٰ ہونے کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ زمین اس کی لاش کو نہیں کھا سکتی۔ تیسرا درجہ جو سب سے قوی ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ کا ہے کہ وہ شہید کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا ایک اثر تو محسوس ہے اور وہ وہی ہے جو شہید کے لئے ہے کہ ان کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھا سکتی۔

حدیث میں ہے ''حرّم اللہ اجساد الانبیاء علی الارض'' اور دوسرا اثر محسوس تو نہیں مگر منصوص ہے اور وہ حرمت نکاح ازواج انبیاء علیہم السلام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج مطہرات سے بعد ان کے وصال کے کسی امتی کا نکاح جائز نہیں۔ نیز انبیاء علیہم السلام کی میراث ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتی۔ بہرحال یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔'' (ص ۲۵۰ تا ۲۵۳)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے اس طویل اقتباس کو ملاحظہ فرمایئے اور بندیالوی صاحب کے دجل وتلبیس کی داد دیجئے کہ وہ کس طرح روز روشن کی سے زیادہ واضح وآشکار حقیقت کو کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرکے جھٹلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارا بندیالوی صاحب سے سوال ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کا مذکورہ اقتباس ''المہند علی المفند'' کے موافق ہے یا مخالف؟ اور اس سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کا تضاد ثابت ہوتا ہے یا آپ کا فراڈ؟ ہم فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں۔

حسرت ٹپک رہی ہے رخ نامراد پر ۔۔۔ یہ کون جارہا ہے تمنا لئے ہوئے

(انتالیسواں مغالطہ) مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ کا نظریاتی تضاد ثابت کرکے انہیں بھی اپنا ہم نوا ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ ان علماء کرام میں شامل ہیں جن کے دستخط المہند میں موجود ہیں۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ کی تائیدی دستخط والی عبارت معتبر ہوگی یا ان کا تحریر کردہ فتویٰ قابل اعتماد ہوگا؟'' (ص ۱۳)

بندیالوی صاحب کی بے چارگی اور لاچاری کا عالم یہ ہے کہ وہ اپنی بے جاہٹ دھرمی پر قائم رہنے اور اپنے اختراعی عقیدہ کو بچانے کے لئے اکابر کا علمی وتحقیقی تقدس پامال کرنے، انہیں بالجبر اپنا ہم نوا بنانے کے لئے ان پر منافقت وابن الوقتی کا الزام دھرنے اور اپنی انانیت کی تسکین کے لئے ان کے خلوص وایثار کے گریبانوں سے کھیلنے تک پر آمادہ ہیں۔ ان کا مذکورہ اقتباس پھر پڑھیے اور فیصلہ کیجئے کہ ان کے شریر وگستاخ قلم کی جولانیاں کیا گل کھلا رہی ہیں؟

لیکن ہمارے خیال میں اس میں بندیالوی صاحب کا بھی کوئی قصور نہیں۔ کیونکہ انہوں نے جب دیکھا کہ مفتی کفایت اللہ صاحب کے تلمذ پہ ناز اور فخر کرنے والے ان کے مایہ ناز شاگرد مولانا محمد حسین نیلوی صاحب کو ہی "المہند" پر اپنے استاد محترم کے تائیدی دستخط پر اعتماد نہیں تو انہیں بھی ان کے خلاف اپنے بے باک قلم کی جولانیاں دکھانے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ انہوں نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نظریاتی تضاد ثابت کرنے کے لئے ان کے پانچ فتوے نقل کئے ہیں:

پہلا فتویٰ

اندرونی ٹائٹل پر بغیر کسی حوالہ کے جس میں کہا گیا ہے کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ مردہ دفن کیا ہوا انہی آنکھوں اور انہی کانوں کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے، اس کا اعتقاد صحیح نہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے یہ فتویٰ میڈ ان سرگودھا ہے جو جامعہ ضیاء العلوم میں دو نمبر مال تیار کرنے والے فنی ماہرین کا تراشیدہ ہے۔ حالانکہ میت کے اپنے زائر کو پہچاننے اور اس کا سلام سننے پر جمہور اہل سنت متفق ہیں۔ کیا بندیالوی صاحب اس فتویٰ کا کوئی ٹھوس حوالہ پیش کر سکتے ہیں؟ اور اگر پیش کر سکیں تو پھر اپنے استاذ الاستاذ حضرت مولانا حسین علی صاحب نور اللہ مرقدہ پر یہ فتویٰ دے سکیں گے کہ ان کا اعتقاد صحیح نہیں تھا اور ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ ان کا اس بارہ میں عقیدہ گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔

دوسرا فتویٰ

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۶۸) کے حوالے سے ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کی زندگی دنیاوی نہیں برزخی ہے، شہداء کی زندگی ان سے نیچے درجہ کی ہے۔ دنیا کے اعتبار سے یہ سب اموات میں داخل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس سے کس بدبخت کو انکار ہے؟ نہ کوئی انبیاء کرام علیہم السلام کی موت سے انکاری ہے اور نہ برزخ کے اندر ان کی ایسی زندگی کا اقراری ہے جس سے جسمانی نشوونما اور احکامات شرعیہ جیسے لوازمات دنیویہ لازم آتے ہوں اور یہی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کا مقصود و مفہوم ہے۔ اس سے نہ تو اجساد کے ساتھ تعلق ارواح کی نفی ثابت ہوتی ہے اور نہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعلق ارواح سے انکاری ہیں جیسا کہ آئندہ سطور میں ان شاء اللہ العزیز! اس کی صراحت و وضاحت آ رہی ہے۔

تیسرا فتویٰ

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۷۷) کے حوالے سے ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء و شہداء کی زندگیاں دنیا کی زندگی سے علیحدہ ہیں۔ اس سے بھی کسی کو انکار نہیں جب کہ اس کی وجہ فتویٰ کے آخر میں بھی بایں الفاظ مذکور ہے کہ دنیا کی زندگی کے لوازم ان میں نہیں پائے جاتے اور دنیوی زندگی کے بنیادی لوازمات تین ہی ہیں۔ جسمانی نشوونما، اسلامی احکامات کی پابندی اور معاشرتی حقوق و فرائض کی ادائیگی اور برزخی حیات میں یہ تینوں موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا اس اعتبار سے وہ واقعی دنیوی زندگی سے الگ ہے۔ لیکن اس سے کسی صورت بھی جسم و روح کے درمیان عدم تعلق ثابت نہیں ہوتا۔

چوتھا فتویٰ

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۷۷) کے حوالے سے ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر پوری کر کے وفات پائی۔ آپ کی حیات کا یہ مطلب نہیں کہ آپ پر موت طبعی وارد نہیں ہوئی اور جیسے آپ زندہ تھے۔ اسی طرح

اب بھی زندہ ہیں۔ ظاہر ہے اس سے بھی کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ کوئی بھی آپ کی موجودہ زندگی کو دنیوی زندگی کا تسلسل نہیں مانتا۔ سب اسے وفات کے بعد کی زندگی مانتے ہیں۔ لہٰذا بندیالوی صاحب کی یہ دلیل بھی دعویٰ سے مطابقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس سے بھی روح کا جسم سے عدم تعلق ثابت نہیں ہوتا۔

پانچواں فتویٰ

(مسالک العلماء ص ۱۴۸) مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور تسکین الصدور (ص ۲۷۶) کے حوالے سے ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات برزخی کی کیفیت خدا ہی جانتا ہے۔ لیکن اسے حیات دنیوی کہنا خلاف اہل سنت والجماعت ہے۔ اس فتویٰ کے بارے میں ہم چند چیزیں عرض کرنی چاہیں گے:

۱...... یہ فتویٰ بندیالوی صاحب کے والد محترم مولانا محمد امیر صاحب بندیالوی کی طرف سے رسائل اور علماء کو جاری کیا گیا جیسا کہ مولانا قاضی شمس الدین مرحوم نے مسالک العلماء میں یہ فتویٰ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی اصل مولوی محمد امیر صاحب بندیالوی کے پاس ہے۔ جب یہ فتویٰ بندیالوی صاحب کے گھر میں موجود تھا اور انہی کے والد محترم کی کاوشوں کا نتیجہ تھا تو خدا معلوم انہیں اس کا حوالہ دینے کے لئے مسالک العلماء اور تسکین الصدور کا سہارا لینے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ شاید وہ اس معاملہ میں اپنے والد محترم پر بھی اعتماد نہ کرتے ہوں اور اپنے حوالہ کو مستند کرنے کے لئے انہیں کسی مستند کتاب کی ضرورت ہو اور تسکین الصدور سے بڑھ کر اور کون سے کتاب مستند ہوسکتی تھی؟

۲...... اور پھر تسکین الصدور کا حوالہ دینے میں بھی انہوں نے تکلف ہی برتا ہے۔ کیونکہ صاحب تسکین نے یہ حوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جنوری ۱۹۶۰ء سے نقل کیا ہے۔ اس سے غلط نتیجہ اخذ کرنے والے منکرین حیات کا جواب دینے کے لئے۔ چنانچہ شیخ مدظلہ فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب کے فتویٰ میں حیات دنیوی سے مراد دنیوی ظاہری ہے اور اس کا قائل واقعی اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ کیونکہ اہل سنت والجماعت اس حیات کو دنیوی برزخی مانتے ہیں اور شیخ نے بطور ثبوت اس وقت کے تعلیم القرآن مدیر سید سجاد بخاری صاحب کا اسی مذکورہ فتویٰ کے حاشیہ میں دیا ہوا یہ نوٹ بھی نقل فرمادیا کہ شاید یہ حیات دنیوی ظاہری کی طرف اشارہ ہو۔ لیکن حیرت ہے کہ بندیالوی صاحب نے مذکورہ فتویٰ کا حوالہ دینے کے لئے اپنے رسالہ ''تعلیم القرآن'' پر بھی اعتماد نہیں کیا اور انہیں اس مسئلہ کے لئے قابل اعتماد کتاب صرف تسکین الصدور ہی نظر آئی۔ لیکن جب صاحب تسکین کا مسلک و مؤقف سمجھنے کے لئے تسکین الصدور کی ضرورت تھی تو بندیالوی صاحب تقریباً ساڑھے چار سو صفحات کی اس کتاب کو چھوڑ کر احسن الکلام کی چار سطری مجمل عبارت کی حاشیہ نشینی کرنے بیٹھ گئے۔ (اس کی تفصیلات آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ گویا: وہ ناداں گر گیا سجدے میں جب وقت قیام آیا!

۳...... مسالک العلماء کا حوالہ دینے میں بھی بندیالوی صاحب نے اپنے شیخ الحدیث مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے انصاف کا برتاؤ نہیں کیا (شاید ان پر بھی بندیالوی صاحب کے اعتماد میں کمی واقع ہوگئی ہو) کیونکہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو فتوے اکٹھے نقل فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک فتویٰ تو بندیالوی صاحب نے نقل کردیا لیکن دوسرا فتویٰ بھاری تھا۔ نحیف و کمزور بندیالوی صاحب اس کا بوجھ برداشت نہ کرسکے اور بھاری بھی صرف اس کا سر ہی تھا۔ باقی تو سارا ہلکا پھلکا ہی تھا۔ وہ سر کیا تھا؟ آپ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کا ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں، درست نہیں۔'' (مسالک العلماء ص ۱۴۷)

حیات و سماع انبیاء کے عقیدہ کا یہی وہ بوجھ تھا جو قاضی صاحب مرحوم نے اٹھالیا لیکن بندیلوی صاحب ہمت ہار گئے۔ بس اپنے اپنے ظرف، اپنے اپنے حوصلے اور اپنی اپنی دیانت کی بات ہوتی ہے۔

۴...... بندیالوی صاحب نے یہ فتویٰ تو نقل کر دیا کہ حیات دنیوی کا قائل اہل السنت والجماعت سے خارج ہے۔ لیکن یہاں بھی وہ ڈنڈی (بلکہ ڈنڈا) مارنے سے باز نہیں آئے۔ کیونکہ جس تسکین الصدور کے حوالے سے انہوں نے یہ فتویٰ نقل کیا ہے اسی تسکین الصدور کے اسی فتویٰ والے صفحے پر ہی بندیالوی صاحب کی جماعت جمعیۃ اشاعت التوحید کا یہ فیصلہ و فتویٰ بھی مذکور ہے (جو تعلیم القرآن کے اسی شمارہ جنوری ۱۹۶۰ء سے نقل کیا گیا ہے جس میں مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ درج ہے کہ: ''اور اس عالم سے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ کو عالم برزخ میں مثل شہداء بلکہ شہداء سے بھی اعلیٰ وارفع حیات برزخیہ عطا فرمائی گئی۔ وہ حیات دنیویہ نہیں بلکہ اس سے بدرجہا اعلیٰ وارفع وافضل حیات برزخیہ ہے نہ کہ حیات دنیویہ لیکن اگر کوئی اس حیات کو دنیوی کے نام سے تعبیر کرے اور آپ کی حیات برزخیہ سے بھی انکار نہ کرے تو اس کو جماعت اہل سنت سے خارج نہیں کرنا چاہئے۔''

اس فتویٰ پر جمعیۃ اشاعت التوحید کے پچاس علماء کے دستخط ہیں جن میں بندیالوی صاحب کے والد محترم مولانا محمد امیر بندیالوی بھی شامل ہیں۔ باقی معروف ناموں کا ذکر گزشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔ بندیالوی صاحب سے اب ہمارا سوال یہ ہے کہ وہ ان میں سے کس فتویٰ سے اتفاق کرتے ہیں؟ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ سے یا اپنی جماعت کے اجماعی فتویٰ سے؟ باقی جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہمارے نزدیک مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ان لوگوں کے لئے ہے جو برزخ کی حیات میں معاشرت دنیوی کے قائل ہیں اور الحمدللہ وہ علماء دیوبند ہرگز نہیں۔

۵...... اس مقام پر ہم بحث کے اس پہلو کو بھی تشنہ چھوڑنا نہیں چاہتے کہ اس باب میں مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا عقیدہ کیا ہے؟ عام اموات کے عدم سماع کا نظریہ رکھنے کے باوجود اموات کے ساتھ تعلق ارواح اور حیات و سماع انبیاء جیسے بنیادی و اصولی مسائل میں وہ دیگر علماء دیوبند کے ساتھ پوری طرح متفق ہیں جس کا سب سے بڑا ثبوت مسلک دیوبند کی اجماعی دستاویز ''المہند علی المفند'' پر ان کے دستخط ہیں اور سماع انبیاء کے بارے میں ان کا نظریہ و عقیدہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے جب کہ عام اموات کی حیات برزخی کے بارے میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کر سکے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۹۶)

یعنی عام اموات کے ساتھ بھی وہ روح کا ایسا تعلق مانتے ہیں جس سے وہ عذاب و راحت کو محسوس کر سکیں۔ باقی رہی حیات انبیاء کی برزخی کیفیت تو اس کے بارے میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اس خیال اور اعتقاد سے ندا کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے، اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔ اوّل یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ کی روح مبارک کا مجلس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقہ سے؟ اگر مفارقت

کر کے مانا جائے تو آپ کا قبر مبارک میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے، باعث توہین ہے نہ کہ موجب تعظیم۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰)

اس واضح حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجساد انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا تعلق نہ صرف مانتے ہیں بلکہ اس سے انکار کو توہین نبوت پر محمول فرماتے ہیں۔ یہاں بندیالوی صاحب کے دو دھوکے پوری طرح آشکارا ہو گئے۔ پہلا یہ کہ انہوں نے المہند علی المفند اور کفایت المفتی کے حوالے سے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس میں وہ بری طرح ناکام رہے۔ کیونکہ ثابت ہو چکا کہ دونوں کے اندر کوئی فرق اور تضاد نہیں۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ زمینی گڑھے کو قبر نہیں مانتے (اس کی مزید تفصیلات ان شاء اللہ آگے آ رہی ہیں) مذکورہ حوالے سے ثابت ہو گیا کہ بندیالوی صاحب کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کیونکہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ زمینی قبر کو ہی قبر تسلیم کرتے ہیں اور اسی میں مدفون جسم کے ساتھ روح کا تعلق مانتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کے بعض مجمل اور بعض جعلی فتوؤں سے عوام کو دھوکہ دینا اپنی آخرت خراب کرنے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے؟

(چالیسواں مغالطہ) مفتی سید مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے ماہنامہ تعلیم القرآن اپریل ۱۹۵۸ء کے حوالے سے سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جناب علامہ عنایت اللہ گجراتی نے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے اساتذہ میں بھی مفتی صاحب کا نام لکھا ہے) کے بارے میں بھی یہی تاثر دیا ہے کہ وہ بھی برزخ کی کیفیت حیات میں ان کے ہم نوا ہیں اور یہ تاثر انہوں نے مفتی صاحب کے فتویٰ میں منقول حیات برزخی کے الفاظ سے اجتہادی طور پر قائم کر لیا ہے۔

جب کہ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار پر پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ و روحہ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، خارج اہل السنت والجماعت ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔'' (بحوالہ تسکین الصدور ص ۵۰)

غور فرمایئے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہ صرف حیات جسمانی اور عند القبر سماع کے قائل ہیں بلکہ اس عقیدہ کے مخالفین کو بدعتی اور اہل سنت سے خارج قرار دے کر ان کے پیچھے نماز کے مکروہ تحریمی ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں اور بندیالوی صاحب پھر بھی بزور قلم انہیں اپنا ہم نوا ثابت کرنے کی فکر میں ہیں۔ ہم اس پر اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ:

آنکھیں کھلیں تو تم کو بھی حاصل ہو کچھ نمود کیا پاؤ گے رہے جو یونہی محو خواب میں

نوٹ: تسکین الصدور پر بھی مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جاندار تقریظ موجود ہے۔ بندیالوی صاحب وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

(اکتالیسواں مغالطہ) علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۴۰) کے حوالے سے شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی

کے بارے میں بھی یہی تاثر دیا ہے کہ وہ بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مثالیہ میں حیات مانتے ہیں نہ کہ اجساد دنیویہ میں۔ حالانکہ یہ بھی ایک صریح دھوکہ ہے۔ کیونکہ علامہ عثانی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ: ''وفات کے بعد آنحضرت ﷺ کی روح مقدسہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ارواح کے ساتھ استقرار پذیر ہے۔ لیکن اس سے آپ کے اپنی قبر شریف میں زندہ نہ ہونے کا وہم نہ کیا جائے۔ کیونکہ آپ کی روح اقدس بدن مبارک پر اپنا اثر ڈال رہی ہے۔ اس کی روشنی بدن مبارک پر پڑ رہی ہے اور اس کا بدن اطہر کے ساتھ تعلق ہے اور جب بھی کوئی مسلمان آپ پر سلام عرض کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو آپ کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے اور اس کے باوجود آپ اعلیٰ علیین سے جدا نہیں ہوتے۔'' (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۲۱)

علامہ عثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واضح فرمان اس حقیقت کو پوری طرح بے نقاب کر رہا ہے کہ وہ برزخ کے اندر آنحضرت ﷺ کی جسمانی حیات کے قائل ہیں، روح کو اعلیٰ علیین میں تسلیم کرنے کے باوجود جسد اطہر کے ساتھ اس کا تعلق مانتے ہیں اور عند القبر آپ کے سماع کا عقیدہ رکھتے ہیں اور صرف آپ کے سماع کا نہیں بلکہ عام اموات کے سماع کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔

جیسا کہ فرماتے ہیں کہ ''درست بات یہ ہے کہ مردہ مطلقاً خطاب کا اہل ہے۔ کیونکہ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جو شخص بھی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اسے سلام کہتا ہے تو مردہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے؟'' (ایضاً ج ۲ ص ۵۰۸)

بندیالوی صاحب علامہ عثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کو ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ انہوں نے علامہ عثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مجمل عبارت پر مغالطہ کی جو دنیا آباد کرنے کی کوشش کی ہے اس کی واقعاتی حقیقت کیا ہے؟

(بیالیسواں مغالطہ) مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۳۹۷) کے حوالے سے حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ بھی برزخ کی کیفیت حیات میں ان کے ہم نوا ہیں۔ حالانکہ بندیالوی صاحب نے مفتی صاحب کا جو فتویٰ نقل کیا ہے اس میں حیات دنیوی ظاہری کی نفی ہے اور اس کا قائل اہل سنت میں سے کوئی بھی نہیں اور پھر بندیالوی صاحب نے اسی فتویٰ کی آخری عبارت نقل کرنے میں روایتی بخل سے کام لیا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ: ''اس مسئلہ کی پوری تحقیق آب حیات مصنفہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے۔ اس کو دیکھ لیں۔'' (ایضاً ص ۳۷۹)

بندیالوی صاحب کو چونکہ معلوم تھا کہ ''آب حیات'' میں کیا ہے، اس لئے وہ اس عبارت کو بلا ڈکار ہضم کر گئے۔ باقی جہاں تک عالم برزخ کی کیفیت حیات کا تعلق ہے تو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ المہند پر تائیدی دستخط فرما کر اپنے عقیدہ کی وضاحت فرما چکے ہیں۔ اس کے علاوہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک فتویٰ میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''(۱) قبر میں روح کا تعلق رہتا ہے اور مستقر اس کا علیین یا سجین ہے۔ (۲) عذاب روح پر مع جسم کے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر احادیث سے ثابت ہے۔'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۲۷)

جناب بندیالوی! کیا اس کے بعد بھی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اس الزام کی کوئی اخلاقی حیثیت باقی رہ جاتی ہے کہ وہ برزخ کی کیفیت حیات میں آپ کے ہم نوا ہیں؟ آخر کچھ تو خوف خدا اور فکر آخرت چاہئے۔

(تینتالیسواں مغالطہ) مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہمنوا ثابت کرنے کے لئے ان کے دو فتوے نقل کئے ہیں اور دونوں کے اندر انہوں نے اپنی فطری دھوکہ دہی کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔

پہلا فتویٰ

انہوں نے (ص ۱۵) پر نقل کیا ہے جس میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حیات دنیوی ظاہری کا تو دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں۔ قرآن پاک کی اتنی صریح مخالفت کون مسلمان کر سکتا ہے؟ جو بھی قائل ہیں، حیات برزخی ہی کے قائل ہیں۔

بندیالوی صاحب نے مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ تو نقل کر دیا لیکن اس فتویٰ سے منکرین حیات کی طرف سے خود ساختہ مقاصد حاصل کرنے کی مذموم کوشش کے جواب میں مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جو وضاحتی فتویٰ جاری ہوا۔ اسے نقل کرنے کا حوصلہ نہ کر سکے۔ چنانچہ جب منکرین حیات نے مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ فتویٰ کی بنیاد پر یہ پراپیگنڈہ شروع کیا کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی برزخ کے اندر انبیاء کرام علیہم السلام حیات کے منکر ہیں تو اس پراپیگنڈہ کے رد میں مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک استفتاء کے جواب میں درج ذیل فتویٰ جاری فرمایا کہ:

"جمہور امت کا عقیدہ اس مسئلے میں یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے۔ جمہور امت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرا اور سب بزرگان دیوبند کا ہے۔ میرے سابقہ فتویٰ سے حیات جسمانی کے انکار پر سند پکڑنا صریح ظلم اور میرے کلام کی تحریف ہے۔" (حوالہ ہدایۃ الحیران طبع جدید ص ۹۳ تا ۹۵)

کیوں بندیالوی صاحب؟ مفتی اعظم کے اس وضاحتی فتویٰ کے بعد بھی ان کے سابقہ فتویٰ سے خود ساختہ مفہوم اخذ کرنا ظلم در ظلم اور کھلی بد دیانتی و ڈھٹائی نہیں؟

دوسرا فتویٰ

بندیالوی صاحب نے اپنے رسالے کے ٹائٹل کے آخری صفحے پر نقل کیا ہے جس کا سوال یہ ہے کہ زید کہتا ہے سید عنایت اللہ شاہ گجراتی اور مولانا غلام اللہ خان حیات النبی کے منکر ہیں۔ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، کیا یہ درست ہے؟ تو جواب میں کہا گیا کہ یہ سب غلو ہے، نماز ان کے پیچھے بلا کراہت ہو جاتی ہے۔ اس فتویٰ کی نہ ہمیں اصل مل سکی ہے اور نہ حوالہ دستیاب ہو سکا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر یہ فتویٰ جعلی نہیں تو غلط فہمی پر مبنی ضرور ہے۔ کیونکہ ہمارے بعض اکابر سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب کے بارے میں ایک طویل عرصہ تک اس غلط فہمی کا شکار رہے ہیں کہ وہ نہ تو مطلقاً حیات انبیاء کے منکر ہیں اور نہ کلیۃً ان کے سماع کے بلکہ صرف اس کے دوام کے قائل نہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب کی مسجد (گجرات) کے ایک سابق مدرس قاری نور محمد امیٔ نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا ایک مکتوب شائع کیا ہے۔ جس میں حضرت حکیم الاسلام فرماتے ہیں کہ:

''جہاں تک سید صاحب ممدوح مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے بارے میں میرا علم ہے وہ یہ ہے کہ وہ وفات نبوی کے بعد برزخ میں نفس حیات کے منکر نہیں۔ حتیٰ کہ جسمانی طور پر بھی حیات کے قائل ہیں۔ تفصیلات میں البتہ اختلاف ہے حتیٰ کہ قبر مبارک پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے والوں کے سماع صلوٰۃ وسلام کے بھی وہ کلیۃً منکر نہیں، البتہ ہمیشہ کے قائل نہیں۔'' (عقیدہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری ص ۶)

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے بارے میں اسی قسم کی غلط فہمی کا شکار رہے اور انہیں مولانا غلام اللہ خان مرحوم پر ہی قیام کر کے نرمی کا معاملہ کرتے رہے۔ لیکن جب شخصیات کی بجائے نظریات کے حوالے سے حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا گیا کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے جسد عنصری اسمیں شامل نہیں ہوتا اور انبیاء کرام علیہم السلام کا عند القبر سماع ثابت نہیں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مذکورہ بالا بیان اگر صحیح ہے اور پیش امام صاحب کا یہی عقیدہ ہے جو سطور بالا میں تحریر کیا گیا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ جب تک وہ اپنے اس عقیدہ سے توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ واللہ اعلم'' (بحوالہ ہدایۃ الحیران طبع جدید ص ۸۸)

اس فتویٰ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو یقین نہیں آ رہا کہ اہل سنت اور مسلک دیوبند سے نسبت رکھنے والے کسی شخص کا یہ عقیدہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ حیات وسماع انبیاء کا منکر ہو اور پھر یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مفتی اعظم کے یہ دونوں فتوے ایک ہی سن یعنی ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء کے ہیں۔ ان فتوؤں سے ہٹ کر ہم بندیالوی صاحب کو مشورہ دیں گے کہ وہ مفتی اعظم کو اپنا ہم نوا قرار دینے سے قبل اس حقیقت کو پیش نظر رکھیں کہ المہند کی طبع جدید پر بھی مفتی اعظم کی تائید موجود ہے اور تسکین الصدور پر بھی ان کی تقریظ ثبت ہے اور اس تحریر پر بھی مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط موجود ہیں۔ جس میں منکرین حیات کو دیوبندیت سے خارج قرار دیا گیا ہے اور تفسیر معارف القرآن کے متعدد مقامات پر بھی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت مذکور ہے۔ کیا اس کے باوجود وہ آپ کے ہم نوا ہیں؟

(چوالیسواں مغالطہ) علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حیات برزخی

بندیالوی صاحب نے (اعلاء السنن ج ۱۷ ص ۲۷۲) کے حوالے سے حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی ہی تاثر دیا ہے کہ وہ بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیوی کے منکر اور حیات برزخی کے قائل ہیں۔ یہ حوالہ بھی بندیالوی صاحب کو مفید نہیں۔ کیونکہ اس میں جسم کے ساتھ روح کے عدم تعلق کا اشارہ تک بھی موجود نہیں اور نہ اس میں جسمانی حیات کی نفی مذکور ہے۔ جب کہ اس کے برعکس علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ: ''جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی قبر شریف میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے، اس کا دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے فارغ اور اس کی عقل بصیرت سے خالی ہے۔'' (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۹)

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ صاف لفظوں میں قبر کی حیات کا اقرار فرما رہے ہیں اور قبر ہی کی حیات جسمانی ہے۔ اپنے ایک فتویٰ میں قبر کی اس جسمانی حیات کی کیفیت پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''بہر حال صحیح مسلک اہل حق کا یہی ہے کہ قبر میں روح مع الجسد کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ گو ہیئت ترکیبی باقی نہ رہے جس پر روایات اور سلف کے اقوال کثیرہ شاہد ہیں۔'' (بحوالہ ہدایۃ الحیران ص ۸۹)

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس واضح فتویٰ کے ساتھ ساتھ بندیالوی صاحب کو یہ حقیقت بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ المہند کی طبع جدید اور تسکین الصدور پر بھی علامہ عثمانی کی تائید و تقریظ موجود ہے اور اس تحریر پر بھی ان کے دستخط ثبت ہیں جو منکرین حیات کو دیوبندیت سے خارج قرار دینے کے لئے ''متفقہ فیصلہ'' کے نام سے شائع ہوئی۔

(پینتالیسواں مغالطہ) مولانا محمد سرفراز اور علامہ خالد محمود کا نظریہ

بندیالوی صاحب نے امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی کتاب ''احسن الکلام'' کی اس چارسطری عبارت پر کہ ارواح انبیاء آسمانوں پر ہیں، اپنا اختراعی حاشیہ چڑھاتے ہوئے بانگ دہل یہ فیصلہ سنادیا کہ وہ زمینی قبروں میں ارواح کا تعلق نہیں مانتے۔ حالانکہ زمینی قبروں میں تعلق ارواح کی نفی بندیالوی صاحب کا حضرت شیخ پر صریح افتراء ہے۔ کیونکہ حضرت شیخ کے عقیدہ کی وضاحت تسکین الصدور، سماع الموتی، الشہاب المبین اور المسلک المنصور میں واضح طور پر موجود ہے۔ اسی طرح بندیالوی صاحب نے مفکر اسلام حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ کی سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتاب ''مقام حیات'' کو نظرانداز کرتے ہوئے ان کی ایک مجمل عبارت پر یہ فیصلہ صادر فرمادیا کہ وہ بھی برزخ کی حیات جسمانی کے منکر ہیں۔ دراصل اسلاف دشمنی اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں بندیالوی صاحب کی حالت اس مفتور العقل کی سی ہو چکی ہے جو دوپہر کی دھوپ میں سورج کے سامنے کھڑا ہو کر لوگوں سے پوچھا پھرے: ''اوئے سورج کدوں چڑھنا ہے؟''

اور لائن بدل گئی

قارئین محترم! آپ ملاحظہ فرما چکے کہ بندیالوی صاحب نے لفظ برزخ اور مقام ارواح کے حوالے سے اسلاف امت کی ادھوری عبارات پر فریب دفراڈ کی جو دنیا آباد کرنے کی کوشش کی۔ اس کی حقیقت حسن بن صباح کی خیالی جنت سے قطعی مختلف ثابت نہ ہوئی۔ بندیالوی صاحب خود بھی اپنے اس بے بنیاد اور خلاف واقعہ طرز استدلال کی حقیقت سے واقف تھے کہ محض لفظ برزخ سے جسم وروح کا عدم تعلق ثابت کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ کیونکہ تمام اکابر قبور کے اندر روح وجسد کے تعلق پر متفق ہیں۔ لہٰذا انہوں نے سرے سے زمینی قبر کے قبر ہونے سے ہی انکار کردیا۔ یعنی نہ رہے بانس نہ بجے بانسری!

(چھیالیسواں مغالطہ) علماء دیوبند اور مفہوم قبر

قبر ایک منصوص شرعی اصطلاح ہے قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں اس کا اطلاق اس گڑھے پر ہوتا ہے جس میں میت دفن کی جاتی ہے۔ جمہور اہل سنت کے نزدیک عذاب وراحت قبر کی جملہ روایات اسی زمینی قبر سے متعلق ہیں۔ البتہ مجازی طور پر اس کا اطلاق مقام ارواح (یعنی علیین وسجین) پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن بعض ائمہ اہل سنت کے نزدیک حقیقی قبر مقام ارواح ہے اور مجازاً اس کا اطلاق ارضی قبر پر بھی ہوتا ہے۔ گویا یہ صرف ایک لفظی نزاع ہے ورنہ دونوں کے نزدیک قبر اس عالم برزخ کا نام ہے جہاں میت کے روح وجسم دونوں قرار پذیر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ائمہ عذاب وراحت کے مسئلے میں جسم وروح کے تعلق پر متفق ہیں۔ لیکن بندیالوی صاحب اور ان کے ہمنوا قرآن قرآن کی رٹ لگا کر تفسیر بالرائے کے ذریعہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق احادیث صحیحہ اور اجماع امت کو جھٹلانے پر مصر ہیں اور دوسری طرف مفہوم قبر کے بارے میں قرآن پاک کی واضح آٹھ آیات کو (جن میں واضح طور پر زمینی قبر کو ہی قبر قرار دیا

گیا ہے) بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ گویا ان کا قرآنی استدلال بھی یک طرفہ ہے جو کسی ضابطہ اور اصول کا پابند نہیں اور ذخیرہ احادیث میں بھی قبر کا مفہوم زمینی قبر ہی سے متعلق ہے۔ لیکن بندیالوی گروہ کی ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ حیات النبی ﷺ وغیرہ مسائل میں جن اکابر کی تحقیقات کو قول قولیاں قرار دے کر ان کا تمسخر اڑاتے ہیں، قبر کے بارے میں انہی اکابر کی ادھوری عبارات کو اپنے خود ساختہ مفہوم کے ساتھ قرآن کے واضح مفہوم کے مقابل پیش کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ آیئے ان اکابر کی عبارات کے حوالے سے بندیالوی صاحب کی دھوکہ دہی کا جائزہ لے لیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفہوم قبر

بندیالوی صاحب ایک طرف حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا المہند کے حوالے سے تضاد اور دوغلا پن ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! اور دوسری طرف ان کی بعض عبارات سے استدلال بھی کر رہے ہیں کہ وہ زمینی قبر کو قبر نہیں مانتے۔ حالانکہ ہم گزشتہ سطور میں تفصیلاً بیان کر چکے ہیں کہ بندیالوی صاحب نے اشرف الجواب کا حوالہ نقل کرنے میں صریح بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ حوالہ دوبارہ ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ زمینی قبر کے قبر ہونے کا انکار نہیں فرماتے بلکہ قبر کا وسیع تر مفہوم عالم برزخ لیتے ہیں تاکہ روح و جسد کا باہمی تعلق ثابت رہ سکے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے انسان کو بدن اور نفس سے مرکب کیا اور دنیا کے احکام بدنوں پر ٹھہرائے اور روحوں کو بدنوں کے تابع کیا اور برزخ کے احکام روحوں پر ٹھہرائے اور جسموں کو روح کے تابع کیا۔ قبر یعنی عالم برزخ میں جسم دکھوں اور سکھوں میں روح کے تابع ہوتا ہے۔'' (المصالح العقلیہ ص ۳۴۴) ''غرض روح کا تعلق قبر کے ساتھ ضرور ہوتا ہے اسی طرح بدن بلاشبہ مرنے کے بعد اجزائے بدن سے بھی روح کا تعلق رہتا ہے، خواہ کسی کو قبر میں دفن کریں خواہ جلا دیں، خواہ وہ ڈوب جائے، ذرہ ذرہ کے ساتھ روح کا تعلق (بالاتر از فہم) رہتا ہے۔'' (ایضاً ص ۳۵۶)

جناب بندیالوی صاحب! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھئے کہ وہ قبر اس عالم برزخ کو قرار دے رہے ہیں جہاں جسم بھی ہے، روح بھی اور ان دونوں کا باہمی تعلق بھی۔ کیا اب بھی آپ فریب و فراڈ کی دنیا سے نہ نکلیں گے؟

مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مفہوم قبر

بندیالوی صاحب نے زمینی قبر کے قبر ہونے کا انکار کرنے کے لئے دوسرا حوالہ مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کیا ہے اور حوالہ پیش کرنے میں بھی صریح بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ یہ حوالہ اس طرح ہے کہ ''قبر سے مراد زمین کا گڑھا (ہی) نہیں بلکہ موت کے بعد آخرت سے پہلے کا زمانہ (مراد) ہے۔'' (جواہر الایمان ص ۸)

بندیالوی صاحب ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے عبارت کے بین القوسین دونوں الفاظ ہضم کر گئے ہیں۔ حالانکہ انہی الفاظ سے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا پورا مفہوم سامنے آتا ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبر کا وسیع تر مفہوم تسلیم کرتے ہوئے مکان کے اعتبار سے زمینی گڑھے کو بھی قبر مانتے ہیں اور زمان کے اعتبار سے موت تا قیامت کے وقت کو بھی۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روح و جسد کے تعلق کو تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۹۶) کے حوالے سے ان کا عقیدہ گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔

مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ اور مفہوم قبر

بندیالوی صاحب نے اس بارے میں تیسرا حوالہ مولانا عبدالحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دیا ہے کہ وہ بھی زمینی قبر کو نہیں مانتے حالانکہ وہ بھی قبر کا وسیع تر مفہوم مراد لیتے ہیں اور روح وجسد کے تعلق سے انکاری نہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''روح کو علیین (یا سجین) میں رہنے کا حکم ہوتا ہے، پھر اس کو اپنے جسد عنصری کے ساتھ بھی ایک قسم کا تعلق رہتا ہے، خواہ وہ جسم ہوا میں لٹکا دیا جائے یا دریا میں ڈبو دیا جائے یا جلا دیا جائے یا گڑھے میں دبا دیا جائے۔ بہرحال اسی تعلق کے سبب جس کو شرع نے ''ویعاد روحہ فی جسدہ'' سے اور کبھی ''یقعدانہ'' سے اور کبھی ''فیجلسانہ'' سے تعبیر کیا ہے۔ یہاں کے ملائکہ جو اس کے لئے نعم وراحت (یا عذاب) پہنچانے پر معین ہیں۔ اس سے توحید ورسالت کی بابت سوال کرتے ہیں۔'' (البیان فی علوم القرآن ص ۱۳۰)

مولانا حقانی مرحوم اپنی اس واضح تحریر میں ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ میت کا جسم جس حال میں بھی ہو، اس کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور سوالات نکیرین اسی تعلق کی بنیاد پر جسد میت سے ہوتے ہیں۔ ان کے اس واضح ارشاد کے بعد بھی محض مفہوم قبر کے جزوی اختلاف کے حوالہ سے انہیں منکرین حیات کے زمرہ میں شامل کرنا انصاف ودیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ ہمارے فہم ناقص کے مطابق مولانا حقانی مرحوم کی بعض عبارات سے جو اشتباہ پیدا ہوتا ہے وہ صرف ان کے بنیادی مؤقف کو پوری طرح نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس مقام پر عذاب وراحت قبر کے بارہ میں ان کے بنیادی مؤقف کو بھی واضح کر دیا جائے۔ تاکہ اشتباہ رفع ہو سکے۔

چنانچہ مولانا حقانی رحمۃ اللہ علیہ اپنا نکتہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''واضح ہو کہ انسان روح یا نفس ناطقہ ہے اور یہ جسم خاکی کہ جو ہم کو دکھائی دیتا ہے اس نفس ناطقہ یعنی روح ہوائی کا (کہ جس کو نسمہ کہتے ہیں) مرکب ہے، اعنی نفس ناطقہ کا تعلق روح ہوائی سے ہے اور روح ہوائی کا مرکب یہ جسم ہے، جب کسی سبب سے اس جسم خاکی سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے (اور اس ترک تعلق کا نام موت عرضی ہے) تو نفس ناطقہ کو جو ہر نورانی ہے باقی رہتا ہے اور نہایت عمدہ طرح کا حس وادراک اور شعور وتمیز بھی باقی رہتا ہے۔ اس میں کافر ومومن، شہید وغیر شہید سب برابر ہیں۔ پس اس معنی سے موت ہے تو جسم کو اور حیات ہے تو نفس ناطقہ کو۔ لیکن کبھی پاک روحوں کا اثر جسم خاکی تک بھی (براہ راست) پہنچتا ہے اور جسم گلتا سڑتا نہیں ہے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور شہدائے عظام کے اجساد سے ظاہر ہوتا ہے۔'' (تفسیر حقانی ج اوّل پارہ نمبر ۲ ص ۱۵)

مولانا حقانی مرحوم کے اس تفسیری اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ جسم کے ساتھ روح کے تعلق کی بالکلیہ نفی نہیں فرما رہے۔ بلکہ صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اس مسلک کو اختیار کئے ہوئے ہیں جس میں انسان عناصر ثلاثہ (جسد خاکی، نفس ناطقہ اور روح) سے مرکب ہے۔ ان کے نزدیک جسد خاکی کے اندر دو قوتیں برابر سرگرم عمل ہیں۔ ایک روح جس کا مقصد جسد خاکی کے اندر حرکت وتازگی کو برقرار رکھنا ہے اور دوسری نفس ناطقہ جو جسد خاکی کے اندر حواس وادراک پیدا کرنے کا فریضہ سرانجام دیتی ہے، روح کا تعلق نفس ناطقہ کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور جسد خاکی کے ساتھ بھی۔ لیکن بوقت موت روح کا تعلق جسد خاکی سے کٹ جاتا ہے نفس ناطقہ سے باقی رہتا ہے۔ بالفاظ دگر

جسد خاکی سے روح کا بلاواسطہ تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن بالواسطہ نفس ناطقہ یہ تعلق باقی رہتا ہے، جس کی وجہ سے جسد خاکی کے اندر (عذاب وراحت قبر محسوس کرنے کے لئے) حس وادراک اور شعور وتمیز باقی رہتا ہے۔ لیکن جسد خاکی کی تازگی وسلامتی باقی نہیں رہتی اور وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ البتہ جن اجساد مقدسہ کے ساتھ روح کا براہ راست تعلق باقی رہتا ہے وہ اجساد محفوظ وتازہ بھی رہتے ہیں اور مولانا حقانی مرحوم کے نزدیک وہ اجساد، انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام اور شہداء کے ہیں۔ جن سے روح کا بلاواسطہ تعلق بدستور رہتا ہے اور اسی تعلق کی بناء پر وہ محفوظ وتازہ رہتے ہیں۔ تغیرات کا شکار نہیں ہوتے۔ مولانا حقانی مرحوم دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ البتہ کبھی کبھی اس روحانیت کے ثواب وعذاب کا اثر اس بدن پر بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ (البیان ص ۱۳۲)

مولانا حقانی مرحوم صاف صراحت فرما رہے ہیں کہ عذاب وراحت قبر کے لئے روح کا جسد خاکی کے ساتھ تعلق تو مسلسل رہتا ہے (خواہ بالواسطہ ہی سہی) لیکن کبھی کبھی وہ تعلق اس قدر نمایاں ہو جاتا ہے کہ دیکھنے والے بھی اسے محسوس کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ اسی عبارت کے حاشیہ میں وہ فرماتے ہیں کہ:

''اسی لئے حضرات انبیاء علیہم السلام اور اکثر اولیاء کرام اور بعض شہداء وصالحین کا جسم بھی ویسا ہی سلامت رہتا ہے بغیر کسی حنوط اور مصالحہ لگانے کے۔ سینکڑوں برسوں کے بعد ان کی قبروں میں ویسی کی ویسی لاشیں دکھائی دیتی ہیں اور اس کا مشاہدہ ہوا ہے اور اسی طرح بعض اشقیاء کے بدن پر بھی آثار عذاب دیکھے گئے ہیں۔ روح جو برسوں جسم میں رہی ہے اس کا اثر جسم تک پہنچ جانا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔'' (ایضاً ص ۱۳۲)

ایک اور مقام پر مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''اہلسنت کے نزدیک یہ قول (کہ شہید قیامت کے دن زندہ ہوں گے) غلط ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ ان کو احیاء (یعنی بالفعل زندہ ہیں) فرما رہا ہے۔ وہ احادیث جو شہیدوں کے بالفعل زندہ ہونے پر دلالت کر رہی ہیں حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ صحاح ودیگر کتب حدیث ان سے مالا مال ہیں۔ پھر ان کو جو بالفعل زندہ مانتے ہیں، بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ان کے اسی جسم میں حیات دی جاتی ہے۔ شاید اس سے یہ مراد ہو کہ شہیدوں کی روحانیت اور بقاء باللہ کا اثر بعض اوقات ان کے اجسام تک بھی پہنچتا ہے۔ اس لئے سینکڑوں برسوں کے بعد جو کبھی شہیدوں کی لاشیں برآمد ہوئیں تو ان کا جسم بھی تر وتازہ پایا گیا۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں لکھا ہے کہ احد پہاڑ کے نیچے جو برساتی نالہ بہتا ہے ایک بار جو اس نے زور کیا تو جنگ احد کے بعض شہیدوں کی لاش نکلی جس سے بدستور خون جاری تھا اور یہ معاملہ بنی امیہ کے عہد سلطنت میں ہوا اور یہی سر ہے کہ انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کی لاشوں میں بھی (روح کا) وہ اثر ہو جاتا ہے۔ کیونکر نہ ہو پھول کا اثر مٹی میں ہو جاتا ہے روح تو بڑی چیز ہے۔'' (تفسیر حقانی ج ۲ ص ۱۰۸)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ: ''بعض لوگ کہ جن کی نورانیت (یعنی روحانیت) نہایت غالب ہوتی ہے ان کا اس عالم (یعنی قبر ارضی) سے نہایت تعلق رہتا ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام بلکہ وہ نورانیت ان کے جسم اطہر پر سرایت کر جاتی ہے۔ اس لئے وہ گلتا سڑتا نہیں اور اس حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے اور یونس علیہ السلام کو لبیک کہتے دیکھا۔ اس لحاظ سے انبیاء کے لئے موت کے بعد حیات ثابت کی جاتی ہے اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مشہور بین الجمہور ہے۔'' (مقدمہ تفسیر حقانی ص ۶۷)

ان اقتباسات کو بار بار اور بغور ملاحظہ فرمایئے اور اندازہ کیجئے کہ مولانا حقانی مرحوم عام اموات کے اجساد عنصریہ کے ساتھ بالواسطہ نفس ناطقہ اور انبیاء وشہداء وصالحین ﷺ کے اجساد مبارکہ کے ساتھ بلاواسطہ تعلق روح کے قائل ہیں۔ عذاب وراحت قبر میں روح کے ساتھ جسم کی شراکت کو تسلیم کرتے ہیں۔ تعلق روح کی ہی بنیاد پر اجساد انبیاء وشہداء وصالحین ﷺ کو محفوظ مانتے ہیں اور روح وجسم کے اس تعلق کو نہ بعید از عقل قرار دیتے ہیں اور نہ قرآن وسنت کے منافی۔

آیئے بندیالوی صاحب اگر آپ مولانا حقانی مرحوم کی انہی تعبیرات وتشریحات سمیت ان کے مفہوم قبر کو قبول کرتے ہیں تو اعلان فرما دیجئے۔ پھر ہمارا اور آپ کا جھگڑا ختم۔ لیکن اگر آپ مولانا حقانی مرحوم کی مذکورہ توضیحات وتشریحات کو قبول نہ کریں تو پھر آپ کو ان کے مفہوم قبر سے بھی استدلال کرنے کا شرعاً واخلاقاً کوئی حق نہیں۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہوجا   سراسر موم ہو یا سنگ ہوجا

مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫ اور مفہوم قبر

بندیالوی صاحب نے اس بارے میں چوتھا حوالہ مولانا کاندھلوی ﷫ کا دیا ہے کہ وہ بھی زمینی قبر کو قبر نہیں مانتے۔ حالانکہ مولانا کاندھلوی ﷫ اپنے عقیدہ کی وضاحت بایں الفاظ فرماتے ہیں کہ:

☆...... ’’قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر نکیر کا سوال حق ہے۔ قبر سے وہ گڑھا مراد نہیں جس میں مردہ کا جسم دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالم ہے، عالم برزخ میں پہنچنے کے بعد جو بات سب سے پہلے پیش آتی ہے وہ منکر نکیر کا سوال ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب خویش واقارب مردہ کو قبر میں رکھ کر واپس ہوتے ہیں اور روح انسانی جسم خاکی کی طرف عود کرتی ہے تو دو فرشتے منکر نکیر بحکم خداوندی قبر میں آ کر اس سے سوال کرتے ہیں۔‘‘ (عقائد الاسلام حصہ اول ص ۵۹)

☆...... ’’بے شمار احادیث سے یہ ثابت ہے کہ مرنے کے بعد عالم برزخ میں مردہ کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ میت کو زندہ کر دیتا ہے تو نکیرین اسے بٹھا کر اس سے سوال کرتے ہیں۔‘‘ (ایضاً حصہ دوم ص ۸۷)

کیوں جناب بندیالوی! اگر آپ اسی عقیدہ کے ساتھ یہی مفہوم قبر مراد لیتے ہیں جو مولانا کاندھلوی ﷫ نے بیان فرمایا تو یقین کیجئے اس مسئلہ میں ہمارا اور آپ کا اختلاف ختم ورنہ خدارا عوام کو دھوکہ دے کر اپنی آخرت خراب نہ کیجئے۔

مولانا محمد منظور نعمانی اور مفہوم قبر

اس بارے میں بندیالوی صاحب نے پانچواں حوالہ مولانا نعمانی ﷫ کا دیا ہے کہ وہ بھی زمینی قبر کو قبر نہیں مانتے جب کہ مولانا نعمانی خود اپنے عقیدہ کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ:

☆...... سوالات نکیرین کی احادیث میں قبر کے لفظ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ سوال وجواب صرف ان ہی مردوں سے مخصوص ہیں جو قبروں میں دفن ہوتے ہیں۔ دراصل قبر کا ذکر ان حدیثوں میں صرف اس لئے کر دیا گیا ہے کہ وہاں مردوں کو قبروں میں دفن کرنے کا عام رواج تھا اور لوگ صرف اسی طریقہ کو جانتے تھے ورنہ اللہ کے فرشتوں کی طرف سے یہ سوال وجواب ہر مرنے والے سے ہوتا ہے خواہ اس کا جسم قبر میں دفن کیا جائے، خواہ دریا میں بہایا جائے، خواہ آگ میں جلایا جائے۔ (معارف الحدیث ج ۱ ص ۱۹۵)

☆...... مرنے کے بعد جب بندہ کا واسطہ اس زمین سے پڑتا ہے اور وہ اس کے سپرد ہوتا ہے تو ایمان و عمل کے فرق کے لحاظ سے زمین کا برتاؤ اس کے ساتھ کتنا مختلف ہوتا ہے، حقیقی مومن و مسلم ہو تو زمین (کسی عزیز و محترم مہمان کی طرح) اس کا استقبال کرتی ہے اور اس کے لئے حد نگاہ تک کشادہ ہو جاتی ہے اور جب کوئی بدکار آدمی زمین کے سپرد کیا جاتا ہے تو وہ اس کو بھینچتی اور دباتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں۔ (ایضاً ج ۲ ص ۳۲)

☆...... قبر سے مراد عالم برزخ کا ٹھکانہ ہے خواہ وہ اصطلاحی قبر ہو یا کچھ اور۔ (ایضاً ص ۳۳)

جناب بندیالوی! غور فرمائیے کہ مولانا نعمانی رحمہ اللہ صاف لفظوں میں قبر اس جگہ کو مان رہے ہیں جہاں میت کا جسم ہوتا ہے اور اسی پر وہ عذاب و راحت قبر کی احادیث کا اطلاق مانتے ہیں۔ کیا آپ اس سے متفق ہیں؟ اگر نہیں تو دھوکہ دینے سے فائدہ؟

یہ فاصلے حجاب کے سمٹیں کسی طرح دوری سے زندگی ہے مسلسل عذاب میں

(سینتالیسواں مغالطہ) حیات شہداء اور عقیدہ اہل سنت

بندیالوی صاحب نے قرآن کی تفسیر بالرائے اور احادیث کے خود ساختہ اختراعی مفہوم کے ذریعے سے شہداء کی جسمانی حیات سے بھی انکار فرمایا ہے۔ وہ "بل احیاء عند ربهم یرزقون" کی آیت قرآنی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شہداء قبروں میں نہیں، اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان کی قبریں اور ان کے اجساد ان کے رب کے ہاں نہیں؟ پھر اگر ہم یہ عرض کریں گے کہ بندیالوی صاحب دنیا میں نہیں اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں تو یقیناً ان کی پیشانی شکن آلود اور ان کی آنکھیں قہر آلود ہو جائیں گی۔ حیرت ہے کہ بندیالوی صاحب کا خدا تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ اس مےخوار و بادہ نوش سے بھی کمزور ہے جو اعلان کرتا پھر رہا ہے:

پینے دے شراب مجھے مسجد میں بیٹھ کر یا وہ جگہ بتا کہ جہاں خدا نہیں ہے

ایک پتھری مجتہد اور ایک شراب خور کے درمیان اس واضح فرق پر ہم اس سے زیادہ کیا تبصرہ کر سکتے ہیں کہ:

نکل جاتی ہو جس کے منہ سے سچی بات مستی میں فقیہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

بندیالوی صاحب نے سبز پرندوں والی روایات سے بھی استدلال کیا ہے کہ شہداء کی روحیں پرندوں کے قالبوں میں ہیں اور ان کا ابدان سے کوئی تعلق نہیں اور اس کے لئے انہوں نے بطور ثبوت چند مفسرین کا حوالہ دیا ہے۔ آیئے ان مفسرین کی اصل عبارات کی روشنی میں اس بندیالوی نظریہ کا بھی جائزہ لے لیں۔

تفسیر ابن کثیر

پہلا حوالہ انہوں نے تفسیر ابن کثیر کا دیا ہے حالانکہ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اجساد کے ساتھ تعلق ارواح کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

"آنحضرت ﷺ سے امت کے لئے یہ حکم ثابت ہے کہ وہ جب اہل قبور کو سلام کرے تو اس طرح سلام جس طرح مخاطب سے کیا جاتا ہے یعنی کہے: اے مومنوں کی بستی میں رہنے والو، تمہیں سلام ہو اور یہ خطاب اس کو ہے جو سنتا اور جانتا ہے۔ اگر ان کو یہ خطاب نہ ہوتا تو وہ معدوم و جماد کی طرح ہوتے اور سلف صالحین رحمہم اللہ کا اس پر

اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے آثار مروی ہیں کہ جب کوئی زندہ کسی مردہ کی زیارت کے لئے آتا ہے تو مردہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کی آمد پر خوشی محسوس کرتا ہے۔" (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸)

کیوں بندیالوی صاحب! امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ارواح شہداء کو سبز رنگ کے پرندوں کے حواصل وبطون میں تسلیم کرنے کے باوجود یہ فرمارہے ہیں کہ ان کا اجسام کے ساتھ تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی قبور پر آنے والے زائرین کو پہچانتے بھی ہیں اور ان کا سلام بھی سنتے ہیں۔

تفسیر خازن

دوسرا حوالہ انہوں نے تفسیر خازن کا دیا ہے۔ حالانکہ امام علاؤالدین علی بن محمد رحمہ اللہ بھی اجساد کے ساتھ تعلق ارواح سے ہرگز انکاری نہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ: "شہداء کی حیات کے بارے میں یہ اختلاف کیا گیا ہے کہ وہ صرف روح کے لئے ہے یا روح اور جسم دونوں کے لئے۔ جنہوں نے یہ حیات صرف روح کے لئے قرار دی ہے وہ سبز پرندوں والی روایت سے استدلال کرتے ہیں اور جو روح وجسم دونوں میں حیات تسلیم کرتے ہیں وہ قرآن پاک کے "عند ربهم یرزقون" کے الفاظ سے استدلال کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ "انهم یرزقون ویاکلون ویتنعمون کالاحیاء" زندوں کی طرح ان کو رزق دیا جاتا ہے وہ کھاتے ہیں اور نعمتیں پاتے ہیں۔" (تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۲۴)

اب اس بات کی وضاحت تو بندیالوی صاحب ہی کر سکتے ہیں کہ وہ قرآنی استدلال مانتے ہیں یا حدیثی؟ کیونکہ علامہ خازن رحمہ اللہ تو تسلیم کر رہے ہیں کہ شہداء کی حیات جسمانی ماننے والوں کا استدلال قرآن سے ہے اور قرآن نے واقعی خبر دی ہے کہ وہ زندوں کی طرح کھاتے اور زندوں کی طرح نعمتیں پاتے ہیں۔

چنانچہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: "بے شک شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس عالم غیب میں زندہ ہیں۔ کیونکہ وہ عالم آخرت کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ ہم ان کی حیات کا مشاہدہ نہیں کر سکتے کیونکہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولکن لاتشعرون" (ایضاً ج ۱ ص ۱۰۳)

گویا شہداء کی جسمانی زندگی اپنے مقام پر حقیقت ہے جس میں وہ کھاتے پیتے بھی ہیں اور دیگر نعمتیں بھی پاتے ہیں۔ البتہ ان کی وہ جسمانی زندگی ہمارے شعور وادراک سے ماوراء ہے۔ اس واضح قرآنی استدلال کو جھٹلانا بندیالوی صاحب کا ہی حوصلہ ہے۔ جب کہ ہم الحمدللہ حدیث صحیح کی روشنی میں ارواح شہداء کو سبز رنگ کے پرندوں کے بطون میں بھی مانتے ہیں اور قرآن پاک کی روشنی میں ان ارواح کا تعلق شہداء کے بدن سے بھی تسلیم کرتے ہیں۔

تفسیر احکام القرآن

تیسرا حوالہ انہوں نے تفسیر احکام القرآن کا دیا ہے حالانکہ امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفی رحمہ اللہ بھی اجساد کے ساتھ تعلق ارواح سے ہرگز انکاری نہیں کرتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: "وقال الجمهور ان الله تعالی یحییهم بعد الموت" جمہور فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ موت کے بعد شہداء کو زندہ کرتا ہے اور ان کو ان کے استحقاق کے مطابق راحت پہنچتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ دیگر مخلوقات کو فنا کرتے وقت خدا تعالیٰ ان کو بھی فنا کر کے آخرت کی طرف لوٹا دے اور ان کو جنت میں داخل کر دے۔ "وذالک یقتضی انهم احیاء فی هذاالوقت" اور یہ حقیقت اس امر کو چاہتی ہے کہ وہ اس

وقت بھی زندہ ہیں۔ لہٰذا جن لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ وہ جنت میں زندہ ہیں، ان کی یہ تاویل باطل ہے۔ کیونکہ جنت میں تو تمام اہل اسلام کے نزدیک بالاتفاق سب زندہ ہوں گے۔ کوئی مردہ نہ ہوگا۔'' (احکام القرآن ج ۲ ص ۵۱)

اور دوسرے مقام پر برزخ کی کیفیت حیات پر تبصرہ کرتے ہوئے امام جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اور جب یہ جائز ہے کہ مومنوں کو قیامت کے دن سے پہلے قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور وہ قبور میں راحت پاتے ہیں تو جائز ہے کہ کفار کو بھی قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جائے۔'' (ج ۱ ص ۱۰۸)

ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ بندیالوی صاحب کو امام ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ کا یہ فرمان بھی قطعاً مفید نہیں کہ ارواح شہداء سبز پرندوں کے بطون میں ہیں۔ کیونکہ امام جصاص رحمہ اللہ یہ تسلیم کرتے ہوئے بھی اجسام شہداء کے ساتھ ان کے تعلق سے انکار نہیں فرماتے بلکہ انکار کرنے والوں کے قول کو باطل اور مردود ٹھہراتے ہیں۔

تفسیر ابن جریر طبری

چوتھا حوالہ انہوں نے تفسیر طبری کا دیا ہے حالانکہ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ بھی اجساد کے ساتھ تعلق ارواح سے انکاری نہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ: ''آنحضرت ﷺ نے مومن کے قبض روح کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ''فتعاد روحه في جسده وياتيه الملكان فيجلسانه في قبره فيقولون من ربك'' پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے قبر میں بٹھاتے ہیں اور پھر اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟'' (تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۳ ص ۲۱۴)

یعنی امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ ہر مومن کے لئے قبر کے اندر اعادہ روح کے قائل ہیں اور (ص ۲۱۸) پر وہ کفار کے لئے بھی قبور کے اندر اعادہ روح کی روایات نقل فرماتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کی کسی اجمالی عبارت سے یہ تاثر دینا کہ وہ شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کے بطون میں مانتے ہوئے اجسام کے ساتھ ان کے تعلق سے انکاری ہیں۔ ایک صریح دھوکہ ہے۔ باقی بندیالوی صاحب کا مسلم شریف، ترمذی شریف، مسند احمد اور مستدرک حاکم وغیرہ کتب احادیث سے سبز پرندوں والی روایات نقل کرنا بھی ان کو مفید نہیں۔ کیونکہ اس سے اجسام کے ساتھ ان کے تعلق سے انکار کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا۔ هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين!

(اڑتالیسواں مغالطہ) حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم'' سے انکار

بندیالوی صاحب! نے اپنے خانہ ساز اختراعی عقیدہ کو بزور قلم ثابت کرنے کے لئے حدیث ''الانبياء احياء في قبورهم يصلون'' کو بھی تختہ مشق بنانے کی مذموم کوشش فرمائی ہے۔ حالانکہ اس حدیث کو تواتر معنوی کا درجہ حاصل ہے۔ سب سے پہلے تو انہوں نے چند اکابر کی ادھوری و مجمل عبارات کے حوالہ سے حدیث میں مذکور لفظ قبر کو اختراعی مفہوم دے کر حدیث کی حقیقت و روح کو فنا کرنے کی کوشش کی جس میں وہ بری طرح ناکام رہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ہم مفہوم قبر کے حوالے سے پوری طرح واضح کر چکے ہیں۔

دوسرے نمبر پر انہوں نے اس حدیث کے ایک راوی پر جرح کر کے بیہقی وقت بننے کی سر توڑ کوشش کی ہے۔ لیکن مفہوم قبر کے بارے میں قرآن وسنت کے واضح مفہوم اور حیات النبی ﷺ وعذاب قبر کے بارے میں امت کے اجماعی فکر

تک ذہنی رسائی سے محروم شخص کیا جانے کہ اصول حدیث اور فن اسماء الرجال کیا چیز ہے؟ انہوں نے (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۴۰) کے حوالے سے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول تو نقل کر دیا کہ اس حدیث کا ایک راوی حجاج بن الاسود مجہول ہے اور ثابت بنانی سے منکر روایت نقل کرتا ہے لیکن امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے (لسان المیزان ج ۲ ص ۱۷۵) میں اس کا جو جواب دیا ہے وہ پیشہ ورانہ کرتب کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہضم کر گئے ہیں۔ حالانکہ امام ابن حجر نے امام احمد، امام ابن معین، امام ابوحاتم اور امام ابن حبان (رحمہم اللہ) کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ حجاج بن الاسود ثقہ راوی ہے اور مجہول بھی نہیں۔ کیونکہ اس سے مسلم بن سعید کے علاوہ جریر بن حازم، حماد بن سلمہ، روح بن عبادۃ اور عیسیٰ بن یونس بھی روایت کرتے ہیں۔ لہٰذا اسے مجہول قرار دے کر اس کی روایت ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' کو منکر قرار دینا علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا وہم ہے۔

اور پھر بندیالوی صاحب کو یہ حقیقت بھی نظر انداز نہیں کرنی چاہئے کہ جس حدیث کو امام بیہقی (فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۴۶)، امام ابن تیمیہ (مختصر الفتاویٰ ص ۱۷۰)، علامہ تاج الدین سبکی (طبقات شافعیہ ج ۶ ص ۲۸۱)، علامہ محمد انور شاہ کشمیری (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴)، علامہ شبیر احمد عثمانی (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹)، علامہ نور الدین ہیثمی (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱)، علامہ عزیزی (السراج المنیر ج ۲ ص ۱۳۴)، علامہ ملا علی قاری (مرقات ج ۲ ص ۲۱۲)، علامہ عبدالرؤف مناوی (فیض القدیر ج ۳ ص ۱۸۴)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷)، علامہ سمہودی (وفاء الوفا ج ۲ ص ۴۰۵)، حافظ ابن حجر عسقلانی (فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۴۶)، علامہ بدرالدین عینی (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۶۰۰)، علامہ شمس الدین سخاوی (القول البدیع ص ۱۲۵)، امام جلال الدین سیوطی (انباء الاذکیاء)، امام علی بن عبدالکافی سبکی (شفاء السقام ص ۱۵۴)، حضرت مجدد الف ثانی (مکتوبات دفتر ۲ ص ۲۹)، شیخ احمد بن محمد الخفاجی (نسیم الریاض ج ۳ ص ۴۹۹)، امام محمد بن عبدالوہاب زرقانی (شرح المواہب ج ۵ ص ۳۳۴)، علامہ محمد یوسف اردبیلی (کتاب الانوار ج ۲ ص ۴)، شاہ ولی اللہ دہلوی (فیوض الحرمین ص ۲۸)، قاضی ثناء اللہ پانی پتی (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۲۲۴)، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۶۰)، علامہ ابن عابدین شامی (رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۰۳)، علامہ سید محمد محمود آلوسی (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۶)، نواب قطب الدین دہلوی (مظاہر حق ج ۱ ص ۴۴۵)، مولانا خلیل احمد سہارن پوری (بذل المجہود ج ۳ ص ۷۰۳)، مولانا اشرف علی تھانوی (نشر الطیب ص ۱۸۳)، علامہ ابن عبدالہادی (الصارم المنکی ص ۱۶۸) اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا (فضائل درود شریف) (رحمہم اللہ) جیسے جید اسلاف صحیح قرار دے کر اس سے استدلال کر رہے ہوں اور اس کی صحت وثقاہت پر متفق ہوں۔ وہ حدیث عصر حاضر کے کسی پیشہ ور واعظ اور رسمی خطیب کی لفظی جرح سے ہرگز متاثر نہیں ہوسکتی۔

باقی رہا بندیالوی صاحب کا حافظ ابن القیم کے قصیدہ نونیہ کے حوالے سے یہ لکھنا یہ روایت ضعیف ہے تو یہ بھی بندیالوی صاحب کا صریح دھوکہ ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی ایک سند جس میں حسن بن قتیبہ راوی ہے وہ واقعی ضعیف ہے۔ حافظ ابن القیم سمیت جس نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ اسی ضعیف و کمزور سند کی وجہ سے جب کہ مسند ابی یعلیٰ والی سند کے حوالے سے کسی امام نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار نہیں دیا۔ اب اس کمزور سند والی حدیث کی آڑ میں صحیح سند والی حدیث کا انکار صریح دھوکہ اور کھلا انکار حدیث نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر بندیالوی صاحب نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی (لطائف قاسمی ص ۵) سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ بھی نقل کیا ہے کہ ''ایسا یاد پڑتا ہے کہ اکثر احادیث باب حیات میں ضعیف ہیں۔'' اس جملہ کا مفہوم ومقصود صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس سے حضرت کی مراد وہ روایات ہیں جن میں حیات النبی ﷺ کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب

وہ خود پورے زور و شور کے ساتھ اس عقیدہ کا اثبات فرما رہے ہیں تو پھر اثبات کی روایات کو ضعیف کیسے قرار دے سکتے ہیں؟ جب کہ حیات النبی ﷺ کی اثبات کی احادیث سے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنی کتب میں متعدد مقامات پر استدلال بھی فرمایا ہے۔ مثلاً (آب حیات ص ۱۷۴) پر انہوں نے ''مامن مسلم یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی اسلم علیہ'' کی روایت سے نہ صرف استدلال فرمایا ہے بلکہ اس پر وارد ہونے والے شبہات کا مدلل جواب بھی دیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے (اجوبہ اربعین ص ۲۹۸) پر حدیث ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ حفاظت جسم انبیاء کرام علیہم السلام کی جسمانی حیات کی دلیل ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ حیات الانبیاء کی مثبت احادیث کو ہرگز ضعیف قرار نہیں دیتے اور اگر بالفرض وہ مثبت احادیث کو ہی ضعیف قرار دیتے ہیں تو کم از کم حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون، حدیث: فنبی اللہ حیّ یرزق'' اور حدیث ''رد اللہ علی روحی'' وغیرہ تو کسی صورت بھی ضعیف قرار نہیں دیتے۔ اگر بندیالوی صاحب میں علمی و اخلاقی جرأت ہے تو وہ ثابت کریں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے ان احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ھاتو ابرھانکم ان کنتم صادقین!

نوٹ: شاید بندیالوی صاحب یا ان کا کوئی ہم نوا یہ سوال کرے کہ اگر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے ہاں یہ روایات ضعیف نہیں تو پھر انہوں نے ان روایات سے بکثرت استدلال کیوں نہیں کیا؟ تو جواباً عرض ہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے زمانہ میں حیات النبی ﷺ سے انکار صرف روافض کا عقیدہ تھا اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے انہیں کے رد میں اہل سنت والجماعت کے اس اجماعی عقیدہ کا اثبات فرمایا ہے۔ اس لئے انہوں نے احادیث کے بجائے زیادہ تر قرآن پاک کی آیات ہی سے استدلال فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی کتب ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین، آب حیات، لطائف قاسمیہ اور جمال قاسمی وغیرہ میں عقیدہ حیات النبی پر سینکڑوں صفحات میں پھیلا ہوا مضمون اس حقیقت کی واضح دلیل ہے۔ لہٰذا احادیث سے بکثرت عدم استدلال اس بات کی دلیل نہیں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ ان احادیث کو العیاذ باللہ تعالیٰ ضعیف یا ناقابل استدلال سمجھتے ہیں۔ ہاں اگر بندیالوی صاحب یہ ثابت کر دیں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے ان مذکورہ احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے تو پھر ہم بندیالوی صاحب سے عرض کریں گے کہ وہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے قرآنی استدلال کو قبول کر کے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو تسلیم کر لیں۔

(انچاسواں مغالطہ) حدیث فنبی اللہ حیّ یرزق سے انکار

بندیالوی صاحب نے (ص ۲۵) پر (ابن ماجہ ص ۱۱۹) کی ایک حدیث ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق'' کو بھی ہدف انکار بنایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی سعید بن ابی ہلال کو علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن جناب بندیالوی اس کے برعکس یہ حقیقت قصداً نظرانداز کر گئے ہیں کہ جہاں ابن سعد، عجلی، ابن خزیمہ، دارقطنی، بیہقی، خطیب بغدادی، حافظ ابن عبدالبر، ابوحاتم، ساجی اور امام ابن حبان (رحمہم اللہ) جیسے ائمہ اس راوی (سعید بن ابی ہلال) کے ثقہ وصدوق ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرما رہے ہوں (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۹۵) اور صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے روایت لی ہو۔ وہاں ایک ابن حزم رحمہ اللہ کی جرح (اور وہ بھی مبہم) کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ کیا بندیالوی صاحب نے جمہور کا مؤقف ونظریہ قبول نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے؟

باقی رہا بندیالوی صاحب کا یہ کہنا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے (التاریخ الکبیر ج ۲ ص ۳۵۴) میں مذکورہ روایت کو

مرسل قرار دیا ہے تو یہ بھی ان کو مفید نہیں۔ کیونکہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرسل روایت سے ترجیح جائز ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۲۱) اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک مرسل روایت سے متصل روایت کی تفسیر کی جا سکتی ہے۔ (مقدمہ فتح الملہم ص ۲۵) اور یہ روایت ''فنبی اللہ حی یرزق'' تفسیر ہے ان روایات کی جن میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات وسماع اور ان کے اجساد مبارکہ کی حفاظت کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ سخاویؒ ''ورجالہ ثقات لکنہ منقطع'' (القول البدیع ص ۱۵۸) فرمانے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اسے امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالے سے مرسل قرار دینے (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۸) کے باوجود اس سے استدلال فرماتے ہیں۔

ان کے علاوہ علامہ عزیزی (السراج المنیر ج ۱ ص ۲۹۰)، علامہ ملا علی قاری (مرقات ج ۳ ص ۲۴۲)، علامہ دمیری فیض القدیر للمناوی ج ۲ ص ۸۷)، علامہ زرقانی (شرح المواہب ج ۵ ص ص ۲۳۶)، علامہ منذری (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۷)، علامہ سمہودی (خلاصۃ الوفاء ص ۴۸)، علامہ ذہبی (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۲۷۸)، علامہ نووی (کتاب الاذکار ص ۸۷ ۳)، حافظ ابن حبان (فتح الباری پ ۲۶ ص ۵۷)، حافظ ابن حجر (ایضاً ص ۸۷)، امام ابن خزیمہ (فتح الباری کتاب الانبیاء ص ۹۷)، علامہ عینی (شرح بخاری ج ۶ ص ۶۹ وبنایہ ج ۱ ص ۱۰۹۶)، امام حافظ ابن کثیر (تفسیر ج ۲ ص ۵۱۴)، علامہ ابن القیم (جلاء الافہام ص ۴۴، کتاب الروح ص ۴۳)، علامہ ابن عبدالہادی (الصارم المنکی ص ۱۷۴)، شیخ عبدالغنی نابلسی (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۷)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مدارج النبوت ج ۲ ص ۹۲۰)، علامہ محمد انور شاہ کاشمیری (خزائن الاسرار ص ۱۹)، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (ہدایۃ الشیعہ ص ۳۶) اور حضرت تھانوی (نشر الطیب ص ۲۱۰) (رحمہم اللہ) جیسے اسلاف اہل سنت بھی اس حدیث سے انبیاء کرام علیہم السلام کی فی القبور مرزوقیت پر استدلال فرماتے ہیں۔ گویا اس کو امت کا تلقی بالقبول حاصل ہے۔ اب ہم یہ فیصلہ بندیالوی صاحب پر چھوڑتے ہیں کہ وہ مذکورہ حدیث کو قبول کرنا گوارا کرتے ہیں یا مذکورہ اکابر سے برأت وبیزاری کا اعلان فرماتے ہیں۔

(پچاسواں مغالطہ) حدیث رأیت موسیٰ قائما کی بندیالوی توجیہ

بندیالوی صاحب نے حدیث ''رأیت موسی قائما یصلی فی قبرہ'' (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۸ ونسائی شریف ج ۱ ص ۱۸۵) کو بھی تمسخرانہ نشانہ بنایا ہے۔ چنانچہ اس پر انہوں نے اعتراض یہ وارد کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو آپ نے زمینی قبر میں بھی نماز پڑھتے دیکھا۔ بیت المقدس میں بھی دیکھا اور آسمانوں پر بھی دیکھا۔

''اگر زمینی قبر میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام جسم مع روح موجود نماز پڑھ رہے تھے تو بیت المقدس میں کس طرح پہنچے اور آسمان پر ان سے ملاقات کس طرح ہوگئی۔ کیا کوئی عقدہ کشا اس عقدہ کو حل کرے گا؟'' (ص ۲۵)

جناب والا! یہ کوئی ایسا عقدہ نہیں کہ حل نہ ہو سکے البتہ اس کے لئے علم نافع اور عقل سلیم کی ضرورت ہے۔ اگر یہ دو نعمتیں آپ کے پاس موجود ہوں تو ہم چٹکی میں یہ عقدہ حل کئے دیتے ہیں اور اگر آپ ان دونوں نعمتوں سے محروم ہیں تو پھر واقعی کوئی عقدہ کشا اس عقدہ کو حل نہ کر سکے گا۔

پہلی بات یہ ذہن نشین رکھئے کہ واقعہ معراج قدرت الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اگر قدرت الٰہیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لمحوں میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس، آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ کا سفر کر کے واپس آ سکتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے قدرت الٰہیہ سے یہ کیوں ممکن نہیں؟ کیا آپ حضرت موسیٰ کے بارے میں قدرت الٰہیہ سے انکار کر کے کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

معراج جسمانی سے انکار کی راہ تو ہموار نہیں کر رہے ہیں؟ کیونکہ معراج جسمانی سے انکار کرنے والے بدنصیبوں نے ایسی ہی رکیک و بے ہودہ تاویلات سے کام لیا ہے۔ جب کہ (حافظ ابن حجر فتح الباری پ ۱۴ ص ۲۸۷) میں اور امام بیہقی (حیات الانبیاء ص ۱۴) میں اس بات کی وضاحت فرما چکے ہیں کہ شب معراج آنحضرت ﷺ کا مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھنا نہ عقل سلیم سے متصادم ہے اور نہ نقل صحیح کے منافی ہے۔ بلکہ ان کی حیات جسمانی پر واضح دلیل ہے۔

جناب بندیالوی! حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ کے اس فرمان کو بنظر صحیح (بشرطیکہ علم و فہم کے ساتھ وہ بھی جواب نہیں دے گئی تو) دیکھئے کہ کہیں آپ عقل سلیم اور نقل صحیح سے محروم تو نہیں؟ اور اگر آپ فتور عقل اور علم ناقص کی بنا پر انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ جسمانی نقل و حرکت قبول کرنے پر آمادہ نہیں تو کم از کم یہی تسلیم کر لیجئے کہ زمینی قبر میں تو موسیٰ علیہ السلام کا جسد حقیقی نماز پڑھ رہا تھا۔ البتہ دیگر مقامات پر ان کی روح مبارکہ متمثل ہو کر موجود تھی اور جسد مثالی کے ساتھ روح کے متمثل ہو کر مختلف مقامات پر موجود ہونے سے تو سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب کو بھی انکار نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب نقش بندی (ڈیرہ غازی خان) فرماتے ہیں کہ ۱۹۴۳ء میں ڈیرہ غازی خان کے اندر جو بریلوی دیوبندی مناظرہ ہوا۔ اس میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے اپنا عقیدہ اس طرح لکھا کہ:

''حضور علیہ السلام کے بعض علوم غیبیہ کا قائل مسلمان ہے اور حضور علیہ السلام کے مثالی وجود اطہر کو بعض اوقات کسی جگہ حاضر سمجھے تو اس کا قائل مسلمان ہے۔'' (تحفۃ الموحدین ص ۱۳)

شاہ صاحب کی اس تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں کہ: ''پہلے تو یہ تحریر کر دیا کہ مثالی صورت میں بعض جگہ حاضر لیکن ماشاء اللہ اب یہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام روضہ اقدس میں بھی صلوٰۃ وسلام نہیں سن سکتے۔'' (ایضاً ص ۱۳)

یقیناً بندیالوی صاحب کا عقدہ اب پوری طرح حل ہو چکا ہو گا اور انہوں نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی التکشف، علامہ عثمانی کی فتح الملہم اور تفسیر بیضاوی، روح المعانی، شرح الصدور اور تفسیر مظہری وغیرہ سے جو نقل کیا ہے کہ سفر معراج میں آنحضرت ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی مثالی اجسام میں متمثل ارواح کو دیکھا تھا تو اس سے ان کے اجساد حقیقیہ کے ساتھ تعلق کی ہرگز نفی نہیں ہوتی۔

باقی رہا ''لو کان موسی حیاً ما وسعہ الا اتباعی'' کی روایت سے موسیٰ علیہ السلام کی عدم حیات پر بندیالوی صاحب کا استدلال تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اس میں اتباعی کا لفظ ہی اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے مکلف زندگی کی نفی ہے جس میں اتباع احکام و شریعت لازم آتا ہے۔ عالم برزخ کی جسمانی زندگی کی نفی اس سے مراد لینا نری جہالت ہے۔

آخری گزارش

ہم نے الحمد للہ ٹھوس دلائل کے ساتھ بندیالوی مغالطات کو بے نقاب کر دیا ہے۔ آخر میں ہم بندیالوی صاحب سے دست بستہ گزارش کریں گے کہ خدارا امت مسلمہ کے حال پر رحم فرمایئے اور اسے اپنی انانیت کی بھینٹ چڑھا کر تفریق و انتشار کی فضا پیدا نہ کیجئے۔ آپ امت کو اہل سنت کے اجماعی و متواتر دھارے سے کاٹ کر ایک جدید مکتب فکر کی نشو ونما کر رہے ہیں۔ آخر یوم حساب بھی قریب ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو عقل سلیم نصیب فرمائے اور اسلاف امت کے متواتر و اجماعی صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم ﷺ!

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کے علمی تضادات

یا

مخالفین کے گمراہ کن دعوے اور بے بنیاد اعتراضات

اظہار الغرور

فی کتاب

آئینہ تسکین الصدور

اس کتاب میں منکرین حیات الانبیاء علیہم السلام فی القبور کی جانب سے شائع کردہ کتاب ''آئینہ تسکین الصدور'' مصنفہ مولوی شیر محمد جھنگوی میں بیان کردہ مصنف کے گمراہ کن دعوؤں اور بے بنیاد دعووں اعتراضات کو نمایاں کیا گیا ہے اور ان کے تفصیلی جوابات دیئے گئے ہیں

از قلم:

جناب حافظ عبد القدوس قارن
مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا ایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبإ فتبینوا (الحجرات)

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دام مجدھم کے قلمی تضادات

یا

مخالفین کے گمراہ کن دھوکے اور بے بنیاد اعتراضات

اظہار الغرور

فی کتاب

آئینہ تسکین الصدور

اس کتاب میں منکرین حیات الانبیاء علیہم السلام فی القبور کی جانب سے

شائع کردہ کتاب ''آئینہ تسکین الصدور''

''مصنفہ مولوی شیر محمد صاحب جھنگوی'' میں بیان کردہ مصنف کے گمراہ کن دھوکوں

اور بے بنیاد و بوگس اعتراضات کو نمایاں کیا گیا ہے

اور ان کے تفصیلی جوابات دیئے گئے ہیں۔

حافظ عبدالقدوس قارن

مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

عمر اکادمی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

Umar4u_umar@yahoo.com 03006447231 عمر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

حضرت مولانا حافظ عبدالقدوس خان قارن مدظلہم

شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مرحوم نے ''حیات النبی ﷺ'' پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ''تسکین الصدور'' ہے۔ یہ کتاب اس مجموعہ میں بھی شامل ہے۔ اس کتاب پر مولانا سید محمد حسین نیلوی نے ''ندائے حق'' میں نقد قائم کیا جس کا جواب ''سماع موتی''، ''الشہاب المبین'' میں خود شیخ الحدیث مرحوم نے دیا۔ جھنگ کے مولانا شیر محمد صاحب جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے رہنما نے ''آئینہ تسکین الصدور'' اور ''کشف الستر'' نامی دو کتابوں میں ''تسکین الصدور'' کا جواب لکھا۔ اسی طرح مولانا شہاب الدین خالدی رہنماء اشاعۃ التوحید والسنۃ نے ''عقائد علماء اسلام'' کے نام سے کتاب لکھی اس میں انہوں نے ''تسکین الصدور'' پر ردّ کیا۔ ان تینوں کتابوں کے جواب میں حضرت مولانا عبدالقدوس قارن نے قلم اٹھایا اور کتاب لکھی جس کا ''اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور'' نام رکھا۔ بظاہر تو انہوں نے آئینہ تسکین الصدور کا جواب لکھا۔ لیکن کشف الستر اور عقائد علماء اسلام کا بھی اپنے اپنے مقام پر جواب دے دیا۔ مولانا قارن صاحب کی یہ کتاب خالصۃً ان دو حضرات کی تین کتابوں کا جواب ہے جو خالصۃً فنی اور تحقیقی ہے اور علماء کے لئے بڑے پتہ کی چیز ہے۔ ہم مولانا قارن صاحب کی اس کتاب ''اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور'' کو بھی اس مجموعہ میں شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی خصوصی تائید سے امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اسلام دشمن طاقتوں، عیسائیوں، قادیانیوں، رافضیوں اور منکرین حدیث کے خلاف باحوالہ مدلل کتابیں تصنیف فرمانے کے ساتھ ساتھ جمہور اہل سنت سے اختلاف رکھنے والے اہل بدعت، غیر مقلدین اور قبور میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا انکار کرنے والوں کے نظریات کا بھی باحوالہ مدلل انداز میں رد فرما کر جمہور اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کا حق ادا کیا اور ان کی علمی تحقیقی تصنیفی خدمات کے اعتراف کا ہی نتیجہ تھا کہ اپنے دور کے علمی آسمانوں:

☆...... فقیہ کامل محدث جلیل حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

☆...... حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ

☆...... بطل حریت حضرت مولانا سید گل بادشاہ رحمہ اللہ

☆...... پیر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

☆...... مجاہد اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ

☆...... اور قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ

وغیرہم نے جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کی جانب سے حضرت رحمہ اللہ کو مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب لکھنے کی درخواست کی اور کتاب مکمل ہوجانے کے بعد علما اسلام کے اجلاس خیر المدارس میں اس کو سنایا گیا اور متفقہ طور پر اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا گیا۔ پھر تسکین الصدور کے شائع ہوجانے کے بعد جب دیگر علماء حضرات کو کتاب بھیجی گئی تو:

☆...... منبع العلوم نمونہ سلف حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب رحمہ اللہ

☆...... صدر المعلمین حضرت مولانا سید مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ مفتی اعظم دار العلوم دیوبند

☆...... غزالی دوراں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دار العلوم دیوبند

☆...... رئیس المحققین حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی صاحب رحمہ اللہ

☆...... ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ

☆...... شیخ التفسیر حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ

☆...... عمدۃ الفقہاء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ

☆...... زبدۃ المحدثین حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ

☆...... امام الفضلاء حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ اکوڑہ خٹک

☆...... سید العلماء حضرت مولانا عبد الخالق صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ
☆...... شیخ الاتقیاء حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کندیاں
☆...... مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی
☆...... امام المناظرین حضرت مولانا دوست محمد صاحب قریشی رحمۃ اللہ علیہ
☆...... جامع العلوم النقلیہ والفنون العقلیہ حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرگودھا
☆...... مجاہد جلیل حضرت مولانا نذیر اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ گجرات

جیسے حضرات نے بہترین انداز میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس خدمت کو خراج تحسین پیش کیا اور انتہائی قیمتی تقریظات اس پر تحریر فرمائیں۔علم اور مسلک کے ان قدردانوں نے تو تسکین الصدور تصنیف فرمانے پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مبارکبادیں دیں اور حوصلہ افزائی فرمائی مگر مخالفین نے بے جا مخالفت کا طوفان بپا کر دیا۔

تسکین الصدور میں پیش کئے گئے دلائل کا جواب تو مخالفین کے پاس نہیں تھا۔اسی لئے ادھوری عبارات پیش کر کے عبارت کے خود ساختہ مفہوم لے کر عبارات سے ایک آدھ لفظ گرا کر اصل عبارت کے خلاف مفہوم بنا کر محدثین کے مختلف قواعد کو اپنے اپنے موقع و محل میں استعمال کرنے کو تضاد کا نام دے کر اور راوی کی حیثیت کے مطابق روایت کو قبول کرنے یا نہ کرنے یا کسی درجہ میں قبول کرنے میں قواعد محدثین کے مطابق انداز استعمال کرنے کو اپنے اصول کی خلاف ورزی کا طعن دے کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کی تصنیف تسکین الصدور و سماع الموتی کو مجروح کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور ان لوگوں نے صرف کیا۔مگر عصائے موسوی کے مقابل جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں اور مہکتے پھولوں سے توجہ ہٹانے کے لئے کاغذی پھول پیش کرنے کی کوشش کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

تسکین الصدور اور سماع موتی کے خلاف جو کتابیں طبع ہو کر مارکیٹ میں آئیں ان میں علامہ نیلوی صاحب کی ندائے حق، مولوی شیر محمد صاحب جھنگوی کی آئینہ تسکین الصدور اور کشف الستر مولوی شہاب الدین خالدی صاحب کی عقائد علماء اور مولوی خان بادشاہ کی خرافات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ان تمام میں وہی انداز اختیار کیا گیا ہے جس کا ہم نے ذکر کیا اور اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں قارئین کرام بخوبی جان لیں گے۔غالباً ۱۹۸۸ء میں آئینہ تسکین الصدور طبع اوّل کا مطالعہ کیا۔کچھ دوستوں نے اس کے جواب کی فرمائش کی مگر یہ خیال کر کے کہ اس میں علم کی کوئی بات تو ہے نہیں صرف دھوکہ دہی سے کام لیا گیا ہے تو اس کے جواب کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔اہل علم اس کے مطالعہ سے اس کی حقیقت خوب جان سکتے ہیں۔

اسی لئے ہم نے جب غیر مقلد عالم جناب ارشاد الحق اثری صاحب کی کتاب ''مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں'' کا جواب لکھا جو مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کا ''مجذوبانہ واویلا'' کے نام سے شائع ہوا، اس میں ہم نے آئینہ تسکین الصدور پر دیانتداری کے ساتھ چند جملوں میں تبصرہ کر دیا تھا کہ اس میں بغیر ضد تخرب، تعصب اور سطحیت کے اور کچھ نہیں ہے اور نہ اہل علم کو اس سے کوئی شبہ پڑ سکتا ہے اور نہ اس کے جواب

اور رد کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے اکثر مواد علامہ نیلوی صاحب کی کتاب ندائے حق سے لیا ہے اور اس کا جواب حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی نے قہر حق میں دے دیا ہے۔ (مجذوبانہ واویلا ص ۱۶ طبع اوّل)

ہمارے اس تبصرہ سے مولف آئینہ تسکین الصدور اور اس کا پرچار کرنے والوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں تھیں اور ہمیں اس مختصر تبصرہ کی تفصیلات منظر عام پر لانے پر مجبور نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مگر ان حضرات نے اپنے مخصوص آلہ کار حضرات کے ذریعہ سے مدارس کے طلباء اور دیگر لوگوں کے ذہنوں کو تشویش میں ڈالنے کی خاطر اس کتاب کی بے جا اہمیت ظاہر کرنا شروع کر دی کہ یہ کتاب لاجواب ہے۔ اس کا کسی نے جواب نہیں دیا۔ پھر ان حضرات کے مختلف انداز سے للکارے بھی بڑھنے لگے۔ یہاں تک آئینہ تسکین الصدور طبع دوم کے ناشرین نے اس کا تعارف یوں کرایا۔ الحمدللہ تعالیٰ کتاب آئینہ تسکین الصدور طویل عرصہ کے بعد ایک مرتبہ پھر پورے رعب اور چیلنج کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۳)

ان حالات میں احباب کا اصرار بڑھتا گیا کہ اس کا جواب ضرور آنا چاہئے تو ہم نے آئینہ تسکین الصدور پر کئے گئے اپنے مختصر تبصرہ کی تفصیلات اور مولف موصوف کے ہاتھ کے جادوانہ نظر بندی کرنے والے کرتب سے عوام الناس کو آگاہ کرنے کے لئے مجبوراً یہ قدم اٹھایا۔

اور آئینہ تسکین الصدور اور کشف الستر سے پردہ چاک کر کے ان کی اصلیت قائین کرام کے سامنے پیش کر دی ہے۔ اپنی اس تحریر کے دوران ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ قلم رک گیا اور زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ واہ مولا تیری قدرت کہ اپنے دور کے علمی آسمانوں اور ارباب بصیرت کو تو نے تسکین الصدور اور سماع الموتی کی حمایت اور تائید میں جمع فرمایا اور ان کی تردید و مخالفت کے لئے علامہ نیلوی صاحب، مولوی شیر محمد صاحب، مولوی شہاب الدین خالدی صاحب اور مولوی خان بادشاہ صاحب جیسے لوگوں کے ہاتھ میں قلم تھما دیا۔ سبحان تیری شان!

ہماری اس تحریر ''اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور'' کی کمپوزنگ ہو چکی تھی۔ اس دوران ہمیں مولوی شہاب الدین خالد صاحب کی کتاب عقائد علماء اسلام دیکھنے کا موقع ملا۔ اس میں انہوں نے اکثر مواد اور انداز آئینہ تسکین الصدور سے ہی لیا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے بزعم خود امام اہل سنت حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس چیلنج کا جواب دینے کی بھی ناکام کوشش کی ہے جو حضرت نے تسکین الصدور میں فرمایا تھا کہ ''۱۳۴۷ھ سے پہلے اہل السنت والجماعت میں سے کسی معتبر عالم کا کوئی صریح قول کسی بھی کتاب سے دکھا دیں کہ اس نے انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کا انکار کیا ہو اور کہا ہو کہ آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام کو نہیں سنتے۔'' ہم نے ان کی کتاب کے باقی حصہ پر تبصرہ کا حق محفوظ رکھتے ہوئے سردست ان کے اس جواب چیلنج پر تبصرہ بھی اس کتاب میں کر دیا ہے جو قارئین کرام کے لئے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگا۔

مخالفین کے بے جا طعن

<u>پہلا طعن</u>: تسکین الصدور اور سماع الموتی کے مخالفین مختلف انداز میں بے جا طعن کرتے رہتے ہیں۔ کبھی کہتے

ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی پہلی کتابیں بریلویوں کے خلاف عمدہ تھیں۔ مگر تسکین الصدور اور سماع الموتی لکھ کر انہوں نے اس کے خلاف کیا۔ جیسا کہ مولوی خان بادشاہ لکھتے ہیں اور ابھی میں مولوی محمد سرفراز کے افتراء ذکر کرتا ہوں اور یہ موحد آدمی تھا اور بریلویوں پر بہترین تردید کرتے تھے۔ لیکن جب اکابر اشاعۃ التوحید والسنۃ سے مخالف ہوا تو ابھی بریلویوں کا امدادی بنا۔ گویا کہ اپنے پرانے تصنیفات کی تردید کرتے ہیں۔ (المسامیر النار یہ مع المسامیز الحدید ص ۲۱۲)

یہ ان حضرات کا بے جا طعن اور غلط پروپیگنڈہ ہے۔ اس لئے کہ تسکین الصدور اور سماع الموتی میں قبور میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اور ان کے عند القبر صلوٰۃ وسلام سننے اور دور سے فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچائے جانے کا مسئلہ۔ قبر میں جسم کا راحت یا عذاب میں روح کے ساتھ شریک ہونے کا مسئلہ۔ عرض اعمال اور استشفاع عند القبر کا مسئلہ، تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور یہی مسائل اجمالاً ان کتابوں میں موجود ہیں جن کو یہ حضرات بریلویوں پر بہترین تردید قرار دیتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے عند القبر صلوٰۃ وسلام سننے اور دور سے فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچانے کا مسئلہ آنکھوں کی ٹھنڈک میں موجود ہے۔

عرض اعمال کا مسئلہ ازالۃ الریب میں اور استشفاع عند القبر کا مسئلہ باب جنت میں موجود ہے اور یہ سب کتابیں تسکین الصدور اور سماع الموتی سے پہلے کی تصانیف ہیں۔ اس لئے ان مخالفین کا یہ طعن بالکل باطل ہے کہ اکابر اشاعۃ التوحید والسنۃ سے اختلاف کے بعد حضرت رحمہ اللہ کا نظریہ بدل گیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے لوگ تسکین الصدور اور سماع الموتی کی اشاعت سے پہلے ان مسائل کی حمایت کرتے تھے اور ان مسائل کے ان کتابوں میں ہونے پر ان کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ مگر تسکین الصدور اور سماع الموتی کی اشاعۃ کے بعد تعصب، تحزب اور ضد کی وجہ سے مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تو تبدیلی اشاعت التوحید والوں میں آئی ہے۔ حضرت رحمہ اللہ تو بفضلہٖ تعالیٰ پہلے بھی موحد تھے اور اب بھی ہیں اور اپنے نظریہ پر قائم ودائم ہیں۔

<u>دوسرا طعن</u>: مخالفین کبھی یہ انداز اختیار کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی کتابیں بریلویوں کے خلاف بہترین تھیں تو ان کو کیا ضرورت تھی کہ تسکین الصدور اور سماع الموتی لکھنے کے لئے قلم اٹھالیا۔ مخالفین کا یہ طعن بھی باطل ہے۔ اس لئے کہ جیسے اہل بدعت میں سے بہت سے حضرات کو راہ سنت اور آنکھوں کی ٹھنڈک وغیرہ کتابیں پڑھ کر اللہ تعالیٰ نے راہ راست پر آنے کی توفیق دی۔ اسی طرح بہت سے اہل بدعت جو اموات کے دور دراز سے پکار سن لینے کا نظریہ رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کے مطالعہ سے ان کو ہدایت سے نوازا۔ ان کتابوں سے بھی اہل بدعت کی تردید ہی ہوتی ہے اور آگے ہم نے باحوالہ لکھا ہے کہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ نے بریلویوں کے خلاف مناظرہ میں حدیث: ''من صلّی علیّ عند قبری سمعتہ'' پڑھی جو اس بات کی دلیل ہے کہ عند القبر سماع والی روایات سے بریلویوں کی تائید نہیں بلکہ بھرپور انداز میں تردید ہوتی ہے۔

<u>تیسرا طعن</u>: جب مخالفین تسکین الصدور اور سماع الموتی میں پیش کردہ دلائل کا سامنے کرنے سے عاجز اور قاصر رہے تو انہوں نے ان کتابوں کی قدر ومنزلت گرانے کے لئے یوں طعن دینا شروع کر دیا کہ فلاں مقام میں

ایک راوی کو ضعیف کہا ہے اور ان کتابوں میں اس سے دلیل پکڑی ہے۔ فلاں مقام میں فلاں روایت کو ضعیف کہا اور ان کتابوں میں اسی حدیث کو دلیل بنایا اور پھر ان لوگوں نے عبارات کا خودساختہ مفہوم لے کر بعض عبارات کا تعارض پیش کیا۔ حالانکہ یہ ان حضرات کی حضرات محدثین کرام کے قواعد سے لاعلمی اور اسلوب تحریر سے بے خبری اور تعارض کی تعریف وشرائط سے غفلت کا نتیجہ ہے، جس کی تفصیل آگے قارئین کرام ملاحظہ فرمالیں گے۔

چوتھا طعن: عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لئے بعض مخالفین یوں بھی کہہ دیتے ہیں کہ حیات النبی ﷺ اور سماع الموتی کا مسئلہ لکھ کر مولانا صفدر صاحب نے اختلاف کا دروازہ کھولا۔ حالانکہ یہ بھی بالکل باطل ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ اختلاف کا دروازہ گجرات کے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے کھولا تھا جس کو بند کرنے کے لئے پاکستانی علماء کی ان تھک کوششوں کے ساتھ ساتھ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان علماء کی کوششوں کے باوجود حضرت سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب گجراتی نے اختلاف کا دروازہ بند کرنے کی تمام کوششوں کو پس پشت ڈال دیا اور پھر خطیبوں اور واعظوں کے سہارے اس اختلاف کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر بنانے کی خدمت آخر عمر تک سرانجام دیتے رہے۔

مخالفین پر حیرانگی

مخالفین پر حیرانگی ہوتی ہے کہ جن شخصیات کا نظریہ حیات النبی ﷺ اور سماع الموتی کے بارہ میں بالکل واضح ہے۔ ان شخصیات کی بعض مبہم عبارات کا خود ساختہ مفہوم لے کر دلیل میں پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ حضرت نانوتوی، حضرت علامہ کشمیری، حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مدنی اور حضرت شیخ الہند رحمہم اللہ کا نظریہ ان مسائل میں کس سے اوجھل ہے۔ حضرت نانوتوی کی آب حیات اور اجوبہ اربعین اور حضرت گنگوہی کے فتاویٰ رشیدیہ، حضرت علامہ کشمیری کے فیض الباری میں بیان کردہ نظریہ اور باقی حضرات کے ''المهند على المفند'' پر دستخط اور دیگر تحریرات میں نظریہ کی وضاحت کے باوجود ان حضرات کی بعض عبارات کے خودساختہ مفہوم لے کر عوام الناس کو مغالطہ دینا ان حضرات کا طرۂ امتیاز ہے۔

یہی نہیں بلکہ یہ حضرات سواتی برادران (حضرت مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ) کو پوری دنیا میں حیات النبی ﷺ اور سماع الموتی کا پرچار کرنے والوں میں صف اوّل میں شامل کرنے اور ان کو اپنا سب سے بڑا مخالف ماننے کے باوجود حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی بعض عبارات کا خودساختہ مفہوم لے کر اپنے نظریہ کی تائید میں پیش کرنے سے بھی خوف خدا نہیں رکھتے۔ حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ کسی کی عبارت کا مفہوم اس کی واضح عبارات میں بیان کئے گئے مفہوم کے مطابق لیا جاتا ہے۔ اگر ان حضرات کے پاس اپنے نظریہ کی تائید اور تسکین الصدور اور سماع الموتی کی تردید میں کوئی ٹھوس دلیل ہوتی تو وہ ایسا انداز ہرگز اختیار نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ تعصب سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

حافظ عبدالقدوس خان قارن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علٰی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

قارئین کرام! ہم نے ابتدائیہ میں اپنی اس کتاب کی تحریر کی وجہ بیان کر دی ہے کہ ہم نے یہ قدم بامر مجبوری اٹھایا ہے۔ اس لئے کہ آئینہ تسکین الصدور کے مصنف مولوی شیر محمد صاحب نے عدل وانصاف کے تقاضوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے جس ظالمانہ انداز سے ادھوری عبارات پیش کر کے اور اپنی مرضی سے عبارات کے خود ساختہ مفہوم اور عبارات سے الفاظ چھوڑ کر اپنا من پسند مفہوم لے کر طعن کا دروازہ کھولا اس سے عوام الناس کو آگاہ کرنا ہماری مجبوری بن گئی تھی کہ ہم عوام الناس کے سامنے ظاہر کریں کہ مولف موصوف نے کس انداز سے ہیر پھیر سے اپنی کتاب کا پیٹ بھرا ہے اور اوّل سے آخر تک کیسے کیسے پینترے بدل کر دھوکے دینے کی کوشش کی ہے۔ جب ان کی کتاب میں اوّل سے آخر تک دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ تو ہم نے بھی عنوان دھوکہ ہی رکھا اور ترتیب وار ان کے دھوکے نمایاں کئے جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں قارئین کرام خود ملاحظہ فرمالیں گے۔

<u>دھوکہ نمبر ا:</u> { مولف آئینہ تسکین الصدور نے یہ کہہ کر دھوکہ دیا کہ مولانا صفدر صاحب نے قاعدہ لکھا کہ خبر واحد صحیح سے بھی عقیدہ ثابت نہیں ہوتا مگر خود حیات النبی ﷺ کے عقیدہ میں ضعیف احادیث کو مدار بنایا۔ }

آئینہ تسکین الصدور کے مولف مولوی شیر محمد صاحب اپنی کتاب کی ابتداء ہی اس سے کرتے ہیں کہ ”مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر کو چاہئے تھا کہ اپنے اصول وقواعد کے پابند رہتے ہوئے اور ان کا پاس رکھتے ہوئے حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیویہ حقیقیہ جسمانیہ عنصریہ حسیہ فی القبور المحفورة فی الارض کے عقیدہ پر کوئی آیت قرآنی یا حدیث متواتر پیش فرماتے۔ جناب موصوف اس سے تو بالکل عاجز وقاصر رہے بلکہ اپنے بیان کردہ اور جمہور مسلمین (جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، محدثین، فقہاء رحمہم اللہ اور اصحاب اصول داخل ہیں) کے اصول کہ خبر واحد سے عمل تو ثابت ہوسکتا ہے۔ لیکن علم یعنی عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا۔ (دل کا سرور طبع ششم ص ۱۳۱) کا خلاف کر کے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیویہ حقیقیہ جسمانیہ عنصریہ حسیہ فی القبور المحفورة فی الارض کے عقیدہ پر جو منکر، شاذ، ضعیف، منقطع اور موضوع قسم کی روایات دلائل میں پیش فرمائی ہیں۔ وہ یہاں زیر بحث لائی جائیں گی۔“ (آئینہ تسکین الصدور ص ۳۹)

اس عبارت سے مولف آئینہ تسکین الصدور نے عوام الناس کو یہ باور کرانا چاہا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے عقیدہ حیات النبی ﷺ کا مدار صرف ان ہی احادیث پر رکھا ہے جو انہوں نے تسکین الصدور میں پیش کی ہیں۔

جن کو حضرات محدثین کرام کی تحقیقات کے برخلاف مولف آئینہ تسکین نے ضعیف وغیرہ قرار دیا ہے۔ حالانکہ مولف آئینہ تسکین کو یا تو مغالطہ ہوا ہے یا انہوں نے جان بوجھ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے کہ اس مسئلہ میں احادیث پیش کرنے کے سے پہلے عام اموات کے بارہ میں راحت قبر اور عذاب قبر سے متعلق قرآنی آیات و احادیث پیش کی گئی ہیں اور پھر راحت اور عذاب کا تعلق جسمانی کے ساتھ احادیث اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے۔

جب عام اموات کے لئے روح کا تعلق جسم کے ساتھ قرآنی آیات کے اشارات اور احادیث و اقوال سلف سے ثابت کیا گیا ہے تو شہداء کی بعد از وفات حیات عام اموات کی بہ نسبت ارفع و افضل ہوتی ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے بھی افضل وارفع ہوتی ہے تو جو دلائل عام اموات کے جسم کے ساتھ روح کے تعلق کے دیئے گئے

ہیں وہ شہداء اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے بھی دلائل ہیں اور بعد از وفات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا شہداء کی حیات سے افضل وارفع ہونا تو مولف آئینہ تسکین الصدور اور ان کا طبقہ بھی تسلیم کرتا ہے۔ اگرچہ وہ اس کی تعبیر جمہور اہل سنت والجماعت کے نظریہ سے علیحدہ کرتے ہیں۔ اس لئے مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تسکین الصدور میں باب ششم سے پہلے جو دلائل قرآنی آیات واحادیث کی صورت میں پیش فرمائے ہیں وہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے بھی دلائل ہیں کہ جب عام اموات کے اجسام کو اس قدر حیات حاصل جس سے وہ راحت یا عذاب محسوس کرتے ہیں تو جن کی حیات اس سے اعلیٰ وارفع ہے، ان کے اجسام سے روح کا تعلق بھی ان دلائل سے ثابت ہے۔ مولف آئینہ تسکین کو مغالطہ ہوا کہ انہوں نے صرف قبور میں حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے عنوان کے تحت ذکر کئے گئے دلائل کو ہی مدنظر رکھا۔ حالانکہ پہلی بحث کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے ان دلائل کو انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کی امتیازی حیثیت اور تقویت کے لئے اور حیات فی القبر کے بارہ میں جمہور اہل سنت والجماعت کی تعبیر کی وضاحت کے لئے پیش کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ مخالفین مثلاً مولف آئینہ تسکین اور ان کا طبقہ جمہور کی تعبیر کے برخلاف اس حیات کو صرف روح کی حیات مانتا ہے۔

اگر مولف موصوف کو تسکین الصدور کے انداز دلائل سے یہ بات سمجھ نہیں آسکی تھی تو کم از کم وہ المحدث الکامل العلامہ محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی واضح عبارت کو ہی غور سے دیکھ لیتے جو انہوں نے تسکین الصدور پر لکھی جانے والی تقریظ میں تحریر فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

۱...... شہداء کے لئے بنص قرآن حیات حاصل ہے اور مزید دفع تجوز کے لئے ''یرزقون'' کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ جیسے آج کل کا محاورہ ہے ''فلان حی یرزق'' عام اہل برزخ سے ان کی حیات ممتاز ہے۔

۲...... جب انبیاء کا درجہ عام شہداء سے اعلیٰ وارفع ہے تو ''بدلالۃ النص یا بالاولیٰ'' خود قرآن کریم سے ان کی حیات ثابت ہوئی (علیہم السلام) اور جب مرتبہ اعلیٰ وارفع ہے تو حیات بھی اقویٰ واکمل ہوگی۔

۳...... اسی حیات کی اکملیت کے بارہ میں دو حدیثیں آئی ہیں۔ ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' اور حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' (بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۴)

اس عبارت میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرمادی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ''بدلالۃ النص'' یا ''بالاولیٰ'' خود قرآن کریم سے ثابت ہے اور ان احادیث سے اسی حیات کی اکملیت ثابت ہے۔ جب حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا مدار صرف ان ہی احادیث پر نہیں ہے تو پھر عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے یہ ڈھنڈورہ پیٹنا کہ مولانا صفدر صاحب نے اپنے اصول کی خلاف ورزی کی ہے۔ یہ انتہائی متعصبانہ جسارت ہے۔

دھوکہ نمبر ۲: {مولف آئینہ تسکین نے تسکین الصدور کی عبارت بدل کر دھوکہ دیا۔ مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ پھر تسکین الصدور ص ۲۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اور حیات انبیاء کرام علیہم السلام کی بنیاد اس حدیث پر رکھتے ہیں۔} (آئینہ تسکین الصدور ص ۴۰)

مولف موصوف کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا صفدر صاحب حیات انبیاء کرام علیہم السلام کی بنیاد اس حدیث پر رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر دھوکہ ہے۔ اس لئے کہ تسکین الصدور کی اصل عبارت یوں ہے کہ: ''محدثین کرام اس صحیح حدیث پر بنیاد رکھتے ہیں۔ مگر مولف موصوف نے تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے محدثین کرام کی جانب نسبت کو ذکر کئے بغیر اس کو لکھا۔ یہ دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے؟''

پھر اس سے مراد یہ ہے کہ عام مردوں کی بہ نسبت حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو خصوصیت سے جو حیات حاصل ہے اس حیات کی بنیاد محدثین کرام اس صحیح حدیث پر رکھتے ہیں۔ جیسا کہ تسکین الصدور کے دلائل سے بھرپور انداز اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ وضاحت سے عیاں ہے کہ جب انبیاء کا درجہ عام شہداء سے اعلیٰ وارفع ہے تو بدلالۃ النص یا بالا ولی خود قرآن کریم سے ان کی حیات ثابت ہوئی اور اسی حیات کی اکملیت کے بارہ میں حدیثیں آئی ہیں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ مطلقاً حیات انبیاء کرام علیہم السلام کی بنیاد اس حدیث پر ہے۔ جیسا کہ عموماً مؤلف موصوف کا طبقہ مغالطہ دیتا رہتا ہے۔

دھوکہ نمبر ۳: {مؤلف آئینہ تسکین نے لکھا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے خود لکھا ہے کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ پر جملہ محدثین فن رجال ونقد حدیث میں کلی اعتماد کرتے ہیں اور خود ان کی بیان کردہ جرح کو ان کا وہم قرار دے کر رد کیا ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور مسند ابی یعلی کے حوالہ سے ذکر کردہ حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ '' آیئے اب ہم اس روایت کے متعلق علامہ ذہبی ہی سے پوچھ لیتے ہیں جو کہ فن رجال اور نقد حدیث میں پورے پورے ماہر ہیں۔ جس کا اعتراف خود مولانا صاحب کو بھی ہے۔ جیسا کہ احسن الکلام ج ۲ ص ۹۶ پر لکھتے ہیں کہ علامہ ذہبی وہ ہیں جن کو نقد اسماء رجال میں کامل ملکہ حاصل ہے۔ جب علامہ ذہبی کو رواۃ اور رجال کے پرکھنے کی مکمل مہارت حاصل ہے اور ان کے بعد آنے والے جملہ محدثین کرام ان پر اس فن میں کلی اعتماد کرتے ہیں تو ان پر بلا وجہ الزام کیوں عائد کیا جاتا ہے کہ یہ ان کا وہم ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۴۰)

مؤلف آئینہ تسکین الصدور کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ احسن الکلام کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ علامہ ذہبی فن حدیث واسماء الرجال کے بارہ میں جو بھی کہہ دیں بعد میں آنے والے حضرات محدثین کرام ان پر کلی اعتماد کرتے ہیں۔ حالانکہ احسن الکلام کی اس عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اس عبارت میں بلا وجہ کے الفاظ موجود ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ اگر علامہ ذہبی کی جانب وہم کی نسبت کرنے کی وجہ موجود ہو تو ان کی جانب وہم کی نسبت کی جاسکتی ہے۔ بلا وجہ ان کی جانب وہم کی نسبت کرنا درست نہیں ہے۔ علامہ ذہبی کی علمی حیثیت مسلم ہونے اور ان پر فن رجال ونقد حدیث میں اعتماد کرنے کے باوجود کئی مقامات میں حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ نے ان کی رائے سے اختلاف کیا ہے بلکہ اسی روایت کے راوی حجاج بن الاسود کو علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''نکرۃ'' (مجہول) کہا ہے۔ مگر علامہ ابن حجر نے اس کا تعاقب کیا ہے۔ (لسان المیزان ج ۲ ص ۱۷۵)

پھر خود مؤلف آئینہ تسکین الصدور نے حضرت مولانا صفدر صاحب کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ '' بلا دلیل علامہ ذہبی جیسے ناقد فن رجال پر وہم کا الزام کون سنتا ہے۔'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۷)

جب وضاحت سے لکھا گیا ہے کہ بلا دلیل وہم کا الزام قابل سماعت نہیں تو اسی سے واضح ہو گیا کہ ان پر کلی اعتماد سے مراد یہ ہے کہ جو بات ان کی دلیل کے ساتھ ہو گی تو اس پر اعتماد ہو گا۔ پھر حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ کے ہاں محدثین کی شخصیات مدار نہیں بلکہ مدار دلائل ہیں اور علامہ ذہبی سے بڑے بڑے حضرات کی بات جب دلیل نہ ہونے یا دلیل کمزور ہونے کی وجہ سے رد کی جاسکتی ہے تو علامہ ذہبی کی بات بلا دلیل کیسے قبول کی جاسکتی ہے۔ خصوصاً جب کہ اس کے خلاف ان سے بڑے حضرات کی تحقیق موجود ہے۔

پھر ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' (الحدیث) کے بارہ میں علامہ ذہبی نے جو جرح کی ہے اور اس جرح کو مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ذہبی کا وہم کہا ہے تو اس جرح کی ایک ایک شق کا جواب بھی حضرت محدثین

کرام سے انہوں نے نقل کیا ہے۔ پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اس بارہ میں علامہ ذہبی کی جرح کو ان کا وہم کہنے میں مولانا صفدر صاحب اکیلے نہیں ہیں بلکہ دور حاضر میں فن حدیث واسماء الرجال میں خدمت سرانجام دینے والے غیر مقلد عالم علامہ ناصر الدین البانی بھی ہیں۔ انہوں نے بھی کہا ہے کہ اس بارہ میں علامہ ذہبی کو وہم ہوا ہے بلکہ علامہ البانی لکھتے ہیں کہ "ظاہر یہ ہوتا ہے کہ بعد میں علامہ ذہبی نے اس کو معروف مان لیا تھا۔ اس لئے (مستدرک ج ۴ ص ۳۳۲) کی تلخیص میں فرمایا: "قلت حجاج ثقة" میں کہتا ہوں کہ حجاج ثقہ ہے۔" (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ تحت الرقم ص ۶۲۱)

علامہ البانی نے تو مولف آئینہ تسکین الصدور کے پورے محل کو زمین بوس کر دیا ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ علامہ ذہبی نے اپنے پہلے نظریہ سے رجوع کر کے حجاج راوی کو ثقہ مان لیا تھا اور حوالہ بھی دیا کہ مستدرک کی تلخیص میں انہوں نے حجاج کو ثقہ کہا ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۴</u>: {مولف آئینہ تسکین الصدور نے یہ باور کرانا چاہا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے بلاوجہ علامہ ذہبی پر وہم کا الزام لگایا ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور نے اپنی عبارت میں یہ ظاہر کیا اور عوام الناس کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ مولانا صفدر صاحب نے علامہ ذہبی پر بلاوجہ وہم کا الزام عائد کیا ہے۔ حالانکہ تسکین الصدور کا مطالعہ کرنے والا ہر آدمی جان سکتا ہے کہ مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ نے علامہ ذہبی کے اعتراض کی ہر ہر شق کا جواب ائمہ محدثین سے نقل کیا ہے۔ (تسکین الصدور ص ۲۲۵ تا ۲۲۸)

<u>دھوکہ نمبر ۵</u>: {مولف آئینہ تسکین نے لکھا ہے کہ حجاج بن الاسود مجہول راوی ہے اور اس سے مستلم بن سعید کے علاوہ کوئی اور راوی روایت نہیں کرتا۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور علامہ ذہبی سے نقل کرتے ہیں کہ "حجاج بن الاسود مجہول ہے۔ ہماری دانست کے مطابق مستلم بن سعید کے بغیر ان سے کسی نے روایت نہیں کی۔" (آئینہ تسکین الصدور ص ۴۱)

یہاں بھی مولف موصوف دھوکہ دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ نے علامہ ابن حجر سے (لسان ج ۲ ص ۱۷۵) کے حوالہ سے اس اعتراض کا جواب نقل کیا ہے کہ "حجاج بن الاسود سے جریر بن حازم، حماد بن سلمہ، روح بن عبادہ اور دیگر حضرات روایت کرتے ہیں اور آخر میں آگے عیسیٰ بن یونس کا نام بھی لیا ہے۔" (تسکین الصدور ص ۲۲۶)

جب حجاج بن الاسود سے مستلم بن سعید کے علاوہ اور راویوں کا روایت کرنا بھی دلیل ثابت سے ہے تو اس کے باوجود مولف موصوف کا یہ کہنا کہ مستلم بن سعید کے علاوہ کسی اور نے حجاج بن الاسود سے روایت نہیں کی تو اس کو دھوکے کے سواء اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔ یقیناً علامہ ذہبی کے پیش نظر یہ بات نہ ہوگی۔ ورنہ وہ تائید یا تردید کی صورت میں ضرور اس پر تبصرہ کرتے۔ اس لئے وہ تو اس بارہ میں معذور سمجھے جائیں گے۔ مگر مولف آئینہ تسکین کا معاملہ ان سے جدا ہے۔ اس لئے کہ تسکین الصدور میں جب یہ بات واضح کر دی گئی ہے تو یقیناً یہ مولف آئینہ تسکین نے ملاحظہ کی ہوگی تو اس کے باوجود ان کا یہ کہنا کہ حجاج سے مستلم بن سعید کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کی تو یہ حقائق چھپانے کے مترادف ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۶</u>: {مولف آئینہ تسکین نے یہ کہہ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے حجاج بن الاسود کی ثقاہت ثابت کرنے میں زور لگایا ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ "جناب موصوف نے علامہ ذہبی کا حوالہ نقل کر کے حجاج بن اسود کی

ثقاہت پر زور لگایا ہے۔'' (آئینہ تسکین ص ۴۱)

مولف موصوف زور لگایا ہے کہ الفاظ لکھ کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حقیقت کچھ اور ہے مگر مولانا صفدر صاحب نے خواہ مخواہ اس کی ثقاہت ثابت کرنے میں زور لگایا ہے۔ حالانکہ یہ بھی مولف موصوف کا دھوکہ ہے اس لئے کہ مولانا صفدر صاحب ؒ نے امام احمد، امام ابن معین، امام ابو حاتم اور علامہ بن حبان ؒ سے اس کی ثقاہت نقل کر کے ڈنکے کی چوٹ لکھا ہے کہ'' جب ائمہ جرح وتعدیل اور چوٹی کے محدثین کرام ان کو ثقہ کہتے ہیں تو پھر وہ نکرۃ اور مجہول کیسے رہے۔'' (تسکین الصدور ص ۲۲۵)

مولف موصوف نے جب تسکین الصدور کے رد میں قلم اٹھایا تھا تو ان کا فریضہ تھا کہ واضح دلائل کے ساتھ حجاج کے بارہ میں ثابت کی گئی ثقاہت کا توڑ پیش کرتے مگر ایسا ان کے بس میں کہاں؟

<u>دھوکہ نمبر ۷</u>: {مولف آئینہ تسکین نے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ جب ثقہ راوی کی حدیث معلل ہو سکتی ہے تو حجاج کی ثقاہت ماننے کے باوجود اس کی روایت منکر بھی ہوسکتی ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ اگر بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے کہ حجاج بن اسود ثقہ تھے۔ مگر راوی کی ثقاہت سے حدیث کا صحیح ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ اصول حدیث کی رو سے ثقہ راویوں کی حدیث بھی معلل ہوسکتی ہے۔

پھر آگے وہ مولانا صفدر صاحب کی بعض کتابوں کے حوالہ سے یہی اصول نقل کر کے یہ عبارت بھی لکھتے ہیں:

''بہرحال اگر نافع بن محمود کو بعض محدثین نے ثقہ بھی کہا ہو تب بھی اس کی حدیث معلل ہوسکتی ہے۔'' (احسن الکلام ج ۲ ص ۹۶)

پھر احسن الکلام کی اس عبارت کا نتیجہ مولف آئینہ تسکین یوں نکالتے ہیں'' تو اس قاعدہ کے پیش نظر مولانا صفدر صاحب کو یہ تسلیم کر لینا چاہئے تھا کہ بہرحال اگر حجاج بن اسود کو بعض محدثین نے ثقہ بھی کہا ہو۔ تب بھی اس کی حدیث میزان کے حوالہ ''فاتی بخبر منکر'' کے خلاف نہیں ہے۔'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۴۱ تا ۴۳ ملخصاً)

مولف موصوف نے اگر منکر سے مراد وہ منکر لی ہے جس میں راوی متفرد ہو تو ثقہ راوی کی روایت ایسی منکر ہوسکتی ہے مگر اس منکر کی وجہ سے نہ تو حدیث ضعیف ہوتی ہے اور نہ ہی اس کو رد کیا جاسکتا ہے اور ایسی منکر اصطلاحی منکر سے علیحدہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ آگے الشیخ ابوغدہ کے حوالہ سے اس کا ذکر کیا گیا ہے اور اگر منکر سے مراد اصطلاحی منکر ہے۔ جیسا کہ مولف مذکور اور ان کا طبقہ ثابت کرتا ہے تو جب تک اصطلاحی منکر کی تعریف ثابت نہیں ہوتی۔ اس وقت تک کسی روایت پر منکر کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ (اور حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' پر اصطلاحی منکر کا اطلاق قطعاً ثابت نہیں ہے)

پھر مولف موصوف نے قیاس مع الفارق سے کام لیتے ہوئے کہا کہ جب کسی ثقہ راوی کی روایت معلل ہوسکتی ہے تو منکر بھی ہوسکتی ہے تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرات محدثین کرام نے حدیث کی اقسام میں معلل کو الگ اور منکر کو الگ بتایا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی تعریف بھی علیحدہ علیحدہ ہے۔ جب معلل اور منکر دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں تو ان میں سے ایک کو ماننے سے دوسرے کا ماننا کیسے لازم آسکتا ہے۔ ایسی بات فن حدیث کی اصطلاحات اور قیاس کی تعریف سے ناواقف یا جان بوجھ کر دھوکہ دینے والا ہی کہہ سکتا ہے۔

مولانا صفدر صاحب ؒ بفضلہ تعالیٰ معلل اور منکر کی تعریفات سے بخوبی واقف ہیں۔ اس لئے مولف موصوف کا ان کو مشورہ دینا کہ جب ثقہ راوی کی حدیث معلل ہوسکتی ہے تو اس قاعدہ کے پیش نظر مولانا صفدر صاحب کو یہ تسلیم کر لینا چاہئے تھا کہ حجاج کی روایت کو منکر تسلیم کرلیں تو یہ مشورہ بے سود اور جاہلانہ ہے۔

دھوکہ نمبر ۸: {مولف آئینہ تسکین الصدور "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" کے بارہ میں کہے گئے منکر سے منکر اصطلاحی مراد نہیں لیتے۔ مگر اس کا حکم اصطلاحی منکر والا ظاہر کر کے دھوکا دیتے ہیں۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور نے مذکورہ عبارت میں علامہ ذہبی کے "فاتی بخبر منکر" کے الفاظ سے "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" والی حدیث پر منکر اصطلاحی کا حکم لگانا چاہا ہے۔ حالانکہ اصطلاح میں منکر اس روایت کو کہتے ہیں کہ ضعیف راوی ثقہ کی یا ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے اور ایسی منکر روایت مردود ہوتی ہے۔

علامہ ذہبی نے "فاتی بخبر منکر" کے جو الفاظ فرمائے ہیں اس سے اصطلاحی منکر مراد نہیں۔ ورنہ تو ثابت کرنا پڑے گا کہ کس ضعیف راوی نے ثقہ کی یا ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت کی ہے۔ علامہ ذہبی کے منکر اصطلاحی لینے کا جو احتمال ہو سکتا تھا اس کا ذکر کر کے تسکین الصدور میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

اور اس سے مراد منکر اصطلاحی خود مولف موصوف بھی نہیں لے رہے۔ اس لئے کہ وہ خود لکھتے ہیں "اور جس روایت کا راوی اس متن کے روایت کرنے میں بالکل تنہا ہو کسی دوسرے راوی نے اس متن حدیث کو روایت نہ کیا ہو، اس کو بھی منکر اور غیر معروف کہتے ہیں۔" (آئینہ تسکین الصدور ص ۴۷)

یہ بات درست ہے کہ نکارۃ کا اطلاق راوی کے تفرد پر بھی کیا جاتا ہے۔ مگر ایسی نکارۃ کا حکم اصطلاحی منکر جیسا نہیں ہے۔ جیسا کہ المحقق الشیخ ابوغدہ عبدالفتاح فرماتے ہیں کہ "امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں مسند احمد اور سنن ابی داؤد وغیرہ قابل اعتماد کتب میں پائی گئی کئی احادیث کے بارہ میں کہا ہے کہ وہ منکر ہیں بلکہ ایسی احادیث صحیحین میں بھی ہیں اور اس کا معنی صرف وہی ہے جس کو حفاظ جانتے ہیں: "وھو ان النکارۃ ترجع الی الفردیۃ و لایلزم من الفردیۃ ضعف متن الحدیث فضلاً عن بطلانہ" (حاشیہ الرفع والتکمیل ص ۲۰۰)

اور وہ یہ ہے کہ بے شک نکارۃ فردیت کی جانب لوٹتی ہے اور فردیت (یعنی راوی کے تنہا ہونے) سے حدیث کا متن ضعیف نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ وہ باطل ہو۔ الشیخ ابوغدہ نے واضح فرمادیا کہ اگر نکارۃ فردیت کے معنی میں ہو تو اس نکارۃ کی وجہ سے حدیث میں ضعف بھی نہیں آتا۔ حیرانگی کی بات ہے کہ مولف موصوف یہاں نکارۃ کو فردیت یعنی راوی کے تنہا ہونے کے معنی میں لے کر بھی اصطلاحی منکر کا حکم اس میں ثابت کرنے کے درپے ہیں جو کہ بدترین قسم کا دھوکہ ہے۔

دھوکہ نمبر ۹: {مولف موصوف کہتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خود لکھا ہے کہ طبقہ ثالثہ ورابعہ کی روایات کو محدثین قبول نہیں کرتے۔ مگر خود انہوں نے اسی طبقہ کی روایات کو پیش کیا ہے۔}

مولف آئینہ تسکین طبقات کتب حدیث کے اعتبار سے اس حدیث کی حیثیت کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ محدث ابویعلی موصلی کی کتاب طبقہ ثالثہ میں شمار ہوتی ہے جس کے بارے میں خود صاحب تسکین بریلویوں کی تردید کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

"مولوی عبدالسمیع صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کا ان روایات سے استدلال کرنا جن میں یہ آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سال کے بعد شہداء کی قبروں پر السلام علیکم کے الفاظ سے دعا کیا کرتے تھے اور اسی طرح خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی آپ کے بعد ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ تو ان سے ان کا استدلال کرنا خام ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ یہ روایتیں کتب حدیث کے اس طبقہ کی روایتیں ہیں جن کو محدثین ہرگز قبول نہیں کرتے نہ عقیدہ میں اور نہ عمل میں۔" (بحوالہ راہ سنت ص ۱۶۵، ازالۃ الریب طبع اول ص ۴۲۳، دل کا سرور طبع ششم ص ۱۸۸)

تبصرہ: جب محترم صاحب کی اپنی تحقیق یہ ہے کہ طبقہ ثالثہ کی روایتوں کو محدثین ہرگز قبول نہیں کرتے نہ عقیدہ میں نہ عمل میں تو مولانا صاحب اس حدیث کو لائے ہی کیوں؟ (آئینہ تسکین الصدور ص ۴۳، ۴۴)

اس عبارت سے مؤلف آئینہ تسکین نے یہ نتیجہ نکالا کہ مولانا صفدر صاحب کے نزدیک طبقہ ثالثہ کی روایتوں کو محدثین ہرگز قبول نہیں کرتے۔ حالانکہ خود مؤلف موصوف نے حضرت مولانا صفدر صاحب ؒ کی جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ ان تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ اس طبقہ کی کتابوں میں مذکور روایت اس وقت تک قابل قبول نہیں۔ جب تک اس حدیث کی اصول حدیث کی رو سے صحت ثابت نہ کی جائے۔ یہ نہیں کہا کہ ان کتابوں کی باسند اور صحیح روایات بھی قابل قبول نہیں۔ جیسا کہ مؤلف موصوف دھوکا دے رہے ہیں۔

راہ سنت کی عبارت یوں ہے: ''تو ان سے استدلال خام ہے۔ اولاً اس لئے کہ یہ روایتیں کتب حدیث کے اس طبقہ کی ہیں، جن میں بجز باسند اور صحیح احادیث کے جن پر امت کا تعامل ہے۔ اکثر احادیث کو محدثین ہرگز قبول نہیں کرتے نہ عقیدہ میں اور نہ عمل میں۔'' (عجالہ نافعہ ص ۷، حجۃ اللہ البالغہ، راہ سنت ص ۱۷۳)

اور ازالۃ الریب کی عبارت ہے کیونکہ امام طبرانی کی جملہ تصانیف حضرات محدثین کرام کے نزدیک کتب حدیث کے طبقہ ثالثہ میں داخل ہیں اور اس طبقہ کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ: ''و اکثر آں احادیث معمول بہ نزد فقہاء نشدہ اند بلکہ اجماع بر خلاف آنہا منعقد گشتہ'' (عجالہ نافعہ ص ۷)

جب تک اس حدیث کی اصول حدیث کی رو سے صحت ثابت نہ کی جائے اس سے احتجاج درست نہیں ہے۔ (ازالۃ الریب ص ۵۳۴)

اور گلدستہ توحید کی عبارت ہے۔ ''ہاں! اگر اصول حدیث کے رو سے اس طبقہ کی کوئی حدیث سنداً صحیح ثابت ہو تو اس کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔'' (گلدستہ توحید ص ۱۴۴)

اور دل کا سرور میں تو مستقل نوٹ کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے کہ اگر ان مذکورہ کتب میں کوئی ایسی روایت ہو جو سنداً صحیح ہو اور قرآن کریم اور صحیح احادیث سے متعارض نہ ہو اور علی الخصوص جب کہ اکثر امت اور جمہور اہل اسلام کا اس پر تعامل بھی ہو تو اس کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہے۔ (دل کا سرور ص ۱۷۵)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ حضرت مولانا صفدر صاحب ؒ نے علی الاطلاق طبقہ ثالثہ و اربعہ کی کتابوں میں موجود روایات کو ناقابل قبول نہیں کہا۔ جیسا کہ مؤلف آئینہ تسکین الصدور دھوکا دے رہے ہیں بلکہ حضرت مولانا صفدر صاحب نے وضاحت فرما دی ہے کہ ان کتب میں موجود اکثر ایسی روایات جو بے سند اور اصول حدیث کی رو سے صحیح نہیں وہ ناقابل قبول ہیں اور جو باسند اور اصول حدیث کی رو سے صحیح روایات ہیں وہ قابل قبول ہیں۔

اور حدیث: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' کو محدث المناوی نے فیض القدیر میں ''حدیث صحیح'' کہا ہے اور کسی محدث نے ان کا رد نہیں کیا۔

اور علامہ البانی لکھتے ہیں کہ میرا خیال پہلے یہ تھا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ مگر بعد میں جب مسند ابی یعلی اور اخبار اصفہان کو دیکھا تو میرے سامنے یہ واضح ہو گیا کہ ''انہ اسناد قوی'' کہ بے شک اس کی سند قوی ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ تحت الرقم ۶۲۱)

اور اسی روایت کی مسند ابی یعلی میں تخریج کرتے ہوئے غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے

ہیں: "اخرجه البیهقی فی حیاة الانبیاء من طریق ابی یعلی و ابو نعیم فی اخبار اصفهان ج ۲ ص ۸۳ و اسناده جید" (حاشیہ مسند ابی یعلی ج ۳ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار القبلة للثقافة الاسلامیة جدہ)

مولف آئینہ تسکین الصدور اور ان کے طبقہ کو حضرت مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ پر اعتراض کرنے کی بجائے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہئے کہ جب "الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون" حدیث باسند بھی ہے اور سند بھی جید ہے تو اس کو پیش کرنے پر اعتراض کیوں؟ اور پھر ان حضرات کا یہ الزام کہ مولانا صفدر صاحب طبقہ ثالثہ ورابعہ کی کتب میں موجود تمام روایات کو محدثین کے نزدیک ناقابل قبول مانتے ہیں تو ایسا الزام لگا کر عوام الناس کو دھوکا دینا کہاں کی علمی خدمت ہے؟

<u>دھوکہ نمبر ۱۰</u>: {مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ: "ابو الجهم الازرق" اس روایت میں متفرد ہے۔}

مولف آئینہ تسکین لکھتے ہیں کہ اب مستلم بن سعید کا ایک ہی شاگرد رہ گیا اور وہ ہے یحییٰ بن ابی بکیر پھر اس کا ایک ہی شاگرد "ابو الجهم الازرق بن علی" (آئینہ تسکین الصدور ۴۵)

اس میں مولف موصوف یہ ثابت کر رہے ہیں کہ "ابو الجهم الازرق" اس روایت میں متفرد ہے۔ حالانکہ علامہ البانی لکھتے ہیں کہ یہ متفرد نہیں بلکہ ابونعیم نے اخبار اصفہان میں عبداللہ بن ابراہیم کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے جس کو خطیب بغدادی نے ثقہ کہا ہے۔ پس یہ ازرق کی قوی متابعت ہے۔ (سلسلة الاحادیث الصحیحة تحت الرقم ۶۲۱)

جب "ابو الجهم الازرق" کا متابع موجود ہے تو عوام الناس کو دھوکا دینے کے لئے یہ کہنا کہ اس روایت میں "ابو الجهم" متفرد ہے۔ اس کی توقع کسی مسئلہ میں تحقیق کرنے والے سے نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ ایسا کام صرف متعصب اور متحزب کا ہی ہو سکتا ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۱</u>: {مولف آئینہ تسکین لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اتمام البرہان میں یحییٰ بن ابی بکیر کے واسطہ سے مروی روایت کو رد کیا ہے۔ مگر خود تسکین الصدور میں اس کی سند سے مروی روایت کو دلیل بنایا ہے۔}

مولف آئینہ تسکین لکھتے ہیں اور "یحیٰ بن ابی بکیر" جو "ابو الجهم ازرق بن علی" کا استاد ہے اس کے متعلق حضرت مولانا صاحب ایک بریلوی کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صحیح تر بات یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت موقوف ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یحییٰ بن ابی بکیر کے علاوہ کسی اور نے اس کو شریک سے مرفوع بیان کیا ہو۔ (اتمام البرہان ج ۳ ص ۷۹، آئینہ تسکین الصدور ص ۴۶)

اس عبارت سے مولف موصوف یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے یہ عبارت لکھ کر یحییٰ بن ابی بکیر کی وجہ سے اس روایت کو رد کیا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر دھوکہ ہے۔ اس لئے کہ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ نے اس عبارت کے ساتھ ہی لکھا ہے اور اس میں جو راوی شریک ہیں وہ باوجود ثقہ ہونے کے حدیث میں غلطی کر جاتے تھے۔ (اتمام البرہان ج ۳ ص ۷۴)

اس سے واضح ہو گیا کہ مولانا صفدر صاحب نے روایت کے رد کا مدار یحییٰ بن ابی بکیر پر نہیں بلکہ شریک پر رکھا ہے مگر مولف آئینہ تسکین نے یہ ظاہر کیا کہ انہوں نے رد کا مدار یحییٰ بن ابی بکیر پر رکھا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اعتراض کر رہے ہیں کہ تسکین الصدور میں اس کی روایت کو کیوں لیا گیا ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۲</u>: {مولف موصوف لکھتے ہیں کہ راوی کے تفرد کی وجہ سے بھی اس کی روایت کو منکر کہا جا سکتا ہے اور علامہ ذہبی نے تفرد کی وجہ سے منکر روایت کو رد کیا ہے۔}

ہم نے پہلے الشیخ ابوغدہ کے حوالہ سے وضاحت کر دی ہے کہ راوی کے تفرد کی وجہ سے اگر روایت کو منکر کہا جائے تو اس پر منکر اصطلاحی کا حکم نہیں لگتا۔ مگر مولف آئینہ تسکین نے دو مثالیں بیان کی ہیں جن سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ راوی کے تفرد کی وجہ سے بھی اس کی روایت کو منکر کہا جا سکتا ہے اور ایسی روایت رد کی جائے گی۔

پہلی مثال کا خلاصہ وہ یوں نکالتے ہیں کہ پہلی مثال میں مستدرک کی روایت کو چونکہ صرف ابوالازہر عبدالرزاق سے روایت کرتا ہے اور کوئی دوسرا اس کو بیان نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے علامہ ذہبی نے اس کو منکر قرار دیا ہے۔ اگر چہ اس کے رواۃ سب ثقہ ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۴۸)

مولف موصوف نے دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ورنہ انہوں نے خود عربی عبارت جو پیش کی ہے اس میں ہے کہ: ''قلت هذا وان كان رواته ثقات فهو منكر ليس ببعيد من الوضع والا لای شیئ حدیث به عبدالرزق سرا'' میں کہتا ہوں کہ اگر چہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ پس وہ منکر ہے۔ وضع سے بعید نہیں ہے۔ ورنہ کس وجہ سے عبدالرزاق نے اس کو مخفی انداز میں بیان کیا اور امام احمد، ابن معین اور دیگر جو لوگ اس کے پاس سفر کر کے جاتے رہے، ان کے سامنے اس کو کیوں بیان نہیں کیا۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ علامہ ذہبی نے محض راوی کے تفرد کی وجہ سے نہیں بلکہ عبدالرزاق کے اس روایت کو ابوالازہر سے مخفی انداز سے بیان کرنے پر طعن کیا ہے اور اس وجہ سے اس کو منکر کہا اور یہ بھی کہا کہ یہ روایت موضوع ہونے سے بعید نہیں ہے۔ جب علامہ ذہبی نے روایت کو رد کرنے کا مدار عبدالرزاق کے انداز کو ٹھہرایا ہے یا کم از کم اس انداز کو بھی رد کی وجہ میں شامل کیا ہے تو اس کے باوجود مولف آئینہ تسکین کا یہ ظاہر کرنا کہ علامہ ذہبی نے راوی کے تفرد کی وجہ سے منکر روایت کو رد کیا ہے تو یہ سراسر دھوکہ ہے۔ جب کہ ہم نے پہلے الشیخ ابوغدہ کے حوالہ سے نقل کیا کہ امام سیوطی فرماتے ہیں کہ راوی کے تفرد کی وجہ جس روایت کو منکر کہا جاتا ہے وہ ضعیف بھی نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ اس کو باطل کہا جائے۔

دھوکہ نمبر ۱۳: {مولف موصوف کا اپنی بیان کردہ مثال کے تناظر میں مسند ابی یعلیٰ کی ''الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون'' حدیث کو دیکھنا دھوکہ ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور نے دوسری مثال کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے کہ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا متن معروف نہیں۔ ایوب سے صرف عباد ہی روایت کرتے ہیں اور عباد سے صرف ریحان بن سعید ہی روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اسے ابن حبان نے ثقہ بتایا ہے۔ یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں ان میں کوئی ڈر خوف کی بات نہیں۔ ابوداؤد نے ان سے روایت نہیں لی۔ ابوحاتم کہتے ہیں یہ شیخ ہیں۔ ان میں کوئی حرج نہیں۔ ان کی حدیثیں لکھ لی جاتی ہیں اور ان سے دلیل نہیں لی جاتی۔ یہی حال اس حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون'' کا ہے کہ اس کو ثابت البنانی سے حجاج بن اسود کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا اور حجاج بن اسود سے مستلم بن سعید کے علاوہ کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۴۹)

یہاں بھی مولف موصوف دھوکا دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ حضرات محدثین کرام نے تفرد کی وجہ سے تین درجے قائم کئے ہیں۔ اگر متفرد راوی اپنے سے اوثق کی مخالفت نہیں کرتا اور عادل حافظ اور ضبط میں قابل اعتماد ہو تو اس کا تفرد صحیح ہے اور اگر ضبط میں قابل اعتماد نہ ہو اور ضابطہ کے درجہ سے بعید بھی نہ ہو تو اس کا تفرد حسن ہے اور اگر وہ ضابطہ کے درجہ سے بعید ہو تو وہ شاذ منکر مردود ہے۔ (تقریب النووی ص ۱۴۹)

مولف آئینہ تسکین نے جو مثال بیان کی ہے اس میں ایسا راوی ہے، جس کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ اس کی حدیثیں لکھ لی جاتی ہیں اور ان سے دلیل نہیں لی جاتی۔ مگر مسند ابی یعلی کی روایت ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' جو پیش کی گئی ہے اس میں کوئی ایسا راوی نہیں جس کے بارہ میں یہ کہا گیا ہو کہ اس کی حدیث لکھی تو جا سکتی ہے مگر اس سے دلیل نہیں لی جا سکتی۔

جب بیان کردہ مثال اور مسند ابی یعلی کی روایت میں نمایاں فرق ہے تو اس کے باوجود مسند ابی یعلی کی روایت کو اپنی پیش کردہ مثال کے تناظر میں دیکھنا اور دونوں کا ایک جیسا حکم ثابت کرنا سراسر دھوکا ہے۔

دھوکہ نمبر ۱۴: {مولف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب اپنے اصول کے مطابق عقیدہ کے اثبات کے لئے خبر واحد صحیح بھی پیش نہیں کر سکے۔}

''اہل علم حضرات مولانا صاحب سے دریافت کریں گے کہ آپ اپنے اصولوں کے مطابق عقیدہ کے اثبات کے لئے نص قطعی یا خبر متواتر پیش کرنے کی بجائے خبر واحد صحیح بھی پیش نہ کر سکے۔'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۴۹)

مولف موصوف اپنی اور اپنے طبقہ کی خفت مٹانے کے لئے دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کر کے حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگا رہے ہیں کہ وہ اپنے اصولوں کے مطابق اپنے نظریہ حیات الانبیاء علیہم السلام پر دلیل نہیں پیش کر سکے۔ اس لئے کہ بعد از وفات حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا عقیدہ تو متفقہ ہے اور اس سے انکار مولف آئینہ تسکین الصدور اور ان کا طبقہ بھی نہیں کرتا۔

اور تسکین الصدور میں ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جولائی/ اگست ۱۹۶۰ء کے حوالہ سے جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے سرکردہ پچاس حضرات کے دستخطوں سے ایک تحریر نقل کی گئی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ''حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد الموت سب سے اعلیٰ وارفع اجمل وافضل حیات برزخیہ عطاء فرمائی گئی ہے۔ یہ جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اس پر کتاب اللہ احادیث صحیحہ اور ارشادات صحابہ رضی اللہ عنہم شاہد ہیں۔'' (تسکین الصدور ص ۲۸۴)

اس سے واضح ہوا کہ بعد از وفات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ کا عقیدہ مولف آئینہ تسکین کے طبقہ کے ہاں بھی کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اب اختلاف اس میں ہے کہ اس حیات برزخیہ کا تعلق قبر میں مدفون جسم کے ساتھ بھی ہے یا نہیں۔ جمہور اہل سنت جن کی ترجمانی حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں۔ وہ اس کے قائل ہیں کہ اس حیات برزخیہ کا تعلق قبر میں مدفون جسم کے ساتھ بھی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ قبر میں نماز پڑھتے اور قبر پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں اور اس نظریہ کا تعین مسند ابی یعلی وغیرہ کی صحیح اور حسن درجہ کی روایات اور اقوال سلف سے کرتے ہیں۔ اسی کے قریب جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بزرگوں میں شمار کئے جانے والے استاذ العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب آف گوجرانوالہ اور ان کے متعلقین کا نظریہ ہے جو برزخ میں دنیا والے جسم کے ساتھ حیات کا تعلق مانتے ہیں۔ مگر اس حیات کو حیات دینویہ سے تعبیر کرنے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ان کی تحریرات سے واضح ہے۔

اس کے برخلاف مولف آئینہ تسکین اور ان کا کثیر طبقہ اس حیات برزخیہ کو صرف روحانی مانتا ہے اور اس حیات کا تعلق قبر میں مدفون جسم کے ساتھ ماننے سے انکاری ہے۔ ایسے نظریہ کے حامل حضرات کا فریضہ تھا کہ اس

اختلافی صورت میں اپنے نظریہ کی تائید میں کوئی صریح اور واضح دلیل پیش کرتے کہ بعد از وفات جو حیات حاصل ہے، اس کا تعلق دنیا والے جسم کے ساتھ نہیں ہے۔ مگر اس سے یہ سارے حضرات آنکھیں بند کر لیتے ہیں، ہماری ان حضرات سے گزارش ہے کہ اگر پہلے اپنے نظریہ پر کوئی واضح اور صریح دلیل پیش کرنے کی طرف یہ حضرات توجہ نہیں کر سکے تو اب جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوئی صریح اور واضح دلیل پیش کر دیں۔ ہم یہ بھی مطالبہ نہیں کرتے کہ مولف آئینہ تسکین الصدور اور ان کا طبقہ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے اپنے نظریہ کی تائید میں پیش کی جانے والی مسند ابی یعلیٰ کی ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' اور اس جیسی دیگر صحیح اور حسن درجہ کی روایات کے ہم پلہ اور اس معیار کی دلیل پیش کریں بلکہ کمزور سے کمزور واضح اور صریح روایت سے ہی ثابت کر دیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد از وفات حیات کا تعلق آپ کے جسم اطہر کے ساتھ نہیں ہے اور نہ ہی وہ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور نہ ہی قبر پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو سنتے ہیں۔

قارئین کرام! ان حضرات کا کسی واضح اور صریح حدیث سے اپنے نظریہ کو ثابت کرنا تو دور کی بات ہے، حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تسکین الصدور میں ڈنکے کی چوٹ پر لکھا کہ بلاخوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۴ھ (جس سال میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے اپنا نظریہ ظاہر کیا تھا) تک اہل السنۃ والجماعۃ کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ (تسکین الصدور ص ۲۹۰)

اور پھر حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ نیلوی صاحب کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ ''آپ بھی اس بات کے مدعی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر اطہر میں کوئی تعلق نہیں اور آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے۔ (العیاذ باللہ) تو آپ پر بھی اس کا واضح اور صریح دلائل سے ثبوت لازم ہے جس سے آپ یقیناً قاصر ہیں اور تا قیامت قاصر رہیں گے۔ ''لا دلیل علی النافی'' کو اپنا سپر (ڈھال) بنا کر دلیل قائم کرنے سے راہ فرار اختیار کرنا بالکل بے سود ہے۔'' (تسکین الصدور ص ۲۹۳)

حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ڈنکے کی چوٹ پر ایسا فرمانے کے بعد ان کے مخالفین اور مخاطبین بالخصوص تسکین الصدور پر تنقیدی تحریرات منظر عام پر لانے والوں کا فریضہ تھا کہ وہ جرأت وجوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے نظریہ کی تائید میں کوئی دلیل پیش کرتے مگر ان حضرات نے اپنی خفت مٹانے کے لئے بے بنیاد الزامات لگا کر اپنے حواریوں کو خوش رکھنے کا ناکام حیلہ تلاش کر لیا۔

ہم پھر واضح کرتے ہیں کہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد از وفات کا ثبوت کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ سے ہے جس کا اقرار خود مولف آئینہ تسکین الصدور کے طبقہ کو بھی ہے اور پھر اس حیات کے قبر میں مدفون جسم کے ساتھ تعلق اور اس حیات کی عام مردوں کی بہ نسبت اکملیت کا ثبوت ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' اور اس جیسی دیگر صحیح درجہ کی روایات سے ہے۔

مولف آئینہ تسکین اور ان کا طبقہ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اپنے نظریہ پر خبر واحد صحیح بھی پیش نہ کر سکنے کا بے بنیاد الزام لگا کر عوام الناس کو دھوکا دینے کی بجائے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے نظریہ پر کوئی

کمزور روایت ہی پیش کر دیں۔ جس میں صراحت ہو کہ بعد از وفات انبیاء کرام علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہے اس کا تعلق جسم اطہر کے ساتھ نہیں ہے۔ ''ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین''

دھوکہ نمبر ۱۵: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کے بارہ میں صرف امام سیوطی کے متواتر کہنے کے قول کو لے لیا۔ حالانکہ انہوں نے خود امام سیوطی کے بارہ میں فرمایا ہے کہ وہ متاخرین میں سے ہیں اور متاخرین کا قول حجت نہیں ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ محترم مولانا صاحب کو تمام محدثین میں صرف ایک مولانا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہی میسر آئے ہیں کہ جنہوں نے تواتر کا قول کیا ہے اور وہ متاخرین میں سے ہیں اور متاخرین کا قول حجت نہیں۔ (سماع الموتی ص ۱۲۸، آئینہ تسکین الصدور ص ۵۲)

مؤلف آئینہ تسکین الصدور کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ محدثین کرام میں سے صرف علامہ سیوطی نے تواتر کا قول کیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو متواتر کہنے میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کی۔ (تسکین الصدور ص ۲۴۳)

پھر مؤلف موصوف نے سماع الموتی کی تصحیح شدہ عبارت چھوڑ کر پہلے کی عبارت نقل کی۔ حالانکہ ان کے آئینہ تسکین الصدور لکھنے کے وقت تصحیح شدہ عبارت طبع ہو چکی تھی اور تصحیح شدہ عبارت یوں ہے کہ یہ متاخرین میں شامل ہیں۔ انکا قول بلا دلیل حجت نہیں۔ (سماع الموتی ص ۱۲۸)

دھوکہ نمبر ۱۶: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جس حیات کے قائل ہیں، جب مولانا صفدر صاحب اس جیسی حیات کے قائل نہیں تو ان کے حدیث کے بارہ میں صحیح اور متواتر کہنے کے قول کو کیوں لیتے ہیں۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں معلوم ہونا چاہئے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ انبیاء علیہم السلام کی کون سی حیات کے قائل ہیں۔ اس کے لئے علامہ سید محمود آلوسی بغدادی کی مایہ ناز تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۶ دیکھیں۔ پھر مؤلف موصوف نے روح المعانی کی عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ کیا جس کے آخر میں ہے اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اسی قسم کی حیات کی طرف گئے ہیں۔ پھر کہا کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ ان کی روحیں قبض ہونے کے بعد پھر ان کی طرف لوٹا دی گئیں ہیں اور انہیں اپنی قبروں سے نکلنے اور عالم علوی وسفلی میں تصرف کرنے کا بھی اذن دیا گیا ہے۔

پھر مؤلف موصوف اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ہے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ در بارہ حیات انبیاء علیہم السلام جس پر وہ اخبار متواتر کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اہل علم حضرات محترم صاحب سے دریافت کریں گے کہ کیا آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے جو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام قبروں سے نکل کر عالم علوی وسفلی میں تصرف کرتے پھرتے ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۵۲، ۵۳)

مؤلف آئینہ تسکین الصدور نے اپنے حواریوں کو خوش کرنے کا سامان تو مہیا کر دیا مگر اہل علم جانتے ہیں کہ یہ ان کا سراسر دھوکا ہے۔ اس لئے کہ کسی حدیث کے بارہ میں فن حدیث کی رو سے کسی حدیث کو صحیح وغیرہ کہنے کے نظریہ کی تائید سے لازم نہیں آتا کہ اس محدث نے اس حدیث سے جو نظریہ فقہی نظر سے اخذ کیا ہے، اس سے بھی اتفاق کیا جائے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بے شمار ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن کے بارہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی صحت کا نظریہ اپنایا جاتا ہے۔ مگر ان احادیث سے خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو فقہی نظریہ قائم کیا

اس سے اختلاف کیا جاتا ہے اور یہ ایسی واضح بات ہے کہ فن حدیث میں معمولی دسترس رکھنے والا بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ وہی ہے جو مولف موصوف نے نقل کیا ہے تو اس سے اختلاف کرنے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا۔ ان کے ان احادیث کے بارہ میں اخبار متواترہ کہنے سے بھی اختلاف کیا جائے۔ جب کہ وہ اس معاملہ میں اکیلے بھی نہیں بلکہ دیگر کئی محدثین کرام نے بھی ان اخبار کو متواتر کہنے میں ان کی تائید کی ہے۔

دھوکہ نمبر ۱۷: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خود تواتر کے دعویٰ کی تردید کی ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا کے دعویٰ تواتر کی تردید خود ان کے قلم سے۔ مولانا محمد سرفراز خان صاحب خود اسی امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تصحیح حدیث میں بہت ہی زیادہ متساہل ہیں۔ وہ تو جعلی من گھڑت اور موضوع حدیثوں کا سہارا بھی اپنے استدلال میں ڈھونڈ لیتے ہیں۔

(مسالک الحنفاء وازالۃ الریب طبع اوّل ص ۴۲۲، آئینہ تسکین الصدور ص ۵۴)

یہ مؤلف موصوف کی غلط بیانی ہے کہ مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعویٰ تواتر کی تردید کی ہے۔ انہوں نے تردید نہیں کی بلکہ وہ تو کھلے الفاظ میں فرماتے ہیں کہ ''اہل علم جانتے ہیں کہ تواتر کے کئی اقسام ہیں۔ تواتر لفظی، تواتر معنوی، تواتر طبقہ اور تواتر توارث وغیرہ۔ گو اس حدیث کے الفاظ اور اسناد متواتر نہیں لیکن تواتر طبقہ اور تواتر توارث کا شرف اس کو حاصل ہے۔'' (تسکین الصدور ص ۲۴۴)

جب حضرت مولانا صفدر صاحب کی واضح اور کھلے لفظوں میں تحریر موجود ہے تو ان کی کسی عبارت سے خود ساختہ مفہوم لے کر اس مفہوم کی نسبت ان کی طرف کرنا کیسے درست قرار دیا جا سکتا ہے۔

دھوکہ نمبر ۱۸: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو متساہل لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ متساہل کی بات قابل التفات نہیں ہوتی۔ مگر تسکین الصدور میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے متواتر کہنے کے قول پر اعتماد کیا ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ ''مولانا محترم محمد سرفراز صاحب تفریح الخواطر اشاعت اوّل ص ۶۳ پر لکھتے ہیں کہ اور محدثین کرام کے نزدیک جس طرح متشدد اور متعنت کی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ اسی طرح متساہل کی بات بھی قابل التفات نہیں ہوتی۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تصحیح حدیث میں بہت زیادہ متساہل ہیں۔'' (ازالۃ الریب طبع اوّل ص ۴۲۲)

''قارئین کرام! محترم مولانا سرفراز صاحب کو ان کے اپنے تحریر کردہ اصولوں اور قواعد میں دیکھتے ہوئے چلے جاؤ اور محترم صاحب کو کوئی کیا کہہ سکتا ہے کیونکہ وہ شیخ الحدیث امام اہل سنت اور سرفراز بھی ہیں۔'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۵۵)

مؤلف موصوف نے حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اصولوں کی خلاف ورزی کا طعن دے کر دھوکا دیا ہے۔ اس لئے کہ تفریح الخواطر میں جو قاعدہ بیان کیا گیا ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ تصحیح میں متساہل محدث اکیلا ہو اور کوئی غیر متساہل اس کا ساتھ نہ دیتا ہو اور حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' کو صرف امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی صحیح نہیں کہا کہ ان کے تساہل کی وجہ سے طعن کر کے اس روایت کو رد کر دیا جائے بلکہ ان کے علاوہ کئی غیر متساہل محدثین کرام نے بھی اس کو صحیح کہا ہے جن کے حوالے تسکین الصدور میں مذکور ہیں۔

پھر مولف آئینہ تسکین الصدور جیسا دلائل سے خالی ہاتھ آدمی حضرت مولانا صفدر صاحب کو کہہ بھی کیا سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بفضلہٖ تعالیٰ دلائل سے مسلح اور نصف صدی کے قریب حدیث پڑھانے والے شیخ الحدیث ہیں، جن

کو علمی خدمات کے اعتراف کے طور پر حضرات علماء کرام نے امام اہل سنت کے خطاب سے نوازا اور وہ سرفراز ہونے میں اسم بامسمی ہیں۔ بے شک مخالف اس سے کتنے ہی چیں بجبیں ہوتے رہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء!

دھوکہ نمبر ۱۹: {مولف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے تسکین الصدور میں حیات الانبیاء کے بارہ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اجماع کے قول کا اعتبار کیا ہے اور اتمام البرہان میں حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونے کے مسئلہ میں ان کے اجماع کے قول کو نہ صرف رد کیا ہے بلکہ ان کو اہل بدعت میں شمار کیا ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور دعویٰ اجماع کے عنوان کے تحت تسکین الصدور کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی با حوالہ عبارات تسکین الصدور میں درج کی ہیں کہ عند القبور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (**محصلہ**) جناب اسی کا نام اجماع ہے۔ (تسکین الصدور طبع دوم ص ۲۸۳، ۲۸۴)

پھر مولف موصوف اس عبارت پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اب سنئے مولانا صاحب اتمام البرہان ج ۳ ص ۶۶ پر ایک بریلوی کا حوالہ نقل کرنے کے بعد جواب میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے قول تواتر کا انکار کرتے ہیں۔ بریلوی نے اپنی تائید میں مولانا گنگوہی کا جو حوالہ نقل کیا اس کو تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سفینۂ دیوبند کے ناخدا امداد السلوک ص ۸۶ میں لکھتے ہیں۔ تواتر سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ سایہ نہیں رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سواء تمام اجسام کا سایہ ہوتا ہے۔

مولانا سرفراز صاحب کا جواب

الجواب: ہم بقدر امکان ترتیب سے جواب عرض کرتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ جب دلائل قطعیہ اور براہین ساطعہ سے آنحضرت ﷺ کی بشریت ثابت ہے اور احادیث صحیحہ سے آپ کا سایہ بھی ثابت ہے تو اہل سنت والجماعت ان کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کیونکر یہ عقیدہ رکھ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا اور یہ اہل سنت کا مختار کیسے ہوسکتا ہے۔ البتہ اہل بدعت کا عقیدہ ضرور ہے اور انہی کے لئے یہ مناسب بھی ہے۔ کیونکہ حق اور صحیح دلایل کے ساتھ انہی کا خدا واسطے کا بیر ہوا کرتا ہے اور وہی ایسا عقیدہ رکھ سکتے ہیں۔ (اتمام البرہان ج ۳ ص ۶۸)

تبصرہ: مولانا محترم سرفراز صاحب نے یہاں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے قول تواتر کا انکار کیا ہے اور مولانا گنگوہی صاحب کو اہل بدعت سے شمار کر رہے ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۵۵ تا ۵۷)

یوں تو مولف آئینہ تسکین الصدور نے اپنی کتاب کے اوّل سے آخر تک ہر بحث میں دھوکہ دیا ہے۔ مگر یہاں انہوں نے دھوکہ دہی کی انتہاء کردی ہے۔ اس لئے کہ جب مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ ہم ترتیب وار معترض کے اعتراضات کا جواب دیتے ہیں اور حضرت گنگوہی کی عبارت جو بریلوی عالم نے پیش کی تھی، اس کا جواب گیارہ میں دیا ہے جس سے ایک عام سطحی ذہن کا آدمی بھی معلوم کرسکتا ہے کہ اس سے پہلے کی عبارت حضرت گنگوہی سے متعلق نہیں ہے۔ پھر حضرت گنگوہی کے قول تواتر سے انکار کی وجہ بھی بیان کردی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ حضرت گنگوہی کا وہ نظریہ نہیں جو اہل بدعت کا ہے اور ان کی اپنی عبارات سے اس مسئلہ کی وضاحت کردی گئی ہے تو اس واضح صورتحال کے باوجود دھوکہ باز یہ دھوکہ دے رہا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اہل بدعت سے شمار کیا ہے۔ (العیاذ باللہ)

پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ آنحضرت ﷺ کے سایہ نہ ہونے کے بارہ میں تواتر کا قول صرف حضرت

گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس کی مناسب توجیہ بھی اتمام البرہان میں کر دی گئی ہے۔ جب کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے عند القبور سماع کے اجماعی ہونے کا قول صرف حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں بلکہ ایسا اور بھی بہت سے محدثین کرام نے فرمایا ہے۔ جن کے حوالے تسکین الصدور میں مذکور ہیں۔

اس لئے مؤلف آئینہ تسکین الصدور کا مولانا صفدر صاحب کی جانب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اہل بدعت سے شمار کی نسبت کرنا دھوکہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی دھوکہ ہے کہ وہ اتمام البرہان میں تواتر کے قول کی نفی کو آڑ بنا کر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبور کے تواتر سے انکار ثابت کرانا چاہتے ہیں۔

دھوکہ نمبر ۲۰: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' کو کسی نے صحیح نہیں کہا۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' سے متعلق تسکین الصدور میں کی گئی بحث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الجواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کو کوئی بھی صحیح کہنے والا نہیں اور جنہوں نے کہا تو انہوں نے یہ کہا ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۶۰)

مؤلف موصوف نے یا تو تعصب کی وجہ سے تسکین الصدور کا مطالعہ ہی نہیں کیا یا پھر اپنے حواریوں کو خوش رکھنے کے لئے دھوکہ دے رہے ہیں اور ظاہر کر رہے ہیں کہ اس حدیث کو اوّل تو کسی محدث نے صحیح کہا ہی نہیں اور جنہوں نے کہا ہے تو انہوں نے بھی یہ کہا ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

حالانکہ تسکین الصدور میں باحوالہ ذکر کیا گیا ہے کہ علامہ سبکی، علامہ عزیزی، ملا علی قاری، قاضی شوکانی اور حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوری وغیرہم محدثین رحمہم اللہ اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ (تسکین الصدور ص ۲۲۰ تا ۲۲۲)

دھوکہ نمبر ۲۱: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں معوذتین قرآن کریم میں سے نہ ہونے کی ازرق بن علی سے مروی روایت موضوع ہے تو اس کی مروی ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' کی حدیث سولہ آنے کیسے صحیح ہو گئی؟}

مؤلف آئینہ تسکین لکھتے ہیں اور پھر ابو یعلی الموصلی کی سند میں ابو یعلی کا استاد ازرق بن علی ہے جس نے وہ موضوع حدیث بیان کی ہے جس کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ پھر مؤلف موصوف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں معوذتین کے قرآن میں سے نہ ہونے کی روایات کے بطلان کی عبارات نقل کر کے لکھتے ہیں۔

اب کیا وجہ ہے کہ اس راوی کی وجہ سے معوذتین کے قرآن میں سے نہ ہونے کی روایت تو موضوع ہو مگر ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' کی حدیث سولہ آنے صحیح ہو۔ اگرچہ اس کا راوی ازرق بن علی ہو۔

(آئینہ تسکین الصدور ص ۶۲، ۶۳)

مؤلف آئینہ تسکین الصدور یہاں بھی دھوکہ دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک معوذتین قرآن کریم میں سے نہ ہونے کی روایات کو موضوع قرار دینے والوں میں سے کسی نے بھی اس وضع کا الزام ازرق بن علی پر نہیں لگایا اور نہ ہی صرف موضوع روایت کو بیان کرنے سے راوی واضع قرار پاتا ہے۔ ورنہ تو امام ابن ماجہ اور امام احمد جیسے حضرات بھی اسی زمرہ میں شمار کئے جائیں گے۔ جن کی کتابوں میں بعض موضوع روایات پائی جاتی ہیں۔ پھر ازرق بن علی کے بارہ میں یغرب کے الفاظ کہے گئے ہیں اور محدثین کا قاعدہ ہے کہ محض

غرابت صحت کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی غرابت کی وجہ سے راوی متروک ہوتا ہے۔معوذتین کے بارہ میں ازرق بن علی سے مروی روایت قاعدہ کے مطابق متروک ہے۔اس لئے کہ اس میں وہ اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کر رہا ہے۔اس لئے کہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو قرآن کریم میں سے مانتے تھے۔ جب کہ ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' میں ایسی صورت حال نہیں ہے۔

لہٰذا مؤلف موصوف کا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کی جانے والی موضوع روایت کو بیان کرنے کی وجہ سے ازرق بن علی سے مروی ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' کو رد کرنا صرف عوام الناس کو دھوکا دینا ہے۔

پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ہم علامہ البانی کے حوالے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' والی حدیث میں ازرق بن علی متفرد بھی نہیں ہے بلکہ اس کا تابع عبداللہ بن محمد بن یحییٰ موجود ہے۔ جس کو خطیب بغدادی ثقہ کہتے ہیں۔اس لئے ازرق بن علی کے بارہ میں یغرب کی وجہ سے جو معمولی کمزوری روایت میں ہو سکتی تھی، وہ بھی متابعت کی وجہ سے نہ رہی۔

<u>دھوکہ نمبر ۲۲</u>: {مؤلف موصوف کا اپنی اور اپنے طبقہ کی خفت مٹانے کی کوشش میں فضول چیلنج۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور مولانا محترم کو چیلنج کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔ہم اس کے پیش نظر محترم صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عندالقبر سماع پر صحیح سند کے ساتھ ثبوت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین سے تاقیامت پیش نہیں کر سکتے۔جیسا کہ آپ نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔اگر ثبوت نہیں تو پھر آپ کا ان ہستیوں پر بہتان عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ (آئینہ تسکین الصدور ص ۶۳، ۶۴)

مؤلف موصوف نے اپنے حواریوں کو خوش رکھنے اور عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہوئے یہ چیلنج دیا ہے۔اس لئے کہ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ہی علامہ نیلوی صاحب کو چیلنج دیا تھا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عندالقبر سماع پر متفق تھے۔اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔اگر آپ میں ہمت اور جرأت ہے تو ایک حوالہ ہی صریح ثابت کر دیں۔''ولا یمکن ذالک انشاء اللہ تعالیٰ'' (تسکین الصدور ص ۲۹۳، ۲۹۴)

اس کے بعد مؤلف آئینہ تسکین الصدور اور ان کے طبقہ کا فریضہ تھا کہ کوئی حوالہ تلاش کر کے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیش کرتے۔مگر اپنی خفت مٹانے اور عوام الناس کو دھوکہ دینے کی خاطر یہ چیلنج کر دیا۔

مؤلف آئینہ تسکین الصدور کے اس چیلنج کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ آپ کے چیلنج سے پہلے ہی جب تسکین الصدور میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر مبارک میں عندالقبر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کے صلوٰۃ وسلام سننے اور دور سے پڑھے جانے والوں کے صلوٰۃ وسلام پیش کئے جانے کی باحوالہ حضرات محدثین کی تصحیح وتحسین سے آراستہ روایات ذکر کی گئی ہیں۔جب کہ کسی صحابہ سے اس کے خلاف کوئی روایت مذکور نہیں ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر شفاعت کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ اس کا ثبوت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور ان کے ایک گونہ اجماع اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید وتصویب سے ہے۔(تسکین الصدور ص ۳۴۷)

جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے واضح اور صریح روایات موجود ہیں اور کسی صحابی سے اختلاف منقول نہیں ہے تو اس کو اجماع سے تعبیر کرنے سے انکار صرف ضدی اور متعصب ہی کر سکتا ہے اور اس کے باوجود چیلنج صرف اپنے حواریوں

کولوری دے کر سلانے کی ناکام کوشش کرنے والا ہی دے سکتا ہے۔ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ نیلوی صاحب کو جو چیلنج دیا تھا، ہم اس میں کچھ نرمی کرتے ہوئے مولف آئینہ تسکین الصدور اور ان کے طبقہ کو چیلنج کرتے ہیں کہ آپ لوگ مولانا صفدر صاحب کی جمہور کے نظریہ کی تائید میں پیش کی جانے والی روایات کے درجہ کی کوئی ایک صریح حدیث پیش کرنے سے تو قاصر اور عاجز ہی ہیں تو چلو ذخیرہ احادیث سے کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث ہی پیش کر دیں جس میں صراحت ہو کہ انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص آنحضرت ﷺ قبر مبارک پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کے صلوٰۃ وسلام کو نہیں سنتے اور نہ ہی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور نہ ہی قبر میں جسم اطہر کے ساتھ حیات کا تعلق ہے۔ "فان لم تفعلوا ولن تفعلوا" تو پھر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنے چیلنج کے بارہ میں سوچو کہ یہ کس قدر فضول حرکت ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۲۳</u>: {مولف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی یہ بات خلاف واقعہ ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے "مامن احد یسلم علی" والی روایت پر اعتماد کیا ہے۔}

تسکین الصدور میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت "مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام" پیش کرنے کے بعد لکھا گیا کہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ یہ صاحب تسکین کی بات بالکل خلاف واقعہ ہے کہ امام احمد نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے۔ جب کہ امام احمد نے خود اس حدیث کے راوی یزید بن عبداللہ بن قسیط پر جرح فرمائی ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا۔ جیسا کہ "کتاب العلل ومعرفۃ الرجال" (ج اوّل ص ۲۹۷ نمبر ۲۴۹۳) میں ہے۔ "سالتہ عن یزید بن عبداللہ بن قسیط و ابن حرملۃ فقال ما اقربھما" تو آپ نے فرمایا کہ میں تو ان کے پاس بھی نہیں جاتا۔ نیز الجرح والتعدیل ج ۹ ص ۲۷۴ میں ابن ابی حاتم نے فرمایا: "سئل ابی عن یزید بن عبداللہ بن قسیط فقال لیس بقوی" (آئینہ تسکین الصدور ص ۶۴، ۶۵)

قارئین کرام! (تسکین الصدور ص ۲۹۷) میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ یزید بن عبداللہ بن قسیط بخاری ومسلم اور دیگر صحاح ستہ کے راوی ہیں اور جمہور محدثین ان کی توثیق کرتے ہیں۔ امام ابوحاتم نے ان کو اس لئے "لیس بقوی" کہا تھا کہ امام مالک ان پر راضی نہ تھے۔ لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام ابن عبدالبر نے ابوحاتم کا رد کیا ہے اور پھر آخر میں لکھتے ہیں کہ امام مالک نے موطا میں کئی مقامات پر ان سے احتجاج کیا ہے۔ (تہذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۳۴۳)

اس وضاحت کے بعد مولف آئینہ تسکین الصدور کا فریضہ تھا کہ اس کا جواب لکھتے اور امام سبکی اور علامہ ابن حجر کی تحقیق کے مقابلہ میں ابوحاتم کی بات کو کسی دلیل سے قوی ثابت کرتے۔ تاکہ ان کے ابوحاتم کی بات کو لے کر اعتراض کرنے میں کچھ وزن ہوتا مگر اس سے وہ سراسر قاصر وعاجز تھے۔ اس لئے اپنے حواریوں کو خوش رکھنے کے لئے ابوحاتم کے قول کا سہارا لے کر اعتراض کر کے اپنا مقصد پورا کیا۔

پھر کتاب العلل سے امام احمد کی جانب منسوب جو قول نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں یزید بن عبداللہ بن قسیط اور ابن حرملہ کے پاس بھی نہیں جاتا تو اس سے حسی طور پر نہ جانا تو مراد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ تسکین الصدور میں علامہ ابن سعد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یزید بن عبداللہ بن قسیط کی وفات ۱۲۲ھ میں ہوئی؟ اور یہ توثیقی اور واضح بات ہے کہ امام احمد کی ولادت اس سے بعد کی ہے۔ جب "ما اقربھما" سے حسی طور پر جانا مراد نہیں ہو سکتا تو پھر معنی ہوگا کہ میں ان کی روایات کو نہیں لیتا۔ حالانکہ یہ بھی درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہی "مامن احد یسلم علی" والی روایت اسی یزید بن عبداللہ بن قسیط کی سند

سے مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷ میں موجود ہے۔ جب ''ما اقربھما'' کے الفاظ کا مفہوم حسی اور معنوی دونوں لحاظ سے امام احمد سے ثابت نہیں ہوسکتا تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ کتاب العلل میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب یہ قول محل نظر ہے۔

اس صورتحال میں مؤلف آئینہ تسکین الصدور کا یہ کہنا کہ صاحب تسکین کی بات بالکل خلاف واقعہ ہے کہ امام احمد نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے۔ اس پر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ مؤلف موصوف کا یہ اعتراض بالکل بے دلیل اور بے تحقیق اور خالص دھوکہ ہے جس کی جانب علمی دنیا میں کوئی توجہ نہیں دی جاسکتی۔

دھوکہ نمبر ۲۴: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ بے شک علامہ ابن حجر نے اس روایت کے بارہ میں رواتہ ثقات کہا ہے۔ مگر ان کے شاگرد علامہ سخاوی کے نزدیک پھر بھی یہ روایت ضعیف ہے۔}

تسکین الصدور میں لکھا گیا ہے کہ علامہ ابن حجر نے ''مامن احد یسلم علی'' والی روایت کے بارہ میں فرمایا کہ: ''رواتہ ثقات'' اس کے راوی ثقہ ہیں۔

اس پر اعتراض کرتے ہوئے مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ اس کے متعلق خود ابن حجر کے شاگرد علامہ سخاوی کا فیصلہ سن لیجئے کہ ان کے نزدیک اپنے شیخ کا ''رواتہ ثقات'' پیش نظر ہونے کے باوجود اس روایت کی حیثیت ان کے سامنے کیا ہے۔

پھر انہوں نے ''القول البدیع'' کے حوالہ سے علامہ سخاوی کی عربی عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ کیا اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ علامہ شمس الدین السخاوی کی عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ: ''رواتہ ثقات'' کے باوجود ان کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۶۵، ۶۶ ملخصاً)

مؤلف آئینہ تسکین الصدور نے امام سخاوی کی عبارت پیش کر کے جو اعتراض کیا ہے اس کا تفصیلی جواب (تسکین الصدور ص ۲۹۷، ۲۹۸) میں موجود ہے۔ پھر مؤلف موصوف کا یہ کہنا کہ امام سخاوی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہ بالکل خلاف واقعہ ہے اس لئے کہ ان کی عبارت میں کوئی صراحت موجود نہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور انہوں نے اس کے بارہ میں جو بحث فرمائی ہے اس کی وضاحت بھی تسکین الصدور میں کردی گئی ہے کہ علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام سخاوی ''فیہ نظر'' سے جو کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اس حدیث کو جزماً صحیح نہیں کہا جاسکتا۔ ان کا جو اختلاف ہے وہ محدثانہ نقطہ نظر سے لفظ صحت کے اطلاق میں ہے۔ اس کے حسن ہونے میں تو ان کو بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (تسکین الصدور ص ۲۹۸)

اگر مؤلف آئینہ تسکین الصدور نے تسکین الصدور کی تردید میں قلم اٹھایا ہی تھا تو تسکین الصدور کی اس عبارت کا کسی معقول اور قابل اعتماد دلیل سے رد کرتے کہ امام سخاوی کے نزدیک یہ حدیث حسن نہیں ہے۔ مگر ایسا ان سے کہاں ہوسکتا تھا۔ صرف امام سخاوی کی اس حدیث پر محدثانہ نقطہ نظر سے بحث کو ضعیف سے تعبیر کردیا۔ پھر مؤلف موصوف اپنی ناکام کوشش سے امام سخاوی کی جانب اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کی نسبت کر کے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور میں حیات کے انکار کے نظریہ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ جب کہ امام سخاوی تو کھلے الفاظ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ اس کو اجماعی مسئلہ بتاتے ہیں اور ان کی عبارت تسکین الصدور میں یوں نقل کی گئی ہے۔ ''نحن نؤمن و نصدق بانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق فی قبرہ و ان جسدہ الشریف لا تاکلہ الارض والاجماع علی ھذا'' (القول البدیع ص ۱۲۵ طبع الہ آباد بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۴۹)

ہم اس بات پر ایمان لاتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق ملتا ہے اور آپ کے جسد اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اسی پر اجماع منعقد ہے۔ اتنی واضح صورتحال کے باوجود مولف آئینہ تسکین الصدور کا امام سخاوی کی اس حدیث کے بارہ میں محدثانہ بحث کو بزعم خود ضعیف سے تعبیر کر کے امام سخاوی کے نظریہ ثابت کرنے کی کوشش دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے؟

دھوکہ نمبر ۲۵: {مولف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے بریلوی عالم مفتی احمد یار خان کے جواب میں کہا کہ کسی محدث کے "لا یصح" کہنے سے اس کے نزدیک حدیث ضعیف ثابت ہوتی ہے اور خود امام سخاوی کے امام نووی کی تصحیح کا رد کرنے کے باوجود ان کے نزدیک حدیث کو ضعیف نہیں بلکہ حسن بتا رہے ہیں۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب کو یہاں اشکال وارد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آپ تسکین الصدور طبع دوم ص ۲۹۰ میں فرماتے ہیں کہ علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام سخاوی "فیہ نظر" سے جو کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اس حدیث کو جزماً صحیح نہیں کہا جا سکتا اور ان کا جو اختلاف ہے وہ محدثانہ نظر سے لفظ صحت کے اطلاق میں ہے۔ اس کے حسن ہونے میں تو ان کو بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ اس کا جواب مولانا صاحب اپنی زبان سے آپ لے لیں اور پھر مولانا صفدر صاحب نے مفتی احمد یار خان صاحب کے جواب میں جو فرمایا اس جواب کو نقل کرتے ہیں۔ مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ کوئی محدث جب مطلق "لا یصح" کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اگر حدیث حسن ہوتی تو اس کی تصریح کرتے ہیں کہ یہ حسن ہے یا "لیس بصحیح بل حسن" وغیرہ سے اس کو تعبیر کرتے ہیں۔ مطلق "لا یصح" سے حسن سمجھنا "قلت فھم" کا نتیجہ ہے۔ (راہ سنت ص ۲۲۴ طبع پنجم)

اگر مولانا صاحب اپنے اس قانون کو تسکین الصدور میں برقرار رکھتے تو ہمیں حوالہ نقل کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۶۷، ۶۸)

بفضلہ تعالیٰ مولانا صفدر صاحب کو اشکال نہیں ہوا بلکہ "قلت فھم" کے نتیجہ میں خود مولف آئینہ تسکین الصدور اشکال میں پڑ گئے ہیں۔ اس لئے کہ قانون (کسی محدث کے محض تصحیح سے اختلاف کرنے کی صورت میں نہیں بلکہ) اس صورت میں ہے جب کہ محدث کسی حدیث کے بارہ میں "لا یصح" کے الفاظ کہے اور امام سخاوی نے امام نووی رحمہ اللہ کی تصحیح کے جواب میں لا یصح کے الفاظ نہیں فرمائے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ یقین کے ساتھ اس کو صحیح نہیں کہا جا سکتا۔

اور خود مولف موصوف نے ان کی جو عربی عبارت نقل کی ہے جو یقین کے ساتھ اس حدیث کو صحیح کہنے سے مانع ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۶۶)

جب قانون محدث کے "لا یصح" کے الفاظ کہنے کے بارہ میں ہے اور امام سخاوی نے "لا یصح" کے الفاظ فرمائے ہی نہیں تو اشکال میں مولانا صفدر صاحب نہیں بلکہ خود مولف آئینہ تسکین الصدور پڑے ہیں کہ وہ "لا یصح" اور "وھو یمنع من الجزم بصحۃ" کے درمیان فرق ہی نہیں کر سکے۔

مفتی احمد یار خان صاحب نے ایسی حدیث کو حسن ثابت کرنے کی کوشش کی تھی جس کے بارہ میں "لا یصح" کے الفاظ کہے گئے ہیں تو قانون کے مطابق ان سے کہا گیا کہ اس حدیث کو حسن نہیں کہا جا سکتا اور امام سخاوی نے یہ فرمایا کہ یقین کے ساتھ اس کو صحیح نہیں کہا جا سکتا تو اس کا مطلب واضح ہے کہ اس کا درجہ صحیح سے کم ہے اور صحیح سے

کم درجہ حسن کا ہوتا ہے۔ ایسی بات کو فن حدیث سے معمولی دسترس رکھنے والا بھی جانتا ہے۔ مگر مؤلف آئینہ تسکین الصدور خود "قلت فهم" کے نتیجہ میں اشکال میں پڑ کر اشکال میں پڑنے کا الزام مولانا صفدر صاحب پر لگا رہے ہیں۔

دھوکہ نمبر ۲۶: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے بریلوی عالم کو طعن دیا کہ وہ الجامع الصغیر سے روایت نقل کرنے کے باوجود اس کے بارہ میں ضعیف کے الفاظ کیوں کھا گئے اور خود الجامع الصغیر سے "ض" (ضعیف) کے الفاظ کھا گئے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ اسی طرح صاحب تسکین الصدور اپنی ایک اور تصنیف تفریح الخواطر اشاعت اوّل ص ۳۶۴) پر ایک حدیث کے متعلق ایک بریلوی کو جواب دیتے ہیں کہ "حدیث حسن" کا الفاظ تو نقل کر دیئے مگر خاتم الحفاظ امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب الجامع الصغیر سے (باوجود ان کا حوالہ نقل کرنے کے) اس روایت کے بارہ میں "ض" (ضعیف) کیوں کھا گئے۔ (الجامع الصغیر جلد اوّل ص ۹۴)

مگر مولانا سرفراز صاحب اس حدیث "ما من احد يسلم على الا ارد الله على روحى حتى ارد عليه السلام" کے بعد خاتم الحفاظ امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب الجامع الصغیر ص ۷ ۴ سے "ض" (ضعیف) کیوں کھا گئے۔ آخر امام سیوطی کی کتاب آپ کے پیش نظر بھی ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۶۸)

مؤلف موصوف نے قیاس مع الفارق سے کام لیتے ہوئے دھوکہ دیا ہے۔ اس لئے کہ مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ کا بریلوی عالم پر اعتراض یہ تھا کہ انہوں نے جب "الجامع الصغیر" کا حوالہ نقل کیا ہے تو ان کا فریضہ تھا کہ اس کے بارہ میں امام سیوطی رحمہ اللہ کا اس حدیث کے بارہ میں فیصلہ بھی نقل کرتے مگر ایسا نہ کر کے انہوں نے خیانت کی ہے اور یہ کہنا بجا تھا کہ وہ "ض" (ضعیف) کے الفاظ کو کیوں کھا گئے۔ جب کہ مولانا صفدر صاحب نے "ما من احد يسلم على الا رد الله على" والی روایت میں "الجامع الصغیر" کا حوالہ دیا ہی نہیں کہ ان پر اعتراض ہو سکے کہ تم اس کے بارہ میں ضعیف کے الفاظ کیوں کھا گئے۔

باقی رہا یہ سوال کہ مولانا صفدر صاحب کے پیش نظر الجامع الصغیر تھی اس کے باوجود اس کا حوالہ نہیں دیا تو یہ سوال بالکل لایعنی ہے۔ اس لئے کہ ہر مصنف اپنے نظریہ پر اپنے معیار کے مطابق دلائل پیش کرتا ہے اور جب دوسری جانب سے اس کے خلاف دلیل پیش کی جائے تو اس کا جواب دیتا ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے بے شک "ما من احد يسلم على" والی حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ مگر اس کی وجہ کوئی بیان نہیں فرمائی۔ اس کے برخلاف بہت سے محدثین کرام نے اس روایت کو حسن بلکہ صحیح تک کہا ہے جن کے حوالے تسکین الصدور میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ اس روایت پر امام سخاوی رحمہ اللہ نے جو اعتراضات کئے تھے تو ان کے جوابات تسکین الصدور میں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ اگر امام السیوطی رحمہ اللہ کے بھی اس بارہ میں اعتراض وہی ہیں جو امام سخاوی نے کئے تھے تو امام سیوطی رحمہ اللہ کے اعتراضات کے جواب بھی ہو گئے اور اگر مؤلف آئینہ تسکین الصدور اور ان کے طبقہ کے ہاں امام سیوطی رحمہ اللہ کے اعتراض امام سخاوی سے الگ ہیں تو وہ ان کی وضاحت سے نشاندہی کریں تا کہ ان کا جائزہ لیا جا سکے۔

دھوکہ نمبر ۲۷: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے علامہ عزیزی کے "اسناده حسن" کہنے کو تائید میں لیا ہے۔ حالانکہ خود ان کو متساہل کہا ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ پھر مولانا صاحب، علامہ عزیزی رحمہ اللہ کو اپنی تائید میں لائے۔

چنانچہ تحریر فرماتے ہیں: علامہ عزیزی لکھتے ہیں: ''اسنادہ حسن'' (السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۹) کہ اس کی سند حسن ہے۔ (تسکین الصدور طبع دوم ص ۲۸۷) تو اس کا جواب بھی اپنی زبان سے آپ لے لیں۔ جیسا کہ آپ نے ایک بریلوی عالم کو جواب دیا جو (تفریح الخواطر ص ۳۶۳، ۳۶۴) پر لکھا ہے۔

اوّل صوفی صاحب نے علامہ عزیزی سے جو تصحیح اور تحسین کے باب میں خاصے متساہل ہیں اور محدثین کرام کے نزدیک جس طرح متشدد اور متعنت کی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ اسی طرح متساہل کی بات بھی قابل التفات نہیں ہوتی۔

جب علامہ عزیزی صاحب متساہلین کی فہرست میں داخل ہیں یا جب علامہ عزیزی صاحب متساہل ہیں تو ان کو تائید کے طور پر پیش کرنے سے کیا حاصل؟ شاید یہ سارے قانون دوسروں کے لئے ہیں۔ مولانا سرفراز خان صاحب اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۶۸، ۶۹)

مؤلف موصوف دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے بریلوی عالم کو دیئے گئے جواب اور ان کے ''مامن احد یسلم علی'' والی حدیث میں علامہ عزیزی کے اسنادہ حسن کو تائید میں لینے کو بزعم خود متعارض قرار دے کر قانون کی خلاف ورزی کا طعن دے رہے ہیں۔ حالانکہ دونوں باتوں میں نمایاں فرق ہے۔ بریلوی عالم نے علامہ عزیزی سے ''اسنادہ حسن'' نقل کیا ہے تو اس میں علامہ عزیزی اکیلے ہیں، ان کے ساتھ کوئی اور محدث حسن کہنے والا نہیں ہے اور اکیلے متساہل کی بات معتبر نہیں ہوتی اس لئے قاعدہ کے مطابق بریلوی عالم کو جواب درست قرار دیا گیا ہے۔

اس کے برخلاف ''مامن احد یسلم علی'' والی روایت میں صرف علامہ عزیزی ہی اس کو حسن کہنے والے نہیں بلکہ علامہ ابن حجر نے اس کے بارہ میں ''رواتہ ثقات'' کہا اور امام نووی نے اس کو صحیح کہا اور علامہ سمہودی نے ''روی ابو داود باسناد صحیح'' کہا اور امام ابوداؤد نے اس روایت کو بیان کر کے اس پر سکوت اختیار کیا ہے اور حضرات محدثین کرام نے امام ابوداؤد کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ''ماسکت عنہ فھو صالح'' کہ جس روایت پر میں سکوت کروں تو وہ قابل استدلال ہوتی ہے۔ جب ''مامن احد یسلم علی'' والی روایت کو حسن کہنے میں علامہ عزیزی اکیلے نہیں بلکہ دیگر محدثین کرام نے بھی حسن یا صحیح کہا ہے تو اس روایت کا معاملہ بریلوی عالم کی جانب سے پیش کی گئی روایت کے برابر قرار دے کر اس کو رد کا بہانہ بنانا سراسر دھوکہ ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۲۸</u>: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ جب ''مامن احد یسلم علی'' والی روایت کے دو راویوں پر علامہ نیلوی صاحب نے مفصل جرح کر دی ہے تو مولانا صفدر صاحب کو یہ حدیث ضعیف ماننی چاہئے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ حضرت علامہ سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی مدظلہ العالی نے (ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۱۳۲، ۱۳۳) پر اس حدیث کے دو راویوں ابوصخر حمید بن زیاد اور یزید بن عبداللہ بن قسیط پر مفصل جرح کر دی ہے تو مولانا صاحب کے قانون کے مطابق جیسا کہ انہوں نے (تفریح الخواطر ص ۳۶۴) پر بیان فرمایا ہے کہ فن حدیث میں سب سے پہلی اور بنیادی چیز حدیث کی سند اور اس کے رواۃ اور ان کی توثیق و تضعیف ہے۔ جب بحوالہ ائمہ جرح و تعدیل سے یہ ثابت ہو جائے کہ فلاں راوی ضعیف ہے تو اصول حدیث کی رو سے یہ صحیح اور معقول جواب ہوتا ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۶۹)

مؤلف موصوف اس عبارت سے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ جو جرح علامہ نیلوی نے ان دو راویوں پر کی ہے وہ اس جرح کی طرح ہے جو بریلوی عالم کی پیش کردہ روایت پر ہے۔ حالانکہ یہ محض دھوکہ ہے۔ اس لئے کہ بریلوی

عالم نے جو روایت پیش کی ہے اس کے راویوں پر ایسی شدید جرح ہے کہ خود بریلوی عالم کو تسلیم کرنا پڑا کہ اگر اس حدیث کو سب سے کم درجہ دیا جائے تو صرف یہ ہی کہا جا سکتا ہے یہ حدیث ضعیف ہے۔ (بحوالہ تفریح الخواطر ص ۳۶۴)

اس سے واضح ہو گیا کہ بریلوی عالم کی جانب سے پیش کردہ روایت خود اس کے نزدیک بھی ضعیف ہے اور کسی معتبر محدث سے قابل اعتماد تعدیل منقول نہیں۔ اس کے برخلاف علامہ نیلوی نے جن راویوں پر جرح نقل کی ہے ان کے بارہ میں قابل اعتماد ائمہ جرح وتعدیل سے توثیق کے کلمات باحوالہ تسکین الصدور میں نقل کئے گئے ہیں اور ایسے راویوں کی روایت حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی۔

جب دونوں باتوں میں حضرات محدثین کرام کے قواعد کے مطابق نمایاں فرق ہے تو دونوں کو ایک جیسا قرار دے کر مولانا صفدر صاحب پر قاعدہ کی خلاف ورزی کا الزام صرف متعصب ہی عائد کر سکتا ہے۔ پھر علامہ نیلوی صاحب نہ تو ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں کہ ان کی بات ماننا ضروری ہو اور نہ ہی وہ معتدل ہیں کہ ان کی بات کو مبنی بر انصاف سمجھا جائے بلکہ وہ تو اس مسئلہ میں ان متشددین اور متعصبین میں سے ہیں جو صحیح اور حسن درجہ کی روایات کا بھی بے دھڑک انکار کر رہے ہیں۔

<u>دھوکہ نمبر ۲۹</u>: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ جب "مامن احد یسلم علی" والی روایت صحیح نہیں تو اس سے یہ مطلب کشید کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ خود بنفس نفیس درود شریف سنتے اور جواب دیتے ہیں۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور ضعیف روایت فضائل اعمال میں معتبر ہونے کے بارہ میں مولانا صفدر صاحب کی جانب سے نقل کردہ تین شرائط ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ جب یہ روایت ہی صحیح نہیں تو اس سے مطلب کشید کرنا کہ آنحضرت ﷺ خود بنفس نفیس سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ جیسا کہ مولانا صاحب نے (تسکین طبع دوم ص ۲۹۰) پر مطلب حدیث یوں لکھا ہے۔

<u>مطلب حدیث</u>: اس صحیح اور حسن (صحیح اور حسن نہ بلکہ ضعیف کما فی الجامع الصغیر ص ۱۴۷ ناقل) حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ سلام کہنے والے کا جواب دینے کے لئے آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کی طرف روح مبارک لوٹائی جاتی ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۷)

مؤلف موصوف نے دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے ضعیف روایت پر عمل کی شرائط فضول یہاں بیان کی ہیں۔

اس لئے کہ مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ نے حضرات محدثین کرام سے اس کو صحیح اور حسن ثابت کیا ہے اور دور قریب کے علمی آسمانوں مولانا فخر الدین صاحب، مفتی مہدی حسن صاحب، قاری محمد طیب صاحب، مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب، مولانا خیر محمد جالندھری صاحب، مولانا شمس الحق افغانی صاحب، مولانا محمد یوسف بنوری صاحب، مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی، مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب، مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا مفتی محمود صاحب اور مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب رحمہم اللہ کے علاوہ دیگر کئی سرکردہ حضرات نے ان کی تحقیق پر اعتماد کیا اور ان کی تحریر کردہ کتاب تسکین الصدور پر تقریظات لکھیں۔

اگر علامہ نیلوی صاحب اور مولوی شیر محمد صاحب اور ان کے طبقہ کو یہ روایت ضعیف نظر آتی ہے تو یہ ان کی تحقیق ہے اور ان کی تحقیق ان علمی آسمانوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور مؤلف موصوف کے الجامع الصغیر کے حوالہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دینے کے متعلق بحث ہم پہلے کر چکے ہیں۔

<u>دھوکہ نمبر ۳۰</u>: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حدیث کا جو ترجمہ کیا ہے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام سے پہلے روح جسم اطہر میں نہ تھی۔}

مولف آئینہ تسکین لکھتے ہیں مولانا صاحب کے ترجمہ سے معلوم ہوا کہ سلام کہنے سے پہلے روح جسم اطہر میں نہ تھی تو حیاۃ حقیقیہ دینویہ جسمانیہ عنصریہ کیسے؟ ناقل! (آئینہ تسکین الصدور ص ۷۱)

اگر مولف موصوف نے تعصب کی پٹی آنکھوں پر نہ باندھی ہوتی تو ان کو تسکین الصدور میں یہ واضح طور پر نظر آجاتا کہ مولانا صفدر صاحب نے اسی اشکال کو پیش کر کے علامہ ابن حجر، علامہ سبکی، حضرت نانوتوی، حضرت مدنی اور حضرت تھانوی رحمہم اللہ سے اس کا جواب بھی نقل کیا ہے۔ جب اشکال کا جواب تسکین الصدور میں مذکور ہے تو تسکین الصدور پر تنقیدی قلم اٹھانے والوں کا فریضہ یہ تھا کہ اس جواب کا صریح دلائل سے رد کرتے مگر یہ ان کے بس کی بات نہ تھی۔ اس لئے جس اشکال کا جواب دیا جا چکا ہے اسی اشکال کو ذکر کر کے اپنے حواریوں کو خوش رکھنے کی ناکام کوشش کی۔

دھوکہ نمبر ۳۱: {مولف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حضور علیہ السلام کی قبر مبارک میں سلام پہنچنے کے لئے ملائکہ کے واسطہ کی قید بھی لازم نہیں رکھی۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں اور تسکین طبع دوم ص ۲۹۲) پر توسط ملائکہ کی قید بھی لازمی نہیں رکھی۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں کہ اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے۔ پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعے یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس اس روحانی توجہ والتفات کو رد روح سے تعبیر فرمایا گیا۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۷۲)

مولف موصوف نے جو عبارت نقل کی ہے یہ عبارت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی ہے۔ اس عبارت کے جملہ ''فرشتہ کے ذریعے یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے'' سے مولف موصوف دھوکہ دے رہے ہیں کہ ملائکہ کے توسط کی قید لازمی نہیں رکھی۔

مولانا نعمانی نے دو مختلف صورتوں کا اختصار سے ذکر کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دور سے درود شریف پڑھا جائے تو فرشتہ کے ذریعے سے اور اگر عند القبر پڑھا جائے تو براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور یہی مطلب خود مولانا محمد منظور نعمانی صاحب سے تسکین الصدور میں بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اس حدیث کی تشریح میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہوگئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے لیکن جن کو اللہ تعالیٰ قبر کے پاس پہنچا دے اور وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بنفس نفیس سنتے ہیں۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۸۰، بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۲۵)

مولانا نعمانی کی عبارت کا مطلب خود ان کی اپنی تحریر سے واضح ہے۔ مگر مولف آئینہ تسکین الصدور ''توجیه القول بما یرضی به قائله'' کا مظاہرہ کرتے ہوئے دھوکہ دہی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ چھوڑنے کی شاید قسم کھائے بیٹھے ہیں۔

دھوکہ نمبر ۳۲: {مولف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے امام سخاوی کی عبارت کا کچھ حصہ نقل کیا اور کچھ چھوڑ گئے ہیں۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ''رواته ثقات'' کے الفاظ تو نقل کر دیئے مگر امام سخاوی رحمہ اللہ کی کتاب القول البدیع سے باوجود ان کا حوالہ نقل کرنے کے اس روایت کے بارے میں ''رواته ثقات'' سے آگے والی عبارت بالکل ہی چھوڑ گئے ہیں۔

پھر آگے مولف موصوف لکھتے ہیں مولانا صاحب سے استفسار خود مولانا کی زبان سے۔ اس کو کیوں کھا گئے۔ آخر اس میں کیا راز ہے؟ اور کہاں کی دیانت ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۷۳، ۷۴)

مولف موصوف نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے ایسا لکھا ہے۔ ورنہ ان کو معلوم ہوگا کہ صرف عربی عبارت تحریر میں نہ لانے بلکہ اس کے مفہوم کو لے لینے کو چھوڑنا نہیں کہتے۔ اگر عربی عبارت چھوڑی ہے تو کوئی جرم نہیں کیا، جب کہ اس عبارت میں امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اشکال کیا ہے، اس اشکال کو نقل کر کے باقاعدہ اس کا جواب (تسکین الصدور ص ۲۹۸) میں دیا گیا ہے۔ بلکہ خود مولف موصوف نے ص ۶۷ پر ایک اشکال اور اس کا جواب کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت تسکین الصدور میں ذکر کردہ اسی مفہوم کا بزعم خود رد کیا ہے جو اسی عبارت کا مفہوم ہے۔ جس کو چھوڑنے کا انہوں نے بہتان باندھا ہے۔

ہم مولف موصوف سے استفسار کا حق رکھتے ہیں کہ جب اس عبارت کا مفہوم اور اس میں ذکر کردہ اشکال کا جواب باقاعدہ دیا گیا ہے تو اس کے باوجود عبارت چھوڑنے کا بہتان باندھنا کہاں کی دیانت ہے اور عوام الناس کو دھوکہ دینا کہاں کی علمی خدمت ہے؟

<u>دھوکہ نمبر ۳۳</u>: {مولف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خود لکھا ہے کہ کسی محدث کا کسی راوی سے روایت لینا اس کی توثیق کی دلیل نہیں تو یزید بن عبد اللہ بن قسیط کا بخاری وغیرہ کا راوی ہونے کی وجہ سے اس کی توثیق کیوں مانتے ہیں۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب (تسکین الصدور طبع دوم ص ۲۸۹) پر تحریر فرماتے ہیں کہ یزید بن عبد اللہ بن قسیط بخاری و مسلم و دیگر صحاح ستہ کے راوی ہیں تو مولانا صاحب اس کا جواب بھی خود اپنی زبان سے لے لیں۔ مولانا صاحب نے ایک بریلوی کے جواب میں اخفاء الذکر ص ۱۸ پر تحریر فرمایا اور وہ بھی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ کسی محدث کا کسی راوی سے روایت کرنا اس کی توثیق کی دلیل نہیں۔ کیونکہ بڑے بڑے کذاب اور دجال راوی بھی ہوئے ہیں جن سے بعض محدثین کرام نے روایتیں لی ہیں اور کتب اسماء الرجال میں اس کی بے شمار نظریں موجود ہیں۔ لہٰذا ابن طہمان اور سفیان ثوری وغیرہ کا اس سے روایت کرنا اس کی ثقاہت کی ہرگز دلیل نہیں۔ (اخفاء الذکر ص ۱۸)

<u>تبصرہ</u>: تو پھر اس قانون کے پیش نظر اس دلیل کی کیا ضرورت تھی کہ یزید بن عبد اللہ بن قسیط بخاری و مسلم اور دیگر صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۷۴، ۷۵)

مولف موصوف یا تو اپنی جہالت کا نزلہ دوسروں پر گرانا چاہتے ہیں یا پھر دھوکہ دہی سے اپنا چسکہ پورا کر رہے ہیں۔ ورنہ فن حدیث سے معمولی دسترس رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ دو قانون علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک قانون یہ ہے کہ محض کسی محدث کے کسی راوی سے روایت لینے سے اس کی توثیق نہیں ہو جاتی۔ جس سے روایت لی گئی ہے۔ اس کا بیان اخفاء الذکر میں کیا گیا ہے اور دوسرا قانون یہ ہے کہ امام بخاری اور مسلم نے اپنی کتابوں میں صحت کا الزام کرنے کی وجہ سے اور روایت لینے کی کڑی شرائط کی وجہ سے بالاصالہ صرف درجہ اول و دوم کے راویوں سے روایات لی ہیں اور بالتبع اس سے نیچے کے راویوں کی روایات لی ہیں۔ جب یہ کہا کہ یہ راوی بخاری اور مسلم کا راوی ہے تو اس کا درجہ بتا دیا کہ یہ حضرات شیخین کی شرائط پر پورا اترنے والا راوی ہے۔ اگر یہ بہت کمزور ہوتا تو صحیحین کا راوی نہ ہوتا۔ جب یہ صحیحین کا راوی ہے تو اس کو بہت ضعیف کہنا درست نہیں ہے۔ جب دونوں اصول الگ الگ ہیں تو اپنی جہالت کی وجہ سے دونوں کو گڈ مڈ کر کے اعتراض کرنا اور اصول کی خلاف ورزی کا طعن دینا نری جہالت یا سراسر دھوکہ ہے۔

دھوکہ نمبر ۳۴: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ بخاری ومسلم کا راوی ہونے سے راوی کی توثیق نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ خود مولانا صفدر صاحب نے ابن جریج پر بخاری کا راوی ہونے کے باوجود جرح کی ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ بخاری ومسلم کے راوی ہونے سے توثیق نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ ابن جریج بخاری ومسلم کے راوی ہونے کے باوجود ثقہ نہیں ہوسکتے اور آپ نے ان پر کئی مقامات پر جرح فرمائی ہے۔
(آئینہ تسکین الصدور ص ۷۵)

مؤلف موصوف کی جہالت یا ان کا دھوکہ ہے کہ وہ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ کسی راوی پر جرح سے وہ ثقہ نہیں رہتا اور اسی کے نتیجہ میں لکھا کہ ابن جریج ثقہ نہیں۔

حالانکہ فن حدیث سے معمولی دسترس رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ صرف جرح سے راوی کی ثقاہت ختم نہیں ہوتی بلکہ بعض دفعہ ثقہ راوی پر بھی ایسی جرح ہوتی ہے جو اس کو درجہ ثقاہت سے تو نہیں گراتی مگر وہ اپنے سے اوثق راوی کی بہ نسبت کمزور ہوجاتا ہے یا اس جرح کی وجہ سے اس درجہ سے گرجاتا ہے کہ محض اس کی روایت پر مدار رکھ کر عمل کیا جاسکے۔ ابن جریج پر جرح بھی اس قسم کی ہے، ایسی جرح سے راوی کی ثقاہت ختم نہیں ہوتی جیسا کہ مؤلف موصوف نے سمجھ لیا ہے۔

مؤلف موصوف نے خود مولانا صفدر صاحب کی (راہ سنت ص ۲۶۶) کی عبارت نقل کی ہے۔ جس میں واضح ہے کہ ابن جریج ثقہ ہی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ وثانیاً اس کی سند میں ابن جریج ہیں جو اگرچہ ثقہ تھے مگر تکمیل خواہش کے لئے حیلہ کے قائل تھے۔ چنانچہ انہوں نے نوے عورتوں سے متعہ کیا تھا اور اس کو جائز سمجھتے تھے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۷۵)

مؤلف موصوف پر حیرانگی ہے کہ اس عبارت کو نقل کرنے کے باوجود یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ جرح کی وجہ سے ابن جریج ثقہ نہیں اور مؤلف موصوف کا یہ کہنا کہ بخاری اور مسلم کے راوی ہونے سے توثیق نہیں ہوسکتی۔ یہ ان کی جہالت یا خالص دھوکہ ہے۔

دھوکہ نمبر ۳۵: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ جب آپ کے نزدیک حضور ﷺ قبر میں درود شریف سنتے ہیں تو قبر میں اتارے جانے سے پہلے کا درود تو فضول ٹھہرا۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک روح کا اعادہ قبر میں ہوتا ہے تو حضور ﷺ کو قبر میں اتارے جانے سے پہلے پڑھا گیا درود تو فضول ٹھہرا۔ کیونکہ آپ کے نزدیک تو ایسے جسم اطہر کا سوال ہے جس پر درود شریف پیش ہوسکے اور روح کے بغیر یہ ہرگز ممکن نہیں ہے۔ (تسکین الصدور ص ۳۰۶) اور روح کا اعادہ قبر میں ہوتا ہے پہلے نہیں ہوتا۔ (تسکین الصدور ص ۲۵۹، آئینہ تسکین الصدور ص ۷۶)

یہ بھی مؤلف موصوف کا دھوکہ ہے۔ اس لئے کہ مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ نے اپنا عقیدہ اپنی کتابوں میں وہی بیان کیا ہے جو قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت ہے اور بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب میت کو دفنانے کے لئے لے جایا جاتا ہے تو اگر نیک میت ہو تو ''قدمونی قدمونی'' کے الفاظ کہتی ہے کہ مجھے جلدی آگے پہنچاؤ اور اگر میت بری ہو تو کہتے ہے: ''یا ویلھا این تذھبون بھا یسمع صوتھا کل شیئ الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق'' (بخاری ج ۱ ص ۱۷۶)

ہائے افسوس! اس کو کہاں لے جارہے ہو۔ اس کی آواز انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان اس کو سن لے تو بے ہوش ہوجائے اور حنفی محدث حضرت مولانا ملا علی قاری صاحب حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی

روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میت اپنے غسل دینے والے اٹھانے والے کفن پہنانے والے کو اور جو اس کو قبر میں اتارتا ہے اس کو پہچانتی ہے۔ (المرقات ج ۴ ص ۴۲) اور مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''الم تروا الانسان اذا مات شخص بصرہ قالوا بلیٰ قال فذالک حین یتبع نفسہ'' (مسلم جلد اوّل ص ۳۰۱)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی آنکھیں تاڑنے لگ جاتی ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہاں اسی طرح ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا پس یہ اس وجہ سے ہے کہ اس وقت اس کی آنکھیں روح کا پیچھا کرتی ہیں اور ایک اور روایت میں ہے کہ اس وقت اس کی آنکھیں روح کو جاتے ہوئے دیکھتی ہیں۔ اس لئے تم اس کی آنکھوں کو ایسی حالت میں بند کردیا کرو۔ جب روح نکل جاتی ہے اور اس کے باوجود آنکھیں اس کو دیکھتی ہیں تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ روح کا تعلق اس جسم کے ساتھ اس قدر باقی رہتا ہے۔ ورنہ روح سے بے تعلق خالی دھڑ کی آنکھیں کیسے روح کا پیچھا کرتی اور اس کو دیکھتی ہیں۔ جب یہ احادیث عام اموات کے بارہ میں ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام کا معاملہ تو اس سے بھی کہیں زیادہ بڑھ کر ہے۔ ان کے دفنانے سے پہلے تو روح کا تعلق ان کے اجسام سے اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے تو قبر میں اتارے جانے سے پہلے کے درود شریف کو فضول ٹھہرانا صرف اس نظریہ ہوسکتا ہے جو ان تمام روایات کو پس پشت ڈال دے۔

پھر مؤلف موصوف کا یہ کہنا کہ تمہارے نزدیک روح کا اعادہ دفنانے کے بعد ہوتا ہے تو اس سے مراد ایسا تعلق ہے جس سے سننے کے ساتھ جواب بھی دے سکیں۔ جیسا کہ اس کی تفصیل تسکین الصدور اور سماع الموتی میں بیان کردی گئی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب کے مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب کی عبارت پیش کردی جائے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ ''کیوں جناب! قبر میں جو مردہ دفن کیا جاتا ہے کیا یہ وہی تو نہیں ہوتا جو جنازہ کی چارپائی پر لوگوں کے کندھوں پر ''قدمونی'' کہا کرتا ہے اور ''یا ویلها این تذهبون بها'' کہتے ہوئے چیختا چلاتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''یسمع صوتها کل شیء الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق'' (بخاری جلد اوّل ص ۱۷۶)

''اگر روح علیین یا سجین میں بند ہے اور واپس نہیں ہوتی تو یہ چیخنا چلانا کون کرتا ہے۔ یہ تو قبر کو پہنچانے سے بھی پہلے آگئی۔'' (ارشاد العلماء ص ۲۶، ۲۷)

<u>دھوکہ نمبر ۳۶</u>: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ امام ابن ماجہ نے جو روایت متفرد ہوکر کی ہے، وہ ضعیف ہے اور خود ابن ماجہ کی ایسی روایت کو دلیل بنایا ہے۔}

تسکین الصدور میں ابن ماجہ کے حوالہ سے روایت پیش کی گئی جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ اس پر بحث کرتے ہوئے مؤلف آئینہ تسکین لکھتے ہیں۔ ''لیکن اپنے تحریر کردہ اقوال کا جو دوسری کتب میں مولانا صاحب نے تحریر فرمائے ہیں، مطلقاً خیال نہ کیا کہ میں نے وہاں کیا کچھ اصول اور قواعد تحریر کئے ہیں۔ مثال کے طور پر اپنے اسی ماخذ ابن ماجہ کے متعلق مقام ابی حنیفہ میں ایک قاعدہ کلیہ تحریر فرمایا کہ جو حدیث امام ابن ماجہ نے باقی پانچوں سے منفرد ہوکر روایت کی ہے، وہ ضعیف ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۷۸)

اگر مؤلف موصوف پر تعصب ہی غالب نہ ہوتا تو وہ بنظر انصاف دیکھ سکتے تھے کہ مقام ابی حنیفہ میں اگرچہ بعض محدثین کے اقوال ایسے نقل کئے گئے ہیں۔ مگر آخر میں اپنی رائے حضرت مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ نے ان کے بارہ میں یہ واضح کی ہے کہ صرف وہی حدیثیں قابل رد ہوں گی جن کو معتبر محدثین کرام نے **نقلاً** وعقلاً مردود قرار دیا ہے۔ باقی سب اپنے مقام میں قابل اخذ وعمل ہے۔ (مقام ابی حنیفہ ص ۲۶۴، ۲۶۵)

جب مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ نے واضح فرما دیا ہے تو اس کے باوجود مؤلف موصوف کا یہ لکھنا کہ قاعدہ کلیہ یہ بتلایا ہے کہ ابن ماجہ کی منفرد روایت ضعیف ہے اور پھر قاعدہ کی خلاف ورزی کا طعن صرف تعصب کا شاخسانہ ہو سکتا ہے۔

دھوکہ نمبر ۳۷: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ متن شاذ ہو یا روایت میں کوئی علت ہو تو درجہ اول کے راویوں سے مروی ہونے کے باوجود روایت ضعیف ہوتی ہے، مگر خود مجہول راوی سے مروی روایت کو دلیل میں پیش کیا ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں ''اوراحسن الکلام میں اپنی تائید کے لئے مؤلف خیر الکلام کا قول نقل کرتے ہیں۔ پس اگر متن شاذ ہو یا اس میں کوئی علت ہو یا ارسال انقطاع کی صورت ہو تو یہ احادیث اگرچہ اول درجہ کے ثقہ راویوں سے ہوں پھر بھی ضعیف ہوں گے۔''

پھر مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اس میں راوی زید بن ایمن مستور یا مجہول ہے۔'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۷۸)

جو اعتراض مؤلف آئینہ تسکین الصدور کر رہے ہیں۔ یہی اعتراض ذکر کر کے تسکین الصدور ص ۳۲۰ میں اس کا جواب دے دیا گیا ہے کہ ''اصول حدیث کے رو سے صحیح اور جید کا ایک ہی درجہ ہے اور حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اس کا اتصال بھی ضروری ہے تو اس لحاظ سے جن حضرات نے اس کو جید کہا ہے۔ گویا ان کے نزدیک اس کا اتصال بھی ثابت ہے۔'' جب یہ اعتراض اور اس کا جواب تسکین الصدور میں مذکور ہے تو اس کے باوجود صرف سوال کر کے عوام الناس کو دھوکہ کیوں دیا جا رہا ہے۔ جرأت تھی تو اس جواب کو کسی معقول اور وزنی دلیل سے رد کیا جاتا مگر اس کی ہمت مؤلف موصوف اور ان کے طبقہ کے ہاں کہاں؟

دھوکہ نمبر ۳۸: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ''تهذيب التهذيب'' سے ''قلت رجاله ثقات'' کے الفاظ تو نقل کر دیئے مگر اس سے آگے عبارت کو صاف چھوڑ گئے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور نیل الاوطار اور الصارم المنکی کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ جن میں ہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہے کہ زید بن ایمن کی عبادہ بن نسی سے روایت مرسل ہے اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ اس روایت میں انقطاع ہے۔

پھر مؤلف موصوف لکھتے ہیں ''مگر مذکورہ کتب صاحب تسکین الصدور کے زیر مطالعہ ہونے کے باوجود ان کی عبارتیں نقل نہیں کیں۔ خصوصاً تہذیب التھذیب کا حوالہ ''قلت رجاله ثقات'' تو نقل کر دیا مگر ''قال البخاری زید بن ایمن عن عبادة مرسل'' متصل لکھی ہوئی عبارت بھی نقل نہیں فرمائی، صاف چھوڑ گئے۔ اب ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ مولانا صاحب نے تیزی کے ساتھ مطالعہ کرنے میں کتاب بند کر دی یا کہ ان الفاظ کو کسی مصلحت کی وجہ سے نقل نہیں فرمایا۔'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۸۲، ۸۳)

مؤلف موصوف نے تعصب کی پٹی اتنے زور سے اپنی آنکھوں پر باندھ رکھی ہے کہ ان کو صاف اور واضح عبارات بھی نظر نہیں آ رہیں۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ صرف عربی عبارت نقل نہ کرنے بلکہ اس کے مفہوم کو زیر بحث لانے کو چھوڑ نا نہیں کہتے بلکہ چھوڑ نا وہ ہوتا ہے کہ اس کے مفہوم کی جانب ہی توجہ نہ کی جائے۔ مؤلف موصوف نے جس عبارت کو چھوڑنے کا الزام لگایا ہے اس کے مفہوم کو تسکین الصدور ص ۳۱۹ میں زیر بحث لایا گیا اور صاف لکھا ہے کہ ''امام بخاری فرماتے ہیں کہ زید بن ایمن کی عبادۃ بن نسی سے روایت مرسل ہے۔'' (تہذیب التھذیب ج ۳ ص ۳۹۸)

اب کوئی مؤلف موصوف سے پوچھے کہ بھلے مانس کیا یہ ''قال البخاری زید بن ایمن عن عبادۃ مرسل'' کا ترجمہ نہیں ہے؟ اور کیا اس کے ساتھ تہذیب التھذیب کا حوالہ دینا ''رجالہ ثقات'' کے آگے کی عبارت کا حوالہ نہیں ہے۔ مگر ستیاناس ہو۔ تعصب کا جو عقل سے بھی محروم کر دیتا ہے۔ جب تہذیب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے اور اس کی عبارت کا ترجمہ بھی ملحوظ رکھا گیا تو عبارت کا چھوڑ دینا کیسے لازم آیا؟ پھر مزے کی بات یہ کہ مؤلف موصوف نے خود حضرت مولانا صفدر صاحب سے اس مفہوم کو نقل کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ ''خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات نے اس حدیث کے مرسل اور منقطع تسلیم کرنے میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ساتھ نہیں دیا۔'' (تسکین الصدور ص ۳۱۲، آئینہ تسکین الصدور ص ۸۳)

اگر تعصب کی پٹی مؤلف موصوف کی آنکھوں پر نہ ہوتی تو وہ دیکھ لیتے کہ یہ عبارت امام بخاری کے اسی قول کے جواب میں ہے جس کو صاف چھوڑ دینے کا وہ الزام لگا رہے ہیں۔ پھر اس بارہ میں تو تفصیل سے بحث تسکین الصدور میں مذکور ہے۔ چنانچہ اس میں مذکور ہے کہ اگر اس روایت کو مرسل بھی مان لیا جائے۔ تب بھی مرسل روایت سے اصول حدیث کے رو سے ترجیح اور تفسیر درست ہے اور حدیث ''فنبی اللہ حی یرزق'' ان روایات کی تفسیر ہے جن میں رزق دیئے جانے کے بغیر حیات کا ذکر ہے۔

اور تسکین الصدور میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ جو حضرات مرسل سے احتجاج کے قائل نہیں وہ بھی اس کے قائل ہیں کہ مرسل معتضد حجت ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۲۰، مقدمہ نووی ص ۱۷)

''اور اس حدیث کی تقویت اور اعتضاد کے لئے علاوہ سابق پیش کردہ اور آئندہ عرض کی جانے والی احادیث کے اجماع امت مؤید ہے۔ اس لئے یہ روایت قابل استدلال ہے۔'' (تسکین الصدور ص ۳۱۹ تا ۳۲۱)

جب امام بخاری کے اس روایت کو مرسل قرار دینے کے نظریہ کو تسلیم کر کے بھی باحوالہ اس روایت کو قابل استدلال بتایا گیا ہے اور امام بخاری کی عبارت کا ترجمہ کر کے اس کا جواب بھی دیا گیا ہے تو اس کے باوجود مؤلف موصوف کا یہ کہنا کہ عبارت صاف چھوڑ گئے یا جلدی سے مطالعہ میں کتاب بند کر دی۔ یہ محض دھوکہ اور سراسر بددیانتی ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۳۹</u>: {مؤلف موصوف دریافت کرتے ہیں کہ وہ کون سے حضرات ہیں جنہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ نہیں دیا۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب سے دریافت امر یہ ہے کہ وہ کون سے حضرات ہیں، جنہوں نے امام بخاری کا ساتھ نہیں دیا۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۸۳)

ہر آدمی تسکین الصدور میں دیکھ سکتا ہے کہ اس میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اصول حدیث کی رو سے صحیح اور جید کا ایک ہی درجہ ہے اور حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اس کا اتصال بھی ضروری ہے۔ اس لحاظ سے جن حضرات نے اس کو جید کہا ہے۔ گویا ان کے نزدیک اس کا اتصال بھی ثابت ہے اور اس سے پہلے تسکین الصدور میں حافظ منذری، علامہ سمہودی، ملا علی قاری، قاضی شوکانی اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے باسناد جید کے حوالے

نقل کئے گئے ہیں اور علامہ عزیزی، امام الدمیری، علامہ زرقانی اور علامہ ابن حجر رحمہم اللہ سے ''رجالہ ثقات'' کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ شاید مؤلف موصوف نے تسکین الصدور کے مطالعہ میں جلدی سے کتاب بند کر دی ہو یا تسکین الصدور کی صفحہ سے زائد پھیلی ہوئی اس بحث کا مطالعہ کرنے سے ہمت جواب دے گئی ہو اور یہ بحث ان کی نظر سے اوجھل رہی اور دریافت کرنے لگے کہ کون سے حضرات ہیں جنہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ کا ساتھ نہیں دیا۔

دھوکہ نمبر ۴۰: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ شہداء کی حیات جو قرآن کریم کی عبارۃ النص سے ثابت ہے وہ ان کی برزخی روحانی حیات ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جو دلالۃ النص سے ثابت ہے وہ بھی برزخی روحانی ہوگی۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور نے کئی صفحات پر مشتمل بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد شہداء کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں میں ہوتی ہیں جو جنت میں کھاتی پیتی ہیں اور سیر کرتی ہیں۔ جیسا کہ ترمذی شریف وغیرہ کی روایت میں آتا ہے۔ پھر اسی بحث کے دوران مؤلف موصوف تشریح حدیث از مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب مدلہ کا عنوان قائم کر کے ان کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹ ان کے لئے سواری اور مرکب ہوتے ہیں۔ جیسے دنیا میں لوگ ہوائی جہاز کار وغیرہ کے اندر داخل ہو کر سفر کرتے ہیں۔ تناسخ پر اس سے استدلال کرنا جیسا کہ بعض زائغین نے کیا ہے، قطعاً باطل ہے۔ (تسکین الصدور ص ۱۸۶)

پھر مؤلف موصوف لکھتے ہیں ''اور اس حیات میں ان کی ارواح کے ابدان کے ساتھ تعلق کی طرف اشارہ تک نہیں ملتا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شہداء کی روحیں ان کے قبروں والے بدن میں نہیں ہوتیں اور شہداء کے عنصری بدنوں کو اس حیات میں کوئی دخل نہیں۔ جب قرآن کریم کی عبارۃ النص سے جن ہستیوں کی حیات ثابت ہے، اس حیات کی کیفیت خود نبی کریم ﷺ نے یہ فرمائی ہو تو دلالۃ النص سے ثابت ہونے والی حیات کی کیفیت بھی وہی ہوگی جو عبارۃ النص سے ثابت ہونے والی حیات کی کیفیت ہوگی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جو دلالۃ النص سے ثابت ہے وہ بھی حیات برزخی اور روحانی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی روحیں جنت میں اپنے اپنے مقام پر آسائش اور آرام میں ہیں اور ان کی ارواح طیبہ کو وہاں نعمتیں میسر ہیں۔'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۸۸)

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ مؤلف آئینہ تسکین الصدور دوسروں پر تو صاف عبارت چھوڑنے کا بہتان باندھتے ہیں مگر خود صاف عبارت چھوڑنے میں کوئی عار محسوس نہیں کر رہے۔ مؤلف موصوف نے تسکین الصدور کی جو عبارت نقل کی ہے۔ اس کے بعد والی عبارت انہوں نے چھوڑ دی ہے۔ حالانکہ وہ عبارت ان کے اور ان کے طبقہ سے متعلق تھی جس کا جواب ان کے ذمہ تھا اور وہ عبارت یوں ہے ''اور اسی طرح ان سواریوں کو ابدان مثالیہ قرار دینا، جیسا کہ مؤلف اقامۃ البرہان نے ص ۹۹ میں کیا ہے باطل ہے اور اس کے بطلان کے لئے علماء متکلمین اور حضرات فقہاء کرام کے وہ صریح حوالے کافی ہیں جن سے جسد عنصری کا واضح ثبوت ملتا ہے۔'' (تسکین الصدور ص ۱۹۴)

پھر تسکین الصدور میں شہداء کے سبز پرندوں میں جنت کی سیر کرنے پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے ''کہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ میت کی روح کو زمین کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اور روایت ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے تو میں اس کو خود سنتا ہوں اور مجھ پر غائبانہ درود پڑھتا ہے تو وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ مومنوں کی ارواح کا مستقر علیین یا ساتواں آسمان اور اس کی مانند کوئی اور جگہ ہے

اور کفار کے ارواح کا ٹھکانہ سجین ہے۔لیکن بایں ہمہ ہر روح کا جسم کے ساتھ قبر میں تعلق ہے۔" (تسکین الصدور ص ۱۹۳)

پھر آگے لکھا ہے۔"ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شہداء اور عام مومنوں کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں تو بظاہر ان متعارض روایات کو پیش نظر رکھ کر قاضی ثناء اللہ صاحب نے محدثانہ اور فقیہانہ انداز میں یہ جواب دیا کہ مومنوں کی ارواح کا مستقر جنت ہو یا علیین یا ساتواں آسمان کچھ بھی ہو،مگر ان ارواح کا فی الجملہ تعلق اور اتصال قبروں میں اجساد کے ساتھ ہوتا ہے جس کی پوری کیفیت پروردگار ہی جانتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے لذت وکلفت کا احساس اور ادراک ان کو ہوتا ہے اور اسی ادراک وشعور کے ساتھ وہ منکر ونکیر کے سوال کا جواب دیتے ہیں اور اسی اتصال کے سبب عند القبر سلام کہنے والے کا سلام سنتے (اور جواب دیتے) ہیں۔ہاں!ان ارواح کا اجسام کی طرف مکمل طور پر لوٹا یا جانا اور بکمالہ اعادہ قیامت کے دن ہی ہوگا۔" (تسکین الصدور ص ۱۹۵)

جب تسکین الصدور میں واضح طور پر ثابت کیا گیا ہے کہ ارواح جہاں بھی ہوں ان کا قبور میں اجسام کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تو مؤلف آئینہ تسکین الصدور اور ان کے طبقہ کو چاہئے تھا کہ وہ کسی صحیح اور صریح یا کم از کم حسن درجہ یا اس سے بھی کم درجہ کی صریح حدیث سے اس کا رد کرتے کہ ارواح کا قبور میں اجسام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔مگر چونکہ یہ حضرات اس سے سراسر قاصر ہیں۔اس لئے انہوں نے اپنے خود ساختہ نتیجہ سے یوں کہہ کر اپنے حواریوں کو خوش رکھنے کا حیلہ کیا کہ"شہداء کی ارواح کے ابدان کے ساتھ تعلق کی طرف اشارہ تک نہیں ملتا۔" (آئینہ تسکین الصدور ص ۸۸)

"اور یہ کہ اس تعلق اور حیات کا کتاب وسنت سلف امت یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔اس تعلق واتصال کا دعویٰ محض بلا دلیل ہے۔" (آئینہ تسکین الصدور ص ۹۳)

منصف مزاج کے لئے تو تسکین الصدور میں بیان کئے گئے دلائل کافی ہیں جن کی تائید اپنے دور کے علمی آسمانوں نے فرمائی مگر (ضدی اور متعصب کو وہ دلائل نظر ہی نہیں آتے اور) ضد اور تعصب لاعلاج مرض ہیں،ان کا علاج نہیں ہوسکتا۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۴</u>: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اپنے مخالف کی جانب سے پیش کردہ روایت کو امام زہری کی تدلیس کی وجہ سے رد کیا۔مگر خود سفیان ثوری کی مدلس روایت کو دلیل بنا رہے ہیں۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے مبارک پوری صاحب کے"ھذا الاسناد من اصح الاسانید فی الدنیا" کہنے کے جواب میں لکھا ہے۔اس سند میں امام زہری مدلس ہیں اور خود مبارک پوری صاحب ایک مقام میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں زہری ہیں جو مدلس ہیں اور سالم سے عنعنہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی جانب سے پیش کردہ روایت"ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض" میں سفیان ثوری مدلس ہیں۔مولانا صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ زہری سے عنعنہ کے ساتھ روایت مردود اور سفیان ثوری سے عنعنہ کے ساتھ روایت مقبول یہ کہاں کا اصول ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۹۳ تا ۹۶ ملخصاً)

اگر مؤلف موصوف کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی نہ بندھی ہوتی اور حضرات محدثین کرام کے بیان کردہ اصول سے واقف ہوتے تو وہ خود کتب اصول حدیث سے دیکھ کر اس کا جواب عوام الناس کو بتا دیتے کہ حضرات محدثین کرام نے امام زہری اور امام سفیان ثوری کو ایک جیسا مدلس قرار نہیں دیا بلکہ امام سفیان ثوری کو ایسے مدلسین میں شمار کیا ہے جن کی تدلیس معتبر نہیں۔ (توجیہ النظر ص ۲۵۷)

جب کہ امام زہری کا شمار ان میں نہیں ہے۔

پھر مؤلف موصوف یہ بات بھی عوام الناس کو بتا دیتے کہ بحث کے دوران فریق مخالف کے مسلمات کو پیش کرنا اپنے موقف کی تقویت کا باعث ہوتا ہے۔

جب مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ نے مبارک پوری صاحب کے مسلمات میں سے یہ بات پیش کی کہ امام زہری مدلس ہیں اور ان کے معنعہ والی روایت صحیح نہیں تو یہ اصولی طور پر مولانا صفدر صاحب کا حق تھا جو انہوں نے استعمال کیا مگر ضد اور تعصب سے بھرا ہوا ذہن اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

دھوکہ نمبر ۴۲: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کی عن سے روایت کے بارہ میں جن محدثین کی تصحیح نقل کی ہے۔خود مولانا صاحب ان کی تصحیح کا دوسرے مقام میں اعتبار نہیں کرتے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا محمد سرفراز صاحب نے سفیان کی عن سے روایت کے بارہ میں محدثین کرام سے تصحیح نقل کی ہے۔حالانکہ ان کی تصحیح کا اعتبار نہیں اس لئے کہ خود مولانا صاحب نے ان حضرات کی تصحیح کا اعتبار بعض ایسی روایات میں نہیں کیا جن روایات میں انہوں نے اپنے مخالف کی جانب سے پیش کردہ روایات کا ضعف ثابت کیا ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۹۶ تا ۹۹ ملخصا)

اگر مؤلف موصوف کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی ہے تو باقی ہر آدمی دیکھ سکتا ہے کہ "ان للہ ملائکۃ سیاحین" والی روایت میں ان حضرات نے خرابی صرف سفیان کی عن سے روایت کرنا بیان کی ہے اور پہلے بیان ہو چکا کہ حضرات محدثین کرام کے نزدیک سفیان ثوری کی عن سے روایت معتر نہیں ہے جب کہ جن روایات پر مولانا صفدر صاحب نے اعتراضات کئے ہیں، ان میں تو ضعف کی کئی علامتیں بیان کی گئی ہیں جن کے ہوتے ہوئے ان روایت کو صحیح کہنا حضرات محدثین کرام کے قاعدہ کے مطابق درست نہیں ہے۔

دھوکہ نمبر ۴۳: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اپنی پیش کردہ روایت کے بارہ میں امام حاکم کی تصحیح نقل کی ہے جب کہ اپنے مخالف پیش کی گئی روایت میں امام حاکم کی تصحیح کو رد کیا ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ: "ان للہ ملائکۃ سیاحین" والی روایت کے بارہ میں مولانا صفدر صاحب نے امام حاکم کی تصحیح نقل کی ہے۔حالانکہ خود مولانا صاحب نے لکھا ہے کہ امام حاکم موضوع اور جعلی حدیثوں کی بھی تصحیح کر جاتے ہیں۔" (آئینہ تسکین الصدور ص ۹۹)

مؤلف موصوف نے مولانا صفدر صاحب کی عبارات کا ادھورا مفہوم بیان کیا ہے۔اس لئے کہ جہاں امام حاکم کی تصحیح پر اعتراض کیا گیا ہے وہ اس صورت میں ہے۔جب کہ وہ تصحیح میں اکیلے ہوں اور جب ان کے ساتھ کوئی اور بھی تصحیح کرے تو ان کی تصحیح کا اعتبار ہوتا ہے۔مؤلف موصوف نے خود یہ عبارت بھی نقل کی ہے کہ ائمہ فن میں سے دوسروں کی شہادت کے بغیر امام حاکم کی تصحیح کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔اس عبارت کو نقل کرنے کے باوجود ان کا اعتراض حیرانگی کا باعث ہے۔اس لئے کہ امام حاکم کی تصحیح کا اعتبار نہ کرنا اس صورت میں ہے جب کہ وہ اکیلے ہوں اور "ان للہ ملائکۃ سیاحین" والی روایت میں صرف امام حاکم کی تصحیح نہیں بلکہ امام احمد، امام نسائی، امام بیہقی، ابن حبان علامہ عزیزی اور علامہ ہیثمی سے بھی اس کی تصحیح باحوالہ نقل کی گئی ہے۔جب امام حاکم کے ساتھ اس روایت کی تصحیح میں دیگر ائمہ فن بھی شامل ہیں تو اس روایت کو ان روایات کی طرح قرار دینا جن میں صرف امام حاکم کی تصحیح ہے، یہ محدثین کرام کے قاعدہ کی کھلی خلاف ورزی ہے اور پھر "ان للہ ملائکۃ سیاحین" والی روایت کو محض امام حاکم کے تصحیح میں تساہل کا بہانہ بنا کر رد کرنا خالص دھوکہ ہے۔

دھوکہ نمبر ۴۴: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حضور ﷺ پر درود شریف پہنچانے کے بارہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے متواتر کہنے کو قبول کیا ہے۔ حالانکہ خود انہوں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور ﷺ کا سایہ نہ ہونے کے متواتر کہنے کے قول کو رد کیا ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ امام احمد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر سیر کرتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے۔ (ملخصاً)

پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ ''اب محترم موصوف سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کسی بزرگ کے تواتر کہنے سے کوئی بات متواتر ہوسکتی ہے اور اصولوں کی کوئی ضرورت نہیں تو پھر مولانا صاحب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے تواتر کو تسلیم کر کے حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونے کے قائل کیوں نہیں ہوتے۔'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۰۰)

حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اتمام البرہان میں وضاحت کی ہے کہ ''حضرت گنگوہی نے جو حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونے کو متواتر کہا ہے تو یہ واقعہ کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے خلاف دلائل قائم ہیں اور حضرت گنگوہی کی جانب سے عذر پیش کیا کہ ہوسکتا ہے کہ جن کتابوں میں واضح طور پر سایہ ہونے کی روایات ہیں وہ روایات ان کو معلوم نہ ہوسکی ہوں۔'' (اتمام البرہان ج ۳ ص ۷۰)

اس کے برخلاف حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے حضور ﷺ پر سلام پیش کئے جانے کے مضمون کو جو متواتر کہا ہے تو یہ واقعہ کے مطابق ہے اس لئے کہ امت میں سے کسی معتمد عالم فقیہ یا محدث سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے کہا ہو کہ حضور ﷺ پر پڑھا جانے والا درود وسلام آپ کو پیش نہیں کیا جاتا۔ اگر کسی میں جرأت ہے تو کسی معتبر عالم فقیہ کی کوئی صریح عبارت پیش کرے اور پھر معارضہ پیش کرے کہ حضرت گنگوہی کے تواتر کے قول خلاف بھی دلائل قائم ہیں اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے تواتر کے قول کے خلاف بھی دلائل قائم ہیں۔ مگر مولانا سرفراز صاحب نے حضرت گنگوہی کے تواتر کے قول کو رد کیا ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے تواتر کے قول کو تسلیم کیا ہے۔ اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں ہوسکتا تو مؤلف موصوف کا ان کو تعارض میں پیش کرنا سراسر دھوکہ ہے۔

دھوکہ نمبر ۴۵: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی ادھوری عبارت نقل کی ہے اور ان کی ایک روایت کو دو روایتیں کہا ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ ''پھر تسکین الصدور طبع دوم ص ۳۱۶ پر امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام دارقطنی کا حوالہ دیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ امام سخاوی اور امام دارقطنی کے حوالہ سے یہ روایت بھی نقل کرتے ہیں۔'' پھر مؤلف موصوف اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''شاید معلوم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا صاحب اپنے مطلب کی عبارت پڑھ کر کتاب فوراً بند کر دیتے ہیں یا پڑھتے ہیں۔ لیکن تعصب کی وجہ سے اقتباس کی پوری عبارت نقل نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے مولانا کا پول کھل جاتا ہے۔ جیسا کہ مولانا صاحب نے امام سخاوی کی اس عبارت کو نقل کرنے میں یہی کردار ادا کیا ہے۔ کیونکہ مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں کو ملانے سے معلوم ہوا۔ حالانکہ امام سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ ایک ہی روایت ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۰۰، ۱۰۱)

قارئین کرام! بفضلہٖ تعالیٰ مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حق کو واضح کرنے کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ اس لئے نہ تو انہوں نے کوئی ادھوری عبارت پیش کی ہے اور نہ ہی ان کو ادھوری عبارت پیش کرنے کی کوئی ضرورت ہے یہ صرف معترضین کا دھوکہ ہے۔

مولف موصوف کو خود اعتراف ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ امام سخاوی امام دارقطنی کے حوالہ سے روایت نقل کرتے ہیں اس واضح عبارت سے ہر ذی شعور جان سکتا ہے کہ امام سخاوی کو ناقل قرار دیا گیا ہے اور حوالہ امام دارقطنی کا ہے تو جتنی عبارت امام دارقطنی کی تھی۔ اس کا نقل کرنا ذمہ داری تھی جو بفضلہٖ تعالیٰ پوری کی گئی ہے۔ اس سے آگے کی عبارت نہ تو امام دارقطنی کی ہے اور نہ ہی وہ روایت ہے کہ اس کو نقل کرنا ضروری ہوتا بلکہ وہ امام سخاوی کی اپنی رائے کا ذکر ہے۔ سچ کہتے ہیں کہ جس کو خواہ مخواہ اعتراض کی عادت ہو وہ کوئی نہ کوئی اعتراض کی صورت اپنے طور نکال ہی لیتا ہے۔

اگر آگے کی عبارت نقل کر دی جاتی تو یہ معترض یوں اعتراض کر دیتا کہ کہا یہ ہے کہ امام دارقطنی کی روایت نقل کرنی ہے، مگر آگے دارقطنی کی روایت کی بجائے امام سخاوی کا نظریہ پیش کر دیا ہے۔ عادی معترض کے اعتراض سے تو تب بھی چھٹکارا نہیں تھا۔

پھر مولف موصوف کا یہ کہنا کہ مولانا صفدر صاحب نے دو روایتیں کہی ہیں۔ حالانکہ امام سخاوی فرماتے ہیں کہ ایک روایت ہی ہے تو اگر مولف موصوف تعصب کی پٹی آنکھوں سے ہٹا کر دیکھتے تو ان کو نظر آ جاتا کہ ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے جس میں سلام پیش ہونے کا ذکر ہے اور دوسری روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے۔ جس میں صلوٰۃ پیش ہونے کا ذکر ہے۔ جب واضح طور پر دو روایتیں سامنے ہیں تو یہ کہنے میں کیا حرج ہے کہ دونوں روایتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ فرشتے صلوٰۃ وسلام دونوں پہنچاتے ہیں قواعد کی روشنی میں عقل کی دنیا میں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا مگر متعصب اور ضدی کے اعتراض سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۴۶</u>: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ روایت میں "لعلّ" کے الفاظ ہیں اور "لعلّ" احتمال ہو وہاں دلالت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے یہ روایت دلیل نہیں بن سکتی۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ اسود بن یزید کی روایت میں "لعلّ" ہے۔ "فانکم لا تدرون لعلّ ذالک یعرض علیه" کیونکہ تم نہیں جانتے کہ شاید یہ آپ ﷺ پر پیش کیا جائے اور زاذن کثیر الخطاء راوی نے خطا کر کے یوں بیان کر دیا۔ "ان للہ ملائکة سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام" اسود بن یزید کی روایت میں احتمال ہے۔ کیونکہ اس میں لفظ "لعل" مذکور ہے۔ پھر آگے مولف موصوف لکھتے ہیں اور جب لفظ میں احتمال ہو تو اس میں دلالت باقی نہیں رہتی۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۰۲)

مولف موصوف نے یہاں دو دھوکے دیئے ہیں۔

پہلا دھوکہ یہ دیا ہے کہ دو مختلف روایتوں کو ایک ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ حالانکہ دونوں کا مفہوم جدا جدا ہے۔ مرفوع روایت میں فرشتوں کی ڈیوٹیوں میں سے یہ ڈیوٹی بھی بتلائی کہ وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں جب کہ دوسری روایت میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے درود شریف پڑھنے والوں کو ترغیب دی ہے کہ اچھی طرح پڑھو اس لئے کہ تمہیں معلوم نہیں کہ ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں تمہارا یہ درود شریف پیش کیا جائے۔

مولف موصوف نے دوسرا دھوکا یہ دیا کہ لعل کا تعلق مطلق درود شریف پہنچانے کے ساتھ جوڑ دیا۔ حالانکہ

اس کا تعلق ان مخاطبین کے درود شریف کے ساتھ ہے جن کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ترغیب دے رہے ہیں اور روایت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں درود شریف پہنچایا جاتا ہے۔ اس لئے تم اچھے طریقہ سے پڑھو۔ ہوسکتا ہے کہ تمہارا یہ درود شریف بھی پہنچایا جائے اور یہی مفہوم ابن ماجہ کے حاشیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ پر درود شریف تو یقینا پہنچایا جاتا ہے اس لئے کہ روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں چلتے پھرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ''لعل'' کے ساتھ اس لئے فرمایا کہ صلوٰۃ (درود شریف) کی قبولیت میں ترجی ہے۔ اس لئے کہ اس کا پیش کیا جانا قبولیت کے شرط کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ صدقہ پسندیدہ چیز کا قبول کیا جاتا ہے۔ ورنہ رد کر دیا جاتا ہے۔ (حاشیہ ابن ماجہ ص ۶۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ''لعل'' کا تعلق مخاطبین کے درود شریف سے ہے۔ مگر مؤلف موصوف نے اپنی دانست سے اس کا تعلق علی الاطلاق درود شریف پیش کئے جانے کے ساتھ جوڑ کر اعتراض کر دیا کہ جہاں احتمال ہوتا ہے وہاں دلالت باقی نہیں رہتی اور اس انداز سے روایت کو دلیل بنانے پر خواہ مخواہ اعتراض کر دیا۔

دھوکہ نمبر ۷۴: {مؤلف موصوف ''ان للہ ملائکۃ سیاحین'' روایت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کا راوی زاذان ہے اور سلمہ بن کہیل نے کہا کہ زاذان کی بہ نسبت مجھے ابوالبختری زیادہ پسند ہے اور ابوالبختری کمزور راوی ہے تو زاذان اس سے بھی کمزور ہوگا۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور نے ''ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض'' والی روایت کے راوی زاذان پر جو جرح کی ہے تسکین الصدور میں اس کے جواب کے ساتھ ساتھ زاذان کا ثقہ ہونا باحوالہ ثابت کیا گیا ہے۔
(تسکین الصدور ص ۱۰۹، ۱۱۷)

پھر مؤلف موصوف نے لکھا کہ سلمہ بن کہیل نے کہا کہ ابوالبختری مجھے اس کی بہ نسبت زیادہ پسند ہے اور ابوالبختری کمزور راوی ہے تو زاذان اس سے بھی کمزور ہوگا۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۰۴ ملخصاً)

سلمہ بن کہیل کا یہ قول نقل کر کے اعتراض علامہ نیلوی نے بھی کیا تھا تو اس کے جواب میں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی مدظلہ نے ان کی توجہ دلائی کہ ابوالبختری کے لقب سے تین آدمی مشہور ہوئے اور اس کا اعتراف ڈاکٹر عثمانی کے جواب میں خود مولانا سید عنایت اللہ صاحب بخاری نے بھی کیا۔

جب ابوالبختری تین آدمی ہیں، ان میں سے دو کذاب ہیں۔ ایک وہب بن وہب القاضی التوفی ۲۰۰ھ اور دوسرا ابوالبختری کذاب مجہول ہے اور تیسرا ابوالبختری سعید بن فیروز ہے۔ وہ ثقہ ہے اور سلمہ بن کہیل کے اساتذہ میں سے ہے۔ شاہ جی نے فرمایا زاذان امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ سلمہ بن کہیل اور ابوالبختری سعید بن فیروز ایک زمانہ میں ہوئے۔ سلمہ بن کہیل نے جو یہ فرمایا کہ زاذان سے ابوالبختری بہتر ہے، اس سے ان کی مراد سعید بن فیروز ہے۔ (قہر حق ص ۶۷)

اس کے بعد مؤلف موصوف کا حق یہ تھا کہ اگر ان کے نزدیک ابوالبختری سے مراد وہب القاضی ہے تو اس کی کوئی ٹھوس دلیل پیش کرتے اور اپنے رئیس الطائفہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب کی اس بارہ میں واضح تردید کرتے کہ انہوں نے ابوالبختری سے سعید بن فیروز مراد لے کر غلطی کی ہے۔ مگر تحزب کی وجہ سے یہ تو ان سے نہ ہوسکا۔ مگر وہ مولانا صفدر صاحب کی بے جا تردید میں بلا دلیل ابوالبختری سے وہب بن وہب القاضی مراد لے کر زاذان کو ضعیف ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

دھوکہ نمبر ۴۸: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ابن حبان پر جرح بھی کی ہے اور بیسیوں مقامات میں ان کی جرح وتعدیل کے اقوال سے احتجاج بھی کیا ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ "مولانا صفدر صاحب نے ابن حبان پر جرح کرنے کے باوجود بیسیوں مقامات پر امام ابن حبان کے اقوال سے جرح وتعدیل میں احتجاج کیا ہے۔" (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۰۵)

مولف موصوف کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جس پر جرح کی گئی ہو اس کی جرح وتعدیل میں بات قابل قبول نہیں ہونی چاہئے۔ حالانکہ یہ ان کی غلطی یا سراسر دھوکہ ہے۔

یہی اعتراض غیر مقلد عالم جناب ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی کیا تھا تو اس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ ائمہ جرح وتعدیل میں بہت سے حضرات ایسے ہیں جن پر جرح موجود ہے۔ اس کے باوجود ان کو جرح وتعدیل کا امام تسلیم کیا جاتا ہے۔ مثلاً ابوالفتح الازدی، جوزجانی، الواقدی اور امام ساجی وغیرہ پر جرح بھی موجود ہے اور اس کے باوجود علامہ ابن حجر نے جرح وتعدیل کے امام کی حیثیت سے ان کے راویوں پر جرح نقل کی ہے۔ ہاں! یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ مجروح کی اپنے سے اوثق کے بارہ میں جرح کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

دھوکہ نمبر ۴۹: {اس لئے مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ ازرق بن علی کی توثیق ابن حبان کے سواء کسی نے نہیں کی۔ اس لئے اس کی مروی روایت کو مجروح قرار دینا چاہئے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ خصوصاً ازرق بن علی کی توثیق ابن حبان کے سواء کسی اور نے نہیں کی تو اس پر خط تنسیخ کھینچ کر "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" کو مجروح قرار دیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۰۶)

اگر مولف موصوف کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی نہ ہوتی تو ان کو تسکین الصدور میں اس کے بارہ میں علامہ ابن حجر کے "صدوق یغرب" کے الفاظ نظر آجاتے۔ کیا علامہ ابن حجر علامہ ابن حبان کے سواء نہیں اور کیا وہ صدوق سے اس کی ثقاہت کو بیان نہیں کر رہے۔ باقی رہی یہ بات کہ علامہ ابن حجر نے مغرب کے الفاظ بھی فرمائے ہیں تو اس سے ثقاہت کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ محض غرابت ثقاہت کے منافی نہیں ہے۔

پھر ہم نے علامہ البانی کے حوالہ سے لکھا کہ اس روایت میں ازرق بن علی متفرد بھی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا متابع عبداللہ بن ابراہیم موجود ہے جس کو خطیب بغدادی نے ثقہ کہا ہے۔ اس لئے اصول حدیث کے رو سے "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" پر خط تنسیخ کھینچ کر اس کو مجروح قرار دینے کا تو کوئی جواز نہیں ہے، مگر متعصب کے لئے کوئی اصول کارآمد نہیں ہوتا۔

دھوکہ نمبر ۵۰: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ زاذان راوی کے بارہ میں "لیس بالمتین" کے الفاظ کہے گئے ہیں اور مولانا صفدر صاحب نے اس کی روایت لی ہے اور یہی الفاظ علاء بن عبدالرحمن کے بارہ میں کہے گئے ہیں۔ مگر مولانا صاحب نے اس کی روایت کو شاذ قرار دیا ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ زاذان راوی کے بارہ میں "لیس بالمتین" کے الفاظ کہے گئے ہیں اور اس کی صفائی میں مولانا صفدر صاحب نے لکھا کہ اگر جمہور کی جرح مفسر نہ ہو تو "لیس بالمتین" سے عدالت ساقط نہیں ہوتی۔ حالانکہ علاء بن عبدالرحمن کے بارہ میں "لیس بالمتین" کہا گیا تو اس کی روایت کو مولانا صاحب نے شاذ قرار دیا۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۰۷، ۱۰۸ ملخصاً)

اگر مؤلف موصوف بنظر انصاف دیکھتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ مولانا صفدر صاحب نے کسی بھی جگہ ''لیس بالمتین'' کی وجہ سے عدالت کے ساقط ہونے کا قول نہیں کیا۔ اگر ان کو کہیں ایسا نظر آیا ہے تو اس کا حوالہ دیں اور پھر اس کا معارضہ زاذان کے بارہ میں کہی گئی بات سے کریں۔ علاء بن عبدالرحمن کی روایت کو محض ''لیس بالمتین'' کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے اپنے سے قوی راویوں کی مخالفت کرنے کی وجہ سے محدثین کرام کے قاعدہ کے مطابق شاذ قرار دیا ہے۔ (احسن الکلام ج ۲ ص ۵۳)

اور مکحول کی روایت کو بھی محض ''لیس بالمتین'' کی وجہ سے نہیں بلکہ اضطراب کی وجہ سے رد کیا ہے۔

(احسن الکلام ج ۲ ص ۱۰۸)

اور زاذان راوی میں چونکہ اس جیسی صورتحال نہیں اس لئے قاعدہ کے مطابق اس کی روایت کو قبول کیا ہے۔ حضرت مولانا صفدر صاحب نے تو قواعد کے مطابق عمل کیا ہے مگر معترض کو یہ قواعد شاید نظر ہی نہیں آئے۔

<u>دھوکہ نمبر ۵۱</u>: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ زاذان نے اپنے سے اوثق راوی اسود بن یزید کی مخالفت کی ہے۔ اس لئے اس کی روایت نہیں لینی چاہئے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ زاذان نے اپنے سے اوثق راوی اسود بن یزید کی مخالفت کی ہے۔ اس لئے اس کی روایت بھی نہیں لینی چاہئے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۰۹، ملخصاً)

مؤلف موصوف کو مغالطہ ہوا ہے یا وہ جان بوجھ کر دھوکا دہی سے کام لے رہے ہیں۔ اس لئے کہ مرفوع روایت اور ہے اور موقوف روایت اور ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے واضح کر دیا ہے بلکہ خود مؤلف موصوف کو بھی اعتراف ہے کہ متن میں بھی فرق ہے۔ جب دونوں روایتوں کا متن علیحدہ علیحدہ ہے تو ان کو ایک قرار دے کر موقوف اور مرفوع کا تقابل بتا کر مرفوع روایت کو رد کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔

<u>دھوکہ نمبر ۵۲</u>: {مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ ائمہ جرح کی جرحیں مفسر ہوتی ہیں۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ائمہ حدیث نے جو اپنی کتابوں میں جرحیں تحریر فرمائی ہیں تو وہ ان کے نزدیک مفسر ہوتی ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۰۹)

مؤلف موصوف کو مغالطہ ہوا ہے اس لئے کہ اگر یہی بات ہوتی جو انہوں نے لکھی ہے تو حضرات محدثین کرام کو جرح مفسر اور غیر مفسر کی تفریق ہی نہ کرنا پڑتی۔ حالانکہ تمام حضرات جرح مفسر اور غیر مفسر کو علیحدہ علیحدہ لکھتے ہیں اور ان کا حکم بھی علیحدہ علیحدہ بتاتے ہیں۔

<u>دھوکہ نمبر ۵۳</u>: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ سفیان ثوری مدلس کی عنعنہ سے روایت کیسے صحیح ہوگئی۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں (کہ امام ابوحاتم اور علامہ ابن حجر) یہ دونوں صاحب حدیث کی علت مدلس راویوں کی عنعنہ سے بیان کر رہے ہیں۔ حالانکہ امام اوزاعی اور یحییٰ بن ابی کثیر بہت ثقہ راوی ہیں۔

پھر آگے مؤلف موصوف لکھتے ہیں اور حدیث تبلیغ سلام سفیان ثوری مدلس بھی عنعنہ سے بیان کرتا ہے تو پھر یہ حدیث کیسے صحیح ہوگئی۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۱۰، ۱۱۱)

ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ سفیان ثوری کا شمار ان مدلسین میں سے ہے جن کی تدلیس مضر نہیں ہے۔ جب کہ امام اوزاعی اور یحییٰ بن ابی کثیر کا شمار ان میں سے نہیں ہے۔ اس لئے سفیان ثوری کی مدلس روایت اور امام اوزاعی وغیرہ

کی مدلس روایت میں فرق کرنا اصول محدثین کے مطابق ہے۔ان میں فرق کو طعن کی نظر سے دیکھنا درست نہیں ہے۔

دھوکہ نمبر ۵۴: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کے نزدیک ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے تو ''انی اری فی المنام انی اذبحک'' میں سے ''انی'' سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات اور ''ک'' سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذات کیا خواب میں روح مع الجسد موجود تھیں۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا سرفراز صاحب کے قاعدہ وقانون کے مطابق کہ ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے تو سوال یہ ہے کہ ''یابنی انی اری فی المنام انی اذبحک'' میں ''نی'' میں حضرت ابراہیم علیہ السلام روح مع الجسد تھے اور اس روح مع الجسد کی ذات کے ہاتھ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے تھے اور ''اذبحک'' میں بضمیر خطاب ''ک'' سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام جسد اطہر مع الروح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس منامی حالت میں موجود تھے؟

پھر آگے مؤلف موصوف لکھتے ہیں۔حالانکہ مولانا صاحب تفریح الخواطر ص ۴۴۲ پر اپنا نظریہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ (خواب کی حالت میں۔قارن) جو شکل دیکھنے والے نے دیکھی وہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہے اور نہ ذات بلکہ تحقیقی طور پر وہ آپ کی مثال تھی۔یعنی مثال شکل۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۱۱، ۱۱۲)

مؤلف موصوف کو مغالطہ ہوا یا وہ جان بوجھ کر دھوکہ دہی سے کام لے رہے ہیں۔اس لئے کہ اس میں تو اختلاف ہو ہی نہیں سکتا کہ ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے۔پھر اس ذات کی صورتیں مختلف ہیں۔اگر ذات خارج میں ہو تو اس ذات کا وجود خارجی متعین ہوتا ہے اور اگر ذات ذہن میں ہو تو اس کا وجود ذہنی متعین ہوتا ہے۔مگر جب اسی وجود ذہنی کا تعین خارج میں کیا جاتا ہے تو اس کا وجود خارجی متعین ہو جاتا ہے۔اسی طرح خواب میں ذات کا تعین خواب کی حالت میں مثالی ہوتا ہے۔مگر جب اس کا تعین خارج میں کیا جاتا ہے تو وجود خارجی جسد مع الروح ہے۔وہی اس سے مراد ہوتا ہے، مؤلف موصوف نے جو مثال دی ہے اگر وہ اپنی دی ہوئی مثال میں غور کرتے تو ان کے سامنے واضح ہو جاتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں اپنی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذات کا تعین خواب میں مثالی حالت میں جو کیا تھا جب خارج میں اس کا تعین کیا تو انی سے اپنی ذات مراد لی اور خود ذبح کے لئے تیار ہوئے اور ''ک'' سے اسماعیل علیہ السلام کی ذات مراد لی اور ان کو ذبح کے لئے تیار ہوئے۔جب ذہن میں ذات کا تعین ذہن کے لحاظ سے اور خواب میں خواب کے لحاظ سے اور خارج میں خارج کے لحاظ سے ہوتا ہے تو خواب کی حالت کو خارج کی حالت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو خواب میں سلام پہنچاتے ہیں اور نہ ہی ذہنی طور پر بلکہ خارج میں سلام پہنچاتے ہیں اور خارج میں ذات کا تعین جسد مع الروح ہوتا ہے۔اس میں اہل علم کے لئے تو کوئی اشکال کی بات نہیں مگر متعصب اور ضدی کا معاملہ جدا ہے۔

دھوکہ نمبر ۵۵: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ نماز میں پڑھا جانے والا سلام ہر نیک بندے کو پہنچتا ہے تو اس سے سننا لازم نہیں آتا بلکہ اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے تو اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پہنچانے سے بھی یہی مراد ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی طرف فرستادہ صلوٰۃ وسلام پہنچتا ہے جب کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی بندہ نماز میں کہتا ہے۔''السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین ذالک اصاب کل عبد فی السماء او بین السماء والارض'' (بخاری جلد اوّل ص ۱۱۵)

ہر نیک بندہ کو یہ سلام پہنچ جاتا ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۱۳، ۱۱۴)

مؤلف موصوف اس سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح نماز میں پڑھا جانے والا سلام ہر مومن بندہ سنتا نہیں مگر اس کے نامہ اعمال میں وہ لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح جب آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے تو اس کے آثار مع درجات و مزید رحمت و برکات رسول اللہ ﷺ پر اس درود شریف کا آپ کو پہنچنا ہوگیا۔

مگر یہ مؤلف موصوف کو مغالطہ ہوا ہے یا وہ جان بوجھ کر دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ عام مومنوں کو سلام پہنچنے کے بارہ میں انہوں نے جو روایت پیش کی ہے، اس میں ''اصاب'' کے الفاظ ہیں جب کہ حضور علیہ السلام کے بارہ میں ''یبلغونی'' کے الفاظ ہیں کہ فرشتے مجھے پہنچاتے ہیں۔ ''اصاب'' کا مفہوم تو یہ ہے کہ ان سب نے وہ سلام پالیا یعنی اس سلام کے آثار ان کو پہنچ گئے۔

جب کہ تبلیغ سلام کا مفہوم اس سے بالکل جدا ہے۔

مؤلف موصوف نے ''اصاب'' اور تبلیغ کے مختلف مفہوموں کو گڈمڈ کر کے قیاس مع الفارق سے اپنا بے بنیاد نظریہ ثابت کرنے اور عوام الناس کو دھوکہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کی ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۵۶</u>: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' والی روایت طبقہ ثالثہ یا رابعہ کی ہے جن کے بارہ میں خود مولانا صفدر صاحب فرماتے ہیں کہ ان کا اعتماد نہیں۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور حضرت مولانا صفدر صاحب کی جانب سے پیش کردہ چھٹی دلیل ''من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی من بعیداً علمتہ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اوّلاً طبقہ اولیٰ وطبقہ ثانیہ کی کتب میں کہیں اس حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' کا ذکر نہیں۔ اگر یہ طبقہ ثالثہ یا طبقہ رابعہ میں ہو تو ان کے بارہ میں خود مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ ان کا اعتماد نہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۱۵ ملخصاً)

اور یہی بحث مؤلف موصوف نے اپنے رسالہ کشف الستر میں بھی لکھی ہے۔

ہم پہلے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ نے علی الاطلاق درجہ ثالثہ اور درجہ رابعہ کی کتب میں موجود احادیث کو رد نہیں کیا۔ جیسا کہ مؤلف موصوف تاثر دے رہے ہیں بلکہ صرف ان کو رد کیا ہے جن کی اسناد کمزور ہوں یا جن کی اسناد ہی مذکور نہ ہوں۔ جب کہ حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' کی باقاعدہ سند نقل کر کے اس کے راویوں کی ثقاہت اور ان پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات تفصیل سے تسکین الصدور میں بیان کئے گئے ہیں۔

<u>دھوکہ نمبر ۵۷</u>: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' والی روایت کا راوی ابوالشیخ ہے اور یہ تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر طعن کیا کرتا تھا۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ ''من صلی علی عند قبری وسمعتہ'' حدیث کا راوی ابوالشیخ ہے اور ابوالشیخ سے مثالب امام اعظم کے بارے میں روایات موجود ہیں اور پھر مؤلف موصوف نے تاریخ بغدادی کے حوالہ سے تین روایات ذکر کر کے لکھا کہ یہ تین روایتیں بطور نمونہ ابوالشیخ سے جو مثالب امام اعظم کے بارے میں مروی ہیں، ذکر کر دی گئی ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۱۷، ۱۱۸)

اور ابوالشیخ کو ضعیف قرار دینے کا قول مؤلف نے اپنے رسالہ کشف الستر میں بھی نقل کیا ہے۔

مؤلف موصوف نے یہ ظاہر کیا ہے کہ امام اعظم کے مثالب یعنی ان کے بارہ میں طعن کی روایات کا مدار ابوالشیخ ہے۔ حالانکہ یہ ان کو مغالطہ یا ان کا دھوکا ہے۔ اس لئے کہ ابوالشیخ ان روایات کا راوی ضرور ہے مگر ان

مثالب کو گھڑنے کا مدار یہ نہیں۔ اسی لئے وکیل احناف علامہ محمد زاہد بن الحسن الکوثری نے جو اسماء رجال کے ماہر اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شیدائی تھے، انہوں نے مؤلف موصوف کی جانب سے پیش کردہ تین روایات میں سے دوسری روایت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ ابونعیم اپنے تعصب کی وجہ سے متکلم فیہ ہے۔ ابوالشیخ کو ابواحمد العسال نے ضعیف کہا ہے۔ ابومسعود نے ری والوں کو رستہ اصبہانی سے روایت کرنے سے منع کیا اور موسی بن المساور مجہول الحال ہے۔ میں نے کوئی آدمی نہیں دیکھا جس نے اس کی توثیق کی ہو۔ (تانیب الخطیب ص ۱۰۲)

علامہ کوثری جیسے آدمی نے اس روایت کے رد کا مدار ابونعیم اور موسی بن المساور پر زیادہ رکھا ہے اور ابوالشیخ کے بارہ میں صرف یہ فرمایا کہ ابواحمد العسال نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ مگر مؤلف موصوف ابوالشیخ کو ان روایات کے رد کا مدار ٹھہرا کر پھر اس کی آڑ میں ''من صلی علی عند قبری سمعته'' والی روایت کا رد کرنا چاہتے ہیں تو یہ ان کی خود فریبی ہے اور ان کے اس طرز عمل سے مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ دلیل کا جواب نہیں بن سکتا۔ بے شک احمد ابوالعسال نے ابوالشیخ کو ضعیف کہا ہے۔ مگر اس کی توثیق کرنے والوں میں محدث ابن مردویہ، خطیب بغدادی اور حافظ ابن حجر جیسے حضرات ہیں اور علامہ ذہبی کے الفاظ بھی ان کی تعریف میں ہیں۔

<u>دھوکہ نمبر ۵۸</u>: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے عبدالرحمن بن احمد الاعرج کو معروف ثابت کرنے کے لئے یہ قاعدہ استعمال کیا کہ جس راوی سے دو راوی روایت کریں وہ مجہول نہیں رہتا۔ حالانکہ خود انہوں نے دوسرے مقام میں اس قاعدہ کو رد کیا ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ ''من صلی علی عند قبری سمعته'' کی روایت کا ایک راوی عبدالرحمن بن احمد الاعرج ہے جس کا تذکرہ تاریخ اصبہان کے علاوہ کہیں نہیں ملتا اور مولانا صفدر صاحب نے یہ حوالہ نقل کر کے کہ جس راوی سے دو راوی روایت کرتے ہوں وہ جہالت سے نکل جاتا ہے۔ اس کو معروف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ خود مولانا صاحب نے دوسرے مقام میں اس قاعدہ کو تسلیم نہیں کیا بلکہ یہ کہا ہے کہ جس راوی سے دو راوی روایت کرتے ہوں وہ مستور ہی رہتا ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۱۸ تا ۱۲۰ ملخصاً)

مؤلف موصوف نے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے کہ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمن بن احمد کے بارہ میں صرف امام دارقطنی کے قاعدہ پر ہی مدار نہیں رکھا کہ جس راوی سے دو راوی روایت کریں تو وہ مجہول نہیں رہتا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ علامہ ابن حجر فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲ میں اور علامہ سخاوی القول البدیع ص ۱۱۶ میں ملا علی قاری مرقات ج ۲ ص ۱۰ میں نواب صدیق حسن خان دلیل الطالب ص ۸۴۴ میں اور مولانا شبیر احمد عثمانی فتح الملہم جلد اوّل ص ۳۳۰ میں ابوالشیخ کی سند کو جید کہتے ہیں اور یہ بات تو فن حدیث میں معمولی دسترس رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ سند صحیح اور سند جید وہ ہوتی ہے جس میں دیگر شرائط کے ساتھ یہ شرط بھی پائی جائے کہ اس میں کوئی مجہول راوی نہ ہو۔

جب ان حضرات نے ابوالشیخ کی سند کو جید کہا ہے تو اس سے واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک اس روایت کا کوئی راوی مجہول یا مستور نہیں ہے اور خود مؤلف موصوف نے اپنے رسالہ کشف الستر میں علامہ ابن حجر سے نقل کیا ہے۔ ''فاما الجهالة فمندفعة جميع من اخرج لهم فی الصحيح لان شرط الصحيح ان يكون روايه معروفاً بالعدالة'' (مقدمہ فتح الباری ص ۳۸۱، کشف الستر ص ۳۵)

یعنی صحیح میں جن کی روایات لائی گئی ہیں ان کی جہالت ختم ہو جاتی ہے اس لئے کہ صحیح کی یہ شرط ہے کہ اس کے راوی معروف بالعدالۃ ہوں۔

پھر مؤلف موصوف کو چاہئے تھا کہ ''الاخر فالاخر'' پر عمل کرتے ہوئے تسکین الصدور کے پہلے مطبوعہ نسخہ کی عبارت کی بجائے بعد کے نسخہ میں ذکر کی گئی عبارت کو مدنظر رکھتے۔ حیرانگی کی بات ہے کہ مؤلف موصوف کے پیش نظر بعد والے نسخہ کی عبارت بھی ہے۔ مگر اس کے باوجود پہلے مطبوعہ کی عبارت ذکر کر کے گڑبڑ پیدا کر رہے ہیں۔

حالانکہ خود انہوں نے عبارت کی تبدیلی کا تذکرہ یوں کیا ہے کہ مولانا سرفراز خان صاحب نے عبدالرحمن بن احمد الاعرج کے متعلق جو امام دارقطنی کے قاعدہ سے اپنی تائید میں سہارا لیا تھا۔ اس کو تسکین الصدور طبع سوم میں ختم کر دیا ہے۔ (کشف الستر ص ۳۶)

اور کشف الستر آئینہ تسکین الصدور طبع دوم سے سال بھر پہلے شائع ہو چکی تھی تو دیانت کا تقاضہ تو یہی تھا کہ آئینہ تسکین الصدور طبع دوم میں تسکین الصدور کے بعد والے نسخہ کا لحاظ رکھا جاتا۔ اس لئے کہ آئینہ تسکین طبع دوم کے بارہ میں انہوں نے یہی ظاہر کیا ہے کہ اس کو اصلاح کے بعد شائع کیا جا رہا ہے۔ مگر ایسی دیانت کی توقع منصف مزاج سے کی جاتی ہے متعصب سے اس کی توقع بے کار ہے۔

تسکین الصدور کے بعد والے نسخہ کی عبارت میں یہ بھی ہے کہ ابوالشیخ کی سند سے مروی روایت کے شواہد کے طور پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات موجود ہیں جو امام بیہقی نے نقل کی ہیں۔ اس میں محدثین کرام کے اس قاعدہ کی جانب اشارہ ہے کہ اگر کسی روایت میں مجہول یا مدلس راوی ہو، مگر اس کے شواہد پائے جاتے ہوں تو وہ روایت حسن اور قابل حجت ہوتی ہے۔ جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے: ''ان حقاً علی المسلمین ان یغتسلوا یوم الجمعة (الحدیث)'' اس کا راوی ہشیم مدلس ہے۔ لیکن امام ترمذی کے ہاں اس کا متابع ابو یحییٰ التیمی موجود ہے اور متن کے شواہد حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایات موجود ہیں۔ اس لئے امام ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۰۴)

حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو ''من صلی علی عند قبری سمعته'' والی حدیث کو حجت کے طور پر پیش کیا ہے تو یہ حضرات محدثین کرام کے قاعدہ کے مطابق ہے۔ اس پر اعتراض قواعد سے ناواقفی یا سراسر دھوکا ہے۔ اس بحث سے مؤلف موصوف کی جانب سے اپنے رسالہ کشف الستر میں مجہول راوی کی روایت کے بارہ میں کی گئی بحث کا جواب بھی ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ صرف مجہول راوی کی روایت کے بارہ میں کی گئی بحث کا جواب بھی ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ صرف مجہول راوی کی روایت کا حکم اور ہے اور جب اس کی روایت کا متابع یا شاہد ہو تو اس کا حکم اور ہوتا ہے۔ معترض نے ان میں فرق نہ کر کے اعتراض کیا ہے۔

<u>عجیب بات</u>: مؤلف آئینہ تسکین الصدور مولوی شیر محمد صاحب نے اپنے رسالہ کشف الستر میں لکھا کہ امام دارقطنی اور جمہور محدثین کرام کے اصول اور قاعدہ کے مطابق عبدالرحمن بن احمد الاعرج ثقہ اور عادل نہیں بلکہ معروف العدالۃ اور مجہول الحال ہے۔ (کشف الستر ص ۳۶)

اب اس بھلے مانس آدمی سے کوئی پوچھے کہ جب وہ عادل نہیں تو معروف العدالۃ کیسے ہو گیا؟

<u>دھوکہ نمبر ۵۹</u>: {مؤلف موصوف نے راوی کا نام بدل کر دھوکا دیا ہے۔}

''من صلی علی عند قبری سمعته'' کا راوی الحسن بن صباح ہے۔ جیسا کہ تسکین الصدور میں ذکر کیا گیا ہے اور علامہ نیلوی صاحب نے بھی راوی کا نام الحسن بن صباح ہی ذکر کیا ہے۔ (ندائے حق جلد اول ص ۸۳)

بلکہ خود مؤلف موصوف نے آئینہ تسکین الصدور میں راوی کا نام الحسن بن صباح ہی ذکر کیا ہے اور امام بخاری، ابوداؤداور ترمذی کا استاد ہونا ذکر کیا ہے۔ (تسکین الصدور ص ۱۲۳)

مگر اپنے رسالہ کشف الستر میں انہوں نے راوی کا نام تبدیل کر کے الحسین بن صباح بنا دیا۔ (کشف الستر ص ۱۵ ص ۳۸،۳۹)

پھر مؤلف موصوف نے اس کو الحسین بن صباح قرار دے کر مجہول العین بنا دیا۔ حالانکہ تسکین الصدور میں وضاحت کی گئی ہے کہ راوی الحسن بن صباح بخاری شریف کا راوی ہے جس کی روایت بخاری ج ۱ ص ۳۹۰، ۴۶۷، ۵۰۳، ج ۲ ص ۷۹۲ وغیرہ میں ہے۔ راوی کا نام بدل کر اس کو مجہول العین قرار دینا اور پھر اس کی وجہ سے روایت کو ضعیف کہہ کر رد کرنا اگر دھوکا نہیں تو نہ جانے دنیا میں دھوکہ اور کس بلا کا نام ہے۔

دھوکہ نمبر ۶۰: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے قانون بیان کیا ہے کہ راوی کی تعیین کے لئے استاد اور اس کے شاگرد کو دیکھا جاتا ہے مگر انہوں نے عبدالرحمن بن احمد کو معروف لکھا ہے۔ حالانکہ اس کے استاد اور شاگرد دونوں معلوم نہیں۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب کا ایک اور اصول ملاحظہ فرمائیں۔ (اخفاء الذکر ص ۱۲) پر تحریر فرماتے ہیں کہ راوی کی تعیین کے لئے اصولی طور پر دو چیزیں ضروری ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس کا استاد کون ہے اور دوسری یہ کہ اس کے شاگرد کون ہیں۔ پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔ ناقدین رجال علامہ ذہبی (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۳۲۹) میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے ترجمہ میں ان کے استادوں ابراہیم بن ابی یحیٰی کا الفزاری نام بھی ذکر کرتے ہیں۔ (مؤلف موصوف نے اخفاء الذکر کی عبارت نقل کرنے میں غلطی کی ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔ ان کے استادوں میں ابراہیم بن ابی یحیٰی کا نام بھی ذکر کرتے ہیں۔ اگر الفزاری بھی ان کے استاد ہوتے تو ایسی ثقہ اور جلیل القدر ہستی کو نظر انداز کرنے کے کیا معنیٰ؟) کیونکہ کتب اسماء الرجال میں اکثر مشہور استادوں اور شاگردوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (اخفاء الذکر ص ۱۴)

ہم نے مولانا محترم کے قاعدہ کے پیش نظر اصولی طور پر دونوں چیزوں کی تلاش میں علامہ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ و دیگر اسماء الرجال کی معتبر کتب میں معلوم کرنا چاہا کہ عبدالرحمن بن احمد الاعراج کا استاد کون ہے اور اس کے شاگرد کون کون ہیں؟ بہت کوشش کی خیر سے تذکرۃ الحفاظ اور اسماء الرجال کی معتبر کتب میں تو اس کا تذکرہ بھی نہیں ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۲۱، ۱۲۲)

مؤلف موصوف نے مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ کی جو عبارتیں پیش کی ہیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ امام شافعی جو کہ مشہور امام ہیں اگر الفزاری ان کے استاد ہوتے تو علامہ ذہبی ان کا ذکر بھی کرتے اور پھر الفزاری کے شاگردوں میں امام شافعی کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اگر امام شافعی، الفزاری کے شاگرد ہوتے تو ان کا ذکر کیا جاتا۔ اس لئے کہ امام شافعی جیسے شاگرد کا چھوڑ دینا تعجب کا باعث ہے۔ جب کہ کتب اسماء الرجال میں اکثر مشہور استادوں اور شاگردوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا صفدر صاحب نے تو اصول کے مطابق بات کی ہے مگر مؤلف موصوف پر تعجب ہے کہ وہ اس اصول کو عبدالرحمن بن احمد میں تلاش کر رہے ہیں جو اس درجہ کا راوی تو ہے کہ اس کی روایت لی جائے مگر اس قدر مشہور نہیں کہ اس کا ذکر اسماء الرجال کی ان کتابوں میں کیا جاتا جن میں اکثر مشہور استادوں

اور شاگردوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جب کہ اس کا تذکرہ تاریخ اصبہان میں موجود ہے۔

دھوکہ نمبر ۶۱: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ ''من صلی علی عند قبری سمعته'' کے راوی ابومعاویہ اور اعمش دونوں مدلس ہیں اور عن سے روایت کرتے ہیں اور مدلس کی عن سے روایت قبول نہیں ہوتی۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ: ''من صلی علی عند قبری سمعته'' کے راوی ابومعاویہ اور اعمش بھی ہیں اور یہ دونوں مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ قبول نہیں ہوتا۔

(آئینہ تسکین الصدور ص ۱۲۵ تا ۱۲۹ ملخصاً، کشف الستر ص ۴۹ تا ۵۰ ملخصاً)

مؤلف موصوف نے اپنے مقصد کی خاطر ادھورا قانون بیان کیا ہے۔ ورنہ ان کو معلوم ہوگا کہ مدلس کا عنعنہ اس وقت قبول نہیں ہوتا جب کہ اس کی تحدیث یا سماعت ثابت نہ ہو یا اس کا متابع وشاہد نہ ہو۔ جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وکذا اذا کان ضعفها لارسال او تدلیس او جهالة رجال کما زاده شیخ الاسلام زال بمجیئه من وجه آخر وکان دون الحسن لذاته'' (تدریب الراوی ص ۱۰۴)

جب روایت میں ضعیف ارسال یا تدلیس یا راویوں کی جہالت کی وجہ سے ہو۔ جیسا کہ شیخ الاسلام نے اضافہ کیا ہے تو اس روایت کے دوسرے طریق سے آنے کی وجہ سے یہ ضعف دور ہو جاتا ہے اور وہ روایت حسن لذاتہ سے کم درجہ ہوتی ہے۔

اور پہلے یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ اس روایت کے شواہد موجود ہیں جن کو امام بیہقی نے ذکر کیا ہے۔ اس لحاظ سے ان راویوں کی تدلیس کا بہانہ بنا کر ''من صلی علی عند قبری سمعته'' والی روایت کو رد کرنا اصول کے خلاف اور سراسر دھوکا ہے۔

دھوکہ نمبر ۶۲: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ امام بیہقی کے پیش کردہ شواہد کا اعتبار نہیں اس لئے کہ اصل روایت میں محمد بن مروان السدی کذاب راوی ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور و کشف الستر لکھتے ہیں کہ باقی رہی یہ بات کہ اس حدیث پر امام بیہقی نے شواہد پیش کئے ہیں۔

الجواب: جس روایت پر امام بیہقی نے شواہد پیش کئے ہیں۔ اس میں تو کذاب خبیث رافضی کٹر شیعہ دجال واضع الحدیث محمد بن مروان السدی صغیر موجود ہے۔ اگر اصل روایت میں معمولی ضعف ہوتا تو شواہد کی بات درست ہوتی۔ (کشف الستر ص ۵۱)

مؤلف موصوف کو اعتراض سے پہلے دیکھ لینا چاہئے تھا کہ تسکین الصدور میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ اس روایت کی دو سندیں ہیں۔ ایک میں سدی ہے اور دوسری میں ابومعاویہ ہے اور خود مؤلف موصوف نے بھی آئینہ تسکین الصدور اور کشف الستر میں اس روایت کو زیر بحث لایا ہے جس میں سدی صغیر نہیں بلکہ ابومعاویہ ہے اور کہا ہے کہ ابومعاویہ مدلس ہیں۔ اس لئے جو شواہد امام بیہقی نے پیش کئے ہیں۔ بے شک وہ بظاہر سدی والی روایت کے ہیں۔ مگر در حقیقت وہ ابومعاویہ والی روایت کے بھی شواہد ہیں۔ جب ابومعاویہ الحافظ الثبت ہے اور اس کی روایت کے شواہد بھی موجود ہیں اور اسی وجہ سے حضرات محدثین کرام نے ابوالشیخ کی ابومعاویہ والی سند کو جید کہا ہے تو ان شواہد کو صرف سدی صغیر کی روایت کے شواہد قرار دینا سراسر دھوکا ہے۔

دھوکہ نمبر ۶۳: { مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ علامہ ابن عبدالہادی نے اس روایت کو موضوع کہا ہے۔ }

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ علامہ ابن عبدالہادی نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث ابو معاویہ اور اعمش کے طریق سے خطا ہے اور ابن عبدالہادی نے واشگاف الفاظ میں صاف صاف کہہ دیا کہ یہ حدیث موضوع اور بے اصل ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۲۹)

تسکین الصدور میں علامہ ابن عبدالہادی کے اس اعتراض کی وضاحت کے ساتھ اس کا جواب بھی دیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک چونکہ صرف محمد بن مروان السدی الصغیر کی سند سے ہی یہ روایت مروی ہے۔ اس لئے اس روایت کو سند کے لحاظ سے وہ موضوع اور بے اصل فرما رہے ہیں۔ مگر ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں: ''وانما یثبت معناہ باحادیث اخر'' کہ اس روایت میں پایا گیا مفہوم دوسری احادیث سے ثابت ہے تو علامہ ابن الہادی اس روایت کے متن کو نہیں بلکہ اس کی محمد بن مروان السدی الصغیر والی سند سے مروی روایت کو موضوع کہہ رہے ہیں۔ جب کہ ان کے برخلاف دیگر محدثین کے نزدیک اس کی سند السدی الصغیر کے علاوہ ابو معاویہ کی سند سے بھی پائی جاتی ہے۔

اس لئے علامہ ابن عبدالہادی کا اس سند پر کلام ہے اور بسا اوقات محدثین کرام فنی طور پر بعض اسانید پر کلام کرتے ہیں لیکن ان کے متون سے جو مسائل اور احکام ثابت ہوتے ہیں وہ کثرت شواہد اور تعامل امت اور اس کی تلقی بالقبول کی وجہ سے ان کو معمول بہ قرار دیتے ہیں۔ (تسکین الصدور ص ۳۴۵)

اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت اسناد ضعیف کے ساتھ ہو تو یوں کہنا چاہئے کہ یہ روایت اس سند کے ساتھ ضعیف ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا متن ضعیف ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۹۴)

علامہ ابن عبدالہادی نے بھی جب روایت کے مفہوم کو ثابت اور روایت کو موضوع کہا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس سند کے ساتھ روایت موضوع ہے جس میں سدی صغیر ہے۔ اس لئے کہ وہ کذاب اور متہم راوی ہے۔

اس روایت پر علامہ ابن عبدالہادی کے اس فنی طور پر کلام کو بہانہ بنا کر اس حدیث کے متن کو رد کرنا سراسر دھوکا اور علامہ ابن عبدالہادی کے نظریہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ وہ اس حدیث کے مفہوم کو دوسری احادیث سے ثابت مانتے ہیں۔

دھوکہ نمبر ۶۴: { مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ایک جگہ لکھا کہ علامہ ابن عبدالہادی نے لکھا ہے کہ ابو معاویہ عن الاعمش کے طریق سے روایت غلطی ہے اور دوسری جگہ دیکھا کہ علامہ ابن عبدالہادی کو ابو معاویہ والی سند کا علم نہ تھا۔ }

مؤلف آئینہ تسکین الصدور ''مولانا صاحب کے حافظے کا کمال'' کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ (تسکین الصدور طبع دوم ص ۳۲۶) پر علامہ ابن عبدالہادی کی تحریر نقل کرتے ہیں کہ اور نیز فرماتے ہیں کہ بعض نے یہ روایت ابو معاویہ عن الاعمش کے طریق سے کی ہے اور یہ کھلی غلطی ہے۔ اس حدیث میں محمد بن مروان ہی متفرد ہے اور وہ متروک الحدیث اور متہم بالکذاب ہے۔ پھر (تسکین الصدور ص ۳۲۸) پر فرماتے ہیں کہ ابن عبدالہادی کو اس سند کا علم نہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۳۰)

مؤلف موصوف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کا حافظہ کمزور ہے۔ اس لئے کہ ایک جگہ انہوں نے

لکھا کہ علامہ ابن عبدالہادی نے کہا ہے کہ ابومعاویہ عن الاعمش کے طریق سے روایت کرنے والوں نے غلطی کی ہے۔(جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سند کا علم ان کو ہے)اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن عبدالہادی کو ابومعاویہ والی سند کا علم نہیں۔

مگر مؤلف موصوف سے ہماری گزارش ہے کہ بفضلہ تعالیٰ ہماری اس تحریر تک کی حالت یہ ہے کہ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ گوناگوں بیماریوں، پیرانہ سالی اور کئی سالوں سے تدریسی سلسلہ منقطع ہوجانے کے باوجود پیچیدہ فقہی اور فن حدیث سے متعلق مسائل اپنی محفل میں علماء سے اس انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ ان کتابوں کی تازہ تدریس والا بھی نہیں بیان کرسکتا۔

مؤلف موصوف نے جن عبارتوں کو بزعم خود متعارض جان کر حضرت کے حافظہ کی کمزوری ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے۔ان میں مؤلف موصوف کی خود اپنی غیر حاضر دماغی ثابت ہوتی ہے۔اس لئے کہ بعض کے قول پر اعتماد نہ کرنا اس کے خلاف علم کو مستلزم نہیں ہوتا۔کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ کوئی بات بتاتے ہیں،مگر ان پر اعتماد نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے خلاف کا علم ہوتا ہے۔علامہ ابن عبدالہادی نے کہا کہ بعض نے ابومعاویہ عن الاعمش کی سند سے روایت کی ہے اور یہ ان کی خطا ہے اس میں وہ ان بعض پر اعتماد نہیں کررہے اور اپنی تحقیق پر مدار رکھ کر اس روایت میں محمد بن مروان کو متفرد ہی مانتے ہیں۔

حالانکہ اس بارہ میں ان کی تحقیق ناقص تھی۔اس لئے کہ علامہ ابن القیم،علامہ ابن حجر اور علامہ سخاوی جیسی علمی شخصیات کی تحقیق کے مطابق یہ روایت محمد بن مروان کے علاوہ ابومعاویہ کی سند سے بھی ثابت ہے۔

اور علامہ ابن عبدالہادی کے اس انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ابومعاویہ عن الاعمش والی سند کا علم نہ تھا۔جیسا کہ علامہ ابن حجر وغیرہ کو تھا۔اس لئے کہ اگر ان کو اس بارہ میں علم ہوتا تو وہ اس روایت کی سند کے بارہ میں وہ نظریہ نہ اپناتے جو بیان ہوا ہے۔بالخصوص جب کہ وہ اس حدیث کے مفہوم کو ثابت بھی مانتے ہیں۔جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:''واما ذالک الحدیث وان کان معناہ صحیحاً فاسنادہ لا یحتج بہ وانما یثبت معناہ باحادیث اخر'' (الصارم المنکی ص ۱۳۱)

یہ حدیث جو ہے اگر چہ اس کا معنیٰ صحیح ہے مگر اس کی سند قابل احتجاج نہیں اور پختہ بات ہے کہ اس حدیث کا معنیٰ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔حضرت رحمہ اللہ نے تو بالکل فرست فرمایا کہ علامہ ابن عبدالہادی نے بعض پر اعتماد نہ کر کے اس کو ان کی غلطی کہا ہے۔مگر خود ان کو بھی علامہ ابن حجر وغیرہ جیسا علم اس سند کے بارہ میں نہ تھا۔اس مفہوم کو نہ سمجھ کر معترض نے خود اپنی غیر حاضر دماغی کا ثبوت دیا ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۶۵</u>:{مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' متواتر اور قطعی نہیں تو عقیدہ کے اثبات میں اس کا کیوں اعتبار کیا گیا۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ کسی مسئلہ کی بنیاد کسی عالم اور مفتی کی لغزش قلم اور وہم پر نہیں رکھی جاسکتی۔ (عمدۃ الاثاث ص ۱۱۲)

اور یہ بھی لکھا کہ عقائد میں تقلید،ظن اور گمان کا اعتبار نہیں اور عقائد تمام قطعی ہوتے ہیں اور ان کے دلائل بھی قطعی ہوتے ہیں۔

پھر مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ کیا حدیث''من صلی علی عند قبری سمعتہ''متواتر اور قطعی ہے۔

(آئینہ تسکین الصدور ص ۱۳۳ تا ۱۳۷ ملخصاً)

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مؤلف موصوف اور ان کا طبقہ دھوکہ دیتے ہیں کہ عقیدہ کا مدار صرف انہی روایات پر ہے بلکہ وفات کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا عقیدہ مؤلف موصوف اور ان کا طبقہ بھی قرآن وسنت سے ثابت مانتا ہے۔ پھر وہ اس حیات کو محض روحانی مانتے ہیں۔ جب کہ جمہور امت جن کی ترجمانی مولانا صفدر صاحب نے فرمائی وہ اس حیات کا تعلق قبر میں مدفون جسم کے ساتھ بھی مانتے ہیں اور اس پہلو میں ان احادیث اور ان سے ماخوذ مفہوم اور تعامل امت سے دلیل پکڑتے ہیں، جن پر تحقیقی لحاظ سے بحث تسکین الصدور میں کر دی گئی ہے۔ جب کہ مؤلف موصوف اور ان کا طبقہ اس پہلو میں کوئی ضعیف صریح روایت بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جس میں صراحت ہو کہ اس حیات کا قبر میں مدفون جسم کے ساتھ تعلق نہیں اور نہ ہی انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر پڑھے گئے سلام وصلوٰۃ کو سنتے ہیں۔ پھر مؤلف موصوف کا یہ دریافت کرنا کہ کیا حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' متواتر اور قطعی ہے تو اس کا جواب پہلے ہی تسکین الصدور میں دیا جا چکا ہے کہ قبور میں انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام سے حیات کے تعلق کی روایات اگرچہ الفاظ واسناد کے لحاظ سے متواتر نہیں لیکن تواتر طبقہ اور تواتر توارث کا شرف ان کو حاصل ہے۔ (تسکین الصدور ص ۲۴۴)

جب معترض کے اعتراض کا جواب تسکین الصدور میں دے دیا گیا ہے تو اس کے باوجود محض اعتراض کرنا اور اس کے جواب کی جانب توجہ نہ کرنا متعصب کا کام ہی ہو سکتا ہے۔

حضرت مولانا صفدر کا چیلنج اور مولانا شہاب الدین خالدی کا بزعم خود چیلنج منظور کرنا

ہماری اس تحریر ''اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور'' کی کمپوزنگ ہو چکی تھی۔ پروف ریڈنگ کے دوران ایک کتاب بنام ''عقائد علماء اسلام'' ملی جو نوشہرہ ورکاں کے مولانا شہاب الدین خالدی صاحب کی تالیف ہے۔ اس میں انہوں نے آئینہ تسکین الصدور سے ہی کافی مواد لیا ہے اور انداز بھی اسی جیسا اختیار کیا ہے۔ اس کے باقی حصہ پر تبصرہ ضرورت پڑی تو پھر کسی وقت کر دیا جائے گا، سردست ان کے صرف چیلنج منظور ہے، پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔

قارئین کرام! حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا کہ ''بلاخوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۴ء تک اہل سنت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی۔ علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی۔ سیرت کی ہو یا تاریخ کی۔ کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے)'' من ادعی خلافہ فعلیہ البیان ولا یمکنہ انشاء اللہ تعالیٰ الی یوم البعث والجزاء والمیزان'' (تسکین الصدور ص ۲۹۰)

اس کھلے اور واضح بیان کے بعد مخالفین پر لازم تھا کہ وہ چیلنج کے مطابق جواب کے جرأت کرتے مگر ایسا ان کے بس میں کہاں تھا؟

انہوں نے اپنے مسلک کو سہارا دینے کے لئے دوسروں کی عبارات کا خود ساختہ مفہوم لے کر اور اسی جیسے انداز سے اپنے حواریوں کو خوش رکھنے کی کوشش کی ہے۔

اسی طرح مولانا شہاب الدین صاحب نے بھی چیلنج کے جواب میں یہ انداز اختیار کر کے حضرت مولانا صفدر صاحب کے چیلنج کو اور پختہ کر دیا کہ کسی واضح اور صریح عبارت سے ان کے چیلنج کا جواب دینا مخالفین کے بس کی بات نہیں ہے۔ مولانا شہاب الدین خالدی صاحب لکھتے ہیں۔ ’’حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کو چاہئے تھا کہ اپنے بیان کردہ قانون کے مطابق پہلے قرآن، قطعی اور متواتر حدیث سے سماع عند القبر ثابت کرتے تو پھر اس طرح کا دعویٰ کرتے تو جچتا بھی۔ ایک شخص نے کسی سے کشتی لڑی ہی نہیں اور یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ مجھے کسی نے نہیں بچھاڑا تو اس کی بات پر کون کان دھرے گا اور کب اس کو کامیاب پہلوان مانے گا۔‘‘ (عقائد علماء اسلام ص ۴۳۰، ۴۳۱)

اسی قسم کا اعتراض مولف آئینہ تسکین الصدور نے بھی کیا تھا جس کا جواب ہم نے ص ۶۷ میں دے دیا ہے کہ ایسی بات یہ حضرات اپنی خفت مٹانے کے لئے کرتے ہیں۔ پھر مولانا خالدی صاحب کا یہ کہنا کہ کسی نے کشتی لڑی ہی نہیں تو اس کو کامیاب پہلوان کون مانے گا تو یہ تعبیر ایسے مقام پر درست نہیں۔ اس لئے کہ تعبیر یوں ہونی چاہئے کہ جو پہلوان اکھاڑے میں اترا ہو اور اس کے مقابل کسی کو آنے کی جرأت نہ ہوئی ہو تو ایسا پہلوان دعویٰ میں سچا ہوتا ہے کہ مجھے علاقہ کے لوگوں پر برتری حاصل ہے۔

اگر آنحضرت ﷺ کے عند القبر سماع کی احادیث اور روایات نہ ہوتیں تو مولانا صاحب کی تعبیر درست ہوتی جب روایات موجود ہیں اور ان کے مقابل روایات موجود نہیں تو یہ دعویٰ درست ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عند القبر عدم سماع کا کوئی قائل ثابت ہی نہیں ہے۔

مولانا شہاب الدین خالدی صاحب کا پیش کردہ پہلا ثبوت

مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے لکھا ہے کہ ’’اگر کوئی زندہ بزرگ ہو تو اس کے پاس حاضر ہو کر دعا کرانا درست ہے۔ مردہ اور صاحب قبر سے دعا کرانے کے بارے میں خاصا اختلاف ہے۔ حافظ ابن تیمیہ تو لکھتے ہیں کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ زندہ بزرگ سے دعا کرانا تو ثابت ہے لیکن مردہ سے اگرچہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو۔ دعا کرانے کا ثبوت نہ صحابہ سے ہے نہ تابعین سے اور نہ اتباع تابعین سے اور نہ ہی ائمہ دین سے اس کا ثبوت ہے اور نہ ہی مردہ سے دعا کرانے کے سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث موجود ہے۔‘‘ (دل کا سرور ص ۵۳، ۵۴)

’’دعا اس سے کرائی جاتی ہے جو سنتا ہو جو سنتا ہی نہیں وہ دعا کیسے کرے گا۔ مردہ چونکہ نہیں سنتا اگرچہ نبی ہی کیوں نہ ہو اس لئے صحابہ، تابعین و تبع تابعین اور ائمہ دین سب مردہ سے دعا کرانے سے منع کرتے ہیں۔‘‘ (عقائد علماء اسلام ص ۴۳۱)

مولانا شہاب الدین خالدی صاحب نے ایک تو حضرت مولانا صفدر صاحب کی عبارت ادھوری نقل کی ہے۔ اس لئے کہ آگے عبارت میں مگر ہے اور مگر وسط کلام میں آتا ہے جس کا مفہوم ماقبل اور مابعد دونوں کے ذکر سے واضح ہوتا ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مفہوم یوں بنتا ہے کہ حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو صاحب قبر سے دعا کرانے کے بارہ میں یہ نظریہ بتایا ہے مگر حضرت گنگوہی اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہم اس کا جواز ثابت کرتے ہیں۔ جب کہ مولانا شہاب الدین صاحب نے عبارت کا مفہوم یوں بیان کیا ہے۔ اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین تبع تابعین اور ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم سب مردہ سے دعا کرانے سے منع کرتے ہیں۔

جب حضرت مولانا صفدر صاحب نے اوپر واضح کیا ہے کہ اس بارہ میں اختلاف ہے تو پھر عبارت کا مفہوم کیسے یہ لیا جا سکتا ہے کہ سب منع کرتے ہیں۔

اور اگر مولانا شہاب الدین صاحب یوں فرمائیں کہ میں نے مولانا صفدر صاحب کی عبارت نہیں بلکہ انہوں نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا مطلب بیان کیا ہے تو ان کو واضح کرنا چاہئے تھا کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ سب حضرات منع کرتے ہیں اور امام ابن تیمیہ کی اس تحقیق کے خلاف باقی حضرات کا نظریہ تسکین الصدور میں واضح کر دیا گیا ہے۔

پھر امام ابن تیمیہ کے بارہ میں واضح کیا گیا ہے کہ وہ **استشفاع عند القبر** اور مردہ سے دعا کرانے کے تو قائل نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع **عند القبر** کے قائل ہیں۔ جیسا کہ ان کے فتاویٰ ج ۴ ص ۳۶۱ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ ’’حضرات ائمہ کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی (قبور کی) زیارت کے وقت سلام کہنا چاہئے۔ کیونکہ سنن (ابوداؤد) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ مجھ پر کوئی شخص بھی سلام نہیں کہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ مجھ پر روح (توجہ) لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔‘‘ (تسکین الصدور ص ۲۹۶)

’’اور علامہ ابن تیمیہ حدیث ’’من صلی علی عند قبری سمعته‘‘ میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند کمزور ہے۔ لیکن اس کے کئی شواہد ثابت ہیں۔‘‘ (تسکین الصدور ص ۳۳۵)

’’یہی نہیں بلکہ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تو عام مردوں کے حق میں بھی فرماتے ہیں کہ عذاب اور راحت روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتا ہے اور تمام اہل السنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔‘‘ (تسکین الصدور ص ۱۳۹)

جب علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **عند القبر** صلوٰۃ وسلام سننے کے قائل ہیں تو ان کی عبارت سے مولانا شہاب الدین صاحب کا خود ساختہ مفہوم لینا یقیناً ’’توجیه القول بما لا یرضیٰ به قائله‘‘ کا مصداق ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ قطعاً سماع **عند القبر** کے منکر نہیں ہیں۔ اس لئے مولانا شہاب الدین کا اپنے خود ساختہ مفہوم سے ان پر سماع **عند القبر** کے انکار کا بہتان باندھ کر چیلنج کے جواب میں پیش کرنے کو کوئی عقلمند قبول نہیں کر سکتا اور یہ چیلنج کا جواب قطعاً قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے کہ نہ تو عبارت میں سماع کی نفی ہے اور نہ ہی علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سماع کے منکر ہیں۔ یہ مولانا شہاب الدین صاحب کا اپنا خود ساختہ مفہوم ہے جس کا کوئی اعتماد نہیں ہے۔

مولانا شہاب الدین خالدی کی جانب سے پیش کیا جانے والا دوسرا ثبوت

مولانا شہاب الدین صاحب لکھتے ہیں ’’اس دعویٰ کے خلاف دوسرا ثبوت جناب امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبدالہادی **الفقیہ** صلوٰۃ وسلام کے بہت سی احادیث جن میں ’’من صلی علی‘‘ والی حدیث بھی ہے کا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔ پس یہ وہ احادیث ہیں جو اہل علم کے نزدیک مشہور ہیں اور حسن کے طریقہ سے آئی ہیں اور ایک دوسری کی تصدیق کرتی ہیں اور یہ سب احادیث اس بات پر متفق ہیں۔ جو بھی آپ کی امت سے آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھے وہ آپ تک پہنچتا ہے اور پیش کیا جاتا ہے۔ ان احادیث میں سے کسی میں بھی یہ نہیں ہے کہ آپ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کی آواز بنفس نفیس سنتے ہیں۔ ان احادیث میں صرف یہ ہے کہ آپ کو پہنچایا جاتا اور پیش کیا جاتا ہے اور معلوم ہوا کہ آپ نے اس صلوٰۃ وسلام سے وہ مراد لیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، برابر ہے کہ آپ پر صلوٰۃ وسلام آپ کی مسجد میں پڑھا جائے یا آپ کے شہر مدینہ میں یا کسی اور جگہ میں۔ اس سے معلوم کہ جس (صلوٰۃ وسلام)

کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔ یہ لیجئے جناب علامہ ابن عبدالہادی اہل سنت والجماعت میں سے ہیں اور ''لیس فی شیئ منھا انہ یسمع صوت المصلی'' کے الفاظ سے سماع کی نفی کر رہے ہیں کہ آپ آواز نہیں سنتے اور فی مسجدہ سے عندالقبر بھی ہے۔'' (عقائد علماء اسلام ص ۴۳۲، ۴۳۳)

مولانا شہاب الدین صاحب نے علامہ ابن عبدالہادی کی عبارت کا بھی خودساختہ مفہوم لے کر اپنا مقصد حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے لکھا کہ ''وفی مسجدہ'' سے ''عند القبر'' بھی ہے۔ حالانکہ یہ مفہوم علامہ ابن عبدالہادی کی تصریح کے بالکل خلاف ہے۔ اگر مولانا صاحب اپنی پیش کردہ عبارت کا آگے کا حصہ بھی نقل کردیتے تو معاملہ واضح ہوجاتا۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالہادی اسی عبارت میں آگے فرماتے ہیں: ''واما من سلم علیہ عند قبرہ فانہ یرد علیہ وذالک کالسلام علی سائر المومنین لیس ھو من خصائصہ'' (الصارم المنکی ص ۱۳۰، ۱۳۱)

اور بہرحال جو شخص آپ کی قبر کے پاس سلام کہتا ہے تو آپ اس کا جواب دیتے ہیں تو یہ باقی مومنوں پر سلام کی طرح ہے اور یہ آپ کے خصائص میں سے نہیں ہے۔

علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ نے جب قبر کے پاس سلام کا علیحدہ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ اس کا جواب دیتے ہیں تو اس سے واضح ہوگیا کہ ان کی پہلی عبارت اس صورت میں ہے۔ جب سلام وصلوٰۃ کا پڑھنا قبر کے پاس نہ ہو اور قبر سے دور جو سلام وصلوٰۃ پڑھا جاتا ہے، اس کے سننے کے تو جمہور قائل ہی نہیں ہیں۔

دوسرے مقام پر علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عام مومن کی قبر کے پاس سلام کہنے والے کے سلام کا مردہ جواب دیتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس سلام کہنے والے کے سلام کا جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں: ''فانما فیہ مدح المسلم علیہ والاخبار بسماعہ السلام وانہ یرد السلام'' (الصارم المنکی ص ۱۱۷)

تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کرنے والے کی تعریف ہے اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کے سلام کو سننے اور جواب دینے کی خبر دینا ہے۔ علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جو مفہوم ہم نے بیان کیا ہے وہ ہم نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی بیان کردہ صراحت کی روشنی میں کیا ہے۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں: ''وھو غایۃ ما کان عندھم فی ھذا الباب عنہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو صلی اللہ علیہ وسلم یسمع السلام من القبر وتبلغہ الملائکۃ الصلوٰۃ والسلام من البعد'' (الصارم المنکی ص ۲۸۲)

اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سے زیادہ ان کے ہاں جو چیز پائی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس پڑھے جانے والے سلام کو سنتے ہیں اور دور سے پڑھے جانے والے کو فرشتے پہنچاتے ہیں۔ جب علامہ ابن عبدالہادی ''فی مسجدہ'' میں ''عند القبر'' کو شامل نہیں مانتے بلکہ وہ اس سے بھی واضح طور پر فرماتے ہیں: ''قالوا فاما من کان فی المسجد فھولاء لم یسلموا علیہ عند قبرہ بل سلامھم علیہ کالسلام علیہ فی الصلوٰۃ'' (الصارم المنکی ص ۹۵)

بہرحال جو مسجد میں آپ پر سلام کہتے ہیں تو وہ قبر کے پاس سلام کہنے والے نہیں ہیں بلکہ ان کا سلام ایسے ہے جیسے نماز میں پڑھا جانے والا سلام۔

جب علامہ ابن عبدالہادی ''فی مسجدہ'' میں ''عند القبر'' کو شامل نہیں مانتے بلکہ اس کا حکم الگ مانتے ہیں تو حیرانگی ہے کہ مولانا شہاب الدین خالدی صاحب کیسے ان کی عبارت ''فی مسجدہ'' میں عندالقبر کو

شامل کر کے اس سے اپنا خود ساختہ مفہوم لے کران پر نبی کریم ﷺ کے سماع عند القبر کا بہتان باندھ رہے ہیں۔

مولانا شہاب الدین خالدی صاحب کی طرف سے پیش کردہ اس عبارت میں بھی عند القبر سماع کی نفی کا کوئی ذکر ہے اور نہ ہی علامہ ابن عبدالہادی اس سماع کے منکر ہیں بلکہ وہ تو عام مومن مردوں کے قبروں میں سلام سننے اور جواب دینے کے قائل ہیں۔ جیسا کہ ان کا ایک حوالہ پہلے ذکر کیا گیا ہے اور اس کا ذکر الصارم المنکی ص ۹۵ اور ص ۲۱۷ میں بھی کرتے ہیں۔ جب علامہ ابن عبدالہادی نہ تو سماع عند القبر کے منکر ہیں اور نہ ہی ان کی عبارت میں سماع عند القبر کی نفی ثابت ہے تو مولانا خالدی صاحب کا اس عبارت کو بھی چیلنج کے جواب میں لانا قطعاً درست نہیں ہے اور نہ ہی کوئی عقلمند اس کو جواب میں تسلیم کر سکتا ہے۔

پھر مولانا شہاب الدین صاحب کی توجہ کے لئے عرض ہے کہ آپ نے الصارم المنکی کی جو عبارت پیش کی ہے، اس کے ابتدائی حصہ پر غور فرمائیں کہ علامہ ابن عبدالہادی تو ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' سمیت صلوٰۃ وسلام عند القبر پڑھنے اور دور سے پہنچائے جانے کی روایات کو حسن درجہ کی روایات قرار دے رہے ہیں۔ جب کہ آپ کا طبقہ تو ان کو ضعیف اور موضوع ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ جب آپ حضرات کا ان احادیث کے بارہ میں نظریہ ہی علامہ ابن عبدالہادی کے خلاف ہے تو آپ نے ان کی اس عبارت کا خود ساختہ مفہوم نکال کر لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی کیوں ناکام کوشش کی ہے۔

مولانا شہاب الدین صاحب کی جانب سے پیش کیا جانے والا تیسرا ثبوت

مولانا شہاب الدین صاحب نے مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چیلنج کے جواب میں بزعم خود تیسرا ثبوت یہ دیا ہے کہ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں عبدالعزیز دراوردی سے روایت نقل کی کہ حضرت سہیل بن سہیل نے فرمایا کہ حسن بن علی بن ابی طالب نے مجھے نبی کریم ﷺ (عند القبر) کے پاس دیکھ کر بلایا جب کہ آپ بیت فاطمہ میں کھانا کھا رہے تھے۔ مجھے بھی کھانا کھانے کے لئے فرمایا۔ میں نے کہا مجھے تو بھوک نہیں۔ آپ نے فرمایا ''مالی رأیتک عند القبر'' کیا وجہ ہے کہ میں نے تجھے قبر کے پاس دیکھا ہے میں نے عرض کیا ''سلمت علی النبی ﷺ'' میں نے قبر کے پاس نبی کریم ﷺ کو سلام کیا ہے۔ اس پر حضرت حسن مثنیٰ نے فرمایا: ''اذا دخلت المسجد فسلم ثم قال ان رسول اللہ ﷺ قال لا تتخذوا قبور انبیاء مساجد و صلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیثما کنتم و اما انتم و من بالاندلس سواء'' (الصراط المستقیم ابن تیمیہ ص ۱۰۹، ۱۱۰، الصارم المنکی ص ۶۵)

پھر مولانا صاحب موصوف نے اس کا ترجمہ کرنے کے بعد لکھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہود پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنایا۔ مسجد میں اللہ کی تعظیم کے جو کام کئے جاتے ہیں وہ انہوں نے نبیوں کی قبروں پر کئے اور جس طرح مسجد میں بار بار اللہ کی عبادت کے لئے جاتے ہیں۔ اس طرح یہود بھی بار بار قبروں پر جاتے تھے۔ تم اس طرح میری قبر پر نہ آنا پھر فرمایا صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں تو جو قبر کے پاس ہے اور وہ جو اندلس میں ہے برابر ہیں۔ بالکل ظاہر ہے کہ جو شخص اندلس میں درود شریف پڑھے وہ آپ ﷺ نہیں سنتے۔ اسی طرح جو عند القبر یعنی قبر شریف کے پاس پڑھے وہ بھی آپ نہیں سنتے۔ (عقائد علمائے اسلام ص ۴۲۳، ۴۲۴)

مولانا شہاب الدین صاحب نے حضرت حسن مثنیٰ کا جو واقعہ نقل کیا ہے۔ اس میں انہوں نے قبر پر بار بار

جانے والے کو تنبیہ فرمائی کہ ایسا مت کرو۔ اس لئے کہ یہ کارروائی "لا تتخذوا قبری عیداً" کی وعید میں آتی ہے اور خود مولانا صاحب نے تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت حسن مثنی نے ایک شخص کو دیکھا جو بار بار قبر نبوی پر آ رہا ہے تو آپ نے فرمایا۔ او شخص تو اور وہ آدمی جو اندلس میں برابر ہیں۔ اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت حسن مثنی اس کو "لا تتخذوا قبری عیداً" کی وعید سنا رہے ہیں اور اس کے بار بار قبر نبوی پر حاضری کو اچھا نہیں سمجھ رہے۔

اور پھر اس اشکال کو رفع کرنے کے لئے کہ قرآن کریم میں ہے۔ "صلوا علیه و سلموا تسلیماً" کہ حضور ﷺ پر صلوٰۃ پڑھو اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ خود حضور ﷺ کے پاس زندگی کی حالت میں اور آپ کی وفات کے بعد ان کی قبر شریف پر حاضر ہو کر پڑھیں تو اس اشکال کو رفع کر دیا کہ تم مدینہ والے اور اندلس والے اس حکم کو پورا کرنے میں برابر ہو کہ قبر پر حاضری ضروری نہیں بلکہ تم جہاں بھی ہو تمہارا صلوٰۃ و سلام آپ ﷺ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس عبارت میں نہ تو یہ ہے کہ حضرت حسن مثنی نے مطلقاً قبر شریف پر حاضری سے منع کیا اور نہ ہی یہ ہے کہ قبر شریف پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ و سلام کو آپ ﷺ نہیں سنتے۔

یہ مولانا خالدی صاحب کا خود ساختہ مفہوم ہے اور اسی خود ساختہ مفہوم کو لے کر وہ حضرت حسن مثنی پر نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس پڑھے جانے والے صلوٰۃ و سلام سننے کے انکار کی تہمت لگا رہے ہیں۔ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ)

مولانا شہاب الدین صاحب کی جانب سے پیش کیا جانے والا چوتھا ثبوت

مولانا خالدی صاحب نے بزعم خود جواب چیلنج میں چوتھا ثبوت حضرت علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو قبر نبوی کے قریب فرجہ میں داخل ہو کر دعا کرتا ہے تو حضرت زین العابدین نے قبر نبوی کے پاس آ کر دعا کرنے والے کو اس سے منع کیا۔ منع کرنے اور روکنے کی کیا وجہ ہے۔ اس کے لئے یہ حدیث سنائی کہ یہ حدیث میں نے اپنے ابا جان حضرت حسین سے سنی۔ انہوں نے میرے دادا جان سے سنی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنی۔ انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ سے سنی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری قبر کو عید (بار بار آنے کے لئے) نہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان بناؤ۔ پس تمہارا اسلام مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ تم کہیں سے بھی پڑھو۔ (عقائد علمائے اسلام ص ۴۳۴، ۴۳۵)

مولانا خالدی صاحب کی اس پیش کردہ عبارت سے بھی واضح ہے کہ حضرت زین العابدین نے اس آدمی کو قبر شریف پر بار بار آنے کی وجہ سے وعید سنائی کہ اس طرح کرنا "لا تتخذوا قبری عیداً" کی مخالفت ہے۔

اس میں بھی مولانا خالدی صاحب کے جواب چیلنج کی موافقت کا اشارہ تک نہیں ہے۔

قارئین کرام! آپ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ کی جانب سے کئے گئے چیلنج کو پڑھیں اور پھر مولانا شہاب الدین صاحب کی جانب سے چیلنج قبول کرنے کے بعد پیش کئے جانے والے ثبوت دیکھیں کہ ان میں کسی ایک میں بھی نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر پڑھے گئے صلوٰۃ و سلام کے سماع کی نفی کی صراحت تو دور کی بات ہے، دلالت اشارہ اور کنایہ تک ان میں نہیں پایا۔

صرف مولانا خالدی صاحب ان کے خود ساختہ مفہوم کے زور سے جواب چیلنج میں ان کو پیش کر کے اپنے حواریوں کو خوش کر رہے ہیں۔ ورنہ ان عبارات میں اور ان کے قائلین کے نظریات میں مولانا خالدی صاحب کے جواب چیلنج کی موافقت کا ایک ذرہ بھی نہیں پایا جاتا۔ اس لئے ہم پہلے سے بھی زیادہ ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ

اگر کسی میں ہمت ہے تو وہ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چیلنج کے جواب میں ۱۴۰۷ء سے پہلے کی کسی اسلامی کتاب کے حوالے سے اہل سنت والجماعت کے کسی فرد کا عقیدہ اور نظریہ صراحت سے ثابت کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔

اگر صراحت نہیں مل سکتی اور یقیناً نہیں مل سکتی تو مولانا شہاب الدین صاحب اور ان کے طبقہ کو کسی عالم پر عند القبر سماع کے انکار کا بہتان باندھ کر خودساختہ مفہوم کے زور سے جواب چیلنج کے ثبوت پیش کرنے میں خدا خوفی سے کام لینا چاہئے۔

مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے ''من صلّی علیّ عند قبری سمعته'' والی حدیث کو دلیل بنایا

مجلس وعظ میں علماء حضرات ہر قسم کی روایات بیان کر دیتے ہیں۔ مگر اپنے مخالف کے خلاف مناظرہ میں وہی حدیث پیش کی جاتی ہے جو قابل استدلال ہو۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ **چھچھ** کے علاقہ میں حضرت مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر انہوں نے تقریر فرمائی اور حدیث ''من صلّی علیّ عند قبری سمعته و من صلّی علیّ غائباً ابلغته'' پڑھی۔ یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو آدمی میری قبر کے قریب درود شریف پڑھے میں خود سن لیتا ہوں اور جو شخص دور دراز جگہ میں پڑھے تو اللہ کے فرشتے مجھ تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس پر میاں عبدالحق غورغشتی والے نے بڑے درشت لہجہ میں کہا جھوٹ کہہ رہے ہو۔ غلط کہہ رہے ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر جگہ حاظر ناظر ہیں اور ہر ایک آدمی کا درود شریف بنفس نفیس خود سنتے ہیں۔ شیخ القرآن نے فرمایا آپ قرآن مجید یا حدیث سے کوئی حدیث دکھا دیں جس میں لکھا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے لوگوں کے درود شریف خود ان کے پاس جا کر سنتے ہیں۔ (سوانح شیخ القرآن ص ۳۲۶، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے اس انداز سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ روایت ان کے نزدیک قابل استدلال ہے اور دوسری بات یہ کہ آج کل جو اشاعۃ التوحید والسنۃ کے واعظ وخطیب حضرات یہ کہتے ہیں کہ عند القبر سماع کے نظریہ سے بریلوی نظریہ کی تائید وحمایت ہوتی ہے اور اس کو تقویت پہنچتی ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث بریلوی حضرات کے خلاف پیش کر کے پیش کر دیا کہ اس سے بریلوی نظریہ کی تائید نہیں بلکہ اس سے بھرپور انداز میں ان کی تردید ہوتی ہے۔

اسی طرح حضرت شیخ القرآن کے زیر نگرانی شائع ہونے والے رسالہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۴۸، بابت ماہ اکتوبر ۱۹۶۷ء، میں ہے کہ ''اس حدیث کی جو سند سدی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے، وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے۔'' (بحوالہ حاشیہ تسکین الصدور ص ۳۳۵)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعته'' کے بارہ میں اپنا نظریہ وہی ظاہر فرمایا جو مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تسکین الصدور میں بیان فرمایا ہے۔ اس لئے ہماری جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ سے وابستہ حضرات سے درخواست ہے کہ وہ دور حاضر کے واعظوں اور خطیبوں کے پیچھے لگ کر اپنا ایمان نہ خراب کریں بلکہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ کو اپنائیں جن کی علمی حیثیت مسلم اور ان کی اشاعت التوحید والسنہ کے لئے خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ علامہ نیلوی صاحب ہوں یا کوئی اور صاحب ہو ان کی حیثیت حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

دھوکہ نمبر ۶۶: {مولف آئینہ تسکین الصدور نے اصل دلیل کو چھوڑ کر بطور شاہد پیش کی گئی روایت پر اعتراض کیا ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور فرماتے ہیں کہ محترم جناب مولانا صاحب نے (تسکین الصدور طبع دوم ص ۳۲۹) میں سماع النبی ﷺ عند القبر پر ساتویں دلیل ذکر فرمائی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ البتہ ضرور حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ منصف اور امام عادل ہوں گے اور البتہ ضرور فج روحاء (جگہ کا نام ہے) کے راستہ پر حج پر عمرہ کے لئے چلیں گے اور بلاشبہ وہ میری قبر آئیں گے اور بلاشک میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۴۰)

یہ روایت (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۰، مستدرک ج ۲ ص ۵۹۵) میں بھی ہے اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ دونوں اس کو صحیح کہتے ہیں۔

پھر مولف موصوف اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب نے خود (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۰۴، ۱۰۵) میں امام حاکم کی تصحیح اور (ص ۱۲۲ ج ۲) پر علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح کو رد کیا ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۳۷ تا ۱۳۹ ملخصاً)

مولف موصوف نے یا تو توجہ ہی نہیں فرمائی یا جان بوجھ کر دھوکا دینے کے چکر میں ہیں۔ اس لئے تسکین الصدور میں اصل دلیل الجامع الصغیر اور مسند ابی یعلٰی کو بنایا گیا ہے۔ الجامع الصغیر میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور مسند ابی یعلٰی کی روایت کے بارہ میں علامہ ہیثمی ''رجالہ رجال الصحیح'' فرماتے ہیں اور مستدرک و مسند احمد کی روایت کو بطور شاہد ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ خود آئینہ (تسکین الصدور ص ۱۳۸) میں عبارت یوں نقل کی گئی ہے کہ یہ روایت (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۰، مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۹۵) میں بھی ہے۔

مولف موصوف کا حق تھا کہ اصل دلیل پر اعتراض کرتے اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح کہنے اور علامہ ہیثمی کے ''رجالہ رجال الصحیح'' کہہ کر اس حدیث کے قابل حجت ثابت کرنے کی دلائل کے ساتھ تردید کرتے مگر یہ تو ان سے نہ ہو سکا۔ البتہ جو شاہد کے طور پر ذکر کیا گیا اس پر بوگس اعتراض کر کے دل کی بھڑاس نکالی۔

دھوکہ نمبر ۶۷: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اپنی پیش کردہ دلیل میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے تصحیح نقل کی ہے۔ حالانکہ انہوں نے خود احسن الکلام میں امام حاکم اور علامہ ذہبی کی تصحیح کا اعتبار نہیں کیا۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور فرماتے ہیں کہ احسن الکلام میں مولانا صاحب نے امام حاکم اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح کا اعتبار نہیں کیا مگر تسکین الصدور میں لکھتے ہیں کہ امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں اس کو صحیح کہتے ہیں۔'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۳۸، ۱۳۹ ملخصاً)

مولف موصوف نے یا تو توجہ ہی نہیں کی یا پھر جان بوجھ کر دو الگ الگ باتوں میں گڈمڈ کر کے اعتراض کر رہے ہیں۔ ایک بات ہے کہ امام حاکم یا علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا انفرادی طور پر کسی روایت کو صحیح کہنا تو ان کی انفرادی رائے محل نظر ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کا مجموعی طور پر کسی روایت کو صحیح کہنا تو اس کا حضرات محدثین کرام اعتبار کرتے ہیں۔

حضرات محدثین کرام کے قواعد کے مطابق احسن الکلام میں جو کہا گیا ہے وہ بھی درست ہے اور تسکین الصدور میں جو کہا گیا ہے وہ بھی درست ہے۔ اس لئے کہ امام حاکم اکیلے کی تصحیح کا اعتبار خود غیر مقلدین بھی نہیں کرتے

اور غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں ان کے خلاف لکھا گیا کہ مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں کہ حاکم کی تصحیح میں کلام ہے اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ امام حاکم کا تساہل علماء فن کے نزدیک معروف ومشہور ہے اور مولف خیر الکلام (حافظ محمد گوندلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ اسی طرح امام حاکم کی تصحیح بھی قابل تنقید ہے اور نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ امام حاکم کی تصحیح علماء حدیث کے ہاں ائمہ فن میں سے کسی دوسرے کی شہادت کے بغیر کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۱۶)

نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں وضاحت ہے کہ امام حاکم کے ساتھ جب ائمہ فن میں سے کوئی اور بھی ہو تو اس کی تصحیح کا اعتبار ہے۔ اسی لئے حضرات محدثین کرام امام حاکم اکیلے کی تصحیح کا اعتبار نہیں کرتے اور اکیلے امام ذہبی کی رائے سے بھی اختلاف کرتے ہیں۔ مگر جب امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں اکٹھے کسی روایت کی تصحیح کریں تو اس کا اعتبار ہوتا ہے۔

حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احسن الکلام میں امام حاکم کی انفرادی تصحیح اور علامہ ذہبی کی انفرادی تصحیح کو رد کیا ہے۔ جب کہ تسکین الصدور میں دونوں کی مجموعہ تصحیح کو نقل کیا ہے۔ اس لئے موصوف کا ان میں سے ہر ایک کی انفرادی تصحیح پر قیاس کر کے اعتراض کرنا قیاس مع الفارق اور حضرات محدثین کرام کے قواعد سے بے خبری کی دلیل ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۶۸</u>: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے مستدرک حاکم کی روایت کو کیوں پیش کیا ہے جب کہ اس میں راوی محمد بن اسحاق ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور فرماتے ہیں کہ مستدرک حاکم کی روایت میں محمد بن اسحاق ہے جس پر مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام میں کذاب اور دجال کے الفاظ سے جرح کر کے اس کی روایت رد کی ہے تو یہاں اس کی سند سے مستدرک حاکم کی روایت کیوں پیش کی ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۳۹ تا ۱۴۲ ملخصاً)

اسی قسم کا اعتراض غیر مقلد عالم جناب ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی کیا تھا تو اس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ بعض دفعہ کوئی روایت محدثین کرام کے معیار کے مطابق نہیں ہوتی۔ مگر ''مقروناً بغیرہ'' اس کو پیش کر دیا جاتا ہے اور اس کی روایت ہمارے دلیل کے معیار کے مطابق نہیں ہے۔ مگر دلیل کا مدار اس پر نہیں بلکہ الجامع الصغیر اور مسند ابی یعلی کی روایت پر ہے اور مستدرک کی روایت بطور شاہد مقروناً بغیرہ پیش کی گئی ہے۔ اس لئے محدثین کرام کے قاعدہ کے مطابق اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جب کہ غیر مقلدین کی روایت کا مدار ہی محمد بن اسحاق پر ہے اور ایسے راوی کی روایت پر مدار رکھنا درست نہیں ہے۔ اس لئے دونوں قاعدے الگ الگ ہیں اور اپنے اپنے موقعہ پر ان کو استعمال کیا گیا۔ مولف موصوف کا اعتراض بے توجہی کا نتیجہ یا جان بوجھ کر دھوکا دینے کی کوشش ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۶۹</u>: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خود لکھا ہے کہ ''عن رجل من الصحابة'' کے الفاظ سے روایت ہو تو جب تک رجل کا تعین نہ ہو اس وقت تک روایت قبول نہیں ہوتی۔ حالانکہ خود انہوں نے جو دلیل پیش کی ہے، اس میں ''فجاء رجل'' آیا ہے جس کا تعین نہیں ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور **استشفاع عند القبر** کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب نے علامہ سمہودی کا قول نقل کیا ہے کہ علامہ سمہودی لکھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات کے بعد توسل کبھی اس معنی میں ہوتا ہے کہ آپ سے دعا طلب کرے۔ جیسا کہ آپ کی حیات میں تھا اور یہ جیسا کہ امام بیہقی نے ''بطریق اعمش عن ابی

صالح عن مالک الدار '' روایت نقل کی ہے اور ابن ابی شیبہ نے اس کو صحیح سند کے ساتھ مالک الدار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلاء ہوئے تو ایک شخص آنحضرت ﷺ کی قبر کے پاس گیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے بارش کی طلب فرمائیں، کیونکہ وہ ہلاک ہو چلے ہیں۔

پھر اس روایت کو مکمل نقل کرنے کے بعد مؤلف موصوف اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب نے خود لکھا ہے کہ: ''عن رجل من الصحابة یا عمن سمع رسول اللہ ﷺ '' کے الفاظ سے روایت ہو تو جب تک رجل کا تعین نہیں ہو جاتا اس وقت تک روایت قبول نہیں تو اس کی روشنی میں مولانا صاحب کو چاہئے تھا کہ اپنی ہی اس عبارت کے آئینہ میں اثر کا فیصلہ بھی امانت و دیانت سے کر لیتے جس کو وفا الوفاء سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے نقل فرمایا تھا۔ کیونکہ اس میں بھی ''فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ '' ہے اور اس میں مدلس بھی ہے اور ہے بھی غیر صحیحین کی۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۴۲ تا ۱۴۵ ملخصاً)

یہاں بھی مؤلف موصوف کو مغالطہ ہوا ہے یا وہ جان بوجھ کر چکر دینا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عن رجل کے بارہ میں جو قاعدہ بیان کیا ہے وہ اس صورت میں ہے کہ جب کہ ''عن رجل '' سند میں ہو اور ''وفاء الوفاء '' کے حوالہ سے جو روایت پیش کی گئی ہے، اس میں ''جاء رجل '' سند میں نہیں بلکہ متن میں ہے۔ اس لئے کہ سند تو مالک الدار پر مکمل ہو گئی اور مالک الدار کو علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ میں علامہ ابن سعد تابعین میں شمار کرتے ہیں اور مالک الدار واقعہ بیان کر رہے ہیں اور واقعہ میں اگر جاء رجل آئے تو وہ متن میں ہوتا ہے سند میں نہیں ہوتا۔ مگر مؤلف موصوف بے توجہی کا شکار ہو کر متن میں آنے والے جاء رجل پر سند میں آنے والے عن رجل کے قاعدہ کو چسپاں کرنا چاہتے ہیں اور پھر قاعدہ کی خلاف ورزی کا طعن مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دے رہے ہیں۔

پھر اگر ''جاء رجل '' کا بالکل تعین نہ بھی ہوتا تو مالک الدار جو صحابی یا تابعی ہیں، ان کے واقعہ بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اس لئے کہ وہ آدمی مسلمان ہی تھا اور خیر القرون میں تھا اور پھر حضرت مالک الدار کا اس واقعہ کو بلا تردید بیان کرنے سے ان کی تائید اس عمل کو حاصل ہو گئی۔

اور پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس واقعہ کو بیان کیا گیا تو ان کے اس واقعہ کو قبول کر لینے کی وجہ سے ان کی تائید بھی حاصل ہو گئی۔ اب رہی یہ بات کہ وہ آدمی کون تھا تو اس میں دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں کہ وہ صحابی ہو یا تابعی ہو۔

پھر جب تاریخی حوالوں سے بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ ۱۸ھ کا ہے تو اس سے اس کے صحابی ہونے کے احتمال کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ جب ضعیف روایت سے اس کا بلال بن الحارث المزنی صحابی ہونا ثابت ہے تو اس قرینہ کو تقویت حاصل ہو گئی اور ضعیف روایت سے ''احد لمحتملین '' یعنی دو احتمالوں میں کسی ایک کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ مولانا بدر عالم لکھتے ہیں: ''لا باس بضعف الروایة فانها تکفی لتعیین احد المحتملات '' (حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۴۲۱)

کہ اگر کئی احتمالات ہوں تو ضعیف روایت سے ان میں سے کسی ایک کا تعین کیا جا سکتا ہے اور یہاں بھی ''جاء رجل '' میں ایک احتمال یہ ہے کہ وہ صحابی ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ صحابی نہ ہو بلکہ تابعی ہو تو ضعیف روایت سے ان میں سے صحابی ہونے والے احتمال کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے بے شک سیف بن عمر کی وجہ سے البدایہ والنہایہ کی روایت ضعیف ہے۔ مگر اس سے دو احتمالوں میں سے ایک کی تعیین ہو سکتی ہے۔

دھوکہ نمبر ۷۰: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حضرت پیر طریقت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہمنواء بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور عنوان قائم کرتے ہیں کہ مولانا کی پیر طریقت حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہمنواء بنانے کی ناکام سعی۔ پھر اس کے تحت موصوف تفسیر بے نظیر کا حوالہ ذکر کر کے لکھتے ہیں۔ مولانا صاحب کو تعصب کی پٹی اتار کر امانت ودیانت کی نظر سے دیکھنا چاہئے۔ آپ کے پیرومرشد کس طرح دونوں روایتوں کا رد فرما رہے ہیں اور آپ بدستور بضد ہیں کہ نہیں وہ بلال بن الحارث المزنی ہی تھے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہتان تراشی کرتے جاتے ہیں کہ انہوں نے بھی اس فعل کی تائید فرمائی۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۴۹، ۱۵۰)

تعصب کی زوردار پٹی تو خود مولف آئینہ تسکین الصدور کی آنکھوں پر بندھی ہوئی جو تحریرات حدیث کے واضح حوالہ سے مذکور بات کا انکار کر رہے ہیں۔ جو عبارت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی ہے وہ تحریرات حدیث کے پرانے مطبوعہ نسخہ کے ص ۲۵۵ پر اور جدید مطبوعہ کراچی کے ص ۶۵۷ پر ہر ایسا آدمی دیکھ سکتا ہے۔ جس کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی نہ ہو اور وہ دیانت وامانت کی نظر سے دیکھنا چاہتا ہو۔

دھوکہ نمبر ۷۱: {مولف موصوف فرماتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ مجہول راویوں کی روایت نہیں لینی چاہئے مگر خود انہوں نے مجہول راویوں کی روایت لی ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور مولانا سرفراز خان صاحب صفدر کی راہ سنت کے حوالہ سے لکھتے ہیں جو انہوں نے ایک بریلوی کے جواب میں لکھا کہ اس سند میں کئی راوی مجہول ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا کہ ہم اپنا دین مجہول راویوں سے اخذ کریں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۵۱)

اس سے مولف موصوف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جیسے راہ سنت میں مجہول راویوں کی روایت کو رد کیا گیا ہے۔ اسی طرح استشفاع عند القبر والی روایت جو علامہ سمہودی کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے۔ اس کا بھی اعتبار نہیں کرنا چاہئے مگر یہ خالص دھوکا ہے۔ اس لئے کہ علامہ سمہودی کی جو روایت نقل کی گئی ہے وہ ابن ابی شیبہ کی روایت ہے اور اس کے راوی ابن ابی شیبہ ثقہ ہیں۔ ان کے استاد ابومعاویہ محمد بن خازم الحافظ الثبت ہیں۔ ان کے استاد امام اعمش الحافظ الثقہ ہیں اور ان کے استاد ابوصالح ذکوان جلیل القدر اور ثقہ ہیں اور انہوں نے روایت لی ہے۔ مالک الدار سے جو صحابی یا تابعی ہیں۔ ''وکان معروفاً'' اور معروف تھے ان میں کوئی راوی مجہول نہیں ہے تو پھر مولف موصوف کس طرح اس روایت کو راہ سنت میں رد کی گئی۔ روایت کی طرح رد کروانے کے درپے ہیں۔

باقی رہی البدایہ والنہایہ کی روایت تو اس سے واقعہ کا ثبوت نہیں بلکہ اس سے واقعہ میں موجود ایک آدمی کی تعیین ہے جو ضعیف روایت سے ہو سکتی ہے۔ اگر اس کی تعیین نہ بھی ہو تو واقعہ کے ثبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور حضرت مالک الدار کے بلاتردید اس واقعہ کو بیان کرنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بلاتردید اس واقعہ کو قبول کر لینے سے ان حضرات کی تائید اس عمل کو حاصل ہو جاتی ہے۔

دھوکہ نمبر ۷۲: {مولف موصوف فرماتے ہیں کہ استشفاع عند القبر سلف سے ثابت نہیں اور متاخرین کا قول حجت نہیں۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مشہور غیر مقلد عالم سہوانی لکھتے ہیں کہ سلف سے (یہ استشفاع عند القبر) ثابت نہیں۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ اب استشفاع عند القبر کے معاملہ میں مولانا محترم کے نزدیک متاخرین کا قول حجت ہو گیا۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۵۱)

مؤلف موصوف دھوکا دے رہے ہیں۔ ورنہ ہر آدمی تسکین الصدور میں دیکھ سکتا ہے کہ اس مسئلہ میں ابن ابی شیبہ کی روایت پیش کی گئی ہے جس کی سند کو علامہ ابن کثیر، حافظ ابن حجر اور علامہ سمہودی صحیح کہتے ہیں اور اس روایت میں مالک الدار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید ثابت ہوتی ہے تو یہ استشفاع عند القبر کا مسئلہ متاخرین کے قول سے نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک مسلمان آدمی کے عمل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت مالک الدار کے اس کی تائید کرنے سے لیا گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ بہت سے حضرات نے قرآنی آیت: ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاوک (الآية)'' سے بھی استشفاع عند القبر پر استدلال کیا ہے۔

دھوکہ نمبر ۴۷: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت امام مالک کا ابوجعفر کے ساتھ مناظرہ والا واقعہ صحیح نہیں اس لئے کہ ان کا نظریہ قاضی عیاض نے یہ لکھا ہے کہ قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرنا درست نہیں ہے۔}

تسکین الصدور میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الشفاء کے حوالہ سے امام مالک کے مسجد نبوی میں ابوجعفر کے ساتھ مناظرہ کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر یہ لکھا ہے کہ امام مالک نے ابوجعفر سے فرمایا کہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفارشی بنا اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اور اگر بے شک جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔ (الآیۃ)

اس کی تردید کرتے ہوئے مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض کی الشفاء میں لکھا ہے کہ امام مالک نے فرمایا کہ میں اس کو درست نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس کھڑا ہو کر دعا مانگے لیکن سلام کرے اور چلا جائے اور الشفاء میں دوسرے مقام پر لکھا ہے اور امام مالک نے مبسوط میں فرمایا کہ اہل مدینہ پر یہ لازم نہیں کہ جب بھی وہ مسجد میں داخل ہوں یا اس سے نکلیں تو قبر مبارک کے پاس ٹھہریں یہ تو باہر سے آنے والوں کے لئے ہے اور نیز فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ اس شخص کے لئے جو سفر سے آئے یا سفر کے لئے نکلے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس ٹھہرے اور وہاں درود پڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرے۔

پھر آگے مؤلف موصوف فرماتے ہیں استشفاع عند القبر کے بارے میں امام مالک کے مذہب کی وضاحت ان کے مذہب کے حافظ قاضی عیاض سے صراحۃً معلوم ہو گئی کہ وہ استشفاع عند القبر کے قائل نہیں ہیں۔

(آئینہ تسکین الصدور ص ۱۵۳ تا ۱۵۵ ملخصاً)

مؤلف موصوف سے گزارش ہے کہ جب واضح اور صریح الفاظ سے امام مالک کا ارشاد اسی قاضی عیاض کی الشفاء میں موجود ہے تو اس کا انکار کیوں؟

جب کہ آپ نے جو عبارات پیش کی ہیں، ان میں استشفاع عند القبر کی نفی کی صراحت نہیں ہے بلکہ وہ مدینہ منورہ کے رہائشی لوگوں کو ہر روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس آتے جاتے حاضری کو لازم ماننے کی نفی کر رہے ہیں اور سفر کے لئے جانے والے یا مسافر حضرات کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس ٹھہرنے اور وہاں دعاء کرنے کی اجازت فرما رہے ہیں۔ اس سے استشفاع کی نفی کیسے صراحۃً ثابت ہو گئی۔

باقی رہی یہ بات کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہاں حضور ﷺ اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے لئے دعا کرے تو اس سے آگے یہ مفہوم لینا کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ان سے دعا کی درخواست کرے۔ اس لئے استشفاع عند القبر کی ان سے نفی ثابت ہوگئی تو یہ مفہوم خود کشید ہے۔ اگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی استشفاع کے بارہ میں واضح اور صریح عبارت نہ ہوتی تو یہ خود کشید مفہوم کسی درجہ معتبر ہوتا جب ان کا اپنا واضح اور صریح الفاظ میں ارشاد موجود ہے جو تسکین الصدور میں الشفاء ہی کے حوالہ سے پیش کیا گیا ہے تو اس کی موجودگی میں خود کشید مفہوم کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ کسی کی عبارت کا مفہوم اس کی دوسری عبارات کے مفہوم کو پیش نظر رکھ کر ہی متعین کیا جاتا ہے۔

دھوکہ نمبر ۷۴: {مولف موصوف فرماتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک کی جانب منسوب اس واقعہ کو جھوٹ کہا ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور علامہ ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ امام مالک سمیت باقی ائمہ یہ فرماتے ہیں کہ دعاء مانگتے وقت قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے مسجد میں دعا مانگے نہ کہ قبر کی طرف اور بشیر سہسوانی بھی لکھتے ہیں کہ حجرہ کی طرف منہ کر کے دعا نہ کرے۔ کیونکہ یہ سب باتفاق ائمہ ممنوع ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ امام مالک کی جانب جو استشفاع کی حکایت منسوب ہے وہ امام مالک پر جھوٹ ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۵۵ تا ۱۵۷ ملخصا)

جب واضح طور پر (تسکین الصدور ص ۳۵۴) میں لکھا ہے کہ حافظ ابن تیمیہ، علامہ ابن عبدالہادی اور علامہ آلوسی وغیرہ استشفاع عند القبر کے مسئلہ میں جمہور کے خلاف رائے رکھتے ہیں تو اس کے باوجود علامہ ابن تیمیہ کی عبارت کو تردید کے لئے پیش کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ جب کہ خود مولف موصوف علامہ ابن عبدالہادی کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ یہ اس مسئلہ میں فریق ہیں۔ لہٰذا منکرین کے نزدیک ان کی بات حجت نہیں ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۳۱)

جب مخالف فریق کی بات مولف موصوف کے ہاں حجت نہیں ہوسکتی تو علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی استشفاع عند القبر کے مسئلہ میں فریق ہیں اور بشیر سہسوانی صاحب تو مشہور غیر مقلد ہیں تو ان کی بات ان کے مخالف پر کیسے حجت ہوسکتی ہے؟ پھر اگر علامہ ابن تیمیہ نے امام مالک کی جانب منسوب اس واقعہ کو جھوٹ قرار دیا ہے تو اس پر کوئی ٹھوس دلیل قائم نہیں کی جب کہ اس واقعہ کو بیان کرنے والے قاضی عیاض ہیں اور اس واقعہ کو علامہ سبکی نقل کر کے لکھتے ہیں: ''وھو اسناد جید'' (شفاء السقام ص ۱۱۵)

اور علامہ سمہودی نے بھی (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۲) میں اس کی سند کو جید کہا ہے۔ اس لئے علامہ ابن تیمیہ کی بہ نسبت علامہ سبکی اور علامہ سمہودی کی بات قبول کرنا بہتر ہے۔

دھوکہ نمبر ۷۵: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب دل کا سرور میں لکھتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ مردہ سے دعا کرانے کا کوئی ثبوت نہیں مگر وہ خود تسکین الصدور میں اس کو ثابت کر رہے ہیں۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ خود مولانا صاحب ابن تیمیہ کے حوالے سے دل کا سرور طبع ششم تقطیع خورد ص ۵۸ میں لکھتے ہیں۔ مردہ اور صاحب قبر سے دعا کرانے کے بارے میں خاصا اختلاف ہے۔ حافظ ابن تیمیہ تو لکھتے ہیں کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۵۷)

حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انصاف کا تقاضا پورا کرتے ہوئے اختلاف کے دونوں پہلوؤں کا ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ جو صاحب قبر سے دعاء کرانے میں متشدد ہیں، ان کا حوالہ بھی دیا اور آگے مگر سے اس کے خلاف

نظریہ بھی پیش کیا ہے جس کو مؤلف موصوف نے اپنی خاص مجبوری کے تحت ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔ مگر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے۔ اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔　(فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل ص ۹۹)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے بھی اپنے (فتاویٰ ج ۲ ص ۱۰۶ فارسی اور مترجم اردو ج ۲ ص ۲۳۰) میں ایسا لکھا ہے۔　(دل کا سرور ص ۵۴)

جب مولانا صفدر صاحب نے اختلاف کی دونوں رائے ذکر کی ہیں اور دوسری رائے کو ترجیح دی ہے تو مؤلف موصوف کا صرف علامہ ابن تیمیہ کے حوالہ سے دل کا سرور کی عبارت کو ذکر کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

پھر مؤلف موصوف نے تفسیر ماجدی سے روح المعانی کے حوالہ سے ذکر کردہ عبارت نقل کی ہے کہ میت غائب شخص سے دعا کرانے کے ناجائز ہونے میں کسی عالم کو کوئی شک نہیں اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جس کا ارتکاب سلف میں کسی نے بھی نہیں کیا۔　(آئینہ تسکین الصدور ص ۱۵۸)

یہ حوالہ بھی مؤلف موصوف کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں۔ اس لئے کہ علامہ آلوسی اس مسئلہ میں جمہور کے خلاف رائے رکھتے ہیں تو ان کی بات اس مسئلہ میں ان کے مخالفین پر کیسے حجت ہو سکتی ہے۔ جب کہ اس کے خلاف حضرت مالک الدار کی ''بسند جید'' روایت پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

دھوکہ نمبر ۶۷: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے گلدستہ توحید میں قبر والے کو پکارنے کی تردید کی ہے مگر تسکین الصدور میں استشفاع عند القبر کو جائز ثابت کرتے ہیں۔}

مؤلف موصوف نے گلدستہ توحید کی عبارتیں نقل کیں جن میں ہے کہ کہیں آپ کو یہ غلط فہمی نہ واقع ہو جائے کہ ان دونوں آیتوں میں تو عبادت کا لفظ موجود ہے۔ پکارنے کا تو نہیں لیکن یہ وہم بے جا ہوگا۔ کیونکہ دعا اور پکارنا خود عبادت ہے۔

اور دوسری عبارت میں پکارنا عبادت اور شرک نہیں تو دنیا میں شرک کیا چیز ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۵۹)

مؤلف موصوف اس سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ گلدستہ توحید میں مولانا صفدر صاحب نے قبر والے کو پکارنے کی تردید کی ہے اور تسکین الصدور میں استشفاع عند القبر کو جائز کہتے ہیں اس لئے ان عبارات میں تعارض ہے۔ مگر یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ اس لئے کہ استشفاع کسی کی زندگی میں ہو یا بعد از وفات ہو اس کا مفہوم اور ہے اور غیر اللہ کو پکارنا خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ اس کا مفہوم اور ہے۔ غیر اللہ کو پکارنے کا مفہوم اسی گلدستہ توحید میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ غیر اللہ کو مافوق الاسباب طریق پر حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر مصیبت کے وقت پکارنا شرک ہے اور یہی مشرکین عرب کا شرک تھا۔　(گلدستہ توحید ص ۱۱۱)

اور جو حضرات استشفاع عند القبر کے قائل ہیں وہ نہ تو قبر والے کو حاجت روا مانتے ہیں اور نہ ہی مشکل کشا جان کر اس کو پکارتے ہیں بلکہ جیسے زندگی میں کسی سے دعا کروائی جاتی ہے۔ اسی طرح قبر والے سے دعا کروائی جاتی ہے اور حضرت گنگوہی کے حوالہ سے گزرا کہ جو حضرات سماع موتی کے قائل ہیں وہ دعا کروانے کے بھی قائل ہیں اور

جو حضرات قبر والے کو حاجت روا اور مشکل کشا جان کر پکارتے ہیں۔ جیسا کہ بعض اہل بدعت کا نظریہ ہے تو وہ اسی طرح مشرک ہیں۔ جیسے عرب کے مشرک تھے۔

دھوکہ نمبر ۷۷: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ امام مالک کا ابوجعفر کے ساتھ مناظرہ کے واقعہ کو دلیل بنانا درست نہیں۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ مولانا محمد سرفراز صاحب مدظلہ العالی (تسکین الصدور طبع دوم ص ۳۴۸) پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس امیر المومنین ابوجعفر کا حضرت امام مالک سے مسجد نبوی میں مناظرہ کو جب قاضی عیاض جیسے محدث نقل کرتے ہیں اور عبدالکافی السبکی اور سمہودی جیسے وسیع النظر عام باسناد جید کہتے ہیں تو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تبصرہ: اگر مولانا مدظلہ العالی کو حافظ جواب نہ دیتا تو وہ کسی باعظمت مصنف کی کتاب میں درج شدہ روایات اور اقوال کو اپنی تائید کا معیار ہرگز نہ بناتے۔ کیونکہ یہ حضرت مولانا صاحب کے اپنے اصول کے خلاف تھا۔ چنانچہ (تفریح الخواطر ص ۳۷۳) پر تحریر فرماتے ہیں۔ کسی مصنف کا فی نفسہٖ باعظمت ہونا اور بات ہے اور اس کی کتاب میں درج شدہ روایات اور اقوال کی صحت کا اور مقام ہے۔ جب تک کوئی مصنف اپنی کتاب میں صحت کا التزام نہ کرے اور قاعدہ کے مطابق صحیح روایات اور اقوال کی صحت کو ملحوظ نہ رکھے تو محض اس کی عظمت سے روایات صحیح نہیں ہوسکتی ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۵۹، ۱۶۰)

مولف موصوف یہاں مغالطہ دے رہے ہیں اس لئے کہ تفریح الخواطر کی عبارت بریلوی عالم کے جواب میں ہے جس نے بے سند حدیث پیش کی تھی۔

اس میں ابتداء میں ہی یہ کہا گیا کہ صوفی صاحب کے ذمہ یہ بات تھی کہ وہ اس حدیث کی باحوالہ سند اور اس کے رواۃ اور ان کی ثقاہت بیان کرتے جس سے وہ قطعاً عاجز اور قاصر رہے۔ (تفریح الخواطر ص ۳۷۲) جب کہ امام مالک کے واقعہ کی سند کے ایک ایک راوی کو علامہ سبکی نے بیان کیا ہے اور ان کی توثیق کی ہے اور علامہ سمہودی نے بھی اس کی سند کو جید کہا ہے۔

اب مولف موصوف کو کچھ تو خیال رکھنا چاہئے تھا کہ بے سند حدیث کے بارہ میں کہی گئی بات کو کہ وہ محض کسی بزرگ کی نقل سے صحیح نہیں ہو جاتی۔ اس بات کو اس واقعہ پر فٹ کرنا چاہتے ہیں جو صرف کسی بزرگ سے منقول نہیں بلکہ اس کے راویوں کو بیان کرنے کے ساتھ ان کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ مولانا صفدر صاحب کا حافظہ جواب نہیں دے گیا بلکہ معترض کو اپنے حافظہ کا علاج کروانا چاہئے۔

دھوکہ نمبر ۷۸: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے دل کا سرور میں ردشمس والی روایت جو قاضی عیاض نے نقل کی ہے۔ اس کو رد کیا ہے اور تسکین الصدور میں قاضی عیاض کی نقل کا اعتبار کر رہے ہیں۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب مدظلہ العالی نے قاضی عیاض جیسے محدث کی تصحیح کردہ ردشمس والی حدیث کو موضوع و باطل قرار دیا ہے۔ پھر آگے دل کا سرور سے عبارت نقل کرکے تبصرہ کرتے ہیں۔ جب قاضی عیاض جیسے محدث کی تصحیح کردہ حدیث کا یہ حال ہے تو ان کی محض نقل کردہ روایت کے متعلق یہ کہہ دینا کہ جب قاضی عیاض جیسے محدث اس کو نقل کرتے ہیں تو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۶۱ تا ۱۶۳ ملخصاً)

دلائل سے خالی ہاتھ ہی مقصد برآری کے لئے دوسروں کی عبارات میں قطع و برید کرتا ہے۔ اہل حق کا یہ شیوہ نہیں ہے۔ تسکین الصدور کی اصل عبارت ہے اس کو جب قاضی عیاض جیسے محدث نقل کرتے ہیں اور عبدالکافی السبکی اور سمہودی

جیسے وسیع النظر عالم باسناد جید کہتے ہیں تو اس کے تسلیم کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (تسکین الصدور ص ۳۵۹، ۳۶۰)

تسکین الصدور کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ روایت صرف قاضی عیاض کی نقل کردہ نہیں بلکہ علامہ سبکی اور سمہودی کی تحقیق کی چھلنی میں چھانی جا چکی ہے۔ جب کہ مؤلف موصوف نے درمیان کی عبارت چھوڑ کر ظاہر کیا کہ صرف قاضی عیاض کے نقل کرنے پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے۔

دھوکہ نمبر ۷۹: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی عبارتوں میں تعارض ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے لکھا کہ اگر راوی ضعیف ہوتا تو قاضی عیاض اس سے روایت نہ لیتے۔ حالانکہ خود انہوں نے قاضی عیاض کی نقل کردہ روایت کو کاذب راویوں کی وجہ سے رد کیا ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ اس بحث مذکورہ بالا سے مولانا صاحب کی اس بات کا بھی جواب ہو گیا جو انہوں نے (تسکین الصدور ص ۳۴۷) پر تحریر کی تھی کہ اوّلاً اس لئے کہ قاضی عیاض اپنے وقت میں علم حدیث اور اس کے فنون کے امام تھے۔ اگر یہ راوی محمد بن حمید رازی جو کذاب ہے تو اس سے وہ ہرگز احتجاج و استدلال نہ کرتے تو کیا قاضی عیاض نے اس حدیث ''رد شمس'' کے رواۃ کاذبوں شیعوں اور موضوع اور باطل روایت کرنے والوں سے احتجاج و استدلال نہیں کیا تو مولانا صاحب کا وہ قاعدہ اب کہاں گیا کہ وہ کذاب راویوں سے ہرگز احتجاج و استدلال نہ کرتے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۶۳)

اگر مؤلف موصوف قاضی عیاض کی الشفاء کے حوالہ سے ذکر کردہ دونوں عبارتوں کو غور سے دیکھ لیتے تو ان کو فرق نظر آ جاتا ہے کہ رد شمس والی روایت میں وہ صرف ناقل ہیں اور لکھتے ہیں: ''خرج الطحاوی فی مشکل الحدیث'' اور پھر روایتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''قال وھذان الحدیثان ثابتان ورواتھما ثقات'' (الشفاء ج ۲ ص ۱۸۲)

کہ امام طحاوی نے مشکل الحدیث میں اس روایت کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں روایتیں ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔ اس میں قاضی عیاض امام طحاوی کی بات نقل کر رہے ہیں۔ جب کہ امام مالک والے واقعہ کو وہ خود اپنے اس دعویٰ پر دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں کہ حضور ﷺ کا احترام و تعظیم وفات کے بعد بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح آپ ﷺ کی زندگی میں تھا۔ پھر اس واقعہ کو دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ رد شمس والی روایت کو نقل کر کے قاضی عیاض نے اس کی تائید کی ہے تو کسی امام کی بات پر اعتماد کر کے اس کو دلیل میں شامل کرنے کا درجہ اور ہے اور خود براہ راست کسی بات سے استدلال کا درجہ اور ہے۔ اسی لئے فن مناظرہ میں ناقل کی ذمہ داری تصحیح نقل اور مستدل کی ذمہ داری دلیل کا ثبوت ذکر کی گئی ہے اور اسی وجہ سے قاضی عیاض نے رد شمس والی روایت میں راویوں کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا بلکہ یہ فرما دیا کہ یہ روایت امام طحاوی نے مشکل الحدیث میں ذکر کی ہے۔ جب کہ امام مالک والے واقعہ میں وہ ناقل نہیں بلکہ مستدل ہیں تو باقاعدہ اس کی سند بیان کی۔

حضرت مولانا صفدر صاحب نے قاضی عیاض کی محدثانہ حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر راوی کذاب ہوتا تو وہ اس سے استدلال نہ کرتے۔ انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ قاضی عیاض نے کذاب راویوں کی روایات کو ذکر ہی نہیں کیا کہ مؤلف موصوف قاضی عیاض کے کذاب راوی کی روایت کو نقل کرنے کا معارضہ پیش کر کے طعن کرتے۔

دھوکہ نمبر ۸۰: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے مجہول اعرابی کے عمل اور خواب کو دلیل بنایا ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور نے کئی صفحات میں یہ بحث کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے استشفاع عند القبر کے بارہ میں ایک اعرابی کا واقعہ نقل کر کے کہا کہ زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔ حالانکہ مولانا صاحب نے خود طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں لکھا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں بعض ایسے کام ہوتے تھے جن کا علم حضور ﷺ کو نہ ہوتا تھا تو کیا آپ کے عہد میں ہونے کی وجہ سے یہ سب کام جائز ہو گئے؟

پھر آگے لکھتے ہیں لیکن خود مولانا صاحب مدظلہ العالی غیر معتبر بے سند روایت سے ایک مجہول العین اور مجہول الحال اعرابی کے عمل اور خواب منام سے استشفاع عند القبر کا جواب ثابت کر رہے ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۶۳ تا ۱۶۷ ملخصا)

مؤلف موصوف کی ان دونوں باتوں کا جواب تسکین الصدور میں موجود ہے جس کو مؤلف موصوف نے خواب منام کہا ہے اس کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ یہ معاملہ نرے خواب کا نہیں ہے بلکہ اس سچے خواب کو خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید و تصویب حاصل ہے اور اس کارروائی کا حکم پہلے تو ''علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین (الحدیث)'' کے تحت سنیت کا ہوگا۔ ورنہ استحباب اور اقل درجہ جواز سے کیا کم ہوگا۔

یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان فرمایا تو انہوں نے صدق بلال فرما کر اس کی پرزور تائید و تصدیق کی۔ (تسکین الصدور ص ۳۵۱)

اور جس واقعہ کو مؤلف موصوف نے بے سند روایت سے ایک مجہول العین اور مجہول الحال اعرابی کا عمل کہا ہے اس کا جواب یوں دیا گیا ہے۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ اس واقعہ سے استدلال اس رنگ میں نہیں کہ عتبی کوئی بڑے پارسا بزرگ اور ثقہ راوی تھے جن کی اس کارروائی کی پیروی کی جارہی ہے۔ فرض کیجئے کہ وہ بادہ مست بھی ہوں۔ جیسا کہ بعض کتابوں میں اس کا ذکر بھی ہے اور بعض معاصرین نے اس کو پلے باندھ لیا ہے بلکہ استدلال اس انداز سے ہے کہ اس کی اس کارروائی کو ہر مکتب فکر کے علماء کرام کی اکثریت نے مستحسن سمجھ کر اس پر عمل کیا ہے اور تلقی امت اور تعامل علماء و فقہاء سے یہ کارروائی جواز کا درجہ رکھتی ہے۔ (تسکین الصدور ص ۳۶۴)

ان عبارات میں وضاحت ہو گئی کہ دلیل کا مدار نہ خواب پر ہے اور نہ ہی مجہول الحال آدمی کی کارروائی پر اور نہ ہی محض خیر القرون میں اس عمل کے ہونے پر ہے بلکہ مدار خلیفہ راشد حضرت رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تائید اور علماء و فقہاء کی اکثریت کے اس عمل کو مستحسن قرار دینے پر ہے۔

جب مولف موصوف کے پیش کردہ دونوں اعتراضوں کا جواب وضاحت کے ساتھ تسکین الصدور میں ہو چکا ہے تو جواب مل جانے کے باوجود صرف اعتراض کو دہرائے جانا مغالطہ دہی ہے۔ حق تو یہ تھا کہ جواب پر مدلل انداز میں گرفت کرتے مگر وہ اس سے سراسر قاصر ہیں۔

دھوکہ نمبر ۸۱: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے جو واقعہ بیان کیا ہے۔ علماء فقہاء کو اس کا علم ہی نہ تھا جب علم ہی نہ تھا تو وہ تردید کیسے کرتے؟}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں اور مولانا صاحب کا یہ فرمانا کہ زمان خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں۔ پس حجت ہو گیا۔ پھر آگے مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ جب اس بے سند اور غیر معتبر واقعہ کا اس دور کے علماء فقہاء محدثین کو معلوم ہونا ہی منقول نہیں تو نکیر کا منقول نہ ہونا چہ معنے دارد؟ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۶۷، ۱۶۸)

اگر مؤلف موصوف کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی نہ بندھی ہوتی اور وہ میں نہ مانوں کا ہی وظیفہ ادا کرنے کی

ذمہ داری نہ اٹھائے بیٹھے ہوتے تو ان کو استشفاع عند القبر کے نظریہ کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کی محفل میں موجود دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ حضرت مالک الدار، حضرت امام مالک، علامہ سمہودی، علامہ سبکی، امام بیہقی، علامہ ابن حجر، ملا علی قاری، قاضی عیاض، علامہ ابن کثیر، علامہ زرقانی، حضرت نانوتوی، حضرت تھانوی اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہم اللہ وغیرہم کی عبارات سے بھی نظر آ جاتی جن کے حوالے تسکین الصدور میں ذکر کئے گئے ہیں۔ جب ان جیسے حضرات سے یہ مسئلہ ثابت ہے تو اس کو بے سند اور غیر معتبر کہنا اور یہ کہنا کہ اس دور کے علماء فقہاء محدثین کو معلوم ہونا ہی منقول نہیں تو یہ سراسر دھوکا اور عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والی بات ہے۔

دھوکہ نمبر ۸۲: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خود لکھا ہے جو عمل حضور ﷺ اور صحابہ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہوتا ہے۔ جب کہ استشفاع عند القبر کا نظریہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت بھی نہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ العالی نے حافظ ابن کثیر کا کیا ہی خوب ارشاد نقل فرمایا ہے کہ یعنی اہل السنۃ والجماعت یہ فرماتے ہیں کہ جو قول اور فعل جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو تو اس کا کرنا بدعت ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۶۸)

حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن کثیر کا واقعی بہت خوب ارشاد نقل کیا ہے۔ مگر مؤلف موصوف اس سے جو مطلب کشید کر رہے ہیں وہ بالکل غلط ہے وہ اس کو استشفاع عند القبر کے رد میں ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ مولانا صفدر صاحب نے باحوالہ ذکر کیا ہے کہ استشفاع عند القبر کا نظریہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کی محفل میں موجود دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تائید سے ثابت ہے۔ اس کے باوجود علامہ ابن کثیر کے حوالہ کو مولانا صفدر صاحب کے خلاف پیش کرنا سراسر دھوکا ہے۔

دھوکہ نمبر ۸۳: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر نے اعرابی کے قول کو حجت بنایا ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ نقل کیا کہ انہوں نے محمد بن حرب کا واقعہ نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں۔ پس حجت ہو گیا۔

مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ مولانا صاحب نے تو طلاق ثلاثہ کے بارہ میں پیش کی جانے والی ابوالصہباء کی حدیث کے بارہ میں فرمایا ہے کہ حدیث مذکور نہ تو آنحضرت ﷺ کا قول ہے اور نہ فعل۔ پھر اس کو حجت کیونکر گردانا جا سکتا ہے۔

پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مؤلف موصوف لکھتے ہیں تو پھر اعرابی کے قول کو کیونکر حجت گردانتے ہو۔ جب کہ غیر نبی کا قول و فعل حجت ہی نہیں تو اس سے استدلال کیسا؟ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۷۰، ۱۷۱)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم عمدۃ الاثاث کی اصل عبارت نقل کر دیں تا کہ واضح ہو جائے کہ عبارت کا مفہوم کیا ہے اور مؤلف موصوف اس سے کیا نتیجہ اخذ کر رہے ہیں۔

عمدۃ الاثاث کی عبارت یوں ہے: ''علامہ ابن حزم کے اس بیان، اور اس نظریہ سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث سرے سے مرفوع ہی نہیں ہے۔ کیونکہ مرفوع حدیث کے تینوں اقسام (قولی، فعلی اور تقریری) سے یہ خارج ہے اور حجت تو صرف آپ کی حدیث میں کسی غیر معصوم کے غیر معصوم قول میں تو حجت نہیں ہے کہ جو کچھ اس نے کہہ دیا وہ حرف آخر ہو گیا۔'' (عمدۃ الاثاث ص ۸۴)

اس عبارت سے واضح ہے کہ ابوالصہباء کی روایت کو مرفوع حدیث کے طور پر پیش کرنا درست نہیں ہے۔ جیسا کہ غیر مقلدین کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ من وعن حرف آخر کے طور پر حجت تو صرف نبی معصوم کا قول ہوسکتا ہے۔ نبی کے علاوہ کسی کا قول اس انداز کا حجت نہیں ہوسکتا۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ نبی کے علاوہ کسی کا قول حجت ہی نہیں۔ یہ تو ''توجیه القول بما لا یرضی به قائله'' کا مصداق ہے۔ اس لئے کہ مولانا صفدر صاحب تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔ جن کے ہاں تعامل واقوال صحابہ کے علاوہ اپنے امام اور امام کے اصول کے تحت اپنے مذہب کے معتمد علماء کے اقوال حجت ہیں۔ جیسا کہ ان کی تمام کتابوں سے یہ نمایاں طور پر واضح ہے۔ مؤلف موصوف کا یہ کہنا کہ مولانا صاحب کے نزدیک غیر نبی کا قول حجت ہی نہیں تو یہ سراسر دھوکا ہے۔

دھوکہ نمبر ۸۴: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر دعا کیوں نہ کروائی۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا محترم نے (تسکین الصدور طبع دوم ص ۳۵۴) پر استشفاع عند القبر میں حضرت نانوتوی کا قول پیش کیا۔ چنانچہ تحریر فرمایا کہ اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت کریمہ: ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاوک'' (قارن) لکھ کر تحریر فرماتے ہیں کہ کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندگی ہوں۔ (آب حیات ص ۴۰)

پھر مولانا ظفر احمد عثمانی اور علامہ سمہودی کی عبارات بھی نقل کر کے لکھا ہے کہ اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ علماء امت نے اس آیت کریمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور بعد از وفات دونوں حالتوں میں عموم سمجھ کر آپ کی قبر مبارک پر اس کو پڑھنا مستحب قرار دیا ہے اور یہ صرف آپ کی زندگی ہی سے مخصوص نہیں ہے۔ پھر مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ اس کے متعلق مولانا محترم کی خدمت عالیہ میں ہم وہ جواب عرض کرتے ہیں جو آج سے کئی سو سال پہلے حضرت العلامہ المحقق محمد بن احمد بن عبدالہادی الحنبلی المتوفی ۷۴۴ھ نے صاحب شفاء السقام کو جواب دیا تھا۔

پھر مؤلف موصوف نے علامہ ابن عبدالہادی کی عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ کیا۔ جس کے آخر میں ہے۔ اگر یہ آیت آپ کی زندگی اور موت دونوں حالتوں کو عام ہے تو سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے عام سمجھ کر استسقاء کے موقعہ پر آپ کی قبر مبارک پر جا کر آپ سے کیوں دعا نہ کرائی۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۷۱ تا ۱۷۴ ملخصاً)

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس مسئلہ میں علامہ ابن عبدالہادی فریق ہیں اور مؤلف موصوف کے مسلمہ اصول کے مطابق مخالف فریق کی بات حجت نہیں ہوتی تو اس مسئلہ میں علامہ ابن الہادی کی بات کو حجت کے طور پر پیش کرنا درست نہیں ہے۔

پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ جب حضرت مالک الدار کی روایت ''بسند جید'' ذکر کی گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر جا کر ایک آدمی نے استسقاء کی دعا کی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے پاس موجود حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کی نکیر کرنے کی بجائے اس کی تائید فرمائی تو اس کے باوجود مطالبہ کرنا کہ بتلاؤ صحابہ نے کیوں آپ سے دعا نہ کرائی تو اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

دھوکہ نمبر ۸۵: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ''جاوک'' سے مراد عام ہے کہ آپ کی زندگی

کی حالت ہو یا بعد از وفات کی تو پھر ''حتی یحکموک'' کو بھی عام مان کر فیصلے بھی آپ سے ہی کرانے چاہئیں۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور فرماتے ہیں کہ اگر ''ولو انھم اذ ظلموا انفسلم جاوک'' میں ''جاوک'' آپ ﷺ کی زندگی اور موت اور دونوں حالتوں کو عام ہے تو اس سے بعد والی آیت ''فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک'' بھی عام ہے تو پھر فیصلے بھی آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ سے کروانے چاہئیں۔

اسی طرح ''یاایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک'' بھی عام ہے تو آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ کی بیعت کے جواز کا قائل ہونا چاہیے۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۷۴ تا ۱۷۷ ملخصاً)

مولف موصوف کو مغالطہ لگا ہے۔ ورنہ ان کو دونوں باتوں میں فرق نمایاں نظر آ جاتا۔ فیصلہ اور بیعت کا تعلق دنیاوی **تکلیفی** زندگی کے ساتھ ہے۔ اس لئے کہ فیصلہ کے ساتھ نظام ارضی کو قائم رکھنے کا مقصد ہوتا ہے اور یہ حاکم اور محکوم دونوں کے لئے دنیاوی **تکلیفی** زندگی کے ساتھ متعلق ہیں۔ اسی طرح بیعت میں مذکورہ شرائط کی پابندی کا عہد لیا جاتا ہے کہ ان شرائط کی پابندی کر کے زندگی گزاروں گا۔

شرائط کی پابندی کا عہد لینا اور عہد دینا دونوں دنیاوی **تکلیفی** زندگی کے ساتھ ہیں اور اس کا کوئی بھی منکر نہیں کہ آنحضرت ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی **تکلیفی** زندگی ختم ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کو حکم بنانا اور آپ کی بیعت کرنا نہ تو جائز ہے اور نہ ہی اس کا کوئی قائل ہے اور دعا اور شفاعت کا تعلق صرف دنیاوی **تکلیفی** زندگی کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا تعلق عالم برزخ اور عالم آخرت کے ساتھ بھی ہے۔

زندہ لوگ مردوں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں اس کا کوئی بھی منکر نہیں اور مردے بھی زندہ لوگوں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں۔ اگر کوئی اور بات ماننے کے لئے مولف موصوف اور ان کا طبقہ تیار نہیں تو کم از کم یہ تو ضرور مانتے ہوں گے کہ معراج کی رات حضور نبی کریم ﷺ کی وساطت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی امت کو سلام بھیجا تھا۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۸۴)

اور یہ سلام دعا نہیں تو اور کیا ہے؟ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عالم برزخ سے سلام بھیجا تھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ مردے بھی زندہ لوگوں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں۔ پھر بخاری وغیرہ کی روایت میں ہے کہ معراج کی رات آنحضرت ﷺ کی امت کے ساتھ نرمی کی سفارش کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ سے درخواست کی اور حضور ﷺ نے پروردگار سے درخواست کی جس کی وجہ سے پچاس کی بجائے پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔

آنحضرت ﷺ کی امت کے لئے نرمی کی سفارش حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عالم برزخ میں کی تھی۔ اسی طرح صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ محشر کے میدان میں سفارش کا موقعہ ہر مومن کو درجہ بدرجہ دیا جائے گا تو یہ سب اس بات کی دلیلیں ہیں کہ دعاء اور شفاعت کا تعلق صرف دنیاوی **تکلیفی** زندگی کے ساتھ نہیں بلکہ عالم برزخ اور عالم آخرت کے ساتھ بھی ہے۔ جب تحکیم و بیعت اور دعا و سفارش میں نمایاں فرق ہے تو مولف موصوف کا مردہ سے دعاء وسفارش کے نظریہ کی تردید کے لئے تحکیم و بیعت کا نظریہ نہ ہونے کی دلیل بنانا سراسر مغالطہ دینا ہے۔ پھر مولف موصوف فرماتے ہیں کہ وفات کے بعد آپ سے بیعت کا سلف وخلف میں سے کوئی ایک بھی نہ اس کا قائل نہیں ہے اور نہ ہی اس پر عامل ہے۔ جب کہ ''اذا جاءک المومنات'' میں جاء کا لفظ آیا ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۷۸)

بظاہر تو مولف موصوف نے اعتراض کیا ہے مگر درحقیقت انہوں نے مولانا صفدر صاحب کی جانب سے

جواب دے دیا ہے کہ دونوں مسئلوں میں فرق ہے۔ اس لئے کہ اگر بیعت کا مسئلہ بھی دعاء وسفارش کی طرح ہوتا تو سلف صالحین میں سے کوئی تو اس کا قائل ہوتا۔ جب اس کا کوئی قائل نہیں اور دعا وسفارش کی علماء فقہاء ومحدثین کی معتد بہ جماعت قائل ہے تو اس سے واضح ہوگیا کہ دونوں باتوں میں نمایاں فرق ہے۔

پھر مولف موصوف لکھتے ہیں۔ چنانچہ العلامۃ المحقق محمد بشیر السہوانی الہندی اپنی مایہ ناز کتاب ''صیانۃ الانسان'' میں تحریر فرماتے ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۷۵)

کاش مولوی صاحب! ابہام سے کام نہ لیتے بلکہ عوام الناس کو واضح طور پر بتلا دیتے کہ میں جس شخصیت پر العلامہ اور المحقق جیسے الفاظ بول کر اس کا قول نقل کر رہا ہوں یہ مشہور غیر مقلد ہیں۔ ابہام کی بجائے وضاحت ضروری تھی تاکہ عوام الناس کو معلوم ہو جاتا کہ مولف موصوف کس محقق شخصیت کا سہارا لے رہے ہیں۔

دھوکہ نمبر ۸۶: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے عمدۃ الاثاث میں لکھا کہ حدیث مذکور نہ تو حضور ﷺ کا قول ہے اور نہ فعل ہے۔ لہٰذا حجت نہیں اور خود تسکین الصدور میں ایک اعرابی کے قول وفعل کو حجت مان لیا۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور فرماتے ہیں کہ مولانا صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ خود عمدۃ الاثاث میں تحریر فرماتے ہیں کہ اور حدیث مذکور (حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ ہے جس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو سال میں تین طلاقیں ایک ہی ہوتی تھیں۔ شیر محمد) نہ تو آنحضرت ﷺ کا قول ہے اور نہ فعل پھر اس کو کیونکر حجت گردانا جا سکتا ہے۔

کیا ہم مولانا صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ اصول صرف غیر مقلدین کے لئے ہے یا آپ کے لئے بھی ہے یا آپ اس قانون سے مستثنیٰ ہیں کہ آپ کے لئے تو ایک اعرابی کا بھی قول وفعل حجت ہو اور دوسروں کے لئے صرف رسول کریم ﷺ کا قول وفعل حجت ہو ہم منتظر بیٹھے ہیں کہ دیکھئے مولانا صاحب اس کے جواب میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۷۷، ۱۷۸)

ہم اس کی وضاحت پہلے کر چکے ہیں کہ عمدۃ الاثاث کی عبارت پیش کرنے میں مولف موصوف نے دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اور پھر یہ کہنا بھی دھوکہ دہی سے خالی نہیں کہ ایک اعرابی کے قول وفعل کو حجت بنایا ہے۔ اس لئے کہ تسکین الصدور میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ معاملہ نرے خواب کا نہیں بلکہ اس سچے خواب کو خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید وتصویب حاصل ہے اور اس کارروائی کا حکم پہلے تو ''علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین'' کے تحت سنیت کا ہوگا۔ ورنہ استحباب، اور ادنیٰ درجہ جواز سے کیا کم ہوگا۔ (تسکین الصدور ص ۳۵۱)

جب دلیل کا مدار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصویب وتائید پر ہے تو مولف موصوف کا کبھی اس کو خواب کا واقعہ کہہ کر رد کرنا اور کبھی ایک اعرابی کا قول حجت بنانے کا طعن دینا سراسر دھوکہ ہے۔ اس لئے مولف موصوف حضرت مولانا صاحب کی جانب سے مزید کسی جواب کے منتظر بیٹھنے کی بجائے تھوڑی دیر کے لئے تعصب کی عینک آنکھوں سے اتار کر اگر حضرت مدظلہ کی عبارات کو ملاحظہ کریں تو نہ ان کو قانون کی خلاف ورزی نظر آئے گی اور نہ ہی ان کو جواب کا منتظر ہونا پڑے گا بلکہ قلب سلیم ان کو مزید کسی جواب کے انتظار کی تکلیف سے نجات دے دے گا۔ (ان شاء اللہ العزیز)

دھوکہ نمبر ۸۷: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ وفات کے بعد نبی کریم ﷺ سے گفتگو کے لئے اذن شرعی کی کیا ضرورت ہے؟}

مولف آئینہ تسکین الصدور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معارف القرآن کے حوالہ سے عبارت نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ سے گفتگو کے لئے لوگوں کو اذن شرعی کی ضرورت ہے۔ خواہ وہ اذن قطعی ہو۔ یعنی صریح طور پر یا ظنی قرائن قویہ کے ذریعے۔

پھر مولف موصوف لکھتے ہیں۔ اب مولانا صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا وفات کے بعد اب کوئی اذن شرعی کی صورت ہے؟ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۸۰)

مولف موصوف سے گزارش ہے کہ اگر تسکین الصدور میں پیش کردہ بحث تعصب سے بالا ہو کر ملاحظہ کی ہوتی تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ حضرات فقہاء کرام نے آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دینے والے کے آداب میں لکھا ہے کہ پہلے درودشریف پڑھے اور پھر شفاعت طلب کرے۔ جب درودشریف پڑھے گا تو بمصداق حدیث مبارکہ ''مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی'' آنحضرت ﷺ کی توجہ اور فہم آپ کی طرف لوٹ آتی ہے۔

یہی مفہوم قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اس صورت میں حاصل معنی حدیث شریف کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو خداوند کریم آپ ﷺ کی روح پرفتوح کو اس حالت ''استغراق فی ذات اللہ تعالی و تجلیات اللہ'' سے جو بوجہ ''محبوبیت و محبیت تامہ'' آپ کو حاصل رہتی ہے۔ اپنے ہوش عطاء فرما دیتا ہے۔ (تسکین الصدور ص ۲۹۹)

جب روضہ اقدس پر درود و سلام بھیجنے کی صورت میں آپ کی توجہ ہوتی ہے اور یہ حدیث کے الفاظ اور بانی دارالعلوم دیوبند کی وضاحت سے ثابت ہے تو آپ سے درخواست کی اذن شرعی پائی گئی۔ باقی رہا مولف موصوف کا ''حتی تخرج الیھم'' جیسے کلمات پیش کر کے عند القبر شفاعت کی تردید کرنا تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اس لئے کہ ''حتی تخرج الیھم'' کا تعلق اس زندگی کے ساتھ ہے جو زمین کے اوپر تکلیفی زندگی تھی اور آپ کا حجرہ سے باہر حاضر ہونے والوں کے پاس نکل کر جانے کا امکان تھا۔

قبر کی زندگی میں قیامت تک روضہ اقدس سے باہر نکلنے کا امکان نہیں تو اس کے احکام بھی مختلف ہوں گے۔ دنیا میں آپ کے حجرہ مبارکہ سے باہر نکلنے تک صبر و انتظار کی تلقین تھی اور قبر کی زندگی میں آنحضرت ﷺ کی توجہ حاصل کرنے کے لئے پہلے درودشریف پڑھنے کی تلقین ہے تا کہ اس کے ذریعہ سے توجہ حاصل ہو اور پھر آدمی اپنی درخواست پیش کر سکے۔ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور وہ حضرات جن کی ترجمانی مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے ان کے نزدیک تو اس حدیث اور اس مفہوم کی دیگر احادیث کی روشنی میں اذن شرعی کی وضاحت ہے۔ مگر مولف موصوف ان احادیث کو ہی ماننے کے لئے تیار نہیں تو وہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی جانب سے اس کے بیان کردہ مفہوم کو کیسے ماننے کے لئے تیار ہوں گے اور ایسی ضد اور تعصب کا علاج اس دنیا میں نہیں ہو سکتا۔

<u>دھوکہ نمبر ۸۸</u>: {مولف موصوف فرماتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ''استشفاع عند القبر'' کا جواز ثابت کرنے کے لئے ''اقوال الرجال'' سے کام لیا ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور فرماتے ہیں کہ مولانا صاحب مدظلہ العالی نے ''استشفاع عند القبر'' کی تائید میں اقوال الرجال سے کام لیا ہے۔ حالانکہ خود مولانا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حجت تو صرف آپ ﷺ کی حدیث میں ہے کہ کسی غیر معصوم کے غیر معصوم قول میں حجت نہیں کہ جو کچھ اس نے کہہ دیا وہ حرف آخر ہو گیا۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۸۰، ۱۸۱)

مؤلف موصوف کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ **استشفاع عند القبر** کا مدار اقوال الرجال پر نہیں ہے بلکہ "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم" کی تفسیر اور تعبیر ان حضرات کے اقوال سے واضح کی گئی ہے اور پھر **استشفاع عند القبر** کے عمل کی تائید و تصویب خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی ہے تو دلیل کا مدار اس پر ہے۔ محض اقوال الرجال پر نہیں ہے اور حضرات فقہاء و محدثین کرام کی جانب سے کسی تعبیر کی وضاحت جو دلیل سے ثابت ہو اس کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔

پھر مؤلف موصوف نے راہ سنت کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی اسی موقف کی تائید ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں قبریں بھی ہوتی تھیں۔ مگر چادروں کا کوئی دستور نہ تھا بلکہ اسی پر ان کا عمل اور اتفاق رہا ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۸۱)

راہ سنت کی اس عبارت سے واضح ہے کہ جس معاملہ میں خیر القرون کا عمل پایا جاتا ہو اس کے برخلاف متاخرین کی بات کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

اور **استشفاع عند القبر** کا عمل تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پایا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تائید و تصدیب اس کو حاصل ہوئی اس لئے راہ سنت کی عبارت کو **استشفاع عند القبر** کے نظریہ کے خلاف پیش کرنا دیانت کے سراسر خلاف ہے۔ پھر آگے مؤلف موصوف نے علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت **استشفاع عند القبر** کے خلاف نقل کی ہے تو عرض ہے کہ **استشفاع عند القبر** کے بارہ میں علامہ ابن تیمیہ جمہور کے خلاف فریق ہیں۔ اس لئے اس معاملہ میں ان کی بات پیش کرنا درست نہیں ہے۔ علامہ ابن تیمیہ **استشفاع عند القبر** کا تو انکار کرتے ہیں مگر "سماع المیت" کے قائل ہیں۔ جیسا کہ ان کی عبارات تسکین الصدور میں نقل کی گئی ہیں۔ نیز وہ فرماتے ہیں: "وسماع المیت للاصوات من السلام والقراءة حق" (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۱۸۱ طبع مصر) کہ میت کا سلام اور قرأت کی آوازوں کا سننا حق ہے۔ اگر مؤلف موصوف کو علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے "سماع المیت" کے نظریہ میں اختلاف ہے تو جمہور کو ان سے **استشفاع عند القبر** کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ جب علامہ ابن تیمیہ اس مسئلہ میں فریق ہیں تو ان کی بات کو پیش کرنا درست نہیں ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۸۹</u>: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ مردہ سے دعا کرانے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور فرماتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں جس کا حوالہ خود مولانا محمد سرفراز خان صاحب نے دیا ہے کہ زندہ بزرگ سے دعا کرانا ثابت ہے۔ لیکن مردہ سے اگرچہ وہ نبی اور ولی ہی کیوں نہ ہو دعا مانگنے کا ثبوت شریعت محمدیہ میں قطعاً نہیں۔ نہ تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے اس کا ثبوت ہے اور نہ اتباع تابعین سے اور نہ ائمہ دین سے اور نہ ہی اس کے ثبوت میں کوئی صحیح حدیث موجود ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۸۳)

مؤلف موصوف نے یہ عبارت اس انداز سے نقل کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت کی تائید کی ہے۔ حالانکہ اس سے آگے مگر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ مجوز سماع موتیٰ اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اب فیصلہ کرنا محال ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل ص ۹۹)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے (فتاویٰ ج ۲ ص ۲ فارسی، ص ۱۰۶ مترجم اردو ج ۲ ص ۲۳۰) میں ایسا ہی لکھا ہے۔ (دل کا سرار ص ۵۴)

مگر اس سے آگے کی عبارتیں علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ کی تردید کے لئے پیش کی گئی ہیں اور ساری عبارت سے مطلب واضح ہے کہ علامہ ابن تیمیہ تو عند القبر میت سے دعا کرانے کی تردید کرتے ہیں۔ مگر ان حضرات کی عبارت سے اجازت ثابت ہوتی ہے۔ عبارت کے سیاق وسباق سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن تیمیہ کے نظریہ کی تردید کی ہے۔ مگر مؤلف موصوف نے عبارت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر اس انداز سے نقل کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے نظریہ کی تائید کی گئی ہے۔

دھوکہ نمبر ۹۰: {مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے **استشفاع عند القبر** کی تردید فرمائی ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور عنوان قائم کرتے ہیں۔ دار العلوم دیوبند کے اوّلین اور نامور شیخ الحدیث شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا **استشفاع عند القبر** کے بارے فتویٰ اور پھر اس کے تحت سوال وجواب نقل کر کے ان کا ترجمہ یوں کیا۔

سوال: ''طلب جاہ وسعت رزق'' اور اولاد میں زندوں کی مردوں سے استعانت کے بارے میں علماء کا کیا فیصلہ ہے۔ مثلاً قبروں کے پاس جا کر ان سے یہ کہا جائے کہ تم اللہ سے دعا مانگو کہ وہ ہماری تنگدستی دور فرمائے اور ہمارا رزق فراخ کرے۔ ہمیں زیادہ اولاد دے۔ ہمارے بیماروں کو شفاء فرمائے اور دین ودنیا میں ہمیں کامیاب فرمائے۔ کیونکہ تم ہمارے پیشواء اور خدا کے ہاں مستجاب الدعوات ہو تو کیا اموات سے اس طریق مذکور کے مطابق استعانت واستغاثہ جائز ہے یا نہیں اس کا جواز وعدم جواز کتاب وسنت اور اقوال مجتہدین سے بیان کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دے؟

الجواب: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ میرے پروردگار مجھے مزید علم عطاء فرما۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ سے استعانت مطلوب ہے۔ لیکن مذکورہ بالا صورتوں میں شرعاً جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

پھر اس پر جن حضرات کے دستخط تھے ان کے نام لکھے اور ان میں حضرت شیخ الہند کا نام بھی ہے۔

(آئینہ تسکین الصدور ص ۱۸۴، ۱۸۵)

مؤلف موصوف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ان حضرات بالخصوص حضرت شیخ الہند نے **استشفاع عند القبر** کی تردید فرمائی ہے۔ حالانکہ جس فتاویٰ رشیدیہ کے حوالہ سے انہوں نے یہ عبارت نقل کی ہے اس سے آگے یہ وضاحت موجود ہے کہ یہ جواب اجمالی ہے۔ چنانچہ حضرت گنگوہی کے دستخط کے ساتھ لکھا ہے: ''الجواب بھذا التفصیل صحیح'' اور تفصیل یوں بیان کی گئی ہے۔ لیکن اتنی بات اور لکھنی مناسب ہے کہ جواب مذکور اپنے اجمال پر صحیح ہے اور تفصیل یہ ہے کہ استمداد تین قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ اہل قبور سے مدد چاہے، اسی کو سب فقہاء نے ناجائز لکھا ہے۔ دوسرے یہ کہ کہے اے فلاں خدائے تعالیٰ سے دعا کر کہ فلاں کام میرا پورا ہو جائے۔ یہ مبنی اوپر مسئلہ سماع کے ہے جو سماع موتی کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک درست دوسروں کے نزدیک ناجائز اسی کو شیخ نے لکھا ہے کہ: ''وان الاستمداد باھل القبور الی قولہ فقد انکرہ کثیر من الفقھاء'' انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ تیسرے یہ کہ دعا مانگے ''الٰھی بحرمۃ'' فلاں میرا کام پورا کردے یہ بالاتفاق جائز ہے اور تمام شجرہ ٔ ں میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے علماء میں اختلاف ہے کہ استمداد لفظ مشترک ہے کسی نے کسی کو لیا اور کسی نے کسی کو۔ قول ہر ایک کا اپنے معنی ومراد پر صحیح ہے۔ فقط محمد حسن عفی عنہ مدرسہ مدرسہ گلاوٹی مدرس اوّل۔ ''الجواب

بھذا لتفصیل صحیح '' رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، محمد حسن مرادآبادی۔ ابن مولوی عنایت اللہ عبدالرحمن مرحوم عبدالرحمن کان اللہ ولوالدیہ مدرس مدرسہ امروہہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۹۷)

جب یہ وضاحت ساتھ ہی موجود ہے تو مجمل فتویٰ سے مطلب برآری دیانت کے خلاف ہے۔ پھر اس فتویٰ میں مردوں سے استعانت کا ذکر ہے اور مافوق الاسباب استعانت خواہ مردوں سے ہو یا زندوں سے ہو یہ ناجائز ہے اور اگر استعانت سے مراد توسل ہو تو اس کے حضرت شیخ الہند قائل ہیں اور المہند کے تیسرے اور چوتھے سوال میں توسل کا وضاحت سے ذکر موجود ہے اور المہند پر حضرت شیخ الہند کے دستخط موجود ہیں اور اسی طرح حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ قرآن مجید ص ۱۷ میں بھی توسل کا جواز لکھا ہے جس پر علامہ نیلوی نے یوں طنز کیا ہے کہ اسی بعض کی تفسیر پر بریلویہ بھی بڑے نازاں ہیں۔ (ندائے حق جلد اوّل ص ۲۶۶ جز ثانی)

جب فتویٰ میں مذکور استعانت کا لفظ تفصیل طلب ہے اور جواب دینے والوں نے استعانت سے توسل کے علاوہ کا معنی مراد لے کر جواب لکھا ہے تو اس میں توسل کو بھی شامل کرنا سراسر دھوکا ہے۔ خصوصاً جب کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی توسل کے جواز پر واضح عبارت بھی موجود ہے۔

دھوکہ نمبر ۹۱: {مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے پیر طریقت حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہمنوا بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب نے تحریرات حدیث کا حوالہ دے کر پیر طریقت کو اپنا ہمنوا ظاہر کرنے کی ناکام سعی کی جب کہ تحریرات حدیث کے تمام مضامین بھی منتشر ہیں۔ کہیں صرف اعتراضات اور سوالات نقل کر کے چھوڑ دیا گیا ہے اور جو سوال و جواب آپ نے تفسیر بے نظیر میں درج فرمایا ہے وہ بھی آپ زیر نظر رکھیں اور جو مولانا نے حوالہ دیا ہے اس پر بھی غور کریں تو نتیجہ آپ کے سامنے آجائے گا۔

پھر مؤلف موصوف نے تفسیر بے نظیر کی عبارت نقل کی جس میں توسل کے بارہ میں پیش کی جانے والی بعض احادیث پر جرح کی گئی ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۸۶ تا ۱۹۰ ملخصاً)

مؤلف موصوف نے اس بحث سے نتیجہ یہ اخذ کیا کہ تحریرات حدیث کی بحث قابل اعتماد نہیں۔ اس لئے کہ اس کے مضامین منتشر ہیں اور تفسیر بے نظیر کی بحث معتبر ہے۔ جس میں حضرت پیر طریقت نے ان احادیث پر جرح کی ہے۔ حالانکہ اگر کوئی منصف مزاج آدمی دونوں کتابوں میں مذکور ابحاث کا مطالعہ کرے تو یقیناً اس نتیجہ تک پہنچے گا کہ تحریرات حدیث میں ان دلائل کو جواز کے لئے پیش کیا ہے۔ اس لئے کہ تعامل امت اس پر ہے۔ اسی لئے حضرت پیر طریقت نے اس میں امام عبدالوہاب شعرانی، ابن سنی، امام سیوطی اور علامہ ابن حجر کے حوالے دیئے ہیں جو کہ استشفاع کے قائل ہیں اور تفسیر بے نظیر میں اپنے ترجیحی نظریہ کو اجاگر کیا ہے اور اس کے لئے علامہ ابن تیمیہ کا حوالہ دیا جو کہ اس مسئلہ میں جمہور کے خلاف ہیں۔

یہ کہنا بالکل ہوائی بات ہے کہ تحریرات حدیث میں اس مقام پر صرف اعتراضات ذکر کئے گئے ہیں اور جوابات تحریر میں نہیں آسکے۔ اس لئے کہ تحریرات حدیث میں ''باب قضاء الحاجۃ بالصلوٰۃ علی النبی '' کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت دلائل کے طور پر ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ حضرت پیر طریقت نے علامہ ابن تیمیہ کی قاعدہ جلیلہ پر مدار رکھا ہے اور مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ قاعدہ جلیلہ میں بیان کردہ نظریہ کی مخالفت کرتے ہیں تو یہ مخالفت صرف مولانا صفدر صاحب ہی

نہیں کرتے بلکہ مؤلف موصوف کے استاد محترم علامہ نیلوی صاحب اور ان کے طبقہ کے سرکردہ راہنما محترم سجاد بخاری صاحب بھی کرتے ہیں۔ کسی دوسرے مقام کا حوالہ دینے کی بجائے خود تفسیر بے نظیر میں اسی بحث کے دوران دیکھ لیں کہ حضرت پیر طریقت نے لکھا قاعدہ جلیلہ ص ۹۴ میں ہے۔ وسیلہ پکڑنا ساتھ نبی کریم ﷺ کے دعا میں بعد وفات کے بعض صحابہ اور تابعین اور امام محمد وغیرہ سے منقول ہے۔ اس کا معنی یہ ہے: ''اسالک بنبیک محمد ای اسالک بایمانی بہ و بمحبتہ'' (یہ تاویل ہے بصورت صحت ورنہ حدیث میں خود بحث ہے۔ نیلوی) (تفسیر بے نظیر ص ۱۱۳)

بین القوسین عبارت علامہ نیلوی کی ہے جو کہ قاعدہ جلیلہ کے حوالہ سے ذکر کردہ قول کو تاویل قرار دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس کا مدار حدیث کی صحت پر ہے۔ ورنہ حدیث میں خود بحث ہے۔ یہ علامہ نیلوی صاحب کا اختلافی نوٹ ہے جو کہ قاعدہ جلیلہ کے حوالہ سے ذکر کردہ قول پر انہوں نے نوٹ فرمایا ہے۔ اگر علامہ نیلوی صاحب قاعدہ جلیلہ کے حوالہ سے ذکر کردہ قول سے اختلاف کا حق رکھتے ہیں اور محترم سجاد بخاری صاحب اس اختلاف پر خاموشی اختیار کر کے علامہ نیلوی کی ہمنوائی کر سکتے ہیں تو اگر مولانا صفدر صاحب نے قاعدہ جلیلہ کے حوالہ سے ذکر کردہ قول کو رد کر کے جمہور کے قول کو اختیار کیا ہے تو اس پر اعتراض کی کون سی بات ہے کہ مؤلف موصوف نے اس پر کئی صفحات سیاہ کئے ہیں۔

دھوکہ نمبر ۹۲: {مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب نے استشفاع عند القبر کی حکایات کو مشرکین کے افعال کی طرف سے منسوب کیا ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب کی عبارتیں قارئین کرام کے پیش نظر ہیں وہ کیسے صاف لفظوں میں ان حکایات کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں اور ان افعال کو جو ان حکایات میں بیان کئے گئے ہیں۔ مشرکوں کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ جیسا کہ موصوف کی عبارت ''والذی فی ہذہ الحکایات لا یفعلہ الا المشرکون'' وضاحت کر رہی ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۰)

مؤلف موصوف نے تفسیر بے نظیر سے عنوان کاٹ کر بد دیانتی کا مظاہرہ کر کے اپنا خود ساختہ نتیجہ نکالا ہے۔ ورنہ ہر آدمی تفسیر بے نظیر کے مطالعہ سے جان سکتا ہے کہ عبارت کا نتیجہ ہرگز وہ نہیں بنتا جو مؤلف موصوف بیان کر رہے ہیں۔

مؤلف موصوف نے جو عبارات پیش کی ہیں ان عبارات کو حکایات قرار دے کر ان تمام کو مشرکین کا فعل بتا رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت پیر طریقت نے علیحدہ عنوان قائم کر کے لکھا ہے۔

''قول المشرکین مع جوابہ قال المشرکون ان العلماء استغاث النبی ﷺ عند قبرہ فاغیثوا الجواب انہ من الاکاذیب والذی فی ہذہ الحکایات لا یفعلہ الا المشرکون'' (تفسیر بے نظیر ص ۱۱۶)

عنوان قائم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مسئلہ مستقل ہے۔ اس کا ماقبل سے تعلق نہیں اور ''فی ہذہ الحکایات'' سے مراد وہ حکایات ہیں جو مشرکین اس بارہ میں بیان کرتے ہیں اور ان ہی حکایات کو حضرت پیر طریقت نے ''لا یفعلہ الا المشرکون'' فرمایا ہے۔ مگر مؤلف موصوف دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے عنوان کاٹ کر ''فی ہذہ الحکایات'' سے ان احادیث کو مراد لے رہے ہیں جو حضرت پیر طریقت نے ''قول المشرکین مع جوابہ'' کا عنوان قائم کرنے سے پہلے ذکر کی ہیں۔ جن کو توسل اور استشفاع کے قائلین نے دلیل بنایا ہے۔

حضرت پیر طریقت نے اگرچہ فنی انداز میں ان احادیث پر جرح کی ہے، مگر انہوں نے اس کو دلیل بنا کر جواز کا نظریہ رکھنے والوں کو مشرک نہیں کہا اور نہ ہی اس کے بارہ میں ''لا یفعلہ الا المشرکون'' فرمایا ہے۔ انہوں نے تو مشرکین کی

جانب سے بیان کردہ حکایات کے بارہ میں یہ فرمایا ہے بلکہ اس کو مشرکین کا فعل قرار دینا صرف مؤلف موصوف کی متعصبانہ سوچ کا نتیجہ ہے۔ جنہوں نے شرک کی توپ سنبھال رکھی ہے اور وہ اس سے اندھادھند گولے برسانا اپنا جماعتی مشن سمجھتے ہیں۔

دھوکہ نمبر ۹۳: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے جن حضرات کے اقوال پیش کئے ہیں کیا وہ سب مجتہد ہیں۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب ایک بریلوی کو جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ باقی کسی غیر معصوم اور غیر مجتہد کی بات حجت نہیں ہے۔ (راہ سنت ص ۱۹)

پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مؤلف موصوف لکھتے ہیں ہم مولانا صاحب کی زبان ہی سے مولانا صاحب سے پوچھ لیتے ہیں کہ کیا جن حضرات سے مولانا صاحب اور ان کے ہم نواء بزرگ استدلال واحتجاج کیا کرتے ہیں وہ سب کے سب مجتہد ہیں؟ اگر مجتہد ہیں تو چشم ماروشن دل ماشاد۔ اگر نہیں تو اس وقت یہ قاعدہ کہاں جاتا ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۱)

اگر مؤلف موصوف اور ان کے ہم نواء خودفریبی کے جال سے نکلیں اور تعصب کی پٹی آنکھوں سے ہٹا کر دیکھیں تو ان کو اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصویب نظر آئے گی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مجتہد ہونے میں کس کو شک ہوسکتا ہے؟ پھر حضرت امام مالک کا ارشاد نظر آئے گا جن کا مجتہد ہونا مسلم ہے اور پیر طریقت حضرت مولانا حسین علی صاحب نے لکھا ہے۔ قاعدہ جلیلہ ص ۹۴ میں وسیلہ پکڑنا ساتھ نبی کریم ﷺ کے دعا میں وفات کے بعض صحابہ اور تابعین اور امام احمد وغیرہ سے منقول ہے۔ (تفسیر بے نظیر ص ۱۱۳) امام احمد کے مجتہد ہونے میں کس کو اختلاف ہے۔

اس لئے منصف مزاج آدمی تو کھلے دل سے کہے گا چشم ماروشن دل ماشاد۔ مگر میں نہ مانوں کی رٹ لگانے والوں کا معاملہ اس سے جدا ہوگا۔

دھوکہ نمبر ۹۴: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ کیا استشفاع عند القبر کی اباحت حضور ﷺ سے ثابت ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ کسی مباح کی اباحت بھی آنحضرت ﷺ کے قول وفعل کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتی۔ (راہ سنت ص ۱۸۶) تو کیا استشفاع عند القبر کی اباحت کے بارے میں کوئی نقل صحیح نبی کریم ﷺ سے موجود ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۲)

اگر مؤلف موصوف بنظر انصاف تسکین الصدور کا مطالعہ کرتے تو ان کا ایسا سوال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ اس لئے کہ اس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ اس سچے خواب کو خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید وتصویب حاصل ہے اور اس کارروائی کا حکم پہلے تو "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین" کے تحت سنیت کا ہوگا۔ ورنہ استحباب اور اقل درجہ جواز سے کیا کم ہوگا۔ (تسکین الصدور ص ۳۵۱)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصویب وتائید کو "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین" کے تحت سنیت یا کم از کم جواز کے درجہ میں بیان کردیا گیا ہے تو کیا "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین" آنحضرت ﷺ کا ارشاد نہیں۔ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر مؤلف موصوف کا راہ سنت کی عبارت کو تعارض کی صورت میں پیش کرنا ان کی لاعلمی کی دلیل ہے یا سراسر دھوکا ہے۔

دھوکہ نمبر ۹۵: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ جو کام حضور ﷺ اور بعد ائمہ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہوتا ہے اور استشفاع عند القبر بھی ثابت نہیں تو اس کو کیوں جائز سمجھتے ہیں۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب کا ایک اور بہت بڑا قیمتی حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ امام جب فرائض میں مصروف ہو تو آیت رحمت پر سوال رحمت نہیں کر سکتا اور آیت عذاب پر عذاب سے پناہ نہیں مانگ سکتا بلکہ یہ بدعت ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ اور بعد کے ائمہ سے یہ ثابت نہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۳)

مولف موصوف کا اپنے موقف کی تائید میں اس حوالہ کو ذکر کرنا بالکل بے سود ہے۔ اس لئے کہ علامہ شامی نے فرمایا کہ امام فرض نماز میں سوال رحمت یا پناہ عذاب نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ یہ آنحضرت ﷺ اور بعد کے ائمہ سے ثابت نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔

مولف موصوف اس حوالہ کو توسل اور استشفاع عند القبر کے مسئلہ میں بطور تعارض پیش کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ واضح دلائل سے تسکین الصدور میں ذکر کیا گیا ہے کہ توسل اور استشفاع عند القبر کا مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصویب و تائید اور حضرات فقہاء و محدثین کی تحقیقات کی روشنی میں ثابت ہے۔ جب امام کے فرض نماز میں سوال رحمت یا پناہ عذاب کی درخواست حضور ﷺ اور ان کے بعد کے ائمہ سے ثابت نہیں اور توسل اور استشفاع عند القبر صحابہ تابعین اور فقہاء و محدثین سے ثابت ہے تو دونوں کو ایک جیسا قرار دے کر تعارض کی صورت میں پیش کرنا اور اس پر بدعت کا لیبل لگانے کی ناکام کوشش کرنا سراسر جہالت یا خالص دھوکہ ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۹۶</u>: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے علامہ نیلوی صاحب کے آیت کے ترجمہ کو تحریف کہا۔ حالانکہ خود مولانا صاحب نے وہی ترجمہ کیا ہے۔}

علامہ نیلوی صاحب نے آنحضرت ﷺ اور حضرات شیخین کی قبور کے پاس سفارش کی التجاء اور شفاعت کی درخواست کو قرآنی آیت: ''هؤلاء شفعاونا عند الله'' کے مفہوم میں شامل قرار دے کر اس کو شرکیہ عمل ظاہر کیا تو اس پر حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ مولف ندائے حق کا آنحضرت ﷺ اور اسی طرح شیخین کی قبور کے پاس سفارش کی التجاء اور شفاعت کی درخواست کا ''هؤلاء شفعاونا عند الله'' کا مصداق قرار دینا خالص تحریف ہے۔ (تسکین الصدور ص ۳۸۰)

اس پر مولف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب کو اس کا جواب اپنی تحریرات ہی سے ہو جائے تو اس سے زیادہ اچھا جواب اور کیا ہوگا۔

گزارش یہ ہے کہ مولانا صاحب خود اس تحریف کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ پھر مولف موصوف نے گلدستہ توحید سے دو عبارتیں پیش کیں جن کا ترجمہ یوں ہے اور وہ عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کے ورے اس چیز کی جو نہ نقصان پہنچا سکے ان کو نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس تو کہہ کیا تم بتلاتے ہو اللہ کو وہ چیز جو اس کو معلوم نہ ہو آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور برتر ہے اس سے کہ وہ شریک ٹھہراتے ہیں اور جنہوں نے پکڑ لئے اس سے ورے حمایتی (کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کو پکارتے ہیں اس واسطے کہ وہ ہم کو اللہ کے قریب پہنچا دیویں درجہ میں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکین جو غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے یا ان کو پکارتے تھے تو ان کو مستقل نہ سمجھتے تھے اور نہ خدا بلکہ ان کو خدا کے تقریب کا ذریعہ اور واسطہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے کام اور ہماری حاجتیں خدا کے پاس پیش کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مافوق الاسباب سفارش (یعنی غائبانہ اور مردہ سے) کو بھی شرک کہا ہے۔ پہلی آیت کے آخر میں 'عما یشرکون'' میں اس کو صاف شرک سے تعبیر کیا ہے۔ انتہی!

محترمی استاذی علامہ نیلوی صاحب نے یہی معنی کئے تھے تو تحریف خالص تھی۔ اگر مولانا صاحب نے یہی معنی کئے تو تفسیر خالص ہوگئی یا للعجب! (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۴، ۱۹۵)

اگر مؤلف موصوف کو ان کا جماعتی مشن مولانا صفدر صاحب اور علامہ نیلوی صاحب کے بیان کردہ تراجم میں فرق سے رکاوٹ بن رہا ہے تو دوسرے حضرات بخوبی جان سکتے ہیں کہ ان دونوں حضرات کے بیان کردہ تراجم میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ گلدستہ توحید کی عبارات کے تراجم سے ظاہر ہے کہ مشرکین جن سے مدد چاہتے تھے ان کی عبادت کرتے تھے اور مافوق الاسباب غیر اللہ سے مدد چاہنا اور غیر اللہ کی عبادت کرنا دونوں باتیں خلاف شرع ہیں۔ جب کہ استشفاع عند القبر کے قائلین نہ تو قبر والے کی عبادت کرتے ہیں اور نہ ہی مافوق الاسباب مدد مانگتے ہیں بلکہ جمہور کے سماع الموتی کے نظریہ کے تحت قبر والے سے دعاء کی درخواست کرتے ہیں۔

اور دعاء کی درخواست کرنا عبادت نہیں ہے۔ اگر یہ عبادت ہوتی تو زندگی میں بھی کسی سے دعا کی درخواست ممنوع ہوتی اور نہ ہی یہ مافوق الاسباب مدد چاہنا ہے۔ اس لئے کہ جمہور کے نزدیک قبر کے پاس میت کا سماع ثابت ہے تو جیسے زندگی میں اس سے دعا کی درخواست تحت الاسباب ہے، اسی طرح مرنے کے بعد بھی تحت الاسباب ہی ہے۔

مؤلف موصوف نے گلدستہ توحید کی عبارات سے اپنی مرضی کا مفہوم نکالنے کے لئے بین القوسین عبارت میں (اور مردہ سے) کا اضافہ کر کے دھوکہ دیا ہے۔ ورنہ گلدستہ توحید کی عبارت میں بین القوسین صرف غائبانہ کے الفاظ ہیں۔ (گلدستہ توحید ص ۱۲۲)

اسی طرح مؤلف موصوف نے آگے ایک عبارت گلدستہ توحید سے نقل کی۔ (گلدستہ توحید ص ۱۲۷) پر مولانا صاحب تحریر فرماتے ہیں حضرات آج کلمہ گو مشرکوں کا بھی یہی شرک ہے۔ ایک رتی فرق نہیں کیا۔ مافوق الاسباب سفارشوں (غائبانہ اور مردوں سے) کا نظریہ ان میں آج موجود نہیں ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۵)

اس عبارت میں بھی بین القوسین عبارت کا اضافہ کر کے مؤلف موصوف نے دھوکہ دیا ہے۔ ورنہ گلدستہ توحید میں یہ عبارت نہیں ہے۔ (گلدستہ توحید ص ۱۲۷)

بلکہ خود مؤلف موصوف نے آگے جب یہی عبارت نقل کی تو اصل عبارت بغیر اضافہ کے یوں نقل کی حضرات آج کلمہ گو مشرکوں کا بھی یہی شرک ہے۔ ایک رتی فرق نہیں ہے۔ کیا مافوق الاسباب سفارشوں کا نظریہ ان میں آج موجود نہیں ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۸) یہ عبارت پیش کر کے مؤلف موصوف نے پہلی نقل کردہ عبارات میں اپنی خیانت کا خود ثبوت پیش کر دیا ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۹۷</u>: {مؤلف موصوف استشفاع عند القبر کی تردید میں فرماتے ہیں کہ شیطان نے پہلے لوگوں کو بزرگوں کے مجسموں کی تعظیم پر لگایا۔ اب بزرگوں کی قبروں کی تعظیم پر لگا دیا۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور نے گلدستہ توحید میں بعض بزرگوں کی ذکر کردہ عبارات نقل کیں جن میں ہے کہ مشرکین نے اپنے بزرگوں کے مجسمے بنا کر ان کی عبادت شروع کر دی تھی اور گلدستہ توحید میں ہے کہ ان عبارات کی روشنی میں یہ بات بالکل نکھر کر سامنے آ گئی کہ پیغمبروں اور بزرگوں کے مجسموں اور تماثیل سے مشرکین نے یہی عقیدت قائم کر رکھی تھی کہ وہ سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں اور اپنی عبادت کرنے والوں کی (اللہ کے نزدیک) سفارش کرتے ہیں اور ان کاموں کی تدبیر اور نصرت کرتے ہیں۔ (گلدستہ توحید ص ۷۵، ۷۶)

اور اب وہی عقیدت پیغمبروں اور بزرگوں کے مجسموں کے بجائے ان کی قبروں سے وابستہ کر رکھی ہے جس کی واضح الفاظ میں خود مولانا صاحب نے وضاحت فرمادی ہے کہ شیطان کے لئے یہ تو از حد مشکل تھا کہ وہ کلمہ پڑھنے والوں کو بتوں کی پرستش کراتا۔ کیونکہ وہ اس محاذ پر ایسی شکست کھا چکا تھا کہ اس کا دوبارہ سر اٹھانا محال تھا۔ اس لئے اس نے پینترا بدلہ اور بزرگوں کے بتوں اور مجسموں کے بجائے قبروں سے وہی عقیدت رکھنی شروع کرادی جو پہلے بتوں اور مجسموں سے وہ بارہا کرا چکا ہے۔ (گلدستہ توحید ص ۱۳۱، آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۶ تا ۱۹۸)

اگر مولف موصوف اپنے جماعتی بے بنیاد نظریہ کو ثابت کرنے کے ہی درپے نہ ہوتے تو ان کو فرق نظر آ جاتا کہ بزرگوں کی قبروں اور ان کے مجسموں کی عبادت کر کے تعظیم بالکل خلاف شرع ہے۔ جس کا ذکر گلدستہ توحید میں کیا گیا ہے۔ جب کہ بزرگوں بالخصوص آنحضرت ﷺ اور حضرات شیخین کی قبور پر حاضری دے کر دعا کی درخواست کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید وتصویب سمیت ائمہ مجتہدین وفقہاء کی صریح عبارات سے ثابت ہے اور اہل علم کا معتمد بہ طبقہ اس کے جواز کا قائل ہے۔ اس لئے ان دونوں کو ایک جیسا قرار دے کر گلدستہ توحید اور تسکین الصدور کی عبارات میں تعارض ظاہر کرنا نری جہالت یا سراسر دھوکہ دہی ہے۔

استشفاع کے متعلق مجلس مقننہ اشاعت التوحید والسنت پاکستان کا فیصلہ

مؤلف آئینہ تسکین الصدور یہ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ ہماری جماعت کے نزدیک کسی پیغمبر یا ولی کے مزار پر جا کر یہ کہنا کہ میرے لئے دعا کریں۔ بدعت قبیحہ مستحدثہ اور ذریعہ شرک ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۹)

شاید مولف موصوف نے اس فیصلہ کو اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ تسکین الصدور پر تصدیقات لکھ کر علمی آسمانوں نے اس کی جو تائید کی ہے اس کا تقابل ہو سکے۔ مگر یہ صرف طفل تسلی ہے۔ اس لئے کہ مولف موصوف نے جن حضرات کے اس فیصلہ پر نام ذکر کئے ہیں، یہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے باوجود سب مل کر بھی علم وخلوص میں تصدیقات لکھنے والوں میں سے کسی ادنیٰ کے عشر عشیر بھی نہیں ہو سکتے۔

چہ جائیکہ ان کو تقابل میں پیش کیا جائے۔ پھر اشاعت التوحید والوں کی شاہراہ ہی جدا ہے۔ وہ چاہیں تو فرض نماز کے بعد سنت اور سلف صالحین سے ثابت دعا کو بدعت قرار دیں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے مختلف فیہ چلے آتے مسئلہ سماع موتی کے ماننے والوں کو ابوجہل کا ٹبر قرار دے دیں۔

اور چاہیں تو بریلویوں کا راستہ روکنے کے لئے ختم پڑھنے کے لئے اپنے مدرسہ کے طالب علم بھیج دیں۔ خواہ عام حالات میں ختم کو بدعت ہی قرار دیتے رہیں۔ اس لئے اگر انہوں نے استشفاع عند القبر کو بدعت مستحدثہ قرار دیا ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۹۸</u>: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ آیت: ''انک لا تسمع الموتی'' مطلقاً نفی سماع موتی کی دلیل نہیں ہے۔ حالانکہ خود انہوں نے حضرت کشمیری سے نقل کیا کہ آیت بظاہر مطلقاً نفی پر دلالت کرتی ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ محترم مولانا شیخ التفسیر والحدیث محمد سرفراز خان صاحب صفدر (تسکین الصدور ص ۳۸۲) پر ارقام فرماتے ہیں۔ بہرکیف یہ آیت کریمہ ''انک لا تسمع الموتی'' مطلقاً نفی سماع

موتی کی دلیل نہیں ہے اور پھر قطعی اور یقینی طور پر دلیل نہ ہونا تو واضح امر ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ جس آیہ کریمہ کے متعلق مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ مطلقاً نفی سماع کی دلیل نہیں ہے۔ اسی آیت کے متعلق مولانا کے قلم سے یہ تحریر رقم ہوئی ہے کہ قرآن کریم میں ''انک لا تسمع الموتی ولا تسمع من فی القبور (والصحیح وما انت بمسمع من القبور۔ ناقل)'' مؤلف موصوف نے بھی آیت صحیح نہیں لکھی بلکہ صحیح ''وما انت بمسمع من فی القبور'' ہے۔ قارن) کے ظاہری الفاظ سے معاملہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے بظاہر سماع موتی کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ (سماع الموتی ص ۱۷۹، ۱۷۳)

حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیری فیض الباری جلد دوم ص ۴۶۷) میں فرماتے ہیں۔ یعنی رہا قرآن کریم کا معاملہ تو وہ مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بے شک تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نیز فرمایا اور تو ان کو نہیں سنا سکتا جو قبروں میں ہیں اور یہ ظاہر مطلقاً نفی پر دلالت کرتا ہے۔ (ترجمہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کا اپنا کیا ہوا ہے)

تبصرہ: اب مولانا صاحب کا وہ دعویٰ کہاں گیا کہ یہ آیت کریمہ مطلقاً نفی سماع موتی کی دلیل نہیں ہے۔

(آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۹، ۲۰۰)

مؤلف موصوف نے جو تسکین الصدور اور سماع الموتی کی عبارات میں بظاہر تعارض کی صورت پیش کر کے مولانا صفدر صاحب کو اپنے دعویٰ کے خلاف کرنے کا طعن دیا ہے تو یہ بالکل باطل ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ تسکین الصدور میں قاضی ثناء اللہ صاحب کی عبارت کا نتیجہ پیش کیا گیا ہے کہ آیت میں سماع الموتی سے نفی ایسے سماع کی ہے جو کہ سماع نافع ہو مطلقاً سماع کی نفی نہیں ہے بلکہ مقید سماع کی نفی ہے۔

اور سماع الموتی میں حضرت انور شاہ صاحب کشمیری کی عبارت ہے کہ بظاہر قرآن کریم مطلقاً نفی پر دلالت کرتا ہے تو تسکین الصدور کی عبارت اس صورت پر محمول ہے۔ جب کہ سماع نافع کی توجیہ کو مدنظر رکھا جائے جو توجیہ قاضی ثناء اللہ صاحب سمیت کئی محدثین کرام نے بیان کی ہے اور سماع الموتی کی عبارت اس صورت پر محمول ہے۔ جب کہ صرف قرآن کریم کے ظاہر کو مدنظر رکھیں اور کسی توجیہ کا لحاظ نہ رکھیں۔ جب دونوں عبارتوں میں صورت کے لحاظ سے نمایاں فرق ہے تو ان کو ایک دوسرے کے معارض کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

پھر مؤلف موصوف نے حضرت کشمیری کی صرف اشکال والی عبارت کو ذکر کیا ہے اور انہوں نے اس اشکال کا جو جواب دیا ہے اس کو ذکر کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ چنانچہ اس کے آگے لکھا سو اس کے جواب میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ سماع اور اسماع کا فرق ہے۔ نفی اسماع کی ہے نہ کہ سماع کی اور ہمارا مطلوب سماع ہے نہ کہ اسماع۔ (سماع الموتی ص ۱۷۴)

جب حل اشکال کو پیش نظر رکھا جائے تو پھر آیت نفی سماع کی دلیل بنتی ہی نہیں۔ اس لحاظ سے تسکین الصدور میں پیش کردہ قاضی ثناء اللہ صاحب کی اور سماع الموتی میں پیش کردہ علامہ کشمیری کی عبارات میں کسی قسم کا بظاہر بھی تعارض نہیں رہتا۔

اس لئے مؤلف موصوف سے گزارش ہے کہ کسی کے اشکال والے حصہ کو ذکر کر دینا اور حل اشکال کو ترک کر دینا علمی دنیا میں علمی خدمت نہیں بلکہ بدترین دھوکہ شمار ہوتا ہے۔ پھر آگے مؤلف موصوف لکھتے ہیں۔ اب مزید حوالے ملاحظہ فرمایئے (فتح الباری ج ۷ ص ۲۳۶، ۲۳۷) ''وقد اختلف اهل التاويل فى المراد بالموتى فى قوله تعالى انک لا تسمع الموتى'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۰۰)

موٗلف موصوف علامہ ابن حجر کی یہ عبارت پیش کر کے خوش ہو رہے ہیں۔ حالانکہ ان کو خوش ہونے کی بجائے فکر مند ہونا چاہئے تھا کہ علامہ ابن حجر نے اس نظریہ کو جمہور کے خلاف قرار دیا ہے۔

جب کہ علامہ نے جمہور کا نظریہ جو بیان کیا ہے وہ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۶) میں یوں بیان کیا ہے جس کے ترجمہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ ''جمہور کے مسلک کے مطابق احادیث ثابت ہیں۔ مثلاً یہ کہ مردہ دفن کرنے والوں کی واپسی پر ان کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ سنتا ہے اور یہ کہ قبر کی تنگی کی وجہ سے اس کی پسلیاں آر پار ہو جاتی ہیں اور یہ کہ اس کو جب ہتھوڑے سے پیٹا جاتا ہے تو اس کی آواز سنی جاتی ہے اور یہ کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان گرز ماری جاتی ہے اور یہ کہ منکر و نکیر اس کو بٹھاتے ہیں تو جملہ امور اجسام کی صفات ہیں۔'' (سماع الموتی ص ۱۴۸)

پھر موٗلف موصوف نے حضرات علماء کرام حنفیہ کے فتاویٰ در بارہ عدم سماع موتی کا عنوان قائم کر کے حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن کی دو عبارتیں پیش کیں مگر آخر میں ان کے نظریہ سے اختلاف بھی کیا۔ مفتی عزیز الرحمن صاحب نے لکھا ہے: ''وقد اجاب فی الفتح و غیرہ عن الحدیث الوارد فیہ ای حدیث اھل قلیب بدر اولوا (ای الفقہاء) حدیث سماع قرع النعال بانہ باول الوضع فی القبر فقط واللہ تعالٰی اعلم'' (کتبہ عزیز الرحمن)

(باول الوضع فی القبر کی کوئی تخصیص ثابت نہیں مطلق سماع ثابت نہیں۔ شیر محمد) (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۰۱)

مفتی عزیز الرحمن صاحب نے فتح الباری کے حوالہ سے لکھا کہ قلیب بدر والوں کے بارہ میں جو حدیث ہے حضرات فقہاء کرام نے اس کی تاویل کی ہے اور میت کے جوتوں کی کھٹکھٹاہٹ سننے کی حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ معاملہ قبر میں اتارے جانے کے بعد ابتدائی وقت میں ہوتا ہے۔

موٗلف موصوف اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قبر میں اتارے جانے کے ابتدائی وقت میں جوتوں کی آواز سننے کی تخصیص ثابت نہیں ہے مطلق سماع ثابت نہیں۔

جب موٗلف موصوف کو خود مفتی عزیز الرحمن کے فتویٰ سے اختلاف ہے تو اس کو اپنی تائید میں کیسے پیش کرنے کے جسارت کر رہے ہیں۔ باقی جو انہوںؒ نے اپنے نظریہ کے مطابق عدم سماع موتی کی بحث کی ہے تو اس کی تفصیل سماع الموتی میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

<u>دھوکہ نمبر ۹۹</u>: {موٗلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب عبارت نقل کی ہے وہ غلط ہے۔}

موٗلف آئینہ تسکین الصدور عنوان قائم کرتے ہیں۔ سماع موتی کے سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز کی طرف ایک غلط بات کا انتساب۔ پھر اس کے تحت انہوں نے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ص ۴۲۱ کے حوالہ سے لکھا کہ مفتی عزیز الرحمن صاحب نے فرمایا اور حضرت شاہ صاحب کی طرف منسوب کرنا اس قول کا جو آپ نے نقل کیا ہے غلط ہے۔ شاہ صاحب کا کوئی ایسا فتویٰ سند معتبر سے ثابت نہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۰۴، ۲۰۵)

محترم موٗلف موصوف سے عرض ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز صاحب کا فتویٰ خود ان کے اپنے فتویٰ عزیزیہ (جلد اوّل ص ۸۸) میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔ ''بالجملہ انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر نہ باشد در الحاد بودن او شبہ نیست'' تو ان الفاظ سے فتویٰ ہوتے ہوئے کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ان کا فتویٰ سند معتبر سے

ثابت نہیں۔ ایسی صورتحال میں یہی کہا جائے گا کہ حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس فتویٰ کا علم نہ تھا۔ اسی لئے انہوں نے اس کے بارہ میں ایسا کہا۔

مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب کی اس عبارت کی آڑ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے اصل فتویٰ کا انکار کرنا جوان کے فتویٰ میں مذکور ہے۔ کسی طرح بھی درست نہیں، ہے بلکہ خود کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔ پھر تقریباً تمام اکابر یہی فرماتے ہیں کہ مسئلہ سماع موتی دور صحابہ سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ مگر جبل تعصب کی غار میں پناہ گزین مؤلف موصوف لکھتے ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ عدم سماع موتی میں صحابہ کرام میں اختلاف نہیں رہا تھا۔ اس کے لئے ''شفاء الصدور فی عدم سماع من فی القبور'' مصنفہ حضرت مفتی محمد حسین شاہ صاحب نیلوی مدظلہ ملاحظہ فرمائیں۔ زمانہ صحابہ میں اس مسئلہ پر اختلافی ہونے کا حکم لگانے کی بنیاد مجھے نہیں مل سکی۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۰۵)

اکابر سے راستہ بدلنے والوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ ان کو واضح چیز بھی نظر نہیں آتی۔

دھوکہ نمبر ۱۰۰: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے مشروع اور غیر مشروع توسل کی وضاحت نہیں کی۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب نے مشروع توسل کا نام لکھ کر وضاحت کردی ہے کہ غیر مشروع توسل بھی کوئی ہے۔ لیکن مشروع توسل وغیر مشروع توسل کی وضاحت کرنے سے گریز کیا ہے۔

(آئینہ تسکین الصدور ص ۲۰۷، ۲۰۸)

اگر کوئی آدمی بنظر انصاف تسکین الصدور اور سماع الموتی کا مطالعہ کرے تو اس کو ان کتابوں میں مسئلہ توسل کی مشروع اور غیر مشروع صورتوں کی وضاحت نظر آئے گی۔ مثلاً مختصر الفتاویٰ المصریہ کی عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ کیا گیا ہے اور پھر واضح لکھا گیا ہے کہ اس قسم کا توسل یقیناً باطل اور مردود ہے۔ (تسکین الصدور ص ۴۰۶)

جب مشروع توسل کے ساتھ ساتھ غیر مشروع توسل کا ذکر کر کے اس کا رد کیا گیا ہے تو اس کے باوجود یہ کہنا کہ مشروع اور غیر مشروع کی وضاحت نہیں کی یہ صرف ضدی کا کام ہی ہوسکتا ہے۔

مشروع توسل کی صورتیں

مؤلف موصوف مشروع توسل کی صورتیں کا عنوان قائم کر کے ص ۲۰۸ تا ۲۱۶ میں توسل کی چھ صورتیں لکھتے ہیں اور سہارا غیر مقلد عالم مولانا محمد بشیر سہوانی کی کتاب ''صیانۃ الانسان'' کا لیا ہے۔

ہماری گزارش ہے کہ اگر غیر مقلد عالم کا ہی سہارا لینا تھا تو قاضی شوکانی کا سہارا لیتے جو غیر مقلدین میں علم حدیث اور فہم حدیث میں سہوانی صاحب سے مقدم ہیں اور وہ نہ صرف توسل بلکہ استشفاع کے بھی قائل ہیں۔

مؤلف موصوف نے مشروع توسل میں سے:

پہلی صورت: لکھی کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی صفات ذکر کر کے دعا کی جائے۔

دوسری صورت: لکھی کہ اپنے اعمال صالحہ کو وسیلہ بنایا جائے۔

تیسری صورت: لکھی کہ آنحضرت کی تصدیق اور ان پر ایمان لانے کو وسیلہ بنا کر دعا کی جائے اور اسی صورت

میں لکھا کہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر نیک لوگوں کے ساتھ محبت اور ان کی بزرگی کی وجہ سے ان کو وسیلہ بنانا یہ اگرچہ وسیلہ شخصیات کو بنانا ہے۔ مگر درحقیقت اعمال صالحہ کا وسیلہ ہے اور یہ عین دین اسلام ہے اور اس کا مسلمانوں میں سے کوئی بھی منکر نہیں ہے۔

ہماری مؤلف موصوف اور ان کے رفقاء سے گزارش ہے کہ کیا وہ وسیلہ کی اس صورت کو جائز سمجھتے ہیں۔ مثلاً کوئی آدمی کہے کہ یا اللہ میں فلاں نبی یا فلاں ولی کو وسیلہ بنا کر تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ میرا کام کردے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ میری اس نبی یا ولی کے ساتھ عقیدت و محبت میرا عمل ہے اور اس کی وجہ سے میں یہ وسیلہ پیش کررہا ہوں۔ اگر ان حضرات کے نزدیک یہ صورت جائز ہے تو اس کی وضاحت کریں اور اگر نہیں تو پھر سہسوانی صاحب کے اس حوالہ کو پیش کیوں کیا گیا جن کی عبارت یہ ہے: ''وکذالک التوسل بالصالحین بمحبتھم وتوقیدھم واجلالھم وما یحذو حذوہ وھذا التوسل ھو عین دین الاسلام لا یجحدہ احد من المسلمین لکن ھذا التوسل فی الحقیقة ھو التوسل بالاعمال الصالحة وان سماہ احد توسلا بالانبیاء والصالحین فلا یتغیر حکمه بھذہ التسمیة فان العبرة للمسمی والمعنون لا للاسم والعنوان'' (صیانۃ الانسان ص ۱۹۹، آئینہ تسکین الصدور ص ۲۱۱)

جس کا مطلب یہ ہے کہ وسیلہ شخصیت کو بنائے اور مراد اس کے ساتھ عقیدت و محبت کا عمل لے۔ اب لازمی بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی وسیلہ بنانے کا اس میں ذکر ہے تو یہ وسیلہ بالاموات ہی ہوگا۔

مؤلف موصوف نے توسل کی چوتھی صورت یہ لکھی کہ کسی زندہ بزرگ سے دعا کرا کر اس کی دعا کے ذریعہ اور وسیلہ سے خدا تعالیٰ سے قبولیت چاہنا اور پانچویں صورت یہ لکھی کہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کو عباد اللہ الصالحین فرشتگان یا انبیاء ومرسلین یا بندگان صالحین میں سے کسی کی طرف مضاف کر کے دعا کرنا جیسے دعا میں کہنا ''اللھم رب جبرئیل'' وغیرہ۔

اور توسل کی چھٹی صورت یہ لکھی کہ حضور ﷺ پر درود شریف پڑھ کر اس کے ذریعہ سے دعاء کی قبولیت چاہنا۔

توسل کی ان چھ صورتوں کو ذکر کر کے مؤلف موصوف لکھتے ہیں۔ پس یہ چھ قسم کا وسیلہ اور توسل جائز ہے جس میں کوئی خطرہ شرک اور بدعت کا نہیں ہے اور بالاتفاق جائز ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۱۶)

غیر مشروع توسل کے اقسام

مؤلف موصوف غیر مشروع توسل کے اقسام کا عنوان قائم کر کے ص ۲۱۷ تا ۲۲۰ میں غیر مشروع توسل کی صورتیں لکھتے ہیں اور ان میں بھی سہارا غیر مقلد عالم سہسوانی صاحب کی کتاب ''صیانۃ الانسان'' کا لیا ہے۔

غیر مشروع توسل کی پہلی صورت یہ لکھی کہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے یوں دعا کرنا ''اللھم بحق'' فلاں کہ اے اللہ فلاں بزرگ کے حق سے میری حاجت پوری کر یا فلاں بزرگ کی حرمت وجاہ سے میری مصیبت دور کر دے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۱۷)

علامہ سہسوانی صاحب نے علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا نظریہ اپنایا ہے ورنہ ہمارے جمیع اکابر ''بجاہ فلاں'' اور ''بحرمة فلاں'' کے الفاظ سے دعا کے قائل ہیں۔ جیسا کہ اس کی باحوالہ بحث تسکین الصدور میں مذکور ہے۔ نیز اس میں یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ پیر طریقت حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ ابراہیمیہ میں سلاسل اربعہ کے جو شجرے بتائے ہیں ان میں ''الٰھی بحرمت فلاں'' کے صریح الفاظ موجود ہیں۔ (تسکین الصدور ص ۴۱۴)

اشاعت التوحید والوں سے گزارش ہے کہ وہ علامہ ابن تیمیہ اور علامہ سہسوانی صاحب کی موافقت کی بجائے حضرت پیر طریقت کے طریق کو اپنائیں اسی میں ان کے لئے خیر ہے۔ مؤلف موصوف نے غیر مشروع توسل کی دوسری صورت یہ لکھی ہے کہ کسی صالح شخص نبی یا ولی کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس بزرگ کی قبر کے پاس دعا مانگنے سے دعا قبول ہوتی ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۱۷)

اس صورت کو بھی علی الاطلاق غیر مشروع کہنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسلمان تو خیر القرون سے اب تک آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر صلوٰۃ وسلام کے ساتھ وہاں اللہ تعالیٰ سے اس نیت سے دعا کرتے ہیں کہ یہ متبرک اور قبولیت دعا کا مقام ہے۔

مؤلف موصوف نے غیر مشروع توسل کی تیسری صورت یہ لکھی کہ کسی نبی یا ولی یا صالح شخص کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر اس کو پکارنا اور یوں کہنا ''یا سیدی فلان ادع اللہ'' اے فلاں بزرگ آپ میرے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ (تسکین الصدور ص ۱۸)

اس صورت کو بھی علی الاطلاق غیر مشروع کہنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر پکارنے سے مراد قبر والے کی عبادت نہیں بلکہ صرف خطاب ہے تو جن حضرات کے نزدیک سماع موتی ثابت ہے۔ ان کے نزدیک استشفاع بھی جائز ہے اور یہی اکابر علماء دیوبند کا نظریہ ہے۔ غیر مشروع توسل کی چوتھی صورت مؤلف موصوف نے لکھی ہے کہ کسی نبی یا صالح شخص کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر پکارنا اور یوں کہنا اے فلاں بزرگ میرے بیمار کو شفاء بخشو اور میری مصیبت دور کرو۔ یہ شرک جلی ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۱۸)

مردہ اور غائب سے مراد مانگنے والے توسل کو تسکین الصدور میں بھی باطل اور مردود قرار دیا گیا ہے۔
(تسکین الصدور ص ۴۰۶)

غیر مشروع توسل کی پانچویں صورت مؤلف موصوف نے لکھی کہ کسی غائب یا مردہ کو کسی جگہ سے پکارنا اور اس سے حاجت طلب کرنا۔

مؤلف موصوف نے ''صیانۃ الانسان'' کی جو عبارت ذکر کی ہے اس کا مفہوم اپنے لفظوں میں بالکل غلط بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ عربی عبارت ہے۔ ''الحادی عشر ان یدعو اغائباً او میتاً عند غیر القبور'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۱۹) کہ گیارھویں قسم یہ ہے کہ کسی غائب کو یا قبر کے پاس کے علاوہ مردہ کو پکارنا۔

مؤلف موصوف نے ''او میتا عند غیر القبور'' کا مفہوم بیان کیا یا مردہ کو کسی جگہ سے پکارنا۔ یہ تبدیلی مؤلف موصوف نے کسی مصلحت کے تحت کی اس کو ان کے جماعتی احباب بخوبی جانتے ہیں۔ پھر غائبانہ طور پر پکارنا خواہ زندہ کو ہو یا مردہ کو اس کا رد گلدستہ توحید وغیرہ میں تفصیل سے مذکور ہے غیر مشروع توسل کی چھٹی صورت جو مؤلف موصوف نے بیان کی ہے۔ اس میں بھی غائبانہ طور پر پکارنے کا ذکر ہے اور اس کا رد بھی ہمارے بزرگوں نے واضح طور پر کیا ہے۔

اور یہاں بھی مؤلف موصوف نے ''او میتا عند غیر القبر'' کا مفہوم یوں بیان کیا یا مردہ کو مخاطب کر کے یوں کہنا۔ اس میں بھی ''عند غیر القبر'' کو جماعتی مشن کو بربادی سے بچانے کے لئے مؤلف موصوف نے چھپانا ہی بہتر خیال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تعصب سے ہر ایک کو بچائے۔

مؤلف آئینہ تسکین کی جانب سے پیش کردہ مولانا صفدر کی عبارات میں تعارض کا بے بنیاد دعویٰ

دھوکہ نمبر ۱۰۱: {مؤلف موصوف تعارض نمبر ۱ میں فرماتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ''تبرید النواظر'' میں ایک روایت کو رد کیا اور ''الشہاب المبین'' میں اسی روایت کی توثیق کی ہے۔}

مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب نے تبرید النواظر اور تفریح الخواطر میں اس روایت کو انتہائی ضعیف قرار دیا جس میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے کان دیئے ہیں جو آدمی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ فرشتہ سن لیتا ہے اور مجھے پہنچا دیتا ہے۔ مگر اسی روایت کو مفتی کفایت اللہ صاحب کے حوالہ سے ''الشہاب المبین'' میں نقل کر کے ان سے اس حدیث کی توثیق محدث ابن حبان سے نقل کی ہے۔ بے شک انہوں نے یہ عبارت مفتی کفایت اللہ صاحب سے نقل کی مگر انہوں نے خود تفریح الخواطر میں لکھا ہے کہ جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔

لہٰذا اس قاعدہ کے پیش نظر مولانا صاحب ایک کتاب (تبرید النواظر ص ۱۸۵) میں اسی روایت کی دھجیاں اڑا رہے ہیں اور دوسری کتاب (الشہاب المبین ص ۴۵) میں اسی روایت کی توثیق و تصحیح کے درپے ہیں۔
(آئینہ تسکین الصدور ص ۲۲۰ تا ۲۲۵ ملخصاً)

یہی اعتراض غیر مقلد عالم جناب ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی اپنی کتاب ''مولانا سرفراز صفدر صاحب اپنی تصانیف کے آئینہ میں'' (ص ۲۱۲ تا ۲۱۵) میں کیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اسی آئینہ تسکین الصدور سے ہی اس اعتراض کو اخذ کیا ہو۔ اس کے جواب میں ہم نے مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کا ''مجذوبانہ واویلا'' (ص ۲۳۶ تا ۲۳۸) میں دے دیا تھا کہ ''الشہاب المبین'' میں یہ عبارت نقل حکایت کے طور پر ہے جب کہ تبرید النواظر اور تفریح الخواطر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کے بارہ میں حضرات ائمہ محدثین کے فرمودات کی روشنی میں اپنی رائے اور تحقیق ہے۔ تعارض ثابت کرنے کے لئے حیثیت کا ایک ہونا بھی ضروری ہے۔ حالانکہ نقل حکایت کی حیثیت اور ہوتی ہے اور اپنے نظریہ کے اظہار کی حیثیت اور ہوتی ہے۔ ورنہ تو کوئی یوں قرآن کریم میں بھی تعارض کا دعویٰ کرسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ مسحور (سحر زدہ) بھی کہا ہے اور ان کو نبی اور رسول بھی کہا ہے اور دلیل پیش کرے کہ قرآن کریم میں ہے: ''وانی لا ظنک یموسیٰ مسحوراً (بنی اسرائیل)'' اور دوسری جانب سے دلیل دے کہ ''قال یموسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسلتی'' کوئی کم عقل تو ان آیات میں تعارض کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ مگر اہل علم پر مخفی نہیں کہ پہلی آیت نقل حکایت کے طور پر ہے کہ فرعون بدبخت نے اس طرح کہا تھا اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔

اسی طرح حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے الشہاب المبین میں جو فرمایا وہ نقل حکایت کے طور پر ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے ایک فتویٰ کی آڑ میں ان کا جو نظریہ اشاعت التوحید والے بیان کر رہے ہیں وہ درست نہیں۔ اس لئے کہ ان کی اپنی عبارات سے اس کے خلاف ثابت ہو رہا ہے۔ اسی لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے الشہاب المبین میں عنوان قائم کیا حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے فتویٰ سے دھوکا دہی، جب نقل حکایت کی حیثیت اور

ہے اور خود اپنی رائے کے اظہار کی حیثیت اور ہے تو تبرید النواظر اور الشہاب المبین کی عبارات میں تعارض قرار دینا تعارض کی تعریف وشرائط سے جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے یا پھر جان بوجھ کر عوام الناس کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

باقی رہا مؤلف موصوف کا یہ کہنا کہ جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے اور حضرت مولانا صفدر صاحب پر اس قانون کی خلاف ورزی کا الزام عائد کرنا تو یہ بھی مؤلف موصوف کی بے توجہی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ہر کوئی الشہاب المبین میں دیکھ سکتا کہ اس عبارت کا جو مفہوم حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے وہ یوں ہے۔

اوران کی نقل اور تحقیق سے (جب کہ دوسرے حضرات کی تحقیق سے دور دراز سے پیش کئے گئے سلام کو صحیح حدیث ''ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام'' (نسائی جلد اوّل ص ۱۴۳، متدرک جلد دوم ص ۴۲۱ وغیرہ) فرشتے پہنچاتے ہیں) اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کے رواۃ کی توثیق محدث ابن حبان کرتے ہیں اور دیگر احادیث ثابتہ اس کی مؤید ہیں۔　　(الشہاب المبین ص ۴۰)

اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ بین القوسین عبارت کا اصل عبارت سے اختلاف ہے کہ اصل عبارت میں اس حدیث کو قائل نے اپنی تحقیق ونقل کے مطابق صحیح کہا ہے۔ مگر دوسرے حضرات اس حدیث کو دلیل بنانے کی بجائے دوسری حدیث کو دلیل بناتے ہیں۔ جب مولانا صفدر صاحب نے اس حدیث کو دلیل بنانے کے حصہ سے اختلاف کیا ہے اور بین القوسین اختلافی نوٹ لکھا ہے تو اس کے باوجود یہ کہنا کہ اختلاف کئے بغیر کسی کی بات کو نقل کر کے اس کے مطابق نظریہ ظاہر کیا ہے تو یہ سراسر بے توجہی کا نتیجہ ہے یا پھر عوام الناس کو مغالطہ دینے کی ناکام کوشش ہے اور آئینہ تسکین الصدور کے اسلوب سے اس ثانی شق کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ مؤلف موصوف نے بین القوسین عبارت کو قوسین میں لکھنے کی بجائے عبارت کے تسلسل کے ساتھ ذکر کیا ہے تاکہ ظاہر ہی نہ ہو کہ یہ عبارت اختلافی نوٹ کی صورت میں ہے۔

اس لئے ہم واضح کرتے ہیں کہ تبرید النواظر اور الشہاب المبین کی عبارات میں نہ تو تعارض ہے اور نہ ہی مولانا صفدر صاحب نے کسی قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ بلکہ یہ سب کارروائی تعارض کی تعریف وشرائط سے ناواقفیت یا بے توجہی یا عوام الناس کو مغالطہ میں مبتلا کرنے کی ناکام کوشش کا نتیجہ ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۰۲</u>: {مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ایک جگہ لکھا کہ قیل تمریض کے لئے موضوع نہیں اور دوسری جگہ اس کو تمریض پر محمول کیا ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور تعارض نمبر ۲ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب (تفریح الخواطر ص ۱۶۵) میں فرماتے ہیں (کہ اسی طرح امام نووی کا جواب تسلی بخش نہیں ہے) ایک تو اس لئے کہ وہ اس کو قیل سے بیان کر کے خود اظہار تمریض کر رہے ہیں اور دوسری جگہ تفریح الخواطر میں فرماتے ہیں کہ جو یہ مشہور ہے کہ قیل اور یقال اور اس کی مانند صیغے جو تمریض کے سمجھے جاتے ہیں وہ نہ تو تمریض کے لئے موضوع ہیں اور نہ یہ کلی طور پر تمریض کا فائدہ دیتے ہیں بلکہ اس کا ضعیف یا تو قائل کے التزام سے معلوم ہوگا اور یا سیاق وسباق اور مقام سے حاصل ہوگا۔　　(مقدمہ عمدۃ الرعایہ ص ۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ بلا کسی واضح دلیل کے لفظ قیل کو ضعف پر محمول کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے۔

(تفریح الخواطر ص ۱۹۸، آئینہ تسکین الصدور ص ۲۲۵)

یہی اعتراض جناب اثری صاحب نے بھی کیا تھا تو ہم نے اس کے جواب میں لکھا تھا کہ اس اعتراض کا جواب تو خود معترض نے دے دیا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے یہ لکھا ہے کہ صیغے تمریض کے لئے موضوع نہیں ہیں کہ جب بھی بولے جائیں تمریض پر ہی دلالت کریں بلکہ ان سے ضعیف یا تو قائل کے التزام سے معلوم ہوگا یا سیاق وسباق اور مقام سے حاصل ہوگا۔ علامہ نووی کی عبارت کے سیاق وسباق سے قیل کے ضعف کے لئے ہونے کا قرینہ پایا جارہا ہے۔ اس لئے وہاں ضعف کے لئے کہا گیا ہے۔ جب کہ درمختار کی عبارت ''قیل یکفر'' میں قیل کو ضعف کے لئے لینے کا کوئی قرینہ نہیں اس لئے وہاں ضعف کے لئے نہیں لیا جارہا دونوں باتیں قاعدہ کے مطابق ہیں۔

تو ایک مقام میں ان الفاظ کے تمریض کے لئے ہی ہونے کی نفی ہے جب کہ دوسرے مقام میں ان کا بعض اوقات تمریض کے لئے ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جیسے کوئی آدمی کسی وقت کہے کہ خالد زید ہی کا باپ نہیں اور دوسرے وقت میں کہے کہ خالد زید کا باپ ہے۔ اب کوئی عقلمند آدمی ان دونوں باتوں میں تعارض کا قائل نہیں ہوسکتا۔ صرف وہی ان کا متعارض کہے گا جو تعارض کی تعریف وشرائط سے ناواقف ہو یا تعصب کا شکار ہوکر عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لئے اس کو تعارض کا نام دے۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۰۳</u>: { مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ایک جگہ لکھا کہ راکھ شدہ بدن سے روح کا تعلق منقطع ہوجاتا ہے اور دوسری جگہ لکھا کہ جلائے گئے جسم کے ساتھ بھی روح کا تعلق قائم رہتا ہے۔ }

موکلف (آئینہ تسکین الصدور تعارض نمبر ۳) کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ ایک جگہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا کہ راکھ شدہ بدن میت کا تعلق روح سے منقطع ہوجاتا ہے۔ چنانچہ (الشہاب المبین ص ۱۲۱) میں لکھا نیز آگ میں جلانے سے بدن کے اجزاء متفرق ہوجاتے ہیں اور اس وجہ سے روح کا تعلق بدن سے کلی طور پر منقطع ہوجاتا ہے اور اس کے برعکس (تسکین الصدور ص ۹۷) میں لکھا اس سابق بیان سے معلوم ہوا کہ جو میت جلا کر راکھ کر دی گئی ہو یا اس کو درندے کھا چکے ہوں تو اس کو سزا دی جاتی ہے۔ وہ صرف روح اور بدن مثالی ہی سے متعلق نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ اس کے بدن عنصری کا تعلق بھی ہوتا ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۲۵، ۲۲۶)

تعارض کی تعریف وشرائط سے واقف کبھی اس کو تعارض سے تعبیر نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ الشہاب المبین میں عبارت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی ہے اور حضرت رحمہ اللہ نے اس کو نقل کیا ہے اور تسکین الصدور میں کئی حضرات کی عبارات پیش کرنے کے بعد ان کا خلاصہ حضرت رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

اگر حضرت رحمہ اللہ نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب عبارت کے مفہوم کا خلاصہ تسکین الصدور میں بیان کردہ عبارات کے مفہوم کے خلاف بیان کیا ہوتا تو تعارض کا نام دیا جاسکتا تھا۔ حالانکہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی مختلف عبارات کا آخر میں جو خلاصہ بیان کیا گیا ہے وہ تسکین الصدور میں بیان کردہ مفہوم کے مطابق ہے۔ اگر مؤلف موصوف نے توجہ نہیں فرمائی تو ہم توجہ دلا دیتے ہیں کہ الشہاب المبین میں حضرت رحمہ اللہ نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی مختلف عبارات کا خلاصہ یوں بیان فرمایا ہے۔ جہاں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب روح کے بدن سے تعلق کی اصلاً نفی کرتے ہیں۔ اس سے یہی بدن کی تدبیر تغذیہ اور تنمیہ والا تعلق ہے۔ باقی ادراک وشعور والی تعلق کی نفی کو وہ کم از کم الحاد کہتے ہیں۔ جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ (الشہاب المبین طبع اوّل ص ۱۲۵، طبع دوم ص ۱۱۲)

جب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارات کے خلاصے کا مفہوم اور تسکین الصدور میں ذکر کردہ کئی حضرات کی عبارات کے خلاصے کا مفہوم حضرت ؒ نے ایک ہی جیسا بیان فرمایا ہے تو اس کو تعارض کا نام دینا سراسر مغالطہ یا تعارض کی تعریف وشرائط سے ناواقف کی دلیل ہے۔

دھوکہ نمبر ۱۰۴: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی گلدستہ توحید اور تسکین الصدور کی عبارات میں تعارض ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور تعارض نمبر ۴ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ (تسکین الصدور ص ۲۹۵) میں ہے کہ مسلمان کے ذہن میں ان کفریہ امور میں سے کوئی امر بھی نہیں ہوتا اور اس کے برخلاف گلدستہ توحید میں ہے۔ مگر صد افسوس کہ آج کلمہ گو مسلمانوں نے شرک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

پھر مولف موصوف وضاحت کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔ مولانا صاحب ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں کہ مسلمان کے ذہن میں ان کفریہ امور غیر اللہ کو حاضر و ناظر عالم الغیب اور متصرف فی الامور میں سے کوئی ایک امر بھی نہیں ہوتا اور دوسری طرف فرماتے ہیں کہ صد افسوس کہ آج کلمہ گو مسلمانوں نے شرک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۲۶، ۲۲۷ ملخصاً)

مؤلف موصوف مسلمان اور کلمہ گو مسلمان کو ایک مان کر اعتراض کر رہے ہیں۔ حالانکہ عام محاورہ میں شرک وبدعت کے مرتکب بظاہر مسلمان پر کلمہ گو مسلمان کا اطلاق کیا جاتا ہے اور جو غیر اللہ کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب اور متصرف فی الامور مانتا ہے وہ بظاہر مسلمان ہی ہوگا۔ حقیقت میں مسلمان نہیں ہوسکتا اور یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ کلمہ گو مسلمان سے یہاں بظاہر مسلمان ہے۔ حقیقی مسلمان مراد نہیں اسی لئے دوسرے مقام میں تعبیر یوں کی گئی ہے کہ حضرات آج بعض کلمہ گو مدعیان اسلام کا بھی یہی شرک ہے۔ ایک رتی فرق نہیں۔ (گلدستہ توحید ص ۱۲۷)

یہاں شرک کا ارتکاب کرنے والوں کو کلمہ گو مدعیان اسلام کہا گیا ہے اس لحاظ سے کلمہ گو مسلمان اور کلمہ گو مدعیان اسلام سے مراد وہ ہے جو بظاہر مسلمان ہو۔

ان عبارات میں پہلی عبارت میں حقیقی مسلمان اور دوسری عبارت میں بظاہر مسلمان مراد ہے۔ اس لئے ان میں تعارض تو کوئی نہیں اور نہ ہی کوئی اعتراض ہوسکتا ہے۔ مگر تعصب کا کوئی علاج نہیں ہوسکتا۔

دھوکہ نمبر ۱۰۵: {مولف موصوف فرماتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی دل کا سرور اور تسکین الصدور کی عبارات میں تعارض ہے۔}

مولف موصوف لکھتے ہیں۔ اختلافی مسائل میں مولانا سرفراز صاحب کا پتہ لگانا کہ وہ کس طرف ہیں۔ بہت مشکل ہے۔ کیونکہ وہ اپنے ایک قانون کے تحت فرماتے ہیں۔

سوم جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔ (تفریح الخواطر ص ۲۹)

اب اس کی نظیر ملاحظہ فرمائیں اور مولانا صاحب کی دیانت وذہانت کی داد دیں۔ پھر مولف موصوف تعارض نمبر ۵ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ (دل کا سرور ص ۵۸) میں لکھا ہے کہ مردہ اور صاحب قبر سے دعا کرانے کے بارے میں خاصا اختلاف ہے۔ حافظ ابن تیمیہ ؒ تو لکھتے ہیں کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ زندہ بزرگ سے

دعا کرانا ثابت ہے۔ لیکن مردہ سے اگر چہ وہ نبی اور ولی ہی کیوں نہ ہو دعاء مانگنے کا ثبوت شریعت محمدیہ میں قطعاً نہیں، نہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے اس کا ثبوت ہے اور نہ اتباع تابعین اور ائمہ دین سے اور نہ ہی اس کے ثبوت میں کوئی صحیح حدیث ہی موجود ہے اور اس کے بعد لکھا مگر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے۔ اے فلاں! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۹۹ بحوالہ دل کا سرور ص ۵۸)

مولانا صاحب نے دونوں حضرات کی عبارات نقل کر کے اس مقام پر کسی ایک سے بھی اختلاف نہیں کیا تو کیا مولانا صاحب کے نظریہ کا پتہ چل سکتا ہے کہ آپ کس نظریہ کے مالک ہیں؟ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۲۷، ۲۲۸)

مؤلف موصوف کا یہ کہنا کہ مولانا سرفراز صفدر صاحب کا اختلافی مسائل میں پتہ لگانا مشکل ہے کہ وہ کس طرف ہیں۔ یہ انتہائی تعصب کا آئینہ دار ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مولانا صفدر صاحب کے ٹھوس نظریہ اور مبنی برحقائق قلمی شاہکار ہی کی وجہ سے علمی آسمانوں نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ جیسے اہم مسائل میں ان کو اپنا نمائندہ بنایا تھا اور ان کے بادلائل ٹھوس حوالہ جات کے منظر عام پر آنے سے اہل بدعت اور غیر مقلدین کی ہی نہیں بلکہ گجراتی، سرگودھوی، ملتانی اور پنج پیری نظریات کے حامل اشاعت التوحید والوں کی نیندیں بھی حرام ہو چکی ہیں۔

مؤلف موصوف کا یہ کہنا کہ علامہ ابن تیمیہ اور حضرت گنگوہی کی عبارتیں پیش کر کے کسی سے اختلاف نہیں کیا تو یہ ان کی اردو ادب سے بالکل ناواقفیت کی بین دلیل ہے۔

اگر وہ ضلع جھنگ کے سرائیکی علاقہ کے ہونے کی وجہ سے اردو ادب کی باریکیوں سے ناواقف تھے تو "فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" کا قرآنی حکم پورا کرتے ہوئے ان کا حق تھا کہ وہ اعتراض کرنے سے پہلے کسی اردو ادب کے ماہر سے پوچھ لیتے کہ اردو زبان میں لفظ مگر کا استعمال کن مقاصد کے لئے ہوتا ہے وہ یقیناً ان کو بتا دیتا کہ اردو ادب میں لفظ مگر "لکن استدراکیہ" کی طرح استعمال ہوتا ہے جو ایسے دو جملوں کے درمیان آتا ہے جن کے مفہوم مختلف ہوتے ہیں اور یہ پہلے جملہ کے مفہوم سے اختلاف اور دوسرے جملہ کے مفہوم کے اثبات کے لئے آتا ہے۔ جب حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن تیمیہ اور حضرت گنگوہی کی عبارتوں کے درمیان اپنی طرف سے لفظ مگر کو لایا ہے تو اس ایک لفظ ہی سے انہوں نے علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے مفہوم سے اختلاف اور حضرت گنگوہی کی عبارت کے مفہوم کا اثبات کیا ہے۔ مگر اس بات کو مؤلف موصوف سمجھ نہیں سکے اور اعتراض کر دیا کہ دونوں عبارتوں میں سے کسی سے اختلاف نہیں کیا اور اپنی جہالت کا نزلہ دوسرے پر گرانے کی ناکام کوشش کی۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۰۶</u>: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی اخفاء الذکر اور تسکین الصدور کی عبارات میں تعارض ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ اس بارے میں دوسری نظیر۔ تعارض نمبر ۶ (تسکین الصدور ص ۳۳۵) میں ایک تو یہ لکھا علامہ ابن عبد الہادی اسی پر خاصی بحث کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبر شریف کے قریب سے تو آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ لیکن قبر مبارک سے دور باقی مسجد نبوی میں جو سلام پڑھا جاتا ہے وہ آپ خود نہیں سنتے۔ وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی نماز میں یا مسجد میں داخل یا اس سے خارج وقت پڑھے اور اخفاء الذکر ص ۴۱)

میں لکھا ہے مگر یہ صحیح روایت تو صاف بتاتی ہے کہ آپ فرش پر پاس بیٹھے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کی آواز کو بھی نہ سنتے ۔ تا وقتیکہ آپ دریافت نہ فرما لیتے کہ عمر تم نے کیا کہا؟ مگر کیا کیا جائے کہ مبتدعین کا باوا آدم ہے نرالا ہے۔

اور ایک طرف یہ لکھا کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں۔ لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۲۸، ۲۲۹)

یہی اعتراض غیر مقلد عالم جناب ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی الفاظ کے کچھ تغیر کے ساتھ کیا تھا اور ہم نے اس کا جواب ''مجذوبانہ واویلا'' اور ''تصویر بڑی صاف ہے'' میں تفصیل کے ساتھ ان کی حیثیت کے مطابق دیا تھا۔ اسی جواب کا خلاصہ مولف موصوف کے اس اعتراض کے جواب میں ذکر کیا جاتا ہے۔

مولف موصوف کے ان تین عبارات کے پیش کرنے کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے دو طرح سے تعارض پیش کیا ہے۔ ایک تو یہ علامہ ابن عبدالہادی کے حوالہ سے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک کے پاس پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو سنتے ہیں۔ مسجد نبوی کے باقی حصہ سے نہیں سنتے اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے حوالہ سے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے ہر حصے میں پڑھے گئے صلوٰۃ وسلام کو سنتے ہیں۔ اس لئے دونوں عبارتوں میں تعارض ہے اور مولانا صفدر صاحب نے کسی ایک عبارت سے اختلاف نہیں کیا اس لئے ان کا نظریہ متعارض ہوا۔

مگر مولف موصوف کو یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ جب متعارض عبارات میں سے کسی ایک کو اختیار کر کے ترجیح دے دی جاتی ہے تو دوسری کا اعتبار ساقط ہو جاتا ہے اور اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ متعارض اقوال میں سے کسی ایک قول کو اختیار کرنے اور ترجیح دینے سے باقی اقوال کا اعتبار ساقط ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے ''شرح عقود رسم المفتی'' کا مطالعہ کیا جائے۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن عبدالہادی اور حضرت سہارنپوری کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ مگر آخر میں ان کا نتیجہ یوں بیان کیا ہے۔ ان تمام اقتباسات سے یہ امر روشن ہو گیا کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھے تو اس کو آپ خود بنفس نفیس سنتے ہیں اور دور سے فرشتے پہنچاتے ہیں۔ (تسکین الصدور ص ۳۴۶)

اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت سہارنپوری کے قول کو یہاں نہیں لیا گیا بلکہ دیگر حضرات کے قول کو ترجیح دی گئی ہے۔ جب ایک قول کو اختیار کر کے اس کو ترجیح دی گئی ہے تو اب یہ کہنا کہ کسی عبارت سے اختلاف نہیں۔ کیا یہ بالکل غلط ہے۔

اس لئے مولف موصوف خود مغالطہ کا شکار ہو کر تعارض کا بے جا الزام عائد کر رہے ہیں۔ مولف موصوف کی عبارت سے دوسری بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ وہ یوں تعارض ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ تسکین الصدور کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں سن لیتے ہیں۔ جب کہ اخفاء الذکر میں لکھا ہے کہ قریب بیٹھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سن سکتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو پوچھنا پڑتا کہ عمر تم نے کیا کہا ہے۔

یہی اعتراض جناب ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی کیا تھا تو ہم نے اس کے جواب میں لکھا کہ قبر اطہر پر سلام کو زندگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پست آواز سے کلام نہ سننے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اس لئے کہ جمہور اہل سنت کے نزدیک قبر کی حیات اگرچہ اسی جسم کے ساتھ ہوتی ہے جو دنیا میں تھا، مگر اس حیات میں روح غالب اور جسم تابع ہوتا ہے۔ اس لئے یہ دنیا کی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے اور عام مردوں کے بارہ میں راحت قبر و عذاب قبر کی صحیح روایات

کے مفہوم سے واضح ہوتا ہے کہ قبر کی حیات میں سمع و بصر کی قوتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اسی لئے تو قبر میں رکھے ہوئے جنت یا دوزخ میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ لیتے ہیں جو ان کو دکھایا جاتا ہے۔ فرشتوں کو دیکھ لیتے ہیں اور مجرم اتنے زور سے چیخیں مارتے ہیں کہ جن وانس کے علاوہ باقی جو مخلوق قبر کے آس پاس ہوتی ہے وہ اس کو سنتی ہے۔ حالانکہ اگر قبر میں زندہ آدمی کو دبا دیا جائے تو اس کی آواز باہر نہیں آتی۔ اسی طرح منوں مٹی میں دبے ہوئے ہونے کے باوجود قبر کے پاس چلنے والوں کے جوتوں کی کھنکھناہٹ مردہ سن لیتا ہے۔ جیسا کہ بخاری وغیرہ کی صحیح روایات اس بارہ میں موجود ہیں۔

جب عام مردوں کے بارہ میں صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے تو شہداء کی حیات ان سے اعلیٰ اور انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء سے بھی اعلیٰ اور آنحضرت ﷺ کی حیات ان سب سے اعلیٰ وافضل ہے تو قبر اطہر پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو دنیا کی زندگی کی حالت میں پست آواز سننے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اس کو تعارض سے تعبیر کرنا نری جہالت ہے۔

مؤلف موصوف کی دیانت

مؤلف موصوف نے بے جا طعن کرتے ہوئے لکھا کہ مولانا صاحب کی دیانت وذہانت کی داد دیں۔
(آئینہ تسکین الصدور ص ۲۲۷)

ہماری گزارش ہے کہ بفضلہ تعالیٰ تعصب سے بالا کوئی آدمی بھی مولانا صفدر صاحب کی ذہانت ودیانت کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ اس لئے مولانا صفدر صاحب کی دیانت کی داد دینے کی بجائے مؤلف موصوف کو اپنی دیانت کی فکر کرنی چاہئے۔ جنہوں نے ''صیانۃ الانسان'' کی عربی عبارتیں پیش کرنے کے باوجود ''عند غیر القبر'' کا مفہوم جان بوجھ کر چھوڑا اور پھر اخفاء الذکر کی عبارت سے بھی عبارت چھوڑ دی اور عبارت یوں نقل کی کہ آپ فرش پر پاس بیٹھے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کی آواز کو بھی نہ سنتے۔ (آئین تسکین الصدور ص ۲۲۹)

حالانکہ اصل عبارت یوں ہے کہ'' آپ فرش پر پاس بیٹھے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کی آہستہ آواز کو بھی نہ سنتے۔'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۲۹)

حالانکہ اصل عبارت یوں ہے کہ آپ فرش پر پاس بیٹھے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کی آہستہ آواز کو بھی نہیں سنتے تھے۔ (اخفاء الذکر ص ۴۱)

عبارت سے آہستہ کے الفاظ کو کسی مصلحت کی خاطر چھوڑا گیا جن لوگوں کی اپنی حالت یہ ہو ان کو مولانا صفدر صاحب کی دیانت کی داد ضرور دینی چاہئے۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۰۷</u>: {مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ آیت کا ترجمہ علامہ نیلوی صاحب نے کیا تو مولانا صفدر صاحب نے اس کو تحریف کہا۔ حالانکہ خود انہوں نے بھی وہی ترجمہ کیا ہے۔}

مؤلف موصوف لکھتے ہیں تعارض نمبر ۷ مولانا صاحب کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام اور قبور اکابر کے پاس شفاعت کی درخواست کے عقیدہ کو ''ھو لاء شفعاءنا عند اللہ'' کا مصداق قرار دینا خالص تفسیر بھی ہے اور یہ سفارش مافوق الاسباب میں بھی داخل ہے اور اس مافوق الاسباب (یعنی غائب اور مردہ سے) کو اللہ تعالیٰ نے بھی شرک کہا ہے اور دوسری طرف اسی عقیدہ کو ''ھو لاء شفعاءنا عند اللہ'' کا مصداق قرار دینا خالص تحریف بھی ہے۔ پھر آگے انہوں نے کئی صفحات پر تقریباً وہی عبارات پیش کیں جو وہ صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۸ میں پیش کر چکے ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۲۹ تا ۲۳۳)

ایسی بحث مولف موصوف نے پہلے بھی کی ہے جس کا جواب ہم میں دے چکے ہیں کہ مولف موصوف سے اپنی دیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بین القوسین عبارت میں اور مردہ سے کا اضافہ کر کے اس کا خودساختہ مفہوم نکالا ہے۔

پھر مولف موصوف کی دیدہ دلیری دیکھیں کہ اور مردہ سے کے الفاظ کا اضافہ اپنے پاس سے کیا۔ حالانکہ پیر طریقت حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان آیات کی تفسیر میں صرف غائبانہ کا اضافہ فرمایا ہے اور ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ یہاں تک ''الحمد شریف'' سے لے کر ہر سورت کا حاصل یہ ہوا کہ غیر اللہ کو غائبانہ مت پکارو کارساز غیب دان سوائے اس کے کوئی نہیں۔ (تفسیر بے نظیر ص ۱۲۴)

غائبانہ زندہ کو پکارا جائے یا مردہ کو پکارا جائے یہ مافوق الاسباب ہے۔

اور زندہ کو یا مردہ کو عبادت کے انداز میں پکارا جائے تو یہ شرک ہے۔ زندہ یا مردہ سے ایسے انداز سے مدد چاہی جائے جن کا مختار صرف اللہ تعالیٰ ہے تو یہ مافوق الاسباب ہے اور اگر زندہ کے پاس حاضر ہو کر یا مردہ کی قبر پر جا کر دعا کی درخواست کی جائے تو مولانا صفدر صاحب نے اس کو کسی بھی جگہ مافوق الاسباب نہیں کہا۔

مولف موصوف کا اپنے پاس سے الفاظ کا اضافہ کر کے مفہوم نکالنا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جانب اس کو منسوب کرنا خالص دھوکا ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ صراحت سے مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مفتی صاحب دیوبندی یہ کہتے ہیں کہ مافوق الاسباب طریق پر غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے۔ عام اس سے کہ وہ مردہ ہو یا زندہ ہو مگر دور ہو۔ (باب جنت ص ۲۲۱)

یہ عبارت مولف موصوف کے پیش نظر بھی ہے۔ مگر اس کے باوجود اس کے خلاف مفہوم کے لئے اضافہ کیا۔ اس لئے کہ مولوی صاحب موصوف نے اس سے اگلی عبارت پھر عند القبر اموات کے سماع اور عدم سماع میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے کا حوالہ آئینہ تسکین الصدور ص ۲۳۶ میں دیا ہے۔

مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھلا اس کو کیسے مافوق الاسباب اور شرک قرار دے سکتے ہیں۔ جب کہ امت کی معتمد بہ جماعت کا اس پر تعامل اور حضرات فقہاء کرام سے اس کے جواز کی صریح عبارات موجود ہیں۔ اس لئے علامہ نیلوی کا قبر کے پاس دعا کی درخواست کو ''ھولاء شفعاءنا عند اللہ'' کا مصداق بنانا خالص تحریف ہے اور مولانا صفدر صاحب کا قبور پر عبادت یا عبادت کے انداز میں تعظیم کرنے والوں کو اس کا مصداق بنانا خالص تفسیر ہے اور دونوں باتوں میں نمایاں فرق ہے۔ اس کو تعارض سے تعبیر کرنا تعارض کی تعریف و شرائط سے لاعلمی کی دلیل ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۰۸</u>: {مولف موصوف فرماتے ہیں کہ تسکین الصدور کی دو عبارتوں میں تعارض ہے۔}

مولوی شیر محمد صاحب لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۸ (تسکین الصدور ص ۱۴۷) میں تحریر فرمایا جب تک مادی اور عنصری بدن قائم ہے، روح کا تعلق اس سے وابستہ رہتا ہے۔ لیکن صرف نفسانی اور حیوانی درجہ نہ کہ بناتی حیثیت سے اور جب یہ بدن قائم نہ رہے تو پھر یہ تعلق بدن مثالی کے ساتھ قائم کر دیا جاتا ہے۔ اب اس کے بعد دوسرا صفحہ الٹیں یعنی ص ۱۴۸ اب دیکھو۔ اس کے برخلاف لکھا قبر کی راحت و عذاب کے سلسلہ میں روح کا بدن مادی اور عنصری سے باقاعدہ تعلق اور اتصال اور ربط ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کے اجزاء ریزہ ریزہ اور ذرہ ذرہ ہو کر بکھر جائیں۔ (تسکین الصدور ص ۱۴، آئینہ تسکین الصدور ص ۲۳۴)

مولف موصوف نے تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے عبارت کے ابہام سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ ورنہ تسکین الصدور میں کی گئی بحث میں واضح ہے کہ پہلی عبارت میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت کا مفہوم واضح کیا گیا

ہے اور اس نظریہ سے حضرت ؒ نے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ وہ حضرت شاہ عبدالعزیز کی عبارت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور غالباً یہ ان اقوام کے بارے میں ہوسکتا ہے۔ جن کو درندے وغیرہ کھالیں یا جن کو جلا کر راکھ کر دیا جائے۔ (گو اس راکھ کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے انسان بنا کر اس کے ساتھ روح کا تعلق قائم کرسکتا ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم کی روایت میں تصریح ہے اور اس کتاب کے ص ۱۰۴ میں مذکور ہے) (تسکین الصدور ص ۱۵۴)

جب حضرت ؒ نے بین القوسین عبارت میں اس نظریہ سے اختلاف کیا ہے تو اس کے باوجود اس کو حضرت کا نظریہ قرار دے کر دوسری عبارت سے اس کا تعارض بتانا متعصب کے علاوہ کسی اور کے شایان شان نہیں ہوسکتا۔ پھر دوسری عبارت میں ابہام تھا مگر بعد کے ایڈیشن میں اس ابہام کو دور کر کے عبارت واضح کر دی گئی اور عبارت یوں ہے۔

قارئین کرام! آپ اس مفصل اور مدلل باحوالہ بحث سے بخوبی معلوم کر چکے ہیں کہ قبر میں نکیرین کے سوال کے وقت اور اسی طرح قبر کی راحت وعذاب کے سلسلہ میں جمہور فقہاء اور متکلمین کے نزدیک روح کا بدن مادی اور عنصری سے باقاعدہ تعلق اتصال اور ربط ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کے اجزاء ریزہ ریزہ اور ذرہ ذرہ ہو کر بکھر جائیں۔ (تسکین الصدور ص ۱۵۶)

جب ایک عبارت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی ہے جس پر حضرت ؒ نے اختلافی نوٹ لکھا ہے اور دوسری عبارت جمہور فقہاء اور متکلمین کی عبارات کا خلاصہ ہے جس کی حضرت ؒ نے تائید کی ہے تو ان میں تعارض کیسا؟ اس کو وہی تعارض سے تعبیر کرے گا جو تعارض کی تعریف و شرائط سے بالکل جاہل ہو یا جان بوجھ کر دھوکہ دینے پر کمر بستہ ہو۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۰۹</u>: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ سماع الموتٰی کی دو عبارتوں میں تعارض ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور اور تعارض نمبر ۹ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ سماع الموتٰی ص ۵۵ میں مولانا صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ نفی سماع موتٰی کی ایک بھی آیت یا صحیح وصریح حدیث موجود نہیں ہے۔ اب ص ۱۷۹ نکال کر ملاحظہ فرمائیں اس میں مولانا صاحب نے لکھا کہ قرآن کریم میں ''انک لا تسمع الموتی'' اور ''و لا تسمع من فی القبور'' کے ظاہری الفاظ سے معاملہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے بظاہر سماع موتٰی کی نفی ثابت ہوتی ہے۔

پھر آگے مؤلف موصوف لکھتے ہیں۔ راقم الحروف شیر محمد کہتا ہے کہ مسئلہ اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں متفق علیہ ہے۔ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کو ظاہر پر حمل کرنا ضروری ہے اور ظاہر سے ہٹانا معتزلہ کا مسلک ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۳۴، ۲۳۵)

مؤلف موصوف نے پہلی جو عبارت سماع الموتٰی ص ۵۵ کی پیش کی ہے، اس میں حضرت ؒ نے مؤلف ندائے حق کو جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ سماع موتٰی کا اثبات صحیح اور صریح روایات سے ثابت ہے جس پر جمہور اور بقول آپ کے زنبور۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) کا عمل ہے اور نفی سماع موتٰی کی ایک بھی آیت یا صحیح وصریح حدیث موجود نہیں۔

اگر مؤلف موصوف اور ان کے رفقاء میں ہمت تھی تو کوئی صریح اور صحیح روایت پیش کرتے یا کوئی آیت پیش کرتے جس میں صراحت ہو کہ مردے نہیں سنتے۔ مگر اس جانب سے توجہ ہٹانے کے لئے اس عبارت کا دوسری عبارت سے تعارض کا الزام عائد کر دیا۔ حالانکہ ان میں قطعاً تعارض نہیں ہے۔ اس لئے کہ دوسری عبارت حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری کی ہے کہ ''انک لا تسمع الموتی'' اور ''ما انت بمسمع من فی القبور'' کے ظاہری الفاظ سے معاملہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے بظاہر سماع موتٰی کی نفی ہوتی ہے۔

اور حضرت انور شاہ صاحب کشمیری کی اسی عبارت کی ان کی ہی عبارت سے آگے وضاحت موجود ہے جو فیض الباری کے حوالہ سے نقل کر کے اس کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے۔ اس عبارت میں بھی حضرت شاہ صاحب نے

سماع موتی کی تصریح فرمائی ہے اور منکرین سماع موتی سے آیت مذکورہ پر وارد اعتراض کا مخلص طلب فرمایا ہے اور پھر علمی طور پر دلسوزی اور ہمدردی کے ساتھ نصیحت فرمائی ہے کہ نصوص کے صحیح معانی اور تفاسیر کو چھوڑ کر ان کے ظاہر سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے۔ (سماع الموتی ص ۱۸۷، ۱۸۸)

جب حضرت شاہ صاحب کشمیری نے خود اپنی عبارت کی وضاحت فرمادی ہے کہ بے شک ان آیات کے بظاہر الفاظ سے سماع موتی کی نفی ہوتی ہے مگر ان کا ظاہر معنی مراد نہیں بلکہ ان نصوص کے صحیح معانی اور تفاسیر اور ہیں۔ اس عبارت کا مفہوم واضح ہے کہ یہ آیات نفی سماع موتی میں صریح نہیں ہیں۔

تو یہ عبارت حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علامہ نیلوی کو دیئے گئے جواب کے مطابق ہے۔ اس کے مخالفین نہیں ہے کہ اس کو تعارض پیش کیا جائے۔ پھر مؤلف موصوف نے آگے جو یہ لکھا کہ نصوص قرآنیہ کو ظاہر پر رکھنا اہل سنت والجماعت کا اور ظاہر سے ہٹانا معتزلہ کا مسلک ہے تو یہ مؤلف موصوف کی جانب سے چھوٹا منہ اور بڑی بات والا معاملہ ہے کہ وہ اس سے حضرت انور شاہ صاحب کشمیری پر چوٹ کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ یہ بات مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری کی عبارت کا ترجمہ بتایا ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ اور معتزلہ کے مسلک کو اور جو عبارات شرح عقائد جلالی اور نظم الفرائد وغیرہ کی مؤلف موصوف نے نقل کی ہیں۔ ان کو علامہ انور شاہ صاحب کشمیری مؤلف موصوف اور ان کے رفقاء کی بہ نسبت زیادہ جانتے تھے اور اہل السنت والجماعت کے مسلک کی ترجمانی کا جذبہ بھی ان میں ان حضرات سے ہزار ہا درجہ زیادہ تھا۔

اور اس بحث میں مؤلف موصوف نے سماع الموتی میں ایک آیت کے بارہ میں کتابت کی غلطی کی جانب توجہ دلائی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز! آئندہ طباعت میں اس کی اصلاح کر لی جائے گی اور ہم نے بھی نشاندہی کی ہے کہ انہوں نے بھی آیت درست نقل نہیں کی۔ لہٰذا وہ بھی درست کر لیں۔

دھوکہ نمبر ۱۱۰: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ تسکین الصدور کی دو عبارتوں میں تعارض ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۱۰ (تسکین الصدور ص ۱۵۴) میں لکھا ہے۔ فرشتوں کو جواب دینا ایک فعل اختیاری ہے اور بدون روح کے اس کا تصور نہیں ہو سکتا۔ آگے شرح فقہ اکبر کی عبارت ہے۔ پھر اس سے آگے ۱۷۹ پر اس کے خلاف لکھا چنانچہ فرمایا۔ زندہ سے مراد اس مقام میں وہ زندہ نہیں جس میں روح داخل ہو اور اس سے اختیاری طور پر افعال سرزد ہوں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۳۵، ۲۳۶)

مؤلف موصوف نے اپنی دیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا کہ آگے شرح فقہ اکبر کی عبارت ہے۔ حالانکہ جو حصہ پہلے مذکور ہے وہ بھی شرح فقہ اکبر ہی کی عبارت ہے۔ مؤلف موصوف نے عبارت کا یہ انداز کیوں بدلا۔ اس کی وضاحت وہ خود یا ان کے جانشین ہی کر سکتے ہیں۔

پھر مؤلف موصوف نے دونوں عبارتوں کے مفہوم پر غور کئے بغیر اعتراض کر دیا۔ حالانکہ دونوں عبارتوں کا مفہوم ایک ہی جیسا ہے۔ پہلی عبارت سے واضح ہے کہ جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ قبر میں مردہ فرشتوں کے سوالات کے جواب دیتا ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ قبر میں جسم بلا روح جماد کی طرح نہیں ہے۔ اس لئے کہ جماد سے افعال اختیاریہ صادر نہیں ہوتے اور سوال کا جواب دینا فعل اختیاری ہے۔ اس لئے قبر میں جسم جماد نہیں ہے اور دوسری عبارت جو علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی کی ہے اس کا بھی یہی مفہوم ہے کہ قبر میں جسم جماد نہیں۔

جب دونوں عبارتوں کا مفہوم ایک ہی جیسا ہے تو تعارض کیسا؟

باقی رہا یہ اعتراض کہ پہلی عبارت میں سوال کے جواب کو فعل اختیاری ماننے کے باوجود مردہ کے لئے اس کا ثبوت ہے اور دوسری عبارت میں افعال اختیاریہ کی مردہ سے نفی کی گئی ہے تو یہ بھی مؤلف موصوف کی بے توجہی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی عبارت میں ''الافعال الاختیاریہ'' کہا گیا ہے اور جمع پر الف لام داخل کیا گیا ہے۔ جس سے واضح ہے کہ تمام افعال اختیاریہ اس سے سرزد نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے الافعال الاختاریہ کی تعبیر یوں کی گئی ہے۔ یعنی حیات فی القبر۔ کے لئے افعال اختیاریہ کا سرزد ہونا ضروری نہیں۔ جیسا کہ اس جہان کی زندگی میں وہ اس سے صادر ہوتے تھے۔ (تسکین الصدور ص ۱۸۸)

جب دونوں عبارتوں کا مفہوم بھی ایک جیسا ہے اور ایک جگہ فعل اختیاری کا جزوی طور پر ثبوت اور دوسری جگہ افعال اختیاریہ کا اس جہان کی زندگی جیسا ہونے کے نفی تو تعارض کیسا؟ اس کو تعارض سے وہی تعبیر کرے گا جو تعارض کی تعریف وشرائط سے ناواقف ہو یا جان بوجھ کر دھوکہ دینا چاہتا ہو۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۱۱</u>: {مؤلف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ سماع الموتی کی دو عبارتوں میں تعارض ہے۔}

مولوی شیر محمد صاحب لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۱۱ (سماع الموتی ص ۶۱) میں مولانا تحریر فرماتے ہیں۔ سماع موتی کے مسئلہ میں اماموں میں سے کسی کا کوئی اختلاف نہیں جنہوں نے اس کے خلاف کہا ان کی بات غلط ہے۔ اب آگے صفحہ ۸۱ کا لیں وہاں لکھا اور جو حضرات سماع موتی کا انکار کرتے ہیں ان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں۔ ''انک لا تسمع الموتی'' تو مولانا محترم کے نزدیک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات غلط ہے اور نہ یہ امام ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۳۶)

یہاں بھی مؤلف موصوف نے تعارض کی تعریف وشرائط کو نظر انداز کرتے ہوئے تعارض کا دعویٰ کیا ہے۔ ورنہ درحقیقت کوئی تعارض نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس مسئلہ کے بارہ میں جو اقوال مثبت ومنفی ہر پہلو کے لحاظ سے حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر تھے، ان کو نقل کیا ہے اور مختلف علماء کی اس بارہ میں مختلف آراء کا ذکر کیا ہے۔

مؤلف موصوف نے جو پہلی عبارت پیش کی ہے وہ حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور دوسری عبارت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ ہر ایک نے اپنی تحقیق کے مطابق لکھا ہے۔ جب دونوں عبارتوں کے قائلین مختلف ہیں تو تعارض کیسا؟

باقی رہی یہ بات کہ مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں عبارتوں کو ذکر کیا ہے تو جب ان میں سے ایک قول کو اختیار کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح دے دی ہے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ بھی اس بارہ میں متعارض نہیں کہا جا سکتا۔

اگر تعصب کی پٹی آنکھوں سے ہٹا کر کوئی دیکھے تو اس کو سماع الموتی کے اندرونی ٹائٹل صفحہ میں ہی یہ عبارت واضح نظر آئے گی اور یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ حضرات ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام اور خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سماع الموتی کے منکر نہیں بلکہ مقر ہیں اور ان کی طرف عدم سماع الموتی کی جو روایتیں منسوب کی جاتی ہیں وہ سب شاذ اور غیر معتبر ہیں۔

اس عبارت میں کوئی ابہام اور اخفاء نہیں بلکہ اس بات کی وضاحت ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب عدم سماع الموتی کی روایات شاذ ہیں اور اسی نظریہ کو حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

نے اجاگر کیا ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ انہوں نے حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں پائے جانے والے مفہوم کو ترجیح دی ہے۔ اتنی واضح صورتحال کے باوجود تعارض سے تعبیر کرنا صرف متعصب ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

پھر مولف موصوف کا یہ کہنا کہ مولانا محترم کے نزدیک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات غلط ہے تو یہ کہنا بھی باطل ہے۔ اس لئے کہ یہ عبارت حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے تو دیانت کا تقاضہ یہ تھا کہ جو نتیجہ مولف موصوف نے اپنی سوچ کے مطابق نکالا ہے۔ اس کی نسبت حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کرتے۔

پھر مولف موصوف نے نتیجہ بھی غلط نکالا اس لئے کہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے کسی بھی امام کی جانب عدم سماع الموتی کی نسبت کی ہے ان کا نسبت کرنا غلط ہے۔ انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا غلط بات تو بالکل واضح تھی۔ مگر تعصب نے مولف موصوف کو بہت دور جا پھینکا۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۱۲</u>: {مولف موصوف فرماتے ہیں کہ سماع الموتی کی دو عبارتوں میں تعارض ہے۔}

مولوی شیر محمد صاحب لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۱۲ (سماع الموتی ص ۱۶۱) میں تحریر فرمایا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۹۷ھ بانی دار العلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں کہ سماع اموات کے قصہ میں اوّل تو یہ معروض ہے کہ امر قدیم سے مختلف فیہ ہے۔ دوسرے ضروریات دینی عقائد ضروریہ میں سے نہیں۔ اب اس سے آگے صفحہ ۲۲۴ نکال کر دیکھیں۔ وہاں تحریر فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے مسئلہ کو ضروریات دین کے مسائل میں شمار کرتے ہیں۔

اس موقعہ پر مولانا کا وہ قاعدہ پیش نظر رہے جو آپ نے (تفریح الخواطر ص ۲۹) میں لکھا کہ جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔ مولانا اپنے اس قاعدہ کے مطابق سماع موتی کو ضروریات دین کے مسائل میں بھی شمار کرتے ہیں اور ضروریات دینی اور عقائد ضروریہ میں سے بھی شمار نہیں کرتے۔ کیونکہ مولانا صاحب نے دونوں حضرات کی عبارت کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کیا۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۳۶، ۲۳۷)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نانوتوی اور علامہ ابن تیمیہ کی عبارات ضرور پیش کی ہیں۔ مگر علامہ ابن تیمیہ کی عبارت نقل کر کے خصوصیت سے اس نظریہ کو ان کی جانب ہی منسوب کیا ہے۔ جیسا کہ ان کی عبارت کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن تیمیہ سماع موتی کے مسئلہ کو ضروریات دین میں شمار کرتے ہیں۔ جب کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا نظریہ اس بارہ میں وہ ہے جو انہوں نے سماع موتی کے اندرونی ٹائٹل صفحہ پر فرمایا ہے اور اس میں ثابت کیا گیا ہے۔ جمہور امت عند القبور سماع الموتی کی قائل ہے اور حضرات فقہاء احناف کا معتد بہ طبقہ اور اکابر علماء دیوبند کی اکثریت سماع الموتی کی قائل ہے۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ کو مختلف فیہ سمجھتے ہیں اور پھر (ص ۱۳، ۱۴) میں فرمایا کہ سماع الموتی کا مسئلہ فروعی مسائل میں سے ہے اور وضاحت کی ہے کہ یہ بنیادی عقائد اور حلال وحرام کے احکام سے نہیں ہے۔ (سماع الموتی ص ۲۲۶)

جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ سماع الموتی کو مختلف فیہ اور فروعی مسائل میں سے بیان کیا ہے تو اس کے باوجود

کہنا کہ حضرت نے دونوں عبارتوں میں کسی حصہ سے اختلاف نہیں کیا۔ ایسی بات صرف وہی کہہ سکتا ہے جس نے حقیقت جاننے اور حقیقت بتانے سے آنکھیں بند کر رکھی ہوں۔

دھوکہ نمبر ۱۱۳: {مولف موصوف فرماتے ہیں کہ سماع الموتی کی دو عبارتوں میں تعارض ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۱۳ (سماع الموتی ص ۲۸) پر مولانا تحریر فرماتے ہیں۔ مردہ اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے احوال کو جانتا ہے جو ان کو دنیا میں پیش آتے ہیں اور یہ حالات اس پر پیش کئے جاتے ہیں اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ دیکھتا بھی ہے اور جو کچھ اس کے پاس کیا جاتا ہے، اس کو بھی جانتا ہے۔ اگر وہ کارروائی اچھی ہو تو اس سے وہ خوش ہوتا ہے اور اگر وہ بری ہو تو اس کو اس سے رنج پہنچتا ہے۔ اب اس سے آگے ص ۲۵ نکال کر دیکھیں۔ وہاں تحریر فرماتے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی قبر پر چپکے سے آکر سجدہ کرتا ہے یا قبر پر نذر و نیاز ہی آکر رکھ دیتا ہے تو بزرگوں کو اس کی کیا خبر ہے۔

اب ناظرین بتائیں کہ مولانا کا نظریہ کیا سمجھے؟ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۳۷)

یہی اعتراض غیر مقلد عالم جناب ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی کیا ان کو ہم نے جو جواب دیا تھا اسی کو کچھ تبدیلی کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔

معترض نے اپنی دیانت کا یہاں جو خون کیا ہے اس کی مثال وہ اپنے طبقہ میں سے تو یقیناً پیش کر سکیں گے۔ مگر جن لوگوں کے ہاں دیانت متاع عزیز سرمایہ ہے ان میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ معترض نے علامہ بعلی کے حوالہ کا کچھ حصہ سماع الموتی ص ۲۸ سے نقل کیا۔ مگر اس عبارت کے بارہ میں حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا نظریہ اور اس عبارت کی جو توجیہ بیان کی ہے اس کو معترض نے بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے تین صفحے بعد ہی اپنا نظریہ یوں لکھا کہ اگر ہماری توجیہ پسند آئے تو اس کو قبول کر لیں۔ وہ یہ کہ ان عبارات میں رؤیت سے مراد رؤیت بصری نہیں بلکہ رؤیت قلبی مراد ہے۔ جس کو علمی بھی کہتے ہیں۔ پھر سماع الموتی میں آگے لکھا ہے اور حضرات فقہاء کرام کی ان عبارات میں رویت سے جاننا مراد ہے کہ جب کوئی زندہ شخص قبر کے پاس جا کر سلام وکلام کرتا ہے تو مردے اس کو آواز اور لب ولہجہ سے پہچان لیتے ہیں۔ جیسا کہ نابینا حضرات لوگوں کو آواز سے پہچانتے ہیں۔ (سماع الموتی ص ۳۱، ۲۵۵) کی عبارت میں ہے کہ اگر کوئی شخص چپکے سے سجدہ کرتا یا خاموشی سے قبر کا طواف کر جاتا ہے تو مردہ کو اس کی کیا خبر ہے۔

اتنی وضاحت کے باوجود اگر کوئی (سماع الموتی ص ۲۸) کی علامہ بعلی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو (ص ۲۵۵) کی عبارت کے ساتھ تعارض کے طور پر پیش کرتا ہے تو وہ یقیناً تعارض کی تعریف سے بالکل جاہل یا سراسر دھوکہ دینے کے چکر میں ہے۔

دھوکہ نمبر ۱۱۴: {مولف موصوف فرماتے ہیں کہ تسکین الصدور اور سماع الموتی کی عبارات میں تعارض ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۱۴ (تسکین الصدور ص ۳۸۴) میں مولانا صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم وغیرہ وہ بزرگ ہیں کہ اگر کسی بات سے شرک کا ادنیٰ ترین وہم بھی پیدا ہوتا ہے تو وہ اس کا سد باب کرتے ہیں اور اس کے خلاف محاذ قائم کر دیتے ہیں۔ مگر سماع موتی کا مسئلہ اتنا صاف ہے اور بے غبار ہے کہ یہ بزرگ اس کے پرزور حامی ہیں۔ پھر مولف موصوف آگے لکھتے ہیں۔ اب سماع الموتی اٹھایئے اور اس کا (ص ۱۲۸) ملاحظہ فرمایئے جہاں لکھتے ہیں کہ باقی رہے حافظ ابن تیمیہ علامہ ابن عبد الہادی اور امام ابن رجب وغیرہ حضرات تو ایک تو یہ متاخرین میں شامل ہیں، ان کا قول حجت نہیں۔ پھر اس مسئلہ میں یہ فریق ہیں۔ لہٰذا مجوزین کے نزدیک ان کی بات حجت نہیں۔

وضاحت: مولانا صاحب یہاں تو مذکور بالا حضرات کے قول کو حجت نہیں مانتے اور تسکین الصدور میں ان کے قول کو حجت قرار دیا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ توسل استشفاع عند القبور اگر حق ہوتا تو حافظ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم علامہ ابن عبدالہادی حافظ ابن رجب اور امام بدرالدین بعلی اور علامہ آلوسی وغیرہ اس کو شرک سے تعبیر نہ فرماتے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۸، ۲۴۹)

مولف موصوف نے جن دو عبارتوں کو متعارض کہا ہے ان میں قطعاً کوئی تعارض نہیں ہے۔ اس لئے کہ پہلی عبارت میں ہے کہ سماع الموتی کا مسئلہ اتنا صاف ہے اور بے غبار ہے کہ شرک کے مقابلہ میں باقی حضرات کی بہ نسبت سخت رویہ رکھنے والے علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم جیسے حضرات کو بھی وہم نہیں ہوا۔ اسی لئے انہوں نے اس کو حق قرار دیا ہے اور دوسری عبارت میں ہے کہ استشفاع عند القبر کو انہوں نے ذریعہ شرک کہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس معاملہ میں ان کو شرک کا وہم پیدا ہوا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ جس کو علامہ ابن تیمیہ وغیرہ حق کہیں وہ حق ہے اور جس کو وہ شرک قرار دیں وہ شرک ہے۔ جیسا کہ مولف موصوف نے نتیجہ اخذ کر کے اعتراض کیا ہے۔ پھر مولف موصوف کا یہ کہنا کہ تسکین الصدور میں ان کے قول کو حجت مانتے ہیں اور سماع الموتی میں حجت نہیں مانتے تو اس کی وضاحت بھی خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں موجود ہے۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں ''باقی رہے حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن القیم، علامہ ابن الہادی اور امام ابن رجب رحمہم اللہ وغیرہ حضرات تو ایک تو یہ متاخرین میں شامل ہیں۔ ان کا قول بلا دلیل حجت نہیں ہے۔'' (سماع الموتی ص ۱۲۸)

جب حضرت نے یہ فرمایا ہے کہ ان کا قول بلا دلیل حجت نہیں ہے تو جہاں ان کا قول بلا دلیل ہے وہاں حجت نہیں۔ جیسا کہ استشفاع عند القبر کے مسئلہ میں اور جہاں ان کا قول دلیل کے ساتھ ہے تو وہاں حجت ہے۔ جیسا کہ سماع الموتی کے مسئلہ میں۔ ان دونوں باتوں میں کسی اہل علم کے ہاں تو تعارض نہیں۔ البتہ متعصب کا معاملہ اس سے جدا ہے۔

دھوکہ نمبر ۱۱۵: {مولف موصوف فرماتے ہیں کہ سماع الموتی اور راہ سنت کی عبارات میں تعارض ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۱۵ پھر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے (سماع الموتی ص ۲۲۵) میں امام عقیلی کے حوالہ سے نقل کردہ حدیث کو دلیل بنایا ہے۔ حالانکہ انہوں نے (راہ سنت ص ۲۱۸) میں لکھا ہے کہ امام سیوطی جامع کبیر میں لکھتے ہیں کہ جو روایت عقیلی اور ابن عدی اور خطیب بغدادی اور ابن عساکر حکیم ترمذی اور ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت کا ذکر کیا، کی طرف منسوب ہو تو وہ ضعیف ہوگی۔ ان کی طرف نسبت کر دینا ہی ان کے ضعف کے لئے کافی ہے۔ الگ بیان کی حاجت نہیں ہے۔

پھر آگے مولف موصوف لکھتے ہیں۔ اب مولانا صاحب خود ہی انصاف فرمائیں کہ آپ ہی ان کتابوں پر جرح کرتے ہیں اور خود ہی ان کتابوں سے دلائل لاتے ہیں اور لوگوں کو کہتے ہیں کہ یہ وہ کتابیں ہیں جن سے جملہ اہل بدعت خصوصاً خان صاحب بریلی اپنے سب مسائل ثابت کرتے ہیں۔ کیا آپ بھی انہی کے زمرہ میں تو داخل نہیں ہو گئے؟ یا آپ کے لئے استثناء ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۳۹، ۲۴۰)

اگر مولف موصوف نے دیانت کو خیرباد کہہ دیا ہے تو دیگر حضرات راہ سنت اور سماع الموتی کی اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں تو معاملہ بالکل نکھر کر سامنے آجائے گا۔ سماع الموتی میں امام عقیلی کے حوالہ سے روایت نقل

کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بعض حضرات نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کی سند میں ''محمد بن اشعث'' ہے جو مجہول ہے اور امام عقیلی نے کہا کہ اس کی حدیث محفوظ نہیں ہے۔ (لسان ج ۵ ص ۸۴) بجا ہے مگر دیگر صحیح روایات اور امت کا تعامل اس سے استدلال کا مؤید ہے اور یہ اس قدر کمزور نہیں کہ اس کو سرے سے نظر انداز کر دیا جائے اور جس مسئلہ کے اثبات کے لئے یہ حدیث پیش کی جاتی ہے وہ خود اختلافی مسئلہ ہے اور بنیادی عقائد اور حلال وحرام کے احکام سے نہیں ہے۔ (سماع الموتی ص ۲۲۶)

اس عبارت سے واضح ہے کہ اس روایت پر نظریہ کا مدار نہیں رکھا بلکہ اس کو تائید کے لئے پیش کیا ہے اور چونکہ مسئلہ بھی بنیادی عقائد اور حلال وحرام کے احکام میں سے نہیں۔ اس لئے ایسے معاملہ میں اس کا اعتبار کیا جا سکتا ہے اور راہ سنت میں امام سیوطی کا حوالہ نقل کرنے کے بعد وضاحت کی گئی ہے جس کو مؤلف موصوف نے اپنے خودساختہ مفہوم میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ اگر ان کتابوں میں کوئی روایت باسند ہو اور سند بھی متصل ہو اور راوی بھی تمام ثقہ ہوں اور شذوذ وعلت قادحہ سے بھی محفوظ ہو تو الگ بات ہے۔ ورنہ ان کی طرف کسی روایت کو منسوب کر دینا اس کے ضعیف اور کمزور ہونے کی دلیل ہے اور یہی وہ کتابیں ہیں کہ جن سے جملہ اہل بدعت اور خصوصاً خان صاحب بریلی اپنے سب مسائل ثابت کرتے ہیں۔ (راہ سنت ص ۲۳۳)

سماع الموتی میں روایت کو کمزور تسلیم کیا ہے مگر حضرات محدثین کرام اور فقہاء کے قاعدہ کے مطابق کہ اختلافی مسائل میں اور ایسے مسائل میں جو بنیادی عقائد اور حلال وحرام کے زمرہ میں سے نہ ہوں ان میں ضعیف روایت کو دلیل بنایا جا سکتا۔ خصوصاً جب کہ دیگر صحیح روایات اس کی مؤید ہوں۔ جیسا کہ علامہ نیموی لکھتے ہیں: ''الضعیف یصلح للتقویة'' (تعلیق الحسن علی آثار السنن ج ۲ ص ۴۸) کہ ضعیف روایت تقویب کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یعنی اس سے تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔

جب راہ سنت میں امام عقیلی کی غیر ثقہ راویوں کی روایت کو کمزور وضعیف کہا گیا ہے اور سماع الموتی میں بھی راوی پر جرح کی وجہ سے اس روایت کو کمزور کہا گیا ہے تو دونوں عبارتوں میں تعارض کیسا؟

راہ سنت میں علی الاطلاق ان کتابوں میں مذکور روایات کو رد نہیں کیا گیا تو ان کتابوں سے روایات لینے کو اس سے متعارض قرار دیا جائے۔ جب تعارض کی کوئی صورت بھی نہیں بنتی تو مؤلف موصوف کا ان عبارات کو تعارض کی صورت میں پیش کرنا تعارض کی تعریف سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

پھر مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ کیا آپ بھی انہی (اہل بدعت۔ قارن) کے زمرہ میں تو داخل نہیں ہو گئے؟ تو عرض ہے کہ اہل بدعت تو اپنے سب مسائل ان ہی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں جب کہ مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو مسائل بیان کئے ہیں ان کا مدار ان کتابوں پر نہیں بلکہ قرآن کریم وصحیح احادیث واقوال صحابہ کرام، فقہاء کرام پر ہے۔ اس لئے مولف موصوف کا مولانا صفدر صاحب کو اہل بدعت کے زمرہ میں شمار کرانے کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ البتہ مولف موصوف کو اپنی فکر کرنی چاہئے کہ انہوں نے اور ان کے طبقہ نے دوسروں کی عبارات میں قطع وبرید اور عبارات کے خودساختہ مفہوم نکال کر اپنے مقاصد حاصل کرنے کا انداز جو اہل بدعت سے لیا ہے کیا وہ اس میں اہل بدعت کے مقلد تو نہیں ہو گئے۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۱۶</u>: {مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ سماع الموتی کی دو عبارتوں میں تعارض ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۱۶ (سماع الموتی ص ۲۹۸) میں مولانا صاحب تحریر

فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا نام لینے والا کوئی بھی شخص سماع موتی کا منکر نہیں۔ اب ذرا پیچھے ورق الٹتے جائیں اور ص ۸۱ نکالیں جہاں مولانا صاحب لکھتے ہیں اور جو حضرات سماع موتی کا انکار کرتے ہیں ان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اب مولانا صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے سماع موتی کا انکار کیا ہے اسلام کا نام لینے والے نہیں ہے۔

(آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۰، ۲۴۱)

(سماع موتی ص ۸۱) کی جس عبارت کا حوالہ مؤلف موصوف نے دیا ہے وہ عبارت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے جس کی بحث پہلے ہو چکی ہے اور (ص ۲۹۸) کی جو عبارت ہے وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحقیق کے بعد فرمائی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے عدم سماع والے نظریہ سے رجوع کر لیا تھا۔ (سماع الموتی ص ۲۸۹ تا ۲۹۴)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت نقل کی جس میں ہے کہ جو شخص بھی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا وہ جب بھی اسے سلام کہتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب ہے۔ (سماع الموتی ص ۲۹۸)

اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ تحقیقی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے منکر نہیں۔ (سماع موتی ص ۱۸۳)

اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے عمدۃ الرعایہ کے حوالہ سے لکھا کہ ہمارے ائمہ (حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ) تو نفی سماع موتی وغیرہ امور سے بالکل بری ہیں۔ (سماع موتی ص ۲۹۲)

ان عبارات سے واضح ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ منکرین سماع موتی میں شامل ہی نہیں۔ مگر مؤلف موصوف دیانت وامانت کی تمام حدوں کو پھلانگتے ہوئے کسی دیدہ دلیری سے مولانا صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ شخصیات اسلام کا نام لینے والے نہیں تھیں۔ تف ہے مسلک کی ایسی پاسداری پر جو آدمی کو حقیقت تسلیم کرنے سے روک دے اور بے تکی ہانکنے پر مجبور کر دے۔

اعتراض کی کوئی بات تو نہ تھی مگر پھر بھی سماع الموتی طبع اوّل کے بعد کے ایڈیشن میں ص ۲۹۸ والی عبارت بدل دی گئی ہے اور اب عبارت یوں ہے۔ ''بقول علامہ حقانی ان میں عدم سماع کا اشارہ تک نہیں ہے۔ مگر یہ ظلم ہے کہ اب جو حضرات سماع موتی کے منکر ہیں وہ اس آیت سے اپنے استدلال کو نص قطعی سمجھتے ہیں اور مجوزین سماع موتی کی تکفیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ اسی کتاب میں باحوالہ نیلوی صاحب کی عبارتیں عرض کر دی گئی ہیں۔'' (سماع الموتی ص ۲۹۸)

<u>دھوکہ نمبر ۱۱۷</u>: {مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ تسکین الصدور کی دو عبارتوں میں تعارض ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۱۷ (تسکین الصدور ص ۱۴۰) میں تحریر فرماتے ہیں۔ جب تک بدن رہتا ہے روح کا بدن عنصری کے ساتھ تعلق اور ربط بھی باقی رہتا ہے اور جلانے کی صورت میں چونکہ بدن کے اجزاء متفرق ہو جاتے ہیں اس لئے روح کا تعلق بھی اس بدن سے کلیۃً منقطع ہو جاتا ہے۔ اب ذرا پیچھے چند اوراق الٹیے (ص ۱۲۷) ملاحظہ فرمایئے جہاں مولانا نے لکھا ہے کہ روح کا اس بدن سے تعلق رہتا ہے جو عنصری ہے۔

کیونکہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ وہی ہوتا ہے اور یہ تعلق بدستور ہمیشہ رہتا ہے۔ اگرچہ جسم عنصری ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ ہو جائے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۱)

یہی اعتراض مؤلف موصوف نے تعارض نمبر ۸ میں بھی کیا ہے۔ جس کا جواب دے دیا گیا۔ اب صرف عبارت بدلی ہوئی ورنہ اعتراض وہی ہے۔ اس لئے اس کا جواب بھی اسی جواب کے ضمن میں دیکھ لینا چاہیئے۔

دھوکہ نمبر ۱۱۸: {مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ تسکین الصدور کی دو عبارتوں میں تعارض ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۱۸ (تسکین الصدور ص ۱۲۷) میں ہے۔ مگر روح کے جسم کی طرف اعادہ کی وجہ سے حیات کاملہ اور مطلقہ حاصل ہو جاتی ہے جیسے مقتول بنی اسرائیل کو حاصل ہوئی تھی۔

اب ذرا آگے ورق الٹیے (ص ۱۳۴) نکالئے جہاں لکھا ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ قبر میں مردہ کو مطلق اور کامل حیات حاصل نہیں ہوتی جیسی حیات موت سے پہلے اس کو حاصل ہوتی ہے جس سے عذاب وکلفت کا احساس ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نہ تو اس حیات کا احساس کر سکتے ہیں اور نہ اس کی پوری حقیقت کا ادراک کر سکتے ہیں۔

(آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۱، ۲۴۲)

ہم نے پہلے لکھا کہ مؤلف موصوف سرائیکی علاقہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے اردو ادب کی باریکیوں سے ناواقف ہیں یا تو انہوں نے یہاں بھی اسی ناواقفیت کی وجہ سے ایسا کیا ہے یا جان بوجھ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ عبارت کو سیاق سے کاٹ کر ذکر کیا۔ اردو ادب میں مگر کا استعمال دو جملوں کے درمیان یا ایک ہی جملہ کے درمیان کیا جاتا ہے اور اس کا مفہوم مگر سے آگے اور پیچھے دونوں عبارتوں کو ملحوظ رکھ کر ہی واضح ہوتا ہے۔ اس لئے مگر سے آگے کی عبارت ذکر کرنا اور پیچھے کی عبارت کو چھوڑ دینا یا تو اردو ادب سے ناواقفیت ہے یا جان بوجھ کر دھوکہ دہی ہے۔ تسکین الصدور کی اصل عبارت جو علامہ ابن حزم ظاہری کے جواب میں علامہ ابن القیم کی عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھی گئی وہ یوں ہے اور ان کی اس عبارت میں پہلے جواب سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ سوال نکیرین کے وقت گو عارضی سہی مگر روح کے جسم کی طرف اعادہ کی وجہ سے حیات کاملہ اور مطلقہ حاصل ہو جاتی ہے جیسے مقتول بنی اسرائیل کو حاصل ہوئی تھی۔ (تسکین الصدور طبع ۱۲ ص ۱۳۵)

اور دوسری عبارت جو مؤلف موصوف نے (تسکین الصدور ص ۱۳۴) سے نقل کی ہے اس میں بھی اپنی دیانت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے درمیان سے عبارت اڑا دی۔ تاکہ اپنے مطلب کا مفہوم واضح کر سکیں۔ تسکین الصدور کی اصل عبارت یوں ہے۔ ''اس سے بھی معلوم ہوا کہ قبر میں مردہ کو مطلق اور کامل حیات حاصل نہیں ہوتی۔ جیسی حیات موت سے پہلے اس کو دنیا میں حاصل تھی۔ بلکہ اس انداز کی حیات اس کو حاصل ہوتی ہے جس سے عذاب وکلفت کا احساس ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نہ تو اس حیات کا احساس کر سکتے ہیں اور نہ اس کی پوری حقیقت کا ادراک کر سکتے ہیں۔'' (تسکین الصدور ص ۱۴۲)

مؤلف موصوف نے خط کشیدہ ساری عبارت چھوڑ دی۔ پھر ان دو عبارتوں میں تعارض کا دعویٰ بھی باطل ہے۔ اس لئے کہ پہلی عبارت میں علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مفہوم واضح کیا گیا ہے۔ جب کہ دوسری عبارت میں ''امام قاسم بن قطلو بغا الحنفی رحمۃ اللہ علیہ'' کی عبارت کا مفہوم واضح کیا گیا ہے۔

اوران دونوں عبارتوں میں سے علامہ ابن القیم کی عبارت کے ساتھ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے۔ جیسا کہ اس بحث کے آخر میں فرمایا۔ ہاں بعض حضرات کا یہ نظریہ بھی ہے کہ نکیرین کے سوال کے وقت روح بدن میں لوٹائی جاتی ہے۔ پھر بلا تکلیف نکال لی جاتی ہے۔ لیکن مع ہذا میت میں ایسا ادراک وشعور باقی رہتا ہے کہ جب بھی کوئی اس کی زیارت کو آتا ہے تو وہ اس کو (اس کے سلام وکلام کے لب ولہجہ سے) پہچان لیتی ہے۔ (تسکین الصدور ص۱۵۶)

اس عبارت میں واضح ہے کہ نکیرین کے سوال کے وقت روح کا بدن میں اعادہ کا نظریہ بعض حضرات کا ہے، جمہور کا نہیں ہے۔ جب کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ وہی ہے جو جمہور کا ہے۔ جس کی وضاحت انہوں نے اسی صفحہ میں یوں فرمائی۔

قارئین کرام! آپ اس مفصل اور مدلل باحوالہ بحث سے بخوبی یہ معلوم کر چکے ہیں کہ قبر میں نکیرین کے سوال کے وقت اور اسی طرح قبر کی راحت وعذاب کے سلسلہ میں جمہور فقہاء اور متکلمین کے نزدیک روح کا بدن مادی اور عنصری سے باقاعدہ تعلق اتصال اور ربط ہوتا ہے، اگرچہ اس کے اجزاء ریزہ ریزہ اور ذرہ ذرہ ہو کر بکھر جائیں۔ (تسکین الصدور ص۱۵۶)

جب دونوں عبارتیں دو مختلف حضرات کی ہیں تو تعارض کیسا؟ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے ایک کی تائید اور دوسری عبارت سے اختلاف کیا ہے تو ان کے نظریہ میں تعارض کیسا؟ اس کو تعارض سے تعبیر کرنا بالکل باطل ہے۔

دھوکہ نمبر ۱۱۹: {مؤلف موصوف سماع الموتی اور راہ ہدایت کی عبارتوں میں تعارض کا دعویٰ کرتے ہیں۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۱۹ (سماع الموتی ص ۱۳۷) میں لکھا ہے کہ عقلندوں کی جماعت ان کو محقق فاضل اور مبتدع قرار دیتی ہے۔ (پھر آگے لکھا اسی صفحہ پر کہ) ہمارا مقصد ان حوالوں سے حافظ ابن تیمیہ کی توہین وتنقیص نہیں ہے۔ اب راہ ہدایت اٹھایئے اور ص ۱۴۸ نکالئے جہاں مولانا صاحب نے تحریر کیا۔

(نوٹ) اکثر اہل بدعت شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۲۸ھ اور حافظ ابن القیم کی رفیع شان میں بہت ہی گستاخی کرتے ہیں۔ مگر حضرت ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں بزرگوں کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ دونوں اہل السنت والجماعۃ کے اکابر میں اور اس امت کے اولیاء میں تھے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۲)

مؤلف موصوف نے لکھا کہ اب راہ ہدایت اٹھایئے اور صفحہ ۱۴۷ نکالئے۔ حالانکہ یہ عبارت راہ ہدایت میں ہے ہی نہیں بلکہ یہ عبارت راہ سنت ص ۱۸۷ میں ہے۔ اسی قسم کا اعتراض غیر مقلد عالم جناب ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی کیا تھا تو اس کا جواب میں ہم نے ان کے سوال کے مطابق دے دیا تھا۔ یہاں صرف سوال میں معمولی انداز بدلا گیا ہے۔ اس لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ معترض کا یہ کہنا کہ مولانا صاحب نے ایک جانب یہ کہا ہے کہ اہل بدعت حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم کی رفیع شان میں بہت گستاخی کرتے ہیں اور دوسری جانب ان کی تنقیص کرتے ہوئے کہا کہ عقلندوں کی جماعت ان کو محقق فاضل مبتدع قرار دیتی ہے۔

اگر کوئی آدمی تصنیف وتالیف کے طریق کار سے واقف ہو خصوصاً ایسی تصنیف جو کسی مخالف کے ساتھ مباحثہ کی صورت میں ہو تو وہ بخوبی جان سکتا ہے کہ راہ سنت کی عبارت ایک خاص مقصد کے لئے لائی گئی وہ یہ کہ جب علامہ ابن القیم اور علامہ ابن تیمیہ کے حوالے ایک مسئلہ میں دیئے گئے تو کوئی اعتراض کر سکتا تھا کہ جس طبقہ کے خلاف یہ حوالے دیئے جا رہے ہیں وہ تو علامہ ابن القیم اور علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایسا اختلاف رکھتے ہیں کہ ان کی کوئی بات ماننا تو درکنار ان کی علمی

حیثیت بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ ان کی شان میں بہت ہی گستاخیاں کرتے ہیں تو ان کے خلاف ان حضرات کے حوالے کیوں دیئے گئے تو اس پیدا ہونے والے اشکال کو رفع کرنے کے لئے لکھا کہ ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت نے جب ان کی تعریف کی ہے اور ان کو اہل السنت والجماعت کے اکابر میں شمار کیا ہے تو وہ ایسی شخصیات نہیں کہ ان کی بات کا بالکل ہی اعتبار نہ کیا جائے بلکہ ایسے مسائل میں جہاں وہ متفرد نہ ہوں ان کے حوالے پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور سماع الموتی کی عبارت میں ان کے بعض ایسے مسائل جن میں وہ متفرد ہیں اور متشدد بھی ہیں ان کو ذکر کرنے کے بعد علامہ ذہبی، ابن حجر المکی اور امام سبکی سے ان کے بارہ میں الفاظ نقل کرنے کے بعد لکھا یہ بڑوں کی آپس میں معاصرانہ یا ناقدانہ باتیں ہیں۔ ہمارے لئے سبھی حضرات قابل قدر ہیں اور معاذ اللہ تعالیٰ ہمارا مقصد ان حوالوں سے حافظ ابن تیمیہ کی توہین وتنقیص نہیں ہے۔ بتانا صرف یہ ہے کہ کئی مسائل میں وہ متفرد ہیں اور ان مسائل میں ان کے شاگردوں اور مخصوص متوسلین کے بغیر اور کسی نے ان کی ہمنوائی نہیں کی اور طبیعت کی شدت اور حدت کی وجہ سے وہ ان پر مصر بھی رہے۔ لہٰذا جمہور کا ساتھ چھوڑ کر ایسے نظریات میں ان کا ساتھ نہیں دیا جاسکتا۔ حق جمہور کے ساتھ ہی ہے۔ (سماع الموتی ص ۱۳۷، ۱۳۸)

راہ سنت کی عبارت میں ہے کہ وہ بالکل بے اعتبار نہیں کہ ان کی کوئی بات ہی نہ مانی جائے اور سماع الموتی کی عبارت میں ہے کہ جمہور کے خلاف ان کی متفرد باتوں کو نہیں لیا جاسکتا اور ان دونوں باتوں میں کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں ہے۔ اس کو تعارض میں صرف متعصب ہی شمار کرسکتا ہے۔

دھوکہ نمبر ۱۲۰: {مؤلف موصوف ازالۃ الریب کی عبارتوں میں تعارض کا دعویٰ کرتے ہیں۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۲۰ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ”وکذا ما عند البزار بسند جید عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ رفعہ حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم ومماتی خیر لم تعرض علی اعمالکم فما من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان میں سیئی استغرت اللہ لکم ذکرہ فی شرح المواھب من وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ عرض کعرض الاسماء علی الملائکۃ لاعل محیط“

(فہرست مضامین عقیدۃ الاسلام ص ۱۱، ازالۃ الریب طبع اوّل ص ۴۲۳)

اب دیکھئے (ازالۃ الریب طبع اوّل ص ۴۲۴)

(نوٹ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ”تحدثون ویحدث لکم“ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ یہ حضرت بکر بن عبداللہ المزنی التابعی المتوفی ۱۰۶ھ یا ۱۰۸ھ کی روایت میں ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۲، ۲۴۳)

مؤلف موصوف اس عبارت سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی ان عبارات میں تعارض ہے۔ اس لئے کہ اوپر حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ”تحدثون ویحدث لکم“ کے الفاظ نقل کئے ہیں اور آگے نوٹ میں اس بات کا ذکر کیا کہ یہ الفاظ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں نہیں بلکہ حضرت بکر بن عبداللہ المزنی کی روایت کے ہیں جو کہ مرسل ہے۔ حضرت مولانا صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ان عبارات میں قطعاً کوئی تعارض نہیں۔ اس لئے کہ ابتداء میں حضرت کے پیش نظر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الخصائص الکبریٰ ہی تھی۔ اس کی وضاحت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود (تسکین الصدور ص ۲۴۴) میں فرمائی ہے۔ الخصائص الکبریٰ میں یہ الفاظ نہیں اس لئے یہ لکھا کہ حضرات ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ مگر بعد میں جب اس بارہ میں مجمع الزوائد کو دیکھا گیا تو اس میں

بحوالہ بزار یہ الفاظ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کی روایت میں موجود تھے اور حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حوالہ امام بزار کا دیا تھا۔ اس لئے ازالۃ الریب کی طبع اوّل کی عبارت کو بعد میں بدل دیا گیا اور اب عبارت یوں ہے۔

(نوٹ ضروری) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو خصائص الکبریٰ میں نقل کی گئی ہے۔ ''تحدثون ویحدث لکم'' نہیں یہ الفاظ بحولہ بزار (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴) میں ہیں۔ (ازالۃ الریب ص ۴۰۲)

اگر پہلی عبارت ہی کو ملحوظ رکھا جائے تب بھی تعارض نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ روایت سے اس حصہ سے اختلاف کو ظاہر کرنا ہے کہ انہوں نے روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ حالانکہ الخصائص الکبریٰ میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور بعد والی عبارت میں بھی کوئی تعارض نہیں بلکہ اس کی صراحت ہے کہ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴) میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کی روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں جب کہ الخصائص الکبریٰ میں الفاظ نہیں ہیں۔ ان میں تعارض تو کوئی نہیں مگر مولف موصوف اور ان کے رفقاء نے تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ کر اس کو تعارض کا نام دیا ہے۔

پھر مولف موصوف کا تعارض در بارہ عرض اعمال کا عنوان قائم کرنا بھی دھوکہ سے خالی نہیں۔ اس لئے کہ روایت میں ''تحدثون ویحدث لکم'' کے الفاظ ہوں یا نہ ہوں، اس سے روایت میں ذکر کردہ عرض اعمال والے حصہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا وہ اپنی جگہ ان تمام روایات میں ایک ہی جیسا ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۲۱</u>: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے عرض اعمال والی روایت میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا وہم بتایا اور خود عرض اعمال کی روایت کو دلیل بنایا۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور ازالۃ الریب کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام حارث نے اپنے مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صرف ان الفاظ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ ''حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم'' علامہ عزیزی لکھتے ہیں کہ ''باسناد ضعیف'' (السراج المنیر ج ۲ ص ۲۳۳)

کہ اس کی سند ضعیف ہے اور اس میں عرض اعمال کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ وہم ہے کہ انہوں نے عرض اعمال کے سلسلہ میں اس کو پیش کیا ہے۔ (الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱)

پھر آگے مولف موصوف اس پر تبصرہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا وہم بتاتے بتاتے خود ہی وہمی ہو گئے کہ اس روایت کو تسکین الصدور (ص ۲۶۶) میں عرض اعمال کے سلسلہ میں لائے ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۳، ۲۴۴)

مولف موصوف اپنے پورے طبقہ کو وہمی بنانے کے درپے ہیں۔ ورنہ آدمی ازالۃ الریب اور تسکین الصدور میں ان مذکورہ ابحاث کو دیکھ سکتا ہے کہ ازالۃ الریب میں واضح کیا گیا ہے کہ ''حیاتی خیر لکم'' کے الفاظ سے روایت دو طرح سے آتی ہے۔

ایک وہ روایت جس میں ان الفاظ کے ساتھ عرض اعمال کا ذکر بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے جس کے بارہ میں ''رجالہ رجال الصحیح'' کہا گیا ہے اور دوسری وہ روایت جس میں صرف ''حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم'' کے الفاظ ہیں اور عرض اعمال کا اس میں کوئی ذکر نہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ان الفاظ سے مروی روایت کے بارہ میں فرمایا کہ اس روایت کو عرض اعمال کے بارہ میں پیش کرنا علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا وہم ہے۔ اس لئے کہ اس میں عرض اعمال کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے اور یہ

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اب جس روایت کو عرض اعمال کے لئے پیش کرنا علامہ سیوطی کا وہم بتایا ہے۔ وہ اور روایت ہے جب کہ جس روایت کو تسکین الصدور میں عرض اعمال کے لئے پیش کیا ہے وہ اور روایت ہے۔ مگر مؤلف موصوف اپنے سارے طبقہ کو وہمی بنانے کے لئے مولانا صفدر صاحب کو وہمی کہہ رہے ہیں۔

دھوکہ نمبر ۱۲۲: { مؤلف موصوف دعویٰ کرتے ہیں کہ عرض اعمال والی ازالۃ الریب اور تسکین الصدور میں پیش کردہ روایت میں مولانا صفدر صاحب تعارض کا شکار ہوئے ہیں۔ }

مؤلف آئینہ تسکین الصدور ''مولانا صاحب کا بڑا اجتہاد'' کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ عرض اعمال کے بارے میں تسکین الصدور اور ازالۃ الریب میں عرض اعمال کی روایت میں کس طرح تعارض کا شکار ہوئے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۴)

بفضلہ تعالیٰ ارباب علم وبصیرت کو ازالۃ الریب اور تسکین الصدور کی ابحاث میں کوئی تعارض نظر نہیں آتا۔ یہ صرف تعصب اور تعارض کی تعریف سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ ان میں تعارض کا دعویٰ کیا جارہا ہے۔ ازالۃ الریب کی بعد کی طباعت میں کچھ تبدیلی کی گئی ہے۔ تاکہ مسئلہ کا سمجھنا آسان ہوجائے مگر طبع اوّل کی عبارات کو بھی ملاحظہ رکھنے والا بخوبی جان سکتا ہے کہ ازالۃ الریب میں بھی عرض اعمال کا نظریہ ہی پیش کیا گیا ہے۔ اس کا رد نہیں کیا گیا اور تسکین الصدور میں بھی عرض اعمال کا نظریہ پیش کیا گیا ہے تو ان میں تعارض کیسا؟

باقی رہی یہ بات کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور عزیزی نے حکیم ترمذی کے طریق سے جو روایت نقل کی ہے اس کے بارہ میں ازالۃ الریب میں لکھا ہے کہ اس کی سند اور سند کے روات کا کوئی اتا پتہ نہیں تو اس کی وضاحت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود ان الفاظ سے فرمائی ہے کہ جس وقت ہم نے ازالۃ الریب لکھی تھی اس وقت ہمارے سامنے صرف امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی الخصائص الکبریٰ کا حوالہ ہی تھا اور ہم صرف امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح پر ان کے متساہل ہونے کی وجہ سے مطمئن نہ تھے۔ لیکن سرسری طور پر اس کے دیگر مظان سے دیکھا تو کسی اور کی تصحیح وتحسین نہ مل سکی۔ لیکن جب بعد کو مجمع الزوائد، زرقانی، رئیس المحدثین، ابن حجر ثانی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ اور مولانا عثمانی وغیرہ کے حوالے مل گئے تو ہم مطمئن ہوگئے اور ہم نے اسی اطمینان سے یہ بحث تسکین الصدور میں باحوالہ درج کردی ہے اور اس سلسلہ میں اصل اعتماد امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دوسروں پر ہے۔ جب اس روایت کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں تو ان کے ثقہ ہونے میں کیا شبہ ہے؟ (تسکین الصدور ص ۲۴۴)

معترض کو اعتراض سے پہلے اس وضاحت کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے تھا اور پھر ''الاخر فالاخر'' کے قاعدہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ازالۃ الریب کی طبع اوّل کی عبارت کو زیر بحث لانے کی بجائے بعد والی طبع کی عبارت کو ملحوظ رکھنا چاہئے تھا مگر ایسی توقع اس سے ہوسکتی ہے جس کا مقصد احقاق حق وابطال باطل ہو اور جس کا مقصد ہی دھوکہ دہی ہو اس سے ایسی توقع نہیں کی جاسکتی۔

دھوکہ نمبر ۱۲۳: { مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا کہ روحیں آسمانوں میں ہوتی ہیں اور دوسری جگہ لکھا کہ قبر سے ایسی زندگی ہوتی ہے جو دنیا میں تھی۔ }

موئلف آئینہ تسکین الصدور حیات الانبیاء علیہم السلام کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور سے وہ حیات مراد ہے جو دنیا میں تھی جس میں جسم وروح کا تعلق تھا اور یہی حالت قبر میں بھی ہے۔ (تسکین الصدور طبع اوّل ص ۱۶۵) لیکن روحیں آسمانوں میں موجود ہیں۔ (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۸، آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۵)

تسکین الصدور کے حوالہ سے موئلف موصوف نے جو عبارت نقل کی ہے وہ حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جس کی وضاحت انہوں نے خود فرمائی ہے جو تسکین الصدور میں اس کے ساتھ ہی آگے نقل کی گئی ہے کہ یہ حدیثیں حیات کے افعال کے ذکر میں بیان کی گئی ہیں۔ نفس حیات کے بیان کے لئے نہیں ذکر کی گئی اور اس کی وضاحت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی یعنی حیات سے مراد بقاء روح کی حیات نہیں بلکہ اعمال وافعال والی اور اجسام والی حیات مراد ہے۔ (تسکین الصدور طبع اوّل ص ۱۶۶)

جب حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے خود وضاحت فرما دی ہے کہ حیات کے بارہ میں جو یہ کہا گیا ہے کہ وہ حیات ہے جو دنیا میں تھی تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس حیات کا تعلق جسم سے بھی ہے جس سے افعال ہوتے ہیں۔

اس عبارت کا احسن الکلام والی عبارت سے تعارض تو معمولی فہم والے کو بھی نظر نہیں آتا۔ اس لئے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تسکین الصدور اور سماع الموتٰی میں جمہور کا جو مسلک نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ روحیں اپنے اپنے مقام میں ہوتے ہوئے بھی ان کا تعلق قبر میں مدفون جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ بے شک مومنوں کی روحیں آسمانوں پر ہیں۔ ان کے قبور میں اجسام کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اجسام کا قبر پر آنے والے کے سلام کو سننے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا قبر میں نماز پڑھنا روحوں کے آسمانوں پر ہونے کے منافی نہیں بلکہ جمہور کے مسلک کے مطابق میں تطابق ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۲۴</u>: {موئلف موصوف دعویٰ کرتے ہیں کہ احسن الکلام اور تسکین الصدور کی عبارات میں تعارض ہے۔}

موئلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۱۲ دیکھو (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۸) جہاں لکھا اور قرآن کریم وصحیح احادیث اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواح حضرات انبیاء علیہم السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ بلکہ تمام دیگر مومنوں کی روحیں آسمانوں میں موجود ہیں۔ اب تسکین الصدور طبع اوّل اٹھائیے ص ۱۶۵ نکالیں جہاں لکھا: "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" اور ردسلام کی حدیثوں سے روح کی نماز اور روح کا ردسلام مراد نہیں بلکہ وہ حیات مراد ہے جو دنیا میں تھی جس میں جسم اور روح دونوں کا تعلق تھا اور یہی حالت قبر میں بھی ہے۔

اب مولانا صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا دنیا میں انبیاء علیہم السلام کی حیات اسی طرح تھی کہ ان کی ارواح مبارکہ تو آسمانوں پر رہتی تھیں اور تعلق کی بناء پر دنیا میں چلتے پھرتے اور نمازیں پڑھتے اور دین ودنیا کے کام کاج کرتے تھے یا کہ اسی طرح حیات تھی کہ ارواح اجسام مبارکہ میں ہوتی تھیں اور دین ودنیا کے کاروبار ہوتے تھے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۶)

موئلف موصوف نے تسکین الصدور کے حوالہ سے نقل کردہ جس عبارت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ عبارت ابن حجر ثانی علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور انہوں نے خود اس عبارت کی آگے وضاحت فرمائی ہے کہ یہ حدیثیں نفس حیات کے بیان کے لئے نہیں ذکر کی گئیں بلکہ یہ حیات کے افعال کے ذکر میں بیان کی گئی ہیں۔

یعنی اس سے مراد یہ نہیں کہ یہ حیات دنیا کی مکلف زندگی جیسی ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حیات ایسی ہے جس کی وجہ سے جسم سے افعال صادر ہوتے ہیں۔ جب یہ وضاحت خود حضرت کشمیری سے موجود ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا ہے تو اس کے باوجود معترض کا یہ اعتراض کرنا فضول ہے کہ دنیا میں حیات جسم کے اندر روح کی صورت میں تھی تو کیا قبر میں بھی اسی صورت کی ہے؟

حضرت کشمیری کی وضاحت اور حضرت صفدر صاحب کے وضاحت والے مفہوم کو لینے کی صورت میں تو کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ یہ اعتراض مؤلف موصوف کے خود ساختہ مفہوم کے لینے کا نتیجہ ہے اور یہ ''توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ'' کا مصداق ہے۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۲۵</u>: {مؤلف موصوف دعویٰ کرتے ہیں کہ احسن الکلام اور تسکین الصدور کی عبارات میں تعارض ہے۔}

مولوی شیر محمد صاحب لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۲۲ (تسکین الصدور ج ۲ ص ۲۱۸) نظر بظاہر علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ وہم ہوا ہے کہ انہوں نے اس سابق حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آئینہ میں دیکھا ہے۔ حالانکہ وہ الگ اور مستقل روایت ہے۔ اب احسن الکلام جلد ۲ اٹھایئے ص ۹۶ نکا لئے جہاں لکھا وہم، خطا اور نسیان تو انسان کے ضمیر میں داخل ہے۔ ان سے محفوظ وہی رہے گا جس کو خدا تعالیٰ بچائے گا لیکن بلا دلیل علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ناقد فن رجال پر وہم کا الزام کون سنتا ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۷)

مؤلف موصوف ان دونوں عبارتوں میں تعارض کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر دیکھتے تو ان کو کوئی تعارض نظر نہ آتا۔ اس لئے کہ ایک عبارت میں ہے کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کو وہم پیدا ہوا ہے اور اس سے پہلے اس بات کی وضاحت فرمائی کہ علامہ ذہبی کا اس کو منکر کہنا درست نہیں۔ اس لئے کہ منکر وہ روایت ہوتی ہے۔ جس میں ضعیف راوی ثقات کی مخالفت کرتے۔ (تدریب الراوی ص ۱۵۲)

مگر اس روایت کی حیثیت ہرگز یہ نہیں ہے۔ کیونکہ حجاج بن الاسود ثقہ ہے۔ ضعیف نہیں اور پھر اس نے کسی ثقہ یا ثقہ تر اور اوثق کی مخالفت بھی نہیں کی تو ان کی روایت اصول حدیث کے اعتبار سے کیونکر منکر ہوگئی؟ (تسکین الصدور ص ۲۲۶)

یہ عبارت علامہ ذہبی کے وہم کی دلیل کے طور پر بیان کی گئی ہے۔ جہاں علامہ ذہبی کے وہم کی بات کی وہاں پہلے اس کی دلیل بھی بیان فرمائی ہے جب کہ دوسری جگہ لکھا ہے کہ بلا دلیل علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے وہم کی بات کون سنتا ہے۔ اب دلیل کے ساتھ اور بلا دلیل کا فرق اگر مؤلف موصوف کو نظر نہیں آیا تو یہ ان کی نظر کا قصور ہے۔ حقیقت کی دنیا میں کوئی اس کو تعارض سے تعبیر نہیں کر سکتا۔

<u>دھوکہ نمبر ۱۲۶</u>: {مولف موصوف کرتے ہیں کہ احسن الکلام اور تسکین الصدور کی عبارات میں تعارض ہے۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۲۳ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ (تسکین الصدور ص ۳۱۸) کے حاشیہ میں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قاعدہ کو لیا گیا ہے کہ جب کسی راوی سے دو راوی روایت کریں تو وہ مجہول نہیں رہتا اور احسن الکلام ص ۱۰۱ میں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قاعدہ کی مخالفت کی گئی ہے اور لکھا گیا ہے کہ

جمہور تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی راوی سے دو راویوں نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق کسی سے ثابت نہ ہو تو وہ مجہول اور مستور ہی رہتا ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۷، ۲۴۸ ملخصاً)

اگر چہ تسکین الصدور کی بعد کی طبع میں عبارت بدل دی گئی ہے اور مؤلف موصوف کو ''الاٰخر فالاٰخر'' کے قاعدہ کے مطابق بعد والی طبع کو پیش نظر رکھنا چاہئے تھا۔ مگر طبع اوّل والی عبارت کو بھی ملحوظ رکھ کر احسن الکلام کی عبارت کے ساتھ اس کا تعارض ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ تسکین الصدور میں عبدالرحمن ابن احمد الاعرج کو معروف بتانے کے لئے صرف امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے قاعدہ کا سہارا نہیں لیا گیا بلکہ ساتھ لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر اور امام سخاوی وغیرہ محدثین اس حدیث کی سند کو جید کہتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ عبدالرحمن بن احمد الاعرج نہ تو مجہول العین ہیں اور نہ مجہول العدالت۔ (تسکین الصدور ص ۱۸۴ طبع اوّل)

اس لئے کہ مجہول راوی کی روایت جید نہیں ہوتی جب ان حضرات نے اس روایت کی سند کو جید کہا ہے تو اس کا مطلب واضح ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اس روایت میں کوئی راوی مجہول نہیں ہے۔ تسکین الصدور طبع اوّل میں صرف امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے قاعدہ کا سہارا نہیں لیا گیا۔ جب کہ احسن الکلام میں جن حضرات کو جواب دیا گیا ہے انہوں نے اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے مضبوط ترین سہارا امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے اسی قاعدہ کو ہی بنایا ہے اور ان دونوں باتوں میں فرق فن حدیث سے معمولی دسترس رکھنے والا بھی جان سکتا ہے۔

دھوکہ نمبر ۱۲۷: {مؤلف موصوف تسکین الصدور اور دل کا سرور کی عبارات میں تعارض کا دعویٰ کرتے ہیں۔}

مؤلف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں۔ تعارض نمبر ۲۴ اور اس کے تحت لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے (تسکین الصدور ص ۳۴۷) میں لکھا کہ قاضی عیاض اپنے وقت میں علم حدیث اور اس کے فنون کے امام تھے۔ اگر یہ راوی محمد بن حمید رازی ہوتا جو کہ کذاب ہے تو وہ اس سے ہرگز احتجاج و استدلال نہ کرتے اور اس کے برخلاف (دل کا سرور ص ۱۸۳) میں اس روایت کو رد کیا جس کو قاضی عیاض نے بیان کیا ہے۔

مؤلف موصوف اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اب مولانا صاحب کا وہ کلیہ کہاں گیا کہ قاضی عیاض کذاب سے احتجاج و استدلال ہرگز نہیں کرتے۔ حالانکہ مولانا صاحب خود (دل کا سرور ص ۱۸۵) میں حدیث اسماء مندرجہ درشفا قاضی عیاض کی تیسری سند میں راوی عمار بن مطر کے متعلق فرما رہے ہیں کہ وہ جھوٹ کہا کرتا تھا اور اس کی تمام حدیثیں باطل ہیں۔ لیکن اس کے باوجود قاضی عیاض استدلال کر رہے ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۴۹ تا ۲۵۱ ملخصاً)

بعینہ یہی اعتراض مؤلف موصوف پہلے بھی کر چکے ہیں۔ اس کا جواب دھوکا ۹۷ کے ضمن میں تفصیل سے دے دیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دل کا سرور میں ردشمس والی ذکر کردہ روایت میں قاضی عیاض نے امام طحاوی پر اعتماد کر کے اس روایت کو دلیل بنایا ہے۔ جب کہ تسکین الصدور میں جو روایت ذکر کی گئی ہے وہ قاضی عیاض نے از خود اپنے دعویٰ پر دلیل کے طور پر پیش کی ہے۔

اور اہل علم کے ہاں دونوں باتوں میں فرق ہے۔ حضرت مولانا صفدر صاحب نے یہ تو نہیں فرمایا کہ قاضی عیاض نے کسی کذاب راوی سے کوئی روایت کی ہی نہیں کہ مؤلف موصوف کذاب راوی کی روایت کو نقل کرنے کا معارضہ پیش کر کے طعن دیتے۔

دھوکہ نمبر ۱۲۸: {مولف موصوف فرماتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ایک جگہ امام حاکم اور علامہ ذہبی کی تصحیح کا اعتبار کیا ہے اور دوسری جگہ اس کا رد کیا ہے۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور ساتویں دلیل کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مسند احمد اور مستدرک کے حوالہ سے روایت نقل کر کے امام حاکم اور علامہ ذہبی کی تصحیح نقل کی ہے۔ حالانکہ احسن الکلام میں امام حاکم اور علامہ ذہبی کی تصحیح پر اعتراض کیا ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۵۱، ۲۵۲ ملخصا)

یہی اعتراض مولف موصوف پہلے بھی اپنی اس کتاب کے ص ۱۳۸، ۱۳۹ میں کر چکے ہیں جس کا جواب ہم نے دھوکا نمبر ۶۷ کے ضمن میں ص ۱۴۸ پر دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرات محدثین نے امام حاکم کی منفرد تصحیح اور علامہ ذہبی کی منفرد تصحیح پر تو اعتراض کیا ہے۔ مگر جب یہ دونوں حضرات اکٹھے کسی روایت کی تصحیح کریں تو حضرات محدثین کرام کے نزدیک اس کا اعتبار ہوتا ہے۔ احسن الکلام میں امام حاکم کی منفرد تصحیح اور علامہ ذہبی کی منفرد تصحیح کے بارہ میں کہا گیا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی انفرادی تصحیح محل نظر ہو سکتی ہے۔ جب کہ تسکین الصدور میں جو روایت ہے اس کی تصحیح دونوں سے اکٹھے ہے جس کی حیثیت ان سے ہر ایک کی انفرادی حیثیت سے علیحدہ ہے۔ انفرادی اور مجموعی تصحیح میں فرق نہ کر کے تعارض کا دعویٰ فن حدیث سے لاعلمی کی دلیل ہے۔

دھوکہ نمبر ۱۲۹: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ساتویں دلیل کی اسناد کا مطلق ذکر نہیں کیا۔}

مولف آئینہ تسکین الصدور لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب کی تلبیس لطیف ملاحظہ فرمایئے کہ آپ نے ساتویں دلیل مندرجہ تسکین الصدور طبع دوم ص ۳۲۹ اور طبع اوّل ص ۱۹۱ کے متعلق مطلقاً اسناد کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ مولانا صاحب کو معلوم تھا کہ اس کی سند ذکر کرنے میں میرا بھانڈ چوراہے پر پھوٹ جائے گا اور کیا کرایا سب خاک میں مل جائے گا۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۵۲)

یہی اعتراض مولف موصوف پہلے بھی کر چکے ہیں جس کا جواب ہم نے دھوکا نمبر ۶۶، ۶۷، ۶۸ کے ضمن میں دے دیا ہے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ یہ تو تسکین الصدور اور آئینہ تسکین الصدور دونوں کتابوں کا مطالعہ کرنے والا آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے کہ تلبیس مولانا صفدر صاحب نے کی ہے یا کہ تلبیس مؤلف آئینہ تسکین الصدور نے کی ہے۔

جب مولانا صفدر نے اصل دلیل الجامع الصغیر مسند ابی یعلی اور مجمع الزوائد کو بنایا ہے اور مسند ابی یعلی کی سند کے بارہ میں ذکر کر دیا ہے کہ ''رجالہ رجال الصحیح'' اور الجامع الصغیر کی روایت کے بارہ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ''صحیح'' کہنا نقل کیا ہے تو کیا تلبیس نہیں کہ کہا جائے کہ ساتویں دلیل کی مطلق اسناد کا ذکر نہیں کیا اور مستدرک کی روایت جس میں محمد بن اسحاق ہے وہ تو بطور شاہد ذکر کی گئی ہے۔ کیا یہ تلبیس نہیں کہ شاہد کو لے کر اعتراض کیا جائے اور اصل دلیل جس کو بنایا گیا اس سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔

دھوکہ نمبر ۱۳۰: {مولف موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ محمد بن اسحاق والی سند سے روایت کیوں پیش کی؟}

آخر کتاب تک مؤلف آئینہ تسکین الصدور نے محمد بن اسحاق کے بارہ میں اقوال نقل کئے کہ یہ حجت نہیں۔ اس سے احتجاج صحیح نہیں۔ حفاظ حدیث ابن اسحاق کے تفردات سے گریز کرتے ہیں۔ جب ابن اسحاق متفرد ہو تو اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

امام نووی لکھتے ہیں کہ جو راوی صحیح شرطوں کے مطابق نہیں ان میں سے ایک محمد بن اسحاق بھی ہے۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت درجہ صحت سے گری ہوئی ہے اور حلال وحرام میں اس سے احتجاج درست نہیں ہے۔ ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد مؤلف موصوف لکھتے ہیں۔ راقم الحروف شیر محمد کہتا ہے کہ مولانا صاحب محمد بن اسحاق کی حدیث میں بہت بڑے تعارض کا شکار ہوئے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو محمد بن اسحاق کی حدیث کو بالکل حجت نہیں سمجھتے اور سخت کڑی جرح کرتے ہیں اور دوسری طرف اسی محمد بن اسحاق کی حدیث کو عقیدہ کی دلیل بناتے ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۲۵۳ تا ۲۵۷ ملخصاً)

اگر مؤلف موصوف کی آنکھیں تعصب کی وجہ سے بند ہیں اور وہ تسکین الصدور کا مطالعہ کھلی آنکھوں سے نہیں کر سکے تو باقی حضرات کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ دیکھیں کہ تسکین الصدور میں کہیں بھی محمد بن اسحاق کی روایت کو حجت نہیں بنایا گیا بلکہ حجت دیگر روایات کو بنایا گیا ہے اور محمد بن اسحاق کی روایت کو شاہد کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور شاہد کے طور پر ضعیف راوی کی ضعیف روایت کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ شاہد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ حجت کے قابل ہو۔ مولوی شیر محمد صاحب کا بطور شاہد پیش کی جانے والی روایت کو حجت کا نام دینا سراسر دھوکا یا فن حدیث کی اصطلاحات سے ناواقفیت کی واضح دلیل ہے۔

آخر میں گزارش

ہماری قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ تسکین الصدور کا بنظر انصاف مطالعہ کریں اور پھر آئینہ تسکین الصدور کا مطالعہ بھی ضرور کریں اور اس کے بعد آئینہ تسکین الصدور پر ہمارا تبصرہ "اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور" ملاحظہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ العزیز! معترض صاحب کی دھوکہ بازیاں چمکتے ہوئے سورج کی طرح واضح ہوتی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اکابر، سلف صالحین کے دامن سے وابستہ رکھے اور تعصب اور تحزب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اکابر کے خلاف انفرادی آراء قائم کرنے سے محفوظ رکھے اور تسکین الصدور کے مصنف اور اس پر تصدیقات لکھنے والوں میں سے جو حضرات زندہ ہیں اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے اور جو وفات پا چکے ہیں ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے مشن کو قائم رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ

وازواجہ واتباعہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین!

حافظ عبد القدوس خان قارن

مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

عقیدہ شیخ القرآن

فی الحیات بعد الوفات لسیّد الانس والجان
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اصحابہ وسلّم تسلیماً کثیراً کثیرا

مرتبہ: بقیۃ السلف

حضرت مولانا محمد عبد المعبود رحمۃ اللہ علیہ

عقیدہ شیخ القرآن ؒ

عقیدہ شیخ القرآن ؒ

فی الحیات بعد الوفات لسیّد الانس والجان
صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ اصحابہ
وسلّم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا

مرتبہ
بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد عبدالمعبود دامت برکاتہم
تلمیذ رشید، رفیق کار و معتمد خاص حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان ؒ

قرآن محل
کمیٹی چوک، راولپنڈی
0321-5123698

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا محمد عبد المعبود راولپنڈی

آپ امام التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے شاگرد رشید تھے۔ حضرت شیخ القرآن کے وصال کے تیس سال بعد مولانا عطاء اللہ بندیالوی نے ''مسلک شیخ القرآن'' کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی جس میں حضرت شیخ القرآن کو اپنا ہمنواء بنانے کے لئے خاصی محنت کی۔ مولانا عبد المعبود صاحب نے ان کی متذکرہ کتاب کے جواب میں ''عقیدہ شیخ القرآن فی الحیات بعد الوفات لسیّد الانس والجان'' تحریر فرمائی اور اس میں مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے ایک ایک خدشہ کا جواب دیا اور اپنے موقف کو ثابت کیا کہ حضرت شیخ القرآن نے حضرت قاری محمد طیب صاحب کی جس مشترکہ متفقہ تحریر پر دستخط کئے۔ آخر وقت تک اس پر قائم رہے اور اس پر ڈھیروں واقعات صحیحہ کو جمع کر کے قابل اعتماد و باعث اعتبار علمی دستاویز بنا دیا۔ ہم اس مجموعہ میں اس رسالہ کو شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ و کفی والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء۔ امابعد!

بندہ نے ۱۹۹۰ء میں جانشین شیخ القرآن حضرت مولانا قاضی احسان الحق کے ارشاد پر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان قدس سرہ العزیز کی سوانح حیات مرتب کی۔ مبالغہ آرائی، غلط بیانی اور بے سروپا واقعات سے کتاب کو محفوظ رکھا۔ یہ خدمت محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اپنے استاذ گرامی کی تابناک زندگی کو محفوظ رکھنے کی غرض سے انجام دی تھی۔ نہ تو کسی سے دنیوی مفاد حاصل کیا اور نہ ہی کسی کی داد تحسین کا طلب گار تھا۔ ''سوانح شیخ القرآن'' حضرت مولانا قاضی احسان الحق رحمہ اللہ کی ہدایت کے مطابق ''مکتبہ رشیدیہ'' تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی سے شائع ہوئی۔ سوانح شیخ القرآن شائع ہوتے ہی ''جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ'' کے مہربان دوستوں نے مجھے تنقید کے نشانے پر رکھالیا۔

حضرت مولانا عبد الرحیم ابن حضرت مولانا غلام مصطفیٰ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد السلام رحمہ اللہ (حضرو) اور حضرت اقدس مولانا قاضی عصمت اللہ رحمہ اللہ کے سوا کسی نے معاف نہیں کیا۔ مجھ ناچیز کے خلاف اشاعت کی میٹنگوں میں جو کچھ ہوتا رہا۔ متعدد شہروں میں جلسوں کے دوران خطباء نے جن القابات سے نوازا، متعدد شہروں سے خطوط وصول ہوتے رہے اور بعض کرم فرما دوبدو مجھے کوستے رہے۔ لیکن میں نے کبھی کسی کو جواب نہیں دیا۔

میں ہمیشہ یہ سوچتا تھا، اگر شیخ القرآن رحمہ اللہ کے ہزارہا شاگردوں اور ان کی عظیم جماعت کے لاتعداد علماء کرام نے انہیں اہمیت نہیں دی اور ان کی سوانح حیات لکھنے اور مرتب کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی اور اللہ جل مجدہ نے مجھ سے یہ خدمت لے لی ہے تو یہ اس کا احسان عظیم ہے۔ لہٰذا مجھے صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔

اب جب کہ حضرت شیخ القرآن نور اللہ مرقدہ کے وصال کو بھی تیس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے تو ان ہی کی جماعت کے ایک ذمہ دار عالم مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی مدظلہ نے ''موجودہ احباب خصوصاً نوجوان طبقہ'' کی رہنمائی کی آڑ میں روز روشن کی طرح عیاں حقائق کو جھٹلاتے ہوئے غلط تاویلات اور من گھڑت دلائل سے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شیخ القرآن رحمہ اللہ کے تابناک کردار کو داغ دار کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ اس لئے اصل حقیقت کا اظہار ضروری ہے۔ لیکن کہیں سے بھی اس ضرورت کو پورا کرنے کی صدا نہ آنے پر مجبوراً قلم اٹھانا پڑا۔

اس کے باوجود اگر میرے طرز بیان سے کسی بھی صاحب کی دل آزاری ہوئی ہو تو میں معافی کا خواست گار ہوں۔ البتہ بعض جملے اگر کسی کو سخت لگیں تو وہ حضرت مولانا بندیالوی صاحب ہی کے ''مستعمل تبرکات'' ہیں۔ مثلاً: انہوں نے ۱۹۶۲ء کے فیصلہ کو حضرت شیخ القرآن کا عقیدہ قرار دینے والوں کو ''ناعاقبت اندیش، بزرجمہرے، کچھ علماء نے دیانت وامانت کا خون کرتے ہوئے، خوف خدا سے عاری لوگ، امانت ودیانت کا اگر جنازہ نہیں نکل گیا، اکثر بدنیتی سے۔'' جیسے القابات سے نوازا۔ مولانا عطاء اللہ بندیالوی سے مجھے نہ ذاتی عناد ہے اور نہ کوئی لین دین کا نزاع ہے۔ چونکہ انہوں نے بہت سی باتیں خلاف حقیقت بیان کی ہیں۔ اس لئے ان کی تصحیح ضروری تھی۔

شیخ القرآن سے تعلق

احقر سمجھتا ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے عقیدہ کی توضیح احقر پر حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کا حق ہے۔ اس لئے کہ راقم الحروف کا پورا خاندان شیخ القرآن نور اللہ مرقدہ کی عقیدت سے سرشار ہے۔ میرے والد گرامی قدر کا تعلق حضرت شیخ کی طالب علمی کے زمانہ سے ان کے ساتھ قائم ہے۔ میرے بڑے بھائی مولوی محمد عبد الواحد مرحوم کی حضرت شیخ کے ہم مکتب ہونے کی سعادت بھی حاصل تھی۔ جب کہ راقم آثم کو نہ صرف شرف تلمذ حاصل ہے بلکہ حضرت کی کفش برداری کی سعادت بھی حاصل ہے۔ سالہا سال حضرت کی خدمت کا موقع ملا۔ خلوت و جلوت، سفر و حضر، نجی مجالس ہوں یا ملکی سطح کی خصوصی مجالس ہوں، یہ خادم ہمہ وقت حضرت کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ حضرت شیخ بھی اپنوں سے کہیں زیادہ اس گنہگار پر اعتماد فرماتے تھے۔ اہم سے اہم معاملات اور واقعات سے باخبر رکھتے تھے۔

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے خصوصی شفقت فرماتے ہوئے اپنے پرانے قلعہ والی مسجد میں نماز جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمایا جب کہ آپ کے فرزند ارجمند مولانا قاضی احسان الحق بھی موجود تھے۔ احقر ایک عرصہ تک یہ خدمت انجام دیتا رہا۔ یہ تھی حضرت شیخ القرآن کی خصوصی شفقت اور کامل اعتماد۔

اس تحریر سے میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے عقیدہ و مسلک کی وضاحت ہوگی، بلکہ حضرت کا مجھ گنہگار پر جو حق ہے وہ بھی پورا ہوگا۔

مولانا بندیالوی صاحب کے رسالہ ''مسلک شیخ القرآن'' کے سامنے آنے پر احقر نے یکم رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ/ ۳/ اگست ۲۰۱۱ء کو اپنے دو بیٹوں قاری خلیل الرحمن، مولانا مسعود الرحمن عثمانی اور بھانجے مفتی زبیر احمد صاحبان کو مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے پاس بھیجا کہ بندیالوی صاحب نے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کا مسلک غلط بیان کیا ہے۔ میں جواب لکھنا چاہتا ہوں۔ مولانا اشرف علی صاحب نے رمضان کے بعد خود آنے کا کہا۔ رمضان کے بعد میں نے مذکورہ صاحبان کو دوبارہ ان کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے اسی طرح کا وعدہ کیا مگر تاحال وہ تشریف نہ لائے۔ دوسری ملاقات میں مذکورہ صاحبان نے بندیالوی صاحب کے رسالہ ''مسلک شیخ القرآن'' کے دونوں ایڈیشن بھی دکھائے۔ دوسرے کی تبدیلی سے بھی آگاہ کیا، مگر انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ مولانا نے فرمایا وہ نہ آئیں، میں خود آؤں گا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ اب اس تحریر ''عقیدہ شیخ القرآن'' کا دوسرا ایڈیشن چند مفید اضافوں کے ساتھ ہدیہ قارئین ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھ گنہگار سمیت حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے سب عقیدت مندوں کو صحیح نہج پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

فقط: بندہ بےنوا! محمد عبد المعبود عفی اللہ عنہ

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ/ ۹/ اپریل ۲۰۱۳ء

معرفت: جاوید شال سنٹر

دکان نمبر ۶۷۲، آبپارہ مارکیٹ، اسلام آباد

0336-5190632

رائے گرامی

استاذ المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم

صدر مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے علمائے اہل سنت والجماعت اکابر علمائے دیوبند قدس اللہ اسرارہم سے اس دور میں تجدد دین کی خدمت لی ہے۔ علمائے دیوبند کی ہر دینی شعبہ میں خدمات کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اسی خدمت کے لئے پیدا کیا۔ علمائے دیوبند نے احقاق حق اور ابطال باطل اور خاص کر رد شرک و بدعت میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ میرے استاد مکرم شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت بھی انہی اکابر میں سے ہے جنہوں نے خدمت خلق کے لئے سب کچھ قربان کیا اور صدائے حق کے بلند کرنے میں کبھی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کی۔ مگر افسوس کہ ان کی وفات کے بعد اس عظیم داعی توحید وسنت کی شخصیت اور ان کے عقائد کو متنازع بنا دیا گیا۔

حضرت شیخ القرآن ﷫ نے ۱۹۶۲ء میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ﷫ کے فیصلہ عقیدہ حیات النبی ﷺ پر اسے اپنا اور اپنے اکابر کا عقیدہ سمجھتے ہوئے دستخط کئے۔ مگر انہی کے نام لیوا اور انہی کی جماعت جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ آج اس شخص کی حق گوئی کو وقتی مصلحت قرار دے رہی ہے جو صدائے حق کے لئے کسی مصلحت کا روادار نہ تھا۔ عقیدہ جیسے اہم عنوان پر انہیں مطعون کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں۔ بقیۃ السلف، محقق العصر، مصنف کتب کثیرہ حضرت مولانا محمد عبدالمعبود صاحب دامت فیوضہم کو کہ انہوں نے کتاب ''عقیدہ شیخ القرآن'' لکھ کر حضرت شیخ القرآن ﷫ کے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو سورج کی روشنی کی طرح واضح فرما دیا۔

اس کتاب میں حضرت شیخ القرآن ﷫ کے عقیدہ کے متعلق ہر شبہ کا جواب موجود ہے اور اطراف سے پھیلائے گئے شکوک کو بھی طشت از بام کر دیا گیا ہے۔

حضرت شیخ القرآن ﷫ کے عقیدہ کے ثبوت میں انہوں نے حضرت شیخ القرآن ﷫ کی دستخطی تحریرات اور ان کے ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' کے مضبوط حوالہ جات پیش کئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد عبدالمعبود صاحب دامت فیوضہم حضرت شیخ القرآن ﷫ کے ارشد تلامذہ، قریبی خدام اور قلمی معاونین میں سے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں انہوں نے اپنی اس کتاب ''عقیدہ شیخ القرآن'' میں اپنے شیخ کا حق خدمت اور حق تعلق ادا کر دیا ہے۔

حضرت شیخ القرآن ﷫ سے میں نے دورہ تفسیر غالباً ۱۳۶۴ھ / ۱۹۵۴ء میں پڑھا۔ اس کے بعد استاذنا المکرم حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے حکم سے میں اور مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم حضرت شیخ التفسیر

مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۹ء میں شیر انوالہ، لاہور دورہ تفسیر پڑھنے کے لئے گئے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے پنجاب میں دورہ تفسیر مولانا حسین علی رحمہ اللہ (واں بھچراں میانوالی) نے شروع کیا۔ مگر وہ خاص مقامات پڑھاتے تھے، پوری تفسیر نہ پڑھاتے تھے۔ خاص مقامات پڑھا کر طلبہ کو میرے نام رقعہ دے کر بھیجتے تھے کہ مکمل تفسیر وہاں شیر انوالہ، لاہور میں جا کر پڑھو۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے، مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا عبد اللہ درخواستی صاحب نے دورہ تفسیر میرے بہت بعد شروع کیا۔ ان کی وجہ سے پنجاب میں اصلاح ہوئی ہے۔ یہ دونوں میرے پر ہیں۔

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کے حکومت سعودیہ کی دعوت پر سفر حج میں، جو میری ہی تحریک پر شیخ بن باز رحمہ اللہ کے ذریعہ ہوا تھا۔ میں نے شیخ القرآن رحمہ اللہ کو حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا ملفوظ اپنی دورہ تفسیر کی کاپی سے پڑھ کر سنایا تو دیر تک روتے رہے۔ فرماتے تھے میں تو کچھ نہیں، ان اکابر کی دعائیں اور سرپرستی ہے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے پڑھنے کے بعد ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء میں میں نے دورہ تفسیر مولانا محمد عبد اللہ درخواستی صاحب نور اللہ مرقدہ سے بھی خان پور میں پڑھا۔

میں نے دورہ تفسیر میں بھی اور اس کے بعد بھی حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کو ہمیشہ اپنے اکابر کا مداح، مخلص خادم اور اکابر کی عزت وناموس کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرنے والا پایا ہے۔ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا مؤقف فیصلہ ۱۹۶۲ء سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی تادم حیات وہی رہا جو اکابر اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند قدس اللہ اسرارہم کا عقیدہ ہے اور ''المہند علی المفند'' میں مفصل مرقوم ہے اور جس پر ۱۹۶۲ء میں انہوں نے دستخط فرمائے تھے۔ دورہ تفسیر پڑھنے کے بعد بھی بندہ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ ان کی مجالس میں شرکت اور بیانات سننے کی سعادت رہی۔ میں نے کبھی ان سے اس عقیدہ کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سنا۔

دل سے دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد عبد المعبود صاحب دامت برکاتہم کی اس کتاب ''عقیدہ شیخ القرآن'' کو قبولیت عامہ اور مقبولیت تامہ عطا فرمائے۔ اسے حق عقیدہ کی خدمت کا ذریعہ بنائے اور اس تحقیقی کام کا صلہ اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں نصیب کرے۔ آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ افضل رسلہ سیدنا ومولانا محمد وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین!

شیر علی شاہ عفی اللہ عنہ

یکم / ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

کتاب، عقیدہ شیخ القرآن، پر موقر علمی جرائد کا تبصرہ

تبصرہ ماہنامہ البلاغ کراچی

زیر ادارت شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثانی دامت برکاتہم

اس رسالے میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ حیات انبیاء کے بارے میں حضرت مولانا غلام اللہ خان کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے مطابق تھا کہ ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں یہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کا شروع ہی سے یہی عقیدہ تھا اور ۱۹۶۲ء میں ہونے والے معاہدہ میں بھی اسی عقیدے کو برحق قرار دیا گیا تھا۔ جس پر حضرت شیخ القرآن نے بھی دستخط فرمائے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ تاحیات اسی عقیدے پر قائم رہے اور کبھی بھی انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت مولانا مرحوم مذکورہ عقیدہ کے خلاف تھے یا جس سے یہ تاثر ملتا ہو کہ ۱۹۶۲ء والا معاہدہ منسوخ ہو گیا تھا۔ جو لوگ مذکور عقیدے کے حوالے سے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کر رہے ہیں ان پر مدلل تنقید کی گئی ہے اور اس کے ضمن میں اور بھی کئی اہم باتیں آ گئی ہیں۔ موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ ایک قابل مطالعہ کتاب ہے۔ (ابو معاذ) (ماہنامہ البلاغ کراچی ربیع الاول ۱۴۳۴ھ ص ۷۱، ۷۲)

تبصرہ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

زیر ادارت حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم

سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ اپنے ایک مکتوب میں جو کہ آپ نے مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمایا تھا، رقمطراز ہیں: ''گرامی نامہ سے اندازہ ہوا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ اہمیت اختیار کر گیا ہے جس سے اندیشہ ہے کہ منتسبین دیوبند ہی میں خود گروہ بندی نہ ہو جائے۔ اس لئے نیازمندانہ طریق پر گزارشات پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ مسئلہ زیر بحث (حیات النبی ﷺ) میں جہاں تک اپنے بزرگوں کی کتابوں، فتاویٰ، مقالات اور متوارث ذوق کا تعلق ہے، دیوبندیت تو یہی ہے کہ برزخ میں آنحضرت ﷺ کو حیات دنیوی کے ساتھ زندہ مانا جائے۔ اسی لئے دیوبندیت تو حیات النبی ﷺ کے بارے میں حیات دنیوی ہی ہے جو برزخ میں قائم ہے۔''

امر واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۵۷ء میں مسئلہ انکار حیات النبی ﷺ نے پاکستان بالخصوص پنجاب میں سر اٹھایا تو اور انتہائی شدومد کے ساتھ اس کی ترویج شروع کر دی گئی۔ شومئی قسمت سے جو اس مسئلے کے داعی اور بانی تھے وہ بھی اپنے آپ کو منتسبین دیوبند میں شمار کرتے تھے۔ چنانچہ ردعمل کے طور پر اس مسئلے میں علماء کمربستہ ہو گئے۔ جب اختلاف نے اتنی شدت اختلاف کی کہ یہ مسئلہ بازاروں اور عوامی محافل میں بھی موضوع بحث بن گیا تو دارالعلوم دیوبند سے اس وقت کے مہتمم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے اور انہوں نے فریقین کے مابین معاہدہ کیا اور دونوں فریقوں نے اس پر دستخط کئے۔

ایک طرف مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا محمد علی جالندھری ودیگر اکابر حضرات تھے۔ جب کہ دوسری جانب شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم، مولانا عنایت اللہ شاہ اور قاضی نور محمد صاحب اور ان کے ہم نوا۔ قاری صاحبؒ کی کوششوں سے یہ مسئلہ سرد ہوا اور اس پر اہل درد مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا۔ البتہ اس معاہدہ پر مولانا عنایت اللہ شاہ نے دستخط نہیں کئے۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ صاحب نے اس فیصلہ کو من وعن تسلیم کیا اور شنید ہے کہ دورہ تفسیر کے دوران ایک طالب علم نے جب کہ آپ اس آیت ''انک میت و انهم میتون'' کی تفسیر فرمارہے تھے۔ آپ کو رقعہ بھیجا کہ آپ اس مقام پر جو تحقیق فرماتے تھے وہ تحقیق ہمیں سنادیں۔ اس پر آپ جلال میں آگئے اور ناظم کو حکم دیا کہ اس طالب علم کا بستر گول کرا کر اس کو مدرسہ سے نکال باہر کریں۔

ان کا شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ سے گہرا تعلق تھا، حضرت شیخ الحدیث تحریر فرماتے ہیں: ''میں نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ اور مولانا غلام اللہ خان عقائد میں متفق ہیں۔ میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قریب میں جب جہراً درود پڑھا جائے تو نبی علیہ السلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے اور نبی علیہ السلام اور سب اموات میں حیات برزخی اور نبی علیہ السلام میں سب سے اکمل اور احسن ہے۔ اس واسطہ سے وہ قبر کے پاس درود وسلام سنتے ہیں۔''

اب جب کہ حضرت شیخ القرآن کو دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً ۳۲ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ایک صاحب نے ''مسلک شیخ القرآن'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی اور اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت شیخ القرآن کا عقیدہ حیات النبی ﷺ کا نہیں تھا اور معاہدہ قاسمی ان کے ہاں منسوخ ہے۔ خدا بھلا کرے ہمارے مخدوم کثیر التصانیف بزرگ محقق عالم دین، مؤرخ بے بدل وادیب شہیر، پیکر زہد وتقویٰ حضرت مولانا عبدالمعبود صاحب مدظلہ کا جو کہ شیخ القرآن کے ارشد اور اقرب تلامذہ میں سے ہیں اور انہی کو سوانح شیخ القرآن لکھنے کی سبقت حاصل ہے۔ انہوں نے انتہائی سنجیدہ، متین اور مدلل انداز میں اس رسالے کی تردید میں رسالہ بعنوان ''عقیدہ شیخ القرآن'' مرتب فرمایا اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کا عقیدہ دربارہ حیات النبی ﷺ وہی ہے جو کہ تمام اہل اسلام واکابرین دیوبند کا اجماعی عقیدہ ہے۔ مقام افسوس ہے کہ اس وقت عالم اسلام بالعموم اور مملکت خداداد پاکستان بالخصوص انتہائی دگرگوں اور ناگفتہ بہ دور سے گزر رہا ہے۔ اس پر از فتنہ وفساد دور میں مسلمانوں اور اہل وطن کو اتحاد کی شدید ضرورت ہے۔ انہی حالات میں ایک پرانے مسئلہ کو دوبارہ اٹھانے کی کیا ضرورت تھی کہ ان لوگوں کو حضرت شیخ القرآن کی وفات کے ۳۲ سال بعد ''مسلک شیخ القرآن'' لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی حالت زار پر رحم فرمائے۔ آمین! صفحات ۸۴ ہیں، جب کہ ناشر ادارہ التحقیق والتصنیف باغ سرداراں راولپنڈی ہے۔ (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک مارچ ۲۰۱۳ء)

تبصرہ ماہنامہ ''الخیر'' ملتان

زیرادارت حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم
مہتمم خیر المدارس ملتان، ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

اس رسالہ میں حضرت مولانا عبدالمعبود دامت برکاتہم نے واضح دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ شیخ

القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان کا حیات النبی ﷺ کے بارے میں وہی عقیدہ تھا جو حضرات اکابر دیوبند کا ہے جن میں سے ایک حوالہ یہ ہے کہ حضرت شیخ القرآن کے قائم کردہ دارالعلوم تعلیم القرآن (راولپنڈی) کے مفتی مولانا مفتی عبدالرشید ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''کئی اکابر علمائے دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عندالقبر انبیاء ﷩ کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء ﷤ کا مقام بہت بلند ہے اور آپ ﷺ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔'' (ص ۲۹ مفتی عبدالرشید، ۲۷رصفر ۱۳۷۹ھ، ۲رستمبر ۱۹۵۹ء) الجواب صحیح لاشئی غلام اللہ خان (بحوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۵۹) (ماہنامہ الخیر ملتان ستمبر ۲۰۱۲ء)

تبصرہ ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ

زیرادارت حضرت مولانا فیاض خان سواتی دامت برکاتہم

عقیدہ شیخ القرآن ﷫ فی الحیات بعد الوفات لسید الانس والجان'' مرتب حضرت مولانا محمد عبدالمعبود راولپنڈی، زیر تبصرہ رسالہ کا موضوع اس کے نام سے ہی ظاہر ہے، جو ملک کے نامور محقق عالم دین، بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد عبدالمعبود کے اشہب قلم کا شاہکار ہے۔ موصوف کتب کثیرہ کے مصنف، اکابر کے معتمد اور شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان ﷫ کی سوانح کے مؤلف ان کے تلمیذ و معتمد خاص اور سفر و حضر کے خادم و ساتھی ہیں۔

۱۹۹۰ء میں انہوں نے جانشین شیخ القرآن حضرت مولانا قاضی احسان الحق ﷫ کے ارشاد پر حضرت شیخ القرآن کی سوانح حیات مرتب کی تھی۔ جو انہی کی خواہش پر مکتبہ رشیدیہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی سے شائع ہوئی تھی۔ حقائق کے اظہار پر وہ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے شدت پسند طبقہ کو ہضم نہ ہو سکی اور انہوں نے اس پر اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ خصوصاً اس کے مؤلف کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ مولانا عطاء اللہ بندیالوی اور ان کے نوخیز ہم نوا اس طعنہ زنی میں پیش پیش ہوئے۔ کافی عرصہ تک مؤلف سوانح شیخ القرآن نے اسے لوم خفاش سمجھتے ہوئے اس پر خاموشی اختیار کئے رکھی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ شیخ القرآن ﷫ کے عقیدہ حیات النبی ﷺ میں صحیح موقف کو دن دھاڑے غلط تاویلات اور من گھڑت دلائل سے سبوتاژ کیا جا رہا ہے تو انہوں نے احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے قلم اٹھاتے ہوئے جمہور امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا۔ یوں تو یہ رسالہ ۸۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ لیکن مشہور مقولہ ''لیس الخبر کالمعاینۃ'' کا صحیح مصداق ہے۔ حضرت شیخ القرآن ﷫ کی طرف منسوب سنی سنائی اور من گھڑت روایات کا مؤلف موصوف کے آنکھوں دیکھے حال اور کانوں سنے ارشادات نے قلع قمع کر کے رکھ دیا ہے۔ علماء و طلبہ اور عامۃ المسلمین سب ہی کے لئے یہ ایک خاص تحفہ ہے۔ مطالعہ سے لطف اٹھائیں، حقائق سے باخبر ہوں اور مؤلف موصوف کو داد و دعا سے نوازیں۔ رسالہ کی کمپوزنگ، کاغذ و طباعت اور رنگین آرٹ پیپر ٹائٹل معیاری ہے۔ (ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ مئی ۲۰۱۲ء)

تبصرہ ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ

از قلم: علامہ عبدالقیوم حقانی مدظلہم

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان قدس سرہ کے تلمیذ خاص و معتمد رفیق اور جانشین شیخ القرآن مولانا

قاضی احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد واصرار پر سب سے پہلے سوانح شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مرتب، شمائل ترمذی کے شارح، عالم اسلام کی معرکہ آراء علمی اور تاریخی دستاویز "تاریخ مکۃ المکرمۃ وتاریخ مدینۃ المنورۃ" کے مصنف، عظیم علمی سوغات، "شاہ کونین کی شہزادیاں" کے مرتب۔ علاوہ ازیں بیسیوں علمی، تحقیقی، ادبی اور فقہی کتابوں کے مؤلف مولانا عبدالمعبود مدظلہم نے بالآخر "عقیدہ شیخ القرآن" کی بھی بیانگ دہل اس قدر واضح، بے غبار حقیقت کو طشت از بام کردیا ہے کہ جسے بھی عقل وضمیر اور دانش کا کچھ حصہ بھی نصیب ہوا ہو، جسے سلامتی طبع ودیعت کی گئی ہو، وہ اسے حرف آخر قرار دے گا اور حضرت شیخ القرآن سے متعلق سوء عقیدہ کے نظریات کی نسبت سے توبہ واستغفار پڑھے گا۔

چند ماہ قبل سفر عمرہ میں الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی لاجواب کتاب "آب حیات" پڑھ لینے کے بعد عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اکابر علماء دیوبند اور زعماء ملت کی تصریحات کو آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن اور برحق سمجھتا ہوں۔ ان مسائل میں الجھنے، طعن وتشنیع، علمی مسائل کو عوامی حلقوں میں زیر بحث لانے کو نامناسب سمجھتا ہوں۔ مگر اس پر میری حیرت واستعجاب کی انتہاء نہ رہی جب الامام نانوتوی قدس سرہ کی "آب حیات" کا احقر نے اٹک کی تاریخی کانفرنس میں نام لیا تو الجھنے والے الجھ گئے۔ مجھے خطوط لکھے اور مغلظ اور ننگی گالیاں بھیجیں۔ چونکہ اس طرح کے مسائل میرا موضوع نہیں ہیں۔ اس میں الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ اپنے استاذ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ (فاضل دیوبند) اور اپنے پیرومرشد مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کا اندھا مقلد ہوں۔ امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی "آب حیات" کو دیوبندی مکتب فکر کے لئے حجت سمجھتا ہوں۔

اللہ کا شکر ہے کہ بزرگوار محترم، عقائد علماء دیوبند کے ترجمان، حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب ومعتمد تلمیذ خاص اور ان کے اولین سوانح نگار اور مسلک حق واعتدال کے ترجمان مولانا محمد عبدالمعبود صاحب مدظلہم نے بڑھاپے، ضعف، شدید علالت اور اعذار وامراض کے باوصف اپنے شیخ ومحسن ومربی اور عظیم اتالیق حضرت شیخ القرآن کے اصل عقیدہ کی وضاحت، دیدہ وشنیدہ اور مشاہدہ کی امانت امت کے حوالے کردی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے متعصبین ومبغضین کے طرز عمل، نازیبا وطیرہ اور شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دامن عقائد پر داغ دھبے اور ان کے شفاف دامن توحید کو داغدار کرنے والوں کے سامنے سد سکندری بن گئے ہیں۔ اب قیامت تک کوئی بھی شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا مبغض وبدخواہ ان کا محب وجانثار بن کر ان کی عظمت شان، رفعت مقام اور اصل عقائد کو مجروح نہیں کرسکے گا۔ قدم اٹھائے گا تو منہ کی کھائے گا۔ اگر کوئی ازلی بدنصیب آسمان پر تھوکے گا تو منہ پر گرے گا۔

کتاب کی ضخامت تو ۸۲ صفحات ہیں، حجم چھوٹا ہے مگر سچائی، دیانت، احقاق حق اور اپنے شیخ، شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی عزت وناموس، ان کے اصل عقیدہ کی توضیح وتشریح اور مسلک حق کی ترجمانی وحقیقت بیانی کا شہکار ہے۔ برادر محترم! میاں محمد الیاس ہزار انکار کریں مگر ان کی کتاب سے ماخوذ حوالہ جات بہرحال درست ہیں۔ میرے خیال میں اس کے بعد اب کسی کو بھی نبی کی برزخ میں حیات بعد الوفات میں نہیں الجھنا چاہئے۔ حیات بعد الوفات کا منکر وہی شخص ہوسکتا ہے جو قبر کا منکر ہو، قبر میں سوال وجواب کا منکر ہو، برزخ کا منکر ہو، حیات شہداء کا منکر ہو اور قرآنی آیت "بل احیاء ولکن لا تشعرون" کا منکر ہو۔

مولانا محمد عبدالمعبود مدظلہم پوری امت بالخصوص جمہور اہل سنت والجماعت، بالاخص تمام علماء دیوبند کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے عقیدہ شیخ القرآن لکھ کر دجل وفریب، کذب وبہتان اور جھوٹے انتسابات کا قلع قمع کر دیا۔ واجرھم علی اللہ! (ماہنامہ القاسم نوشہرہ)

تبصرہ ماہنامہ حق چاریار لاہور

ازقلم: حضرت مولانا عبدالجبار سلفی دامت برکاتہم

حال ہی میں ایک تازہ کتاب منظر عام پر آئی ہے اور آتے ہی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کو فرحت بخش گئی۔ ۱۹/ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ کو راولپنڈی سے حضرت مولانا عبدالمعبود صاحب کا خط موصول ہوا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "مسلک شیخ القرآن" نامی ایک پمفلٹ میں یہ تأثر دیا گیا ہے کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تھا۔ بلکہ وہ اس کے مخالف تھے۔ احقر نے جواباً "عقیدہ شیخ القرآن" لکھی اور ثابت کیا کہ مولانا غلام اللہ خان سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل تھے۔ آپ اس پر مفصل تبصرہ ماہ نامہ حق چاریار میں شائع کر دیں۔ الخ! جب دوسرا پیکٹ کھولا تو اس میں چمکتی دمکتی دو عدد کتابیں موجود تھیں۔ جنہیں اسی نشست میں بیٹھ کر مطالعہ کرنے کا منجانب اللہ شرف حاصل ہو گیا۔

ارباب دانش وبینش پر مخفی نہیں ہے کہ ۱۹۵۷ء سے قبل روئے زمین پر کوئی محقق عالم ایسا نہیں تھا جس نے اس نظریہ کا انکار کیا ہو کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ اطہر میں حیات نہیں ہیں یا اپنے روضہ پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو سماعت نہیں فرماتے۔ اختلاف ایک طبعی چیز ہے۔ یہ چلا آ رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ کسی بھی مسئلہ میں ذوق، تفرد یا تعبیر کو اہل علم برداشت کرتے ہیں اور بڑے سلیقے کے ساتھ سمجھانے اور سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

لیکن بدقسمتی سے اس عنوان پر جو طوفان بدتمیزی برپا کیا گیا، اس کی مثال کم از کم دیوبندی مکتب فکر کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی سے کم وبیش ۴۵ سال اس نظریے کا انکار کر کے باقاعدہ امت کی تکفیر میں صرف کر دئے اور اپنے جیتے جی مولوی احمد سعید خان صاحب کو خوب پال پوس کر میدان میں اتارا اور رہی سہی کسر انہوں نے پوری کر دی۔ ان میں سے اکثریت حسب ضابطہ خداوندی دنیا چھوڑ گئی۔ مگر نفرت واشتعال کی جو دراڑیں وہ ڈال کر گئے تھے۔ آج تک اس کا خمیازہ بھگتا جا رہا ہے اور خدا جانے کب تک یہ سلسلہ باقی رہے گا۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے بھی باقی علماء کرام کی طرح شاہ صاحب سے تعلقات تھے۔ شاہ صاحب کی ضد بازی کی بنا پر اکثریت نے یکسر تعلقات ختم کر لئے۔ جن میں قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبداللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم سرفہرست ہیں۔ مگر مولانا غلام اللہ خان نے تعلقات نہ توڑے کہ شاید شاہ صاحب راہ راست پر لوٹ آئیں۔ اسی میدان اور توقع پر شیخ القرآن دنیا چھوڑ گئے۔ نتیجتاً شاہ صاحب کے ارادت مندوں نے انہیں اپنے کھاتے میں ڈالے رکھا۔

جہاں تک مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے تو علماء دین کی جانب سے دو، چار نہیں ایک سو کے لگ بھگ کتابیں لکھی گئیں۔ مولانا سید امین الحق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی "تنبیہ الاغنیاء علیٰ حیاۃ الانبیاء"، علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی "مقام حیات" اور مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی "تسکین الصدور" کو اس عنوان پر بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ مگر منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخی روئیداد جو مولانا عبدالمعبود صاحب نے قلمبند کی ہے۔ یہ جھلکیاں شاید کسی

اور کتاب میں نہ مل سکیں۔ مولانا عبد المعبود صاحب کافی دیر کے بعد میدان میں اترے ہیں۔ مگر ''بوڑھے کے لٹھ سے خدا بچائے'' کہ انہوں نے شیخ القرآن کے نام نہاد مداحوں کی عمارت زمین بوس کر کے رکھ دی۔ آپ نے اس سے قبل مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کی سوانحی حیات بھی لکھی، جو کافی مقبول ہوئی تھی۔ مگر شاید اس کبڈی کا کھلاڑی وہ نہیں بننا چاہتے تھے کہ سوانح میں اس عنوان پر زیادہ خامہ فرسائی نہیں کی۔ البتہ شیخ القرآن کا عقیدہ بخوبی واضح کر دیا تھا کہ وہ حیات النبی ﷺ فی البرزخ کے قائل تھے۔ منکرین حیات النبی ﷺ نے ایک آدھ سطر پر بھی بڑا اودھم مچایا۔ ان کے ناچنے کودنے کا یہ فائدہ بہرحال ہوا کہ مولانا عبد المعبود صاحب بیدار ہو گئے اور کئی ایک مخفی حقائق کو طشت از بام کر دیا۔ اس کتاب کا پورا نام یہ ہے: ''عقیدہ شیخ القرآن فی الحیات بعد الوفات لسید الانس والجان''

یہ کتاب ثقاہت واعتبار کے درجہ پر اس لئے آتی ہے کہ مصنف شیخ القرآن کے نہ صرف شاگرد اور خادم خاص رہے ہیں بلکہ ان کے خاندانی روابط ابتداء سے ہی حضرت شیخ القرآن سے رہے۔ اس کتاب میں تقریباً ۶۴ عناوین کی مدد سے تاریخی اور اصولی بحث کی گئی ہے۔ انداز انتہائی متانت اور شستگی پر مشتمل ہے۔ چونکہ یہ ایک کتاب کا جواب ہے۔ اس لئے جوابی ابحاث میں بعض مقامات پر تلخ جملوں کو گوارا کر لینا چاہئے۔

قارئین کرام!

۱...... دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کے مجمع عام میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب تقریر کر رہے تھے کہ اچانک شیخ القرآن نے ان سے مائیک چھین لیا اور تقریر بند کر وادی کیوں؟

۲...... حضرت شیخ القرآن کا جنازہ شاہ صاحب نے پانچ تکبیروں کے ساتھ پڑھایا۔ بعد میں خفت مٹانے کے لئے کس کو مورد الزام ٹھہرایا گیا؟ حقائق کیا تھے؟

۳...... شیخ القرآن رحمہ اللہ نے کس کے متعلق کہا تھا کہ اس نے دیوبند کا منہ بھی نہیں دیکھا اور دیوبند کے خلاف بولتا ہے، اشتہار سے اس کا نام کاٹ دو؟

۴...... شیخ القرآن ڈنڈا اٹھا کر کس کے پیچھے بھاگے تھے؟ وجہ کیا تھی؟

۵...... تفسیر جواہر القرآن لکھنے والے کون تھے؟ کیا شیخ القرآن اس سے مطمئن تھے؟

۶ مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ کے تصفیہ کا آنکھوں دیکھا حال، دار العلوم تعلیم القرآن سے جاری ہونے والے اصل فتاویٰ اور سماع موتیٰ کے عقیدے کو شرک کا چور دروازہ کس نے قرار دیا؟

کیا آپ ان جیسے درجنوں حقائق سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں؟ اور مختصر تاریخ کی دبیز تہہ کے نیچے مدفون رازوں سے مطلع ہونا چاہتے ہیں؟ تو پھر فوراً یہ کتاب خریدیں اور مطالعہ کریں۔ (ماہنامہ حق چار یار لاہور مئی ۲۰۱۲ء)

تبصرہ ماہنامہ ''نور علیٰ نور'' فیصل آباد

از قلم: حضرت مولانا عبد الرشید انصاری زید مجدہ مدیر اعلیٰ ماہنامہ نور علیٰ نور فیصل آباد

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کو ہم سے جدا ہوئے تقریباً تیس سال سے زائد ہو گئے ہیں۔ شیخ القرآن رحمہ اللہ اپنے وقت کے جید عالم دین اور شعلہ بیان مقرر تھے۔ ان کے ہزارہا شاگرد اور

لاکھوں عقیدت مند تھے۔ آج بھی انہیں عقیدت واحترام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے ''حیات الانبیاء علیہم السلام'' پر ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی مختلف باتیں منظر عام پر آتی رہیں اور آج بھی جب کہ ان کی وفات کو عرصہ دراز بیت گیا۔ ان کا عقیدہ زیر بحث ہے۔

زیر تبصرہ کتابچہ ''عقیدہ شیخ القرآن'' اسی حوالہ سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس زیر نظر کتابچہ کے مرتب حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے شاگرد رشید، رفیق کار، معتمد خاص مولانا محمد عبد المعبود صاحب ہیں۔ جنہوں نے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کی سوانح بھی تحریر فرمائی تھی۔ جسے اصحاب علم ودانش نے بہت پسند فرمایا۔ فاضل مرتب معروف عالم دین اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کا شیخ القرآن رحمہ اللہ کے ساتھ سالہا سال خصوصی تعلق رہا۔ خلوت، جلوت، سفر وحضر، برس ہا برس بطور خادم وشاگرد کے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے ساتھ رہے۔ ان سے زیادہ کون شیخ القرآن کے عقیدہ کی وضاحت کرسکتا ہے جب کہ انہیں حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کی اولاد کا اعتماد بھی حاصل رہا۔ فاضل مرتب نے بڑی وضاحت کے ساتھ زیر نظر کتابچہ میں حضرت شیخ کے عقیدہ کو بیان کیا کہ یہ ان کا حق تھا اور ہے کہ وہ اپنے استاد محترم کے عقیدہ کی وضاحت کریں۔ فاضل مرتب نے بہت اچھے انداز میں تفصیل کے ساتھ اپنی بات کو قارئین تک پہنچایا ہے تاکہ حضرت شیخ القرآن کے ''حیات الانبیاء علیہم السلام'' کے حوالہ سے ہر بات کھل کر سامنے آجائے اور کوئی تشنگی نہ رہے۔ فاضل مرتب حضرت مولانا محمد عبد المعبود صاحب نے اپنی بات کو قارئین تک پہنچانے کے لئے مخالفانہ انداز تحریر کا راستہ اختیار نہ کیا۔ بلکہ شستہ زبان میں اپنی بات کو آگے بڑھایا۔ یہ ان کی خوبی ہے اور یہی ہمارے بڑوں کا طریقہ تھا۔ اللہ کریم جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ سے تعلق رکھنے والوں کو خصوصیت کے ساتھ اس کتابچہ کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ شیخ القرآن رحمہ اللہ کے عقیدہ کے بارے میں کوئی ابہام نہ رہے۔ (ماہنامہ نور علیٰ نور فیصل آباد)

سوانحی خاکہ

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان

نقش محبت

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم ومغفور اعلی اللہ مقامہ

دلوں میں یاد رہی اور لبوں پہ نام رہا — اس انجمن میں ترا ذکر صبح وشام رہا
کبھی مٹا نہ سکی گردش زمانہ اسے — دلوں میں نقش محبت علی الدوام رہا
ترے بغیر فضائے چمن اداس اداس — ترے ہی دم سے بہاروں کا التزام رہا
ترا ضمیر تھا آئینہ خلوص و وفا — جہاں نما ترے فکر ونظر کا جام رہا
فضا میں زاغ وزغن کی اڑان بھی دیکھی — مگر عقاب کا اونچا بہت مقام رہا
تری ادائے تبسم میں کیف روح افزاء — سکون دل کا نظر میں تری پیام رہا

کبھی وداع کی محل کبھی ہے جشن وصال کسی کا کوچ کسی کا یہاں قیام رہا
ظہور جب وہ آنکھوں سے ہوگئے غائب ہمیں سحر پہ بھی اکثر گمان شام رہا

جناب مولانا حافظ محمد ظہور الحق ظہور صاحب مدظلہ اسلام آباد

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان ۱۹۰۵ رحمۃ اللہ علیہ کو موضع دریا ضلع کیمل پور موجودہ اٹک میں پیدا ہوئے۔ نام غلام خان رکھا گیا۔ عرصہ بعد آپ کی خدمات توحید کو دیکھتے ہوئے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام ''غلام اللہ'' رکھا۔ آپ اس نام سے مشہور ہوئے اور اسی نام سے لکھے پڑھے گئے۔

آپ کے والد ملک فیروز خان علاقہ کے متمول زمیندار تھے اور ضلعی انتظامیہ کی طرف سے اپنے علاقہ کے نمبردار بھی تھے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت محمد اکبر بن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ کا خاندان قطب شاہی اعوان کہلاتا ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ناظرہ قرآن مجید موضع دریا کے امام مسجد مولانا حافظ محمد جی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ مولانا حافظ محمد جی نہایت متقی، پرہیزگار اور قابل مدرس تھے۔ علم میراث کی تحصیل کے لئے طلبہ دور دراز سے آپ کے پاس آتے تھے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان علمی نہ تھا۔ مگر آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے علم دین کے حصول کا شوق پیدا کیا۔ چنانچہ آپ نے ابتدائی کتب حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ سے موضع ''بجہ'' اور ''کھٹہ'' میں پڑھیں۔ نحو کی منتہی کتب حضرت مولانا سکندر علی رحمۃ اللہ علیہ سے سکندر پورہ ہری پور میں اور ان کے بڑے بھائی مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ سے موضع ''کوکل'' حویلیاں میں پڑھیں۔ معقولات اور فنون کی تحصیل حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ عرف ''انہی والے بابا'' اور ان کے داماد حضرت مولانا ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے موضع ''انہی'' تحصیل پھالیہ ضلع گجرات سے کی۔

تفسیر قرآن مجید پڑھنے کے لئے آپ رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی کی خدمت میں موضع ''واں بھچراں'' ضلع میانوالی گئے۔ حضرت مولانا حسین علیؒ حدیث میں قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور تفسیر آپ نے ''مظاہر علوم'' سہارن پور کے بانی حضرت مولانا مظہر علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی۔ تصوف وسلوک میں آپ حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نواب محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ زئی شریف سے مجاز تھے۔ علم تفسیر خاص انداز سے پڑھاتے تھے۔ عنوانات مضامین قرآن، خلاصہ سور اور ربط آیات ایسے عمدہ طریقہ پر پڑھاتے کہ آپ کا شاگرد علوم قرآن کا ماہر سمجھا جاتا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے علم تفسیر حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ نہ صرف علوم قرآنیہ کو اپنے سینہ میں محفوظ کیا۔ بلکہ اپنے استاذ کی شخصیت کا ایسا عکس بنے کہ تمام عمر قرآنی علوم کی نشر واشاعت اور عقیدہ توحید کی تبلیغ میں گزار دی۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ یہیں حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی ہوئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اوراد و وظائف اور اذکار واشغال بھی سیکھے۔

حضرت شیخ القرآن، مولانا حسین علی سے علم تفسیر اور علم تصوف اور سلوک کا گراں بہا ذخیرہ لیتے ہوئے علم حدیث کی تحصیل کے لئے دار العلوم دیوبند پہنچے اور شوال میں داخلہ لیا اور چند ماہ اسباق حدیث پڑھے۔

اس وقت امام المحدثین حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ''جامعہ اسلامیہ'' ڈابھیل ضلع سورت میں پڑھا رہے تھے۔ حضرت شیخ القرآنؒ کے دیرینہ دوست اور آپ کے علاقہ کے حضرت مولانا عبدالقدیر مومن پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ''جامعہ اسلامیہ'' ڈابھیل میں ابتدائی مدرس تھے۔ انہوں نے آپ کو لکھا ''مولانا محمد انور شاہ کشمیری چراغ سحری ہیں۔ آپ علم حدیث کی تحصیل ان سے کریں۔'' حضرت مولانا عبدالقدیر رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب پر آپ ''جامعہ اسلامیہ'' ڈابھیل چلے گئے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں آپ نے صحیح بخاری حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح مسلم اور جامع ترمذی حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔

۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں آپ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے دورہ حدیث شریف پڑھ کر علوم اسلامیہ کی تحصیل سے فراغت حاصل کی۔ اسی سال آپ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں طلبہ کو قرآن مجید کی تفسیر بھی پڑھائی۔ تدریس تفسیر آپ نے ارباب اختیار جامعہ اسلامیہ کی خواہش پر کی۔ تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں آپ کو اس سال باقاعدہ مدرسین میں لکھا گیا ہے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے فراغت کے بعد آپ وطن واپس آگئے۔

۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز عیدگاہ والی مسجد گجرات، ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائی۔ ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں گجرات سے دارالعلوم عزیزیہ بگویہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں آئے۔ یہاں آپ نے درس نظامی کی فقہی کتابوں کا دو سال درس دیا۔ ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں مدرسہ شاہ حسین گجرات آگئے۔ زمانہ قیام گجرات ہی میں ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں آپ کی شادی ہوگئی۔ آپ کی شادی پر موضع دریا میں حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری بھی تشریف لائے۔ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۹ء میں آپ نے دوسری بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۹۴۲ء میں آپ بطور عربی استاذ گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی آئے اور ساتھ ہی پرانا قلعہ والی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ یہیں آپ درس نظامی کی فقہی کتابوں کا درس بھی دیتے رہے۔ ایک جمعہ میں آپ نے قادیانیت کے مکروفریب اور کفر سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ اس پر سکول کی ملازمت سے آپ کو فارغ کردیا گیا۔ یوں قدرت نے آپ کو مسجد مدرسہ کی خدمت کے لئے یکسو کردیا۔

۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء میں آپ نے یہیں قلعہ والی مسجد میں دارالعلوم تعلیم القرآن کے نام سے باقاعدہ ایک دینی ادارے کا آغاز کیا۔

۱۹۴۴ء میں حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، نماز جنازہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم قرار پائے۔ پرانا قلعہ والی مسجد کے قریب ہی موجودہ راجہ بازار کے پاس شوالہ جوگیاں کے نام سے ہندوؤں کی عبادت گاہ تھی۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے وقت ہندو سادھو یہ جگہ حضرت شیخ القرآن کو لکھ کر دے گئے۔ آپ نے یہاں دارالعلوم تعلیم القرآن کی بنیاد رکھی۔ اس عظیم الشان دینی ادارہ میں دورہ حدیث کے اسباق شروع ہوگئے۔ دورہ تفسیر آپ خود پڑھاتے تھے۔ آخر عمر تک آپ کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ آپ کی وفات کے بعد بھی ماشاءاللہ دورہ حدیث اور دورہ تفسیر تک اسباق ہو رہے ہیں۔ آپ کے دورہ تفسیر میں عرب وعجم کے طلبہ شریک ہوتے رہے۔ ہزارہا تشنگان علوم قرآنیہ نے آپ سے قرآنی فیض حاصل کیا اور اقصائے عالم کو قرآنی روشنی سے منور کیا۔

سلامت تیرا میخانہ سلامت تیرے مستانے رہے گا رنگ عالم میں یہی تا یوم دیں ساقی

۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء سے پہلے ڈومیلی میں مولوی محمد عمر اچھروی سے مسئلہ غیب اور حاضر ناظر پر مناظرہ طے ہوا۔ آپ وقت مقرر پر ''ڈومیلی'' پہنچ گئے۔ مگر فریق ثانی نے راہ فرار اختیار کر لی۔

۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۶ء میں حضرو علاقہ چھچھ میں مولانا عبدالحق پیرزئی سے ''بلغۃ الحیران'' کی بعض عبارات پر مناظرہ ہوا۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے تمام اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا۔ ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۷ء سے پہلے خانقاہ ڈوگراں میں مولوی محمد عمر اچھروی سے مسئلہ علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل وغیرہ عنوانات پر مناظرہ ہوا۔ یہ مناظرہ تین دن جاری رہا۔ مولوی محمد عمر اچھروی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ تیسرے دن عجیب واقعہ پیش آیا۔ جب شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے آخری تقریر کی تو اچانک ایک سکھ سٹیج پر چڑھ آیا اور مائیک پر آکر کہنے لگا: میں سکھ ہوں، فیصلہ تو مسلمان عوام کریں گے مگر میرے تاثرات یہ ہیں کہ مولانا غلام اللہ خان نے قرآن وحدیث کے دلائل سے لبریز مؤقف پیش کیا ہے جب کہ مولانا محمد عمر اچھروی کا مؤقف قرآن وحدیث کے دلائل سے خالی ہے۔

۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء کے جہاد کشمیر میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ وادی کشمیر میں کئی دن دورہ کر کے علم جہاد بلند کیا۔ ۱۳۶۹ھ/اپریل ۱۹۴۹ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا پہلا متفقہ مطالبہ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی سے کیا گیا۔ ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۴۹ء میں ایک متعصب شیعہ ڈی سی حماد رضا نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کرنے پر آپ کو کلر سیداں میں نظر بند کر دیا۔ ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۲ء میں موضع ''جبر'' ضلع راولپنڈی میں بریلوی مولوی مفتی محمد صادق سے مسئلہ حاضر ناظر پر مناظرہ ہوا۔ مفتی محمد صادق کو شکست ہوئی۔ پندرہ دن بعد اسی گاؤں میں مولوی محمد عمر اچھروی سے مناظرہ ہوا۔ مولوی محمد عمر اچھروی کو بھی شکست ہوئی۔

۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۲ء میں اپنے آبائی گاؤں دریا میں مدرسہ حسینیہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۷/جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ/ ۲/فروری ۱۹۵۳ء میں قادیانیت کے خلاف تحریک احرار اسلام میں حصہ لینے پر آپ کو گرفتار کیا گیا۔

۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں مولانا احمد حسین سجاد بخاری رحمۃ اللہ علیہ جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ قائم کی۔

۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء میں مغربی پاکستان کے علماء کے اجلاس میں جمعیت علماء اسلام کا قیام عمل میں لایا گیا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ امیر منتخب ہوئے۔ اس اجلاس میں آپ بھی شریک ہوئے۔ ۲۲/جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ/ ۲۷/دسمبر ۱۹۵۶ء میں پشاور میں عبدالرؤف نامی ایک شخص نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔

۶/جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ/ ۲۹/نومبر ۱۹۵۷ء کو ''جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مولانا قاضی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ امیر اعلیٰ، مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نائب امیر، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ اور حاجی فیروز دین خازن منتخب ہوئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تاحیات ناظم اعلیٰ کے عہدے پر رہے۔ آپ کی وفات پر آپ کے صاحبزادے اور جانشین مولانا قاضی احسان الحق تاحیات ناظم اعلیٰ رہے۔

ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ/نومبر ۱۹۵۷ء کو دارالعلوم تعلیم القرآن سے ماہنامہ تعلیم القرآن کا اجراء ہوا۔ ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء میں ایوبی مارشل لاء کے خلاف صدائے حق بلند کرنے پر آپ کو اٹک جیل میں پابند سلاسل کیا گیا۔ جہاں آپ دو ماہ قید رہے۔ ۱۰/ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ/۳۱/مئی ۱۹۵۸ء موضع ''ریڑکا'' ضلع گجرات میں علم غیب پر مولوی محمد عمر اچھروی سے مناظرہ طے ہوا۔ اس مناظرہ میں مولوی محمد عمر اچھروی کتابیں اٹھا کر بھاگ گیا۔ ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء میں موضع ''کولیاں'' نزد ٹیکسلا میں قاضی عبدالسبحان کھلابٹی سے علمائے دیوبند کی حقانیت پر مناظرہ ہوا۔ قاضی صاحب کو بالآخر چپ ہونا پڑا۔

۶/جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ/ ۴/نومبر ۱۹۵۹ء کو مارشل لاء کے خلاف تقریر کرنے پر آپ کو اٹک جیل میں پابند سلاسل کیا گیا۔ بیس دن بعد ضمانت پر رہائی ہوئی۔ ۱۹۶۰ء میں روہڑی سندھ میں بریلویوں نے علماء دیوبند پر اعتراضات کئے۔ شیخ القرآن رحمہ اللہ روہڑی پہنچ گئے۔ مگر بریلویوں میں سے کوئی نہ آیا۔ آپ نے عظیم الشان مجمع میں علمائے دیوبند کی حقانیت بیان کی۔

۱۹۶۱ء میں خواجہ عبدالمجید المعروف پیر دیول نے فتنوں کے سدباب کے لئے خاص طور پر فتنہ انکار حدیث کی سرکوبی کے لئے دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور اہل حدیث کا متحدہ محاذ بنایا حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ نے اس دعوت کو قبول کیا اور متحدہ محاذ میں شامل ہوئے۔ جون ۱۹۶۲ء میں مولانا قاری محمد امین رحمہ اللہ کی مسجد ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ کے فیصلہ عقیدہ حیات النبی پر دستخط کئے۔ اس تاریخی فیصلہ پر حضرت مولانا قاضی نور محمد، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ نے بھی دستخط کئے جب کہ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب نے دستخط کرنے سے انکار کردیا۔

۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۵ء پاک بھارت جنگ میں ملک گیر دورہ کرکے عوام میں ولولہ جہاد پیدا کیا۔ ۱۳۸۶ھ/مارچ ۱۹۶۶ء میں صدر پاکستان جنرل ایوب خان نے چینی صدر لیوشاؤچی کے استقبال میں سکول اور کالج کی دس ہزار لڑکیوں کا ڈانس کروایا۔ آپ نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔ ۱۵/اپریل کو آپ کو آبائی گاؤں دریا میں نظر بند کردیا گیا۔ دریا میں آپ پندرہ ماہ نظر بند رہے۔ دریا میں طلبہ اور عوام وخواص کا میلہ لگا رہتا اور مدرسہ حسینہ دارالعلوم بن گیا۔ یہیں آپ نے تفسیر قرآن مجید پڑھائی۔

۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء میں دوران نظر بندی آپ کے بھائی اور دست راست ملک محمد افضل رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں جامعہ اشاعت الاسلام اٹک شہر کی بنیاد رکھی اور جامعہ کے احاطہ میں جامع مسجد التاج کے نام سے ایک عظیم الشان مسجد بنوائی۔

۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں غیر مقلدین سے مقابلہ کے لئے جمعیۃ الاحناف کے نام سے علمائے دیوبند کی متحدہ تنظیم قائم کی۔ ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں مشینی ذبیحہ کے خلاف آواز حق بلند کی۔

۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں حافظ عبدالقادر روپڑی سے کوتوالی، راولپنڈی میں فاتحہ خلف الامام پر مناظرہ کیا۔ حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب حدیث نہ پیش کرسکے اور مناظرہ ٹال دیا گیا۔ شیخ القرآن رحمہ اللہ نے عوامی مجمع میں فاتحہ خلف الامام پر تین گھنٹے دلائل پیش کئے۔ جواب بھی ٹیپ ریکارڈر میں محفوظ ہیں۔

۱۳۸۹ھ/ ۱۹۷۰ء میں موضع لیوی تحصیل تلہ گنگ میں مولوی عنایت اللہ سانگلوی سے دعا بعد از جنازہ پر مناظرہ ہوا۔ سانگلوی کو شکست ہوئی۔ اس مناظرہ میں احقر بھی حوالے پیش کرنے کے لئے بطور معاون شریک تھا۔

۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں نصاب میں کلمہ اسلام کی تبدیلی کے خلاف ''چنیوٹ'' میں خطاب کیا۔ وزیراعلیٰ صادق حسین قریشی پر سخت تنقید کی۔ آپ کو جلسہ گاہ ہی سے گرفتار کرلیا گیا اور فیصل آباد جیل میں آپ کو پابند سلاسل کردیا گیا۔ دو روز بعد لاہور سے آپ کی رہائی ہوئی۔

۷/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ/ ۲۶/اپریل ۱۹۷۷ء کو ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم پاکستان کے خلاف آواز حق بلند کرنے پر آپ کو ضلع بدر کیمل پور میں پابند کردیا گیا۔ وہاں سے ۵/مئی کو آپ کو گرفتار کرلیا گیا۔

۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء کی تحریک نفاذ اسلام میں بھرپور حصہ لیا۔

۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء کو برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا۔

۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی معیت میں شہدائے بالاکوٹ کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے گئے۔

۹ صفر ۱۴۰۰ھ ۲۸ دسمبر/ ۱۹۷۹ء کو آپ پر دل کا دورہ پڑا۔ پولی کلینک اسلام آباد لایا گیا۔

جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ/ مارچ ۱۹۸۰ء میں جشن صد سالہ دارالعلوم دیوبند میں شرکت کے لئے انڈیا گئے۔ وہاں ایک نشست کی صدارت کی اور ایک وقیع خطبہ ارشاد فرمایا۔ اسی سفر میں دہلی میں خاندان شاہ ولی اللہ کے مشہور قبرستان ''مہندیاں'' فاتحہ کے لئے تشریف لے گئے۔

جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ/اپریل ۱۹۸۰ء میں حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کی دعوت پر خان پور تشریف لے گئے۔ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کی نمائندگی فرمائی اور فقید المثال اجتماع سے خطاب کیا۔

جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ/اپریل ۱۹۸۰ء میں شیخ عبدالعزیز بن باز کی معرفت حکومت سعودیہ کی خصوصی دعوت پر سفر عمرہ کیا اور عرب امارات بھی تشریف لے گئے۔ یہیں سے آپ دوبئی آگئے۔

۱۰/رجب ۱۴۰۰ھ/ ۲۵/مئی ۱۹۸۰ء میں آپ نے دوبئی جامع مسجد قصص نمبر ۳ میں زندگی کا آخری خطاب کیا۔ عقیدہ توحید پر مدلل بات کی اور اس خطاب کی تکمیل دوسرے روز دوبئی کی مرکزی جامع مسجد کے خطاب میں کرنے کا وعدہ فرمایا۔ دوسرے روز آپ دوبئی کی مرکزی جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ جلسہ کی کارروائی جاری تھی، آپ مسجد کے محراب میں تشریف فرما تھے کہ اچانک آپ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ اپنے رفیق سفر حافظ نور حسین کو مائیک پر کھڑا کیا اور خود اپنے دو جانثاروں اکرم خان اور نسیم خان کے ہمراہ راشد ہسپتال تشریف لے گئے۔

۱۲/رجب ۱۴۰۰ھ/ ۲۷/مئی ۱۹۸۰ء کو گھر سے کوسوں دور مسافری کی حالت میں ہسپتال ہی میں کلمہ طیبہ کے ورد کے ساتھ جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! رہے نام اللہ کا!

نماز جنازہ دوبئی میں ادا کی گئی، تابوت پاکستان لایا گیا، دوسری نماز جنازہ لیاقت باغ راولپنڈی میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی رحمہ اللہ کی اقتداء میں ہوئی۔ تیسری نماز جنازہ اٹک شہر کی عیدگاہ کے وسیع میدان میں آپ کے صاحبزادہ و جانشین مولانا قاضی احسان الحق کی اقتداء میں ادا کی گئی اور اپنے بنا کردہ ''جامعہ اشاعت الاسلام'' اٹک شہر میں سپرد خاک کردیے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطا کیں: (۱) مولانا قاضی احسان الحق ۱۹۹۲ء میں فوت ہوئے۔ (۲) مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ (۳) مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم، دارالعلوم تعلیم القرآن کے مہتمم ہیں۔ اپنے والد گرامی کی باقیات کو بھی سنبھالا ہوا ہے۔

عقیدہ شیخ القرآن

کتابچہ مسلک شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقت

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔ امابعد!

حضرات انبیاء علیہم السلام کو دنیا سے وفات کے بعد اپنی ارضی قبور میں اجساد مبارکہ کے ساتھ تعلق روح حیات حاصل ہے۔ یہ عقیدہ اہل السنۃ والجماعت کے مسلمہ عقائد میں سے ہے۔ اس اجماعی عقیدہ کے خلاف پہلی بار پاکستان میں ۱۹۵۷ء میں حضرت مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب نے آواز اٹھائی۔ اس پر علماء حق نے گرفت کی۔ اختلاف کی یہ صورت حال علماء سے نکل کر عوامی سٹیج پر جا پہنچی۔ ۱۹۶۲ء میں جب مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان میں تشریف لائے تو ان کی کوششوں اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے تعاون سے اشاعت التوحید والسنۃ کے علماء کی حد تک یہ اختلاف ختم ہوگیا۔ اس فیصلے پر سوائے مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کے سب نے دستخط کر دیئے۔ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب نے دستخط نہیں کئے۔ وہ آخر تک اپنے مؤقف پر قائم رہے کہ وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے ارواح مبارکہ کو حیات حاصل ہے اور ارواح کا اجساد سے کوئی تعلق نہیں اور نہ انبیاء علیہم السلام عند القبر سلام سنتے ہیں۔

مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کی اس رائے کو ان کا تفرد سمجھ کر اشاعت التوحید والسنۃ میں برداشت کیا جاتا رہا۔ جب کہ غیر اشاعتی علماء نے اس کی سختی سے تردید کی۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے۔ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب پہلے مطلقاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد از وفات تعلق روح اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کا انکار نہیں کرتے تھے۔ مگر ہمہ وقتی کے قائل نہ تھے۔ اس لئے اس دور میں تفرد کا مطلب ہمہ وقتی کا انکار تھا۔ جب کہ اس کے بعد شاہ صاحب نے مطلقاً انکار کا عقیدہ گھڑا۔ مطلقاً انکار تفرد نہیں بلکہ گمراہی ہے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے شاہ صاحب کے متعلق جو رائے تحریراً یا تقریراً پیش فرمائی۔ اسی ہمہ وقتی کے انکار کے دور کی ہے۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ یہ معاملہ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کی ذاتی تحقیق تک ہی رہے۔ انہوں نے اسے جماعتی مؤقف نہ بننے دیا۔ ۱۹۸۰ء میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد اشاعت التوحید والسنۃ شاہ صاحب کی پارٹی کے ہاتھوں یرغمال ہوگئی۔ اس پارٹی نے عجیب وغریب انکشافات کا بازار کھول دیا۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے وقتی طور پر دستخط کر دیئے تھے، ان کا یہ عقیدہ نہیں تھا۔ بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ جو لوگ ایسی باتیں بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور المہند علی المفند کے مؤلف عمدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہنے سے نہیں شرماتے۔ انہیں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان باندھتے ہوئے کیا احساس ہوگا۔ حال ہی میں شائع ہونے والا مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب کا کتابچہ "مسلک شیخ القرآن" اس پارٹی کی ایسی ہی ایک کاوش ہے۔

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب کا کتابچہ ''مسلک شیخ القرآن فی حیات سید الانس والجان'' کا پہلا اور دوسرا ایڈیشن نظر سے گزرا۔ تفصیلات سے آگاہی ہوئی۔ راقم آثم عرصہ دراز سے مہربان دوستوں کی واہی تباہی سنتا رہا۔ لیکن اس موضوع کو زیر بحث لانے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ چونکہ مولانا بندیالوی نے ''حقائق کے انکشاف'' کے پردے میں حقائق کو مسخ کرنے اور حضرت شیخ القرآن نور اللہ مرقدہ کی شخصیت کو متنازع بنانے کی مذموم جسارت فرمائی ہے۔ اس لئے مجبوراً قلم اٹھانا پڑا۔

سب سے پہلے تو یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت شیخ القرآن نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد تیس سال بعد تک بندیالوی صاحب کیوں خاموش رہے اور ان حقائق کو بیان کیوں نہیں کیا؟ مولانا ارشاد فرمائیں کہ ان کی یہ معنی خیز خاموشی کس بات کی غمازی کرتی ہے؟ وہ کیا وجوہ تھیں کہ مولانا نے اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا نہیں فرمایا؟

شاید اتنا طویل زمانہ اس لئے تاخیر فرمائی ہو کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء اور تلامذہ دنیا سے رخصت ہولیں۔ رفقاء اور شاگردوں کا جم غفیر چھٹ جائے اور میدان خالی ہو جائے تو پھر ''بگل'' بجا دیا جائے تاکہ کوئی مدافعت کرنے والا نہ رہے۔

محترم! جن حقائق کے وقوع پر نصف صدی بیت جانے کے بعد آپ کو ان کے افشاء کی فکر دامن گیر ہوئی ہے۔ ان حقائق کے صدور کے وقت ماشاء اللہ جناب والا تو ''عالم ارواح کو لوریوں سے لطف اندوز'' ہو رہے تھے۔ آپ کیا جانیں کیا عوامل تھے؟ کیا واقعات اور کہاں اور کیسے وقوع پذیر ہوئے ہیں؟ اگر نوجوان علماء کرام کے ذہنی خلفشار کو کافور کرنا آپ کے لئے ناگزیر تھا تو اس قدر تاخیر کیا، مجرمانہ غفلت کے زمرے میں نہیں آتی؟ قوم کے نونہال کجروی کا شکار ہوتے رہے اور آپ ہیں کہ خواب خرگوش میں محو رہے۔ **یاللعجب!**

شیخ الحدیث مولانا عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ

(حضرت مولانا عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کا رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء میں وصال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپ (مولانا عطاء اللہ بندیالوی) نے ایسی شخصیت پر سب سے زیادہ تنقید کے تیر و نشتر کی بوچھاڑ کی ہے جس کی نیک نیتی کا آپ کو بھی اعتراف ہے۔ موصوف کی مخلصانہ جدوجہد، مصالحاتی کوششوں اور علماء دیوبند کے اتفاق و اتحاد، ان کی یکجہتی اور یگانگت کا جذبہ صادقہ آپ کو گوارا نہ ہوا۔

یعنی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ مدیر جامعہ الاشاعت الاسلام حضرو، جو آپ کی جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے رکن رکین اور اکابرین میں سے ہیں۔ اگر آپ نے انہیں معاف نہیں فرمایا تو بقول آپ کے مخالفین کے ساتھ آپ کے معاندانہ رویہ کی کیفیت کیسی ہوگی۔ علمہ عند اللہ!

قدرت کا انتقام

آپ نے آں محترم کے خلاف جو طنزیہ انداز اختیار فرمایا، اس کی دل آزار جھلکیاں کچھ ایسی ہیں ''کیا آپ سے راضی ہو جائیں گے، آپ کو گلے لگا لیں گے، آپ کے گلے میں پھول ڈالیں گے، تو کیا آپ اس اتحاد کی خاطر

توحید کے گلے پر چھری رکھ کر وسیلے اور توسل کے قائل ہو جائیں گے؟" جناب والا نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام زید مجدہ کی خدمت میں یہ عقیدت کے پھل نچھاور کیئے تو پھر قدرت نے آپ سے بھی انتقال لے لیا ہے۔

میرے خیال میں آپ کی ذات والاصفات لائق صد تبریک ہے کہ "مسلک شیخ القرآن" لکھ کر جن حقائق کو پردہ اخفاء سے منصۂ شہود پر آپ لائے ہیں۔ اس "عظیم الشان اور نا قابل فراموش" خدمت کے صلے میں آپ کی اپنی ہی جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے ذمہ داران نے آپ کے مبارک گلے پر چھری رکھ کر کتابچہ کے پہلے ایڈیشن کے ٹائٹل نمبر ۱، نمبر ۲ کے اندر کے صفحات پر مرقوم حقائق متوادیئے ہیں۔

بندیالوی صاحب نے اپنے اس کتابچہ مسلک شیخ القرآن طبع اوّل کے سرورق نمبر ۱ کے اندرون مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب مدظلہ کی تقریظ اور اندرون آخر سرورق پر مولانا سجاد بخاری صاحب کا اعلان تصحیح جواہر القرآن لگایا اور دوسری اشاعت میں دونوں حصے اڑا دیئے۔

کیا جناب والا! یہ وضاحت فرمائیں گے کہ ٹائٹل کے اندر والے صفحات کی زینت بننے والے حقائق کو کیونکر "ہباءً منثورا" کر دیا گیا ہے؟ کیا یہ انتقام خداوندی نہیں ہے کہ آپ نے ایک بزرگ شیخ الحدیث کا تمسخر اڑایا تو قدرت نے آپ سے انتقام لے لیا؟

نوٹ: یہ رائے گرامی مسلک شیخ القرآن کے ٹائٹل کے اندر والے صفحہ پر چھپی تھی، جسے بعد میں حذف کر دیا گیا۔ آخر کیوں؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے!

رائے گرامی

استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث تلمیذ شیخ القرآن حضرت مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب دامت برکاتہم

امیر اشاعت التوحید والسنہ پنجاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

میں نے عزیز مکرم مؤرخ اسلام حضرت مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی کی کتاب (مسلک شیخ القرآن فی حیاۃ سید الانس والجان ﷺ) کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے مختلف پروپیگنڈوں سے متاثر ہو کر جماعتی احباب خصوصاً نوجوان طبقہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے متعلق جو غلط فہمیاں جنم لے رہی ہیں مولانا نے ان کے ازالہ کے لئے بروقت اقدام کیا ہے۔

حضرت شیخ القرآن کا حقیقتاً یہی مسلک تھا جو مولانا نے واضح کر دیا ہے اور آپ تاحیات اسی مسلک پر قائم رہے۔ یہاں میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ خود میں بھی الحمدللہ پورے شرح صدر کے ساتھ اسی مسلک پر قائم ہوں۔

(مولانا قاضی) عصمت اللہ

جناب بندیالوی صاحب کے مایہ ناز کتابچہ "مسلک شیخ القرآن" کے ٹائٹل کے اندر کے صفحہ پر یہ رائے گرامی طبع ہوئی۔ لیکن یوں لگتا ہے کہ یہ جعلی اور بوگس تحریر تیار کی گئی۔ جھوٹ اور غلط انتساب جناب قاضی صاحب کی طرف کیا گیا اور جب جھوٹ کا یہ پلندہ زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر منظر عام پر آیا اور حضرت اقدس قاضی

عصمت اللہ صاحب مد فیوضہم کی نظر سے گزرا تو موصوف نے ''ڈھول کا پول'' کھول دیا اور اس کذب بیانی کو طشت ازبام کرتے ہوئے اسے ملیامیٹ کرنے کا حکم دیا ہوگا۔

قابل غور تو یہ بات ہے کہ ایک ایسے بزرگ جو بحمد للہ بقید حیات ہیں اور اشاعت التوحید والسنہ کے اکابرین میں سے ہیں۔ ان پر افتراء کا یہ عالم ہے تو جو بزرگ شخصیات دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں اور جن کے متعلق مولانا بندیالوی اور ان کے ہمنوا حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ کیسے کیسے جھوٹے اور من گھڑت عقائد ان سے منسوب کئے جاتے ہوں گے۔ حالانکہ اس تقریظ میں مولانا بندیالوی کے ذکر کردہ جس عقیدہ کی نسبت شیخ القرآن اور مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب مدظلہ کی طرف کی گئی ہے۔ مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب مدظلہ اشاعت التوحید والسنہ کے اجلاسوں میں بارہا حلفاً اس کی تردید کرتے ہوئے وضاحت کر چکے ہیں کہ میرے والد مولانا قاضی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں حیات ہیں اور قبر مبارک کے قریب پڑھا گیا درود وسلام خود سنتے ہیں۔

نوٹ: مندرجہ ذیل وضاحت مسلک شیخ القرآن کے آخری ٹائٹل کے اندر والے صفحہ پر شائع ہوئی تھی۔ جسے بعد میں کسی نامعلوم وجہ کے باعث نکال دیا گیا ہے۔

ایک ضروری وضاحت

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ مسئلہ سماع موتی دور صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہا چلا آ رہا ہے۔ لیکن احقر راقم کو تفسیر جواہر القرآن (سورۃ روم) اور پھر (اقامۃ البرہان ص ۶۷) میں خود ہی لکھنے کے باوجود ہمیشہ اس میں تأمل رہا ہے۔ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ پر اختلافی ہونے کا حکم لگانے کی بنیاد مجھے نہیں مل سکی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جب حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف رونما ہوا اس وقت ہی اس پر دور صحابہ میں بھی اختلافی ہونے کا حکم لگایا گیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں غالباً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو سماع موتی کا قائل بتایا جاتا ہے اور دلیل یہ ہے کہ وہ قلیب بدر والی حدیث کے راوی ہیں جسے سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سماع موتی کا انکار کیا اور اس حدیث کی توجیہ فرمائی۔ مگر اتنی سی بات سے اس مسئلہ کا اختلافی ہونا ثابت نہیں ہو سکتا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث سماع موتی پر معرض استدلال میں بیان فرمائی تھی۔

یہ حدیث حدیث کی بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن (دور اختلاف سے قبل) کسی بھی محدث نے اس حدیث کو سماع موتی کے عنوان کے تحت ذکر نہیں کیا بلکہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو صاحب واقعہ ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو اس کے راوی ہیں نے بھی کبھی اس حدیث کو سماع موتی کے سیاق میں ذکر نہیں کیا اور نہ کہیں اس کو اس مسئلہ پر معرض استدلال میں پیش فرمایا بلکہ انہوں نے اس کو محض ایک پیش آمدہ واقعہ کے طور پر ہی ذکر کیا۔ اس لئے اس حدیث کو بیان اور روایت کرنے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف سماع موتی کا قول منسوب کرنا اور پھر اس پر دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ کے اختلافی ہونے کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قلیب بدر والی حدیث کی توجیہ فرمائی اور اس سے سماع موتی ثابت کرنے کا راستہ بند کر دیا۔ اگر یہ مسئلہ اس دور میں اختلافی صورت اختیار کر چکا تھا تو قائلین سماع موتی نے حضرت صدیقہ کی توجیہ وتاویل کا کیوں جواب نہ دیا؟ بعد والوں نے تو اتنے ڈھیر سارے جواب سوچ لئے مگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا کوئی جواب نہ

سوجھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوت ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے یہاں اس مسئلہ میں اختلاف موجود نہیں تھا۔
ھذا ما عندی و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم! احقر الوریٰ سجاد بخاری ۱۸ رذی الحجہ ۱۴۰۱ھ
(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۸۱ء ص ۲۷، ۲۸ و ارشاد الا صاغرالی مسلک الاکابر ص ۱۴، ۱۵)

مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے مسلک شیخ القرآن طبع اوّل میں مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب سے دھوکہ کیا کہ ان سے منسوب جھوٹی تقریظ شائع کی۔ مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب اس طرح کے کاموں میں ہاتھ کی صفائی کے ماہر ہیں۔ اس سے پہلے حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ایسا سلوک کر چکے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عذاب قبر کے متعلق اہل السنۃ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''قبر سے مراد زمین کا گڑھا ہی نہیں، بلکہ موت کے بعد آخرت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے۔'' (جواہر الایمان ص ۶)

مولانا بندیالوی نے اپنے رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۳ پر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کی اس طہارت سے لفظ ''ہی'' کو اڑا دیا۔ جس سے عبارت کا مفہوم ہی بدل گیا ؎

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

دیوبندیت

مولانا بندیالوی صاحب نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد السلام کو بطور طعن و تشنیع کے مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے: ''خدارا سوچئے اور جواب دیجئے کہ علاقہ کے خدام اہل سنت صرف اتنا عقیدہ رکھنے پر آپ کو گلے لگالیں گے اور آپ کے گلے میں پھول ڈال کر آپ کو دیوبندی تسلیم کر لیں گے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۱۱)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بندیالوی صاحب کا تعلق دیوبندیت سے نہیں ہے۔ بلکہ دیوبندیت سے ماورئی کسی اور تنظیم یا جماعت سے ہے اور یہی تاثر ان کے کتابچہ ''مسلک شیخ القرآن'' سے ملتا ہے۔ بندیالوی صاحب نے پوری تحریر میں اکابرین دیوبند کا بطور قائد یا مشائخ کے ذکر تک نہیں کیا۔ ایک آدھ مقام پر حضرت گنگوہی قدس سرہ کا نام بھی اپنے مفاد میں تحریر کیا ہے یا ایک جگہ بانی دار العلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی ضمناً ذکر کیا ہے۔ جہاں بھی ذکر کیا ہے تو جمعیت اشاعت التوحید والسنہ یا اکابرین جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کا نام ہی لیا ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ''دیوبندیت'' سے دور کا بھی آپ کا واسطہ نہیں۔ آپ کا ملجا و ماویٰ صرف اور صرف اشاعت التوحید والسنہ ہی ہے۔ بانیان دیوبند، مشائخ دیوبند اور زعماء دیوبند سے آپ کا علمی، روحانی یا مسلکی تعلق واسطہ نہیں۔

اگر دیوبندی مسلک سے آپ کا انحراف اور اعراض نہ ہوتا تو کسی مسئلہ میں، کہیں تو ان کا تذکرہ، ان کی آراء اور ان کے افکار و نظریات کا حوالہ دیا ہوتا۔ بہر حال یہ روش آپ کو مبارک ہو۔ خسرت فی الدنیا و الآخرۃ!

محترم! آپ دوسروں کی فکر مت کریں اور انہیں سرٹیفکیٹ جاری کرنے کی زحمت نہ فرمائیں۔ بلکہ آپ اپنی خیر منائیں۔ جس جمعیت اشاعت التوحید والسنہ پر آپ نازاں و فرحاں ہیں۔ اس کا تعارف آپ ہی کے ہم مسلک میاں محمد الیاس اس طرح کراتے ہیں:

''اصلاح عقائد کے میدان میں ان لوگوں نے بڑا شاندار کام کیا۔ مگر اصلاح اعمال کی موثر دعوت غالباً ان کے شیڈول اور پروگرام ہی میں نہ تھی۔ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری اس عہد کے بہت بڑے عارف

باللہ اور مجسم تقویٰ بزرگ تھے۔ علماء اور عوام کی ایک بڑی تعداد ان کے حلقہ ارادت میں شامل تھی۔ مگر ان کے ہاں بھی تربیت کا نظام موجود نہ تھا۔'' (حیات شیخ القرآن ص ۲۶۱)

''مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقے سے باہر شاید ہی کسی عالم دین نے یا کسی عامی نے اس جماعت سے وابستگی اختیار کی ہو۔'' (ایضاً ص ۲۶۲)

''یہ تأثر ابھرا کہ یہ محض چند اہم مرشد واعظوں کا متحدہ پلیٹ فارم ہے جنہوں نے وقتی تقاضوں کے تحت ایک تنظیم تو بنالی مگر جماعت کے طور پر چلا نہ سکے۔'' (ایضاً ص ۲۶۳)

''جماعت کے بارے میں کچھ نہ ہی کہنا بہتر ہے۔'' (ایضاً ص ۲۶۹)

جماعت کا دور اوّل ۱۹۵۷ء سے ۱۹۸۰ء تک تیئس سالوں پر محیط ہے۔ اس کے بعد جماعتی عہدیداروں کے لئے کوئی معیار نہ رہا اور یہ سلسلہ چل نکلا کہ ہر بڑے باپ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے کو ''سجادہ نشین'' بنا لیا گیا۔ جس سے جماعت کے قدیم کارکن اور سرکردہ وجید علماء پس پردہ چلے گئے اور آہستہ آہستہ جماعتی وابستگیوں سے دامن چھڑا بیٹھے۔ اس رجحان نے جماعت کو زبردست نقصان پہنچایا اور اب یہ حال ہو گیا ہے کہ: ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے!

جمعیت میں مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت دل کی سی تھی۔ ان کی وفات کے بعد چند سال جیتی رہی اور اب گور کنارے پہنچ چکی ہے۔ (ایضاً ص ۲۶۵)

مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب ایک خاص مشن پر جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کو دیوبندیت سے الگ کرنا چاہتے ہیں اور نوجوان نسل کی تربیت کے عنوان سے اس فلسفہ کی تشہیر بھی کرتے رہتے ہیں۔ اشاعت التوحید والسنۃ میں یہ ذہن عرصہ سے چل رہا ہے۔ چنانچہ اشاعت التوحید والسنۃ کے ممدوح اور معتمد مؤرخ جناب میاں محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر بھی یہ الزام دھرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دیوبندیت کے ساتھ ان کی وابستگی اور (INVOEMENT) اس نوعیت کی تھی کہ وہ جمعیت علماء اسلام کو اپنی جماعت پر ترجیح دیتے رہے۔'' (ایضاً ص ۲۶۳)

مولانا بندیالوی کی طرح مؤرخ اشاعت کا حضرت شیخ القرآن پر یہ محض الزام ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے دیوبندیت اور جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کو کبھی مقابل نہ سمجھا تھا۔ وہ تو اسے ایک ہی شجر کا سایہ قرار دیتے تھے۔

یہ ہے آپ کی جمعیت اور یہ اس کے خدوخال ہیں۔ جس کو آپ دیوبندیت پر ترجیح دے رہے ہیں۔

سوانح شیخ القرآن کی تدوین

آنجناب نے سوانح شیخ القرآن کا بڑے کرخت انداز میں ذکر فرمایا ہے۔ جناب تحریر فرماتے ہیں: ''یہ جھوٹا پروپیگنڈا تحریر وتقریر کے ذریعہ اس شدومد سے کیا گیا اور ۱۹۶۲ء کی ایک تحریر کے ظاہر کو دیکھ کر اور اس کی مکمل حقیقت کو جانے بغیر اس پر اس طرح حاشیے چڑھائے گئے کہ سادہ لوح عوام تو رہے اپنی جگہ، کچھ خواص بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ایک عالم نے ''سوانح شیخ القرآن'' کے نام سے کتاب لکھ کر اور ایک معروف خطیب نے ''میرے شیخ القرآن'' کے نام سے ایک کتابچہ تحریر کر کے تاریخ کے حقائق کو مسخ کرنے کی مذموم کوشش کی اور سو فیصد تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۸)

مولانا بندیالوی کی طرح ایسے الزامات واتہامات کی بوچھاڑ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جن اکابر علماء دیوبند سے ہمارا علمی اور روحانی تعلق ہے ان کی مخلصانہ دینی خدمات پر بھی معاندین ایسی ہی بہتان تراشی کرتے رہے ہیں۔ یہ ''سوغات'' تو مجھے ورثہ میں ملی ہے۔

لیکن میں یہ تلخ حقیقت عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت اقدس شیخ القرآن برداللہ مضجعہ کا وصال ۱۹۸۰ء میں ہوا۔ اس وقت ان کے تین فرزندان ارجمند جید عالم بقید حیات تھے۔ ان کے ہزار ہا شاگرد جن میں علم ودانش کے سرخیل، ادیب اور قلمکار اور نامی گرامی خطباء بھی تھے اور حضرت اقدس کی جماعت اشاعت التوحید والسنہ جس کے وہ روح رواں تھے، میں صاحب جبہ ودستار مشائخ، مقتدر شخصیات، عالمی شہرت یافتہ خطباء، مفسر قرآن اور شیوخ حدیث اور ہر فن میں ید طولیٰ رکھنے والے اصحاب فضل وکمال کے ہوتے ہوئے کتنے افسوس کا مقام ہے کہ حضرت شیخ القرآن کی ذات والا صفات کو درخور اعتناء نہ سمجھا گیا۔ ان کی بے پناہ علمی خدمات کو فراموش کر دیا گیا۔ ان کی جماعتی اور مسلکی گراں قدر خدمات سے چشم پوشی اختیار کر لی گئی۔ اشاعت توحید کی خاطر گلا کٹوانے، گولیاں کھانے اور شدائد ومشکلات میں تن من دھن کی بازی لگانے والے شیخ القرآن کے حالات زندگی لکھنے کی کسی کو توفیق نہ ہو سکی۔ ان کے جلیل القدر تلامذہ نے بے وفائی کا مظاہرہ کیا۔ ان کی جماعت نے بزدلی کا ثبوت دیا اور بعض بزرجمہروں'' نے خاموشی میں عافیت سمجھی اور اس ضیغم اسلام، مرد آہن کو یکہ وتنہا چھوڑ دیا۔

جو کام حضرت شیخ کے نامور تلامذہ اور جماعت کے مشاہیر نہ کر سکے۔ اللہ جل شانہ نے ان کے ایک ادنیٰ خادم سے یہ خدمت لے لی۔ ''ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء''

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مجھے بجا طور پر فخر ہے کہ میں نے اپنے شیخ کے افکار ونظریات اور نقوش زندگی کو محفوظ کر کے ان کے نام کو روشن کیا ہے اور مستقبل کا مؤرخ ان بنیادوں پر تاریخ کی پرشکوہ عمارت تعمیر کرے گا۔ ان شاء اللہ! اگر آپ جیسے ناعاقبت اندیش خیر خواہ اس خدمت سے چیں بجبیں ہوتے ہیں تو یہ سعادت آپ کو مبارک ہو۔

شیخ القرآن کے خلف الرشید مولانا قاضی احسان الحق کی تصویب

احقر نے ''سوانح شیخ القرآن'' حضرت کے خلف الرشید مولانا قاضی احسان الحق مرحوم کی رہنمائی اور سرپرستی میں مرتب کی ہے۔ کتاب کی تکمیل کے بعد قاضی احسان الحق صاحب کو حرف بہ حرف سنائی ہے اور بحمد للہ اسے حضرت قاضی صاحب کی تائید اور تصویب حاصل ہے۔

حضرت شیخ القرآن کے افکار ونظریات سے جس قدر ان کے خلف الرشید حضرت قاضی صاحب واقف اور آگاہ تھے۔ جناب بندیالوی صاحب نہ آپ اور نہ ہی کوئی دوسرا ہو سکتا ہے۔ حضرت قاضی صاحب نے آپ کی طرح اسے ''جھوٹا پروپیگنڈا'' قرار نہیں دیا اور نہ ہی اسے حقائق مسخ کرنے کی مذموم کوشش قرار دیا ہے۔ جب کہ یہ سارا معاملہ حضرت شیخ کے وصال کے دس سال بعد ۱۹۹۰ء کا ہے۔

کتاب کی اشاعت اور بے پناہ مقبولیت کے بعد جمعیت اشاعت التوحید کے بعض حضرات کی طرف سے اعتراضات کی صدا بھی سنی گئی اور بالخصوص مولانا محمد فاروق مدنی مرحوم کے الزامات کا پلندہ جمعیت کے اکابر، مولانا

قاضی احسان الحق اور راقم الحروف کو بھی وصول ہوا۔ جس پر حضرت قاضی صاحب نے سخت ترین رد عمل اور غم وغصہ کا اظہار فرمایا۔ چونکہ قاضی صاحب شدید ترین بیماری میں مبتلا تھے۔ اس لئے فوری طور پر وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنے دلی جذبات اور مسرت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ مجھے صحت عطا فرمائے تو میں ان شاء اللہ اپنے والد گرامی قدر کی سوانح کی رونمائی کی تقریب منعقد کروں گا۔''

لیکن زندگی نے انہیں اس خوشی اور مسرت کے اظہار کا موقع نہ دیا اور وہ یہ ارمان دل میں لئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

کتاب ''میرے شیخ القرآن''

جناب بندیالوی لکھتے ہیں: ''ایک معروف خطیب نے ''میرے شیخ القرآن'' کے نام سے ایک کتابچہ تحریر کر کے تاریخ کے حقائق کو مسخ کرنے کی مذموم کوشش کی اور سو فیصد تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۸)

مولانا! آپ نے بڑی حقارت اور تعصب کے ساتھ خطیب پاکستان حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مولانا موصوف ایک مایہ ناز خطیب، توحید خداوندی کے بے باک اور سربکف مبلغ، شمع ختم نبوت کے پروانے، دیوانے اور مستانے، علوم نبوت کے شیدائی اور فدائی، مسلک دیوبند کے ترجمان، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نور اللہ مرقدہٗ کے جلیل القدر تلمیذ، شیخ القرآن کے سٹیج کی زینت، شیخ کی کانفرنسوں کے صدر نشین، شیخ القرآن کے افکار ونظریات کے ترجمان، شیخ کے مشن کے علمبردار اور شیخ القرآن کے عاشق زار تھے۔

محترما! اگر علماء حق کا اکرام واحترام آپ کے مزاج عالی کے خلاف ہے تو یہ ادا آپ کو مبارک ہو۔ آپ جیسے دانشور، اہل علم اور محقق ''ہم چوں ما دیگرے نیست'' کے دعویدار ہوتے ہیں۔ ان کی نظروں میں باقی سب ہیچ ہیں۔

آپ حضرات کے ''قابل اعتماد مؤرخ اور صاحب قلم وقرطاس'' میاں الیاس سے ہی خطیب پاکستان کا تعارف دریافت کر لیتے ہیں۔ میاں صاحب لکھتے ہیں: ''خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی (فیصل آباد)

مولانا ضیاء القاسمی شیخ القرآن کے گل سرسبد میں ایک نمایاں پھول تھے، ایک شعلہ بیان خطیب، توحید وسنت کے داعی، شرک وبدعت کے قاطع اور فرق باطلہ کے خلاف شمشیر برہنہ تھے۔ مولانا ضیاء القاسمی شیخ القرآن کے انتہائی محبوب اور منظور نظر تلامذہ میں سے تھے۔ شیخ انہیں بہت عزیز رکھتے تھے اور یہ بھی شیخ پر جان سے فدا تھے۔ بلکہ ان کے مزاج میں بے حد دخیل تھے۔ مولانا ایک عظیم خطیب تھے، شرک وبدعت، تحفظ ناموس صحابہ اور تحفظ ختم نبوت کے میدان میں انہوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔'' (حیات شیخ القرآن ص ۲۷۹)

ایسی عظیم شخصیت کو آپ اس لئے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ انہوں نے شیخ القرآن رحمہ اللہ کی مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحیح ترجمانی کی ہے۔ سچ ہے:

خونے نہ کردہ ایم کسے را نہ کشتہ ایم ۔۔۔ جرمم ہمیں است عاشق روئے تو گشتہ ایم

حیات شیخ القرآن

الحمد للہ! راقم آثم کی کتاب ''سوانح شیخ القرآن'' کو بیحد پذیرائی اور قبولیت عام حاصل ہوئی۔ بہت قلیل

عرصہ میں پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا اور دوسرا ایڈیشن بھی ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اس وجہ سے بعض لوگ حسد کی آگ میں جل بھن کر کوئلہ بن گئے اور وہ سوانح شیخ القرآن کا جواب اور توڑ لکھوانے کا منصوبہ بنانے لگے۔ لیکن حضرت شیخ کے ہزارہا تلامذہ اور اشاعت التوحید والسنہ جیسی عظیم جماعت میں سے کوئی فرد اس کاز کے لئے نہ مل سکا۔ بالآخر ایک ایسے آدمی کا انتخاب کیا گیا جو غیر متشرع ہونے کے ساتھ نہ عالم دین ہے اور نہ ہی شیخ القرآن کے سامنے اس نے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور نہ ہی اشاعت التوحید کا وہ رکن ہے۔ جو ''میاں محمد الیاس'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

میاں صاحب! حیات شیخ القرآن کی ابتداء میں ''پیش لفظ'' کے ضمن میں اپنا تعارف یوں کراتے ہیں: ''میں مولانا کا شاگرد ہوں نہ رفیق کار، میرا اور ان کا تعلق اتنا ہی ہے جتنا مقرر اور سامع کا یا امام اور مقتدی کا۔'' (حیات شیخ القرآن ص۹)

پڑھیئے اور سر دھنئے! یہ ہے ان حضرات کا قابل اعتماد سوانح نگار، جس سے حضرت شیخ القرآن کے حالات زندگی لکھوائے گئے۔ اس نے حق سچ بات کہہ دی ہے۔ جس شخص کو نہ شیخ سے شرف تلمذ حاصل ہے نہ وہ ان کے علوم ومعارف سے آشنا، نہ ان کی مجلس وصحبت سے مستفید و مستفیض ہوا۔ وہ حضرت شیخ کی نوے سالہ زندگی کے نشیب وفراز کو کیا جانے اور حضرت شیخ کے افکار ونظریات کا اسے کیا ادراک ہوگا؟

مجھے معلوم ہے کہ میری کتاب ''سوانح شیخ القرآن'' کا توڑ تیار کرنے کے لئے ''کالا دھن'' مال کہاں سے آیا اور کون کون سے ''پاکدامن'' اس میں ملوث ہیں؟

بہرحال حیات شیخ القرآن لکھوائی گئی، کمپوزنگ کے مراحل بھی طے ہوگئے۔ لیکن شیخ القرآن کے خلف الرشید قاضی احسان الحق مرحوم کی زندگی میں یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ آج بھی وہ کمپوز شدہ مسودہ محفوظ ہے۔

جو کالا دھن اس سازش کے لئے آیا تھا یار لوگوں نے ہضم کرلیا اور ڈکار بھی نہ لی۔ جب وہ کالا دھن اچھی طرح ہضم ہوگیا تو ایک بار پھر میخوار لوگوں نے انگڑائی لی اور میاں صاحب کو دوبارہ کتاب لکھنے پر مجبور کیا گیا۔ چنانچہ میاں صاحب نے کتاب مرتب کردی اور لطف کی بات یہ ہے کہ احقر کی کتاب سوانح شیخ القرآن جسے بندیالوی صاحب مذموم حرکت اور حقائق مسخ کرنے کے القابات سے نواز رہے ہیں۔ میاں صاحب نے اسی کتاب کو ماخذ قرار دے کر اس سے خوشہ چینی کی ہے۔ ملاحظہ ہو: حیات شیخ القرآن طبع اوّل اپریل ۲۰۰۶ء ص ۹۵، عنوان: ماخذ ومراجع نمبر ۸۲۔

لیکن یہ بھی ہمارے لئے ایک اعزاز ہے۔ یہ مقولہ مشہور ومعروف ہے۔ الفضل ماشهدت به الاعداء۔ سچ ہے: جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے۔

قاسمی معاہدہ کا آنکھوں دیکھا حال

۱۹۵۷ء میں جب مسئلہ حیات النبی ﷺ میں علماء دیوبند کے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔ جو رفتہ رفتہ انتہائی شدت اختیار کرگیا۔ ایک جانب شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ، حضرت مولانا قاضی نور محمد، حضرت مولانا قاضی شمس الدین وغیرہ تھے اور دوسری جانب مولانا خیر محمد جالندھری اور مولانا محمد علی وغیرہ تھے۔

اگرچہ بزرگ علماء کرام نے مصالحت کی بارہا کوشش کی مگر بدقسمتی سے کامیابی نہ ہوسکی۔ یہاں تک کہ ۱۹۶۲ء میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی قدس سرہ پاکستان تشریف لائے۔ فریقین نے اسے نیک فال قرار دیا اور مصالحت کے لئے سرگرم ہوگئے۔

حضرت قاری محمد طیب صاحب کی تجویز پر دونوں جانب کے علماء کرام نے اپنا مؤقف تحریری طور پر قاری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضرت شیخ القرآن، حضرت قاضی نور محمد، حضرت قاضی شمس الدین اور مولانا صدرالدین اصلاحی راولپنڈی دارالعلوم تعلیم القرآن کے کتب خانہ (جہاں اس وقت ایک بڑا کمرہ بنا دیا گیا ہے) میں تشریف فرما ہوئے۔ شیخ القرآن کا یہ خادم (محمد عبدالمعبود) جو اس وقت کتب خانہ رشیدیہ میں ملازم تھا، بھی ان اکابر کے پاس موجود تھا۔ عبارت تحریر کرنے کے دوران حضرت شیخ القرآن نے فرمایا: اس سلسلہ میں ہمارا ایک فتویٰ ماہنامہ تعلیم القرآن میں شائع ہوا تھا لیکن یاد نہیں کہ کس ماہ اور کس سن میں وہ چھپا تھا۔

راقم آثم نے عرض کیا وہ ستمبر ۱۹۵۹ء کا شمارہ ہے اور میرے پاس موجود ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا وہ رسالہ لاؤ۔ میں نے ماہنامہ تعلیم القرآن کا مذکورہ شمارہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جس میں یہ فتویٰ بایں الفاظ شائع ہوا تھا: ''کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عندالقبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء ﷺ کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔''

مفتی عبدالرشید ۲۷ رصفر ۱۳۷۹ھ (۲ رستمبر ۱۹۵۹ء) الجواب صحیح: لاشئی غلام اللہ خان

اس پر مولانا صدرالدین اصلاحی نے کہا: ''مولانا یہ (محمد عبدالمعبود) کس حیثیت سے یہاں بیٹھا ہے؟'' حضرت شیخ القرآن نے ارشاد فرمایا ''یہ مولانا لاہوری (شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری) کا مرید ہے۔ اگر اس کے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں تو بھی ہر ٹکڑے سے آواز آئے گی کہ نبی علیہ السلام زندہ ہیں۔''

مولانا صدرالدین اصلاحی کے منہ پر مہر سکوت لگ گئی اور وہ خاموش ہو گئے۔

یہ تھا حضرت شیخ القرآن کا عقیدہ حیات النبی ﷺ میں مؤقف اور اس گنہگار پر اعتماد، جس کے متعلق آپ یعنی بندیالوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''حقائق کو مسخ کرنے کی مذموم کوشش کی۔''

حاشا وکلا میں نے ''سوانح شیخ القرآن'' میں حقائق کو مسخ نہیں کیا بلکہ دیانت وامانت اور خوف خداوندی کے پیش نظر حقائق کو من وعن بیان کیا ہے۔ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے ضمن میں ایک جملہ تو کجا ایک لفظ تک بھی میرا ذاتی نہیں ہے بلکہ حضرت شیخ یا ان کے مفتی اور میرے استاذ حدیث مفتی عبدالرشید یا پھر فریقین کی متفقہ تحریر کے الفاظ ہیں۔ جو بعینہٖ ماہنامہ تعلیم القرآن بابت اگست ۱۹۶۲ء (ص ۲۴، ۲۵) اور (خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۴۳۷) میں شائع ہو چکے ہیں۔

میں نے یہ تفصیلات سوانح شیخ القرآن میں عمداً شامل نہیں کی تھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ جیسے حضرت شیخ کے خیر خواہ، فدا کار اور جان نثار وقت گزر جانے کے بعد اپنی انا کی خاطر ان حقائق کا انکار کر کے نوجوان علماء اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکیں گے۔

ماہنامہ تعلیم القرآن کے مذکورہ بالا شمارے میں شائع شمارہ شدہ فتویٰ کی روشنی میں حضرت شیخ القرآن، حضرت قاضی نور محمد، حضرت قاضی شمس الدین نوراللہ مرقدہم نے اپنا مؤقف تحریر فرمایا اور علماء دیوبند میں اتفاق واتحاد اور یگانگت کے عظیم ترجذبہ کے پیش نظر حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش فرما دیا۔ جس کا عکس جمیل متفقہ قدر مشترک میں کس خوبصورتی کے ساتھ جگمگا رہا ہے۔

''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں یہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔'' (خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۴۴۴)

یہ ہیں وہ تلخ حقائق جنہیں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سمیت مقتدر علماء کرام نے صمیم دل سے قبول فرمایا۔ لیکن آپ جیسے ناعاقبت اندیش حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے تابناک کردار کو داغدار کرنے کی سعی نامشکور میں مصروف ہیں۔

جناب بندیالوی صاحب نوجوان طبقہ کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ان کی اس کارروائی اور پمفلٹ بازی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اشاعت التوحید والسنۃ کے موجودہ احباب خصوصاً نوجوان طبقہ اس مخمصے اور پریشانی میں مبتلا ہو گیا ہے کہ حضرت شیخ القرآن ۱۹۶۲ء کے معاہدے پر دستخط کر کے اپنے پہلے مسلک سے رجوع کر کے نبی کریم ﷺ کے لئے عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل ہو گئے تھے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۱۱)

جناب بندیالوی صاحب! نوجوان طبقہ کو مخمصے میں نہ ڈالیں اور انہیں یقین دلائیں کہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ۱۹۶۲ء سے پہلے بھی یہی تھا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا فتویٰ مطابق ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء سے روز روشن کی طرح عیاں ہے اور ۱۹۶۲ء کے بعد بھی اسی مسلک پر قائم ودائم تھے۔ نہ تو آپ نے اپنا مسلک تبدیل فرمایا ہے اور نہ ہی کسی کو بے جا پریشانی میں مبتلا ہونے کی ضرورت ہے۔ وہ ہمیشہ حضور نبی کریم ﷺ کے عند القبر سماعت کے قائل تھے اور تادم آخر یں اسی پر قائم رہے۔

تاریخ ساز معاہدہ اشاعت والوں کی نظر میں

۱۹۶۲ء میں ایک متفقہ دستاویز کے ذریعہ تاریخ ساز معاہدہ طے پایا، جسے نامی گرامی علماء کرام کی تائید و توثیق حاصل ہے اور جلیل القدر علماء کرام کے اس پر دستخط ثبت ہیں۔ لیکن بعض حضرات اس کی افادیت کو کم کرنے کی ناکام سعی میں مصروف ہیں۔ بندیالوی صاحب اسے ایک بے وقعت تحریر قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اپنے کتابچہ میں بار ہا لکھا ہے ''ایک تحریر'' اس فیصلہ کن معاہدہ کے متعلق ان حضرات کی طرف سے تین متضاد آراء کا اظہار کیا گیا ہے۔ مولانا نیلوی صاحب کو اس فیصلہ کو درست ماننے والوں سے رفض کی بو آ رہی ہے۔ مولانا بندیالوی اس کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ جب کہ میاں الیاس فرماتے ہیں، شیخ القرآن نے اس سے رجوع فرما لیا تھا۔ اب تفصیل ملاحظہ ہو:

مثلاً مولانا محمد حسین شاہ نیلوی لکھتے ہیں۔

''اور جو فیصلہ راولپنڈی میں کیا گیا تھا، اگرچہ اس مجلس میں شامل بڑے بڑے جید علماء نے متفقہ طور پر لکھا تھا۔ اس کے باوجود وہ فیصلہ شرع کی کسوٹی پر صحیح نہیں اترتا۔ اس لئے اس فیصلے کا ماننا صحیح نہیں اور اس فیصلے کا انکار کرنے والے کو اہل السنت والجماعت سے خارج قرار دینا اور اس کی اقتداء میں نماز نہ ہونے کا فتویٰ دینا ناقابل فہم بات ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس فیصلے کی بنیاد بننے والی روایت کی تحقیق ہو جانے کے بعد بھی اس فیصلے کو درست کہنے والوں میں رفض کی بو آتی ہے۔'' (ماہنامہ گلستان اسلام سرگودھا شوال ۱۴۱۷ھ/مارچ ۱۹۹۷ء ج ۲ ش ۱۰ ص ۱۷، ۱۸)

میاں محمد الیاس کی بڑھک

میاں محمد الیاس، جو اس وقت جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے ہیرو بنے ہوئے ہیں وہ اپنی رائے پیش

کرتے ہیں: ''رہا یہ سوال کہ شیخ القرآن نے قاری محمد طیب صاحب کی رقم کردہ تحریر پر دستخط کیوں کر دیئے تھے؟ اس کا جواب تو یہی ہے کہ مولانا کے نزدیک یہ مسئلہ عقائد ضروریہ میں سے نہ تھا اور انہوں نے جماعت دیوبند میں اتفاق واتحاد پیدا کرنے اور اسے انتشار سے بچانے کے لئے یہ ''اجتہادی قدم'' اٹھایا تھا جس سے انہوں نے رجوع کرلیا۔'' (حیات شیخ القرآن ص ۲۸۳)

میاں صاحب نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی جسارت کی ہے۔ ایک تو یہ کہ حضرت شیخ القرآن کو منصب اجتہاد پر فائز کیا اور پھر ان کے نیچے سے مسند کھینچ لی ہے۔

اور دوسرا یہ کہ حضرت شیخ نے اس معاہدہ سے رجوع کرلیا تھا۔

لیکن میاں صاحب حضرت شیخ کے رجوع کا کوئی ٹھوس ثبوت پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اس بے دلیل اور بے بنیاد دعویٰ کی کیا وقعت اور کیا حیثیت ہے۔ سوائے اس کے کہ حضرت شیخ کی ذات کو بدنام کیا جائے اور ایک سے بڑھ کر ایک جھوٹ ان کے سر تھوپا جائے۔ اللہ کی پناہ! کیا میاں صاحب یہ وضاحت کریں گے کہ مجتہد کے کیا اوصاف لازمی ہیں اور اجتہاد کے لئے کیا شرائط ضروری ہیں؟

اشاعت التوحید والسنۃ کے مؤرخ میاں محمد الیاس صاحب مزید لکھتے ہیں:

''بعض علماء صلح نامہ راولپنڈی کی عبارت سے استدلال کر کے مولانا کو سماع صلوٰۃ وسلام کے قائلین میں شمار کرتے ہیں، جو مولانا سے زیادتی اور ان حضرات کی کور باطنی ہے۔'' (حیات شیخ القرآن ص ۲۸۳)

یہ فیصلہ اشاعت التوحید والسنہ کی مرکزی قیادت کا ہے کہ اس فیصلے کو درست کہنے والوں سے رفض کی بو آتی ہے اور وہ کور باطنی کا شکار ہیں۔ معاذ اللہ! کیا شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، حضرت مولانا قاضی نور محمد اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ سب سے رفض کی بو آرہی ہے اور سب باطن کے اندھے ہیں۔ استغفر اللہ معاذ اللہ!

مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب کی طرف سے تنسیخ معاہدہ کا تاثر

حضرت علامہ محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے اپنے کتابچہ میں بڑے طمطراق اور جوش وخروش سے بار بار دعویٰ کیا ہے کہ ۱۹۶۲ء میں قدر مشترک پر مبنی معاہدہ منسوخ ہوگیا ہے۔ لہٰذا شیخ القرآن نے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور استشفاع میں ''یوٹرن'' لے لیا ہے اور اپنے سابقہ افکار ونظریات تبدیل کر لئے ہیں۔ یہ غلط تاثر دینے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

مولانا لکھتے ہیں: ''اگر یہ تحریر اور معاہدہ برقرار رہا ہوتا اور منسوخ نہ ہوا ہوتا تو پھر حضرت شیخ القرآن اس معاہدہ کی پاسداری کرتے ہوئے حضرت سید عنایت اللہ شاہ بخاری سے الگ ہو جاتے۔'' (ص ۱۶)

مزید لکھتے ہیں: ''پھر یہ حقیقت تسلیم کرلینی چاہئے کہ ۱۹۶۲ء کا یہ فیصلہ منسوخ اور ناقابل عمل ہوگیا تھا۔'' (ص ۲۰)

مولانا بندیالوی صاحب نے صغرے کبرے ملا کر یہ نتیجہ اخذ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ۱۹۶۲ء کا فیصلہ منسوخ اور ناقابل عمل ہو چکا ہے اور حضرت شیخ القرآن سماع عند القبر کے قائل نہیں رہے ہیں۔

محترما! جو وجوہات اور اسباب آپ نے پیش فرمائے ہیں جیسے حضرت شیخ القرآن کا سید عنایت اللہ شاہ سے الگ نہ ہونا اور اس معاہدہ کا اپنے بیانات میں ذکر نہ کرنا اور اشاعت التوحید کے جلسوں میں شریک ہونا وغیرہ۔

حضرت شیخ القرآن کی یہ روش ان کی رواداری، بھائی چارہ، قدیم جماعتی اور مسلکی وابستگی کی پاسداری کی غماضی کرتی ہے جوان کی عالی ظرفی اور حسن اخلاق کی تابندہ مثال ہے۔ یہ اقدام نہ تو معاہدہ پر اثر انداز ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کی منسوخی کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کی مکمل تفصیلات آمدہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

لیکن جناب والا! آپ اپنی پوزیشن واضح فرمائیں کہ آپ کو معاہدہ کی منسوخی کا اختیار کس نے دیا ہے؟ کیا فریقین میں سے کسی ایک نے یہ اختیار آپ کو تفویض کیا ہے کہ مایہ ناز اور مقتدر علماء ومشائخ کے مابین طے ہونے والا معاہدہ آپ بیک جنبش قلم منسوخ کردیں یا آپ کی شخصیت اس قدر پاورفل ہے کہ اپنے آپ ہی اس کی منسوخی کا اعلان کردیں۔

اگر جناب کو ایسا اختیار حاصل نہیں اور یقیناً نہیں ہے تو پھر ایک تاریخی متفقہ معاہدہ کو منسوخ قرار دے کر عامۃ الناس کو کیوں دھوکا دے رہے ہیں۔ کیا حضرت شیخ القرآن نے معاہدہ کے اٹھارہ سال بعد تک کبھی اپنی کسی تحریر میں، تقریر میں، دورہ تفسیر کے دوران، خلاصہ تراویح میں یا کسی جلسہ عام میں اس معاہدہ کی تنسیخ کا اعلان فرمایا ہے یا اس سے برأت کا اظہار کیا ہے یا اس سے لاتعلقی کا برملا تاثر دیا ہے۔ اگر ایسی کوئی دستاویز کوئی ٹھوس ثبت ہے یا کوئی گواہ ہے تو پیش فرمائیں۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین!

چونکہ یہ معاہدہ زبانی کلامی نہیں بلکہ تحریری دستاویز ہے، جس پر فریقین کے دستخط ثبت ہیں، اگر بقول جناب بندیالوی صاحب کے یہ منسوخ ہوگیا ہے تو تنسیخ کا تحریری ثبوت پیش کریں جس پر حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ سمیت فریقین کے دستخط موجود ہوں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی وزیر دستخطی

دارالعلوم تعلیم القرآن سے جاری ہونے والے فتاویٰ

مولانا! آیئے پہلے آپ کو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق وتوثیق کے ساتھ دارالعلوم تعلیم القرآن کے دارالافتاء سے جاری ہونے والے فتاویٰ کی سیر کراؤں جن سے اغماض کرکے آپ نے قارئین کو دھوکا دینے اور غلط تاثر دینے کی مذموم حرکت کی ہے۔

۱...... مفتی عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''کئی اکابر علمائے دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عندالقبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سیدالانبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔'' مفتی عبدالرشید ۲۷ رصفر ۱۳۷۹ھ (۲ رستمبر ۱۹۵۹ء)

الجواب صحیح: لاشئی غلام اللہ خان۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۵۹ء)

۲...... مولانا محمد شفیع معین آباد ضلع بہاولنگر کے سوال کے جواب میں مفتی عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں: ''ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو درود وسلام بذریعہ فرشتوں کے پہنچایا جاتا ہے اور قبر مبارک پر پڑھنے کے وقت بنفس نفیس سنتے ہیں جیسا کہ کئی روایات میں آیا ہے اور یہی جمہور علماء دیوبند کا مسلک ہے لیکن یہ مسئلہ فروعی ہے۔ بنیادی عقائد میں سے نہیں ہے۔ فلہذا اس میں اختلاف کی گنجائش بھی ہے۔ دلائل کی بنا پر اگر اس میں کوئی صاحب علم اختلاف کرے تو وہ معذور ہے۔'' مفتی عبدالرشید ۱۷ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ (۱۶ را کتوبر ۱۹۶۲ء)

شیخ القرآن اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کے فیصلے کو مدار بنانا چاہئے۔ اگرچہ ہم اور اکابرین علماء دیوبند سماع درود وسلام عند قبر النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ لیکن جو دوام کے قائل نہیں ہیں وہ بھی علماء اہل السنت والجماعۃ اور علماء دیوبند میں سے ہیں۔'' لاشیٔ غلام اللہ خان ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ (۱۶ر اکتوبر ۱۹۶۲ء)

۳...... **الاستفتاء:** حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہٗ، السلام علیکم!

ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب احمد سعید خان ہیں وہ کہتے ہیں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں، وہ شخص کافر ہے۔ وہ مولوی صاحب اپنے آپ کو آپ کی جماعت کا بتاتے ہیں۔ دیوبندی لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنا عقیدہ اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ظاہر فرما کر ہم پر کرم نوازی فرمائیں۔ تاکہ عام مسلمانوں کی رہبری ہو سکے۔ نیاز مند احقر عبد القادر خان عباس، احمد پور شرقیہ سابق ریاست بہاول پور

الجواب وھو الموافق للصواب: کتب فقہ حنفیہ اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت ﷺ درود وسلام سنتے ہیں۔ سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے عقیدے والے کو کافر اور مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۲ر صفر ۱۳۹۶ھ (فروری ۱۹۷۶ء)

الجواب صحیح: لاشیٔ غلام اللہ خان جواب درست ہے: ناکارہ خلائق غلام ربانی

نوٹ: اس فتویٰ کا عکس (خیر الفتاویٰ ج۱ ص۱۸۸) پر مطبوعہ ہے۔ (ماخوذ خیر الفتاویٰ ج۱ ص ۱۲۷)

۴...... باسمہ تعالیٰ: بخدمت محترم حضرت شیخ القرآن صاحب مدظلہ العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

معروض ہوں کہ ضلع سرگودھا میں حضرت مولانا احمد سعید صاحب بمقام کگڑ ہٹہ ضلع ملتان کا تقریریں کر رہا ہے اور وہ خود کو اشاعت التوحید والسنہ کا مرکزی مبلغ ظاہر کرتا ہے جس سے دیوبندی پارٹی میں بڑی نفرت اور کشمکش پیدا ہو رہی ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں مسلک ان کا ٹھیک ہے اور کئی کہتے ہیں کہ علماء جمہور اس عقیدہ کے خلاف۔ لہٰذا حضرت والا سے درخواست ہے کہ آپ کے فتویٰ پر ایک کمیٹی کی لڑائی جھگڑا ختم ہوتا ہے۔ آپ مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل سوالوں پر روشنی فرمائیں تاکہ ہماری پارٹی (کمیٹی) مضبوط رہے۔ ہم سارے دیوبندی ہیں اور جمعیت العلماء اسلام، خدام اہل سنت سے تعلق رکھتے ہیں اور کئی آدمی اشاعت التوحید کی جماعت کے ہیں۔

سوال نمبر ۱: جو شخص کشف قبور سیکھے اور سکھلائے یا خود کرے اور اسے جائز سمجھے وہ بالکل کافر ہے جیسے مرزائی کافر ہیں۔

سوال نمبر ۲: جو شخص نبی کریم ﷺ کو روضہ اطہر میں زندہ باشعور سمجھے یا یہ عقیدہ نبی کریم ﷺ روضہ اطہر پر حاضری کے وقت خود درود وسلام سنتے ہیں اس عقیدہ والا بھی کافر ہے۔

سوال نمبر ۳: جو شخص درود وسلام پڑھے بذریعہ فرشتے نہیں پہنچایا جاتا۔

لہٰذا حضرت والا سے درخواست ہے اور اخلاق کریمانہ سے امید کرتا ہوں کہ جواب دے کر مشکور فرمائیں گے۔ جوابی لفافہ ارسال خدمت ہے۔ بقلم خود محمد یوسف سلیم چک نمبر ۱۱۷ شمالی فی الحال چک نمبر ۱۴ پٹھان والی بھلوال

الجواب واللہ الموفق للصواب

جواب نمبر ۱: سادات دیوبند کشف قبور کے قائل ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ﷫ اور دیگر علماء دیوبند کی تصریح ان کی کتابوں میں موجود ہے اور ہم بھی اس کے قائل، اس کا انکار صحیح نہیں ہے اور قائل کو کافر کہنا تو بڑی جہالت ہے۔

جواب نمبر ۲: روضہ اطہر پر حاضری کے وقت پیغمبر علیہ السلام خود سنتے ہیں۔ جمہور امت اس پر متفق ہے اور سادات دیوبند کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ اس کا انکار بھی جہالت ہے اور قائل پر کفر کا فتویٰ جاہلانہ جسارت رکھتا ہے۔

جواب نمبر ۳: یہ بھی جہالت ہے، علماء دیوبند کا یہ مسلک نہیں ہے۔ ایسے شخص کی تقریر سننا سخت گناہ ہے۔ اہل ایمان پر لازم ہے کہ اپنا ایمان مضبوط رکھیں اور ایسی صحبت سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی، مہر مدرسہ:

۳ر جمادی الاوّل ۱۳۹۸ھ/۱۱/اپریل ۱۹۷۸ء

دور اہتمام شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب ﷫

جناب بندیالوی صاحب! حضرت اقدس شیخ القرآن بردالله مضجعهٗ کی یہ تحریر ۱۹۷۸ء کی ہے جو ۱۹۶۲ء والے متفقہ معاہدہ کے سترہ سال بعد تفسیر جواہر القرآن سے سولہ سال بعد اور حضرت شیخ کے وصال سے صرف دو سال پہلے کی آخری تحریر ہے اور آپ ہی کا پیش کردہ اصول یہ ہے:

''جو حضرات ۱۹۶۲ء کی ایک تحریر کے آئینے میں حضرت شیخ القرآن کا مسلک متعین کرنے کی غلط فہمی یا ہٹ دھرمی پر مصر ہیں۔ وہ ۱۹۷۶ء کی اس تحریر کو بغور پڑھیں اور از راہ انابت یہ علمی فیصلہ فرمائیں کہ کسی شخص کی آخری تحریری پہلی تحریر کے لئے ناسخ کا درجہ رکھتی ہے۔'' (ص ۳۵)

آیئے ذرا انصاف کے تقاضے پورے کریں۔ دوسروں کو اصول بتانے والے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ''غلط فہمی یا ہٹ دھرمی پر مصر'' آپ ہیں یا حضرت شیخ کے مسلک و مشرب کی صحیح ترجمانی کرنے والے ہم خدام ہیں۔

اگر آپ میں حمیت ایمانی یا غیرت کی رمق ہے تو آپ معاہدہ کے سترہ سال بعد والی آخری تحریر کو جو اس معاہدہ کی توثیق، تائید اور تصدیق کر رہی ہے، بلا چوں و چرا اس قبول فرمالیں۔ لیکن جناب والا! یہ جرأت ایمانی کہاں سے لائیں؟ آپ تو حضرت شیخ القرآن کے تابناک کردار کو داغدار اور مسخ کرنے کی قسم کھائے بیٹھے ہیں۔

حضرت شیخ کی زندگی کی یہ آخری تحریر ''اوہام باطل کے پرستاروں'' کے لئے ایٹم بم کی حیثیت رکھتی ہے جس کی دل دوز کڑک سے جناب والا کے عنکبوتی تاروں سے تعمیر شدہ اوہام باطلہ و فاسدہ کے محلات دھڑام سے زمین بوس ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔

اگر آپ میں جرأت ہے تو اس فتویٰ کو باطل ثابت کریں یا پھر حضرت شیخ القرآن کی کوئی صریح اور واضح عبارت پیش کریں جس میں حضرت نے حضور انور ﷺ کا عند القبر مبارک سماع کا انکار کیا ہو۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مذکورہ بالا فتاویٰ اس حقیقت کو آشکارا کر رہے ہیں کہ ۱۹۵۹ء سے لے کر ۱۹۷۸ء تک تازیست متواتر اور مسلسل حضرت شیخ القرآن ﷫ سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل تھے۔

حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعته'' کے صحیح ہونے پر تعلیم القرآن راولپنڈی کا فتویٰ ۱۹۶۷ء۔

مولانا عطاء اللہ بندیالوی نے مولانا سجاد بخاری صاحب کے قلم سے لکھے ہوئے حاشیہ قرآن مجید کے حوالے سے حضرت شیخ القرآن ﷫ کے ذمہ یہ لگایا ہے کہ حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعته'' جو میری قبر

کے قریب درود پڑھتا ہے میں خود اسے سنتا ہوں، موضوع ہے اور مولانا سید محمد حسین نیلوی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ: اس فیصلہ (۱۹۶۲ء) کی بنیاد بننے والی روایت کی تحقیق ہو جانے کے بعد بھی اس فیصلے کو درست کہنے والوں سے رفض کی بو آتی ہے۔ (ماہنامہ گلستان اسلام ج ۲ ش ۱۰، شوال ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء ص ۱۸)

اس حدیث کے صحیح ہونے کے متعلق حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تائید سے جاری ہونے والے فتویٰ میں ملاحظہ ہو: یہ فتویٰ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کے دارالافتاء سے جاری ہوا اور ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں چھپا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ، دارالعلوم تعلیم القرآن کے مہتمم اور ماہنامہ تعلیم القرآن کے بانی، مدیر اعلیٰ اور سرپرست اعلیٰ تھے۔

سوال: تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ جو میری قبر کے پاس سے مجھ پر سلام پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور جو دور سے سلام بھیجا جاتا ہے اسے میں پہنچایا جاتا ہوں یہ حدیث سنداً صحیح نہیں۔ محمد بن مروان سدی صغیر متروک ہے۔ ابن کثیر اردو (ج ۴ پ ۲۲ ص ۳۱) اس مسئلہ میں ہمیں بہت الجھن ہے مہربانی فرما کر ٹھیک بتائیں کہ شک مٹ جائے۔

جواب: اس حدیث کی جو سند سدی صغیر پر مشتمل ہے اسی کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ''قال میرک نقلا من الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید'' (فتویٰ مولانا مفتی عبدالرشید صاحب ۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ / ۱۰ر اگست ۱۹۶۷ء ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ج ۱۰ شمارہ ۱۰، اکتوبر ۱۹۶۷ء / رجب ۱۳۸۷ھ ص ۴۷، ۴۸)

اب مولانا بندیالوی غور کر لیں کہ شیخ القرآن اپنی سرپرستی، نگرانی اور تائید میں حدیث ''من صلی علیّ عند قبری سمعتہ'' کو صحیح قرار دے کر سائل کا شک مٹا رہے ہیں۔ مگر مولانا بندیالوی اور مولانا نیلوی صاحب کا شک ابھی تک نہیں مٹا۔ بلکہ الٹا یہ حضرات اپنا شک حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ لگا رہے ہیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست!

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور سماع موتیٰ پر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مفصل مضمون ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں مطبوعہ ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے حدیث ''من صلی علیّ عند قبری سمعتہ'' کو بھی پیش کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

زیارت قبر اقدس کے بڑے فائدوں میں سے ایک یہ ہے کہ زائر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود جواب عطا فرماتے ہیں۔ بخلاف اس شخص کے جو دور سے درود وسلام پڑھتا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچتا مگر بذریعہ فرشتوں کے بوجہ اس کے کہ عمدہ سند سے منقول ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے۔ میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے اس کی مجھے اطلاع دی جاتی ہے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی، مئی ۱۹۵۹ء، ص ۳۱، ۳۲)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مضمون کے متعلق حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالرحمن کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: میرے نزدیک مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا مضمون جو مختلف رسائل میں طبع و شائع ہو چکا ہے۔ اس باب میں بہترین مضمون ہے۔ ملاحظہ فرما لیا جائے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جولائی، اگست ۱۹۶۰ء ص ۸۸)

حدیث: ''من صلی علیّ عند قبری سمعته'' پر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالرحمن کاملپوری، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، حضرت مولانا مفتی عبدالرشید صاحب صدر مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کو صحیح تسلیم کرنے کی تفصیل آپ نے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی زیر سرپرستی حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ کر لی ہے۔ یہ اشاعت التوحید والسنہ کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ مولانا محمد حسین شاہ نیلوی صاحب کے اتباع میں اس صحیح حدیث مبارکہ کی تصحیح کرنے والوں کو رافضی قرار دے کر رفض کی دلدل میں خود اپنی کیسی کیسی شخصیات کو دھکیل رہے ہیں۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

عذاب قبر، مقام قبر اور میت کے جسم سے سوال وجواب پر تعلیم القرآن کا فتویٰ ۱۹۶۷ء

مولانا بندیالوی صاحب اپنے وضعی عقائد کو شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ لگاتے تھکتے نہیں۔ مسلک شیخ القرآن میں انہوں نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ یہ بھی لگایا کہ وہ اس دنیوی ارضی قبر میں میت کے جسم سے سوال وجواب اور اس دنیوی قبر میں عذاب وثواب کے قائل نہیں۔ بجائے اس کے کہ مولانا بندیالوی کے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر اس الزام کی تردید ہم کریں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور تائیدی فتویٰ کو پیش کئے دیتے ہیں۔ یہ فتویٰ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی سے جاری ہوا اور ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں چھپا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کے بانی ومہتمم اور ماہنامہ تعلیم القرآن کے مدیر اعلیٰ اور سرپرست تھے۔

<u>سوال</u>: مردہ سے سوال وجواب قبر میں ہوتا ہے یا جس مقام پر اس کی روح ہوتی ہے وہاں ہوتا ہے؟

<u>جواب</u>: حدیث شریف میں قبر کا لفظ وارد ہے جیسے بخاری اور مسلم کی روایت ہے ''ان العبد اذا وضع فی قبره وتولی عنه اصحابه'' الحدیث اور قول محقق بھی یہی ہے کہ برزخی حالات مثل سوال وجواب وتألم وتنعم روح اور جسد دونوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ فلہٰذا بدن جس ظرف میں ہوگا سوال وجواب کا تعلق اس کے ساتھ ہوگا اگر جسد قبر میں ہے تو قبر میں ہوگا اور اگر اور کسی ظرف میں ہے تو اس میں۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! ۲۰ر رجب ۱۳۸۶ھ/۶ر نومبر ۱۹۶۶ء

(فتویٰ مولانا مفتی عبدالرشید صاحب ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ج ۱۰ ش ۴ ص ۴۵، ۴۶، اپریل ۱۹۶۷ء، محرم ۱۳۸۷ھ)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تعلق ارواح فتویٰ ۱۹۵۹ء

مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ اپنا یہ وضعی عقیدہ بھی لگایا ہے کہ وہ موت کے بعد ارواح کے اجساد سے تعلق کے منکر ہیں۔ اسی پر ہم خود شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تائیدی تحریر پیش کئے دیتے ہیں۔

(روح کا جسم کے ساتھ) تعلق باقی ہے۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت مذکورہ بالا میں مصرح ہے۔ وتعلقے بہر نیز ارواح رامی باشد۔ قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے تو اجساد کے ساتھ خود باقی اور فقہائے کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی بقائے تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔ کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ

عند القبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ بھی نہیں۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۱)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عقیدہ ۱۹۶۲ء سے پہلے کا ہے۔ فیصلہ ۱۹۶۲ء میں بھی انہوں نے تعلق کو تسلیم کیا اور اس کے بعد بھی ان سے اس کا انکار ثابت نہیں۔

شیخ القرآن مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ جو رئیس الموحدین، امام المفسرین، شیخ المشائخ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ اور حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ سے قلبی وابستگی رکھتے تھے۔ وہ اپنے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں:

''میں (نصیر الدین غورغشتوی) اور مولانا غلام اللہ خان عقائد میں متفق ہیں۔ میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد ''برزخی حیات'' کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قرب میں جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے: ''اور نبی علیہ السلام اور سب اموات میں حیات برزخی ہے اور نبی علیہ السلام میں سب سے اکمل اور احسن ہے۔ اس واسطے وہ قبر کے پاس درود وسلام سنتے ہیں۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۰ء ص ۲۵)

شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ المصابیح کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: ''وصح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' (حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۳۲)

اور حدیث، انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں صحیح ہے۔

حدیث: ''من صلی علیَّ عند قبری سمعتہ ای سمعاً حقیقیا بلا واسطۃ'' حدیث شریف کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص میری قبر کے قریب درود وسلام پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں، کا مطلب ہے کہ بغیر کسی واسطے کے حقیقی طور پر سنتا ہوں۔ (بین السطور حاشیہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۹۳)

حضرت شیخ القرآن کے شاگردوں کی گواہی

مولانا بندیالوی صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت شیخ القرآن کے ہزاروں شاگردوں میں سے کوئی ایک شاگرد اس گواہی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرے۔ ہرگز نہیں اور ہرگز نہیں۔ امانت و دیانت کا اگر جنازہ نہیں نکل گیا تو پھر یہ گواہی اور شہادت دینی پڑے گی کہ اس تحریر کے بعد بھی حضرت شیخ القرآن ہمیشہ تقریر و تدریس میں اور دورہ تفسیر القرآن میں یہی پڑھاتے رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی نہیں بلکہ برزخی ہے اور آپ عند القبر بھی صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے۔'' (ص ۱۶، ۱۷)

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ متفقہ معاہدہ کے پچاس سال بعد اور حضرت شیخ القرآن کے وصال کے تیس سال بعد مولانا بندیالوی صاحب کو ڈینگیں مارنے کی جرأت ہوئی ہے۔ جب کہ حضرت کے رفقاء کار اور تلامذہ کی اکثریت اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکی ہے۔

تاہم ابھی شیخ القرآن رحمہ اللہ کے شاگرد دنیا میں موجود ہیں، جو اوہام پرستوں، جھوٹ کو فروغ دینے والے بزرجمہروں کا ہر چیلنج قبول کر سکتے ہیں اور ان شاءاللہ ہر دھوکا باز کے دجل وفریب کو طشت از بام کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

جناب بندیالوی صاحب! آپ فرماتے ہیں: ''کوئی ایک شاگرد اس گواہی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرے۔''

اگر آپ حضرت شیخ کے شاگردوں کی گواہیاں قبول کر لینے کی یقین دہانی کرائیں اور وثوق کے ساتھ عہد کریں تو آپ کو منہ مانگی گواہیاں پیش کی جاسکتی ہیں اور چند تلامذہ کے اسمائے گرامی اس تحریر میں بھی پیش کئے جارہے ہیں۔ لیکن ہمیں یقین ہے صحیح، سچی، ٹھوس اور ناقابل تردید گواہی سے بھی آپ راہ فرار کے لئے حیلے حوالے تلاش کریں گے۔

اس کا بین ثبوت آپ کے اسی کتابچہ میں موجود ہے، جس میں آپ نے حضرت شیخ القرآن کے ایک جلیل القدر شاگرد مولانا ضیاء القاسمی رحمہ اللہ کی گواہی پر انہیں ''تمغہ بسالت'' کا اعزاز اس طرح پیش فرمایا ہے: ''تاریخ کے حقائق کو مسخ کرنے کی مذموم کوشش کی اور سو فیصد تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔'' (ص ۸)

یہ ہے حق وصداقت کے علمبردار گواہوں کے ساتھ آپ کا ایمان سوز رویہ۔

لیکن آپ کے ناروا رویہ اور غیر مہذب زبان استعمال کرنے پر بھی ہم دل برداشتہ نہیں ہوں گے اور نہ ہی آپ کی من مانیوں اور اٹھکیلیوں کے لئے میدان خالی چھوڑیں گے۔

میں آپ کا چیلنج قبول کرتا ہوں اور پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ تا حیات عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت کے قائل تھے۔

احقر نے متعدد حضرات کی موجودگی میں بارہا حضرت شیخ القرآن کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور سماعت عند القبر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔'' لیکن صد افسوس کہ آپ نے حضرت کے وصال کے تیس سال بعد یہ چیلنج کرنے کی جسارت کی ہے، جب کہ اس کے اکثر چشم دید گواہ دنیا چھوڑ چکے ہیں۔

میرے اس دعویٰ کے ایک اہم گواہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم (حضرو) ہیں جو حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے نہ صرف شاگرد بلکہ رفیق کار اور معتمد خاص بھی ہیں۔ (شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب رحمہ اللہ کا وصال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین!)

شیخ القرآن کے عقیدہ پر گواہی دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ۱۹۶۲ء کا فیصلہ منسوخ نہیں ہوا، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ جنہوں نے اپنے گھر بلا کر فیصلہ کروایا، انہوں نے تحریر یا تقریر میں کبھی بھی اس فیصلہ سے برأت کا اعلان نہیں کیا۔ یہ فیصلہ پانچ بزرگوں کا تھا اور حضرت قاضی شمس الدین رحمہ اللہ نے اس کی تائید فرمائی تھی۔ پانچوں بزرگوں کے اس فیصلے کو ''مسلک شیخ القرآن'' کہہ کر یہ دعویٰ کرنا کہ یہ منسوخ ہو چکا ہے، صرف ایک ہشیاری ہے۔

مکتوب بنام حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ

مکتوبہ ۳؍شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ؍ ۵؍ جولائی ۲۰۱۱ء

مولانا بندیالوی صاحب کے کہنے پر ہم شیخ القرآن رحمہ اللہ کے تلامذہ کے نام پیش کئے دیتے ہیں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ فیصلہ ۱۹۶۲ء پر بطور عقیدہ قائم رہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں متعلق روح مبارکہ حیات ہیں اور قبر شریف کے قریب پڑھا ہوا درود وسلام خود سنتے ہیں۔

۱...... مولانا قاضی احسان الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جانشین حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ
۲...... خطیب پاکستان مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ
۳...... مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۴...... حضرت مولانا ظہور الحق صاحب دامت برکاتہم (دامان، اٹک) سابق استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور
۵...... حضرت مولانا غلام رسول مدظلہ (موضع میاں عبدالوہاب راولپنڈی)
۶...... مولانا محمد صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرو)
۷...... مولانا عبدالسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرو)
۸...... مولانا عبدالمتین صاحب مدظلہ (نرتوپہ حضرو)
۹...... مولانا حافظ مہر محمد صاحب مدظلہٗ (بن حافظ جی میانوالی)
۱۰...... حضرت مولانا پروفیسر ظفر اللہ شفیق صاحب دامت برکاتہم (لاہور)
۱۱...... مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب مدظلہٗ ہارون، حضرو)
۱۲...... مولانا عبدالرؤف ربانی صاحب مدظلہٗ (رحیم یار خان)
۱۳...... حضرت مولانا عبدالرؤف چشتی مدظلہٗ
۱۴...... مولانا محمود الحسن توحیدی مدظلہ (نرتوپہ، علاقہ چھچھ اٹک)
۱۵...... راقم الحروف محمد عبدالمعبود عفی عنہ (راولپنڈی)

حضرت مولانا سید امین الحق کا اظہار خیال

ازقلم: حضرت مولانا حمید الرحمن صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید امین الحق محقق عالم دین اور نڈر رہنما تھے۔ ۱۹۰۲ء میں طورو ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۴۰ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ محکمہ اوقاف کی طرف سے شیخوپورہ جامع مسجد میں خطیب رہے۔ جون ۱۹۷۸ء میں فوت ہوئے۔ ''بصائر السنیہ، الہم الحدید فی نحر الحدید، تنبیہ الاغنیاء علیٰ حیاۃ الانبیاء علیہم السلام، عجالہ نافعہ، بائبل اور قرآن، صحابہ رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں، تذکرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، زمینداری کا شرعی نظام، اسلام کا معاشی نظام، اسلام اور قربانی'' آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔ خطیب بغدادی کے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کا محققانہ جواب بھی لکھا۔ علم و روحانیت میں آپ اوج کمال پر تھے۔

راقم الحروف کا موصوف سے نیاز مندانہ تعلق تھا، عرصہ تک شرف باریابی حاصل رہا۔ ایک مرتبہ بندہ حضرت اقدس کی خدمت میں بابرکت میں حاضر تھا کہ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ قدم رنجہ فرما ہوئے۔ مولانا سید امین الحق نے بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا اور ان کی شایان شان اس کا اکرام و احترام کیا۔ گھنٹوں مختلف موضوعات پر شیخین محو گفتگو رہے۔ دوران گفتگو مولانا امین الحق نے فرمایا: ''حضرت! یہ حیات ممات کی کیا کیفیت ہے؟ لوگوں میں بڑا اضطراب پایا جاتا تھا۔''

شیخ القرآن یوں گویا ہوئے: ''واللہ، باللہ، ثم تاللہ، واللہ باللہ ثم تاللہ، واللہ، باللہ ثم تاللہ۔ سید صاحب! میرا مسلک ومشرب وہی ہے جو جمہور اکابر علماء دیوبند کا ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں اور سنتے ہیں۔''

سید امین الحق اسی معقول جواب سے مطمئن ہو گئے اور مزید کوئی اشکال پیش نہیں کیا۔

شیخ القرآن جامعہ اشرفیہ جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ انہوں نے مولانا امین الحق سے فرمایا: ''اگر کوئی عذر مانع نہ ہو تو آپ بھی میرے ساتھ جامعہ اشرفیہ تشریف لے چلیں، وہاں شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اور مولانا رسول خان ہزاروی سے ملاقات کی تمنا ہے۔''

سید صاحب گوہر افشاں ہوئے: ''لبیک وسعدیک! آپ کا حکم سر آنکھوں پر''

حکیم محبوب احمد قادری مرحوم شیخوپورہ بھی بطور خادم خاص ساتھ ہو لئے۔ حکیم صاحب کا بیان ہے ''حضرت شیخ القرآن سے جس طرح مولانا امین الحق نے سوال کیا تھا۔ بعینہٖ اسی طرح شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سوال کیا: حضرت! حیات النبی ﷺ کے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے؟''

شیخ القرآن نے وہی قسمیہ کلمات ثلاثہ جو شیخوپورہ میں سہ بار ادا کئے تھے، انہیں اسی طرح ادا فرمایا اور فرمایا: مولانا! آپ اور دیگر اکابر علماء دیوبند کی طرح میرا یہی مسلک ہے۔ نبی کریم ﷺ قبر مبارک میں حیات ہیں اور وہاں حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ حررہ: احقر الزمان حمید الرحمن تغمد اللہ بالغفران فی یوم المیزان جامع مسجد عمر فاروق رضی اللہ عنہ، منگرال ماڈل ٹاؤن راولپنڈی ۱۲ر صفر المظفر ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۶ر دسمبر ۲۰۱۲ء بروز چہار شنبہ

تلمیذ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام رسول صاحب دامت برکاتہم کا بیان

حضرت شیخ القرآن کے اوّلین شاگرد رشید اور ہمارے علاقے کے معروف عالم دین مولانا غلام رسول دامت برکاتہم بیان کرتے ہیں: استاذی المکرم، استاذ الاساتذہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان ہمارے ہاں ایک جلسہ پر تشریف لائے۔ علاقہ کے چند معززین نے دریافت کیا: حضرت! کیا حضور انور ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں؟ اور روضہ پاک پر حاضر ہونے والے زائرین کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں یا نہیں؟

حضرت شیخ نے فرمایا: حضور انور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور زائرین کا صلوٰۃ وسلام سماعت فرماتے ہیں۔''

ان احباب نے عرض کیا: ''حضرت سید عنایت اللہ شاہ کہتے ہیں، نہ قبر میں زندہ ہیں اور نہ ہی صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

حضرت شیخ نے فرمایا: ''اکابر علماء دیوبند حیات اور سماعت کے قائل ہیں۔''

(مولانا) غلام رسول عفی عنہ دار العلوم دیوبند

ساکن گاؤں میاں عبد الوہاب ڈاکخانہ دیوی، ضلع راولپنڈی

۱۲ر جون ۲۰۱۲ء

تلمیذ شیخ القرآن علامہ عبدالرؤف چشتی اوکاڑوی دامت برکاتہم کے رشحات قلم

جی ہاں! کبھی تحقیقی خدمات ہوتی تھیں۔ آج کل تحقیق کے نام پر تشکیک ہو رہی ہے۔ نوجوان طبقہ کی پریشانی دور کرنے کی خاطر طے شدہ مسائل کو بلاوجہ چھیڑا جاتا ہے۔ وہ مسائل وعقائد جو اہل علم کی تحقیق وتدقیق کے لئے تھے، انہیں عوام میں موضوع گفتگو بنا دیا گیا۔ مستقبل کے خطباء جنہوں نے میدان خطابت میں داد شجاعت دینا تھی، انہیں مختلف موضوعات اور محنت ومطالعہ سے دور کر کے صرف اور صرف حیاتی اور مماتی کے مسئلہ میں الجھا دیا گیا۔ اکابرین علماء رحمۃ اللہ علیہ دیوبند اور موجودہ علماء کا عامیانہ انداز میں طلبہ کے سامنے ذکر کر کے ان کے دلوں میں ان کے علمی مقام ومرتبہ کو کم کرنے کی کوشش کی گئی۔

اب ان بیچارے طلبہ اور مستقبل کے خطباء ومقررین کے شب وروز اسی بحث ومباحثہ اور سوچ وفکر میں گزرتے ہیں کہ کون حیاتی خطیب ہے اور کون مماتی خطیب ہے۔ کون اندر سے حیاتی ہے اور اوپر سے مماتی ہے اور کون اندر سے مماتی ہے اور اوپر سے حیاتی ہے۔ کس کی عزت کرنی ہے اور کس کی نہیں کرنی۔ کس سے سلام لینا ہے اور کس سے نہیں لینا۔ کس کی تعظیم کرنی ہے اور کس کی تحقیر کرنی ہے۔ کس کا ادب کرنا ہے اور کس کا ادب نہیں کرنا۔ اسی بداخلاقی اور بے ادبی کی نحوست ہے کہ تخلیقی صلاحیتیں مفقود اور تحقیری سوچیں نمودار ہو رہی ہیں۔ علماء کرام کا احترام واکرام ختم ہو گیا ہے۔ ادب، آداب والی کوئی شے نظر نہیں آتی۔ اپنا ہم عقیدہ ہے تو جاہل بھی شیخ الحدیث ہے، بلکہ علامہ اور عالم ربانی ہے اور اگر اپنا ہم عقیدہ نہیں، تو چاہے وہ جتنا بڑا عالم ہو، ان کے نزدیک مٹی ملتانی ہے اور ان کے متعلق گفتگو کرنا پانی میں مدہانی ہے۔ جب کوئی خود کو عقل کل اور دوسرے کو جاہل فل سمجھے تو بات کیسے بنے گی۔ جھگڑا کیسے ختم ہوگا۔ جھگڑا تو ختم ہوگا کسی کو منصف مان کر اور جن کو منصف وحاکم بنانا تھا اور جن کے فیصلے کو تسلیم کرنا تھا۔ ان پر ہم نے خود ہی تنقید شروع کر دی۔

چنانچہ اساتذہ کو اکابرین علماء پر زبان وقلم چلاتے دیکھ کر طلبہ بھی جری ہو گئے۔ طلبہ کالج کے ہوں یا مدارس کے ہر مسئلے کی تحقیق کرتے ہیں بلکہ بال کی کھال اتارتے ہیں اور پھر دینی مدارس کے طلبہ! سبحان اللہ! انہیں بحث سے اب کون روکے۔ انہوں نے جب حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی یہ تحریر پڑھی کہ ''وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔'' اور اس تحریر پر شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے بھی دستخط دیکھے اور انہیں علم ہو گیا کہ حضرت شیخ القرآن بھی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل تھے اور حیاتی تھے۔ اسی وجہ سے انہیں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی نے خانپور میں اپنے جلسہ میں بلوا کر ان سے خطاب کروایا تھا اور شیخ القرآن کے حیاتی ہونے کی وجہ سے ہی دارالعلوم دیوبند والوں نے ۲۱، ۲۲، ۲۳ / مارچ ۱۹۸۰ء کو ہونے والے دارالعلوم کے صد سالہ جلسہ میں حضرت شیخ کو خطاب کی دعوت دی تھی۔ ایسے نوجوان طلبہ جن کا تازہ علم اور تازہ خون ہو، وہ بھلا کیسے خاموش رہتے تو انہوں نے مماتی حضرات سے کہا کہ ایک طرف تم حضرت شیخ القرآن کو اپنا استاد مانتے ہو اور دوسری طرف تم ان کے عقیدہ اور فیصلہ کا انکار کرتے ہو۔ لہٰذا یا تو تم بھی حضرت شیخ القرآن کی طرح عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہو کہ حیات بن جاؤ اور یا پھر حضرت شیخ القرآن کو اپنا استاد اور شیخ کہنا چھوڑ دو۔

چنانچہ مماتی حضرات سخت پریشان ہو گئے کہ اگر شیخ کو چھوڑتے ہیں تو ہمارے پاس کچھ نہیں رہتا اور اگر

عقیدہ چھوڑتے ہیں تو ہم کچھ نہیں رہتے۔ تو اپنی جان بچانے کے لئے کہنا شروع کر دیا کہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے وقتی طور پر دستخط کر دیئے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ نہیں تھا۔ وہ بھی تو آگے طلبہ تھے، عقل و شعور، فہم و ادراک رکھتے تھے، نوالہ کانوں میں نہیں منہ میں ڈالتے تھے۔ انہوں نے کہا، وقتی طور پر تو دستخط وہ کرتا ہے جو دلائل سے تہی دامن ہو، اور ڈرتا ہو اور شیخ القرآن کے متعلق آپ نے بتایا ہے کہ وہ بہادر، دلیر، نڈر اور بے باک تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے تو یہاں کس کا ڈر تھا؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت شیخ حیاتی تھے، اسی لئے دستخط کر دیئے تھے۔

اب مماتی حضرات کی حالت دیدنی تھی، طلبہ نے جب مماتی حضرات کو شکست خوردہ اور لاجواب دیکھا تو کہا چھوڑیئے اس بحث کو:

ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے　　پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

اچھا چلئے! اس بات کا جواب دے دیجئے کہ ۱۹۶۲ء میں تو شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے وقتی طور پر حضرت قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پر دستخط کر دیئے تھے، لیکن جو فتویٰ ۲ر ستمبر ۱۹۵۹ء کے ماہنامہ تعلیم القرآن میں شائع ہوا تھا۔ جس میں یہ الفاظ ہیں: ''کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔''

اس فتویٰ پر بھی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شیخ حیاتی تھے اور تم مماتی ہو۔ تمہارا حضرت شیخ سے کوئی تعلق واسطہ نہیں۔ اب آئندہ تم حضرت شیخ کو اپنا استاد نہ کہنا۔ وہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل اور تم اس عقیدہ کی تردید پر مائل، وہ اپنی تقاریر میں اکابر علماء دیوبند کی تعریف و توصیف کرنے والے اور تم علماء دیوبند کی تحقیر و تنقیص کرنے والے۔ وہ اپنے خطابات میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت و خراج تحسین پیش کرنے والے اور تم ان کا نام سن کر ناک بھوں چڑھانے والے۔ شیخ القرآن دوران بیان حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر جھومنے والے اور تم حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام سن کر گھومنے والے۔ وہ اکابرین علماء دیوبند کا تذکرہ سن کر سبحان اللہ، ماشاء اللہ! کہنے والے اور تم اکابرین دیوبند کا نام سن کر استغفر اللہ، استغفر اللہ! کہنے والے۔ بھلا تم مماتی حضرات کا حضرت شیخ القرآن سے کیا رشتہ ہے۔

تمہیں قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ تم حضرت شیخ کے نام اپنی تقریروں، تحریروں میں استعمال کرو۔ چنانچہ مماتی حضرات نے نوجوان طلبہ اور خطباء کے تابڑ توڑ سوالات اور اعتراضات کی بوچھاڑ سے زچ ہو کر فیصلہ کیا کہ کسی نہ کسی طرح حضرت شیخ القرآن کے حیاتی ہونے کی تردید کی جائے۔ ورنہ یہ نوجوان طبقہ، نوجوان طلبہ اور خطباء ہمارا جینا دوبھر کر دے گا۔

اب مسئلہ تھا کہ یہ کام کون کرے شیخ القرآن کا حیاتی ہونا تو روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اس روز روشن کو روز سیاہ کون بنائے۔ اس سفید کو سیاہ کون بتائے۔ اس دن کو رات کون دکھائے۔ اس صبا کو صرصر اور بہار کو خزاں کون کہے۔ حق کو پھک میں اور سچ کو شک میں کون بدلے، صدق میں کذب کون ملائے۔ پھول کو دھول اور گوبھی کو گلاب کون ثابت کرے۔ بھیڑوں میں اونٹ کون چھپائے، عبارات پر حضرت شیخ کے چمکتے دستخطوں کو کون مٹائے۔ دھوکہ دینے کے لئے عبارتوں میں سے ''ہی'' اور ''بھی'' کون اڑائے۔ بہر حال مماتی حضرات کے لئے کسی ایسی شخصیت کو تلاش کرنا واقعتاً ایک مسئلہ تھا اور حقیقتاً کسی ایسے مشاق شخص کی جستجو تھی جو کسی ذی وقار بزرگ اور صاحب علم شخصیت سے دھوکہ کرنے، ان سے منسوب جھوٹی تقریظ پہلے ایڈیشن میں شائع کرنے اور پھر دوسرے ایڈیشن میں اس رائے گرامی کو سرے سے اڑانے میں ماہر اور استاد ہو

جو تحقیق کے نام پر تشکیک کا ماسٹر ہو جو حق چھپانے اور شک پھیلانے میں ید طولیٰ رکھتا ہو۔ جو اکابرین علماء دیو بند کی شخصیات اور تحقیقات کا تمسخر اڑانے میں طاق ہو۔ جو بلا کا منہ پھٹ ہو۔ جو تقریر اور تحریر میں بلا دلیل اور بلا وجہ تبرّیٰ کرنے کا اور بزرگوں کی پگڑی اچھالنے کا چمپئن ہو۔ آپ اسے مماتی حضرات کی خوش قسمتی سمجھئے یا بد قسمتی! کہ باوجود کوشش کے انہیں ان کا من پسند شخص نہ مل سکا، جو ان کے معیار پر پورا اترتا ہو۔ ادھر چونکہ نوجوان طبقہ نے حقائق جان لینے اور سمجھ لینے کے بعد مماتی حضرات کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اس لئے مجبوراً مماتی حضرات نے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کو عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر اور مماتی ثابت کرنے کے لئے سرگودھا شہر کی مشہور علمی شخصیت اور معروف خطیب حضرت مولانا علامہ عطاء اللہ بندیالوی صاحب کو متعیّن کیا۔

چنانچہ حضرت علامہ بندیالوی صاحب نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو مماتی ثابت کرنے کے لئے ایک کتابچہ تحریر فرمایا۔ جس کا نام ''مسلک شیخ القرآن'' رکھا۔ اس کتابچہ میں حضرت علامہ بندیالوی صاحب نے حضرت شیخ القرآن کو مماتی ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ نہ ہی ان کی محنت دن کو رات بنا سکی اور نہ ہی ان کی کاوش کاغذی پھولوں میں خوشبو پیدا کر سکی۔ جس طرح ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے سو مرتبہ جھوٹ بولا جائے تو پھر بھی جھوٹ نہیں چھپتا۔ اسی طرح حق اور سچ کو چھپانے کے لئے جس قدر بھی بناسپتی دلائل اور بناوٹی اصول وضع کئے جائیں۔ لیکن حق اور سچ بہر حال آشکارا ہو کر رہتا ہے۔ ساون بھادوں کی کالی گھٹائیں، وقتی طور پر سورج کو چھپا کر اندھیرا کر سکتی ہیں۔ لیکن آخر سورج نکلتا ہے اور دھوپ چمکتی ہے تو اندھیرا کہیں نظر نہیں آتا۔

اسی طرح حضرت علامہ بندیالوی صاحب اپنی تمام خطیبانہ، ادیبانہ، فاضلانہ، عالمانہ اور مناظرانہ صلاحیتیں خرچ اور صرف کرنے پر بھی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر اور مماتی ثابت نہ کر سکے۔ حضرت مولانا علامہ عطاء اللہ بندیالوی صاحب کا تحریر کردہ کتابچہ ''مسلک شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ'' پڑھا اور پھر دوسرا ایڈیشن بھی دیکھا تو مجھے زمانہ طالب علمی کا ایک شعر یاد آ گیا:

سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے   خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

خیر! حضرت علامہ بندیالوی صاحب کا ''مسلک شیخ القرآن'' کتابچہ جب یادگار اسلاف استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ عبد المعبود صاحب دامت برکاتہم تک پہنچا تو انہوں نے اس کے جواب میں ''عقیدہ شیخ القرآن'' رسالہ تحریر فرما کر مولانا علامہ بندیالوی صاحب کے دلائل و براہین کے پرخچے اڑا دیئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو مماتی ثابت کرنے کے لئے علامہ بندیالوی صاحب نے اپنی ذہانت وفطانت سے جو عمارت تعمیر کی تھی، علامہ عبد المعبود صاحب دامت برکاتہم نے اپنی امانت و دیانت کے ڈائنامائٹ سے اس عمارت کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا۔ ''عقیدہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ'' کتابچہ کے صفحہ ۱۱ پر قدرت کا انتقام کی سرخی دے کر مولانا عبد المعبود صاحب نے حضرت علامہ بندیالوی صاحب کی ریسرچ گاہ پر ایسا سوالیہ میزائیل پھینکا ہے کہ جس نے مماتیوں کے خورد و کلاں، چھوٹے بڑے، عام وخاص، استاد و شاگرد، پیر اور مرید، طلبہ اور خطباء کو لرزہ براندام کر کے رکھ دیا ہے۔

حضرت مولانا علامہ عبد المعبود صاحب نے اپنے رسالہ عقیدہ شیخ القرآن کے (ص ۵۶ سے ۶۱) پر ایسے ایسے راز افشا کئے ہیں کہ سنجیدہ اور متین انسان کے دماغ میں آتش فشاں پھٹتا محسوس ہوتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اس میں حضرت مولانا عبد المعبود صاحب کا کوئی قصور نہیں۔ انہوں نے غالباً ۱۹۹۰ء میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات لکھی تھی اور کہیں بھی

غیر سنجیدہ اور غیر شائستہ بات نہیں لکھی۔ جو حالات زندگی قلم بند کئے انتہائی محبت وعقیدت اور دیانت وامانت سے سپرد قلم کئے۔ اگر چاہتے تو یہی عقیدہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کتابچہ والے حالات وواقعات سوانح شیخ القرآن میں لکھ سکتے تھے۔ لیکن حضرت مولانا عبدالمعبود صاحب نے علماء کی عزت وتوقیر اور ادب واحترام کے پیش نظر اور باہمی رنجش اور بدمزگی سے بچنے کے لئے اپنے قلم کو سنبھالے رکھا، لیکن اب جوان کا قلم ننگی تلوار بنا ہے تو اس میں قصور ان کا ہے جنہوں نے شیشے کے محل میں بیٹھ کر صبر وضبط کی جھونپڑی میں رہنے والے مخلص عبدالمعبود پر بے تحاشا پتھراؤ شروع کیا۔ آخر وہ بھی انسان تھے اور شیخ کے شاگرد بھی! بس جلال میں آگئے اور ایک ہی جوابی پتھر سے شیشے کا محل مسمار کر کے رکھ دیا اور بتا دیا کہ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر کسی کو پتھر مارنا انتہا درجہ کی حماقت اور گھٹیا درجہ کی غلطی ہے۔ بہر حال حضرت مولانا عبدالمعبود صاحب کا کتابچہ عقیدہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پڑھنے اور سمجھنے کی چیز ہے۔ حیاتی پڑھے گا تو مزید عقیدہ مضبوط ہوگا اور مماتی خالی ذہن ہو کر پڑھے گا تو ان شاء اللہ حیاتی بن جائے گا۔

آخر میں دو گواہیاں

حضرت علامہ عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے اپنے کتابچہ میں گواہی بھی طلب کی ہے۔ گزارش ہے کہ میں تقریباً ۱۸، ۲۰ سال حسن ابدال، ضلع اٹک میں رہا ہوں۔ ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں حضرت قاری امین رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد رہا ہوں اور حضرت شیخ القرآن سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔ ابتدائی کتابیں میں نے حسن ابدال میں مولانا عبدالقادر قاسمی فاضل دارالعلوم دیوبند سے پڑھیں اور یہی مدرسہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ پر علماء کو بلایا کرتے تھے اور جلسہ کے تمام انتظامات میرے حقیقی چچا مولانا حامد علی رحمانی کے سپرد ہوتے تھے۔ جلسہ میں تمام حیاتی علماء ہی آتے تھے۔ میری اٹھارہ، بیس سالہ زندگی میں صرف ایک مرتبہ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری تشریف لائے تھے۔ انہوں نے جب اپنا مخصوص عقیدہ اور نظریہ بیان کیا تو جلسہ میں سخت گڑبڑ ہوگئی تھی۔ ادھر بارش بھی ہو رہی تھی تو جلسہ ختم کر دیا گیا تھا۔ بس اس کے بعد پھر شاہ صاحب تشریف نہیں لائے۔ مدرسہ کے تمام ذمہ داران چونکہ حیاتی تھے اس لئے انہیں دوبارہ نہیں بلوایا گیا۔ لیکن حضرت شیخ القرآن بارہا مرتبہ تشریف لائے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت شیخ القرآن حیاتی تھے، اگر مماتی ہوتے تو مدرسہ والے انہیں بھی پھر کبھی نہ بلاتے۔

دوسری گواہی

اب آخر میں مماتی حضرات کے لئے ایک تحریر بطور گواہی پیش کرنے لگا ہوں۔ خدا کرے یہ تحریر ان کے عقائد کی اصلاح کا باعث بن سکے۔ جامع مسجد نور، کالج روڈ گوجرانوالہ کے صدر اور جمعیت علماء اسلام کے ناظم انتخابات میاں محمد عارف ایڈووکیٹ کی تحریر ہے۔ انہی سے سنئے۔ فرماتے ہیں کہ: ''مارچ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر میں بھی اپنے اکابر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دیوبند حاضر تھا اور میں بطور خادم حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے دیوبند گیا تھا اور ہمارا قیام جانشین شیخ الاسلام مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر تھا، جہاں دیگر بڑے بڑے علماء کرام خصوصاً مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہماری رہائش گاہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر وہ قبرستان ہے جہاں بڑے بڑے اکابرین دیوبند مدفون رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ دوران قیام قبلہ مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں ہم قبرستان میں اکابرین کی قبروں پر فاتحہ کے لئے گئے۔ جب واپس آئے تو مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم پوچھنے لگے کہ کدھر گئے

تھے۔ میں نے بتایا کہ قبرستان حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر گئے تھے۔ مجھے حکم دیا کہ مجھے بھی قبرستان لے چلو۔ میں اور وہاں موجود دیگر لوگ بھی حضرت مولانا غلام اللہ خان کے ہمراہ قبرستان چلے گئے۔ جب ہم قبرستان میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر گئے تو حضرت مولانا غلام اللہ خان کی حالت عجیب ہوگئی۔ دعا کے بعد فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ میرے تمام عقائد وہی ہیں جو ان تینوں صاحبان قبر کے ہیں۔ یہ واقعہ اس لئے تحریر کر دیا ہے کہ یہ واقعہ محفوظ ہو جائے اور لوگوں کو پتہ چل جائے کہ ہمارے اکابر کے کیا عقائد تھے۔ والسلام خاکپائے اسلاف میاں محمد عارف ایڈووکیٹ''

تحریر آپ نے پڑھ لی۔ اصل میرے پاس ہے، اس کی فوٹو کاپی حضرت مولانا عبد المعبود صاحب کی خدمت میں بھیج دی ہے جو دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے۔ اب میں اور کچھ نہیں لکھتا، صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ:

ہم نے تو دل جلا کر سر عام رکھ دیا — اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند حاجی غلام ربانی صاحب مرحوم کا بیان

میرے والد مکرم حاجی غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ بانی و متولی جامع امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ محلہ بسم اللہ آباد شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان سے بے حد عقیدت اور تعلق خاطر رکھتے تھے وہ بیان فرماتے تھے ۱۹۷۷ء روات قلعہ والی مسجد میں حضرت شیخ کی تقریر تھی، ہم متعدد آدمی اپنے گاؤں چک امرال ضلع راولپنڈی سے بذریعہ سائیکل ۲۰، ۲۲ میل کا سفر طے کر کے روات شیخ کی تقریر سننے رات کے وقت گئے۔

جب شیخ القرآن تقریر شروع کرنے لگے تو مجمع میں سے ایک سفید پوش باا ثر آدمی کھڑے ہو کر کہنے لگا: ''مولوی صاحب! مجھے ایک مسئلہ بتائیں کہ آپ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق'' حضرت شیخ نے فرمایا ''بس بس او بھائی! سن میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو امتی یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھتا ہے اسے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر پہنچا دیتے ہیں اور جو خوش نصیب روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر درود وسلام پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم خود درود وسلام سنتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ یہ میرا اور میرے اکابر دیوبند کا عقیدہ ہے۔''

اس شخص نے کہا اب آپ ساری رات تقریر کرتے رہیں۔ فقط والسلام: بندہ ناچیز ابرار حسین صدیقی

خطیب و امام جامع مسجد فاروقیہ چک امرال ضلع راولپنڈی

عربی ٹیچر گورنمنٹ بوائز ہائی سکول چک امرال یکم جنوری ۲۰۱۳ء

مفتیان دار العلوم تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی کا فتویٰ ۲۰۱۲ء

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ادارہ دار العلوم تعلیم القرآن کے مفتی حضرات نے حال میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات میں پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ جس سے ہمارے مؤقف کی تائید مزید ہوگئی ہے کہ شیخ القرآن اور ان کے مفتی حضرات ۱۹۵۹ء سے ۲۰۱۲ء تک اسی نظریہ اور عقیدہ پر قائم ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں حیات ہیں اور وہاں حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سماعت فرماتے ہیں۔

مولانا بندیالوی کے لئے بھی یہ فتویٰ عبرت آموز ہے کہ دارالعلوم تعلیم القرآن کے درودیوار آج تک حیات النبی ﷺ کی ایمان افروز صدا سے گونج رہے ہیں۔

استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد از سلام عرض ہے کہ بندہ نے آپ کی تالیف شدہ کتاب ''نماز اور اس کے جدید مسائل'' پڑھی۔ ماشاء اللہ بہت فائدہ مند رہی۔ لیکن اس میں عقائد عثمانی کے مسئلہ پر ہماری مسجد (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) میں بحث چھڑ گئی ہے۔ کیونکہ یہاں مختلف عقائد و مسالک کے نمازی ہیں اور یہ نمازی دو گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کو گمراہ اور کافر و شرک کے القابات سے نوازتے ہیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ دونوں فریقوں میں حق پر کون ہے اور کسے اپنے عقائد کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

مفتی صاحب! عاجزی سے درخواست ہے کہ درج ذیل عقائد میں درست عقیدے کی طرف رہنمائی کریں تا کہ اس آزمائش اور جھگڑے کا خاتمہ ہو سکے اور نمازی پرسکون ماحول میں عبادت کر سکیں۔ عقائد درج ذیل ہیں:

فریق اوّل	فریق ثانی
(۱) عذاب یا راحت موجودہ قبر ہی میں ہوتا ہے جس میں جسم اور روح میں ایک تعلق ہوتا ہے۔	(۱) عذاب یا راحت موجودہ قبر میں نہیں ہوتا بلکہ علیین یا سجین میں صرف روح کو ہوتا ہے۔
(۲) حضرت محمد مصطفی ﷺ پر درود پڑھا جائے تو وہ فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے اور قریب سے خود نبی ﷺ سماعت فرماتے ہیں۔	(۲) آپ ﷺ تک درود نہیں پہنچتا یا آپ سماعت ہی نہیں فرماتے۔
(۳) انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں (کیا واقعی اسی حدیث کا راوی محمد بن مروان شیعہ ہے اور حدیث موضوع ہے؟)	(۳) یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کا راوی شیعہ محمد بن مروان ہے۔
(۴) مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (آب حیات) مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ (عقائد علماء دیوبند) اور مولانا شفیع عثمانی اور مولانا سرفراز خان صفدر کے عقائد درست ہیں اور ہمیں اپنے تمام اکابرین اور سلف صالحین پر مکمل اعتماد ہے۔	(۴) آب حیات، المہند علی المفند وغیرہ میں قرآن کے خلاف عقائد درج ہیں، جس کی بنا پر ان کی کتب اور تفاسیر میں تراجم غلط ہیں۔ اصل تراجم ہم تک پہنچے ہی نہیں۔
(۵) جو عقیدہ حیات کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔	(۵) جو عقیدہ حیات رکھے وہ مشرک ہے۔

جلد از جلد تفصیلی و تحقیقی جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں اور اللہ کے ہاں اجر و ثواب کے مستحق بنیں۔ (آمین)

والسلام: احقر حافظ محمد طاہر فاروقی

خطیب و امام مسجد (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) داؤد خیل ضلع میانوالی۔ ۱۹ / مارچ ۲۰۱۲ء

الجواب

حامداً ومصلیاً: دین کے فروعی احکام میں ایسے مسائل جن کا تعلق اخروی کامیابی اور ناکامی سے نہیں ہے، ان میں عوام الناس کا الجھنا اور محض ضد وعناد کی وجہ سے اکابر علماء کرام پر عدم اعتمادی کا اظہار کرنا اور بے تحقیق ایک دوسرے کو کافر ومشرک اور گمراہ قرار دینا نہایت فکر انگیز اور قابل اصلاح امر ہے۔ کسی کو کافر ومشرک اور گمراہ قرار دینے کے لئے علماء مذہب نے عقائد کی کتابوں میں تمام شرائط مکمل تفصیل کے ساتھ درج کردی ہیں۔ ان کو جانے بغیر محض کسی کے ظاہری عقائد کو دیکھتے ہوئے اسے کافر ومشرک یا گمراہ قرار دینا ایک ایسی بات ہے جس کی حدیث میں سخت ممانعت آئی ہے اور ایسا کرنے والے کے بارے میں سلب ایمان کی وعید سنائی گئی ہے۔ لہٰذا ایسے فروعی مسائل جن سے عوام کی اخروی کامیابی یا ناکامی کا کوئی تعلق نہ ہو ان میں الجھنے سے حتی الامکان ہر مسلمان کو گریز کرنا چاہئے۔ نیز علماء کرام پر بھی لازم ہے کہ وہ ایسے اختلافی مسائل منبر پر بیان کرنے سے بچیں تاکہ جدال بین المسلمین کی نوبت نہ آئے۔

(فی صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۰۱) ''عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدہما''

(وفیہ ایضاً ج ۲ ص ۸۹۳) ''وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک'' (کذا فی صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۷)

اب سوال میں مذکورہ فریقین کے عقائد کے بارے میں تفصیل ملاحظہ ہو:

۱...... وفات کے بعد میت جہاں قرار پکڑتی ہے وہاں ہی منکر نکیر کے سوالات ہوتے ہیں اور عذاب وراحت بھی روح مع الجسد وہاں ہی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن روح اور جسم کے تعلق کی کیفیت مختلف ہوسکتی ہے۔ چنانچہ روح کا موجودہ قبر میں اعادہ کرکے بھی عذاب وراحت دی جاسکتی ہے اور بلا اعادہ روح صرف ان کے باہمی تعلق سے بھی ایسا ممکن ہے۔ لہٰذا جن مردوں کو درندے کھا لیتے ہیں یا ان کو جلا کر ان کی راکھ پانی میں بہا دی جاتی ہے یا ہوا میں بکھیر دی جاتی ہے تو جہاں اس کے اجزاء ہوتے ہیں وہاں ہی اس سے سوال وحساب ہوتا ہے اور وہاں ہی روح کے تعلق کے ساتھ اسے راحت وعذاب ملتا ہے۔

(فی الفتاویٰ البزازیہ ج ۱ ص ۷۲) ''السؤال فیما یستقر فیہ المیت حتی لو اکلہ سبع فالسوال فی بطنہ''

(وفی شرح العقائد النسفیہ ص ۱۲۶) ''والجواب انہ یجوز ان یخلق اللہ تعالی فی جمیع الاجزاء او فی بعضہا نوعا من الحیوۃ قدر ما یدرک الم العذاب او لذۃ التنعیم وھذا لا یستلزم اعادۃ الروح الی بدنہ ولا ان یتحرک ویضطرب او یری اثر العذاب علیہ حتی ان الغریق فی الماء والماکول فی بطون الحیوانات والمصلوب فی الھواء یعذب وان لم نطلع علیہ''

۱...... نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک کے قریب اگر درود شریف پڑھا جائے تو حضور علیہ السلام خود سماعت فرماتے ہیں اور اس کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں اور اگر دور سے درود شریف پڑھا جائے تو درود پڑھنے والے کی طرف سے فرشتے حضور علیہ السلام تک درود پہنچاتے ہیں۔ جمہور علماء اہلسنت والجماعت کا یہی مسلک ہے اور یہی مسلک حضور علیہ السلام کی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

چنانچہ علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شعب الایمان میں یہ روایت ذکر فرمائی ہے: ''عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال من صلی علیَ عند قبری سمعته و من صلی علیَ نائیاً ابلغته'' (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸)

اس حدیث کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی سند میں راوی محمد بن مروان السدی شیعہ ہے۔ لہٰذا یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ صرف کسی ایک راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے حدیث کو محض موضوع قرار دینا درست نہیں اور درست بات یہ ہے کہ اس حدیث کو علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں دو سندوں سے ذکر فرمایا ہے جن میں سے ایک سند میں محمد بن مروان السدی کا واسطہ نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اخبرنا ابو الحسن بن بشران انا ابو جعفر بن محمد بن عمرو بن البحتری ثنا عیسیٰ بن عبداللہ الطیالسی ثنا العلاء ابن عمرو الحنفی ثنا ابو عبیدالرحمن عن الاعمش (ح) و اخبرنا ابو الحسن بن الفضل القطان انا ابو الحسین احمد بن عثمان الآدمی ثنا محمد بن یوسف بن موسیٰ ثنا الاصمعی ثنا محمد بن مروان السعدی عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ الی آخر الحدیث'' (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸)

مذکورہ دو سندوں میں سے ایک سند میں محمد بن مروان کا واسطہ ہے اور دوسری سند میں نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث درجہ ضعف سے نکل کر حسن لغیرہ بن رہی ہے۔ اس لئے کہ علماء اصول حدیث کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب کوئی ضعیف حدیث ایک سے زائد سندوں سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت حافظ ابن الحجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی سند کو جید فرماتے ہیں۔

چنانچہ حضرت حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''واخرجه ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید بلفظ من صلی علیَ عند قبری سمعته الحدیث'' (فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۳)

نیز علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شعب الایمان میں اس حدیث کے علاوہ بھی حضور علیہ السلام تک درود وسلام پہنچائے جانے اور قریب سے آپ علیہ السلام کا صلوٰۃ وسلام خود سماعت فرمانے کے بارے میں احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ تفصیل کے لئے شعب الایمان ''باب فی تعظیم النبی و اجلاله و توقیره'' کا مطالعہ کیجئے۔

اس پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ ایک مضمون پر وارد ہونے والی متعدد احادیث میں سے صرف ایک حدیث کی دو سندوں میں سے ایک سند میں راوی کے ضیف ہونے کی وجہ سے اس سے ثابت ہونے والی بات کا بالکل انکار کر دینا اور حدیث کو سرے سے موضوع قرار دے دینا درست نہیں ہے اور صحیح اور حق بات یہی ہے کہ اگر قریب سے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا جائے تو آپ خود سماعت فرماتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پڑھنے والے کا درود حضور علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں۔

<u>وضاحت</u>: سوال میں محمد بن مروان کے راوی ہونے کا اشکال ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون الحدیث'' کی سند کے بارے میں مذکور ہے۔ جب کہ محمد بن مروان کا واسطہ اس حدیث کی سند میں نہیں ہے بلکہ ''من صلی عند قبری سمعته الحدیث'' کی سند میں ہے۔

۳...... نبی آخر الزمان حضرت محمد عربی ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں روح مع الجسد زندہ تشریف فرما ہیں اور بسا اوقات نماز بھی پڑھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے: ''عن انس ان النبی ﷺ قال الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' (الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲ ص ۲۹۰)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب فرمایا ہے اور علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث اپنی کتاب حیاۃ الانبیاء میں مرفوعاً ذکر فرمائی ہے۔ کتاب کی عدم دستیابی کی وجہ سے اصل ماخذ کی طرف رجوع تو نہیں ہوسکا۔ البتہ علامہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اس حدیث کی سند پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وقد جمع البیھقی کتابا لطیفا فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم اورد فیہ حدیث انس الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون اخرجہ من طریق یحیی بن ابی کثیر وھو من رجال الصحیح (یتبع) عن المستلم بن سعید وقد وثقہ احمد وابن حبان عن الحجاج الاسود وھو ابن ابی زیاد البصری وقد وثقہ احمد وابن معین عن ثابت عنہ'' (فتح الباری ج۶ ص ۶۰۲، ۶۰۳)

علامہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر محدث کا اس حدیث کی سند کو ذکر فرما کر صحیح قرار دینے کے بعد اس حدیث کو ضعیف قرار دے کر رد کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ لہٰذا جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں ان کے ذمے دلیل کا پیش کرنا لازم ہے۔

۴...... المہند علی المفند اکابر علماء دیوبند کی ترجمانی کرنے والی مستند ترین کتاب ہے جس میں علماء دیوبند کے عقائد، اہل السنۃ والجماعت کے متفقہ عقائد کے مطابق درج ہیں۔ اسی طرح اکابر علماء دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اور ان حضرات کے ہم پلہ ودیگر اکابر کی کتب وتفاسیر کو غلط قرار دینا اور ان کی طرف کم فہمی یا کم علمی کی نسبت کرنا یا یہ کہنا کہ ''یہ حضرات تو صحیح تراجم تک پہنچے ہی نہیں'' اور ان اکابر علماء کو غلطی پر سمجھنا نہایت محرومی اور گمراہی کی طرف راہ ہموار کرنے والی بات ہے۔ مذکورہ اکابر ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس دور میں امت کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے اہل السنۃ والجماعت کے مسلک حق کو اپنی تحریرات سے واضح کر کے امت تک پہنچایا ہے۔ لہٰذا ان کی طرف غلطی کی نسبت کرنا بہت خطرے اور ہدایت سے محرومی کی بات ہے۔ (ماخذ: فتاویٰ دار العلوم کراچی ج۱ ص ۲۰۴)

فقط: واللہ اعلم بالصواب: قاسم علی عفی عنہ دار الافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی ۱۴/ ۵/ ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: ریاض محمد دار الافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی ۱۴/ ۵/ ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بندہ ضیاء الرحمن عفی عنہ دار الافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی ۱۴/ ۵/ ۱۴۳۳ھ

تفسیر جواہر القرآن

مولانا عطاء اللہ بندیالوی نے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ کے عقیدے کی وضاحت کے لئے اپنے موقف کے ثبوت میں ''تفسیر جواہر القرآن'' کو بھی پیش کیا ہے۔ تفسیر جواہر القرآن حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مولانا سجاد بخاری صاحب نے لکھی ہے۔ تفسیر جواہر القرآن شیخ القرآن کے افادات تو ہوسکتے ہیں۔ شیخ القرآن کی تالیف نہیں کہلا سکتی۔ اس لئے تفسیر جواہر القرآن کو حرف بحرف شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر کے ان کے عقیدے کی وضاحت میں اسے پیش نہیں کیا جا سکتا۔

خود حضرت مولانا سید ابواحمد سجاد بخاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''آئندہ صفحات میں تفسیر جواہر القرآن کے نام سے قرآنی معارف اور تفسیری فوائد کا بیش بہا خزینہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، وہ قدوۃ السالکین، رئیس المفسرین حضرت الشیخ مولانا حسین علی قدس سرہ المتوفی ۱۳۶۲ھ کے تفسیری نکات پر مشتمل ہے۔ جن کی ترتیب وتدوین کا کام حضرت کے تلمیذ خاص شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نے احقر الانام کے ذمہ لگایا اور قدم قدم پر رہنمائی فرماتے رہے۔'' (تعارف تفسیر جواہر القرآن ص ۵)

غالباً حضرت سجاد بخاری کی اسی تصریح کے پیش نظر حضرت شیخ القرآن کے سوانح نگار میاں محمد الیاس تفسیر جواہر القرآن کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تفسیر درحقیقت مولانا حسین علی کی املائی تفسیر بلغۃ الحیران کی تشریح وتسہیل اور نئی ترتیب وتدوین ہے۔ شیخ القرآن اپنے شیخ کے افادات وملفوظات کے راوی ہیں اور مولانا سجاد بخاری مرتب ومدون۔'' (حیات شیخ القرآن ص ۲۴۳)

''مولانا موصوف (شیخ القرآن) نے اپنا سارا تصنیفی اور تحریری کام مولانا سید بخاری سے کروایا۔''

(مقدمہ تسہیل بلغۃ الحیران ص ۵۱۲، مطبوعہ اشاعت اکیڈمی پشاور)

ان کتابوں کے اصل مؤلف چونکہ سجاد بخاری صاحب ہیں اس لئے وہ آخر تک ان میں تبدیلیاں کرتے رہے اور قبول ان کے خود شیخ القرآن رحمہ اللہ تفسیر جواہر القرآن سے مطمئن نہ تھے۔ ملاحظہ: (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت نومبر ۱۹۸۱ء، بحوالہ ماہنامہ نغمہ توحید گجرات ج ۴ ش ۳ ص ۵۶، بابت ربیع الاول ۱۴۱۳ھ / ستمبر ۱۹۹۲ء)

ان شواہد اور حقائق کے برعکس مولانا بندیالوی تفسیر جواہر القرآن کا مرتب حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کو قرار دیتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ وہ اپنی غلط بیانی، دروغ گوئی اور دھوکا دہی کو اس آڑ میں سچا باور کراسکیں۔ مولانا بندیالوی صاحب ''شیخ القرآن کا مسلک، تفسیر جواہر القرآن اور اقامۃ البرہان کے آئینے میں'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ''آیئے دیکھتے ہیں کہ تفسیر جواہر القرآن کے مختلف مقامات پر آیات قرآنیہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ نے اپنے مسلک ونظریہ کو کس انداز میں بیان فرمایا۔'' (ص ۲۵)

مولانا بندیالوی مزید لکھتے ہیں: ''قرآن مجید کے منشاء کو سمجھنے کے لئے موجودہ دور میں تفسیر جواہر القرآن ایک نادر اور خوبصورت تفسیر ہے۔ حضرت شیخ القرآن نے اسے مرتب فرما کر مسلمانوں پر عموماً اور اشاعت التوحید والسنۃ سے متعلق لوگوں پر خصوصاً احسان عظیم فرمایا ہے۔'' (ص ۳۰)

محدثین کرام کا یہ متفقہ اصول اور ضابطہ ہے کہ ''جس روایت میں اضطراب'' پایا جائے وہ نہ تو قابل قبول ہوتی ہے اور نہ ہی قابل استناد ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں جب تفسیر جواہر القرآن کی حیثیت مشکوک بنادی گئی اور اس کے مرتب کی شخصیت مضطرب روایات کا نشانہ بن گئی تو پھر بندیالوی صاحب اس کے تفسیری اقتباسات سے اپنا مدعا اور مسلک کیسے ثابت کرسکتے ہیں؟

بندیالوی صاحب آپ ہی انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے ذرا وضاحت فرمائیں کہ جس تفسیر کے مدون ''آخر تک ان میں تبدیلیاں کرتے رہے'' اس میں بیان کردہ عقائد اور نظریات کو حضرت شیخ القرآن کی

طرف کیسے منسوب کیا جاسکتا ہے؟ اور پھر آپ یہ کہنے کی کیسے جرأت کرسکتے ہیں کہ حضرت شیخ ''استشفاع اور سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل نہیں تھے۔ تفسیر تو لکھیں سجاد بخاری صاحب اور آپ اس سے عقائد ثابت کریں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے۔ کیا یہ حماقت اور کورچشمی نہیں تو اور کیا ہے؟

تفسیر جواہر القرآن کے متعلق وضاحت

عقیدہ شیخ القرآن طبع اوّل میں احقر نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ مسلک کی وضاحت کے ذیل میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب تصانیف کا ذکر بھی کیا۔ اسی میں تفسیر جواہر القراان کا ذکر بھی ہے۔ بعض حضرات نے احقر کے پیش کردہ مؤقف اور حوالہ جات کو دیکھے بغیر یہ شکوہ اور پروپیگنڈہ شروع کردیا ہے کہ احقر نے تفسیر جواہر القرآن کا انکار ہی کردیا ہے۔ حاشا وکلا یہ ہرگز نہیں۔ میں تفسیر جواہر القرآن کو شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے افادات میں سے قرار دیتا ہوں۔ بطور تحدیث نعمت عرض گزار ہوں کہ احقر کو تفسیر جواہر القرآن کی ترتیب کے دوران حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے کتب تفسیر سے حوالہ جات کے تتبع اور تلاش کی خدمت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کی ایک طالبہ نے تفسیر جواہر القرآن پر پی ایچ ڈی کی ہے۔ احقر نے اس کی بھرپور رہنمائی اور مدد کی۔ اگر مجھے تفسیر جواہر القرآن کے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے افادات میں ہونے میں شک ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کرتا تو شکوہ ان حضرات سے ہے جنہوں نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ان تفسیر افادات اور قیمتی مواد پر شب خون مارا۔ ترتیب وتدوین کے نام پر اپنے عقائد، ذاتی اختراعات کو ان افادات کا حصہ بنادیا۔ اب اندازہ نہیں ہوسکتا۔ اس مجموعہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے افادات کیا ہیں اور مرتب صاحب کا دخیل مواد کون سا ہے۔ یہی وجہ ہے تفسیر جواہر القرآن میں اس دخیل مواد کو کسی بھی طرح حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے کہ:

۱...... ہر تفسیر کے شروع میں مصنف کا مقدمہ یا ابتدائیہ ہوتا ہے جب کہ تفسیر جواہر القرآن کے شروع میں مقدمہ مولانا سجاد بخاری صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں۔

۲...... مفسرین کے ہاں اہتمام رہا ہے کہ سورتوں کے اختتام پر دستخط اور تاریخ اختتام لکھتے ہیں۔ تفسیر جواہر القراان دیکھ لیں۔ سورتوں کے آخر میں سجاد بخاری صاحب کے دستخط اور اختتامی تاریخ انہی کی لکھی ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو:

(ج ا ص ۷، ۵۶، ۵۷، ج ۲ ص ۴۲۸، ۷۵۰، ۷۹۳، ۸۰۸، ۹۱۷، ج ۳ ص ۱۰۰۷، ۱۰۷۷، ۱۱۹۵، ۱۳۱۶، ۱۳۲۰، ۱۴۰۲)

۳...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار اور حیات شیخ القرآن کے مرتب میاں محمد الیاس نے نہایت دیدہ دلیری سے تفسیر جواہر القرآن کو مولانا سجاد بخاری صاحب کی مرتبہ قرار دیا ہے۔ بلکہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب دوسری تصانیف کو بھی مولانا سجاد بخاری صاحب ہی کی محنت قرار دیا ہے۔

۴...... حال ہی میں اشاعت اکیڈمی پشاور سے حاشیہ قرآن کریم چھپا ہے۔ اس کی تصحیح، ترتیب نو کا کام مولانا سید کفایت بخاری صاحب مدظلہ نے کیا ہے۔ انہوں نے ان تفسیری افادات کو مولانا سجاد بخاری صاحب ہی کا کام قرار دیا ہے اور اس حاشیہ کا تفسیر بلغۃ الحیران اور حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے افادات سے تقابل کرتے ہوئے انکار سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر اور سماع صلوٰۃ وسلام کی روایت پر جو تنقید کی گئی ہے۔ اسے ان تفسیری افادات سے نکال دیا ہے۔

۵...... مولانا سجاد بخاری صاحب کے اخلاف بھی اب اسی کے مدعی ہیں کہ تفسیر جواہر القرآن کا کام ان کے والد نے کیا۔ حال ہی میں اپریل ۲۰۰۴ء میں ''جواہر التوحید'' راولپنڈی سے چھپی ہے۔ پرنٹ لائن میں کوائف کتاب یوں لکھے گئے ہیں: نام کتاب: جواہر التوحید۔ افادات: ضیغم اسلام شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ۔ ترتیب: مرتب تفسیر جواہر القرآن مولانا سید احمد حسین سجاد بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

ان گزارشات کا مقصد ہے کہ میں نے کوئی نئی بات اپنی طرف سے نہیں کی۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر اشاعت التوحید والسنۃ جو کچھ کررہی ہے اسے ہی پیش کیا ہے۔ اس لئے مجھ پر غصہ کرنے سے پہلے ان حضرات کو چاہئے اپنا غصہ اپنی اشاعت پر نکالیں جنہوں نے ان تفسیری افادات کو شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی محض نگرانی اور سرپرستی قرار دیتے ہوئے مولانا سجاد بخاری صاحب کی محنت قرار دیا ہے۔

ماہنامہ ''نغمہ توحید'' زیر سرپرستی مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب اور زیر ادارت مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری صاحب میں پروفیسر محمد افضل ضیاء صاحب نائب مدیر نے لکھا ہے: ''تفسیر جواہر القرآن حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مولانا سید احمد حسین سجاد بخاری نے لکھی تھی اور حضرت شیخ کے اشارات کو ملحوظ رکھ کر ترتیب دی تھی۔ تاہم یہ منسوب حضرت شیخ القرآن سے ہی کی گئی ہے۔'' (ماہنامہ نغمہ توحید گجرات مئی ۱۹۹۲ء حاشیہ ص ۱۱)

تفسیر جواہر القرآن کے متعلق اس تفصیلی گزارش کے بعد احقر مکرر عرض کرتا ہے کہ احقر تفسیر جواہر القرآن کو حضرت شیخ القرآن کے افادات میں سے سمجھتا ہے۔ مگر ان افادات کے مرتب مولانا سجاد بخاری صاحب نے اپنی طرف سے اپنے اختراعی عقائد اور ذاتی تحقیقات کو جب تفسیر جواہر القرآن کا حصہ بنا دیا تو اب اسے من وعن حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر کے ان سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ومسلک ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ حضرت شیخ القرآن کے فتاویٰ، ان کے زیر دستخطی مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلے اور خود شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں تضاد پیدا ہو جائے گا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جس طرح اپنے اکابر پر فدا تھے ان سے ممکن نہ تھا وہ دینی مسائل میں اکابر سے ہٹ کر کسی نئی تحقیق کو پیش کریں۔ خاص کر وہ تحقیق بھی ایسی ہو جو امت میں صرف مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی، مولانا محمد حسین نیلوی اور مولانا سجاد بخاری صاحبان نے پیش کی ہے۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار مسائل اور معاملات میں ان حضرات سے اختلاف کیا، بلکہ یہ زیادہ تر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بولتے تک نہ تھے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اکابر علمائے دیوبند اور خاص کر اپنے اساتذہ کو چھوڑ کر ان کی تقلید کرنے لگ جاتے۔ احقر حضرت شیخ القرآن کے اخلاف اور معتقدین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ خدارا کچھ تو انصاف چاہئے تم حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو کن سے دور کر کے کن کے پیچھے لے جا رہے ہو: از کہ بریدی وبا کہ پیوستی!

حاشیہ قرآن مجید

مولانا بندیالوی صاحب نے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے کے ثبوت میں دوسرا بڑا ماخذ حاشیہ قرآن مجید پیش کیا ہے، جب کہ تفسیر جواہر القرآن کی طرح حاشیہ قرآن مجید بھی مولانا سجاد بخاری صاحب کا مرتبہ ہے۔ حاشیہ قرآن مجید بھی اگرچہ مولانا سجاد بخاری صاحب نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مرتب کیا۔ مگر اس کو حرف بحرف عقیدہ جیسے اہم مسئلے میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ مولانا بندیالوی صاحب کے ممدوح اور اشاعۃ التوحید والسنۃ کے معتمد مؤرخ میاں محمد الیاس صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا (شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ) کی ہدایت اور نگرانی میں اسے بھی حضرت مولانا سید سجاد بخاری نے قلمبند کیا جو ۱۹۷۳ء میں مکمل ہوا۔ ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔ یہ حاشیہ علمی حلقوں میں بے حد مقبول ہوا۔ اسے ''حاشیہ شیخ القرآن'' کہا جانے لگا۔'' (حیات شیخ القرآن ص ۲۴۷)

مولانا بندیالوی صاحب کی تحقیقات پر تعجب ہے کہ مولانا سجاد بخاری صاحب کی تحریروں سے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ثابت کر رہے ہیں۔ کیا اسی کو تحقیق کہا جاتا ہے؟

اقامۃ البرہان

مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی نے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کی وضاحت میں ''جواہر القرآن'' کے بعد اپنے زعم میں بڑی وزنی دلیل مولانا سجاد بخاری صاحب کی کتاب ''اقامۃ البرہان'' پیش کی ہے اور لکھا ہے: ''اقامۃ البرہان حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی منشا اور مرضی کے مطابق تحریر کی گئی اور اسے انہوں نے اپنی نگرانی میں شائع فرمایا۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۳۰)

مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے اس کے بعد اعادہ روح اور اعلیٰ علیین میں ارواح انبیاء علیہم السلام کے مستقر پر اقامۃ البرہان سے چند حوالے پیش کرنے کے بعد لکھا ہے: ''تفسیر جواہر القرآن اور اقامۃ البرہان ۱۹۶۲ء کے فیصلے اور معاہدے کے بعد کی تحریریں ہیں۔ انہیں ایک بار پھر غور وفکر سے پڑھیں اور ضمیر کو مفتی بنا کر فیصلہ کریں کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع عند القبر کے بارے میں مسلک کیا تھا۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۳۲)

ہم مولانا بندیالوی صاحب کو ان ہی کی تحریر کردہ دعوت غور وفکر دیتے ہوئے گزارش کرتے ہیں کہ آپ نے اقامۃ البرہان سے اپنی پسند کے حوالہ جات تو پیش کر دیئے ہیں مگر مولانا سجاد بخاری صاحب کا حسب ذیل موقف اسی اقامۃ البرہان سے کیوں پیش نہیں کیا؟

حضرت مولانا سجاد بخاری صاحب سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف کے متعلق لکھتے ہیں: ''الحمد للہ! ہم حفظ اجساد کے ساتھ ساتھ جس طرح کتاب وسنت اور ارشادات سلف سے معلوم ہوتا ہے، اسی طرح سماع انبیاء علیہم السلام کے بھی قائل ہیں۔'' (اقامۃ البرہان ص ۲۳۵)

مولانا بندیالوی صاحب! آپ مولانا سجاد بخاری صاحب کے تعلق روح، اعادہ روح وغیرہ مباحث میں توجیہات کے تو قائل ہیں؟ کیا آپ ان کے اس مسلک کو بھی قبول فرمائیں گے کہ سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر ثابت ہے؟

بندیالوی صاحب! کتمان حق نہ کریں۔ اشاعت التوحید والسنۃ کے موجودہ احباب خصوصاً نوجوان طبقہ کو ان حقائق سے بھی آگاہ فرمائیں۔ ورنہ قیامت کے دن ان کے ہاتھ آپ کے گریبان میں ہوں گے مولانا سجاد بخاری صاحب نے آپ کے دعوؤں کی قلعی کھول دی ہے۔

ردمنکرات پر تقریظ

مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے ''مسلک شیخ القرآن'' میں حضرت شیخ القرآن کی تحریرات کے ضمن میں مولانا محمد حسین نیلوی صاحب کی کتاب ''ردمنکرات'' پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ کو بھی پیش کیا ہے کہ اس میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا اور اپنے شیخ مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ عدم سماع صلوٰۃ

وسلام عند القبر لکھا ہے۔ اشاعتی حضرات کے دوسرے دھوکوں کی طرح یہ بھی محض ان کا دجل ہے۔ اس کتاب میں مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کا منکر لکھا ہے۔ حالانکہ وہ سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف کے قائل ہیں۔ جیسا کہ احقر نے اس کی تفصیل آمدہ صفحات میں پیش کر دی ہے۔

دوسرا: ردمنکرات پر سن طباعت ۱۹۸۲ء درج ہے، یعنی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال ۱۹۸۰ء کے بعد اس تقریظ کو شائع کیا گیا ہے جب کہ جناب بندیالوی صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۹۷۵ء میں تحریر شدہ اس تقریظ پر غور فرمائیں۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۲۱)

سات سال تک اس تقریظ کو کس وجہ سے شائع نہیں کیا گیا؟ دوسرا حضرت شیخ کے وصال کے بعد اسے کیوں شائع کیا گیا ہے؟

تیسرا: حضرت شیخ القرآن کے اس تقریظ پر جو دستخط پیش کئے گئے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسری تحریر سے اٹھا کر اس کے ساتھ نتھی کر دیئے گئے ہیں۔ اگر یہ تقریظ صحیح ہے تو حضرت شیخ کی اصل تحریر بمعہ دستخط شائع کر دیں تاکہ شبہات ہی نہ رہیں۔

چوتھا: حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پڑھنے والے حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس تقریظ کا انداز تحریر حضرت شیخ کا نہیں ہے۔

پانچواں: حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سچے موحد اور پختہ متبع سنت تھے، ہم نے ان کے دور اہتمام اور دستخطوں سے ۱۹۶۲ء سے پہلے اور ۱۹۶۲ء کے بعد ان کی وفات سے صرف دو سال پہلے ۱۹۷۸ء تک کے فتاویٰ پیش کئے ہیں۔ جن میں انہوں نے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف اپنا بلکہ جمہور اہل سنت کا عقیدہ قرار دیا ہے۔ یہ بات عقیدہ کی ہے کوئی مزاح تو نہیں کہ آج کچھ کہہ دیں کل کچھ کہہ دیں۔

بندیالوی صاحب! آپ نے شیخ القرآن کی کردار کشی کر کے ان کے تابناک کردار کو متنازع بنانے کی کوشش کی ہے۔

مسئلہ سماع موتیٰ کے متعلق شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان

مسئلہ کی نوعیت و کیفیت سے قطع نظر جناب مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب حضرت شیخ القرآن سے منسوب یہ ارشاد فرماتے ہیں: ''سماع موتیٰ کا عقیدہ شرک کا چور دروازہ ہے۔''

یہ الفاظ حضرت اقدس شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نور اللہ مرقدہ کے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ الفاظ جناب بندیالوی صاحب کے ہیں اور انہیں حضرت شیخ سے منسوب کر کے بندیالوی صاحب نے زبردست بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔

بندیالوی صاحب نے یہ نہیں سوچا کہ اس کے مہلک تابکاری اثرات کہاں تک وار کریں گے۔ اگر بقول بندیالوی صاحب کے سماع موتیٰ کا عقیدہ شرکیہ عقیدہ ہے تو کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض اس کے قائل نہیں تھے؟ نعوذ باللہ! بندیالوی صاحب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی شرک کی تہمت لگا دی ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک تفسیر جواہر القرآن میں مسئلہ سماع موتیٰ کو عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ لکھا گیا ہے۔ لیکن بندیالوی صاحب کے

واسطے سے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جا لگے گا۔ جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایسا اتہام کفر کے زمرے میں آتا ہے۔ بندیالوی صاحب! ذرا ہوش اور عقل وخرد سے بات کریں۔

تعلیم القرآن کے فتاویٰ، تفسیر جواہر القرآن اور حاشیہ قرآن مجید میں تضاد کی وجہ

مولانا عطاء اللہ بندیالوی اور ان کے ہمنوا تفسیر جواہر القرآن اور حاشیہ قرآن مجید کے حوالہ سے حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ انبیاء علیہم السلام کی حیات مبارکہ اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کے انکار کا پیش کرتے ہیں۔ جب کہ فیصلہ ۱۹۶۲ء اور شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے زیر دستخطی اور تائیدی فتاویٰ جات اور دوسری تحریرات اس کے برعکس حیات الانبیاء علیہم السلام اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کی تصریح کرتی ہیں۔ اس لئے یہاں اس تضاد اور منکرین حیات کے پھیلائے گئے مغالطہ کو دور کرنا ضروری ہے۔

اس کا آسان اور سادہ سا جواب یہ ہے کہ تفسیر جواہر القرآن اور حاشیہ قرآن مجید کے متعلق ٹھوس ثبوتوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھی ہوئی نہیں بلکہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی ایماء پر مولانا سجاد بخاری نے انہیں لکھا تھا۔ اس لئے ان کے حرف حرف کو عقیدہ جیسے اہم معاملہ میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ مستقل تصانیف ہیں جو سینکڑوں صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لئے ضروری نہیں کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حرف حرف کو دیکھا ہو جب کہ فتاویٰ اور فیصلہ مختصر اور جامع تحریر ہوتی ہے۔ ان پر شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے دستخط کرتے وقت یا ماہنامہ تعلیم القرآن میں اشاعت پر ضرور دیکھا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان تحریرات اور فتاویٰ میں کوئی تضاد نہیں۔ جو عقیدہ اثبات حیات الانبیاء علیہم السلام اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر پر ۱۹۶۲ء سے پہلے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پیش ہوا وہی ان کے وصال تک موجود ہے۔ تفسیر جواہر القرآن اور حاشیہ قرآن مجید کی سینکڑوں صفحات کی معلومات ضروری نہیں کہ کسی نے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت پیش کر کے اس تضاد کا رفع چاہا ہو۔ اگر کوئی ایسا ثبوت ہے تو پیش کیا جائے۔ مگر تضاد خود تفسیر جواہر القرآن اور حاشیہ قرآن مجید میں تو پیش کیا جا سکتا ہے کہ سجاد بخاری صاحب خود آخر تک اپنی ان تحقیقات میں تبدیلیاں کرتے رہے۔ اس طرح کا تضاد شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلوں اور فتاویٰ میں تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے بندیالوی اینڈ کمپنی سے گزارش ہے مولانا سجاد بخاری صاحب، مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب اور مولانا محمد حسین نیلوی صاحب کے تفردات اور ملفوظات کو ان سے منسوب کریں۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر کے اور ناسخ منسوخ کی وضعی بحث پیش کر کے حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور عقیدہ کو متنازع نہ بنائیں۔

ایک سوال کہ ۱۹۶۲ء سے پہلے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ کیا تھا اور اس کا جواب

کئی دوست ایک سوال پیش کرتے ہیں کہ جب شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام ۱۹۶۲ء سے پہلے بھی یہی فیصلہ والا تھا، پھر اتنے اختلاف اور فیصلے کی کیا ضرورت پیش آئی۔

جواب: حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ۱۹۶۲ء سے پہلے بھی وہی تھا جو فیصلہ ۱۹۶۲ء میں لکھا گیا ہے۔ اختلاف کے اصل محرک مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب تھے۔ یہ اشاعت التوحید والسنۃ میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

کے ساتھ تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور اشاعت کے اس وقت کے صحیح العقیدہ علماء مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی کی ان باتوں کو ان کا ذاتی تفرد سمجھ کر توحید وسنت کی اشاعت کے لئے انہیں ساتھ ملا کر برداشت کر رہے تھے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھی توحید وسنت کے علماء کے اس پلیٹ فارم کو بچانا چاہتے تھے۔ اس لئے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے یہ فیصلہ کرایا گیا کہ اس شخصیت کی اہل سنت کی ترجمانی کو شاہ صاحب قبول کرلیں گے اور شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ذمہ داری اٹھائی۔ مگر افسوس کہ شاہ صاحب نے نہ متقدمین اہل سنت کی مانی اور نہ متاخرین کی اور نہ اکابر علماء دیوبند کی اور نہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی اور نہ اپنے مخلص رفیق دیرینہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی۔

مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے اپنے کتابچہ کے آخر میں ''ملتان کا تاریخی فیصلہ'' کے عنوان سے ۱۹۸۴ء میں جمعیۃ اشاعت التوحید والسنہ کی مرکزی مجلس شوریٰ کا فیصلہ تحریر کیا ہے: ''ہمارے شیخ حضرت علامہ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام علماء اور مشائخ کا کتاب وسنت اور ارشادات سلف اور اقوال ائمہ متقدمین حنفیہ کی روشنی میں اپنا مسلک یہ ہے کہ سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۳۹، ۴۰)

جناب مولانا صاحب! آپ سے مؤدبانہ استدعا ہے کہ آپ نے نہ صرف اپنا بلکہ اپنی جماعت کا مسلک واضح فرما دیا ہے کہ بمعہ حضرت اقدس مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عند القبر درود وسلام کی سماعت کے سب منکر ہیں۔ لیکن آپ نے اپنے حضرت کا مسلک دریافت کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی اور حضرت کو بھی منکرین کی صف میں لا کھڑا کیا۔ آیئے حضرت قدس سرہٗ کے مسلک کی وضاحت پیش کئے دیتا ہوں۔

امام المفسرین، رئیس المؤحدین، سلطان الاولیاء حضرت مولانا شیخ حسین علی قدس سرہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کے قائل تھے۔ حضرت اقدس کی اپنی تحریرات اور ان کے اجلہ تلامذہ اور مریدین کی تصدیقات اس کی واضح دلیل ہیں۔ حضرت اقدس رقمطراز ہیں:

''عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلّٰی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیاً ابلغتہ۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان'' (تحریرات حدیث ص ۵۴۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے قریب درود وسلام پڑھے، میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔

''عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیٌ یرزق'' بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے بدن مبارک کو کھائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔ (تحریرات حدیث ص ۵۴۸)

جناب بندیالوی صاحب! اگر آپ کو رئیس المؤحدین، امام المفسرین کے افکار ونظریات قبول نہیں اور آپ یقیناً یہ عذر لنگ پیش فرمائیں گے کہ حدیث ''من صلی علیَّ عند قبری سمعتہ'' ضعیف ہے۔ جیسا کہ آپ نے اقامۃ البرہان کے حوالے سے مسلک شیخ القرآن کے (ص ۳۲) پر لکھا ہے: ''اس کی سند میں محمد بن مروان سدی صغیر

ہے جو بالاتفاق محدثین کذاب اور وضاع ہے۔ اس لئے محدثین نے اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔''

بندیالوی صاحب! کیا آپ کا اور آپ کی جماعت کے علماء کرام کا علم زیادہ ہے، یا رئیس الموحدین زیادہ علم تھے؟ کیا وہ علوم نبوت کے اسرار ورموز سے ناآشنا اور بے خبر تھے؟ اور اب آپ کی جماعت کے علماء تحقیق وتدقیق میں استاذ مکرم کو مات دے کر علوم کے اوج ثریا تک پہنچ گئے ہیں؟ کیا استاذ مکرم حدیث کے مضمرات سے زیادہ آگاہ تھے، یا شاگرد زیادہ دانا ہو گئے۔

حضرت اقدس مولانا حسین علی برد اللہ مضجعہ نہ صرف حضور اکرم ﷺ کے عند القبر سماعت کے قائل ہیں۔ وہ تو حضور انور ﷺ کی حیات فی القبر کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبور میں رزق دیئے جانے کے بھی قائل ہیں۔

مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ توسل کے قائل تھے

مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ (حضرو) کو نام لئے بغیر تنبیہ یا نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''پھر ان کا مطالبہ یہ ہوگا کہ جب تک انبیاء کرام کے توسل اور بزرگوں کے وسیلے کے قائل نہ ہوں تو ہم آپ کو دیوبندی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تو کیا آپ اس اتحاد کی خاطر توحید کے گلے پر چھری رکھ کر وسیلے اور توسل کے قائل ہو جائیں گے؟'' (مسلک شیخ القرآن ص ۱۱)

جناب بندیالوی صاحب کے نزدیک توسل اور وسیلہ کا قائل ہونا توحید کے گلے پر چھری رکھ کر یعنی ذبح کر کے شرک کا مرتکب ہونا ہے۔

بندیالوی صاحب نے یہ ایسی سنگین، قبیح اور تلخ بات کہی ہے جس کی زد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سلف صالحین اکابرین دیوبند اور بالخصوص علماء اشاعت التوحید والسنۃ کے مرشد، مربی اور استاذ مکرم مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ بھی آجاتے ہیں۔ گویا کہ پوری امت محمدیہ ہی توحید کے گلے پر چھری رکھ کر نعوذ باللہ شرک کی مرتکب ہو گئی ہے اور بندیالوی صاحب نے بیک جنبش قلم سب کو مشرک قرار دے دیا ہے۔ استغفر اللہ، معاذ اللہ! چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی! مسئلہ کی تفصیل میں جانا مقصود نہیں، صرف جناب بندیالوی صاحب کو آئینہ دکھانا ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ راشد بھی توسل کے نہ صرف قائل تھے، بلکہ عملاً بھی اس پر کاربند تھے۔ جب ان کے دور خلافت میں خشک سالی کا عارضہ پیش آیا تو انہوں نے سیدنا عباس عم رسول اللہ ﷺ کو بطور توسل پیش کیا اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یوں ملتمس ہوئے: ''اللهم انا كنا نتوسل اليك بنبينا ﷺ فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون'' ''اے اللہ بے شک ہم تیرے حضور اپنے نبی ﷺ کو بطور توسل پیش کیا کرتے تھے۔ سو تو ہم پر بارش نازل کرتا تھا اور اب تیرے سامنے اپنے نبی ﷺ کے چچا کو بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں تو ہم پر نزول باراں فرما تو ان پر بارش برسائی جاتی۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۷)

قطب زماں حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے تلمیذ رشید ''جلیل القدر عالم'' رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ کا مسلک مسئلہ توسل میں حسب ذیل ہے: ''وحل مشکلے از حق تعالیٰ طلب

نمودن بتوجہ بزرگان، بجا است وعین رضا است بداں اے برادر گفتن یا رسول بطریق تعشق وتوسل خارج از بحث است۔ نواب صدیق حسن خان گفتہ: شیخ سنت مددی، قاضی شوکاں مددی! بمعنی دعا باشد، چنانچہ در ہندی گویند ''شالا مدد ہووے پیر جیلانی۔'' ترجمہ: کسی مشکل کا حل اللہ تعالیٰ سے بزرگوں کے توسل سے طلب کرنا بجا اور عین رضا ہے۔ اے بھائی! تو جان لے کہ یا رسول اللہ بطور محبت اور توسل کے کہنا اختلافی بحث سے خارج ہے (کیونکہ وہ جائز ہے)۔ (اسی توسل اور محبت کے طور پر) نواب صدیق حسن خان نے فرمایا: اے سنت کے شیخ مدد کر اور اے قاضی شوکاں مدد کر۔ جو محض (بطور توسل) دعا ہے۔ چنانچہ پنجابی لوگ کہتے ہیں: شالا مدد ہووے پیر جیلانی! (بلغۃ الحیران ص ۳۵۴ ناشر مکتبہ حنفیہ، گوجرانوالہ، مکتبہ سعدیہ، اودھیانہ مارکیٹ، مینگورہ، سوات، پسند فرمودہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طاہر پنج پیر، شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر)

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کے ارشادات کا مقصود یہ ہے کہ ان الفاظ سے شیخ عبدالقادر جیلانی ﷫ سے غائبانہ مدد نہیں مانگی جارہی، بلکہ ان کے توسل اور وسیلہ سے دعا کی جارہی ہے۔

حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ توسل کے قائل تھے اور عملاً توسل فرماتے تھے اور اپنی دعاؤں اور دعائیہ خطبات کو اپنے مشائخ عظام کے توسل سے سجاتے تھے۔ چنانچہ اپنی مایہ ناز تصنیف تحریرات حدیث میں اپنے مشائخ کرام سے توسل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''الحمدللہ رب العالمین اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وعلی ساداتنا النقشبندیۃ وعلینا معھم اجمعین۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنااختیارہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ بحرمۃ سراجنا وشمسنا من البرج الرحمن آمین یارب العالمین ویرحم اللہ عبداً قال آمینا''

(تحریرات حدیث طبع جدید اشاعت اکیڈمی پشاور ص ۱۶۴)

امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی ﷫ تصوف پر اپنی مشہور کتاب تحفہ ابراہیمیہ میں مشائخ کے اسماء مبارکہ سے توسل کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اقول وقد یکون التوسل بمعنی ان اللہ تعالٰی جعل فی ذکر اسمہ برکتہ لحبہ تعالٰی ایاہ بواسطہ ذکر ذالک العبد ایاہ تعالٰی بالمحبۃ''

نام من رفت است روزے برلب جاناں بسوز — اہل دل را بوئے جان می آید از نام ہنوز

واللہ اعلم! (تحفہ ابراہیمیہ طبع جدید ص ۵۵)

(اس نسخہ میں دوسرے مصرع میں ''از'' کا لفظ کتابت کی غلطی سے رہ گیا ہے)۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ کبھی توسّل کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ (شیخ طریقت) کے ذکر میں اپنی طرف سے برکت رکھ دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس بندے سے محبت ہے، اس لیے کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر محبت سے کرتا ہے۔

ترجمہ شعر: ایک دن میرا نام محبوب کے ہونٹوں پر سوز کے ساتھ آگیا تھا تو (اس میں ایسی تاثیر پیدا ہوگئی کہ) اہل دل کو ابھی تک میرے نام سے محبوب کی خوشبو آتی ہے۔

جناب بندیالوی صاحب! یہ عبارات اسی بزرگ شخصیت کی پیش کی گئی ہیں جنہیں آپ نے بھی رئیس المفسرین قدوۃ السالکین لکھا ہے۔ (مسلک شیخ القرآن ص ۳)

اب ذرا توحید کے گلے پر چھری رکھ کر کچھ خیال کرنا، احترام اکابر کا پاس لحاظ کرنا، ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر سوچنا کہ آپ کے ''سہم مسموم'' نے کیسی کیسی برگزیدہ اور پاکباز ہستیوں کا خون کر دیا ہے۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی   یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

استشفاع مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے کتابچہ مسلک شیخ القرآن کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ شیخ القرآن اور اشاعت التوحید والسنہ کے علماء کرام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر، سماعت عند القبر، وسیلہ وتوسل اور استشفاع کے ہرگز قائل نہیں تھے اور یہ عقائد ونظریات توحید کے بالکل منافی گویا کہ مشرکانہ ہیں۔

لیکن جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ رئیس الموحدین، امام المفسرین، قدوۃ السالکین حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ بھی حیات فی القبر، سماعت عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وسیلہ اور توسل کے قائل تھے۔ اسی طرح حضرت موصوف استشفاع کے بھی قائل تھے۔

حضرت اقدس علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الجوہر المنظوم کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''روی عن علی انه بعد ما دفن صلی اللہ علیہ وسلم جاء اعرابی فقال یارسول اللہ جئتک تستغفرلی الی ربی فنودی من القبر الشریف قد غفرلک'' سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کئے جانے کے بعد ایک اعرابی آیا۔ پھر اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ میرے لئے میرے رب سے مغفرت طلب فرمائیں۔ پس قبر شریف سے آواز آئی کہ بے شک تیری مغفرت ہو چکی ہے۔ (تحریرات حدیث ۶۵۷)

جناب بندیالوی صاحب! دیانت وامانت کا تقاضا پورا کرتے ہوئے امام الموحدین، سید الطائفہ حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی پر بھی اس فتویٰ کو چسپاں کریں جو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد السلام مدظلہٗ کے لئے آپ نے بطور اصول وضابطہ تحریر فرمایا ہے: ''پھر ان کا مطالبہ یہ ہوگا کہ جب تک آپ دعاؤں میں انبیاء کرام کے توسل اور بزرگوں کے وسیلے کے قائل نہ ہوں تو ہم آپ کو دیوبندی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تو کیا آپ اس اتحاد کی خاطر توحید کے گلے پر چھری رکھ کر وسیلے اور توسل کے قائل ہو جائیں گے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۱۱)

جناب والا! کے اس فتویٰ کی روشنی میں وسیلے اور توسل کا عقیدہ توحید کے منافی اور مشرکانہ عقیدہ ہے تو کیا آپ کے اس فتویٰ کی رو سے نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ القرآن اور سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کے بھی مرشد، مربی اور استاذ تھے۔ وہ بھی توحید کی دولت سے خالی اور شرک کے پجاری قرار پائیں گے؟

بندیالوی صاحب! غالباً آپ نے سکر کی حالت میں یہ بڑھک ماری ہے گویا کہ یہ ملنگ کی بھنگ کی ترنگ میں بڑھک ہے۔ جس کے مسموم اثرات کہاں تک پہنچ رہے ہیں۔ خدارا کسی بزرگ ہستی کا اکرام واحترام تو کیجئے۔ سب کو ایک ہی لاٹھی سے نہ ہانکیں۔ ''کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا''

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی توضیح

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ المتوفی ۱۳۲۳ھ ارشاد فرماتے ہیں: ''استعانت

کے تین معنی ہیں، ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ ''بحرمت فلاں'' میرا کام کردے، یہ بالاتفاق جائز ہے، خواہ عند القبر ہو، خواہ دوسری جگہ، اس میں کسی کو کلام نہیں۔

دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کردو۔ یہ شرک ہے، خواہ قبر کے پاس کہے، خواہ قبر سے دور کہے اور بعض روایات میں جو آیا ہے ''اعینونی عباد اللہ'' تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں بلکہ عباد اللہ جو صحراء میں موجود ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے تو وہ اس بات سے نہیں ہے۔ اس سے حجت جواز پر لانا جہل ہے، معنی حدیث سے۔

تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے، اے فلاں! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کردے۔ اس میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ کرنا محال ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی دلیل ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۹۹، ۱۰۰)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ روضہ اقدس کی زیارت کے سلسلے میں رقم طراز ہیں: ''پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرے، اپنی شفاعت چاہے اور کہے ''یا رسول اللہ اسئالک الشفاعۃ واتوسل بک الی اللہ فی ان اموت مسلما علی ملتک وسنتک'' اے اللہ کے رسول! میں آپ سے سفارش کی درخواست کرتا ہوں اور آپ کو اللہ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں اس بات میں کہ میں آپ کی ملت اور آپ کی سنت پر مسلمان کی حیثیت سے جان دے دوں۔ (زبدۃ المناسک ص ۱۴۰)

ان الفاظ میں اور جتنا چاہے زیادہ کرسکتا ہے مگر وہ سب کلمات ادب اور عاجزی کے ہوں۔ لیکن سلف فرماتے ہیں کہ اس موقع پر الفاظ جتنے کم ہوں، مستحسن ہے اور بہت تیز آواز سے نہ بولے۔ بلکہ آہستہ خضوع وادب کے ساتھ عرض کرے۔ پھر ذرا آگے بڑھ کر کہے: ''السلام علیکما یا ضجیعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورفیقیہ ووزیریہ جزاکما اللہ احسن الجزاء جئنا کما نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیشفع لنا ویدعو لنا ربنا ان یحیینا علی ملتہ وسنتہ ویحشرنا فی زمرتہ وجمیع المسلمین'' (زبدۃ المناسک ص ۱۴۲، ۱۴۳)

اے اللہ کے رسول کے دونوں رفیق اور وزیر اور شب وروز ساتھ رہنے والو تم پر سلامتی ہو اور اللہ تم دونوں کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ ہم حاضر ہوئے ہیں کہ آپ دونوں کے ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وسیلہ اختیار کریں تاکہ آپ ہماری شفاعت فرمائیں اور ہمارے لئے اپنے رب سے دعا فرمائیں کہ وہ ہمیں آپ کی ملت اور آپ کی سنت پر زندہ رکھے اور آپ کے زمرہ میں ہمارا اور تمام مسلمانوں کا حشر فرمائے۔

تفسیر بلغۃ الحیران

امام الموحدین، رئیس المفسرین حضرت اقدس مولانا حسین علی قدس سرہ، واں بھچراں، ضلع میانوالی کے املائی تفسیری افادات کا مجموعہ بلغۃ الحیران ہے جو دراصل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے جمع کردہ ملفوظات ہیں۔ جیسا کہ تفسیر کی ابتداء میں ہے: ''فقیر محمد نذر شاہ عباسی الہاشمی متوطن قصبہ جوکالیاں ضلع گجرات، پنجاب ۱۳۴۹ھ کے

دورہ قرآن مجید میں مجھے بھی شریک ہونے کا فخر حاصل ہوا ہے اور حسب الارشاد حضرت استاد میں نے یہ ارشادات عالیہ قلمبند کئے ہیں جو آپ کے پیش نظر ہیں۔'' (بلغۃ الحیران ص ۱)

اس تحریر کے آخر میں لکھتے ہیں: ''یہ تقریریں جو آگے آتی ہیں (یعنی بطور تفسیر کے) حضرت صاحب نے غلام خان سے قلمبند کروائی ہیں اور بذات خود ان پر نظر فرمائی ہے۔'' (بلغۃ الحیران ص ۴)

اسی طرح بلغۃ الحیران کے مرتب مولانا نذر شاہ عباسی رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں: ''بخدمت شریف اعلیٰ حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! من جانب محمد نذر شاہ عباسی

عرض ہے کہ تفسیر بلغۃ الحیران میری اور غلام خان کی تصنیف ہے۔ چنانچہ دیباچہ سے ظاہر ہے کہ مولوی حسین علی صاحب مدظلہ سے ترجمہ پڑھا اور ان کی تقریریں لکھیں اور بعض بعض مقام پر کچھ اپنی تقریر بھی لکھ دی ہیں۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۱۸)

جناب بندیالوی صاحب! اب آپ کی صوابدید پر ہے کہ بلغۃ الحیران کی مذکورہ بالا عبارت کا انتساب حضرت اقدس مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ سے کریں خواہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ سے کریں: جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہٗ کا بیان

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان، حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کے عقائد کی وضاحت میں فرماتے ہیں: ''حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ وہ ممات کے قائل تھے اور ممات کو ترجیح دیتے تھے۔ یہ غلط ہے۔ اس کے غلط ہونے کے دو دلائل آپ کو بتاؤں گا۔ ایک دلیل یہ ہے کہ وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مماتی نہیں تھے، حیاتی تھے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب ہیں اور صرف شاگرد ہی نہیں ہیں بلکہ ان کے خلیفہ بھی ہیں اور سب جانتے ہیں کہ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب مماتی نہیں بلکہ حیاتی ہیں تو جو حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہیں۔ ان کے مرید ہیں، ان کے خلیفہ بھی ہیں۔ اگر مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک مماتی ہے تو پھر ان کے خلیفہ اور مرید نے حیاتی مسلک کیوں اختیار کیا ہے؟ ایک مرید کو اپنے مرشد کے ساتھ جتنا تعلق ہوتا ہے معلوم ہے آپ کو؟ اتنا شاگرد کا اپنے استاد کے ساتھ نہیں ہوتا تو حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب ان کے مرید بھی ہیں اور ان کے شاگرد بھی ہیں اور ان کے خلیفہ بھی ہیں اور وہ حیاتی ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مماتیت کی نسبت درست نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے عالم گزرے ہیں وہ بھی حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کو حیاتی بتاتے ہیں، مماتی نہیں بتاتے۔ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مماتی نہیں تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم بھی ان کے شاگرد، مرید اور خلیفہ ہیں وہ حیاتی ہیں تو پھر ان کے پیر کو بھی حیاتی ماننا پڑے گا۔ ان کو مماتی کیوں کہا جا رہا ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت مولانا عبد اللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم ہیں۔ پیر طریقت بھی ہیں اور ان کا بہت بلند مقام ہے۔ ان کے ارشادات عالیہ کی تشہیر حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری نے چار جلدوں میں شائع کی ہے۔ وہ تصوف کے نکات وامور پر مشتمل ہے۔ یہ بھی بہت بڑے بزرگ عالم ہیں اور وہ بھی مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں وہ حیاتی ہیں۔ (ماہنامہ القاسم نوشہرہ، ج ۱۲ شمارہ ۵، ۶، ۲۹ ۱۴۲۹ھ رستمبر، اکتوبر ۲۰۰۸ء)

حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ اور فیصلہ ۱۹۶۲ء

مولانا بندیالوی صاحب نے بطور اعتراض لکھا ہے کہ: ''آیئے اب آپ کو ۱۹۶۲ء کے فیصلے اور تحریر سے آگاہ کریں۔ اس فیصلے پر حضرت سید عنایت اللہ شاہ بخاری اور قاضی شمس الدین کے دستخط نہیں ہوئے۔ صرف حضرت شیخ القرآن اور مولانا قاضی نور محمد کے دستخط کروائے گئے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۱۲)

بندیالوی صاحب نے ہر موقع پر دھوکا دہی کا ارتکاب کیا ہے، دوسروں کو یہی باور کرایا گیا ہے کہ ۱۹۶۲ء کا تاریخی معاہدہ قابل اعتماد وثیقہ نہیں تھا۔ اس میں متعدد سقم تھے۔ ان ہی میں سے یہ کمی وکمزوری بھی پائی جاتی تھی کہ ''اس پر شاہ صاحب اور قاضی شمس الدین کے دستخط نہیں ہوئے۔''

دنیا جانتی ہے اور خود بندیالوی صاحب کو بھی اقرار ہے کہ شاہ صاحب کی عدم موجودگی کے باعث ان سے دستخط کروا لینے کی ذمہ داری شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے لی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ شاہ صاحب نے دستخط کرنے سے انکار فرمادیا تھا۔

رہا معاملہ قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کا، جب کہ قاضی صاحب نے تو خود وہ مضمون اور عبارت تیار فرمائی تھی جس کو حضرت قاری محمد طیب صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔

اور پھر یہ ضروری بھی نہیں تھا کہ ساری جماعت کے دستخط کروائے جائیں۔ جب دوسری طرف سے بھی دو ذمہ دار حضرات کے دستخطوں پر اکتفا کیا گیا ہے اور قاضی صاحب کے دستخط نہ ہونے سے معاہدہ کی افادیت میں قطعاً فرق نہیں پڑتا۔

حالانکہ حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے خود صراحت فرمادی تھی کہ: اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے۔ بنابریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارات بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ج ۵ ش ۸، اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۵)

اب بھی کوئی اشکال باقی ہے۔ جس کی آڑ میں آپ لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت قاضی شمس الدین تو پہلے ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر اطہر میں زندہ ہونے اور عند القبر درود وسلام کی سماعت کے قائل تھے۔ جیسا کہ ان کی کتاب مسالک العلماء سے ظاہر ہے۔

جناب والا کی یاددہانی کے لئے ''مسالک العلماء'' کی عبارات پیش کی جاتی ہیں ''بل احیاء ولکن لا تشعرون'' سے بطور دلالۃ النص سمجھ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جن کا درجہ شہداء سے بھی بہت بڑا ہے وہ بعد الوفات زندہ ہیں۔'' (مسالک العلماء ص ۲۹)

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں ''عزیزان من حیات الانبیاء میں نزاع نہیں، وہ تو بالاتفاق زندہ ہیں۔'' (مسالک العلماء ص ۵۶)

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''ہم سلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز ہی کے قائل نہیں بلکہ اس کو باعث ہزار سعادت سمجھتے ہیں۔ رزقنا اللہ وایاہ!

اور سماع سلام عند القبر جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر سماع روحانی ہے جیسے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی۔'' (مسالک العلماء ص ۲۴۷)

حضرت قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ان تصریحات کے بعد بھی آپ کے شکوک وشبہات رفع نہ ہوں تو معاملہ اللہ کے سپرد۔

قطب گنگوہی اور شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات بھی انتہائی اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔ قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے: ''انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۹۹)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ولان النبیین علیہم السلام لما کانوا احیاء فلا معنی لتوریث الاحیاء منھم'' ترجمہ: چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام سب کے سب زندہ ہیں، اس لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان کی وراثت آگے چلے۔ (الکوکب الدری ص ۴۲۳)

حضرت فرماتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں'' ونبی اللہ حیٌ یرزق'' (ہدایۃ الشیعہ ص ۱۸)

شیخ العرب والعجم حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: ''آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے اس سے قوی تر۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۱۳۰)

بندیالوی صاحب کا دجل وفریب

مولانا بندیالوی نے اپنے کتابچہ میں عموماً کتمان حق اور دجل وفریب سے قارئین کو دھوکا دینے کی روش اختیار کی ہے لیکن مندرجہ ذیل عبارت میں تو انہوں نے دیانت وامانت، انصاف اور خدا خوفی کا خون ہی کر دیا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں: ''چنانچہ انہوں نے (شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ) غالباً ۱۹۷۵ء یا ۱۹۷۶ء میں ایک قرآن مجید شائع فرمایا جس میں دورہ تفسیر کے دوران پڑھائی جانے والی اصطلاحات سورتوں کے باہمی ربط اور سورت کے سمجھنے کے لئے مولانا حسین علی کے بیان فرمودہ نوٹ تحریر کر دیئے گئے۔ اس میں بہت کم کسی مسئلے پر تحقیقی نوٹ تحریر کئے گئے۔ مگر سورۃ روم آیت ۵۲: ''فانک لا تسمع الموتی'' پر حضرت شیخ القرآن نے تحقیقی نوٹ تحریر فرما کر مسئلہ سماع موتی اور خصوصاً عند القبر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صلوٰۃ وسلام کے سننے یا نہ سننے کے مسئلے کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۳۴)

قارئین! مذکورہ عبارت کے آخری جملے پر غور فرمائیں کہ صلوٰۃ وسلام کے سننے یا نہ سننے میں بندیالوی صاحب نے کس قدر دجل وفریب اور تلبیس سے کام لیا ہے۔ نوجوان طبقہ کی رہنمائی ہو رہی ہے یا انہیں گمراہ کیا جا رہا ہے۔

اگر صلوٰۃ وسلام سننے یا نہ سننے کو آپ تحقیق انیق کا نام دے کر نوجوان طبقہ کو حضرت شیخ القرآن کے مسلک سے روشناس کر رہے ہیں تو آپ ہی ہٹ دھرمی چھوڑ کر انصاف سے بتائیں کہ سننے یا نہ سننے سے مسئلہ واضح ہو گیا ہے یا گھمبیر ہو گیا ہے؟

اگر آپ کی دعوت وتبلیغ کا یہی معیار ہے اور عوام الناس کی اصلاح وفلاح کا یہی انداز تخاطب ہے تو پھر:
بریں عقل ودانش بباید گریست!

ہاں! البتہ آپ کی سوچ قابل داد ہے کہ انتہائی عرق ریزی، جان سوزی اور تلاش وجستجو کے بعد پورے قرآن میں صرف ایک ہی مقام آپ کو دستیاب ہو سکا۔ جہاں حضرت شیخ القرآن نے بے حد تحقیق وتفتیش سے مسئلہ کو ہر پہلو سے اجاگر فرمایا ہے کہ سنتے ہیں یا نہیں سنتے۔

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو ایک قطرہ خون نکلا

مولانا بندیالوی کی دروغ گوئی کی نادر مثال

جناب بندیالوی صاحب دروغ گوئی اور کذب بیانی میں بڑی مہارت رکھتے ہیں، وہ جھوٹ کو ادبی نکتوں سے ایسا مزین کر کے پیش کرتے ہیں کہ قارئین کو اس کے جھوٹ ہونے کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔

مولانا بندیالوی بڑے فخر کے ساتھ نوجوان علماء اور نئی نسل کو جھوٹ تسلیم کرنے کی ترغیب وتحریص دے رہے ہیں کہ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تاریخی معاہدہ کے بعد بھی ہر سال یعنی حضرت شیخ کے حین حیات اٹھارہ سال تک متواتر اور مسلسل دار العلوم تعلیم القرآن تشریف لا کر طلبہ کو مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عدم سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عدم استشفاع کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔

چنانچہ جناب بندیالوی صاحب رقم طراز ہیں: ''دار العلوم تعلیم القرآن کے در ودیوار اور مسجد تعلیم القرآن کا منبر ومحراب گواہ ہیں کہ اس تحریر کے بعد بھی حضرت شاہ صاحب وہاں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر خطاب فرماتے رہے۔ کیا کوئی ذی ہوش شخص اس حقیقت کو جھٹلا سکتا ہے کہ اس تحریر کے بعد حضرت شاہ صاحب دورہ تفسیر القرآن کے موقع پر دار العلوم تعلیم القرآن میں طلبہ کو مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق کروانے کے لئے تشریف لاتے رہے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۱۵)

اگر بندیالوی صاحب صریح جھوٹ بول کر نہ صرف اشاعت التوحید والسنہ والوں کو بلکہ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے عقیدت مندوں، جان نثاروں اور توحید کے متوالے نوجوانوں کو دھوکا دہی کی جسارت نہ کرتے تو ہم بھی یہ ''راز افشاء'' کرنے کی جرأت نہ کر پاتے۔ مگر بندیالوی صاحب نے ان تلخ حقائق سے پردہ اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس لئے اپنے اوپر جبر کرتے ہوئے بادل نخواستہ قلم اٹھانا پڑا۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے نہ کھلتے راز سربستہ، نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ اور مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کے مزاج اور مسلک میں شروع ہی سے فرق تھا۔ حضرت شیخ القرآن اپنے اساتذہ اور خاص کر اکابر علماء دیوبند کے متبع اور انہیں کی تحقیق پر اعتماد کرتے تھے جب کہ شاہ صاحب مسئلہ حیات اور سماع موتی میں اپنی تحقیق کو حق قرار دیتے تھے۔ شاہ صاحب اس مسئلہ میں متشدد تھے اور سماع موتی کے قائلین کی تکفیر تک کر گزرتے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ اور اشاعت التوحید والسنہ کے دوسرے حضرات حضرت شاہ صاحب کے مسلک کو ان کا تفرد سمجھتے ہوئے برداشت کرتے رہے اور عقیدہ توحید کی نشر واشاعت میں ان کے ساتھ چلتے رہے۔ مگر کبھی کبھی شاہ صاحب کے اپنے مسلک کے پرچار پر جماعت میں انتشار کی صورت بھی پیدا ہو جاتی تھی۔

حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ اس صورت حال سے کبیدہ خاطر رہتے تھے۔ اس کا اندازہ حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمہ اللہ کے نام حضرت شیخ القرآن کے خط سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمہ اللہ اشاعت التوحید والسنہ کے مرکزی حضرات میں سے تھے۔ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی اور احمد سعید ملتانی وغیرہ حضرات کی اس روش کی وجہ سے انہوں نے اشاعت التوحید والسنۃ سے استعفیٰ دے دیا اور یہ ساری تفصیل ''دعوت الانصاف'' کے نام سے لکھی۔ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نے ایک مرتبہ اشاعت التوحید والسنہ میں شاہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کے پیدا کردہ اس ماحول کی اصلاح کے لئے قائلین سماع موتی کے عدم تکفیر پر جماعتی فیصلہ کروایا۔ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کا شکوہ کرتے ہوئے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ، مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی کو لکھتے ہیں:

محترم ومکرم مولانا صاحب! السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ! محمد سعید نے منافقانہ دستخط کر دیئے ہیں کہ سماع والے کافر نہیں ہیں اور شاہ صاحب نے بالکل دستخط سے انکار کر دیا ہے اور کہا میرا عقیدہ کفر کا ہے اور محمد سعید کا (بھی) یہی ہے۔ واللہ اعلم! کیا غضب الٰہی ہے تمام امت کو کافر کر دینا۔ لاشئی غلام اللہ (دعوت الانصاف ص ۲۶، ۲۷)

۱۹۶۲ء کے تاریخی معاہدے کے ایک عرصہ بعد تک حضرت شیخ القرآن اور حضرت شاہ صاحب کے مابین حالات کشیدہ رہے۔ شاہ صاحب کی تعلیم القرآن تشریف آوری کسی بھی موقع پر قطعاً نہیں ہوئی، نہ دورہ تفسیر القرآن کے دوران، نہ ابتداء یا اختتام بخاری شریف کے موقع پر اور نہ ہی سالانہ کانفرنسوں میں حضرت شاہ صاحب کو مدعو کیا گیا۔

چونکہ حضرت شیخ القرآن اور حضرت شاہ صاحب کے مابین مسئلہ توحید کی اشاعت وترویج میں زمانہ قدیم سے راسخ تعلق چلا آرہا تھا۔ اس کا تقاضا یہی تھا کہ یہ بعد اور دوری ختم کر کے پھر سے پرانے تعلقات استوار کر لئے جائیں۔ غالباً آٹھ دس سال کے انقطاع کے بعد حضرت شیخ القرآن نے وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب کو مدعو فرمالیا اور دارالعلوم تعلیم القرآن کی سالانہ کانفرنس میں خطاب کا موقع فراہم فرمایا۔

دارالعلوم تعلیم القرآن کی وسیع وعریض جامع مسجد سامعین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ اسٹیج پر ملک بھر کے نامور اور جلیل القدر علماء کرام رونق افروز تھے، رات کا بڑا حصہ بیت چکا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کا خطاب پورے شباب پر تھا اور سامعین محظوظ ہو رہے تھے کہ حضرت شاہ صاحب نے موضوع سے ہٹ کر ''مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' چھیڑ دیا۔ کچھ دیر تک حضرت شیخ القرآن بے محل اور بے موقع مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت شاہ صاحب کی گفتگو طوعاً وکرہاً سماعت فرماتے رہے اور اپنے جذبات ضبط کرتے رہے۔

لیکن جب شاہ صاحب نے فرمایا: ''آؤ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلائل پیش کرو۔'' تو حضرت شیخ القرآن جلال میں آگئے اور اس وقت ان کا جلال دیدنی تھا۔ انتہائی غضبناک ہو کر فرمایا: ''چھوڑو، چھوڑو، دلائل نہ دلائل۔'' اور شاہ صاحب سے مائیک چھین لیا اور خود تقریر شروع کر دی۔

حضرت شاہ صاحب کی بے حد سبکی ہوئی، لیکن وہ محو حیرت بالکل ساکت وصامت سوچ کی موج میں گم ہو گئے۔ مگر قطعاً کوئی ردعمل پیش نہیں کیا۔ کچھ دیر اسٹیج پر تشریف فرما رہے اور پھر چلے گئے۔

جناب بندیالوی صاحب! اتنا طویل زمانہ ہم حضرت شاہ صاحب کی عزت وتوقیر کے پیش نظر خاموش

رہے۔ لیکن افسوس کہ آپ کی فریب دہی اور دروغ گوئی، جس سے عوام کو گمراہ کیا جانے لگا تو ہمیں خاموش تماشائی بن کر گونگے شیطان کا کردار ادا کرنا گوارا نہ ہوسکا تو یہ تلخ حقائق منظر عام پر لانا پڑے۔ ۱۹۶۲ء کے معاہدہ کے بعد دارالعلوم تعلیم القرآن میں حیات النبی ﷺ کے موضوع پر حضرت شاہ صاحب کی یہی پہلی اور آخری تقریر تھی۔

آپ اس غلط فہمی میں تھے کہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کو اکتیس سال گزر چکے ہیں۔ اب میدان خالی ہے، ہم نوجوان علماء اور دوسرے حضرات کو غلط بیانی کی مشین گن سے رام کرلیں گے۔ بحمد للہ ابھی حضرت شیخ القرآن کے شدائی، شاگرد اور متوالے زندہ ہیں۔

صد سالہ دیوبند کانفرنس پر شاہ صاحب کی برہمی اور شیخ القرآن کا ردعمل

جناب بندیالوی صاحب! آپ نے بالکل غلط راستہ منتخب فرمایا اور آپ کی خام خیالی نے آپ کو اندھے کنویں میں ڈال دیا۔ آپ نئی نسل کو گمراہ کرنے کی ناپاک جسارت نہ کرتے تو ہمارا منہ بھی بند رہتا۔ لیکن آپ کی ہفوات نے کشف حقیقت پر مجبور کردیا ہے۔

ایشیاء کی مشہور اسلامی یونیورسٹی، مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے زعماء اور مشائخ نے جب صد سالہ کانفرنس کا انعقاد فرمایا، جس میں دارالعلوم دیوبند کے اکابرین کی شاندار خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا، اس تاریخی کانفرنس میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو مقالہ پیش کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

لیکن حضرت سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری برہم ہوگئے اور انہوں نے انتہائی نازیبا کلمات استعمال کئے جو اخبارات میں بھی شائع ہوگئے۔ حضرت شیخ القرآن کو شاہ صاحب کے کلمات پر قلبی دکھ ہوا اور ان کے جذبات کو سخت ٹھیس پہنچی۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو علماء دیوبند سے والہانہ عقیدت اور بے پناہ قلبی انس تھا۔ وہ ان پر جان نچھاور کرتے تھے اور انہیں علماء و مشائخ دیوبند کے خلاف کسی کی بات ہرگز گوارا نہ تھی۔

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے ساتھ گہرے اور قدیم تعلقات کے باوجود ان کے بیان پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے سخت ترین ردعمل کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے فوراً پریس کانفرنس طلب فرمائی اور اس میں علماء دیوبند کی دینی، سیاسی اور ملی خدمات کو شاندار خراج تحسین پیش فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ''علماء دیوبند کے خلاف میں کسی کی بات قطعاً برداشت نہیں کرسکتا۔ حتی کہ اگر میرا باپ بھی ان کے خلاف کچھ کہے تو میں ان کی بات کو مسترد کردوں گا۔ میں ان کی عزت و ناموس پر اپنی جان تو قربان کرسکتا ہوں۔ لیکن ان کے خلاف کچھ سننے کا روادار نہیں ہوں۔''

اتفاق سے اسی سال حضرت شاہ صاحب کو دارالعلوم تعلیم القرآن کے سالانہ جلسہ میں دعوت دے چکے تھے۔ لیکن شاہ صاحب کے ریمارکس سے کبیدہ خاطر ہوگئے اور جلسہ کے اشتہار کے متعلق حضرت شیخ نے اس خادم سے فرمایا: ''ادھر لاؤ وہ اشتہار اور کاٹ دو شاہ صاحب کا نام۔ انہیں دیوبندی کہہ کہہ کر ہمارا گلہ بھی خشک ہوگیا ہے۔ لیکن انہوں نے تو دیوبند کا منہ بھی نہیں دیکھا۔ وہ دیوبند کے خلاف بیان دیتے ہیں۔ اشتہار سے ان کا نام کاٹ دو۔''

چنانچہ حضرت شیخ کی زندگی کی اس آخری کانفرنس میں حضرت شاہ صاحب شامل نہ ہوسکے۔

جناب بندیالوی صاحب! یہ وہ سربستہ راز تھے جن کو افشاء کرنے پر آپ نے ہمیں مجبور کیا ہے۔ اب آپ ٹپٹائیں گے اور ان واقعات کو غلط ثابت کرنے کے لئے غلط راستہ بھی اختیار کریں گے۔

حضرت شیخ القرآن ﷫ کی نماز جنازہ

جناب بندیالوی صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''مگر یہ بات روز روشن کی طرح ہر ایک پر عیاں ہے کہ اس تحریر کے بعد بھی وفات کے دن تک ہر معاملہ میں حضرت شیخ القرآن حضرت شاہ صاحب کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ ان کا جنازہ بھی حضرت شاہ صاحب نے پڑھایا۔ غرضیکہ دونوں کا یہ تعلق زندگی کے آخری دن تک قائم رہا۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۱۶)

جناب بندیالوی صاحب نے نماز جنازہ پڑھانے کو بھی شیخین کی باہم یگانگت کی دلیل بنایا ہے۔ حالانکہ یہ تو عام دستور ہے کہ کسی بھی بزرگ یا جماعت کے سربراہ کو نماز جنازہ پڑھانے کو کہا جاتا ہے۔ لیکن محض نماز جنازہ پڑھانا باہمی تعلقات کی پختگی کی علامت نہیں ہوسکتا اور اگر جناب بندیالوی صاحب کی بات ہی کو درست تسلیم کرلیا جائے تو انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت شاہ صاحب نے شیخ القرآن کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہی تھیں۔ کیا شاہ صاحب نے دیرینہ دوستی کا یہ صلہ دیا تھا؟ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ جنازہ میں پانچ تکبیرات کن کا مسلک ہے؟

قومی اخبارات کے ریکارڈ پر یہ بات آج بھی محفوظ ہے اور یہ واقعہ ایک عرصہ تک اخبارات میں موضوع بحث بنا رہا تھا۔ اگرچہ اس خفت کو مٹانے کے لئے مورد الزام جناب عبدالحمید صدر آزاد کشمیر کو ٹھہرایا گیا جو مکبر کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

طعن و تشنیع اور تکفیر

جناب بندیالوی صاحب نے اشاعت التوحید والسنۃ کے موجودہ احباب خصوصاً نوجوان طبقہ کی رہنمائی کے لئے فریق مخالف کے طعن و تشنیع کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں: ''ان دونوں کی دوستی و تعلق (مولانا غلام اللہ خان اور سید عنایت اللہ شاہ) کا اعتراف ان کے مخالفین کو بھی تھا۔ بلکہ اپنوں سے زیادہ تھا۔ وہ اپنے رسائل اور جرائد میں، تقاریر میں ان دونوں کی دوستی، یکجہتی، یگانگت اور موافقت کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتے اور اپنے طور پر گھٹیا پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے از راہ تمسخر انہیں عین غین کے لقب سے یاد کرتے ہیں، بلکہ پوری جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کو عین غین پارٹی کہتے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۷)

''مزے کی بات یہ ہے کہ جو لوگ آج ۱۹۶۲ء کے فیصلے والے رسالے ماہنامہ تعلیم القرآن کو لہرا لہرا کر جھوٹ بول رہے ہیں اور جو بزرجمہر اس پروپیگنڈے کے پرچار کرنے میں پیش پیش ہیں وہ بے باک لوگ حضرت شیخ القرآن کی زندگی میں اشاعت التوحید والسنۃ سے تعلق رکھنے والے علماء کرام اور اراکین کو غلام خانی ٹولہ کے نام سے چھیڑتے رہے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۹)

جناب بندیالوی صاحب کا لب ولہجہ، انداز تکلم اور شیریں کلامی قارئین نے ملاحظہ فرمائی ہے، لیکن بندیالوی صاحب نے ''نوجوان طبقہ اور اشاعت کے موجودہ احباب کو غلط تاثر دیا ہے اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کے تحفظ کے لئے حیاتی علماء کی جو خدمات ہیں انہیں غلط پیش کیا۔ مگر اس کے برعکس اشاعت التوحید والسنہ کا رویہ بندیالوی صاحب نہیں دیکھتے جس نے حیات النبی ﷺ کے قائلین کی تکفیر سے بھی گریز نہیں کیا۔

آپ ذرا اشاعت التوحید والسنۃ کی میٹنگوں اور فیصلوں والی فائل بھی کھولیں اور حیات النبی ﷺ کے قائلین پر برسائے گئے تکفیری ایٹم بم سے بھی نوجوان طبقہ کو آگاہ فرمائیں کہ اشاعت کے کون کون سے مشائخ نے

تکفیری بم گرانے کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے۔ ہم کہیں تو گستاخی ہوگی۔

جن دنوں تکفیری مہم پورے زور و شور سے جاری تھی، راقم الحروف حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کی خدمت میں پرانے قلعہ کی گیلری میں حاضر ہوا۔ حضرت سخت جلال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ انہوں نے بے رخی سے وعلیکم السلام کہہ دیا۔ میں مزید کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ کر سکا اور خاموش بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک شہری آدمی جو حضرت کے بے تکلف تھے، آ گئے۔ انہوں نے سلام کیا تو ان کو بھی اسی انداز سے جواب دیا۔

وہ کہتے ہیں، حضرت خیر تو ہے کیوں غصے میں ہیں؟

حضرت نے فرمایا ''او سعیدے دا پتر آیا سی۔ (احمد سعید ملتانی مراد ہے جس سے اختلاف کے باوجود اس کی تکفیری خدمات کی اشاعت التوحید والسنہ نے تحسین کی: خس کم جہاں پاک!) اس فتویٰ پر دستخط کر دیں کہ حیات النبی ﷺ کے قائل کافر ہیں۔ میں نے ڈنڈا اٹھایا کہ اسے دستخط کر کے دیتا ہوں لیکن وہ جلدی سے بھاگ گیا۔''

محترما! طعن و تشنیع کرنا بھی قبیح فعل ہے، جن حضرات نے ایسا کیا ہے وہ کسی تحسین کے لائق نہیں ہیں لیکن مسلمان کی تکفیر کرنا، یہ تو انتہائی سنگین جرم ہے۔ آپ اس سے بھی تو نوجوان طبقہ کو آگاہ کریں۔

اسی نوعیت کا ایک دل آزار واقعہ لگے ہاتھوں ملاحظہ فرمالیں۔ دو بزرگ شخصیات نے رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ کے مشاہیر تلامذہ اور مسترشدین کا تذکرہ کیا ہے، لیکن ایک بزرگ نے انصاف کے تقاضے پورے نہیں کئے۔

حضرت مولانا سید سجاد صاحب بخاری نے چالیس مریدین اور تلامذہ کی فہرست اقامۃ البرہان میں شائع فرمائی ہے۔ لیکن اس میں امام اہل سنت حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا اسم گرامی شامل نہیں ہے جب کہ یہ کتاب موصوف نے ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ/جنوری ۱۹۷۲ء میں اپنی زندگی میں طبع کرائی ہے۔

اس کے برعکس حضرت مولانا عبد الحمید خان سواتی رحمہ اللہ برادر امام اہل سنت رحمہ اللہ نے فیوضات حسینی میں مولانا سجاد بخاری رحمہ اللہ کا ذکر خیر بڑے احترام اور وقار سے کیا ہے۔ یہ کتاب طبع سوم ۱۴۱۳ھ/جنوری ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر آئی۔ حضرت مولانا سواتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''مولانا سید احمد حسین شاہ صاحب سجاد بخاری فاضل دار العلوم دیوبند اور فاضل دار المبلغین لکھنؤ ہیں۔ بڑے سمجھدار اور معتدل مزاج، اچھے لکھنے والے لوگوں میں سے ہیں۔ ماہنامہ تعلیم القرآن کے مدیر ہیں اور آج کل تفسیر جواہر القرآن مرتب کر رہے ہیں۔ تفسیر بڑے عمدہ طریق پر مرتب کر رہے ہیں۔ لیکن بعض باتیں اس میں شاذ قسم کی ہیں۔ بڑی خرابی یہ ہے کہ خلط ملط کر دیا ہے۔ ترجمہ شیخ الہند کا لے لیا۔ فوائد موضح قرآن شاہ عبد القادر صاحب، اور مقدمہ مع فوائد فتح الرحمن شاہ ولی اللہ کا لیا ہے۔'' (فیوضات حسینی ص ۴۳)

یہ آپ کے لئے لمحہ فکر یہ ہے کہ مولانا سجاد بخاری رحمہ اللہ نے امام اہل سنت کا نام حضرت مولانا حسین علی کے تلامذہ میں اس لیے شامل نہیں فرمایا کہ وہ حیات النبی ﷺ کے قائل تھے۔ لیکن ان کے بھائی نے تعصب سے بالاتر ہو کر نہ صرف سجاد صاحب کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ تعریف و توصیف بھی فرمائی ہے: ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا!

مفتی اعظم مفتی محمد شفیع کا فتویٰ

جناب مولانا عطاء اللہ صاحب نے اپنے مفاد میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کا ایک فتویٰ

بڑے کروفر سے شائع فرمایا ہے۔ مولانا بندیالوی صاحب کا مقصد فتویٰ کی اشاعت سے یہ ہے کہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب اور ان کے پیروکاروں کی اقتداء میں نماز ہو جاتی ہے اور نماز نہ ہونے کا جو فتویٰ دیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔ مولانا بندیالوی صاحب کی دوسری ہاتھ صفائیوں کی طرح یہ بھی ان کی ایک ہاتھ صفائی ہے۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام کے قائل تھے۔ اس لئے ان کے صحیح پیروکاروں کی اقتداء کا درست ہونا ظاہر ہے اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کا معاملہ اس وقت واضح نہیں تھا۔ وہ سماع عادۃ کے مطلقاً منکر نہ تھے۔ اس لئے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ اس وقت کے حالات کی روشنی میں دیا تھا، نہ کہ اب واضح انکار کے بعد بھی یہی فتویٰ رہے گا۔

مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب جس عقیدہ کا آخر تک پرچار کرتے رہے۔ اب اشاعت التوحید والسنۃ جماعتی مؤقف کے طور پر جس عقیدہ کو پیش کرتی ہے اور بندیالوی صاحب بھی اسی عقیدہ کا پرچار کرتے ہیں کہ موت کے بعد روح اور جسم کا تعلق نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام ثابت نہیں۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو اس عقیدہ کو گمراہی قرار دیتے ہیں اور ایسے عقیدہ سے توبہ کا حکم دیتے ہیں اور ایسے عقیدہ کے حامل کی اقتداء مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو: ''پیش امام کا یہی عقیدہ ہے (کہ عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے جسد عنصری اس میں شامل نہیں ہوتا اور انبیاء علیہم السلام کا عند القبر سماع ثابت نہیں) تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ جب تک وہ اپنے اس عقیدے سے توبہ نہ کرے۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔''

(ہدایۃ الحیران طبع جدید ص ۸۸)

مولانا بندیالوی صاحب نے ''مسلک شیخ القرآن'' میں جا بجا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد الوفات حقیقی جسمانی حیات کا انکار کیا ہے اور محض روحانی حیات کا نظریہ پیش کیا ہے۔ اس پر بھی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل تحریر ملاحظہ ہو: ''زبدۃ الفقہاء بدر الادباء حضرت مولانا الحاج محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم، مفتی اعظم دار العلوم دیوبند۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ ''رحمت کائنات'' مصنفہ مولانا زاہد الحسینی تقریباً پورا مطالعہ کیا۔ حیات انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ پر نہایت نافع اور مفید تحقیقات جمہور اہل سنت والجماعت کے مطابق جمع کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں۔

مسئلہ کے متعلق تحقیقات کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تا قیامت باقی رہنے والے فیوض و برکات اور آثار حیات کا ذکر آیا ہے۔ وہ خود ایک نہایت مفید مضمون ہے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت مومن کے قلب میں بڑھتی ہے جو سرمایہ سعادت دنیا و آخرت ہے (رزقنا اللہ تعالیٰ) مجھے بھی بحمد اللہ اس سے بڑا نفع پہنچا۔ دل سے دعا نکلی۔ جمہور علماء امت کا عقیدہ اس مسئلہ میں یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیوی کے بالکل مماثل ہے۔ بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ آثار بعض دنیاوی احکام میں بھی باقی ہیں۔ مثلاً میراث کا تقسیم نہ ہونا، ازواج مطہرات سے بعد وفات کسی کا نکاح جائز نہ ہونا۔ متقدمین میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا اور متاخرین میں شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مستقل رسالہ اس مسئلے کی توضیح کے لئے کافی ہے جن میں روایات حدیث کافی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''ولحیاۃ الانبیاء بعد موتھم شواھد من الاحادیث الصحیحۃ'' اس میں تصریح ہے کہ موت کے بعد ان کی حیات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ موت صرف جسم پر آتی ہے، روح پر نہیں۔ اس لئے حیات بعد الموت کو صرف روحانی کہنے کے کوئی معنی نہیں اور شفاء السقام میں امام حدیث وفقہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا نواں باب اسی مسئلہ کی تحقیق کے لئے لکھا ہے، اس میں انبیاء علیہم السلام کے لئے بعد الوفات حیات جسمانی حقیقی ثابت کرنے کے لئے فرمایا ہے:

''وقد ذکرنا من جماعۃ من العلماء وشھد لہ صلوۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوۃ یستدعی جسداً معھا وکذالک الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلھا صفات الاجسام ولایلزم من کونھا حیات حقیقیۃ ان یکون الابدان معھا کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب والامتناع عن النفوذ فی الحجاب الکثیف وغیر ذالک من الصفات الاجسام التی نشاھدھا بل قد یکون لھا حکم آخر فلیس فی العقل مایمنع من اثبات الحیاۃ الحقیقیۃ بھم'' (شفاء السقام من السبکی)

اس کے بعد شہداء کی حیات برزخی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''فلم یبق الا انھا حیاۃ حقیقیۃ الآن وان الشھداء احیاء حقیقۃ وھو قول جمھور العلماء لکن ھل ذالک للروح فقط او للجسد معھا فیہ قولان''

اس کے بعد قول ثانی کو ترجیح دی کہ یہ حیات حقیقی صرف روح کے لئے نہیں بلکہ جسد کے لئے بھی ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ جب عام شہداء امت کے لئے برزخ میں حیات حقیقی جسمانی ثابت ہوئی تو انبیاء کی حیات کچھ ان سے اعلیٰ واقویٰ ہی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے۔ جمہور علماء امت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرا اور بزرگان دیوبند کا ہے۔

۳، ۴...... مسئلہ مذکورۃ الصدر کی تحقیق میں یہ بھی آچکا ہے کہ صرف حیات روحانی کا قول جمہور علماء امت کے خلاف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دیوبند کوئی مستقل مذہب نہیں، اتباع سلف وجمہور اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے وہ دیوبند کے بھی ضرور خلاف ہے۔ بندہ محمد شفیع عفی عنہ دارالعلوم کراچی ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ (مقام حیات جدید ایڈیشن ص۶۹۱)

مولانا بندیالوی صاحب نے اعلان حق کے نام سے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ صرف اپنے غلط مقصد کو درست ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے۔ اب حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے مذکورہ واضح فتویٰ اور اس مفصل تحریر کے بعد ہمیں انتظار رہے گا کہ مولانا بندیالوی اپنا وضعی مؤقف بدلتے ہیں یا پھر ہاتھ کی صفائی کا کوئی دوسرا کرشمہ دکھاتے ہیں۔

منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوبندی نہ ہونے اور ان کی اقتداء میں نماز نہ ہونے پر علماء دیوبند قدس اسرارہم کے بیسیوں فتاویٰ موجود ہیں۔ یہاں صرف تین فتوے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) اکابر علمائے دیوبند قدس سرہم کا عقیدہ

۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء میں جب اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بعض علماء نے علمائے دیوبند کے عقیدہ حیات الانبیاء جسمانی برزخی کی تردید کرتے ہوئے جدا راستہ اختیار کیا اور علمائے دیوبند میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی تو اس وقت کے اکابر علمائے دیوبند نے اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے درج ذیل اعلان شائع کروایا۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق اکابر علمائے دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

''حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے، بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر ''آب حیات'' کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ ان کا رسالہ المہند علی المفند بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ دائر کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل!''

۱...... مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵
۲...... مولانا عبد الحق عفی عنہ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۳...... مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ، سابق ناظم محکمہ امور دینیہ بہاولپور
۴...... مولانا ظفر احمد عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دار العلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ
۵...... مولانا شمس الحق عفا اللہ عنہ، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۶...... مولانا محمد ادریس کان اللہ لہٗ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
۷...... مولانا مفتی محمد حسن، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۸...... مولانا محمد رسول خان عفا اللہ عنہ، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور
۹...... مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم کراچی نمبر ۱
۱۰...... مولانا احمد علی عفی عنہ امیر نظام العلماء وامیر خدام الدین لاہور (پیام مشرق لاہور، ج ۳، ش ۴، ۱۳۸۰ھ/ستمبر ۱۹۶۰ء)

(۲) دار العلوم دیوبند کا اعلان حق

''آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں، آپ کے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے۔ آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان ایسے نہیں کہ ہم سنیں، آپ ﷺ اپنے مزار مبارک میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے آپ ﷺ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔ وہ بدعتی ہے، خراب عقیدے والا ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔''

کتبہ: السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند ۱۳/۵/۷۶ ۱۳ھ

الجواب صحیح: جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۲۱ر شوال ۷۶ ۱۳ھ

اجاب المجیب واجاد: محمد ضیاء الحق کان اللہ لہ، مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

الجواب صواب: محمد رسول خان عفا اللہ عنہ الجواب صحیح: ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر

(بحوالہ تسکین الصدور طبع دوم ص ۴۱، ۴۴)

(۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ

اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا اعلان حق

شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اپنے دور کے ائمہ حدیث اور حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں ہوتا ہے۔ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلامذہ کو آپ کے پاس تعلیم حدیث کے لئے بھیجتے تھے۔ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے اکثر خلفاء نے حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نیازمندانہ حاضر ہوتے تھے اور دینی کاموں میں انہی کو اپنا سرپرست قرار دیتے تھے۔ چنانچہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا بیان یہاں نقل کرتا ہوں۔ انہوں نے اپنے عقیدہ کے ساتھ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۲ء سے پہلے بھی سماع صلوٰۃ عند القبر الشریف کے ساتھ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل تھے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں اپنے اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے درج ذیل بیان دیا۔ جسے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے شائع کر دیا: ''میں (نصیر الدین غورغشتوی) اور مولانا غلام اللہ خان عقائد میں متفق ہیں، میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قرب میں جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے اور نبی علیہ السلام اور سب اموات میں حیات برزخی ہے اور نبی علیہ السلام میں سب سے اکمل اور احسن ہے۔ اس واسطے وہ قبر کے پاس درود وسلام سنتے ہیں۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۰ء ص ۲۵)

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نور اللہ مرقدہ کا اعتدال اور اکابر سے تعلق

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ اکابر علماء دیوبند کے فیض یافتہ تھے۔ انہوں نے اکابر کے اتباع میں ہمیشہ اعتدال کی دعوت دی۔ اکابر سے ادب واحترام کا تعلق رکھا اور متشددین سے دور رہے۔ اشاعۃ التوحید والسنہ میں پیدا ہونے والے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اختلاف پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف گزشتہ صفحات میں تفصیل سے پیش کر چکا ہوں۔ حضرت شیخ القرآن کے اعتدال اور اکابر سے تعلق کی ایک واضح مثال مولانا محمد طاہر پنج پیری کے خلاف حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے

دفاع میں سینہ سپر ہوجاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمہ اللہ نے ۱۹۶۶ء میں فتویٰ دیا کہ پنج پیری قرآن میں تحریف کرتے ہیں یعنی اکابر کے نہج سے ہٹ کر تفسیر بیان کرتے ہیں۔ اس لئے طلبہ کو ان کے پاس نہ بھیجا جائے اور ان کی اقتداء میں نماز نہ پڑھی جائے۔ اشاعۃ التوحید والسنہ کے بعض حضرات نے جب اس فتویٰ کے خلاف آواز اٹھائی اور جماعتی طور پر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے بائیکاٹ کی بات کی تو حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا بھرپور دفاع کیا۔ مولانا محمد طاہر پنج پیری ۱۹۶۶ رحمہ اللہ ء ہی میں جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ سے الگ ہوگئے اور اپنی تنظیم جماعت اشاعۃ التوحید والسنہ بنائی ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۵ء تک بیس سال کے طویل عرصہ میں اختلاف ختم نہ ہوسکا۔

حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے متعلق اپنے مؤقف پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ ۱۹۸۰ء میں حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا اور اس کے بعد ۱۹۸۵ء میں مولانا محمد طاہر پنج پیری اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کا اتحاد ہوا۔

شیخ القرآن رحمہ اللہ نے جماعت کے اختلاف اور اپنے خلاف پروپیگنڈہ کو تو برداشت کیا۔ مگر حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمہ اللہ کے ساتھ اپنے تعلق اور ادب پر آنچ نہ آنے دی۔ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کا حضرت غورغشتوی رحمہ اللہ سے تعلق محض ان کی ذات سے نہ تھا بلکہ حضرت شیخ الحدیث اکابر اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند قدس سرہم کے جس مسلک حقہ اور جادہ اعتدال کے داعی تھے اس کا دفاع تھا۔ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے تعلق اور اس تعلق پر انہوں نے اپنے ساتھیوں کا کیا پروپیگنڈہ برداشت کیا۔ اس کی ایک جھلک بھی دیکھ لیجئے تاکہ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے اعتدال اور اکابر سے تعلق کا اندازہ ہوسکے۔

حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے تعلق پر مولانا محمد طاہر پنج پیری رحمہ اللہ کے ایک پرانے شاگرد اور معتمد مولانا محمد اسحاق، ویسہ اٹک کا مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے نام ایک خط پیش خدمت ہے۔ یہ خط ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء کا لکھا ہوا ہے۔ مولانا محمد اسحاق، ویسہ اٹک کو میاں محمد الیاس صاحب نے مولانا محمد طاہر پنج پیری صاحب کی سوانح میں دار القرآن پنج پیر کے ممتاز فضلاء میں لکھا ہے۔

(مولانا محمد طاہر اور ان کی قرآنی تحریک ص ۲۷۶، مؤلفہ میاں محمد الیاس مطبوعہ اشاعت اکیڈمی پشاور طبع اوّل جولائی ۲۰۰۹ء)

خط مولانا محمد اسحاق صاحب ویسہ، اٹک بنام مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت شریف حضرت محترم المقام رئیس الموحدین مقدم المشائخ جناب شاہ صاحب زاد اللہ فضلکم ودام اللہ اقبالکم وطال اللہ حیاتکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امابعد! بصد ادب گزارش ہے کہ میں ایک طالب علم ہوں اور آپ جیسے اکابر اور متبع سنت و مستقیم علیٰ صراط مستقیم کے خاک پا ہوں اور کافی عرصہ سے آنجناب کی خدمت اقدس میں چند گزارشات عرض کرنے کا متمنی ہوں مگر بوجہ تساہل کچھ قدر تعجیل نہ ہوسکی۔ لہٰذا اب جو بھی میرے فکر خام وعقل ناقص سے آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، آپ اس کو تعمق کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں اور بعد میں صحیح مشورہ سے مستفید فرما کر مشکور فرمادیں۔

اوّلاً تو یاد دہانی کرانا چاہتا ہوں کہ آنجناب نے ۱۳۸۵ھ رمضان المعظم کے اواخر میں ضلع مردان موضع پنج پیر میں بتقریب ختم تفسیر قرآن مجید تشریف آوری فرمائی تھی اور مختصر مگر مدلل وعظ سے بھی تشنگان توحید وسنت کو سیراب فرمایا تھا اور جناب شیخ القرآن دامت برکاتہم سے تبادلہ خیالات کرتے ہوئے ایک عظیم الشان رائے کا اظہار بھی فرمایا تھا کہ ان حضرات کی اور حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب دام اللہ فضلہم اور جناب شیخ الحدیث غور غشتوی صاحب کے درمیان صلح کرنی۔ جناب! میں اس رائے کو سن کر خوشی سے پھولا نہ سمایا اور حضرت کے حق میں تہہ دل سے دعا کی کہ اللہ رب العزت آپ کو اس چیز کی توفیق بخشیں اور جزائے خیر نصیب فرمائے۔

جناب! یہ کوئی معمولی کام نہ تھا، یہ تو دین محمدی اور جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے مشن کو عروج دے کر افق اعلیٰ پر لے جانا تھا۔ مگر نہ معلوم کن ذرائع سے ابھی تک پایہ تکمیل تک نہ پہنچا۔ اس کام کی جتنی ضرورت ہے وہ ہم طلبہ کو معلوم ہے۔ کیونکہ بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو کہ خاص طلبہ کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں اور ان حالات کو اساتذہ کرام وعلماء مشائخ نہیں بوجھتے۔

جناب! اگر یہ کام آپ اس وقت ہی کرتے تو آج ملک کے گوشے گوشے میں وہ فسادات اور خطرناک حالات جو ہو گئے ہیں اور ہو رہے ہیں، نہ نظر آتے۔ خدا جانے یہ معاملہ کہاں تک چلا جا رہا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے جو فتویٰ حضرت شیخ القرآن کے خلاف دیا ۱۳۸۶ھ میں۔ اس کے وہ دل سوز نتائج حضرت پر اور ان کے ساتھیوں پر بعض علاقوں میں مثلاً سوات، دیر، باجوڑ، کابل، کوئٹہ، کوہستان، الائی، نورستان، مہمند، قندھار وغیر ذالک میں مظالم کی وہ بوچھاڑ کہ جن کا میں تذکرہ کروں تو مجھے خون کی آنکھوں رونا پڑتا ہے۔

جناب! یہ تو میں نے ان طلبہ کا ذکر کیا جو باہر علاقوں سے آکر حضرت شیخ سے مستفید ہوتے ہیں، بلکہ پشاور اور مردان کے حالات سے بھی پہلے تو آپ خود واقف بھی ہوں گے۔ اگر نہیں تو میں مشتے نمونہ از خروارے عرض کر دیتا ہوں۔ ضلع مردان کے جمعیت علماء اسلام کے امیر سید گل بادشاہ نے حضرت شیخ الحدیث کے فتوے کو اخبار ترجمان اسلام میں بھی شائع کیا کئی بار اور یہاں تک لکھ مارا کہ عدالتوں میں ملاں پنج پیر کے ساتھ مرزائی ہوتے ہیں۔ یعنی بالفاظ دیگر حضرت شیخ اور اس کے ہمنوا مرزائی ہوئے۔ (معاذ اللہ)

جناب! اگر یہ اختلاف رفع نہ ہوا تو یہ بھی وہ شکل اختیار کرلے گا جو کہ مسئلہ حیات الانبیاء نے اختیار کیا بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرے کا حامل بنے گا۔ بلکہ اگر میں راست لکھوں تو آج ہمارے طلبہ میں بھی جماعتیں بنتی جا رہی ہیں۔ یہ غلام خانی ہے اور یہ پنج پیری ہے۔ لہٰذا آنجناب کو عرض کیا جاتا ہے کہ آپ نے جس کوشش وجدوجہد کو پہلے سے ایک دفعہ برداشت کرنے کا تہیہ کیا تھا۔ اس کو سرانجام کرنے میں ایڑی چوٹی کی کوشش کرو اور دین محمدی ﷺ کو تقویت پہنچاؤ۔ جناب! یہ ان شاء اللہ دین کا ایک عظیم الشان کام ہے۔ وفقکم اللہ لھذا!

دیگر ہم شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب کے اس رویّے اور تلخی وشدت کی طرف حیران ہیں کہ وہ مولانا محمد طاہر صاحب کے بارہ میں روا رکھتے ہیں اور ان کی مخالفت میں سرشار ہیں۔ ہم تو کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن مولانا جو کام دیہاتوں میں توحید وسنت کا سرانجام دے رہے ہیں، وہ ہم طلبہ کو معلوم ہے اور آنجناب نے بھی ۱۳۸۵ھ میں

ایک جھلک دیکھی ہے اور آئندہ بھی آپ کے اخلاق مکرمانہ اور متبع سنت ہونے سے توقع ہے کہ مدعو ہونے پر اس علاقہ کے طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے تشریف لے جایا کرو گے۔ جناب! پنجاب میں ہمارا کون ہے آپ کے سوا۔

جناب! مولانا غورغشتوی کا فتویٰ آپ نے کئی بار دیکھا بھی ہوگا (اگر نہیں دیکھا وہ بزبان پشتو ہے، عندالطلب ارسال کر دیں گے) جو کہ پیر دیول کے ایک خلیفہ نے ان حضرات سے حاصل کیا، جن میں حضرت مولانا اور ان کے رفقاء کی تحقیر کی ہے[ل] اس فتویٰ کے جواب میں مولانا صاحب نے ''الانتصار لسنۃ سید الابرار'' تالیف کیا۔ اس میں حضرت شیخ الحدیث کے نام ایک خط بھی لکھا۔ اگر آپ نے نہ دیکھا ہو تو وہ بھی بھیج دیں۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ یہ فتویٰ مولانا غورغشتوی کا نہیں۔ ہم اس فتویٰ کو لے کر حضرت شیخ الحدیث کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے اس پر اپنی مہر ثبت فرمائی۔ وہ بھی ہمارے پاس محفوظ ہے۔

ہم اس پر بھی حیران ہیں کہ حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب شیخ الحدیث صاحب کا ہر وقت ساتھ دیتے ہیں اور ان کے خلاف ایک حرف تک گوارا نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ہم کو معلوم نہیں یا یہ مسائل بدعات نہیں؟ یا اگر ہیں تو پھر ان کی تردید نہ کرنا چہ معنی دارد؟ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج علاقہ چھچھ میں حضرت شیخ الحدیث کو استدلال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ابھی کل پرسوں کی بات ہے کہ ہمارے گاؤں ویسہ کامل پور میں ایک جنازہ کے موقع پر دریہ والے پیر کے لڑکے نے شور وغل مچایا کہ دعا بعد الجنازہ ہے اور حیلہ اسقاط ہے۔ حضرت شیخ الحدیث نے کہا ہے جو یہ نہیں مانتا وہ فلاں فلاں ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان بھی شیخ الحدیث کو اپنا شیخ تسلیم کرتے ہیں۔ ہم نے اس کی تردید کی۔ چاہئے تھا کہ جناب شیخ القرآن صاحب پہلے اس فتویٰ کی شیخ الحدیث سے تردید کرواتے ورنہ خود اس کے خلاف آواز بلند فرماتے۔ بلکہ الٹا حضرت نے موضع زتوپہ میں شیخ الحدیث کی تائید کی اور جو لوگ ان کے خلاف ذہن رکھتے تھے اور سنت کے متبع تھے، ان کے خلاف بہت کچھ کہا۔

اب وہی آنجناب کی بات ہے کہ آپ نے بھی مولوی محمد معصوم المعروف کابل ملاں کو موضع زتوپہ کے لئے تاریخ صرف اس وجہ سے نہ دی کہ وہ شیخ الحدیث کے مخالف ہیں۔

شاہ جی! نہایت مؤدبانہ عرض ہے کہ ہمیں پنجاب کی جانب سے یتیم نہ کر فرماویں۔ خدا کی خاطر سنت کا دامن ڈھیلا نہ ہونے دیں، کوئی اگر خفا ہو تو ہو، پیغمبر خدا ناراض نہ ہوں اور ہم تو آپ کو سمجھتے بھی وہ ہیں کہ کسی کا لحاظ نہیں کرتے۔ اگر کوئی چندہ کی غرض سے بات گول کر جاتا ہے تو آنجناب کو تو اس سے بھی کوئی واسطہ نہیں۔ آج اگر مولانا محمد طاہر پر محرف القرآن کا فتویٰ لگتا ہے اور آپ خاموش ہیں تو آخر کہاں سے حق کی تائید فرماؤ گے۔ واللہ ہم تو چاہتے ہیں

[ل] یہ بات خلاف واقعہ ہے نہ حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ نے کسی بدعت کے جواز کا فتویٰ دیا اور نہ شیخ القرآن رحمہ اللہ بدعات کی تائید کرنے والے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمہ اللہ فقہائے احناف کے بیان کردہ شرائط کے مطابق بعض معمولات کا حکم بیان کرتے تھے اشاعۃ التوحید والسنہ پنج پیر کو شیخ الحدیث غورغشتوی رحمہ اللہ جو ان کے استاذ حدیث بھی تھے، سے دشمنی صرف اس وجہ سے تھی کہ وہ ان کے تشدد اور تفرد کی تائید نہ فرماتے تھے اور ان کی من مرضی کی تفسیر کو تحریف قرار دیتے تھے۔ (احقر مرتب)

کہ سب حضرت رئیس المفسرین واں بھچراں والے کے تلامذہ ایک جگہ مل کر کام کریں تو مخالفین کی کیا جرأت ہے۔ مگر افسوس آج حضرت کے شاگرد دور دور ہو چکے ہیں۔ اگر سرگودھے والے، میانوالی والے، پنڈی والے، پنج پیر والے مل کر کام کرتے تو بریلویوں کو اور مخالفین کو کچل دیا جاتا۔ مگر کیا کریں (انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ) اگر آپ کچھ کریں تو کر سکتے ہیں۔

جناب! مولانا غورغشتوی کا فتویٰ اکوڑہ خٹک میں دار العلوم حقانیہ کے سالانہ اجلاس میں بھی پیش کیا گیا اور مولانا (پنج پیری) کی تردید کی گئی اور پھر اس کے فروخت کرنے کے لئے اسٹیج پر اعلان کیا گیا اور وہ پمفلٹ کی شکل میں بنام ''فتویٰ نصیریہ'' اور مولوی گل بادشاہ[1] نے مولانا شمس الحق افغانی[2] کے فتوی کو جو بدعات سے بھرپور ہے، اس کو شائع کیا اور مولانا کو اس میں کثرت سے بکواسات نکالے۔ ان شاء اللہ وہ دونوں آپ کو ارسال کر دوں گا۔

جناب والا! ہم کو تو امید تھی کہ ہم آپ سے شیخ الحدیث کے فتویٰ کی تردید کرائیں گے مگر آپ بھی اس کے حامی ہیں۔ ضلع مردان میں تو کوئی بریلوی دیوبندی جھگڑا نہیں جو مشرکین و مبتدعین ہیں ان کا سربراہ مولانا شاہ منصور والے ہیں[3] اور وہ پنڈی میں کبھی افتتاح کبھی اختتام پر بھی بلایا جاتا ہے۔ حالانکہ اس نے حقانیہ کے جلسہ عام میں مولانا (پنج پیری) کی مخالفت کی اور کہا کہ غورغشتوی نے فرمایا ہے کہ ملاں پنج پیر سے قرآن نہ پڑھو محرف قرآن ہے۔

میں کیا لکھوں کوئی ایک بات تو نہیں، آپ براہ کرم ان کے درمیان صلح کی کوشش فرمادیں اور اگر آپ نے یہ نیک ارادہ کیا تو مقبولیت آپ کے قدم بوسی کرے گی۔ فقط والسلام

میری ان باتوں پر غور فرما کر مجھے صحیح مشورہ دیں اور اگر کوئی بات خلاف مصلحت ہو تو نشان دہی فرمادیں۔

نیاز مند محمد اسحاق عفی عنہ۔ مقام ویسہ، مسجد خاناں، ڈاکخانہ کام پور موسی، براستہ حضرو، ضلع کیمل پور

---

1. مولانا سید گل بادشاہ رحمہ اللہ دار العلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ کسی بدعت کی تائید انہوں نے نہیں کی البتہ وہ علمائے پنج پیر کے تشدد کی مخالفت کرتے تھے۔ (احقر مرتب)

2. حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ دار العلوم دیوبند کے شیخ التفسیر اور حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نہ بدعات میں ملوث تھے اور نہ کبھی کسی بدعت کی تائید فرمائی۔ مولانا محمد طاہر پنج پیری صاحب کے تشدد اور تفردات کی تردید کرتے تھے۔ ''فتویٰ بہاول پور'' کے نام سے آپ کا فتویٰ مطبوعہ ہے جس میں آپ نے اکابر کے اعتدال اور صحیح مسلک کو پیش کیا ہے۔ (احقر مرتب)

3. مولانا عبد الہادی رحمہ اللہ، شاہ منصور، حدیث میں شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ کے شاگرد اور تصوف میں رئیس المفسرین مولانا حسین علی رحمہ اللہ، واں بھچراں کے خلیفہ مجاز تھے۔ تمام عمر قرآن وسنت کی خدمت کی نہ کسی بدعت میں ملوث تھے اور نہ ہی بدعات کے مؤید تھے۔ اشاعۃ التوحید والسنہ پنج پیر کے تشدد اور تفردات کے مخالف تھے۔ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کا انہیں اپنے دورہ تفسیر کے افتتاح یا اختتام کے موقع پر باقاعدہ مدعو کرنے سے ان حضرات کے باہمی تعلق نیز حضرت مولانا عبد الہادی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمہ اللہ کے متعلق حضرت شیخ القرآن کا ادب واحترام بھی واضح ہوتا ہے۔ (احقر مرتب)

مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی طرف سے جواب

عزیز مکرم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حضرت شیخ الحدیث صاحب سے بیر دیول کے خلیفہ نے بدعات مروجہ کے بارے جوفتویٰ حاصل کیا وہ غلط ہے اور حضرت مولانا محمد طاہر صاحب توحید وسنت کے مخلص خادم ہیں۔ بندہ نے کوشش کی تھی لیکن صلح میں ناکام رہا۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا! والسلام علی من اتبع الھدیٰ! طالب دعا عنایت اللہ گجرات

مولانا محمد اسحاق ویسہ، اٹک فاضل پنج پیر کے مندرجہ بالا خط سے درج ذیل امور معلوم ہوتے ہیں۔

۱...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حالات کی پروانہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیا۔

۲...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہ فرماتے تھے۔

۳...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا محمد طاہر پنج پیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بدعات میں ملوث نہ قرار دیتے تھے۔

۴...... حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے فتویٰ کی تائید میں علاقہ چھچھ، اٹک میں باقاعدہ تقریریں کرتے تھے اور حضرت شیخ الحدیث کے مخالفین کی اپنی تقریروں میں برملا سرزنش کرتے تھے۔

۵...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا شیخ سمجھتے تھے۔

۶...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیا جب کہ اشاعۃ التوحید والسنہ کا متشدد طبقہ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت ہی کرتا رہا۔

۷...... مولانا محمد طاہر پنج پیری صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اپنے ہی شیخ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ (واں بھچراں، میانوالی) کے خلفاء کی مخالفت کرتے رہے۔

۸...... مولانا محمد طاہر پنج پیری صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے جن اکابر کو بدعتی قرار دے کر ان کے خلاف کام کیا، شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ان اکابر کا ساتھ دیا اور دفاع فرمایا۔

۹...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اشاعۃ التوحید والسنہ کی متشددانہ پالیسی میں بھی ان کا ساتھ نہ دیا بلکہ مخالفت فرمائی۔

۱۰...... حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیا متشددین کا ساتھ نہیں دیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا اعتدال اپنے اکابر سے تعلق اوران کا ادب واحترام شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں اور مولانا بندیالوی کے لئے دعوت فکر ہے کہ وہ شیخ القرآن کے ساتھ اپنی عقیدت کا حق ادا کر رہے ہیں یا متشددین کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ان متشددین کی طرح پیش کر کے پیش القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے بے وفائی کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں؟

خلاصہ کلام

الحمدللہ گزشتہ صفحات میں ٹھوس حوالہ جات اور ناقابل تردید دلائل سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے تھے جو قرآن

وسنت سے فقہاء، متکلمین علمائے دیوبند اور خاص کر شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر اپنا خود ساختہ عقیدہ ٹھونسنے کے لئے تفسیر جواہر القرآن، حاشیہ قرآن اور اقامۃ البرہان کو پیش کیا ہے۔ یہ کتابیں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے لکھی گئیں۔ مگر شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تحریر نہیں ہیں کہ ان کو حرف بحرف شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر دیا جائے۔ اسی طرح ردمنکرات کی تقریظ بھی حقائق سے متصادم ہے۔ اسے شیخ القرآن کی تحریر نہیں کہا جا سکتا۔ جب کہ الحمد للہ! ہم نے ان تحریرات کے مقابل شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے دستخطوں سے ان کا عقیدہ پیش کیا ہے۔ یہ ۱۹۶۲ء کے فیصلے سے پہلے کی بھی تحریرات ہیں اور بعد کی بھی۔ مثلاً ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۹۵۹ء، ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۹۶۲ء اور ۱۳۹۶ھ بمطابق ۱۹۷۶ء کی تحریروں پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے دستخط موجود ہیں۔ جب کہ ۱۳۹۸ھ بمطابق ۱۹۷۸ء کی تحریر بھی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دور اہتمام کی ہے۔

اب مولانا بندیالوی صاحب کی خدمت میں صرف تین سوال ہیں:

۱...... حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تحریر پیش کریں جس میں انہوں نے ۱۹۶۲ء کے فیصلے کو منسوخ قرار دیا ہو۔

۲...... حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی درس، تقریر، وعظ ایسا پیش کر دیں جس میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۶۲ء کے فیصلے کو منسوخ قرار دیا ہو۔

۳...... ۱۹۶۲ء سے شیخ القرآن کی وفات ۱۹۸۰ء تک ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کی فائلیں موجود ہیں۔ ان اٹھارہ سالوں میں کوئی ایک شمارہ دکھا دیں جس میں ۱۹۶۲ء کے فیصلے کو شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے منسوخ قرار دیا ہو۔

اگر مولانا بندیالوی صاحب ایسا نہیں کر سکتے اور ان شاء اللہ کبھی بھی نہ کر سکیں گے تو پھر اپنے وضعی عقائد کو، جن کا عقائد اہل السنہ سے کوئی تعلق نہیں، اپنی نسبت سے بیان کریں۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان باندھ کر اپنی دنیا وآخرت برباد نہ کریں۔

مولانا بندیالوی کی خدمت میں آخری گزارش

مولانا بندیالوی صاحب اپنے پیش رو مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کے اتباع میں انکار عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف، توسل اور استشفاع سے انکار کی روش کو ایک تحریک کی صورت میں چلانا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے اس انکار کو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اپنے کتابچہ مسلک شیخ القرآن میں جو ڈرامہ بازی کی ہے، اس کی حقیقت اب الحمد للہ سامنے آ چکی ہے۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہم نے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے حوالے سے بھی بیان کر دیا ہے۔ اس لئے مولانا بندیالوی اور ان کی پارٹی کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر آپ رضائے مولیٰ کے طالب ہیں تو رضائے مولا، حق کے اتباع میں ہے۔ جھوٹ اور بہتان سے تو رب تعالیٰ کی مدد اٹھ جاتی ہے۔ اس لئے اکابر علماء دیوبند قدس سرہم کے اتباع میں ''المہند علی المفند'' کے عقائد کو تسلیم کر لیں۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ تک علمائے حق پر اعتماد اور ان حضرات کا اتباع کر لیں، ورنہ اپنا راستہ حضرات اکابر سے جدا سمجھیں۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین

مولانا وحبیبنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔ آمین!

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

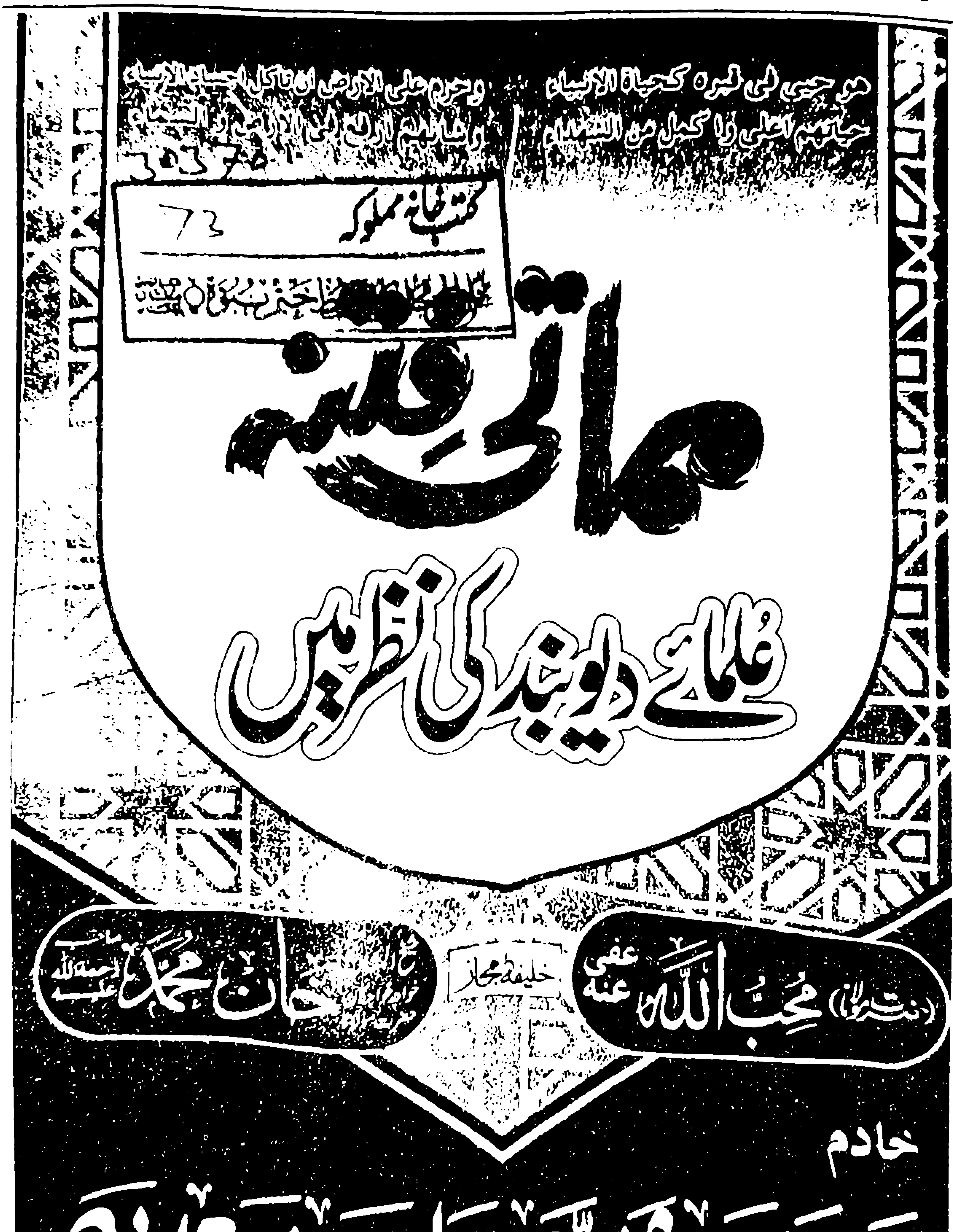
اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحدیث)

مماتی فتنہ

علمائے دیوبند کی نظر میں

مرتب:

حضرت مولانا محب اللہ لورالائی


هو حيي في قبره كحياة الانبياء وحرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء
حياتهم اعلى واكمل من الشهداء وشانهم ارفع في الارض والسماء
کتب خانہ مملوکہ 73
مماتی فتنہ
علمائے دیوبند کی نظر میں
(حضرت مولانا) محب اللہ عفی عنہ
خلیفہ مجاز
خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خادم
مدرسہ عربیہ سراجیہ سعدیہ
نزد کمشنری لورالائی بلوچستان (پاکستان)
فون: 0824-411082 موبائل: 0302-3807299 0333-3807299
WWW.MUHIBULLAH.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت مولانا محب اللہ صاحب مدظلہم لورالائی

آپ نامور عالم دین اور صوفی بزرگ رہنماء ہیں۔ قطب زمانہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ نے ''مماتی فتنہ علماء دیوبند کی نظر میں'' کے نام سے رسالہ لکھا۔ اس کے بعض صفحات پر قلمی تحریرات کا عکس تھا۔ ہم نے ویسے ہی رہنے دیا۔ اس مجموعہ میں اسے ملاحظہ فرمایئے۔ مؤلف کا پتہ مدرسہ سراجیہ سعدیہ نزد کمشنری لورالائی بلوچستان ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم تسلیمات و تحیات فقیر ابو الخلیل خان محمد عفی عنہ

محترم حاکم خان صاحب

مکرمی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرون اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک جمیع علماء کرام کا اجماعی طور پر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو عقیدہ ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں ۔ اور جسد عنصری کیساتھ عالم برزخ میں انکو حیات حاصل ہے ۔ اور حیات دنیوی کے مماثل ہے ۔ صرف یہ ہے ۔ کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں ۔ روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے ۔ وہ بلا واسطہ سنتے ہیں ۔ اور سلام کا جواب دیتے ہیں ۔ حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتنہ مماتی جو اپنے آپ کو مرکزی اشاعت توحید وسنت یا اشاعت توحید وسنت کہتا ہے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کا منکر ہے۔ (نعوذ باللہ) اور اسی طرح آپ ﷺ کے سماع کا بھی منکر ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ علمائے دیوبند کی نظر میں

۱...... جمیع علماء دیوبند (رحمہم اللہ) کا عقیدہ: ''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔'' (المہند علی المفند ص ۲۱)

۲...... حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ: ''آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔'' (ہدایۃ الشیعہ ص ۴۴)

۳...... حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ: ''رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام بالیقین قبر میں زندہ ہیں۔'' (ہدایۃ الشیعہ ص ۲۶۸)

۴...... محدث العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ: ''آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں، کا مطلب یہ نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام روح وبدن کے مجموعہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

۵...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ: ''حضور پاک ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کو اس عالم کا رزق دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ نماز پڑھتے ہیں جو کہ صرف لذت حاصل کرنے کے لئے ہے۔''
(نشر الطیب ماہنامہ الحسن کا حکیم الامت نمبر ص ۷۰۴ بابت ماہ دسمبر ۱۹۸۷ء)

۶...... حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ: اکابر علماء دیوبند وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہیں۔''
(نقش حیات ج ۱ ص ۱۲۲)

۷...... رئیس المفسرین مولانا حسین علی واں بھچراں رحمہ اللہ: ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں خود سنتا ہوں جس نے دور سے پڑھا مجھے پہنچایا جاتا ہے۔'' (تحریرات حدیث ص ۲۱۱)

۸...... شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ: ''علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ ﷺ کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور علامہ سیوطی نے بھی اس موضوع پر مستقل رسالہ تصنیف فرمایا۔''
(فضائل درود شریف ص ۳۲، ۳۳)

۹...... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ: ''اکابر دیوبند برزخ میں آپ ﷺ کی جسمانی حیات کے قائل ہیں، علماء دیوبند اس کے اقراری ہیں کہ آج بھی امت کے ایمان کا تحفظ گنبد خضراء کے منبع ایمانی سے ہو رہا ہے۔'' (ماہنامہ الرشید، دار العلوم دیوبند نمبر ۱۹۷۵ء)

۱۰...... حضرت امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ: ''میرا عقیدہ وہی ہے جو حضرات اکابر علماء دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ انبیاء علیہم السلام کا ابدان دنیاوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہلسنت والجماعت کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے۔'' (خدام الدین دسمبر ۱۹۶۰ء)

۱۱...... شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ: ''حضرت مولانا درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۶۲ھ میں فریضہ حج ادا کرنے کے بعد روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اشعار کہے وہ یہ ہیں۔

هو حيى فى قبره كحياة الانبياء　　وحرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء

حياتهم اعلى واكمل من الشهداء　　وشانهم ارفع فى الارض والسماء

(ترجمہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور زمین پر حرام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ اور اکمل ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان زمین اور آسمان میں بہت اونچی ہے۔''

۱۲...... شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ: ''میرا اور میرے اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں۔ یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے بھی قوی تر ہے۔ جو حضرات اس مسئلہ کے منکر ہیں میں ان کو اہل حق نہیں سمجھتا۔ نہ وہ علماء دیوبند کے مسلک پر ہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۹۰،۹۱)

بندہ ناچیز محب اللہ عفی عنہ کا شفقت کا مشورہ

مماتی حضرات سے التماس ہے کہ ہر چیز میں انصاف ضروری ہے۔ خصوصاً انبیاء علیہم السلام کے بارے میں۔ جو آدمی اپنی گدھی پر کچھ پرچون کا سامان لاد کر گھروں کے دروازوں پر فروخت کرتا ہے اس کے پاس کچھ سامان تو ہوتا ہے لیکن ہر چیز نہیں۔ دوسری طرف بازار میں بڑی بڑی دکانوں پر ہر چیز مل جاتی ہے۔ گدھی پر لاد کر گھر گھر فروخت کرنے والے اور بڑی بڑی دکانوں کا تقابل نہیں ہوسکتا۔ مماتی حضرات نے تھوڑا سا علم سیکھا ہوا ہے اور یہ اس کے حقیقی معنی سے بھی واقف نہیں۔ ایسے بڑے بڑے حضرات جن اوپر ذکر آیا ہے علم کے دریا ہیں اور ان سے موازنہ نہیں ہوسکتا۔ جیسے دیوبند کے حضرات کرام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین مدنی، مولانا حسین علی، مولانا محمد زکریا، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا عبداللہ درخواستی، مولانا یوسف لدھیانوی شہید، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد (رحمۃ اللہ علیہ) اب جو لوگ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کو جواب دے سکتے ہیں کہ ہم ان حضرات اور دوسرے بڑے حضرات سے علم اور تقویٰ میں بہتر تھے؟ منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مماتی حضرات روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ سکتے ہیں کہ میں ان حضرات سے علم وعمل میں بہتر تھا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو نہیں مانتا تھا؟ مماتی حضرات کو میں مشورہ دیتا ہوں کہ تم لوگ ایسی سنگین گستاخانہ بات سے سچی توبہ کرلو۔ کیونکہ اگر کوئی آدمی زندہ شخص کو کہے کہ تم مردہ ہو، نہ چل سکتے ہو، نہ سن سکتے ہو، نہ اٹھ سکتے ہو، نہ بول سکتے ہو، تو کیا وہ زندہ شخص اس آدمی سے ناراض نہ ہوگا کہ میں زندہ ہوں اور تم مجھے مردوں میں شمار کرتے ہو۔ جاؤ جب میں مردہ ہوں تو تمہارے ساتھ کوئی تعاون نہیں کروں گا۔

اسی طرح اگر رسول اللہ ﷺ آپ سے ناراض ہوگئے کہ میں زندہ تھا آپ نے مجھے مردوں میں شمار کیا تو تمہارا کیا حشر ہوگا۔ زندہ کو مردہ کہنا بری بات ہے اور زندہ کو زندہ کہنا اکرام ہے۔ اسی وجہ سے اللہ جل جلالہ نے شہداء کو مردہ کہنا حرام فرمایا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے شفاعت نے انکار کیا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ نے مجھے حیات کا اکرام دیا تھا، تم نے ممات کی بے احترامی سے موصوف کیا تو آپ کا کیا حشر ہوگا؟ یہ سب بڑے بڑے علماء کرام، اولیاء عظام ہیں، ان پر اعتماد کرو اور اپنی تھوڑی سی معلومات پر اعتماد مت کرو، آپ نے اگر بات نہ مانی تو نہ میرا نقصان ہے نہ انبیاء کرام علیہم السلام کا، نقصان صرف اور صرف تمہارا اپنا ہوگا۔ مماتی حضرات کے پاس دین کی تمام باتیں چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے نعوذ باللہ مردہ ہونے کی بات رہ گئی ہے اور لوگوں کو یہی سکھا رہے ہیں۔ کیا دوسری تمام دینی خدمات ختم ہوگئی ہیں؟ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطاء فرمائیں۔ آمین!

قرآن وسنت کی روشنی میں عقیدہ حیات النبی ﷺ

۱..... قرآن پاک میں شہداء کے بارہ میں حیات ثابت ہے اور تم بھی مانتے ہو تو انبیاء علیہم السلام کی حیات ضرور ثابت ہوتی ہے۔

۲..... حضرت سلیمان علیہ السلام کے عصا کو کیڑوں نے کھالیا سختی کے باوجود لیکن ان کے جسم کو نرمی کے باوجود بھی نہیں کھایا کیونکہ ان کے جسم اطہر میں حیات موجود تھی۔

۳..... سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں خرّ آیا ہے سقط نہیں آیا۔ خرّ زندہ کے گرنے کو جب کہ سقط بے جان کے گرنے کو کہا جاتا ہے۔ اس سے حیات النبی ﷺ ثابت ہوتی ہے۔

۴..... قرآن پاک میں ہے کہ: ''اور یہ لوگ جب آپ ﷺ کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے۔'' (انعام:۵۴)

یہ حکم قیامت تک کے لیے عام ہے، ماقبل الموت و مابعد الموت۔

۵..... قرآن پاک میں ہے کہ: ''اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور خدا سے بخشش مانگتے اور رسول خدا بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو خدا کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے۔'' (النساء:۶۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دفن کے تین روز بعد ایک بدوی نے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر اس آیت کریمہ سے مغفرت طلب کی روضہ اطہر سے صدا آئی: ''انہ قد غفر لک''

(تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۶۵، ۲۶۶)

۶..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ''حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں۔ اس حدیث کو روایت کیا ہے مسند بزار اور ابو یعلی نے۔ (مجمع زوائد ج ۸ ص ۲۱۱، مسند ابویعلی ج ۶ حدیث ۳۴۲۵، فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۷، الجامع صغیر ص ۱۲۴، بیہقی حیات الانبیاء ص ۳) وغیرہ وغیرہ!

۷..... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا تو وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔''

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۸، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۴۲) وغیرہ وغیرہ!

۸...... (مشکوۃ شریف ص ۱۵۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اپنے اس کمرہ میں جس میں کہ حضور ﷺ مدفون ہیں بلا حجاب داخل ہو جاتی تھی اور سمجھتی تھی کہ ایک تو میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے والد صاحب پس جب ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی تو اللہ کی قسم میں اس حجرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے بغیر پردہ کبھی نہ جاتی تھی۔ علامہ طیبی شارح مشکوۃ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک امر کی دلیل ہے کہ میت کا احترام بھی اسی طرح کیا جائے کہ جس طرح زندگی میں کیا جاتا ہے۔ (شرح طیبی ج ۳ ص ۴۱۸)

۹...... حضرت سعید المسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں واقعہ حرہ کے دنوں میں حضور ﷺ کی قبر شریف سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا رہا۔ یہاں تک کہ لوگ واپس آ گئے۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۴۸، زرقانی ج ۵ ص ۳۳۲، ۳۳۳)

۱۰...... ہر مسئلہ میں صریح آیت ضروری نہیں۔ اگر مماتی حضرات اس مسئلہ میں صریح آیت طلب کریں تو پھر انہیں گدھے کا گوشت کھانا چاہئے۔ کیونکہ اس کے نہ کھانے میں کوئی صریح آیت موجود نہیں ہے۔ اسی طرح بندر کا بھی یہی حکم ہوگا مماتی حضرات کے لئے۔

۱۱...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو بتایا کہ "مات" رسول اللہ ﷺ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا رسول اللہ ﷺ کو ظاہری موت بھی نہیں آئی ہے۔ بلکہ آپ ﷺ آرام کر رہے ہیں ابھی اٹھ جائیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ظاہری موت تو آئی ہے۔ آیت: "افان مات" سے بھی یہی مراد ہے۔ حقیقت میں رسول اللہ ﷺ اور شہداء سب زندہ ہیں۔ شہداء صریح آیت سے اور رسول اللہ ﷺ دلالۃ النص سے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی حیات کے بارے میں صریح آیت ہوتی تو مماتی حضرات کافر سمجھے جاتے۔ لہٰذا اس فتنہ کا ضال مضل (خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا) بدعتی، اہلسنت والجماعت سے خارج مانا جائے گا اور اس فتنہ کا علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور گمراہ کرنے کے خطرہ سے بچوں کو ان سے تعلیم دلوانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ الداعی الی الخیر، بندہ ناچیز محب اللہ عفی عنہ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ کی حیات کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا وہی حقیقت ہے

والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ ۱۲ شوال ۱۴۰۵

خانقاہ سراجیہ ۲۹ ۵ ۸۵ ...

8

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ (صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

وبعد مماتی فتنے کے متعلق جناب مولانا محب اللہ صاحب مدظلہ العالی نے جو رسالہ ترتیب دیا ہے اس میں حضرات علماء دیوبند کے موقف کو تفصیل کے ساتھ عمدہ طریقے سے پیش کیا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے لیکر آج تک تمام ہی علماء کا مسلک حیات النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا رہا ہے علماء دیوبند بھی اسی کے قائل ہیں جو شخص حیات کی بجائے ممات کا عقیدہ رکھتا ہے اس کا علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں۔

سلیم اللہ خان
۸ جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ
۲ جون ۲۰۰۹ء
جامعہ فاروقیہ کراچی

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ (مہتمم جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی)

باسمہ تعالی

میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی تحریر کی تصدیق اور تائید کرتا ہوں۔

عبدالرزاق اسکندر
۲۰/۶/۱۴۳۰
۱۴/۶/۲۰۰۹

شیخ الحدیث مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ (جامعہ اشرفیہ لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انبیاء علیہم السلام [illegible] دعویٰ [illegible] کا تعلق ہے کہ وہ دوبارہ زندہ کئے جاتے ہیں۔ اور قبروں میں [illegible] ہے، قبر میں وہ اب زندہ کیے جاتے ہیں اور وہ قبروں میں نماز پڑھتے ہیں [illegible] یہی علمائے دیوبند کا [illegible] اس کے منکر گمراہ ہیں [illegible] اور مماتیوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ [illegible] محب اللہ [illegible] کی تحریر کی تائید کرتا ہوں (جو یہاں تحریر ہے)

محمد سرور عفی عنہ

25 JUL 2009

مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ (جامعہ مدنیہ جدید لاہور)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] علیہم

[illegible] انبیاء علیہم السلام [illegible]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible]

[illegible] فرشتوں [illegible]

[illegible] اس [illegible] کشف [illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] نورانی [illegible]

[illegible]

10

[illegible]

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب مدظلہ (جامعہ حقانیہ ساہیوال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر نے حضرت مولانا محب اللہ صاحب مدظلہم کا مضمون مماتی فتنہ علمائے دیوبند کی نظر میں
مطالعہ کیا ہے ماشاء اللہ تائید فرمائی اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ
تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اپنی قبور مطہرہ
میں اسی جسد عنصری کے ساتھ حیات حاصل ہے اور اپنی ارواح طیبہ کا

11

[illegible] ... الصلاۃ ... [illegible]

[illegible] ... تفصیل ... [illegible]

[illegible] ... حیات ... [illegible]

[illegible]

دورِ حاضر کے اکابر دیوبند کا مسلک اور ان کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے۔ اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔

صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں۔ لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضۂ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں۔ اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد نانوتوی کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر آب حیات کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ارشد خلفاء میں سے ہیں ان کا رسالہ المہند علی المفند بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لیے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف جو بات کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

(۱) مولانا محمد یوسف بنوری عفی عنہ، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی ۵
(۲) مولانا عبدالحق عفی عنہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
(۳) مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ، سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور
(۴) مولانا ظفر احمد عثمانی عفی عنہ، شیخ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار
(۵) مولانا شمس الحق عفا اللہ عنہ، صدر وفاق مدارس عربیہ پاکستان
(۶) مولانا محمد ادریس کان اللہ لہ، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
(۷) مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور (۸) مولانا رسول خان عفی عنہ جامعہ اشرفیہ لاہور (۹) مولانا مفتی محمد شفیع عفی عنہ مفتی اعظم پاکستان
(۱۰) مولانا احمد علی عفی عنہ۔ امیر انجمن خدام الدین لاہور — تلک عشرۃ کاملۃ

(تسکین الصدور صفحہ 37 از حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس پمفلٹ کو خدمت دین کیلئے خود چھپوا کر مفت تقسیم کر سکتے ہیں

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پہنچتا ہے

تالیف:

ابو المظفر مولانا ظفر احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مع

آپ پر درود وسلام پہنچتا ہے

تالیف

حسب ارشاد حضرت اقدس پیر طریقت مولانا ابو سعید جمیل احمد صاحب دہلوی مدظلہم

ابو المظفر ظفر احمد قادری

مکتبہ قادریہ
واہگہ ضلع لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفِ چند)

ابو المظفر مولانا ظفر احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ واہگہ ضلع لاہور کے رہائشی تھے۔ درویش صفت عالم دین تھے۔ مولانا مفتی جمیل احمد رائیونڈ والوں کے مرید تھے۔ ان کے حکم پر آپ نے رسالہ ''مسئلہ حیات النبی ﷺ مع آپ پر درود وسلام پہنچتا ہے'' تحریر فرمایا جس میں قابل قدر مختصر مگر جامع مواد جمع کر دیا۔ اس مجموعہ میں ہم اس رسالہ کو بھی شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ حامداً و مصلیا و مسلما۔ اما بعد!

امت مسلمہ تو پہلے ہی طرح طرح کے فتنوں سے دوچار ہے کہ اب پھر ایک دفن شدہ فتنہ کو زندہ کیا جا رہا ہے۔ چند نام نہاد مولوی اکابر علماء دیوبند کو بدنام کرنے کے لئے مسئلہ حیات النبی ﷺ سے منحرف ہو کر تقریریں کرتے ہیں اور پوری امت کے اجتماعی عقیدہ سے علیحدہ ہو کر طرح طرح کی گستاخیاں کر رہے ہیں۔ کہیں حضور اقدس ﷺ کی قبر کی حیات ماننے پر جو مسلمانوں کی طرح عقیدہ والے تھے۔ بوڑھے والدین کا کلمہ اور نکاح اب دہراتے ہیں۔ جیسا کہ ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوا۔ کہیں طرح طرح کی ناقابل برداشت باتیں سرکار دوعالم ﷺ کے بارے میں کرتے ہیں۔ ہم پرزور الفاظ میں ایسے بددینوں کی مذمت کرتے ہیں اور امت مسلمہ کو ان کی گمراہی سے بچانے کے لئے اپیل کرتے ہیں کہ یہ رسالہ پڑھیں اور اپنے اکابر رحمہم اللہ کے عقائد کے مطابق اپنے عقیدہ کو درست کریں۔ اس رسالہ کے دو سبب ہیں۔

ایک سبب یہ ہوا کہ حضرت علامۃ العصر سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا جب مرزائیت کے بارے میں عدالت میں بیان دے رہے تھے۔ فرمایا اس عاجز نے ڈابھیل کا یہ سفر ملتوی کیا اور بہاول پور آیا ہوں۔ یہ خیال کیا کہ ہمارے نامہ اعمال تو سیاہ ہے۔ یہی شاید بات میری نجات کا باعث بن جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا جانبدار ہو کر بہاول پور آیا تھا۔ (حیات انور ص ۳۲۹)

دوسرا سبب یہ کہ میرے پیر و مرشد ابو سعید حضرت مولانا جمیل احمد دہلوی مدظلہم (رائے ونڈ والے) نے ایک فتویٰ ملتان والے مفتیان کرام کا دیا اور تاکید فرمائی کہ یہ رسالہ ضرور لکھیں۔ اس لئے جلدی میں یہ چند سطور پیش خدمت ہیں۔ ان گمراہ لوگوں نے ایک تحریر کو غلط رنگ دے کر لوگوں کو یہ باور کرایا کہ حضرت مولانا محمد شریف (کشمیری) شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان والوں کا بھی یہ عقیدہ ہے۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے علماء نے حضرت سے رجوع کیا تو حضرت مولانا نے یہ فتویٰ لکھا اور علماء کرام اور مفتی حضرات خیر المدارس ملتان اور مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان والوں کے دستخطوں سے شائع کرنے کا حکم فرمایا، تحریر تھی ''جو فتوے علماء ڈیرہ اسماعیل خان والوں نے شائع کیا وہ میری تحریر ہے اور میں اب بھی اس کا قائل ہوں کہ روضہ اطہر مبارک پر جو درود وسلام پڑھا جائے تو آپ سرکار ﷺ خود سنتے ہیں بلکہ جمیع اہل سنت والجماعت اس کے قائل ہیں اور تمام اکابر دیوبند کا یہی عقیدہ ہے۔ جو شخص اس عقیدے کو عقائد شرکیہ بدعیہ میں شمار کرتا ہے۔ وہ بالکل جاہل اور پرلے درجے کا احمق اور ملحد (بددین) ہے۔ وہ شرک سے قطعاً ناآشنا ہے۔ مسلمانوں کو ایسے شخص سے دور رہنا چاہئے۔ اب میں علیٰ وجہ البصیرت اور بتائید مفتیان خیر المدارس اور قاسم العلوم ملتان مذکورہ بالا عقیدہ کی اشاعت کی اجازت دیتا ہوں۔ اگر کوئی اس کے خلاف بات میری طرف منسوب کرے وہ بالکل غلط ہے۔'' (محمد شریف کشمیری)

''اکابر علماء دیو بند رحمہم اللہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ یہی عقیدہ ہے کہ روضہ پاک پر صلوٰۃ وسلام حضور اقدس ﷺ خود سنتے ہیں (اور جواب دیتے ہیں) اور دور سے فرشتے پہنچاتے ہیں۔ الجواب الصحیح (مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ)، (یہ جواب صحیح ہے: محمد صدیق)، (الجواب الصحیح: مفتی محمد انور شاہ قاسم العلوم ملتان)، (مفتی عبدالستار خان)، (مفتی محمد اسحاق)''

اسی مسئلہ پر مولانا اللہ یار خان صاحب تحریر فرماتے ہیں ''اس نومولود گروہ نے اپنے باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے احادیث رسول ﷺ کا مذاق اڑایا ہے۔ احادیث کی تکذیب کی ہے۔ حدیثوں کے صریح مدلولات سے غلط تاویلات سے کام لیا ہے اور یہ کوشش کی ہے کہ حدیث پر سے ائمہ حدیث مفسرین، محدثین اور فقہاء کرام، متکلمین اور سب سلف صالحین رحمہم اللہ پر سے امت کا اعتماد اٹھ جائے۔ ان کا یہ ماحصل ہے۔ بس ہماری سنو، ہماری مانو اور تاریخ شاہد ہے کہ ہر باطل فرقہ نے ہمیشہ اسی کامیاب ہتھیار سے سلف صالحین کی سیرت اور صداقت وامانت پر حملہ کر کے اسے مجروح کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ گمراہ ہوئے، دوسروں کو گمراہ کیا۔'' (حیات انبیاء ص ۴۱)

میرے بھائیو! اس رسالہ میں تمام علماء کرام کی تحریر جمع کر کے یہ دعوت دی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ تمام اولیاء امت اور علماء امت کی طرح عقیدہ درست رکھ کر کامیاب ہو جاؤ۔ حضرت علماء کرام سے یہ درخواست ہے کہ جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ خود تفصیل ملاحظہ فرمالیں اور تسامح سے درگزر فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے اور صحیح عقائد پر قائم رکھے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین!

بندہ ابو المظفر ظفر احمد قادری واہگہ ضلع لاہور

۲۸ ؍رجب المرجب ۱۴۰۱ھ، ۲؍جون ۱۹۸۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّه ما تولّی ونصله جهنم وساءت مصیرا“ اور جو کوئی رسول ﷺ کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس کے واسطے ہدایت ظاہر ہوئی اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ پر ہولیا۔ ہم اسے ادھر ہی متوجہ کریں گے جدھر متوجہ ہوا اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور بہت بری جگہ پہنچا۔ (نساء:۱۱۵)

چند احادیث مبارکہ

۱...... حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو یا یہ فرمایا کہ امت محمدیہ کو گمراہ پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ ہے وہ جنتیوں کی جماعت سے الگ کر کے تنہا دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ (ترمذی)

۲...... حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے بڑی جماعت کی پیروی کرو اس لئے کہ جو جماعت سے الگ ہوا وہ تنہا آگ میں ڈالا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

۳...... حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر بھی جدا ہوا۔ اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اتار دیا۔ (احمد)

اب ان ارشادات پر غور کر کے فیصلہ کرنا چاہئے کہ یہ ٹولہ اجماع امت کے اور جمہور کے خلاف حیات النبی ﷺ کی بحث چھیڑ کر کدھر جا رہے ہیں۔

اجماع امت حجت ہے

مذکورہ بالا ترجمہ جو آیت سورۃ النساء والی کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ”اس آیت میں دو چیزوں کا جرم عظیم اور دخول جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا ہے۔

۱...... مخالفت رسول اعظم ﷺ اور یہ ظاہر ہے کہ مخالفت رسول پاک ﷺ کفر ہے اور وبال عظیم ہے۔

۲...... جس کام پر سب مسلمان متفق ہوں اس کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرنا، اس سے معلوم ہوا کہ اجماع امت حجت ہے۔ یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح امت کا اتفاق جس چیز پر ہو جائے۔ اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس کی مخالفت کرنا گناہ عظیم ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ید الله علی الجماعة من شذ شذ فی النار“ یعنی جماعت کے سر پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ جو شخص جماعت مسلمین سے علیحدہ ہو گا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔“ (معارف)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

"کسی شخص نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اجماع امت کے حجت ہونے کی دلیل قرآن مجید میں ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن سے دلیل حاصل کرنے کے لئے تین دن رات تک مسلسل قرآن پاک کی تلاوت کی، یعنی ہر روز میں تین مرتبہ دن میں اور تین مرتبہ رات میں پورا قرآن ختم فرماتے تھے۔ بالآخر یہی مذکورہ بالا آیت سورۃ النساء والی ذہن میں آئی اور پھر اس کو علماء کرام کے سامنے بیان کیا تو سب نے اقرار کیا کہ یہ اجماع کی حجت کے لئے کافی دلیل ہے۔" (معارف القرآن ج ۲ ص ۵۴۷)

نوٹ: اگر کچھ غیرت ہو اور حضور اکرم ﷺ کا اکرام واحترام ہو تو پھر یہ بدبخت ٹولہ جمہور علماء کو زنبور نہ کہتا اور اپنے بوڑھے والدین کو حیات النبی ﷺ کا عقیدہ رکھنے پر کافر نہ بتاتا۔ پر ان کا بڑھاپے میں کلمہ پڑھا کر نکاح نہ دہراتا۔ جیسے کہ ڈیرہ اسماعیل خان کے اس گمراہ ٹولے کے رکن نے یہ کیا ہے اور یہ نام نہاد ٹولہ اپنے آپ کو علماء دیوبند سے منسوب کرتا ہے۔ خوب یاد رکھو یہ گمراہ ہیں۔ علماء دیوبند کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ تفسیر عثمانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اسی مذکورہ بالا آیت کے تحت اکابر علماء نے اسی آیت سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اجماع امت کا منکر جہنمی ہے۔ یعنی اجماع امت کو ماننا فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے مسلمانوں کی جماعت سے جدا راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا۔" (تفسیر عثمانی ص ۱۲۵)

اب اپنے اکابر علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں تحریر کرتا ہوں جس پر اکابر علماء دیوبند جن کی تعداد ۲۴ ہے اور علماء مکہ مکرمہ، مدینہ عالیہ زاداللہ شرفاً وتعظیماً کے ۱۶ علماء ومفتی حضرات اور حلب شام، دمشق کے دس علماء کرام نے دستخط فرمائے ہیں۔ اس طرح یہ مسئلہ پوری امت کا اجتماعی عقیدہ ہے جو اس کے خلاف ہیں وہ گمراہ ہیں۔

عقیدہ در بارہ حیات النبی ﷺ

یہ سوال علماء نے کیا اور اس کا جواب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے لکھا تھا۔

سوال: کیا فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ ﷺ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرف برزخی حیات ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات مبارک دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء

کے ساتھ۔ یہ حیات برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "انباہ الاذکیا بحیات الانبیاء" میں تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انبیاء کرام اور شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی کہ دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ حیات دنیوی جیسی ہے۔" (عقائد علمائے دیوبند ص ۷)

ایک ضروری وضاحت

۱۹۶۲ء کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے ان دنوں مسئلہ حیات النبی ﷺ بڑے شور زور سے بیان ہو رہا تھا، علماء دو فریقوں میں بٹے ہوئے تھے۔ حضرت قاری صاحب کو سب علماء کرام نے ثالث مقرر کیا اور حضرت قاری صاحب نے مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان والوں سے صلاح مشورہ کر کے علماء کو دعوت دی اور پھر ایک وفد نے ایک کراچی، لاہور، ملتان، جہلم اور راولپنڈی میں ملاقاتیں کر کے فیصلہ کیا جو اتفاق رائے سے طے ہو گیا۔ فیصلہ حضرت قاری صاحب نے لکھا جس پر مندرجہ ذیل علماء کرام نے دستخط کئے۔ مولانا غلام اللہ خان مرحوم، مولانا قاضی نور محمد صاحب قلعہ دیدار سنگھ، قاری محمد طیب صاحب دیوبند، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ۔ مندرجہ بالا دستخط شدہ فیصلہ کے دو اقتباس پیش خدمت ہیں۔ پوری تفصیل آپ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۲۶ر جون ۱۹۶۲ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت قاری صاحب نے تحریر فرمایا: "برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور و معروف ہے اور جمہور علماء کرام کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل کے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام، وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا تعلق ویسا ہی قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہوتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔ یہ عقیدہ علماء دیوبند نے کتاب وسنت سے وراثتاً پایا ہے اور اس بارے میں سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے۔ حتیٰ کہ جب بریلوی حلقوں نے یہ الزام لگایا اور علماء حرمین شریفین نے جواب مانگا تو اوپر والا فتویٰ مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھ کر بھیجا۔ جس پر سب علماء نے دستخط کئے۔ جو پہلے درج کیا ہے۔"

دوسرا اقتباس یہ ہے جس پر سب علماء نے دستخط فرمائے۔ تحریر یہ تھی: "وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں یہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے آپ ﷺ روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔" (حوالہ بالا)

ایک مضمون جو دارالعلوم میں طبع ہوا، تحریر فرماتے ہیں: حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور تمام اکابر دیو بند کا مسلک اس بارے میں صاف رہا ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ عالم برزخ میں حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ ناکارہ خادم اکابر رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی اکابر مرحومین کے مسلک کا پابند ہے اور من و عن متبع ہے۔ والسلام!

(ماہنامہ دارالعلوم دیو بند ۱۹۶۱ء)

ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر فرماتے ہیں کہ جب ان سے سوال کیا گیا "تمام انبیاء کرام کی حیات پر تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے جیسا کہ متواتر حدیث سے ثابت ہے۔" (الفتویٰ الکبریٰ)

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: "ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں حیات ہیں آپ ﷺ کو رزق ملتا ہے۔ آپ ﷺ کے وجود اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی اور اس پر اجماع امت ہے۔" (القول البدیع ص ۱۶۷)

"قبر شریف میں حضور انور ﷺ اور دیگر پیغمبر علیہم السلام کی زندگی علم قطعی سے معلوم ہے۔" (زرقانی ج ۵ ص ۳۳۴)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ

"قابل اعتماد اور معتمد علیہ عقیدہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں، جیسے دوسرے انبیاء کرام بھی زندہ ہیں۔" (نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۳۹)

مولانا عبدالحلیم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

"فرماتے ہیں حیات انبیاء کرام کا عقیدہ اجماعی ہے جمہور علماء کرام کا عقیدہ ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام (اپنی قبر میں) زندہ ہیں کسی ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں۔"

(انوار المحمود شرح ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱۰)

حضرات اصحاب رضی اللہ عنہم کا عقیدہ بھی یہی تھا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آواز اونچی کرنا جائز نہیں، نہ زندگی میں نہ بعد وفات۔ (وفاء الوفا ج ۲ ص ۵۵۹)

مسجد نبوی ﷺ کے قرب وجوار میں جب کوئی دیوار میں کیل ٹھونکتا تو سیدہ طاہرہ صدیقہ ام المومنین پیغام بھیجتی کہ (اس ٹھک ٹھک) سے حضور اکرم ﷺ کو ایذا نہ دو۔ (حوالہ بالا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اونچا آواز کرنے سے روکتے تھے۔ (حوالہ بالا) حضرت مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "اہل سنت والجماعت کے تمام سلف سے خلف تک کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور مشغول عبادت ہیں۔" (رسالہ حیات نبوی ص ۲۲)

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر فرماتے ہیں کہ: ”نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سطح پر زمین پر ہوں یا زمین کے پردوں کے نیچے ہوں۔ جیسا اس دنیوی زندگی میں حضور اکرم ﷺ کے گھر میں موجود ہونے اور سفر پر گھر سے باہر ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔“

(بذل المجہود شرح ابوداؤد ص ۱ تا ۱۷)

شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر فرماتے ہیں کہ ”ہمارے علماء کرام اہلسنت کا فیصلہ ہے کہ شروع سے آخر تک لوگوں کا (کہ ہماری طرح) حضور اکرم ﷺ کا جنازہ نہ پڑھنے اور اس کے عدم مشروعیت کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور زندہ کا جنازہ نہیں پڑھا جاتا۔“ (فتح الملہم ج ۱ ص ۴۹۸)

اگر آپ زیادہ تفصیل دیکھنا چاہتے ہیں تو مولانا اللہ یار خان صاحب کی کتاب حیات انبیاء اور حیات النبی ﷺ کا مطالعہ فرمائیں۔

حیات انبیاء علیہم السلام کا ثبوت نبی کریم ﷺ کی زبانی

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”جمعہ کے دن مجھ پر درود بھیجا کرو، تمہارا مجھ تک پہنچتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ حضور انور ﷺ آپ ﷺ کے انتقال کے بعد بھی (درود بھیجیں) آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ جل شانہ نے یہ بات زمین پر حرام کردی ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بدنوں کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔“ (ابوداؤد، بذل المجہود ص ۱۶۰، فضائل درود ص ۴۱)

محدث طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جو شخص میری ذات پر درود بھیجتا ہے وہ مجھے پہنچتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کی وفات شریفہ کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں بعد وفات بھی۔ کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردی ہے کہ انبیاء کرام ﷺ کے بدنوں کو کھائے۔ (عون المعبود شرح ابوداؤد ج ۱ ص ۴۰۵)

صاحب روح المعانی

تحریر فرماتے ہیں ”انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر کی زندگی پر دنیوی زندگی کے سارے تو نہیں مگر بعض احکام مرتب ہوتے ہیں۔ جیسے آذان و اقامت، سلام کا جواب دینا، نماز پڑھنا وغیرہ (مگر کھانا پینا، بول و براز وغیرہ مرتب نہیں ہوتے) اور ان کی آذان نماز وغیرہ کو ہر آدمی محسوس نہیں کرسکتا۔ بالفرض اگر کسی نبی کی قبر کھودی جائے تو ان کے

جسم بوسیدہ نہیں ہوں گے۔ اکثر اوقات اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں پر حالت منکشف فرما دیتے ہیں۔ یہ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ ان کو نماز پڑھتا دیکھ لیتے ہیں، سلام کا جواب سن لیتے ہیں۔ یہ احادیث صحیح سند سے بیان ہوتی ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔" (روح المعانی ص ۲۲ تا ۳۸)

سلام کا جواب ملنا

جہاں تک مجھے یاد رہے یہ بزرگ ہیں جن کو سلام کا جواب ملا اور سنا گیا۔

"۵۵۵ھ میں امام احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ یمن سے حاضر ہوئے اور والہانہ انداز میں سلام عرض کیا اور مصافحہ کے لئے دست مبارک نکالنے کی فرمائش کی تو اونچی آواز سے سلام کا جواب ملا۔ سب نے سنا اور قبر مبارک شق ہوئی، دست مبارک سورج سے زیادہ روشن باہر نکلا۔ انہوں نے چوما۔ اس وقت مسجد نبوی میں نوے ہزار کا مجمع تھا۔ جس میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔" (الحاوی سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، بنیان المشید ص ۸، فضائل حج ص ۱۳۸)

اسی طرح حضرت ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوا قبر اطہر پر سلام عرض کیا تو حجرہ مبارک کے اندر سے آواز آئی۔ وعلیک السلام (اور ہم نے سب نے سنی) (فضائل درود شریف)

اسی طرح حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ العزیز مدینہ عالیہ کی حاضری پر آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا تو آواز آئی میرے بیٹے وعلیکم السلام سب لوگوں نے سنا خوب چرچا ہوا۔ (سلاسل طیبہ ص ۷۷)

آپ ﷺ کا قبر میں نماز پڑھنا

حرہ کی مشہور لڑائی ۶۳ھ میں جب یزید کے لشکروں نے مدینہ شریف پر چڑھائی کی تو لوگ جنگ کے خطرے سے گھروں میں چھپ گئے۔ مدینہ میں خوف وہراس پھیل گیا۔ مسجد نبوی میں فوجیوں کے گھوڑے کودتے پھرتے تھے۔ اس جنگ میں سترہ سو اونچے درجے کے صحابی رضی اللہ عنہ مہاجر و انصار شہید ہوئے۔ دس ہزار سے زیادہ اور مسلمان شہید ہوئے۔ ان دنوں حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ تن تنہا مسجد نبوی میں پڑے رہے۔ یہ بڑے درجے کے بزرگ ہیں۔ پچاس برس تک ان کی کوئی نماز باجماعت فوت نہیں ہوئی۔ ۴۰ سال تک آپ اذان سے پہلے مسجد میں ہوتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ہر نماز کے وقت جناب رسول پاک ﷺ کے روضہ اطہر سے اذان اور اقامت سن کر اپنی نماز ادا کرتا تھا۔ (فضائل حج ص ۱۴۰)

حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسد مبارک کا صحیح سالم رہنا

<u>پہلا واقعہ</u>: حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف انبیاء کرام کے جسم سالم رکھے ہیں لیکن جو آدمی ذکر اللہ کے ساتھ بہت زیادہ پیروی کرے (جسے اتباع سنت کہا جاتا ہے) تو اسے بھی انبیاء کرام کے طفیل یہ کرامت مل جاتی ہے۔ جیسے احد کے شہداء کرام کے جسم صحیح سالم نکلے۔ بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میرے والد رضی اللہ عنہ ایک دوسرے بزرگ کے ساتھ دفن تھے۔ میرا ارادہ ہوا کہ ان کو الگ دفن کروں، چھ ماہ بعد جو قبر کھولی تو آپ اسی طرح سلامت تھے، صرف چند بال جوان کی داڑھی میں تھے زمین سے متصل ہونے کی وجہ سے متاثر ہوئے تھے۔ ایک روایت میں صرف کچھ ایک کان کا حصہ آیا ہے۔ (بخاری شریف ج ا ص ۱۸۰)

دوسرا واقعہ: یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر کھدوائی۔ مدینہ والوں کے لئے کچھ حضرات شہداء احد والوں کو وہاں سے ہٹایا گیا تو ان کے ہاتھ، پاؤں، بدن بالکل نرم تھے اور مڑ جاتے تھے۔ یہ واقعہ ان کے چالیس سال بعد کا ہے، ایک پھاؤڑا ذرا سا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک پر لگا تو وہاں سے خون بہنے لگا۔

(شرح موطا اوجز المسالک ص ۱۱۰، بیہقی بحوالہ ابن سعد رضی اللہ عنہ اور ابونعیم)

تیسرا واقعہ: موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبریں پانی کے سیل یعنی رو سے کھل گئیں۔ دیکھا کہ وہ اس طرح تھے جیسے کل ہی دفن کئے گئے ہوں۔ ان میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب زخمی ہوئے تو انہوں نے زخم پر ہاتھ رکھ لیا تھا اسی طرح تھا دفن کئے گئے۔ اب ۴۶ سال بعد جب قبر کھلی تو ہاتھ اسی طرح جب الگ کیا گیا تو تازہ خون بہنے لگا اور ہاتھ خود بخود اسی جگہ پر چلا گیا۔ (موطا امام مالک ۱۷۷، شرح موطا ص ۱۰۹)

چوتھا واقعہ: حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی ایسا ہے کہ دجلہ کے کنارے مدفون ہیں اور دریا زمین کو کاٹتا ہوا ان مبارک مزارات کے قریب جڑوں تک پہنچ گیا اور خیال ہوا کہ چند دنوں بعد دریا برد نہ ہو جائے۔ اس واسطے حکومت عراق نے یہ سوچا کہ یہاں سے نکال کر حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں دفن کر دیئے جائیں۔ اس واقعہ کے عینی گواہ سید لطافت حسین صاحب ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''مجھے یہ خبر ذرا دیر سے ملی۔ میں بھی ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنازے میں شرکت کے لئے حاضر ہوا۔ الحمد للہ ان مبارک حضرات کے جنازہ پڑھنے اور کندھا دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس وقت آٹھ دس ہزار کا مجمع تھا۔''

یہ واقعہ صدق رسالہ جو لکھنو کا مشہور رسالہ ہے میں چھپا ہے یہ واقعہ ۱۹۴۴ء ۱۱ر دسمبر کا ہے۔ دیکھا کہ وہ دونوں بزرگ بالکل صحیح سالم ہیں۔ (خدام الدین لاہور جہاد نمبر ص ۷، ۱۹ر نومبر ۱۹۶۵ء)

یہی واقعہ مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ تعلیم القرآن بابت ماہ اگست ۱۹۶۴ء میں بڑی تفصیل سے شائع کیا ہے اور یہ واقعہ اب (حیات الانبیاء ص ۲۲) سے نقل کیا ہے۔

تاریخ طباعت پہلی مرتبہ ۱۴۰۱ھ　　دوسری مرتبہ ۱۴۰۳ھ

اب آخر میں اللہ کریم سے دعا ہے کہ اس حقیر کی یہ معمولی کوشش قبول فرمائے اور ہم سب کو سچی محبت اطاعت اور اتباع رسول اکرم ﷺ سے نوازے اور ہم کو ہر قسم کی بدعات سے محفوظ رکھے۔ آمین!

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

تسکین الاتقیاء

فی

حیاۃ الانبیاء علیہم السلام

مرتبہ:

حضرت مولانا محمد مکی صاحب یاکیوالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون

تسکین الاتقیاء فی حیاۃ الانبیاء علیہم السلام

مرتبہ

محمد مکی عفی عنہ

شائع کردہ

جامعہ امدادیہ حبیب المدارس

حبیب آباد، یاکیوالی، علی پور ضلع مظفر گڑھ

☎ 06511-942223

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا پروفیسر محمد مکی یاکیوالی

جامعہ امدادیہ حبیب المدارس یاکیوالی تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ کے مسئول اور شیخ الحدیث حضرت مولانا پروفیسر محمد مکی مدظلہم نے رسالہ ''تسکین الاتقیاء فی حیات الانبیاء علیہم السلام'' مرتب فرمایا۔ ستمبر ۲۰۰۱ء میں اس کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا جسے ہم نے اس مجموعہ کا حصہ بنایا ہے۔

اسی رسالہ میں حیات الانبیاء علیہم السلام کی حیات مبارکہ وسماع فی القبر کے مسئلہ کو قرآن کریم، احادیث صحیحہ وحضرات مفسرین ومحدثین وائمہ مجتہدین وسلف صالحین وجمہور امت کی واضح عبارات سے مبرہن کیا گیا ہے۔ نیز علماء متقدمین ومتاخرین کی تحقیق عمیق سے اس اجماعی مسئلہ کو غیر متنازع فیہ اور متفق علیہ ثابت کر کے ان افتراء پردازوں کا مسکت ودندان شکن جواب دیا گیا ہے جو اس مسلک صحیحہ وجمہور امت کو خوارج ومعتزلہ اور روافض کے اشارے پر مختلف فیہ بنانے کی ناکام کوششوں میں دن رات منہمک ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

برادران اسلام! دور نبوی ﷺ سے لے کر آج تک یہودیت وعیسائیت، مذہب اسلام کو صفحہ ہستی سے نیست ونابود کرنے کے عزم کی تکمیل میں مختلف حربے استعمال کررہی ہیں۔ چنانچہ ان کا مذموم ترین حربہ مذہب اسلام کی ان بنیادوں کو شکوک وشبہات اور عدم اعتماد سے کھوکھلا کرنا ہے جن پر عمارت دین استوار ہے۔

بنابریں! انہوں نے اس عزم خبیث کو پروان چڑھانے میں کبھی تو شرک وبدعات ورسومات قبیحہ کے وہ بدتمیز طوفان کھڑے کئے کہ مشرکین مکہ کا شرک والحاد بھی شرم سے منہ چھپائے رہ گیا اور کبھی حقانیت قرآن اس کے بھینٹ چڑھی، کبھی عصمت نبوت وختم نبوت کی رداء مطہرہ کو تار تار کیا اور کبھی یہ فتنہ انکار حدیث کے روپ میں سامنے آیا، کبھی معیار حقانیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکذیب کا ذمہ لئے ہوئے کھڑا ہوا اور کبھی سلف صالحین رحمہم اللہ اور اجماع امت کے خلاف سازشوں کے جال بچھائے۔ غرضیکہ جن جن ستونوں پر عمارت دین محمدی ﷺ کی مدار ہے انہی انہی ستونوں میں اس دجل وفریب وخبث باطنی کے ساتھ رخنہ اندازی شروع کی کہ دنیائے انسانیت انگشت بدنداں ہے۔

چنانچہ دور حاضر میں دیگر فتن کے علاوہ ایک خبیث ترین فتنہ عصمت نبوت، مقام نبوت، خصائص نبوت اور حیات نبوت پر دست درازیوں کا ہے جس میں بڑھ چڑھ کا حصہ ان یہودیت نواز ملاؤں نے لیا جو خود کو اہل قرآن سے تعبیر کرتے ہیں اور آیات قرآنیہ کی توضیح وتشریح میں مفسرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین وسلف صالحین رحمہم اللہ اور اجماع امت سے انحراف کرتے ہوئے عقلی وتخمینی ڈھکوسلوں سے کرنے میں قوت صرف کررہے ہیں اور عام الناس کو دام تزویر میں پھنسانے اور ان کے منہ میں مٹی ڈالنے کے لئے قرآن قرآن کا نعرہ لگا کر حدیث رسول اللہ ﷺ کی (معاذ اللہ) وہ تحقیر وتذلیل اور تکذیب وتکفیر کی جارہی ہے کہ جس کی ؟ زمنہ سابقہ میں تمثیل ملنی ناممکن ہے۔

بنابریں! آج غسل ووضو تک کے فرائض وسنن سے عدم واقفیت رکھنے والے جہلاء احادیث نبویہ ﷺ کی تنکیر وتردید میں لمحہ بھر بھی تامل نہیں کرتے اور یہودیت نواز رافضیت کے پروردہ ملاؤں کی رنگینی گفتار میں سلف صالحین واکابرین امت رحمہم اللہ (جن کی زندگیاں قرآن وسنت کی عدیم المثال خدمات میں صرف ہوئیں) کو مشرک وکافر تک کہنے میں دریغ نہیں کرتے۔

برادران اسلام! چنانچہ حیات النبی ﷺ فی القبر کا انکار بھی انہی یہودی ومعتزلی سازشوں کا شاخسانہ ہے جو کہ ۴۴۵ھ میں اعتزال ورافضیت کے علمبردار ابن کرامی نے وفات النبی ﷺ اور جسد جمادی کی تمہید سے انتفائے نبوت کا عقیدہ اختیار کیا۔ اس کا یہ اعتقاد تھا کہ حضور اکرم ﷺ کا جسد اطہر روضہ اقدس میں محض بے حس وبے شعور وبے جان ہے۔ (معاذ اللہ) اس نے اس نظریہ خبیثہ کو انعزال نبوت (یعنی آپ ﷺ وفات شریفہ کے بعد مردہ اور بے جان ہیں۔ (معاذ اللہ) بنابریں آپ ﷺ اب حقیقتاً رسول نہیں رہے) کے لئے ایک سیڑھی بنایا۔

چنانچہ اس ملحدانہ وزندیقانہ نظریہ کے ابطال کی طرف اہل حق متوجہ ہوئے۔ جن میں سے اس وقت کے امام حدیث علامہ احمد بن الحسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۵۸ھ) اور امام ابوالقاسم عبدالکریم القشیری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کرام رحمہم اللہ نے نہایت ثابت قدمی سے اس کا مقابلہ کیا اور اس نظریہ خبیثہ کی جڑ اکھیڑ کر رکھ دی اور واضح فرمایا کہ قرآن وسنت کا صحیح استدلال کیا ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف عجیب ''حیات الانبیاء علیہم السلام'' اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

آج بھی یہودیت ورافضیت کے اشارہ پر ان کے پروردہ اس نظریہ کو پھیلانے میں اور امت اسلامیہ کو ایک عمیق سازش کے تحت تباہ وبرباد کرنے میں مگن ہیں اور محبوب دوعالم صاحب حیات فی القبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں وہ زبان درازیاں شروع کررکھی ہیں (معاذ اللہ) کہ زبان قلم میں سکت بیان نہیں۔ علاوہ ازیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وجمہور محدثین ومفسرین واکابرین امت رحمہم اللہ اسلامیہ کے بارے میں زبانی اور تحریری طور پر وہ یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی کی جارہی ہے کہ الامان والحفیظ!

بنابریں! اس طائفہ رذیلہ کے چند نظریات باطلہ وزبان درازیوں کو انہیں کی عبارات سے مترشح کیا جاتا ہے اور مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ان کی چند مذموم حرکات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

چنانچہ کبھی سادات حضرات انبیاء علیہم السلام کو ادائیگی فریضہ رسالت میں (معاذ اللہ) کوتاہیاں کرنے والے ثابت کیا جاتا ہے اور کبھی جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) غلطیاں اور غلطوڑ کرنے والے بتایا جاتا ہے۔ کبھی سیدنا آدم علیہ السلام کو معاذ اللہ ظالم اور سیدنا موسیٰ کو (معاذ اللہ) ڈکٹیٹر اور جلد باز کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوش خطابت میں معاذ اللہ ڈاکیا سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ کبھی لفظ نبی الامی کا معنی (معاذ اللہ) جاہل واجہل کرنے سے حیا نہیں آتی۔ کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر روضہ اقدس پر حاضری کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کو انگوٹھے دکھا کر کہا جاتا ہے کہ آپ معاذ اللہ یہ سنتے ہیں اور کبھی حدیث نبوی ''لاتجعلوا قبری عیداً'' کا معنی یہ کیا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر پر نہ آنا، معاذ اللہ کبھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) بدعتی تک کہہ کر معتزلی ذہن کو تسکین دی جاتی ہے اور کبھی خلافت نبوت میں اوّلیت کو عدم فضیلت کی چیز کہہ کر اس کا مستحق چوڑھے، چمار، کٹانا اور مصلّی کو قرار دے کر رافضیت نوازی کو مستحکم کیا جاتا ہے۔

کبھی گنبد خضراء کو ریاض الجنۃ سے خارج کہہ کر اور کبھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قبر میں نماز پڑھنے کو بے جان کنکریوں کے بولنے اور کھجور کے مردہ تنے کے رونے سے تشبیہ دے کر حضرات انبیاء علیہم السلام کے تشخص کو مجروح کیا جاتا ہے اور کبھی رفع سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اور واقعہ معراج جسمانی کو بناوٹی وغیر صحیح کہہ کر اپنے مرزائیت اور عیسائیت نواز ہونے کو تقویت پہنچائی جاتی ہے۔

کبھی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر تلمیذ نبوت کو (معاذ اللہ) غیر معروف بالعدالۃ والفقہ صحابی ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے اور کبھی (معاذ اللہ) حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ اور دیگر قبیلہ بنو تمیم کے اصحاب نبوت کو الّو کے پٹھے اور ڈھرّی بلے اور گورنے والے کہہ کر اپنے رافضی ایمان کو ترقی دی جاتی ہے اور کبھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے صحابہ کو (معاذ اللہ) نامراد کہہ کر اپنی نامرادی کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

کبھی علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم المرتبت مفسر کو زیادہ باپوں والا کہہ کر اور کبھی بخاری شریف جیسی صحیح کتاب کو پوتھیاں اور زٹلیات سے تعبیر کرکے اپنے نمک حرامی ہونے کا اظہار کیا جاتا ہے۔

کبھی جمہور امت کو معاذ اللہ زنبور کہہ کر اور قائلین سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کو کافر ومشرک وملحد لکھ کر اور کبھی استشفاع عند قبر النبی ﷺ کے قائلین کو جنگلی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر جلیل القدر محدثین کرام رحمہم اللہ جیسی شخصیات کو مشرک کہہ کر اپنی صفت ارتداد کو نمایاں کیا جاتا ہے۔

کبھی احادیث نبویہ کو (معاذ اللہ) مخالف قرآن کہہ کر بھگانے کا اعلان کیا جاتا ہے اور کبھی زیارت نبوی ﷺ کو (معاذ اللہ) کذب وافتراء کے پلڑے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ کبھی عذاب قبر کا انکار کرکے اور کبھی اثبات عذاب القبر پر مشتمل احادیث صحیحہ کو (معاذ اللہ) موجب شرک وردی کی ٹوکری میں ڈالنے کا پروگرام بنا کر اپنے اعتزال وخوارجیت کو مبرہن کیا جاتا ہے اور کبھی احادیث نبویہ سے مسائل شرعیہ وعقائد ایمانیہ کے استدلال کو معاذ اللہ کانٹوں پر ہاتھ مارنے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

الغرض! جمیع شعائر دینیہ کو تضحیک وتمسخر وتنکیر وتردید کا نشانہ بنایا جاتا ہے:

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے ۔۔۔ نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

برادران اسلام! ان کفریہ وملحدانہ زبان درازیوں کے باوجود اہل ایمان افراد کا ان کی محافل میں شرکت کرنا اوران خبثاء سے متعلق رہنا دینی بے غیرتی وبے حمیتی کے سواء اور کیا ہوسکتا ہے:

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا ۔۔۔ کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

چنانچہ یہ عریضہ بھی دفاع عصمت وخصائص انبیاء علیہم السلام کا ایک حصہ ہے جس میں مسئلہ حیات الانبیاء علیہم السلام فی القبر کو قرآن وسنت وسلف صالحین واکابرین علماء امت اسلامیہ رحمہم اللہ کی تحقیق عمیق واجماع امت مسلمہ کی روشنی میں مدون ومرتب کیا گیا ہے۔ اللھم تقبلہ منی بوسیلۃ نبیک وحبیبک سیدنا محمد ﷺ آمین!

ابن حبیب عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین امابعد!

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام قرآن کریم کی روشنی میں

برادران اسلام! اوّلاً ان آیات کریمہ کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے اکابرین امت اسلامیہ نے حیات انبیاء علیہم السلام کے عقیدہ صحیحہ کا استدلال کیا ہے اوران آیات مقدسہ کے معانی وتوضیحات کو متقدمین ومتاخرین حضرات مفسرین رحمہم اللہ کی تفسیری نکات سے مترشح کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' (ترجمہ) اور جولوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ مردے ہیں، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کرسکتے۔ (بیان القرآن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

آیت نمبر ۲: ''ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون'' (ترجمہ) اور جولوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کر بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے۔ (بیان القرآن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

توضیحات

۱...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اور وہ یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات میں قوی تر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔''

(بیان القرآن ج ۱ ص ۹۴ ، معارف القرآن ج ۱ ص ۳۹۷، تفسیر ماجدی ج ۱ ص ۵۹)

۲...... علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ یہ حیات شہداء ہی کو عطا نہیں ہوئی بلکہ آثار و احکام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں یہ حیات سب سے زیادہ ہے جس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نکاح جائز نہیں۔'' (مظہری ج ۱ ص ۲۶۲)

۳...... علامہ شوکانی رحمہ اللہ صاحب تفسیر فتح القدیر فرماتے ہیں: ''وردالنص فی کتاب اللہ فی حق الشھداء انھم احیاء یرزقون وان الحیاۃ فیھم متعلقۃ بالجسد فکیف بالانبیاء والمرسلین وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورھم رواہ المنذری وصححہ البیھقی وفی صحیح مسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مررت بموسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ۔ انتھی'' (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴ طبع مصر)

(ترجمہ) قرآن کریم کی صریح آیات شہداء کی حیات کے متعلق وارد ہیں کہ وہ زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور ان کی حیات جسم سے متعلق ہے تو حضرات انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کی حیات جسم سے کیوں متعلق نہ ہوگی اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ امام منذری رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات سرخ ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

۴...... علامہ شوکانی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم وقد صححہ البیھقی والف فی ذالک جزءا قال الاستاذ ابو منصور البغدادی قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاتہ انتھی ویؤید ذالک ماثبت ان الشھداء احیاء یرزقون فی قبورھم والنبی صلی اللہ علیہ وسلم منھم'' (نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۰۱ طبع مصر)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے اور اس مسئلہ میں انہوں نے ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔ استاذ ابو منصور البغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں محقق متکلمین کا ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں، ان کا بیان ختم ہوا اور اس کی تائید یہ بات بھی کرتی ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور قبروں میں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہیں۔

۵...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں: ''واذا ثبت انھم احیاء من حیث النقل فانہ

یقویہ من حیث النظر کون الشھداء احیاء بنص القرآن والانبیاء افضل من الشھداء" (ترجمہ) اور جب نقل کے لحاظ سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو دلیل عقلی اور قیاس بھی اس کی تائید کرتا ہے اور یہ کہ شہداء نص قرآن کے رو سے زندہ ہیں اور حضرات انبیاء کرام تو شہداء سے اعلیٰ وافضل ہیں۔ (تو بطریق اولیٰ ان کو حیات حاصل ہوگی)

(فتح الباری شرح بخاری ج ٦ ص ۳۷۹)

تمام اہل اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر اور برزخ میں حیات حضرات شہداء کی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے اور جب شہداء کی زندگی نص قرآنی سے ثابت ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کی رو سے اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کا بلند مقام بھی مرحمت فرمایا ہے اور قرآن کریم میں شہداء کی جو زندگی اور حیات منصوص ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ہے۔ نص قرآنی اور صحیح حدیث کو ملانے کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث کے علاوہ یہ ایک الگ اور جدا دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں اور یہ محض قیاسی فقہی اور نظری دلیل ہی نہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے پہلے عرض کیا گیا ہے بلکہ اس روایت کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت بھی منصوص ہے اور نص قرآنی سے شہداء کی حیات بھی منصوص ہے۔

٦ ...... محدث شہیر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ان اللہ جل ثناءہ ردا الی الانبیاء ارواحھم فھم احیاء عند ربھم کالشھداء" (حیات الانبیاء ص ١٤، وفاء الوفاء ص ٤٠٤ ج ٢)

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ارواح ان کی طرف لوٹا دیئے ہیں سو وہ اپنے رب کے ہاں شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔

٧ ...... علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لاشک فی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ و کذا سائر الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم حیاۃ اکمل من حیاۃ الشھداء التی اخبر اللہ بھا فی کتابہ العزیز" (وفاء الوفاء ج ٢ ص ٤٠٥)

(ترجمہ) وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ حیات شہداء کی اس حیات سے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے بڑھ کر ہے۔

٨ ...... علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وھی فوق حیوۃ الشھداء بکثیر و حیوۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اکمل واتم من حیوۃ سائرھم علیہم السلام الی ان قال ان تلک الحیوۃ فی القبر وان کانت یترتب علیھا بعض مایترتب علی الحیوۃ فی الدنیا المعروفۃ لنا من الصلوۃ والاذان والاقامۃ ورد السلام المسموع ونحو ذالک الا انھا لا یترتب علیھا کل مایمکن ان یترتب علی تلک الحیوۃ المعروفۃ" (روح المعانی ج ٢٢ ص ٣٦)

(ترجمہ) اور یہ حیات شہداء کی حیات سے بہت اونچی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تو تمام انبیاء علیہم السلام سے اکمل واتم ہے۔ (پھر آگے فرمایا) اس قبر کی زندگی پر اگرچہ بعض وہ امور مترتب ہوتے ہیں جو ہماری دنیا کی معروف زندگی پر مترتب ہوتے ہیں۔ مثلاً نماز، اذان، اقامت اور سنے ہوئے سلام کا جواب لوٹانا اور اسی طرح کے کئی امور مگر اس پر وہ سب امور مترتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف زندگی پر مترتب ہوتے ہیں۔

۹...... امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۶۵ھ) فرماتے ہیں: ''وعندھم محمد صلوٰت اللہ علیہ حی فی قبرہ قال اللہ تعالٰی ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم فاخبر سبحانہ ان الشھداء احیاء عند ربھم فالانبیاء اولٰی بذالک لتقاصر رتبتہ الکافۃ عن درجۃ النبوۃ''
(ترجمہ) اوران (امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اور ہرگز ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ تعالٰی کے راستہ میں قتل کئے گئے یہ خیال نہ کرنا کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ اس ارشاد میں اللہ تعالٰی نے یہ خبر دی ہے کہ شہداء زندہ ہیں، جب شہداء زندہ ہیں تو حضرات انبیاء علیہم السلام بطریق اولٰی زندہ ہیں۔ کیونکہ سب کا رتبہ نبوت کے رتبہ سے قاصر ہے۔ (الرسائل القشیریہ ص ۱۰ طبع کراچی)

۱۰...... عقیدۃ السفارینی میں ہے: ''ان الموت لیس لعدم محض وانما ھو انتقال من حال الی حال ویدل علی ذالک ان الشھداء بعد موتھم وقتلھم احیاء عند ربھم یرزقون فرحین وھذا صفۃ الاحیاء فی الدنیا واذا کان ھذا فی الشھداء کان الانبیاء علیہم السلام بذالک احق اولٰی'' (عقیدۃ السفارینی ج ۲ ص ۳۹)
(ترجمہ) حقیقت یہ ہے کہ موت عدم محض نہیں بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کا نام ہے اور اس پر شہداء کا وجود دلالت کرتا ہے کہ شہدائے کرام اپنی موت وقتل کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں اور خوش ہیں اور یہ دنیوی زندگی کے اوصاف ہیں اور جب یہ اوصاف شہداء کرام میں پائے جاتے ہیں تو حضرات انبیاء علیہم السلام میں بدرجہ اولٰی پائے جاتے ہیں۔

۱۱...... شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''والذی نعتقد ان رتبتہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اعلی مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانہ صلی اللہ علیہ وسلم حیٌ فی قبرہ حیوۃ مستقرۃ ابلغ من حیاۃ الشھداء المنصوص علیھا فی التنزیل اذھو افضل منھم بلاریب وانہ صلی اللہ علیہ وسلم یسمع من یسلم علیہ'' (اتحاف النبلاء ص ۴۱۵ مطبوعہ کانپور)
(ترجمہ) ہمارا یہ یہی اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلٰی ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں دائمی طور پر زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حیات شہداء کی حیات سے جو قرآن پاک میں منصوص ہے بہت بالا ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بلاریب افضل ہیں اور آپ اپنے روضہ اطہر میں سلام عرض کرنے والوں کے سلام کو خود سنتے ہیں۔

آیت نمبر ۳: ''واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا الخ'' (ترجمہ) اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے۔ (بیان القرآن، از حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

توضیحات

۱...... علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قال الزھری سعید بن جبیر وابن زید ان جبرئیل قال ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لما اسری بہ فالمراد سوال الانبیاء فی ذالک الوقت عند ملاقاتہ لھم'' (ترجمہ) امام زہری رحمۃ اللہ علیہ وسعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ وابن زید فرماتے ہیں کہ شب معراج حضرات جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا کہ انبیاء علیہم السلام سے سوال فرمادیں اس سے مراد یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے ان کی ملاقات کے وقت سوال کرنے کو کہا۔ (فتح القدیر للشوکانی ج ۴ ص ۵۵۷ طبع بیروت)

۲...... مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عن ابن عباس قال لما اسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث اللہ آدم و اولادہ من المرسلین الی ان قال جبرائیل تقدم یا محمد فصل بھم فلما فرغ من الصلوۃ قال جبرائیل سل یا محمد من ارسلنا الخ'' (تفسیر مظہری ص ۳۵۳)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج سے مشرف فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے جمیع حضرات انبیاء علیہم السلام کو اٹھایا۔ حتیٰ کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آگے بڑھیے اور انہیں نماز پڑھایئے تو جب نماز سے فارغ ہوئے تو جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے سوال فرمایئے۔

۳...... علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وقال عبدالرحمن بن زید بن اسلم واسئلھم لیلۃ الاسری فان الانبیاء علیہم السلام جمعوا لہ'' (ترجمہ) حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے شب معراج سوال فرمایا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمع فرمایا گیا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۲۹)

۴...... علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: ''ویؤیدہ حدیث عبدالرحمن بن ھاشم عن انس ففیہ وبعث لہ آدم ومن دونہ من الانبیاء علیہم السلام'' (ترجمہ) اور حضرات انبیاء علیہم السلام کا روح مع الجسد حاضر ہونے کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سیدنا آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کو اٹھا کر حاضر کیا گیا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۴۷)

۵...... محدث کبیر حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ومما یؤید تشکل الانبیاء وتصورھم علی وجہ الجمع بین اجسادھم وارواحھم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا موسی قائم یصلی فی قبرہ فان حقیقۃ الصلوۃ وھی الاتیان بالافعال المختلفۃ انما تکون للشباح لا للارواح'' (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۵۷)

(ترجمہ) حضرات انبیاء علیہم السلام کے شب معراج روح مع الجسد حاضر ہونے کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ پس نماز کی حقیقت مختلف اعمال کا بجالانا ہے اور ان کا بجالانا جسموں کا کام ہے صرف روح کا نہیں۔

۶ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ شارح بخاری مزید فرماتے ہیں: ''انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای موسی قائم یصلی فی قبرہ ثم عرج بہ ھو من ذکر من الانبیاء الی السموات فلقیھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم اجتمعوا فی بیت المقدس فحضرت الصلوۃ فامھم نبینا صلی اللہ علیہ وسلم قال وصلوتھم فی اوقات مختلفۃ وفی اماکن مختلفۃ لا یردہ العقل وقد ثبت بہ النقل فدل ذالک علی حیاتھم'' (فتح الباری ج ۶ ص ۳۱۲)

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا، پھر دوران معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات انبیاء کو ملنا، پھر ان کا بیت المقدس میں جمع ہونا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو امامت کرانا اور ان کا مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں ہونا عقلاً صحیح اور نقلاً ثابت ہے اور یہ چیز حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہے۔

۷...... امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''آیت کی صحیح تفسیر یہی ہے کہ آیت کو اس کے ظاہری معانی پر رکھا جائے اور ملاقات روح مع الجسم سے ہوئی صرف ارواح سے نہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جو نماز پڑھی وہ روح مع الجسم تھی۔'' (تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۹۴)

۸...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے انبیاء کی سات صفیں تھیں، تین صفیں رسولوں کی اور چار صفیں نبیوں کی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی پشت مبارک کے ٹھیک پیچھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے تھے اوران کے دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور بائیں جانب حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ پھر باقی رسول تھے۔ آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے وحی کی ہے کہ میں آپ حضرات علیہم السلام سے توحید کے متعلق سوال کروں۔'' (تفسیر جمل)

۹...... تفسیر خازن، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر جلالین، تفسیر درمنثور، تفسیر کرخی، تفسیر کشاف (زمخشری)، تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی وغیرہم تفاسیر میں اس آیت مبارکہ کے تحت یہی مرقوم ہے کہ اس کا مقام نزول شب معراج بیت المقدس ہے جس میں جمیع حضرات انبیاء علیہم السلام کو حضور اکرم ﷺ کے لئے جمع کیا گیا اور آپ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی اور اس موقع پر انبیاء علیہم السلام روح مع الجسم جمع ہوئے تھے۔

آیت نمبر ۴: ''ولقد اٰتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریة من لقاءہ'' (ترجمہ) اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی سو آپ ﷺ ان کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے۔

توضیحات

۱...... علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قال المفسرون وعد رسول اللہ ﷺ انہ سیلقی موسی قبل ان یموت ثم لقیه فی السماء وفی بیت المقدس حین اسری به'' (ترجمہ) مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا وعدہ فرمایا اور وہ آسمان پر بھی ہوئی اور بیت المقدس میں بھی جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔

۲...... علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فلاتکن فی مریة من لقائه واخرج الطبرانی وابن مردویه بسند صحیح من ابن عباس انه قال فی الأیة ای من لقاء موسی واخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیة انه قال کذالک فقیل له او لقی علیہ السلام موسی قال نعم الا تریٰ الٰی قوله تعالٰی واسئل من ارسلنا الخ واراد بذالک لقائه ﷺ ایها لیلة الاسریٰ کما ذکر فی الصحیحین وغیرهما وروی نحو ذالک عن قتادہ وجماعة من السلف'' (تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۳۷)

(ترجمہ) طبرانی اور ابن مردویہ نے سند صحیح سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ لقا سے مراد ہی ملاقات موسیٰ علیہ السلام ہے۔ ابوالعالیہ سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی؟ فرمایا ہاں ہوئی کیا تم نے نہیں دیکھا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ ''واسئل من ارسلنا الخ'' سے مراد شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ اسی طرح قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت سلف صالحین رحمہم اللہ سے بھی مروی ہے۔

۳...... علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں: ''قال قتادة حدثنی ابن عم نبیکم یعنی ابن عباس قال رسول اللہ ﷺ رأیت لیلة اسری بی موسی بن عمران رجلاً ادم طوالا وقال ابن عباس فلاتکن فی مریة من لقائه انه قد رأی موسی ولقی موسی لیلة اسری به'' (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۶۳)

(ترجمہ) حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ گندم گوں اور لمبے قد کے ہیں۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔

۴...... امام رازی فرماتے ہیں: ''معناه فلا تكن فی شک من لقاء موسى فانک تراه وتلقاه''
(ترجمہ) یعنی یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھیں گے اور ان سے ملیں گے۔ (تفسیر کبیر ص ۵۶۵)

۵...... تفسیر خازن، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر قرطبی وغیرہ میں اس آیت کے تحت یہی مرقوم ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات میں شک نہ فرماویں اور شب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

۶...... محدث کبیر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں: ''وكان قتادة يفسرها ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد لقی موسى ووافقه عليه جماعة وقد جمع البيهقی كتابا لطيفاً فی حياة الانبياء فی قبورهم اورد فيه حديث انس ''الانبياء احياء فی قبورهم يصلون'' اخرجه من طريق يحيى بن ابی كثير وهو من رجال الصحيح عن المستلم بن سعيد وشاهد هذا الحديث ماثبت فی صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة عن ثابت عن انس رفعه مررت بموسى ليلة اسرى بی عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلی فی قبره''

(ترجمہ) حضرت قتادہ اور مفسرین کرام رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے اس کی تفسیر یہی کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ پھر آگے فرمایا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کے بارے میں ایک عمدہ کتاب لکھی ہے اور اس میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس حدیث کو انہوں نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور مستلم بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے جو کہ صحیح مسلم کے رواۃ میں سے ہے اور اس حدیث کی شاہد وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم شریف میں حضرت حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں شب معراج موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے جو کہ ریت کے سرخ ٹیلے کے قریب واقع ہے۔ گزرا اس حال میں کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

آیت نمبر ۵: ''یاایها الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون'' (الحجرات)

(ترجمہ) اے ایمان والو بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اس قدر آواز بلند نہ کیا کرو جیسے کہ ایک دوسرے کے سامنے کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

توضیحات

۱ اکابرین اہلسنت اور جمہور مفسرین رحمہم اللہ کا اجماع ہے کہ درود وفات کے بعد بھی یہی حکم قرآنی روضہ اطہر کے پاس کامل ادب واحترام ملحوظ رکھنے کا متقاضی ہے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدود میں شرعی ضروریات کے علاوہ آواز

ہمیشہ پست رہے۔ (مدارک الاذکیاء فی حیات الانبیاء ص ۱۷۷)

۲...... شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اور قبر شریف کے پاس حاضر ہو وہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے۔'' (تفسیر عثمانی ص ۶۶۹)

۳...... محدث اعظم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ شارح ابوداؤد فرماتے ہیں: ''آنحضرت حیات ہیں، لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدود میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۶)

۴...... قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''اور بہت پکار کر نہ بولے بلکہ آہستہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے ''السلام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فلاں بن فلاں یستشفع بک الی ربک'' (زبدۃ المناسک ص ۹۰)

۵...... محدث شہیر حضرت ملا علی قاری المکی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور روزگار تصنیف ''ارشاد الساری'' میں باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم '' کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: ''ثم توجه مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف متواضعاً خاشعاً مع الذلة والانكسار والخشية والوقار والهيبة والافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح فارغ القلب واضعاً يمينه علٰى شماله مستقبلاً الوجه الكريم مستدبراً للقبلة محترزاً عن اشغال النظر بما هناك من الزينة متمثلاً صورته الكريمه في خيالك مستشعراً بانه عليه السلام عالم بحضورك وقيامك وسلام مستحضراً عظمته وجلاله وشرفه وقدره صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال مسلّماً مقتصداً من غير رفع صوت لقوله تعالٰى ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله ولا اخفاء بحضور وحياء''

(ارشاد الساری الی مناسک الملاعلی القاری ص ۳۳۸ طبع مصر)

(ترجمہ) پھر انتہائی ادب کے ساتھ چہرہ اقدس کی طرف متوجہ ہو، تواضع، رسوائی، ذلت، انکساری، خوف اور سکون کے ساتھ اور ہیبت، محتاجی، نگاہوں کو پست کئے ہوئے، جوارحات کو حرکات سے بند رکھتے ہوئے، دل کو ہر بات سے اس مقصود کے لئے فارغ کئے ہوئے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے چہرہ مکرم کی طرف منہ کئے ہوئے اور قبلہ مبارکہ کی طرف پشت کئے ہوئے اور وہاں کی آرائش وتزئین سے نگاہوں کو بچاتے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کا تصور لئے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیری موجودگی و تیرے قیام اور تیرے سلام سے باخبر ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت بلندی قدر کو ملحوظ رکھتے ہوئے، پھر سلام پیش کرے۔ میانہ روی سے اور آواز کو پست رکھتے ہوئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ''اپنی آواز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے پست رکھو'' اور بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور نہ زیادہ اخفاء کے ساتھ اور حضور قلب اور حیاء کے ساتھ سلام عرض کرے۔

۶...... شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے تھے اور جو شخص مسجد نبوی میں آواز بلند کرتا تو اس کو یہ فرماتے تھے: ''لقد اذيت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم'' (ترجمہ) البتہ تحقیق تو نے (آواز بلند کر کے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (قبر مبارک میں) ایذاء پہنچائی ہے۔

(بحوالہ سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۱۹، از شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

نوٹ: برادران اسلام! آپ نے آیات قرآنیہ اور حضرات مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کی بالا اختصار تشریحات وتوضیحات کو پڑھا جو کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ فی القبر کے اثبات میں پیش فرمائیں۔

کیا دور نبوی سے آج تک کے جمیع ادوار وطبقات کے جمیع حضرات مفسرین صحیح مقاصد ومفاہیم قرآنیہ سے ناواقف تھے یا انہوں نے اس عقیدہ صحیحہ کا استدلال امت اسلامیہ میں (معاذ اللہ) شرک پھیلانے کے لئے کیا؟ یا آج کے چند جاہل رافضی ومماتی گویے بعینہ مرزائیت کی اتباع میں آیات قرآنیہ کی جاہلانہ وگھڑنتو تاویلات سے (جو کہ آج تک کے اہلسنت والجماعت کے کسی ایک مفسر سے بھی ثابت نہیں) امت اسلامیہ کو کفر وارتداد وتوہین نبوت کے سیلاب میں بہا کر لے جانے کی عمیق سازش میں منہمک ہیں۔

چنانچہ جمیع اہل اسلام سے گزارش ہے کہ خدارا ان مرزائیت ورافضیت نواز گویوں سے دور رہ کر اپنے آپ کو حضرات اکابرین رحمۃ اللہ علیہم واسلاف امت سے وابستہ رکھیں۔ ابن حبیب عفی عنہ

حیات الانبیاء علیہم السلام فی الحدیث

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کے جمیع اہل ایمان کا یہ عقیدہ اجماعیہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں روح مع الجسم زندہ ہیں اور قبور پر حاضر ہونے والوں کا سلام بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں۔ چنانچہ آیات قرآنیہ سے بالتوضیح استدلال کے بعد احادیث صحیحہ اور ائمہ حدیث کی تشریحات وتوضیحات رقم کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر ۱: امام ابو یعلیٰؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو الجہم الارزق بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن ابی بکیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مستلم بن سعید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا وہ حجاج سے اور وہ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' (ترجمہ) حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ (حیات الانبیاء للبیہقی ص ۱، شفاء السقام ص ۱۳۴، خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱)

ائمہ حدیث کی نظر میں

۱...... حافظ ابن حجر عسقلانیؒ شارح بخاری فرماتے ہیں: ''وصححہ البیہقی'' کہ اس حدیث کی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح کی ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۳۵۲)

۲...... حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شارح مشکوۃ فرماتے ہیں: ''صح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم'' کہ الانبیاء احیاء فی قبورھم کی حدیث صحیح ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۲۱۲)

۳...... علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری نے (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴) اور علامہ شبیر احمد عثمانی نے (فتح الملہم شرح مسلم ج ۱ ص ۳۲۹) اور علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے (فیض القدیر ج ۳ ص ۱۸۴) میں رقم فرمایا ہے کہ: ''یہ حدیث صحیح ہے۔''

۴...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ابو یعلی بنقل ثقات از روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آوردہ قال: ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' (ترجمہ) امام ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ راویوں کی نقل سے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

۵...... علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''رجال ابی یعلی ثقات'' (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱) کہ ابی یعلی کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

۶...... علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وھو حدیث صحیح'' (السراج المنیر ج ۲ ص ۱۳۴) کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۷...... قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''انہ ﷺ حیّ فی قبرہ وروحہ لا تفارقہ لما صحّ ان الانبیاء احیاء فی قبورھم'' بے شک آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ کے جسم مبارک سے جدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین ص ۲۸ طبع مصر)

۸...... دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ''وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورھم رواہ المنذری وصححہ البیھقی'' بلاشبہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، علامہ منذری نے یہ روایت بیان کی ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴)

۹...... علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ورواہ ابویعلی برجال ثقات ورواہ البیھقی وصححہ'' ابویعلی نے ثقہ راویوں سے یہ روایت کی ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۵)

۱۰...... شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اور یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، صحیح ہے۔'' (فضائل درود شریف ص ۳۷)

۱۱...... شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہم العالیہ فرماتے ہیں کہ: ''امام ابویعلی کے طریق سے جو روایت ہے اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی تصحیح کرتے ہیں۔ کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اصول حدیث میں اس سے زیادہ قوی دلائل موجود نہیں ہیں کہ اس کے راوی سب ثقہ ہوں اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی تصحیح پر متفق ہوں۔'' (تسکین الصدور ص ۲۱۴)

<u>حدیث نمبر ۲</u>: حماد بن سلمہ، ثابت بنانی وسلیمان تیمی رحمہم اللہ سے اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ'' (ترجمہ) میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا جو سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۸، نسائی ج ۱ ص ۲۴۲)

ائمہ حدیث کی نظر میں

۱...... علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ: ''یہ حدیث اس سابق حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' کی شاہد و مؤید ہے۔'' (القول البدیع ص ۱۲۶)

۲...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (فتح الباری ج ٦ ص ۳۵۲) میں اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹) میں رقم فرماتے ہیں کہ: ''یہ حدیث جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا روایت ہے۔ اس سابق ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' کی شاہد ہے۔''

الغرض یہ دونوں احادیث ایک دوسرے کی مؤید ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کا اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھنے کا امر مترشح اور واضح ہوتا ہے۔

۳...... محدث کبیر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فی قصة المعراج انه لقيهم فی جماعة الانبياء فی السموات وكلمهم وكلموه وكل ذالك صحيح لا يخالف بعضه بعضاً فقد يرىٰ موسىٰ قائما يصلی فی قبره ثم يسرىٰ بموسىٰ وغيره الىٰ بيت المقدس كما اسرىٰ نبينا صلی اللہ علیہ وسلم فيراهم فيه ثم يعرج بهم الى السموات كما عرج نبينا صلی اللہ علیہ وسلم فيراهم فيه كما اخبره وصلوٰتهم فی اوقات بمواضع مختلفات جائز فی العقل كما ورد بهما خبر الصادق وفی كل ذالك دلالة علىٰ حياتهم'' (حیات الانبیاء للامام البیہقی رحمۃ اللہ علیہ ص ۸ طبع مصر)۔

واقعہ معراج میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام کی ایک پوری جماعت کو آسمانوں میں ملے تھے ان سے کلام فرمایا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کیں۔ یہ سب مضامین صحیح ہیں اور ایک دوسرے سے متعارض نہیں۔ ایک وقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھ رہے ہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو بھی بیت المقدس تک سفر اسراء کرایا گیا جیسا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر اسراء پیش آیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا پھر سب پیغمبروں کو آسمانوں تک (اپنے اپنے مقام میں) معراج کرایا گیا۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرایا گیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا۔ پس انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر نماز پڑھنا اس پر عقلاً کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا اور نقلاً اس پر قول صادق موجود ہے۔ ان تمام واقعات سے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر دلالت ہوتی ہے۔

(نوٹ) حضرات انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں نماز کا پڑھنا تلذذاً ہوگا نہ کہ وجوباً۔ کیونکہ دارالعمل کے بعد وجوب عمل کا انقطاع ہے نفس عمل کا نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیات کثیرہ اس پر دال ہیں کہ دارالعمل سے رحلت کے بعد بھی تحمید، تسبیح، دعا واستغفار کا سلسلہ جاری ہے۔

۴...... علاوہ ازیں حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حياتی خير لكم ومماتی خير لكم تعرض علیٰ اعمالكم فما كان من حسن حمدت الله عليه وما كان من سیئ استغفرت الله لكم'' میری یہ زندگی بھی تمہارے لئے خیر ہے اور بعد الوفات بھی میری حالت تمہارے لئے خیر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوتے رہیں گے۔ پس جو اچھے ہوں گے تو میرے لئے سامان تحمید ہوگا اور جو اعمال اچھے نہ ہوں گے اس پر میں دعا واستغفار کرتا رہوں گا۔ (رواہ البزاز باسناد جید، فتح الملہم شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۳)

۵...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات واکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مشاغل ثابت ہیں۔ (۱) اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا۔ (۲) نماز کا پڑھنا۔ (۳) اس عالم کے مناسب غذا کا نوش فرمانا۔ (۴) سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ

ملائکہ۔ (۵) سلام کا جواب دینا یہ تو دائماً ثابت ہیں اور احیاناً بعض خواص امت سے یقظہ میں آپ ﷺ کا کلام اور ہدایات فرمانا بھی آثار واخبار میں مذکور ہے اور حالت رؤیا وکشف میں تو ایسے واقعات حصر واحصاء سے متجاوز ہیں۔'' (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ ص ۲۱۲)

حدیث نمبر ۳: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہارون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ وہ عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ ابوالاشعث الصعانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان من افضل ایا کم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم، فیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ قال قالوا یا رسول اللہ ﷺ وکیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت فقال ان اللہ عزوجل حرّم علی الارض اجساد الانبیاء'' بے شک تمہارے افضل ترین دنوں میں سے ایک جمعہ ہے، اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں نفخہ اولیٰ ہوگا اور اسی میں نفخہ ثانیہ ہوگا۔ سو تم جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کس طرح ہمارا درود آپ ﷺ پر پیش کیا جائے گا جب کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجساد حرام کر دیئے ہیں۔ (یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی) (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۷، واللفظ لہ والدارمی ص ۱۹۵، والنسائی ج ۱ ص ۲۰۳، ابن ماجہ ص ۷۷، والمستدرک ج ۱ ص ۲۷۸ وموارد الظمآن ۱۴۶ وسنن الکبریٰ ج ۳ ص ۲۴۹ وابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۶)

ائمہ حدیث کی نظر میں

۱...... امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بالاسانید الصحیحہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے۔'' (کتاب الاذکار ص ۱۰۶ طبع مصر)

۲...... امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ دونوں اس حدیث کو بخاری کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ (دلائل النبوۃ ص ۴۹۶)

۳...... حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، دارقطنی اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۴)

۴...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ (فتح الباری پ ۲۶ ص ۵۸)

۵...... حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جو شخص بھی اس کی اسناد میں تامل کرے گا تو اس کو اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں اور ائمہ کرام نے ان کی احادیث قبول کی ہیں۔''

(جلاء الافہام ص ۴۴)

۶...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''در حدیث صحیحہ آمدہ است کہ بسیار گوید در روز جمعہ درود بر من زیرا کہ صلوٰۃ شما معروض مے گردد بر من ایں جا معلوم مے شود کہ حیات انبیاء علیہم السلام حیات جسمی دنیاوی است نہ مجرد بقائے ارواح'' (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۲۰)

۷...... علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''یہ حدیث صحیح ہے اس لئے کہ اس کے سب راوی صدق وامانت اور ثقاہت وعدالت میں مشہور ہیں اور اسی لئے حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے۔ مثلاً امام ابن حبان، حافظ عبدالغنی المقدسی اور ابن دحیہ رحمہم اللہ وغیرہ اور کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس حدیث پر حجت اور دلیل سے کلام کیا ہو۔'' (الصارم المنکی ص ۱۸۴ طبع مصر)

۸...... علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری، علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری، علامہ عبدالغنی النابلسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے۔''

۹...... علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں: ''وھو حیٌ فی قبرہ الشریف ولحرم الانبیاء علیہم السلام حرام علی الارض کما ورد بہ الاثر الخ'' آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے جسم زمین پر حرام ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ (فتح الملہم شرح مسلم ج ۲ ص ۴۹۴)

۱۰...... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالیہ فرماتے ہیں: ''اصول حدیث کے رو سے یہ روایت بھی بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔'' (تسکین الصدور ص ۳۰۲)

<u>حدیث نمبر ۴</u>: امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عمرو بن سواد المصری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن وہب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا وہ عمرو بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ سعید بن ابی ہلال رحمۃ اللہ علیہ اور وہ زید بن ایمن رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ عبادہ بن نسی رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اکثروا الصلٰوۃ علیّ یوم الجمعۃ فانہ مشھود تشھدہ الملٰئکۃ وان احدا لن یصلی علیّ الا عرضت علیّ صلوٰتہ حتی یفرغ منھا قال قلت وبعدالموت قال وبعدالموت ان اللہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیّ یرزق'' (ابن ماجہ ص ۱۱۹)

(ترجمہ) جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو، کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، مجھ پر کوئی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو۔ میں نے کہا وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا کہ ہاں وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا۔ بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام طیبہ کو کھائے، سو اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔

ائمہ حدیث کی نظر میں

۱...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''رجالہ ثقات'' کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۸)

۲...... حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اسنادہ جید'' کہ اس کی اسناد جید ہیں۔ (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۷)

۳...... علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (السراج المنیر ج ۱ ص ۲۹۰) میں، علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ (فیض القدیر ج ۲ ص ۸۷) میں اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (شرح مواہب ج ۵ ص ۳۳۶) میں فرماتے ہیں: ''رجالہ ثقات'' کہ اس کے جمیع راوی ثقہ ہیں۔

۴...... علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (خلاصۃ الوفا ص ۴۸) میں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (مرقات ج ۲ ص ۱۱۲) میں، قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴) میں اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵) میں فرماتے ہیں: ''رواہ ابن ماجہ باسناد جید ولہ طرق کثیرۃ'' کہ اس کو ابن ماجہ نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کے طرق بہت زیادہ ہیں۔

۵...... شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالیہ فرماتے ہیں کہ: ''اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند جید اور کھری ہے اور محدثین کرام رحمہم اللہ کا جم غفیر جید کہہ کر اس کی تصحیح کرتا ہے۔''
(تسکین الصدور ص ۳۱۱)

حدیث نمبر ۵: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالوہاب بن عبدالحکیم الورّاق نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے معاذ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا وہ سفیان بن سعید (ثوری رحمۃ اللہ علیہ) سے اور وہ عبداللہ بن سائب رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ زاذان رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام'' (ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۷، مسند احمد ص ۴۴۱، دارمی ص ۳۷۳، موارد الظمان ص ۵۹۴، نسائی ج ۱ ص ۱۸۹)

ائمہ حدیث کی نظر میں

۱...... علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور اسماعیل القاضی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت مختلف طرق سے صحیح اسناد کے ساتھ نقل کی ہے۔'' (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۴، الصارم المنکی ص ۱۶۸)

۲...... علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حدیث صحیح'' کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (السراج المنیر ج ۱ ص ۵۱۴)

۳...... علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''رواہ البزاز ورجالہ رجال الصحیح'' کہ محدث بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے جملہ راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں اور یہ روایت مستدرک حاکم میں بھی مروی ہے۔ چنانچہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

۴...... امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''امام احمد، امام نسائی، دارمی، ابونعیم، بیہقی، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ نے اس کو روایت کیا ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔'' (القول البدیع ص ۱۱۵)

۵...... شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر سیر کرتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے۔'' (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۲۹)

۶ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں: ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکۃ یسیحون فی الارض یبلغونی صلوٰۃ من صلی علیّ من امتی۔ اخرجہ الدار قطنی'' کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین پر پھرتے ہیں میری امت میں سے جو شخص مجھ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچاتے ہیں۔ (القول البدیع ص ۱۱۵، شفاء السقام ص ۳۴)

۷...... علامہ شہاب الدین محمد بن احمد الابشیہی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۰ھ یہ روایت اس طرح نقل فرماتے ہیں: ''ان للہ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی الصلوٰۃ علیّ من امتی فاستغفر لھم''
(المستطرف فی من مستطرف ج ۲ ص ۳۱۷ طبع مصر)

۸...... علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''جس طرح آپ ﷺ پر سلام پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ اور درود بھی پیش کیا جاتا ہے۔'' (السراج المنیر ج ۱ ص ۵۱۸)

۹...... محدث شہیر ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اذا سلموا علیٰ قلیلا او کثیرا و ھذا مخصوص بمن بعد عن حضرۃ مرقدہ المنورہ و مضجعہ المطھر و فیہ اشارۃ الیٰ حیاتہ الدائمہ و فرحہ ببلوغ سلام امتہ الکاملۃ و ایماء الی قبول السلام حیث قبلتہ الملئکۃ و حملتہ الیہ علیہ السلام و سیأتی انہ یرد السلام علی من سلم علیہ'' (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۴۱) یعنی مجھ پر میری امت کا سلام پہنچایا جاتا ہے۔ جب وہ مجھ پر سلام کہتے ہیں خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اور یہ (سلام کا پہنچانا) اس شخص کے لئے مخصوص ہے جو آنحضرت ﷺ کی قبر منور اور مضجع مطہر سے دور ہو۔ (کیونکہ قبر اقدس پر حاضر ہونے والوں کا سلام آپ ﷺ بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ کثیرہ میں وارد ہوا ہے) اور اس میں آپ ﷺ کی حیات دائمی اور بلوغ سلام پر فرحت اور اس سلام کے جواب مرحمت فرمانے پر اشارہ ہے۔

۱۰...... مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم العالیہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہوگئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ ﷺ کو صرف وہی درود و سلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جن کو قبر مبارک کے پاس پہنچاوے اور وہ وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کریں تو آپ ﷺ اس کو بنفس نفیس سنتے ہیں اور ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔'' (معارف الحدیث ج ۵ ص ۸۰)

<u>حدیث نمبر ۶</u>: حافظ ابو الشیخ اصبہانی فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمن بن احمد الاعرج نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے الحسین بن صباح رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو معاویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا وہ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من صلی علیَّ عند قبری سمعتہ و من صلی علیَّ من بعید اعلمتہ'' (ترجمہ) جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود شریف پڑھا تو وہ مجھے (فرشتوں کے ذریعہ) بتلایا جاتا ہے۔

(جلاء الافہام لحافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۵، القول البدیع للسخاوی ص ۱۱۶، حیات الانبیاء للبیہقی ص ۱۲ طبع مصر)

ائمہ حدیث کی نظر میں

۱...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید'' کہ ابو الشیخ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ عمدہ سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ (فتح الباری شرح بخاری پ ۱۳ ص ۲۷۹)

۲...... حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''و رواہ ابو الشیخ و ابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید'' یعنی ابو الشیخ اصبہانی اور ابن حبان دونوں نے اس حدیث کو سند جید سے نقل فرمایا ہے۔ (مرقات ج ۲ ص ۱۰)

۳...... امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے (القول البدیع ص ۱۱۶) پر نواب صدیق حسن خان نے (دلیل الطالب ص ۸۴۴) اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الملہم شرح مسلم ج ۱ ص ۳۳۰) پر رقم فرمایا ہے کہ: ''سندہ جید'' اس حدیث کی سند کھری و جید ہے۔

۴...... شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث کو جو سند سدی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔''

چنانچہ ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ''قال میرک نقلا عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید'' (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۴۸، اکتوبر ۱۹۶۷ء)

۵...... شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہم العالیہ فرماتے ہیں: ''ان اکابر محدثین کے (جن میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جن کی تقریب اور تہذیب پر آج رواۃ کی توثیق وتضعیف کا مدار ہے) بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔'' (تسکین الصدور ص ۳۲۰)

<u>حدیث نمبر ۷</u>: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عوف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مقری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حیوۃ نے بیان کیا وہ ابوصخر حمید بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ یزید بن عبداللہ بن قسیط رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:...... ''مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علیٰ روحی حتی ارد علیہ السلام'' (ترجمہ) کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کہتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔
(مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷)

ائمہ حدیث کی نظر میں

۱...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''رواتہ ثقات'' اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (فتح الباری پ ۳ ص ۲۷۹)

۲...... علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''روی ابوداؤد بسند صحیح'' امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۳)

۳...... امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: امام احمد اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے۔''
(شفاء السقام ص ۱۰۵)

۴...... حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''صححہ النووی فی الاذکار'' امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (شارح مسلم) اس حدیث کی اپنی کتاب الاذکار میں تصحیح فرماتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۴)

۵...... امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''واتفق الائمۃ علی انہ یسلم عند زیارتہ وعلی صاحبیہ لما فی السنن عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال مامن رجل یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام وھو حدیث جید'' حضرات ائمہ کرام رحمہم اللہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت کے وقت سلام کہنا چاہئے کیونکہ سنن (ابوداؤد) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر کوئی شخص بھی سلام نہیں کہتا مگر اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح (توجہ) لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۳۶۱)

۶...... علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ''باسناد صحیح''
(زرقانی شرح المواہب ج ۸ ص ۳۰۸)

۷...... مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (شارح بخاری) اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (شارح مسلم) فرماتے ہیں کہ: ''رواتہ ثقات'' (عقیدۃ الاسلام ص ۵۲، فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰)

توضیحات

۱...... حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس صورت میں حاصل معنی حدیث شریف کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے تو خداوند کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کو اس حالت استغراق فی ذات اللہ تعالیٰ وتجلیات اللہ سے جو بوجہ محبوبیت ومحبیت تامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل رہتی ہے۔ اپنے ہوش عطاء فرمادیتا ہے۔

یعنی مبدأ انکشاف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انبساط الیٰ اللہ حاصل تھا مبدل بانقباض ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے ارتداد علی النفس حاصل ہوتا ہے اور اپنی ذات وصفات اور کیفیات اور واقعات متعلقہ ذات وصفات سے اطلاع حاصل ہو جاتی ہے۔ سو چونکہ سلام امتنان بھی منجملہ متعلقہ ذات خود ہیں۔ اس لئے اس سے مطلع ہو کر بوجہ حسن اخلاق ذاتی جواب سے مشرف فرماتے ہیں۔'' (آب حیات ص ۱۷۵)

۲...... شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''یہ روایت تو دوام حیات پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اندرون نماز اور بیرون نماز درود نہ بھیجا جاتا ہو۔ اس لئے دوام حیات لازم آئے گا۔''

نیز فرماتے ہیں کہ: ''اگر لفظ ''الا رد اللہ علیَّ روحی'' کی بجائے ''الیَّ روحی'' فرمایا گیا ہوتا تو شبہ وارد ہو سکتا تھا۔ الیٰ اور علیٰ میں فرق ہے۔ علیٰ استعلاء کے لئے ہے اور الیٰ نہایت غایت کے لئے ہے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا۔ نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہو گیا تھا۔ پھر اس کو جسم مقدس کی طرف لوٹایا گیا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدارج قرب ومعرفت میں ہر وقت ترقی پذیر ہیں۔ اس لئے توجہ الیٰ اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کسی درجہ ہلکا کر دیتا ہے۔ چنانچہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہدہ ہوتی ہیں۔ مگر جب حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا ہے۔ اس لئے بارگاہ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطا کی گئی ہے کہ نور سرور کائنات کو اس استغراق سے ذرا بھر کم کر کے درود بھیجنے والے کی طرف متوجہ کر دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کے لئے دعا فرماتے ہیں۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ اعظم گڑھ)

۳...... حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہم العالیہ اس حدیث کی شرح میں رقم فرماتے ہیں: ''علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلّم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں۔ لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلّم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔ اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح درست نہیں ہو سکتا کہ

آپ ﷺ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے۔ اس بناء پر اکثر شارحین نے رد روح کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہیں اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ ﷺ کی روح اس طرف سے متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس اس روحانی توجہ والتفات کے رد روح سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔" (معارف الحدیث ج ۵ ص ۲۷۸)

۴...... حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "المراد برد الروح النطق لانہ ﷺ حیٌ فی قبرہ وروحہ لاتفارقہ لما صح ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم" رد روح سے مراد نطق ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ صحیح روایت میں آتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین للشوکانی رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۸)

۵...... علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "الاّ رد اللہ علیَّ روحی ای رد علیَّ نطقی لانہ ﷺ حیٌ دائما وروحہ لا تفارقہ لان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم" رد روح سے مراد نطق ہے کیونکہ آپ ﷺ دوامی طور پر زندہ ہیں آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ سے الگ نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔
(السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۸)

۶...... حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی مدظلہم العالیہ فرماتے ہیں کہ: "بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں "الا وقد رد اللہ علیَّ روحی" ہے۔ چنانچہ پھر کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اس لئے معنی یہ ہوگا کہ جو کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو میں اس پر سلام کا جواب دیتا ہوں اس لئے کہ روح تو میری طرف واپس ہو چکا ہے۔"
(بحوالہ القول الحقی فی حیات النبی ﷺ ص ۲۲ مؤلفہ مفسر قرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہلوی شجاع آبادی)

<u>حدیث نمبر ۸</u>: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لیھبطن عیسی ابن مریم حکما واماما مقسطاً ولیسلکن فجاً حاجاً او معتمراً ولیأتین قبری حتی یسلّم علی ولارُدن علیہ" (ترجمہ) البتہ ضرور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے منصف اور امام عادل ہوں گے اور البتہ وہ فج (جگہ کا نام ہے) کے راستہ پر حج یا عمرہ کے لئے چلیں گے اور بلاشبہ وہ میری قبر پر آئیں گے۔ حتیٰ کہ وہ مجھے سلام کہیں گے اور بلاشک میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۴۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۰، مستدرک ج ۲ ص ۵۹۵)

ایک اور روایت میں ہے: "ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد ﷺ لاجیبنہ رواہ ابو یعلی ورجالہ رجال الصحیح" پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر فرمائیں گے یا محمد ﷺ تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا اس کو امام ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی بخاری کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۱۱)

اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ دونوں اس کو صحیح کہتے ہیں۔ غرضیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع اور پھر نزول تواتر اور قطعیت سے ثابت ہے جو اس کا انکار یا تاویل کرے وہ کافر ہے۔ اس صحیح روایت سے آنحضرت ﷺ کا قبر اقدس میں باحیات ہونا اور صلوٰۃ وسلام کا سماع فرمانا محقق ہے اور آپ ﷺ کا جواب دینا بھی ثابت ہے اور اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے جو کہ صریح کفر ہے۔

عجیب نکتہ

استاذ محترم مناظر اعظم حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی مدظلہم العالیہ نے نزول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے فرمان نبوی ﷺ سے ایک عجیب نکتہ مستنبط فرمایا۔ وہ یہ کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد یہود کو قتل فرمادیں گے (جس سے مذہب یہودیت کا خاتمہ ہوگا) صلیب (نشان عیسائیت) کو توڑیں گے (جس سے مذہب عیسائیت کا ابطال ہوگا اور جب حقیقی مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے تو مرزائیت کے مسیح موعود کا کذب نمایاں ہوجائے گا) اور پھر آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر تشریف لے جائیں گے اور سلام کہیں گے اور آپ ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے۔ اس سے منکرین حیات النبی ﷺ کو رسوائی و ذلت اور تکذیب و تنکیر ہوگی۔

چنانچہ مذہب یہودیت، عیسائیت، مرزائیت کے لئے پروردگار صرف ایک پیغمبر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مکلف فرمادیں گے لیکن منکرین حیات النبی ﷺ کے ابطال کے لئے پروردگار سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو بھی مکلف فرمادیں گے جو کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے سلام فرمانے اور آپ ﷺ کے بنفس نفیس قبر اقدس سے سماع سلام کے بعد جواب مرحمت فرمانے سے ہوگا۔

<u>حدیث نمبر ۹</u>: ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید ابن المسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ نبی کریم ﷺ پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔

(کذا فی المواہب بحوالہ القول الجلی فی حیات النبی ﷺ ص ۹)

<u>حدیث نمبر ۱۰</u>: حضور اکرم ﷺ نے معراج کی رات جمیع انبیاء و رسل علیہم السلام کو دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ ﷺ نے ہارون علیہ السلام پر سلام کیا اور انہوں نے آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کی امت کے لئے دعا فرمائی اور آپ ﷺ نے حضرت ادریس علیہ السلام پر سلام کہا اور انہوں نے آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کی امت کے لئے رحمت کی دعا کی۔ (الدرۃ الفاخرہ للغزالی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۶)

<u>حدیث نمبر ۱۱</u>: ''عن السائب بن یزید قال کنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت الیہ فاذا عمر بن الخطاب فقال اذھب فاتنی بھٰذین فجئتہ بھما فقال ممن انتما قال من اھل الطائف قال لو کنتما من اھل البلد لاؤجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ ﷺ'' (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۷)

(ترجمہ) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے مجھے کنکری ماری کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں انہیں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ''تم کن لوگوں میں سے ہو۔'' انہوں نے کہا ہم اہل طائف میں سے ہیں۔ اس پر سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا اس لئے کہ تم نے مسجد رسول اللہ ﷺ میں (جس کے سامنے آپ ﷺ کا روضہ منورہ ہے) اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔''

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے نکیر کرنا اس لئے تھا کہ وہاں آپ ﷺ کا روضہ اطہر ہے جس طرح آپ ﷺ کی اس دنیوی زندگی میں آپ ﷺ کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے

روضہ منورہ کے پاس آواز بلند کرنا بھی جائز نہیں۔ اس لئے کہ آپ ﷺ وہاں تشریف فرما ہیں اور جسد عنصری سے زندہ ہیں۔ حدود مسجد کی آواز کو بلا کسی توسط سے خود سماعت فرماتے ہیں۔ چنانچہ سلف وخلف میں سے کسی نے اس اصل منشا کا انکار نہیں فرمایا۔

علاوہ ازیں یہاں ایجاع (یعنی سزا دینے کا ذکر ہے) اخراج (یعنی نکال دینے) کا نہیں ہے۔ اگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اعتقاد میں حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ نہ ہوتے اور قریب کی آوازوں کو خود سماعت نہ فرمارہے ہوتے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پاس دبی آواز سے بات کرنے کے حکم قرآنی کو اس انداز میں کبھی بیان نہ فرماتے۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی مہم سے فارغ ہوکر واپس مدینہ شریف آتے تو سب سے پہلا کام جو آپ رضی اللہ عنہ کرتے، وہ آنحضرت ﷺ کے حضور میں سلام عرض کرنا ہوتا تھا اور اسی کی آپ دوسروں کو تلقین فرماتے تھے: ''اول کارے کہ عمر رضی اللہ عنہ ابتداء کرد سلام پیغمبر ﷺ بود۔'' (جذب القلوب ص ۲۰۰)

علاوہ ازیں جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شام چلے جانے کا مشورہ دیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''میں اسے جائز نہیں سمجھتا کہ اپنے دارالھجرت کو چھوڑ جاؤں اور (یہ بھی مناسب نہیں سمجھتا کہ) حضور اکرم ﷺ کی ہمسائیگی کو چھوڑ دوں۔'' (جذب القلوب ص ۱۸۸)

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں: ''من زار قبر رسول اللہ ﷺ کان فی جوار رسول اللہ ﷺ'' جو حضور ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس حاضر ہو وہ اس وقت حضور ﷺ کی ہمسائیگی میں ہوتا ہے۔ (جذب القلوب ص ۱۸۰)

حدیث نمبر ۱۲: ''روی عن عائشة انها كانت تسمع صوت الوتد يوتد والمسمار يضرب فی بعض الدور المطنبة بمسجد رسول الله ﷺ فترسل اليهم لا توذوا رسول الله ﷺ۔ قالوا وما عمل علی بن ابی طالب مصراعی داره الا بالمناصع توقيا لذالك'' (ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت ہے کہ جب کبھی ان گھروں میں جو مسجد نبوی ﷺ سے متصل تھے کسی میخ لگنے یا کیل لگانے کی آواز سنتی تھیں تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ (خبردار) حضور اکرم ﷺ کو (اس آواز سے) اذیت نہ دو۔ (شفاء السقام ص ۱۷۳ طبع مصر)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی سے بچنے کے لئے اپنے گھر کے کواڑ باہر جا کر بنوائے تھے (تاکہ ان کے بننے کا شور حضور اکرم ﷺ کو اذیت نہ دے) ان تمام روایات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو اپنے روضہ اطہر میں باحیات یقین کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۳: ''عن عائشة قالت كنت ادخل بيتی الذی فيه رسول الله ﷺ وانی واضع ثوبی واقول انما هو زوجی وابی فلما دفن عمر معهم فوالله ما دخلت الا وانا مشدودة علی ثيابی حياء من عمر'' (ترجمہ) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنے حجرے میں جس میں کہ رسول اللہ ﷺ تھے، چادر کھلے داخل ہوجایا کرتی تھی، مجھے یہی خیال ہوتا تھا کہ میرے خاوند اور میرے والد ہی تو یہاں ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوئے تو خدا کی قسم میں وہاں پردے ہی سے جاتی تھی اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کے باعث تھا۔
(رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ ص ۱۵۴)

(نوٹ) ''رجال اسناد احمد رجال صحیح'' کہ امام احمد کی سند جمیع راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ (تنقیح الرواۃ ج ۱ ص ۴۴۳ مطبع انصاری)

غور فرمایئے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یوں نہیں فرما رہی ہیں کہ میں اس حجرے میں داخل ہوتی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ (معاذ اللہ) بدن میت مدفون تھا بلکہ یوں فرما رہی ہیں کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس تعامل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حیات اقدس کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لا تخیرونی علی موسیٰ فان الناس یصعقون فاکون اوّل من یفیق فاذا موسیٰ باطش بجانب العرش فلا ادری اکان فیمن صعق فافاق قبلی او کان ممن استثنی اللہ عزوجل'' مجھے موسیٰ پر تخییر نہ دو کیونکہ (جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو) سارے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ پس میں پہلا ہوں گا کہ جسے بے ہوشی سے افاقہ ہوگا۔ پس موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک جانب سے متعلق ہوں گے پس میں نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے اور انہیں مجھ سے پہلے افاقہ ہوا یا اللہ نے انہیں بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ فرمایا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۴ طبع دہلی)

توضیحات

علامہ تاج الدین سبکی، علامہ جلال الدین سیوطی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے اس حدیث کے تحت یہ رقم فرمایا ہے کہ: ''اس حدیث سے انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کا اثبات ہوتا ہے۔ کیونکہ بے ہوش وہ ہوگا جو اس سے پہلے ہوش میں ہوگا اور ہوش کا ہونا زندہ کے لئے ہی ہوسکتا ہے مردہ کے لئے تو ہوش کا ہونا بھی ناممکن ہے۔ چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر بے ہوشی کا طاری ہونا اس سے قبل صاحب ہوش ہونے پر دلالت کرتا ہے اور صاحب ہوش ہونا زندگی پر دلالت کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵: ''عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ و منبری علی حوضی'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کا مابین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض (کوثر) پر ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۳ طبع دہلی)

اسی حدیث کی ایک اور روایت بیتی کی بجائے قبری کا لفظ بھی آتا ہے۔ یعنی قبر اقدس اور منبر اطہر کے مابین کا قطعہ ریاض الجنۃ ہے۔

توضیح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اقدس کے مطابق حجرہ اقدس جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں وہ جنت کا باغ ہے اور جنت میں حیات کا ہونا مستلزم ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر اقدس میں باحیات ہونا بصراحت ثابت ہوتا ہے۔ فافہم!

علاوہ ازیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ورود فی الجنۃ بھی ثابت ہوا۔

(نوٹ) ذریت مماتیت کے جمیع چیلے اس توضیح پر فوراً یہ جواب دیتے ہیں کہ (معاذ اللہ) قبر مبارک اس شرف سے خالی ہے اور ریاض الجنۃ کے بقعہ مبارکہ میں داخل نہیں ہے۔ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا اثبات نہ ہو (تف ہے

ایسے عقیدے پر) اور ذریت رافضیت حجرہ اقدس کو ریاض الجنۃ سے اس لئے خارج کرنے کی غلیظ کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ نہ حیات نبوی ثابت ہو اور نہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ورود جنت ثابت ہو۔ ان رافضی ومماتی چیلوں سے گزارش ہے کہ وہ ذات نبوت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب نبوت کی شان اقدس میں ایسی رذیلانہ زبان کو بند رکھیں۔

حدیث نمبر ۱۶: ''عن عمار بن یاسر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وکل بقبری ملکا اعطاہ اسماع الخلائق فلا یصلی علیّ احد الی یوم القیامۃ الا ابلغنی باسمہ واسم ابیہ ھذا فلان ابن فلان قد صلی علیک''

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطاء فرما رکھی ہے۔ پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔ (رواہ ابزار کذا فی الترغیب وذکر تخریجہ، السخاوی فی قول البدیع)

حدیث نمبر ۱۷: ایک اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص مجھ پر جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب مجھ پر درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرماتے ہیں اور اس پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیتے ہیں جو اس کو میری قبر میں مجھ تک اس طرح پہنچاتا ہے جیسے تم لوگوں کے پاس ہدایا بھیجے جاتے ہیں۔
(فضائل درود شریف ص ۲۰، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا)

چنانچہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سید الکونین فخر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کا تو پوچھنا ہی کیا اس لئے جتنے بھی فرشتے پہنچائیں برمحل ہے۔

۱۸...... حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) مستقل قاصد مدینہ منورہ بھیجا کرتے تھے تاکہ قبر اطہر پر ان کی طرف سے سلام پہنچائے۔ (شفاء السقام ص ۴۱)

۱۹ واقعہ حرہ: ۶۳ھ میں جب مدینہ منورہ پر چڑھائی ہوئی تو شامی فوج کے خوف سے سب اہل مدینہ اپنے اپنے گھروں میں جاگزیں ہو گئے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی مسلمان نماز کے لئے نہیں آتا تھا صرف سید التابعین حضرت سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں رہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نماز کا وقت ہوتا تھا۔

''اسمع اذانا من قبل القبر الشریف'' میں قبر شریف سے اذان کی آواز سنتا، پھر اقامت ہوتی تو میں بڑھ کر نماز پڑھتا اور (ان دنوں) میرے سوا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی بھی نہ ہوتا تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۳۲)

☆...... امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان کثیرا من الاعمال ثبت فی القبور کالاذان والاقامۃ عند الدارمی وقرأۃ القرآن عند الترمذی الخ'' (فیض الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۱۸۳)

بے شک قبور میں بہت سے اعمال ثابت ہیں جیسا کہ دارمی شریف کی روایت میں اذان واقامت (کا ثبوت ملتا ہے) اور قرآن کریم کے پڑھنے کا ترمذی شریف میں۔

☆...... امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۳ھ فرماتے ہیں: ''قد صحت الاحادیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ یصلی باذان واقامۃ'' صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔ (منح المنۃ ص ۹۲ طبع مصر)

☆...... علامہ سمہودی فرماتے ہیں: ''وقصة سعيد بن المسيب فى سماعة الاذان والاقامة من القبر الشريف ايام الحرة مشهورة'' ایام حرہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر شریف سے سعید بن المسیب کے اذان واقامت سننے کا قصہ مشہور ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۸ طبع مصر)

☆...... علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان النبی ﷺ حیٌ کما تقرر وانه یصلی فی قبره باذان واقامة الخ'' آنحضرت ﷺ زندہ ہیں، جیسا کہ یہ اپنی جگہ ثابت ہے اور آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔ (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۱۹)

۲۰...... امام دارالہجرۃ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۷۹ھ اپنی کتاب ''موطا'' میں جو کہ کتب حدیث کے طبقہ اولیٰ میں شمار ہوتی ہے۔ یہ واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ: ''قبیلہ بنوسلمہ کے دو بزرگ انصاری حضرت عمرو جموح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو غزوہ احد میں شہادت کے بعد ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد پہاڑی نالہ نے اپنا رخ ان کی قبر کی طرف موڑ دیا اور ان کی قبر کا ایک حصہ بہہ گیا بامر مجبوری ان کی قبر کو کھودا گیا تا کہ ان کو وہاں سے منتقل کر دیا جائے۔ جب قبر کھودی گئی تو بالکل صحیح وسالم تھے۔'' ''كانهما ماتابالامس وكان احدهما قد جرح فوضع يده على جرحه فدفن وهو كذالك فاميطت يده عن جرحه ثم ارسلت فرجعت كما كانت'' پس ان دونوں کو اس طرح پایا گیا۔ گویا کہ وہ ابھی کل ہی فوت ہوئے ہیں۔ دونوں میں سے ایک کو ایسا زخم لگا تھا تو انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا تھا اور اسی طرح ان کو دفن کر دیا گیا تھا۔ پس قبر سے نکالنے کے بعد جب ان کا ہاتھ اس زخم سے ہٹایا گیا اور پھر چھوڑ دیا گیا تو وہ ہاتھ بدستور زخم پر جا لگا۔ غزوہ احد اور ان کی قبر کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ گزرا تھا۔ (موطا امام مالک ص ۱۷۷)

برادران اسلام! آپ نے قبل ازیں رقم کردہ آیات اور ان کی تشریحات اور احادیث نبویہ اور ان کی تحقیقات وتصحیحات اور تشریحات کو بنظر غائر دیکھا۔ کیا ان جمیع محدثین وشراح حدیث جنہوں نے احادیث نبویہ کی صحت وعدم صحت کے لئے وہ بے مثال معیار قائم کئے کہ ان حضرات کا یہ عمل تا قیام قیامت امت اسلامیہ پر بطور احسان عظیم وبار گرانمایہ رہے گا) کو معاذ اللہ! مشرک گردانو گے کہ انہوں نے یہ ساری احادیث اور ان کی تشریحات شرک کے پھیلانے کے لئے مرتب فرمائیں؟ یا ان خارجی ومماتی گویوں کی احمقانہ تاویلات سے اجتناب وعدم تعلق قائم کر کے اپنے ایمان اور اعمال کو محبت نبوت واعتماد علی السلف سے مزین کرو گے۔

فیصلہ خود کرلو: (نوٹ) اگر یہ جمیع احادیث اور ان کی تشریحات غلط اور موضوع ہیں تو ذریت مماتیت کا کوئی ایک چیلہ صرف ایک صحیح تو درکنار ضعیف حدیث اور اس کی ضعیف تشریح اپنے فاسد عقیدہ کے اثبات میں صراحتاً پیش کردے۔ (دیدہ باید)

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے بارے میں علماء اسلام کا نظریہ

برادران اسلام! قبل ازیں آیات قرآنیہ اور حضرات مفسرین رحمہم اللہ کی توضیحات نیز احادیث نبویہ ﷺ اور حضرات محدثین وشراح حدیث کی تشریحات بالاختصار رقم کی جاچکی ہیں۔ چنانچہ اس باب میں جمہور سلف صالحین رحمہم اللہ کی تحقیقات واعتقادات کو بالایجاز بیان کیا جاتا ہے۔

۱...... امام دار الہجرۃ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ اسے ناپسند فرماتے تھے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ: ''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی۔'' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین میں سے ابن رشد اس کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ زیارت قبر کا لفظ عام موتی کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔

(پھر فرماتے ہیں) ''وھو صلی اللہ علیہ وسلم احیاہ اللہ تعالٰی بعد موتہ حیاۃ تامۃ واستمرت تلک الحیوۃ وھی مستمرۃ فی المستقبل ولیس ھذا خاصۃ بہ صلی اللہ علیہ وسلم بل یشارکہ الانبیاء علیہم السلام فھو حیّ بالحیاۃ الکاملۃ مع الاستغناء عن الغذاء الحسی الدنیوی'' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات شریفہ کے بعد اب حیات تامہ سے زندہ ہیں اور یہ حیات آئندہ بھی اسی طرح رہے گی۔ یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اس وصف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم غذائے حس دنیوی سے استغناء کے باوجود حیات کاملہ سے زندہ ہیں۔ (نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن ص ۱۴، از مولانا عبد الحلیم فرنگی محل، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۳۴ طبع مصر)

۲...... امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۷۷ھ فرماتے ہیں: ''عندنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیّ یحس ویعلم ویعرض علیہ اعمال الامۃ ویبلغ الصلٰوۃ والسلام'' کہ ہم شافعیہ کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں احساس وشعور موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال بھی پیش کئے جاتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا جاتا ہے۔ (طبقات شافعیہ ج ۶ ص ۲۸۲)

۳...... علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (شافعی) المتوفی ۹۱۱ھ فرماتے ہیں: ''حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء علیہم السلام معلومۃ عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلۃ فی ذالک وتواترت بہ الاخبار الدالۃ علی ذالک'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قبر مبارک میں اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات ہمارے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے۔ کیونکہ اس پر ہمارے نزدیک دلائل قائم ہیں اور تواتر کے ساتھ اخبار موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔ (انباء الاذکیاء ص ۲، فتویٰ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۱۴۷)

۴...... شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (شافعی) المتوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں: ''ان حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر لا یعقبہا موت بل یستمر حیاً والانبیاء احیاء فی قبورھم'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں زندگی ایسی ہے جس پر پھر موت وارد نہیں ہوگی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔
(فتح الباری شرح بخاری ج ۷ ص ۲۲ طبع مصر)

۵...... ''قال ابن عقیل من الحنابلہ ھو صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ یصلی'' حنابلہ کے مشہور بزرگ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ (الروضۃ البہیۃ ص ۱۴)

۶...... علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (حنبلی) المتوفی ۷۲۸ھ فرماتے ہیں: ''ان اللہ تعالٰی حرم علی الارض ان تاکل لحوم الانبیاء علیہم السلام فاخبر انہ یسمع صلی اللہ علیہ وسلم من القریب وانہ یبلغ ذالک من البعید'' بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کا گوشت کھائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا جاتا ہے۔ (مناسک الحج ص ۸۴ طبع دہلی)

۷...... حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (حنبلی) المتوفی ۷۵۱ھ فرماتے ہیں: ''قد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء علیہم السلام الی غیر ذالک مما یحصل من جملتہ القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا

عنا بحیث لاندرکھم وان کانوا موجودین احیاء'' اور آنحضرت ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی ایسے دلائل سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی موت کا معنی یہ ہے کہ وہ ہم سے اس طرح غائب کر لئے گئے ہیں کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے ورنہ وہ تو موجود اور زندہ ہیں۔ (کتاب الروح ص ۴۳)

۸...... علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''والحاصل ان حیاۃ الانبیاء علیہم السلام ثابتۃ بالاجماع'' حاصل یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بالاجماع ثابت ہے۔ (المنحۃ الوہبیۃ ص ۶)

۹...... امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۳ھ فرماتے ہیں: ''وقد صحت الاحادیث انہ ﷺ حیّ فی قبرہ یصلی باذان واقامۃ'' بلاشبہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان اور اقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔ (منح المنۃ ص ۹۲ طبع مصر)

۱۰...... حضرت ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۱۴ھ رقم فرماتے ہیں: ''المعتقد المعتمد انہ ﷺ حی فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورھم'' قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جس طرح دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں (زندہ) ہیں۔ مزید فرماتے ہیں: ''ان الانبیاء احیاء فی قبورھم فیمکن لھم سماع صلوٰۃ من صلی علیھم'' بے شک انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وہ سن سکتے ہیں اس شخص کے درود وسلام کو جو ان پر پڑھے۔ (مرقات ج ۲ ص ۲۰۹)

۱۱...... محدث کبیر علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۰۲ھ فرماتے ہیں: ''نحن نؤمن ونصدق بانہ ﷺ حیّ یرزق فی قبرہ ان جسدہ الشریف لاتأکلہ الارض والاجماع علی ھذا'' ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ آپ ﷺ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپ ﷺ کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھاتی اور اس عقیدہ پر اہل حق کا اجماع ہے۔ (القول البدیع ص ۱۲۵)

۱۲...... شیخ الاسلام علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری المتوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: ''من انکر الحیوۃ فی القبر وھم المعتزلۃ'' جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کی حیات کا انکار کیا وہ معتزلہ ہیں۔ (عینی علی البخاری ج ۷ ص ۱۰۱)

مزید فرماتے ہیں: ''انھم لایموتون فی قبورھم بل ھم احیاء'' یقیناً انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں مردہ نہیں ہوتے بلکہ وہ وہاں زندہ ہوتے ہیں۔ (عینی شرح بخاری ج ۷ ص ۲۰۰)

۱۳...... علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ الحنفی نورالایضاح میں فرماتے ہیں: (یہ کتاب دارالعلوم دیوبند کے نصاب تعلیم میں داخل ہے) ''ولما ھو مقرر عندالمحققین انہ ﷺ حیّ یرزق متمتع بجمیع الاملاذ والعبادات غیر انہ احجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات'' محققین کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ زندہ ہیں۔ آپ ﷺ کو رزق بھی ملتا ہے اور عبادات سے آپ ﷺ لذت بھی اٹھاتے ہیں۔ ہاں! اتنی بات ہے کہ وہ نگاہوں سے پردے میں ہیں جو ان مقامات تک پہنچنے سے قاصر رہتی ہیں۔ (نورالایضاح ص ۱۷۷)

۱۴...... نیز (مراقی الفلاح ص ۴۰۵) میں ہے: ''ینبغی لمن قصد زیارۃ النبی ﷺ ان یکثر الصلوۃ علیہ فانہ ﷺ یستمعھا وتبلغ الیہ'' جو شخص حضور اکرم ﷺ کی زیارت کرنے کے لئے آئے اسے چاہئے کہ کثرت سے درود عرض کرے کیونکہ آپ ﷺ اسے خود سماعت فرما رہے ہوتے ہیں اور (دور سے) آپ ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔

۱۵...... طحطاوی میں ہے: ''(فانہ یسمعھا) ای اذا کانت بالقرب منہ ﷺ (وتبلغ الیہ) ای یبلغھا الملک اذا کان المصلی بعیدا'' آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام اس وقت خود سنتے ہیں جب قریب سے عرض کیا جارہا ہو اور فرشتے اس وقت پہنچاتے ہیں جب یہ دور سے پڑھا جارہا ہو۔ (طحطاوی ص ۴۰۵ طبع مصر)

۱۶...... محقق علی الاطلاق حافظ ابن ہمام الحنفی رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۸۶۱ھ شارح ہدایہ فرماتے ہیں: ''ثم ینصرف متباکیا متحسراً علی الفراق الحضرۃ النبویۃ والقرب منھا۔ ثم یسئل النبی ﷺ الشفاعۃ واتوسل بک الی اللہ'' پھر روتا ہوا اور آپ ﷺ کے قرب اقدس سے جدا ہونے کا غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو۔ پھر حضور انور ﷺ سے شفاعت کا سوال کرے پس اے اللہ تعالیٰ کے رسول میں آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۸ طبع مصر)

۱۷...... فتاویٰ عالمگیری میں (جس کو سلطان اورزنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۱۱۱۸ھ کے حکم سے تقریباً پانچ سو علماء کرام کی مستند جماعت نے مرتب کیا ہے) آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر حاضری اور اپنے معروضات پیش کرنے کے بعد اس کی بھی تصریح کی ہے۔ ''ویبلغہ سلام من اوصاہ فیقول السلام علیک یا رسول اللہ من فلاں ابن فلاں یستشفع بک الی ربک فاشفع لہ ولجمیع المسلمین'' جس شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں سلام کہنے کی تاکید کی ہو آپ ﷺ کو اس کا سلام بھی عرض کرے۔ پس یوں کہے کہ یا رسول اللہ ﷺ فلاں بن فلاں نے آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے اور وہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بناتا ہے۔ سو آپ ﷺ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت کریں۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۸۲ طبع مصر)

۱۸...... علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم'' کیونکہ انبیاء علیہم السلام تو اپنی قبور شریفہ میں زندہ ہوتے ہیں۔ (شامی، باب المغنم وقسمۃ بعد قسمۃ الخمس ص ۳۶۶)

۱۹...... علامہ شہاب الدین احمد الخفاجی رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۸۹۹ھ فرماتے ہیں: ''لانہ ﷺ حیٌ فی قبرہ یسمع دعاء زائرہ'' کیونکہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنے زیارت کرنے والے کی دعا (صلوٰۃ وسلام) سنتے ہیں۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۹۸)

۲۰...... قاضی شوکانی یمنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وروحہ ﷺ لا تفارقہ لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم'' حضور انور ﷺ کی روح مبارک اپنے جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں زندہ ہوتے ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین للشوکانی ص ۲۸ مصر)

۲۱...... شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب مجدیؒ لکھتے ہیں: ''والذی نعتقد ان رتبۃ نبینا ﷺ اعلیٰ مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانہ حیٌ فی قبرہ حیوۃ مستقرۃ ابلغ من حیاۃ الشھداء المنصوص علیھا فی التنزیل اذا ھو افضل منھم بلاریب وانہ ﷺ تسمع من یسلم علیہ'' (اتحاف النبلاء ص ۴۱۵ مطبوعہ کانپور)

ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلیٰ ہے اور یہ کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں دائمی طور پر زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی یہ حیات شہداء کی حیات سے جو قرآن میں منصوص ہے، بہت بالاتر ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ ان سے بلاریب افضل ہیں اور آپ ﷺ اپنے روضہ اطہر میں سلام عرض کرنے والوں کا سلام خود سنتے ہیں۔

۲۲...... علامہ محقق محمد عابد السندھی استاذ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اماھم (ای الانبیاء)

فحیاتھم لاشک فیھا ولا خلاف لاحد من العلماء فی ذالک فھو ﷺ حی علی الدوام'' انبیاء علیہم السلام کی حیات میں کوئی شک نہیں اور نہ علماء میں سے کسی ایک کو اس میں اختلاف ہے۔ پس آپ ﷺ اب دائمی طور پر زندہ ہیں۔ (رسالہ مدینہ ص ۴۱)

۲۳...... حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''حیات متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست۔'' حضور انور ﷺ کی حیات ایک متفق علیہ اور اجماعی مسئلہ ہے کسی کا (اہل حق میں سے) اس میں اختلاف نہیں۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳)

۲۴...... نواب قطب الدین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''زندہ ہیں انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں۔'' یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے۔ (مظاہر حق ج ۱ ص ۴۴۵)

۲۵...... حضرت مولانا میاں نذیر حسین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (اہل حدیث) فرماتے ہیں: ''اور حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔'' (فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۵۵ ضمیمہ)

برادران اسلام! آپ نے قرآن کریم کی آیات واحادیث نبویہ اور اہلسنت والجماعت کے شراح قرآن وسنت کے استدلالات ونقد وجرح اور خلفاء راشدین اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تعامل اور کبار تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے نظریات وحالات کو پڑھنا نیز ائمہ فقہ واجتہاد اور ان کے جبال علم تلامذہ ومتبعین رحمۃ اللہ علیہم کے عقائد کا مطالعہ کیا۔

جن میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کی روضہ اقدس کی حیات مبارکہ وسماع صلوٰۃ وسلام کے عقیدہ صحیحہ کا بصراحت اعلان فرمایا۔ کیا یہ جمیع حضرات (معاذ اللہ) مشرک اور قرآن کریم اور حدیث نبوی کے صحیح مفہوم سے ناواقف تھے؟ (ذرا عقل سے کام لیں۔ ابن حبیب)

عقیدہ حیات النبی ﷺ اور علماء دیوبند کثرہم اللہ تعالیٰ

برادران اسلام! ۱۳۲۴ھ کے اوائل میں بعض حالات کی بنا پر علماء حرمین شریفین نے اکابر دیوبند سے براہ راست ۲۶، استفسارات کئے اور ان حضرات کے عقائد وافکار کو اصول اہلسنت پر جانچنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس وقت کے اکابر علماء دیوبند نے اپنا مسلک پیش کیا اور اس پر اپنی مہریں ثبت فرمادیں۔ فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (شارح ابی داؤد) نے انہیں لکھا اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمن، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے سب بزرگوں نے اس پر تصدیقات تحریر فرمائیں اور فقط اعتماداً نہیں بلکہ تحقیقاً سب جواب دیکھ کر چنانچہ مفتی اقلیم ہند حضرت کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''رأیت الاجوبۃ کلھا فوجدتھا حقۃ صریحۃ'' (میں نے تمام جوابات خود دیکھے اور انہیں حق صریح پایا)

ان عقائد پر مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جامع ازہر (مصر) اور شام کے علمائے کبار (جن میں احناف، شوافع، موالک، حنابلہ مسالک اربعہ کے علماء سب شامل تھے) نے اس پر تصدیقات فرمائیں اور یہ المہند علی المفند نامی دستاویز عقائد علمائے دیوبند کے نام سے موسوم ہوئی۔ چنانچہ ان اسئلہ میں سے ایک سوال اور اس کا جواب بعینہ رقم

کیا جاتا ہے جو کہ اس کتاب کے مقصد صحیحہ کا ترجمان حقیقی ہے۔ بعد ازاں علماء دیوبند کی تصریحات بالتوضیح رقم کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

السوال الخامس: ''ماقولکم فی حیوۃ النبی ﷺ فی قبرہ الشریف ھل ذالک امر مخصوص بہ ام مثل سائر المسلمین حیوۃ برزخیۃ'' کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ ﷺ کو حاصل ہے یا تمام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

الجواب: ''عندنا وعند مشائخنا حضرت الرسالۃ ﷺ حیٌ فی قبرہ الشریف و حیوتہ ﷺ دنیویۃ من غیر تکلیف وھی مختصۃ بہ ﷺ وبجمیع الانبیاء علیہم السلام والشھداء لابرزخیۃ کما ھی حاصلۃ لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیہ العلامۃ السیوطی فی رسالۃ انباءالاذکیا بحیوۃ الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین سبکی حیوۃ الانبیاء والشھداء فی القبر کحیوتھم فی الدنیا ویشھد لہ صلوۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوٰۃ تستدعی جسداً حیاً الی آخر ما قال فثبت بھذا ان حیوتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ ولشیخنا شمس الاسلام والدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللہ سرہ العزیز فی ھذالمبحث رسالۃ مستقلۃ دقیقۃ المأخذ بدیعۃ المسلک لم یر مثلھا قد طبعت وشاعت فی الناس واسمھا آب حیات ای ماءالحیوۃ'' (المہند علی المفند ص ۱۳ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ اور برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں کو بلکہ تمام آدمیوں کو حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیا بحیوۃ الانبیاء'' میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہدا کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ کو چاہتی ہے۔ الخ! پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کہ برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے اس کا نام آب حیات ہے۔

چنانچہ اس اجمالی واجماعی عبارت کے بعد تفصیلاً وتوضیحاً اکابر علماء دیوبند سے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو ثابت کیا جاتا ہے۔

۱...... حجۃ اللہ علی العالمین مرکز دائرۃ التحقیق، قطب افلاک اسرار التشریع حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ''رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام بالیقین قبر میں زندہ ہیں تو اس صورت میں آپ ﷺ کی ملک زائل ہونے ہی نہیں پائی جو وارثوں کی ملک اس کے قائم مقام ہو۔ بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں یا چندے کسی گوشہ میں بیٹھ رہیں اور ہمارے لواحق وغیرہ ہماری اشیاء کو برتیں اور اس سے ہماری ملک زائل نہیں ہوتی اور برتنے والے یا وارث مالک نہیں بن جاتے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ بھی گوشہ قبر میں پنہاں ہو گئے اور آپ بدستور اپنے اشیاء اموال کے مالک، کوئی اور مالک نہیں ہو گیا اور حدیث: ''لانورث ماترکنا صدقہ'' جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس حدیث کی لم بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اب تک بقید حیات ہیں پر شیعہ (رافضیت نواز نام نہاد توحیدی) نہ سمجھیں تو کیا کیجئے۔'' (ہدایۃ الشیعہ ص ۲۶۸ تا ۲۶۹، از حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ)

☆...... علاوہ ازیں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''انبیائے کرام علیہم السلام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔'' (لطائف قاسمیہ ص ۳)

☆...... ''اصل مضامین کی حقیقت تو اپنے نزدیک محقق ہوگئی یوں کوئی منکر نہ مانے تو وہ جانے۔ منکروں کا کام یہی ہے۔'' (آب حیات ص ۵)

☆...... ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزیں ہیں جیسے ان کا مال قابل اجرائے حکم میراث نہیں ہوتا ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مال بھی محل توریث نہیں۔'' (آب حیات ص ۲)

☆...... پھر فرماتے ہیں: ''ارواح انبیاء کو بدن سے علاقہ بدستور رہتا ہے۔ ہر اطراف و جوانب سے سمٹ آتی ہے۔'' (جمال قاسمی)

۲...... فخر المحدثین قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ولان النبیین علیہم السلام لما کانوا احیاء فلا معنی لتوریث الاحیاء منھم'' چونکہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب زندہ ہیں اس لئے ان کے آگے وراثت چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (الکوکب الدری ج ۱ ص ۴۲۳)

☆...... پھر فرماتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں''نبی اللہ حیٌ یرزق''

(ہدایۃ الشیعہ ص ۱۸ از حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)

☆...... پھر ارشاد فرمایا: ''مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۹۹)

۳...... المہند کے سابقہ سوال کے جواب کے بارے میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ھو معتقدنا و معتقد مشائخنا جمیعاً لا ریب فیہ'' ہمارے اور ہمارے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ (المہند ص ۴۶)

۴...... محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیٌ فی قبرہ کما ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم و لا فرق بین ان یکون فوق الارض او تحت حجابھا کما لا فرق فی حضورہ و غیبتہ فی زمان حیاتہ و لھذا العلۃ لم یذھب الیہ احد من الائمۃ'' یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں جیسے کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اوپر دکھائی دیں یا پردہ زمین میں آرام فرما ہوں (وہ زندہ یقیناً ہیں) جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے یا غائب ہونے میں (زندہ ہونے کے اعتبار سے) کوئی فرق نہ تھا۔

☆...... علاوہ ازیں تذکرۃ الخلیل میں ہے: ''آستانہ محمدیہ پر حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی آواز نکالنا تو کیا مواجہ شریف کے قریب یا مقابل بھی آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ خوفزدہ، مؤدبانہ، دبے پاؤں آتے اور مجرم وقیدی کی طرح دور کھڑے ہوئے بکمال خشوع صلوٰۃ و سلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۶)

۵...... شیخ الاتقیاء حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جو کچھ اس رسالہ ''المہند'' میں لکھا ہے حق اور صحیح ہے اور کتابوں میں نص صریح کے ساتھ موجود ہے۔ یہی میرا عقیدہ ہے اور یہی میرے مشائخ کا عقیدہ

تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عقیدے کے ساتھ زندہ رکھے اور اسی عقیدے پر ہمیں موت دے۔ میں ہوں بندہ ضعیف عبدالرحیم عفی عنہ رائے پوری۔'' (المہند ص ۴۸)

۶...... امام کبیر محدث شہیر حضرت علامہ شیخ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری فرماتے ہیں: ''یرید بقولہ الانبیاء احیاء مجموع الاشخاص لا الارواح فقط'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں کا مطلب یہ نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام روح و بدن کے مجموعے کے ساتھ زندہ ہیں۔ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

۷...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسد کو کھا سکے۔'' پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

ف...... پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل واقویٰ ہے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے۔ (نشر الطیب ص ۵۷ ۲ شائع کردہ ادارہ اشرفیہ لاہور)

☆...... مزید فرماتے ہیں: ''آپ بنص حدیث قبر میں زندہ ہیں۔'' (التکشف ص ۴۴۶)

☆...... مدینہ منورہ جانے والا، یوں کہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔
(وعظ التبلیغ نمبر ۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ)

۸...... شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں: ''الانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون'' کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور انہیں ان کے رب کے ہاں سے رزق ملتا ہے۔ (فتح الملہم ج۱ ص ۳۳۰)

☆...... پھر فرماتے ہیں: ''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ باذان واقامۃ'' بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں اذان اور اقامت سے نمازیں پڑھتے ہیں۔
(فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹)

۹...... حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ المحشی المتوفی ۱۲۹۷ھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کی شرح میں فرماتے ہیں: ''ان حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتعقبھا موت بل یستمر حیاً والانبیاء احیاء فی قبورھم'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی بلکہ دوامی حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور باقی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۱۰...... شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج۱ ص ۱۱۹)

۱۱...... شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کے بارے میں میرا وہی عقیدہ ہے جو اکابر علماء دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی، دنیوی بھی ہے اور باعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہلسنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔

جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں کبھی کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ میرے خیال میں ہر صاحب بصیرت اس عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر نہیں ہوسکتا۔ جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں۔ ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روضہ اطہر کی حیات بدیہات میں سے ہے۔ احقر الانام احمد علی عفی عنہ!

(بحوالہ مقام حیات ص ۲۷۰، از علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم العالیہ)

۱۲...... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''تمام اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عام مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔''

(سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۸۸، حیات نبوی ص ۲ مصنفہ مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۳...... شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے اور اسی حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔'' (بحوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

اس عبارت صحیحہ وحقہ پر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان، حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ہیں۔

افسوس! آج کل کے رافضیت نواز توحیدی اس عبارت کی سماعت کے بعد فرماتے ہیں کہ: ''حضرت خان صاحب آخری عمر میں مداہن اور مشرک ہوگئے تھے۔'' معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! ؎

بریں عقل ودانش بباید گریست

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں حضرت خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

''کتب فقہ حنفی اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود وسلام سنتے ہیں۔ سلف اہلسنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے عقیدہ والے کو کافر ومشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ! اللہ تعالیٰ ایسی جسارت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرماوے۔ واللہ اعلم بالصواب! عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۲/صفر ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح: لاشئی غلام اللہ، جواب درست ہے۔ ناکارہ خلائق غلام ربانی۔

۱۴..... استاذ العلماء سیدی وسندی حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ امدادیہ حبیب المدارس یا کی والی (علی پور) فرماتے ہیں کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں اپنی مرقد اقدس و مضجع مطہرؒ میں متصف بحیات جسمانی وابدی ہیں اور بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کے صلوٰۃ وسلام کو بنفس نفیس سماعت فرما کر جواب مرحمت فرماتے ہیں اور یہی عقیدہ صحیحہ جمیع اسلاف اہل حق کا رہا ہے اور یہی عقیدہ ہم متبعین اہل حق کا ہے۔ جیسا کہ اس رسالہ میں بالتوضیح تحقیق ہو چکی ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور مرتب عزیز کو اس عقیدہ صحیحہ پر تا حیات قائم رکھے اور اہل حق کی اتباع کامل عطاء فرما کر اپنی رضا و رحمت سے نوازے۔ آمین ثم آمین! الاحقر حبیب اللہ غفرلہ!

خادم جامعہ امدادیہ یا کیوالی ۲۸ رشوال المکرم ۱۴۰۷ھ

۱۵..... شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہم العالیہ کا فیصلہ کن بیان فرماتے ہیں: ''بلا خوف وتردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۴ھ تک اہلسنت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطے میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا جسم اطہر کے ساتھ کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ ''من ادعی خلافه فعليه البيان و لا يمكنه ان شاء الله تعالى الى يوم البعث والجزاء والميزان'' (جس کو اس کے خلاف دعویٰ ہو وہ دلیل لائے اور ان شاء اللہ وقوع قیامت تک اس کے لئے اس کے خلاف دلیل لانا ناممکن ہے) (تسکین الصدور ص ۲۸۲)

۱۶..... استاذی سیدی وسندی عالم ربانی محدث کبیر حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور

باسمہ سبحانہٗ وتعالیٰ

میرا عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں وہی ہے جو اکابر دیوبند کا رہا ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

۱..... ہمارے اکابر دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی معروف کتاب ''فیوض الحرمین'' سے ان کا عقیدہ واضح ہے۔

۲..... ان کے بعد شیخ الحدیث اوّل روح دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز کی تصنیف ''آب حیات'' سے ان کا عقیدہ واضح ہے۔

۳..... مجدد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کا عقیدہ ان کی کتاب ''زبدۃ المناسک'' سے واضح ہے۔ یہ سب بزرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی حیات کے قائل تھے جسے دنیوی برزخی کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے (اور جو کچھ کلمات خطاب وتوسل زبدۃ المناسک میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے غور فرمائے ہیں وہ شارح ہدایہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہو: (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۶، المقصد الثالث فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

۴..... حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ۱۳۲۵ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی وشیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور شارح ابوداؤد ومہاجر مدینہ منورہ نے المہند میں تحریر فرمایا ہے:

السوال: ما قولکم فی حیوۃ النبی ﷺ فی قبرہ الشریف ھل ذالک امر مخصوص بہ ام مثل سائر المؤمنین حیوتہ برزخیۃ۔

الجواب: عندنا و عند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ ﷺ حیّ فی قبرہ الشریف و حیوتہ ﷺ دنیویۃ من غیر تکلیف وھی مختصۃ بہ ﷺ وبجمیع الانبیاء علیہم السلام والشھداء لابرزخیۃ کما ھی حاصلۃ بسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کماعلیہ العلامۃ السیوطی فی رسالتہ "انباءالاذکیاء بحیوۃ الانبیاء" حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی حیوۃ الانبیاءو الشھداء فی القبر کحیاتھم فی الدنیا ویشھد لہ صلوۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوۃ تستدعی جسداً حیاً الی آخر ما قال فثبت بھذا ان حیوتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ ولشیخنا شمس الاسلام والدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللہ سرہ العزیز فی ھذہ المبحث رسالۃ مستقلۃ دقیقۃ المأخذ بدایۃ المسلک لم یر مثلھا قد طبعت وشاعت فی الناس واسمھا "آب حیات" ای "ماءالحیات" از عقائد علمائے دیوبند (المھند ص۲۲۱ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی) جس کا ترجمہ یہ ہے:

سوال: آپ حضرات جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق کیا فرماتے ہیں کیا آپ کو کوئی خاص حیات حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے۔

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے (یعنی آپ باشعور ہیں) البتہ دنیا میں جس طرح مکلف تھے، اب مکلف نہیں ہیں اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ حیات کی یہ قسم محض برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو جیسا کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ الخ! پس اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور برزخی ہے۔ کیونکہ یہ عالم برزخ میں جاری اور حاصل ہے اور ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں اس مستقل رسالہ بھی ہے جس کا ماخذ نہایت دقیق ہے اور وہ انوکھے طرز کا بے مثل ہے جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام آب حیات ہے۔

المھند کے مندرجات کی صحت پر علماء حرمین بلکہ دنیا بھر کے اساطین امت کے دستخط ہیں اور اس کے مضامین کی تصدیقات وتقاریظ تحریر ہیں۔ سب سے پہلے دستخط حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا خلیفہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب وجانشین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نوراللہ قبورہم کے ہیں۔ پھر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کے تلمیذ خاص حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ کے اور حضرت مفتی عزیز الرحمن شاہ رحمۃ اللہ علیہ مفتی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حکیم محمد حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ برادر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم علماء بلاد ہند کی تصدیقات درج ہیں۔ پھر علماء مکہ مکرمہ کی تصدیقات ہیں۔ پھر علماء ومفتیان کرام مدینہ منورہ کی طویل تحریرات وتصدیقات ہیں اور علماء شام میں علامہ شامی کی اولاد میں سے محمد ابوالخیر ابن عابدین کی تصدیق بھی ہے اور دیگر علماء شام کی بھی۔ جامع ازہر اور مصری علماء کی بھی۔ یہ سب المھند میں ہے ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔

۵...... ان حضرات کے بعد استاذنا المحترم شیخ العرب والعجم حضرت مولانا السید حسین احمد المدنی نور اللہ مرقدہٗ جنہوں نے دارالعلوم دیوبند میں ایک ثلث صدی درس حدیث دیا۔ اپنی کتاب ''نقش حیات'' میں یہ مضمون تحریر فرماتے ہیں: ''علماء دیوبند وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ بین الروح والجسم کے مثبت ہیں اور بڑے زور شور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ رسالہ آب حیات نہایت مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ کے لئے لکھا گیا ہے۔ نیز ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین حصہ دوم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔''

(نقش حیات ج ۱ ص ۱۰۳)

غرض اکابر دیوبند کا جو اہلسنت والجماعت حنفی ہیں سب کا یہی عقیدہ چلا آرہا ہے اور یہی میرا عقیدہ ہے۔

۶...... جناب شیخ محمد بن عبدالوہاب النجدی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے جناب شیخ عبداللہ بن محمد عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''والذی نعتقده ان رتبة نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعلی مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانه حی فی قبره حیاة برزخیة ابلغ من حیاة الشهداء المنصوص علیها فی التنزیل اذ هو افضل منهم بلاریب وانه یسمع سلام المسلم علیه'' (ترجمہ) اور جو ہم اعتقاد رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلیٰ ترین رتبہ ہے اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر مبارک میں برزخی حیات حاصل ہے جو شہداء کی حیات سے بڑھ کر ہے جس کو قرآن پاک میں بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ آپ شہداء سے بلاشبہ افضل ہیں اور یہ عقیدہ ہے کہ آپ سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں۔ (رسالہ شیخ عبداللہ ص ۴۱)

شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''ابلغ من حیاة الشهداء'' کا جملہ استعمال کیا ہے جیسے کہ سمجھانے کے لئے المہند وغیرہ میں بھی حیات دنیویہ کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم نے اپنے ایک مضمون میں اس رسالہ کے اقتباسات دیئے ہیں۔ پھر یہ مضمون دارالعلوم دیوبند کے پندرہ روزہ عربی رسالہ الداعی میں بالاقساط شائع ہوا۔ مذکورہ بالا عبارت الداعی ۲۵ رجنوری ۱۹۷۸ء کے شمارہ سے لی گئی ہے۔

بہرحال یہی وہ مسلک ہے جس پر علماء امت کا اتفاق چلا آرہا ہے۔

(نوٹ) یہ امر بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ علی الاطلاق سماع موتی کے قائل تھے اور انتقال یا دفن کے بعد میت کو تلقین کرنے سے بھی منع نہ کرتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں: ''وقد ثبت فی الصحیحین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقنوا موتاکم لا اله الا الله فتلقین المیت سنة مامور بها وقد ثبت ان المقبور یسأل ویمتحن وانه یومر بالدعاء له فلهذا قیل ان التلقین ینفعه فان المیت یسمع النداء کما ثبت فی الصحیح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال "لیسمع قرع نعالهم" وانه قال ما انتم باسمع لما اقول منهم وانه امرنا بالسلام علی الموتی فقال ما من رجل یمر بقبر الرجل کان یعرفه فی الدنیا فیسلم الا رد الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام'' (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۸۹)

(ترجمہ) بخاری اور مسلم شریف میں یہ حدیث صحیح آئی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو۔ لہٰذا میت کی تلقین سنت ہے جس کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ قبر میں تدفین کے بعد میت سے سوال ہوتا ہے۔ اس کا امتحان ہوتا ہے اور یہ کہ اس کے لئے دعا کے واسطے کہنا چاہئے۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ تلقین میت کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ کیونکہ میت آواز سنتا ہے جیسا کہ صحیح روایت (بخاری) میں آیا ہے کہ وہ بلاشبہ ان کے جوتوں کی چاپ (اپنی قبر میں سے) سنتا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں جو کچھ ان (بدر میں تین روز قبل ویران کنویں میں ڈالے گئے مقتول کافروں) سے کہہ رہا ہوں وہ تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے اور آپ نے ہمیں مردوں کو سلام کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو کوئی آدمی کسی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جب کہ وہ اسے دنیا میں جانتا تھا اور وہ اسے (صاحب قبر کو) سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ (قبر میں) اس پر اس کی روح کو لوٹا دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ج ۱ ص ۲۷۹)

لیکن ابن تیمیہ رحمہ اللہ سماع موتی کے اس حد تک قائل ہیں جتنا حدیث شریف میں بتلایا گیا ہے: ''اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ'' کتبہ: حامد میاں ۲۳؍ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ/ ۲؍نومبر ۱۹۸۰ء یکشنبہ، (۲) عبدالحمید غفرلہ مدرس جامعہ مدنیہ لاہور (۳) محمد کریم اللہ غفرلہ مدرس جامعہ مدنیہ و فاضل دارالعلوم دیوبند (۴) عبدالرشید عفی عنہ مدرس جامعہ مدنیہ (۵) ظہور الحق غفرلہ مدرس جامعہ مدنیہ۔

۱۷...... حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اکابر دیوبند رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔

فرق صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضۂ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی تو مستقل تصنیف ''حیات انبیاء'' پر آب حیات کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں ان کا رسالہ المہند علی المفند بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل!

تصدیقات

۱...... مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ مدرسہ عربیہ اسلامی کراچی
۲...... مولانا عبدالحق عفی عنہ حقانیہ اکوڑہ خٹک
۳...... مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ
۴...... مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ
۵...... مولانا شمس الحق عفا اللہ عنہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۶...... مولانا محمد ادریس کان اللہ لہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
۷...... مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۸...... مولانا محمد رسول خان عفا اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

۹...... مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم کراچی

۱۰...... مولانا احمد علی عفی عنہ امیر نظام العلماء و امیر خدام الدین لاہور

تلک عشرۃ کاملہ۔ بحوالہ ضرب المہند علی القول المسدد۔ مؤلفہ: حافظ حبیب اللہ ڈیروی

۱۸...... شیخ المشائخ حضرت مولانا میاں مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین درگاہ عالیہ دین پور شریف

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

زیر نظر کتاب (تسکین الاتقیاء فی حیاۃ الانبیاء) پروفیسر مولوی محمد مکی صاحب کی قابل قدر تالیف ہے۔ جس میں موصوف نے دور حاضر کے ایک خطرناک فتنے کے خلاف قلم اٹھایا ہے اور امت مسلمہ بالعموم اور حاملان مسلک دیوبند کو بالخصوص اس فتنہ سے خبردار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ پاک موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائیں۔ (آمین)

اگرچہ ہمارے اکابرین دیگر فتن کی طرح اس فتنہ سے بھی کبھی نچنت نہیں رہے اور ان صاحب بصیرت حضرات نے اس وقت اس خبیث فتنہ سے خبردار کیا جب یہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ حضرت اقدس ثانی (حضرت مولانا عبدالہادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ تقسیم ہند سے پہلے حضرت اوّل (حضرت خواجہ غلام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ) نے خانپور میں ایک جلسہ کا اہتمام فرمایا تھا جس میں شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات انبیاء علیہم السلام کے موضوع پر تقریر فرماتے ہوئے اس مسئلہ کو پورے شرح و بسط کے ساتھ واضح فرمایا اور اس فتنہ کے مضرات سے آگاہ فرمایا اور خود حضرت اقدس ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات مبارکہ میں تقسیم ہند کے بعد جب اس نامبارک فتنہ کے بداثرات کو نمایاں ملاحظہ فرمایا تو اپنے متعلقین کے حلقہ میں دورہ فرما کر اس فتنہ کے بارے میں نہ صرف آگاہ فرمایا بلکہ ایک مقامی مدرسہ کے بارے میں جس کے کارپردازان کے اذہان اس فتنے سے مسموم ہو چکے تھے۔ اپنے متعلقین کو منع فرمایا کہ اپنے بچوں کو اس مدرسہ میں تعلیم نہ دلوائیں۔ چند لوگوں نے حضرت کے اس مشورہ کو نہ مانا لیکن کچھ عرصہ گزرنے پر جب اس عدم قبول کے بداثرات سامنے آئے تو انہوں نے حضرت اقدس کے موقف کو درست تسلیم کیا۔ مگر اس وقت تک ان لوگوں کی اولاد صاحب مدرسہ، مہتمم اور مدرس بن کر اس فتنہ انکار حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تخم ریزی کر رہی تھی اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنی ہوئی تھی اور یہ فتنہ اس لحاظ سے مسلک دیوبند رکھنے والوں کے لئے زیادہ مہلک ہے کہ فتنہ پرداز خود کو دیوبندی کہتے ہیں۔

حالانکہ حضرات دیوبند جن پر ہمیں مکمل اعتماد ہے کہ عقیدہ حضرت حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مولانا اسعد مدنی مدظلہ العالی تک اثبات حیات انبیاء علیہم السلام ہے نہ کہ انکار حیات۔

بحمد اللہ اکابرین دین پور شریف سید العارفین حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اقدس حضرت مولانا عبدالہادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا سراج احمد صاحب دین پوری مدظلہ العالی کا عقیدہ اس مسئلہ میں اثبات حیات تھا اور ہے اور ان شاء اللہ رہے گا۔ بفضلہ تعالیٰ فقیر بھی اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس مسئلہ میں اثبات حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہے اور فقیر کی تمام امت مسلمہ اور بالخصوص اپنے متعلقین سے درخواست ہے کہ عقائد درست رکھیں۔ خصوصاً اس مسئلہ میں انکار حیات کا عقیدہ خدانخواستہ اختیار کر کے اپنے شجر ایمان کو بے ثمر نہ کریں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین! ازطرف بندہ ناچیز مسعود احمد درگاہ عالیہ دین پور شریف

۲۲ رذوالحجہ ۱۴۲۰ھ

۱۹...... علماء دیوبند کا مسلک از مولانا حبیب الرحمن قاسمی مدظلہٗ (مدیر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند)

علماء دیوبند کا یہ ایمان ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ افضل البشر اور افضل الانبیاء ہیں۔ مگر ساتھ ہی آپ کی بشریت کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ وہ آپ کے علو درجات ثابت کرنے کے لئے حدود عبدیت کو توڑ کر حدود معبودیت میں پہنچا دینے سے کلی احتراز کرتے ہیں وہ آپ کی اطاعت کو فرض عین سمجھتے ہیں۔ مگر آپ کی عبادت کو جائز نہیں سمجھتے۔ وہ برزخ میں آپ ﷺ کی حیات جسمانی کے قائل ہیں۔ مگر وہاں معاشرت دنیوی کے قائل نہیں وہ آپ کے علم عظیم کو ساری کائنات کے علم سے بدرجہا زیادہ جانتے ہیں۔ پھر بھی اس کے ذاتی ومحیط ہونے کے قائل نہیں۔

(دارالعلوم دیوبند کا ترجمان ماہنامہ بابت ماہ ستمبر ۱۹۹۹ء بعنوان حرف آغاز علماء دیوبند کا مسلک)

(۲۰) عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق سوال اور اس کا جواب

(از حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی مدینہ منورہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! آپ کا سوال نامہ موصول ہوا۔ تفصیلی معلومات کے لئے آپ میری کتاب ''مرنے کے بعد کیا ہوگا'' کا احوال برزخ، مطالعہ فرمائیں۔ جن لوگوں کو شہرت مطلوب ہوتی ہے اور ان سے پہلے بڑے بڑے اکابر شہرت پا چکے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ کوئی نئی بات نیا عقیدہ تراشتے ہیں تاکہ ان کی بھی ایک جماعت بن جائے اور اس جماعت کے سربراہ اور قائد مشہور ہو جائیں۔ زمانہائے قدیم میں خوارج ومعتزلہ اور ان جیسے بہت سے فرقے نکل چکے ہیں۔

مماتیوں کا فرقہ بھی اسی طرح کا ایک نیا فرقہ ہے۔ یہ لوگ اپنی تحقیقات میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی آگے نکل گئے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیحہ صریحہ کے بھی خلاف بولنے لگے گویا کہ ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے صحیح بات نہیں بتائی تھی۔ (معاذ اللہ) ان کے سامنے جب کوئی آیت یا حدیث پیش کی جاتی ہے تو اپنے مسلک پر جمے رہنے کی وجہ سے اس میں تاویل کر دیتے ہیں جو تحریف کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اپنے نکالے ہوئے عقیدہ پر جمنا اور قرآن وحدیث کو نہ ماننا پھر بھی ایمان کا دعویٰ کرنا یہ ان لوگوں کا عجیب حال ہے۔ جب ان کے سامنے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الممات کی روایات پیش کی جاتی ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ان کا قبر سے کوئی تعلق نہیں برزخ سے ہے۔ یہ ان لوگوں نے رد کرنے کا بہانہ نکالا ہے حالانکہ برزخ موت سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کے زمانہ کا نام ہے قبروں میں جو احوال گزرتے ہیں وہ بھی برزخ میں ہیں اور موت کے بعد جو دیگر حالات گزرتے ہیں وہ بھی برزخ میں ہیں۔

مماتی لوگ صحیح حدیث کے منکر ہیں۔ دیکھو (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸) میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''مررت علی قبر موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ'' اس میں فی قبرہ کا لفظ واضح طور پر موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ مماتی لوگوں کو حدیث ماننا نہیں اپنے مسلک پر جمنا ہی ان کے نزدیک اصل دین ہے چونکہ مماتی لوگ رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی قبروں والی بات کے قائل نہیں۔ اس لئے مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں تو قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر سلام بھی نہیں پڑھتے یہ لوگ اپنی تحقیق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی آگے بڑھ گئے۔ (معاذ اللہ)

حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی مؤطا میں نقل فرمایا ہے کہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب سفر کا ارادہ فرماتے یا سفر سے واپس آتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر اور دعا کر کے واپس چلے جاتے۔ اس کے بعد امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ھکذا ینبغی ان یفعل اذا قدم المدینۃ یاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی مدینہ منورہ میں حاضری دینے والے کو ایسا ہی کرنا چاہئے کہ جب وہاں حاضر ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آئے۔"

حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے "القول البدیع" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھی یہ عمل نقل کیا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہو کر سلام پڑھا اور واپس چلے گئے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بھی الشفاء میں اس کو نقل کیا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے روز مجھ پر درود کثرت سے بھیجا کرو کیونکہ یہ دن مشہور ہے (جس کے معنی یہ ہیں) کہ اس میں فرشتوں کی آمد (بکثرت) ہوتی ہے (پھر ارشاد فرمایا کہ) بے شک تم میں سے جو بھی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اس کا درود میرے سامنے پیش ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو۔ سوال کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد کیا ہوگا ارشاد فرمایا کہ وفات کے بعد بھی درود پیش ہوگا۔ کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر یہ حرام فرما دیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ لہٰذا اللہ کا نبی زندہ رہتا ہے اور اس کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ (رواہ ابن ماجہ باسناد جید کما قال المنذری فی الترغیب)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "اشعۃ اللمعات" شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے: "وحیات انبیاء متفق علیہ است، ہیچ کس را دروے اختلافے نیست، حیات جسمانی دنیاوی نہ حیات معنوی روحانی۔"

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا ایسا مسئلہ ہے جس پر سب کا اتفاق ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں اور یہ حیات جسمانی ہے جیسا کہ دنیا میں تھی ان کی زندگی روحانی اور معنوی نہ سمجھی جائے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اپنے رسالہ "انباء الاذکیاء بحیوۃ الانبیاء علیہم السلام" میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا قبروں میں زندہ ہونا ہمیں علم قطعی کے ساتھ معلوم ہے۔ کیونکہ اس بارے میں دلائل قائم ہیں اور اخبار تواتر کے ساتھ پہنچی ہیں حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس بارے میں مستقل رسالہ تالیف فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔"

جتنے بھی فرقے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات اکابر اہل سنت کے مسلک کو چھوڑ کر نکلتے ہیں وہ کسی نہ کسی گمراہی میں ضرور مبتلا ہوتے ہیں اور (کل محدثۃ ضلالۃ) کے مصداق ہوتے ہیں اور جو لوگ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبور کے قائل نہیں وہ لوگ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھی مخالف ہیں اور یہ لوگ دیوبندی بھی نہیں ہیں۔ اگر تقیہ کر کے دیوبندی بن کر چندے کرتے ہیں اور طلبہ تقیہ کر کے دیوبندی بن کر ان کے مدارس میں داخلہ لیتے ہیں۔ پھر چپکے چپکے اپنا خود تراشیدہ عقیدہ پھیلاتے ہیں۔ اگرچہ ان لوگوں میں ایمان اور انصاف ہے تو واضح طور پر اعلان کر دیں کہ ہم دیوبندی نہیں ہیں اور اکابر دیوبند کو بھی ان سے برأت ظاہر کرنا لازم ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آ کر سلام پیش کرتے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے کہتے تھے کہ (السلام علی ابی بکر اور السلام علیک یا ابتہ) مماتیوں کے نزدیک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ گمراہ تھے۔ (معاذ اللہ)

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات سنو۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۵۴) کی آخری حدیث ملاحظہ کیجئے: ''وعن عائشۃ قالت کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھم فو اللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ علیّ ثیابی حیاء من عمر (رواہ احمد)'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جس گھر میں دفن ہیں۔ اس میں (اپنے زائد) کپڑے رکھ کر چلی جاتی تھی اور دل میں کہتی تھی کہ میرے شوہر ہیں اور میرے والد ہیں۔ جب ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی دفن کر دیئے گئے تو اللہ کی قسم میں اس گھر میں اس حال میں داخل ہوتی تھی کہ خوب اچھی طرح اپنے کپڑوں کو باندھ لیتی تھی اور یہ عمر رضی اللہ عنہ سے شرمانے کی وجہ سے کرتی تھی۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زندہ نہ سمجھتیں اور یہ جانتی ہوتیں کہ مٹی میں مل کر خاک ہو گئے تو یہ سوچنے کی کیا ضرورت تھی۔ میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں اسی طرح اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں زندہ نہیں تھے تو شرمانے اور کپڑے لپیٹنے کی ضرورت کیا تھی؟ سب جانتے ہیں کہ احادیث شریفہ کی سب سے زیادہ روایت کرنے والے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ حضرات مماتیوں کے نزدیک قبر والی زندگی مان کر مشرک ہو گئے تو ان کی کوئی بھی روایت معتبر نہیں ہوئی۔ مماتی لوگ ان دونوں حضرات کی روایات سے ہاتھ دو بیٹھیں اور ان کی کسی بھی روایت سے استدلال نہ کریں۔

حضرت امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ صاحب مؤطا بھی مقام اعتماد واعتبار سے ساقط ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے قبر شریف پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا سلام پیش کرنا نقل کیا ہے۔ یاد رہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے معتمد شاگرد تھے فقہ حنفی انہی کا مرتب اور مدون کیا ہوا ہے۔

آپ نے سوال کا ہے کہ تیرا کیا مسلک ہے؟ میرا کوئی نیا مسلک نہیں۔ میں علماء اہلسنت کے مسلک پر ہوں اور قبور میں حیات الانبیاء علیہم السلام کی جسمانی حیات کے منکرین کو گواہ اور اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھتا ہوں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ المدینۃ المنورہ

(ماخوذ از ماہنامہ حق چار یار جون ۲۰۰۰ء مدیر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ)

آخری فیصلہ

فخر المحدثین والفقہاء حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''من ینکر حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ کان فؤادہ فارغا من حبہ وعقلہ خالیاً من لبہ'' جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی قبر شریف میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے اس کا دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے فارغ ہے اور اس کی عقل بصیرت سے خالی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۹)

آخری گزارش

برادران اسلام! قبل ازیں رقم کردہ آیات قرآنیہ اور حضرات مفسرین اہلسنت کی توضیحات واحادیث

مبارکہ اور حضرات محدثین کرام کی تصریحات وتشریحات اور علماء متقدمین ومتاخرین کی تحقیقات وارشادات سے مسئلہ حیات النبی ﷺ کو واضح کیا گیا ہے۔ لیکن فائدہ اسے پہنچے گا جس کا دل محبت واحترام نبوت سے مالا مال ہوگا اور یہودیت وعیسائیت کی حرکات مذمومہ واعتزال ورفض کی بدبو سے مصؤن ومحفوظ ہوگا اور میدان محشر میں صاحب لواء الحمد وحوض کوثر کی شفاعت پر یقین کامل ہوگا۔

یاد رکھئے! یہ رافضیت نوازی واعتزال وخارجیت ذہنی اور اس کا افشاء صرف اور صرف ان علماء حق کے گروہ کو تباہ وبرباد کرنا اور انہیں افتراق وتشتت کا شکار کرنا ہے (جن کے اسلاف نے دین مصطفوی کے خلاف اٹھنے والے ہر بدتمیز سیلاب کا اسوۂ نبوت کو تھامتے ہوئے جواں مردی سے مقابلہ کیا) تاکہ آئندہ کسی طوفان خبیث کے تقابل کی ان میں جرأت مفقود ہو جاوے۔ لیکن اس عزم غلیظ کو لے کر چلنے والے گوتے یاد رکھیں کہ فیصلہ خداوندی ہے: ''ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین'' چنانچہ ہمارے اسلاف کی خدمات دینیہ سے دنیائے عرب وعجم متعارف ہے کہ خدمت قرآن وحدیث وخدمت فقہ وسلوک اور خدمت ابلاغ دین میں انہوں نے کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور دے رہے ہیں اور تا قیامت دیتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ کہ اپنے تو اپنے غیر بھی انہیں حضرات کے بحر علم کی تری کے ذریعہ علمی دنیا میں زندگی حاصل کر رہے ہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

برادران اسلام! خدارا قرآن وسنت کو اصحاب نبوت وتابعین وتبع تابعین وجمہور علماء امت اسلامیہ کے عقائد وافکار کی روشنی میں سمجھو بصورت دیگر عدم اعتقادی وعدم ایمانی کی ایسی تاریک گھاٹی میں گر جاؤ گے جس سے پھر نکلنا محال ہے۔ ''اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ آمین''

ابن حبیب عفی عنہ

ذریت مماتیت کو چیلنج

۱...... صرف ایک آیت قرآنیہ پر نشاندہی کریں جس میں بصراحت آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر میں مردہ ہونے (معاذ اللہ) اور صلوٰۃ وسلام نہ سننے کا بیان ہو یا اہلسنت والجماعت (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے کسی ایک مفسر کا صریح حوالہ پیش کریں جس نے کسی آیت قرآنیہ سے اس نظریہ فاسدہ کا استنباط کیا ہو۔

۲...... صرف ایک حدیث صریح کا حوالہ پیش کریں یا کسی ایک سنی محدث نے کسی ایک حدیث سے صراحتاً اس نظریہ باطلہ کا استنباط کیا ہو بیان کریں۔

۳...... دور نبوی سے لے کر ۱۳۷۴ھ تک کے ادوار میں کسی ایک صحابی، تابعی، تبع تابعی، امام مجتہد، مفسر، محدث، متکلم، فقیہ وصاحب تصوف کا صرف ایک قول صریح پیش کر دیں جس میں اس نے آپ لوگوں کی طرح نبی کریم ﷺ کو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) روضہ اطہر میں مردہ اور بے جان کہا ہو اور حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام نہ سننے والے ثابت کیا ہو۔ (دیدہ باید)

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ أَحْيَآءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحدیث)

علمی و تحقیقی مباحث

مؤلف:

ابوالحسن مولانا محمد بلال منڈی بہاؤالدین


الدین النصیحة (حدیث)
(حصہ اوّل)
علمی وتحقیقی مباحثے
الله
مؤلف
ابوالحسن محمد بلال عفی عنہ
ناشر: مکتبۃ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک (خیبر پختونخواہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا ابوالحسن محمد بلال صاحب زید مجدہ

آپ نے متعدد مسائل ''علمی و تحقیقی مباحث'' کے نام پر ایک کتاب مرتب کی جو مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک سے شائع ہوئی۔ اس کے ص ۱۴۸ تا ۲۳۰ تک حیات النبی ﷺ اور اس سے متعلقہ مسائل پر بحث تھی، جسے مولانا منیر احمد منور مدظلہم نے اس مجموعہ میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا، جو شامل اشاعت ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی دامت برکاتہم

شعبہ التخصص فی الدعوۃ والارشاد خیر المدارس ملتان

محترم جناب حضرت مولانا محمد بلال صاحب زید مجدکم و علمکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! جناب محترم محمد شفیق صاحب کے واسطہ سے آپ کے چند اشتہارات ملے، پڑھ کر دلی خوشی ہوئی کہ آپ مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کے دفاع کا فریضہ جملہ اہل سنت کی طرف سے ادا کر رہے ہیں۔ الحمد للہ! آپ کی گرفت مضبوط ہے۔ آیت امساک روح کا مفہوم اور حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ وحضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کی توضیح کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل حق کی طرف سے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ غائب کی غائب کے حق میں دعا مقبول ہوتی ہے۔ اس لئے درخواست دعا پر عریضہ ختم کرتا ہوں۔ فقط: والسلام!

دعا گو وعاجز محمد انور اوکاڑوی

شعبہ التخصص فی الدعوۃ والارشاد خیر المدارس ملتان

۲۴ر دسمبر ۲۰۱۸ء

حضرت مولانا نور اشرف صاحب دامت برکاتہم صدر مدرس جامعہ حنفیہ جہلم

مولانا محمد بلال صاحب کی کتاب ''علمی وتحقیقی مباحث'' کو بعض مقامات سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ماشاء اللہ! بہت خوب پایا۔ قبل ازیں بھی موصوف کے پمفلٹ رسالے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جن کو اپنے موضوع پر منفرد اور جامع پایا۔ زیر نظر کتاب اصل میں مولانا کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔ قارئین کی آسانی کے لئے جن کو یکجا جمع کیا گیا ہے تاکہ قاری کو سارا مواد یکجا دستیاب ہو سکے۔ یہ ایک اچھی کوشش ہے۔

اللہ تعالیٰ! برادر محترم کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور مزید ترقی نصیب فرمائے اور ہر قسم کے شرور سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم! نور اشرف غفرلہ ۷ر رجب ۱۴۳۲ھ

مولانا محمد الیاس گھمن ناظم اعلیٰ اتحاد اہلسنت والجماعت پاکستان

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

برادر عزیز مناظر اتحاد اہل السنۃ ضلع منڈی بہاؤالدین مولانا بلال احمد زیدت معالیہم کے مختلف اوقات میں مختلف اہل بدعت سے تحریراً وتقریراً مباحث ومناظرے ہوتے رہے ہیں۔ میری دلی خواہش تھی کہ ان تمام مناظروں ومباحثوں کو افادہ خاص وعام کے لئے یکجاء کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ مولانا بلال احمد زید مجدہٗ کو جزائے خیر عطاء فرمائے کہ انہوں نے خود ہی یکجاء فرما دیئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو قارئین کے لئے نافع بنائے۔

والسلام محمد الیاس گھمن مؤرخہ ۷ر جون ۲۰۱۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ رب العالمین ہیں اور بنیادی عالم پانچ ہیں:

(۱) عالم دنیا، (۲) عالم برزخ، (۳) عالم محشر، (۴) عالم جنت، (۵) عالم جہنم۔

عالم دنیا

عالم دنیا میں انسان جب نیکی کا کام کرتا ہے تو روح وجسم دونوں مل کر کرتے ہیں۔ مثلاً نمازی نے نماز پڑھی تو روح وجسم دونوں نے مل کر پڑھی ہے۔ (علیٰ ہذا القیاس) اور اللہ تعالیٰ نیکی کا ثمرہ دنیا میں بھی دیتے ہیں۔ جیسا کہ مومن کی دعا میں ہے: ''ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ'' اب اس نیکی کا ثمرہ روح وجسم دونوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان جب برائی کا کام کرتا ہے تو روح وجسم دونوں مل کر کرتے ہیں۔ مثلاً چور نے چوری کی تو روح وجسم دونوں نے مل کر کی ہے۔ (علیٰ ہذا القیاس) تو عالم دنیا میں سزا بھی دونوں کو ملتی ہے۔ حدود، قصاص اور تعزیر کی صورت میں۔ اسی طرح عالم محشر، عالم جنت وجہنم میں بھی راحت یا عذاب روح وجسم دونوں کو ہوتی ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اب رہی بات عالم برزخ کی تو یہاں پر سب سے:

پہلا سوال: عالم برزخ کا ثبوت کہیں ہے بھی یا نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ عالم برزخ کا ثبوت قرآن کریم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''من ورائهم برزخ الی یوم یبعثون (المومنون:۱۰۰)'' اور ان کے آگے قیامت تک ایک پردہ پڑا ہوا ہے۔ ترجمہ از مولانا احمد علی لاہوری۔ (ص ۵۵۶)

عالم برزخ کی تحقیق از علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۱۱ھ)

(برزخ تین چیزوں کا نام ہے۔ مکان، زمان حال)

مکان: قبر سے لے کر ...... علیین سجین تک

زمان: موت سے لے کر...... قیامت تک

حال: راحت یا عذاب (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۳۲۷)

حسی قبر بھی عالم برزخ کا حصہ ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو بہت روتے یہاں تک کہ آنسوؤں سے اپنی داڑھی کو تر کر دیتے۔ ان سے عرض کیا گیا کہ آپ جنت ودوزخ کے تذکرہ پر (اتنا) نہیں روتے (جتنا) قبر کو دیکھ کر روتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''ان القبر اوّل منزل من منازل الاٰخرۃ فان نجا منه فما بعدہ ایسر منه وان لم ینج منه فما بعدہ اشدّ منه'' یعنی قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ اگر بندہ اس سے نجات پا گیا تو آگے کی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہیں اور اگر اس منزل سے نجات نہ پا سکا تو بعد کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہیں۔ نیز فرمایا

''ما رآیت منظرا قط الا و القبر افظع منہ'' یعنی میں نے کوئی منظر قبر کے منظر سے زیادہ خوفناک نہیں دیکھا۔
(جامع ترمذی رقم: ۲۳۰۸)

<u>دوسرا سوال:</u> یہ ہے کہ اس عالم برزخ میں راحت یا عذاب ہے یا نہیں؟

<u>جواب:</u> ملاحدہ، خوارج، بعض معتزلہ، بعض مرجئہ، ضرار بن عمرو الغطفانی اور بشر المریسی وغیرہ عقل پرستوں نے سرے سے انکار کر دیا کہ اس عالم میں نہ کوئی راحت ہے اور نہ ہی کوئی عذاب اور دلیل میں یہ بات پیش کرتے ہیں کہ اس عالم کی کارروائی (راحت یا عذاب) نہ ہمیں نظر آتی ہیں اور نہ ہی ہمیں سمجھ آتی ہے۔ حالانکہ عالم برزخ کی کارروائی کا تعلق ایمان بالغیب کے ساتھ ہے۔

اصولی بات ہے کہ جس شئے کا تعلق ایمان بالغیب کے ساتھ ہے نہ وہ عالم دنیا میں ہمیں نظر آتی ہے اور نہ ہی سمجھ آتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات پر اور فرشتوں پر اور جنت وجہنم پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان تمام کا تعلق بھی مغیبات سے ہے اور یہ تمام عالم دنیا میں نہ ہمیں نظر آتے ہیں اور نہ ہی ہمیں سمجھ آتے ہیں۔ بہر حال سمجھ آئے یا نہ آئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خبروں پر اعتماد کر کے ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ بنی اسرائیل کی طرح ہمیں یہ مطالبہ نہیں کرنا چاہئے۔ ''لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ (البقرۃ: ۵۵)'' کہ ہرگز ہم تیرے (موسیٰ علیہ السلام) پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو ہم اپنے آمنے سامنے دیکھ لیں۔

ویسے بھی دنیا کی بنیاد عقل پر نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لو کان الدین بالرأی لکان اسفل الخف اولی بالمسح من اعلاھا وقد رأیت رسول اللہ ﷺ یمسح علی ظاھر خفیہ'' اگر دین کی بنیاد عقل پر ہوتی تو موزے کا نیچے والا حصہ زیادہ بہتر ہوتا اوپر والے حصے کے مسح کرنے سے (اس لئے کہ عقل کا تقاضا ہے کہ گندگی عموماً نیچے والے حصہ پر لگتی ہے) لیکن میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ وہ مسح موزے کے اوپر کرتے ہیں۔
(رواہ ابوداؤد والدارمی کذا فی المشکوٰۃ ص ۵۴)

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''فاعلم ان العقل الکامل تابع للشرع لانہ عاجز عن ادراک الحکم الالٰھیۃ فعلیہ تعبد المحض بمقتضی المعبودیۃ'' کامل عقل شریعت کے تابع ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ (عقل) اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے ادراک سے عاجز ہے۔ بندگی کے تقاضے کی وجہ سے اس (عقل) کے ذمہ ہے کہ وہ بندگی محض کرے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۸۵)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''لو قلت بالرأی لاوجبت الغسل بالبول ای لانہ نجس متفق علیہ والوضوء بالمنی لانہ نجس مختلف فیہ ولاعطیت الذکر فی الارث نصف الانثی لکونھا اضعف منہ'' اگر میں رائے سے کہتا تو میں پیشاب کی وجہ سے غسل کو واجب قرار دیتا۔ اس لئے کہ پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور منی کے خارج ہونے سے وضو کو واجب قرار دیتا۔ اس لئے کہ منی کے نجس ہونے میں اختلاف ہے اور مذکر کو وراثت میں مؤنث کا نصف حصہ دیتا، اس لئے کہ مؤنث مذکر سے زیادہ کمزور ہے۔ (بحوالہ مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۸۵)

لہٰذا اصولی بات ہے کہ جس مثال کی بنیاد محض عقل ہو اور وہ مثال شریعت کے خلاف ہو تو وہ ہرگز نہ قبول کی جائے گی۔ (اس فتنے کی پیشین گوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے) ''سیخرج قوم منا بعد کم یکذبون بعذاب القبر'' عنقریب ایک قوم آئے گی تمہارے بعد جو عذاب قبر کا انکار کرے گی۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۸۸، مسند امام احمد ج ۱ ص ۳۰ نحوہ)

جو لوگ مطلقاً عالم برزخ کی کارروائی اور زندگی کے منکر ہیں وہ بالاتفاق دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

مندرجہ ذیل علماء کرام نے مطلقاً عذاب قبر کے منکر کو اسلام سے خارج قرار دیا ہے

☆...... علامہ طاہر بن محمد الحنفی المتوفی ۵۴۲ھ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۴۹)

☆...... حافظ ابن الہمام الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۶۱ھ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۴۷)

☆...... علامہ ابوشکور السالمی رحمۃ اللہ علیہ (تمہید ص ۱۲۵)

☆...... مولانا عبدالعلی بحرالعلوم (رسائل بحرالعلوم ص ۹۹)

☆...... امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الاندلس القرطبی رحمۃ اللہ علیہ (مختصر تذکرہ قرطبی لعبدالوہاب الشعرانی ص ۳۴)

(ماخوذ از تسکین الصدور ص ۸۳)

منکرین حیات فی القبر کے سرتاج نیلوی شاہ صاحب بھی لکھتے ہیں: اگر عالم برزخ میں زندگی اور حیات نہ مانیں تو عذاب قبر اور تنعیم قبر کا انکار لازم آتا ہے۔ حالانکہ عذاب وثواب قبر کے متعلق متواتر احادیث وارد ہیں بلکہ قرآن پاک کی بہت سی آیات سے ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے اور علماء امت نے عذاب وثواب قبر کے انکار کو کفر کہا ہے۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۲۱ مکتبہ اشاعت الاسلام دہلی)

انسان روح اور جسم دونوں سے مرکب ہے

''الانسان عبارۃ عن البدن والروح معاً'' انسان روح اور جسم دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔

(تفسیر کبیر، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۲۲، تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۲۴، شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۴۰۰، رسالہ قشیریہ ص ۲۵)

عالم برزخ میں راحت یا عذاب کے متعلق مذاہب

(۱) صرف جسم کو	(۲) صرف روح کو	(۳) روح اور جسم دونوں کو
محمد جریر کرامی عبداللہ بن کرام	علامہ ابن حزم ظاہری	اہل سنت والجماعت
ابوالحسین الصالحی المعتزلی	ابن میسرہ یا ابن ہبیرہ	حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی
	ابن مرہ	

مندرجہ ذیل حضرات نے عالم برزخ میں عذاب وراحت کے اختلاف کو اپنی اپنی تصانیف میں بیان کر کے پہلے دو نظریوں کا رد اور تیسرے نظریہ کو اہل سنت والجماعت کا نظریہ قرار دیا ہے۔ دیکھئے

☆...... حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۴۷۷)

☆...... علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۱۴۷)

☆...... حافظ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۸۳)

☆...... حافظ ابن القیم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (کتاب الروح ص ۴۶)

☆...... ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (شرح فقہ اکبر ص ۱۰۱)

☆...... امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

☆ ...... سید علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ　(روح المعانی ج ۱۱ ص ۵۷)

☆ ...... علامہ ایوبی رحمہ اللہ　(حاشیہ علی الخیالی ص ۱۱۸)

☆ ...... محقق علامہ جلال الدین الدوانی رحمہ اللہ　(الدوانی علی العقائد العضدیہ ص ۲۳ طبع علمی دہلی)

☆ ...... (شرح مواقف طبع مصر ج ۸ ص ۳۱۷)　(مسایرۃ مع المسامرۃ ج ۲ ص ۱۱۶)

عالم برزخ میں راحت یا عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے،

اس پر اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے

☆ ...... حضرت ملا علی القاری الحنفی رحمہ اللہ المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: ''واعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالٰى يخلق في الميت نوع حيوة في القبر قدر مايتالم ويتلذذ'' اور تو جان لے اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کے اندر ایک گونہ زندگی پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ تکلیف اور لذت محسوس کرتا ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۲۱)

☆ ...... علم عقائد کے مسلم امام صدر الدین علی بن محمد الازدی الحنفی المتوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں: ''وكذالك عذاب القبر يكون للنفس والبدن جميعاً باتفاق اهل السنة والجماعة'' عذاب قبر روح وجسم دونوں کو ہوتا ہے۔ اہلسنت والجماعت کا اس میں اتفاق ہے۔　(شرح عقیدہ الطحاویہ ص ۳۳۰)

☆ ...... حافظ ابن تیمیہ حنبلی رحمہ اللہ المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں: ''بل العذاب والنعيم على النفس والبدن جميعاً باتفاق اهل السنة والجماعة'' راحت وعذاب روح وجسم دونوں کو ہوتا ہے اس پر اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے۔　(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۸۲)

☆ ...... حافظ ابن القیم حنبلی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں: ''بل العذاب والنعيم على النفس والبدن جميعاً باتفاق اهل السنة والجماعة'' راحت وعذاب روح وجسم دونوں کو ہوتا ہے اس پر اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

(کتاب الروح ص ۶۴)

☆ ...... قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''انعقد الاجماع على ان عذاب القبر على الروح والجسد'' یعنی اس پر اجماع امت ہے کہ عذاب قبر روح اور جسم دونوں پر وارد ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۹ ص ۷۷)

☆ ...... علامہ تاج الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وقد اجمع اهل السنة على اثبات حيوة القبور'' اہل سنت کا اجماع ہے کہ قبروں میں میت کو حیات ملتی ہے۔　(شفاء السقام ص ۱۵۱)

☆ ...... امام الحرمین عبد الملک رحمہ اللہ المتوفی ۴۷۸ھ فرماتے ہیں: ''وقد اتفق سلف الامة على اثبات عذاب القبر واحياء الموتى في قبورهم ورد الارواح في اجسادهم'' تحقیق سلف امت اس پر متفق ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے اور مردوں کو قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور ارواح اجساد میں لوٹائی جاتی ہیں۔ (بحوالہ شفاء السقام ص ۱۵۱)

☆ ...... علامہ جلال الدین السیوطی الشافعی رحمہ اللہ المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: ''ومحله الروح والبدن جميعاً باتفاق اهلسنة وكذا القول في النعيم'' یعنی عذاب کا محل روح اور جسم دونوں ہیں۔ اہل سنت کا اس میں اتفاق ہے۔ اسی طرح راحت کا محل بھی روح اور جسم دونوں ہیں۔　(شرح الصدور ص ۷۲)

☆...... فقیہ ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان احیاء المکلفین فی القبر وسؤالھم جمیعا لا خلاف فیہ بین اھلسنۃ'' جملہ مکلفین کے قبروں میں زندہ کرنے اور ان سے سوال کرنے میں اہلسنت کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (الامد الاقصیٰ فی تفسیر اسماء الحسنیٰ بحوالہ شفاء السقام ص ۱۵۱)

☆...... امام محی الدین یحییٰ بن حسن النووی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں: ''ثم المعذب عند اھلسنۃ الجسد بعینہ او بعضہ بعد اعادۃ الروح الیہ او الی جزأ منھم'' اہلسنت کے نزدیک بعینہ جسد عنصری یا اس کی جزء کو سزا دی جاتی ہے روح کے اعادہ کے بعد۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

مطالبہ: ۱۳۷۴ھ سے پہلے کسی ایک مسلم امام (خواہ وہ حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی) سے ثابت کر دیا جائے کہ عالم برزخ میں راحت یا عذاب صرف روح کو ہوتا ہے جسم عنصری کو نہیں ہوتا اور اسی پر اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ حوالہ پیش کرنے کی مہلت تا قیامت۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر بھی اسی عقیدے کا حصہ ہے اور اس پر بھی امت کا اتفاق ہے

اہل سنت والجماعت کا اجماعی (اتفاقی) عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ یعنی عالم برزخ میں راحت انبیاء علیہم السلام کے اجساد وارواح دونوں کو حاصل ہے نہ کہ صرف ارواح کو۔ جیسا کہ منکرین حیات فی القبر کے سرتاج مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''باقی انبیاء علیہم السلام، شہداء کرام اور مومنین کو برزخ میں جو نعیم وراحت حاصل ہوتی ہے وہ صرف ان کی روحوں کو ہے ابدان عنصریہ اس میں شریک نہیں ہیں۔'' (اقامۃ البرہان ص ۱۹۸ تالیف مولانا سجاد بخاری)

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر کا عقیدہ اتفاقی ہے

☆...... امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''نحن نؤمن ونصدق بانہ صلی اللہ علیہ وسلم حیٌ یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لا تاکلہ الارض والاجماع علی ھذا'' ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں اور اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رزق ملتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اسی پر اجماع منعقد ہے۔ (القول البدیع ص ۱۲۵)

☆...... علامہ محمد بن علان الشافعی الاشعری الاکملی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''الاجماع علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم حیٌ فی قبرہ علی الدوام'' اس بات پر اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں دائمی زندہ ہیں۔ (دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین ج ۴ ص ۱۹۲)

☆...... علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''والحاصل ان حیاۃ الانبیاء ثابتۃ بالاجماع'' حاصل یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بالاجماع ثابت ہے۔ (المنحۃ الوھبیۃ ص ۶ طبع استنبول)

☆...... علامہ محمد عابد السندی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اماھم فیحاتھم لا شک فیھا ولا خلاف لاحد من العلماء فی ذالک۔ فھو صلی اللہ علیہ وسلم حیٌ علی الدوام'' بہرحال حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات میں کوئی شک نہیں اور علماء کرام میں سے کسی کا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوامی طور پر زندہ ہیں۔ (رسالہ مدنیہ ص ۴۱)

☆...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حیات متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست۔'' حیات متفق علیہ ہے کسی کا اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳)

☆...... نواب قطب الدین خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''زندہ ہیں انبیاء علیہم السلام قبروں میں یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے۔ (مظاہر حق ج ۱ ص ۴۴۵)

☆...... مولانا ابوالعتیق عبدالہادی محمد صدیق نجیب آبادی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''انهم اتفقوا علی حیوته صلی اللہ علیہ وسلم بل حیوة الانبیاء علیہم السلام متفق علیها لا خلاف لاحد فیه'' علماء کرام اس پر بات متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں بلکہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات متفق علیہا ہے۔ (انوار المحمود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۲۱۰)

محترم قارئین! یہ مذکورہ بالا حوالے اجماع واتفاق پر روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ انفرادی آراء کو طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔ جس کو زیادہ شوق ہو تو وہ مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ ضرور کرے۔

(تسکین الصدور، ہدایۃ الحیران، قبر کی زندگی، آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱۰)

☆...... اجماع کی اہمیت نیلوی شاہ صاحب لکھتے ہیں: اجماع امت بھی علوم دین کی اصل اور مفتاح ہے۔ اسی قرآن مجید میں اجماع کا حجت ہونا بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی ونصله جهنم'' یعنی جو کوئی مسلمانوں کے رستہ کے خلاف چلے گا تو ہم اس کو اسی طرف لے چلیں گے جو رستہ اس نے اختیار کیا ہے اور ہم اسے دوزخ میں ڈالیں گے۔ (بدر منیر حاشیہ تفسیر بے نظیر ص ۶۵)

حیات دنیوی کا مطلب

☆...... شیخ الحدیث مولانا سرفراز صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مراد حیات دنیویہ سے صرف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا اس جسد اطہر سے تعلق ہے جو دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک تھا یہ حیات نہ تو صرف روحانی ہے اور نہ جسم مثالی کے تعلق سے ہے جیسا کہ بعض کا دعویٰ ہے اور وہم ہے۔ لیکن یہ حیات اہل دنیا کے ادراک وشعور سے بالاتر ہے اور ''لا تشعرون'' کا مصداق ہے۔'' (المسلک المنصور ص ۴۳)

مراد حیات دنیویہ سے صرف یہ ہے کہ روح مبارک کا تعلق جسد مثالی سے نہیں۔ جیسا کہ بعض کا ادعاء ہے بلکہ یہ حیات دنیوی عنصری جسم سے متعلق ہے، صرف روح یا جسد مثالی کے تعلق سے حیات سے ممتاز کرنے کے لئے یہ تعبیر اختیار کی جاتی ہے۔ تاکہ دونوں میں فرق نمایاں ہو جائے۔ (المسلک المنصور ص ۴۴)

''یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ جو حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زندگی کو جسمانی اور دنیاوی سے تعبیر کرتے ہیں ان کی مراد بھی صرف یہ ہے کہ روح اطہر کا تعلق اس جسم مبارک سے ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں حاصل تھا نہ یہ کہ بہمہ وجوہ دنیوی زندگی ہے جس پر احکام دنیا مرتب ہوں اور وہ اہل دنیا کے شعور میں آسکے۔''

(المسلک المنصور ص ۵۶)

''جو حضرات اس حیات کو جسمانی اور دنیوی کہتے ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ روح مبارک کا اسی جسم اطہر سے تعلق ہوتا ہے جو دنیا میں تھا اور جو حضرات اس کو برزخی کہتے ہیں۔ ان کی مراد یہ ہے کہ وہ حیات اہل دنیا کے لئے محسوس نہیں ہے۔'' (تسکین الصدور ص ۲۶۷)

راحت یا عذاب روح وجسم دونوں کو ہوتا ہے اس بارے میں علماء کرام کی انفرادی آراء

☆...... علامہ بدرالدین العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: ''ولا بعد فی ردالحیوة الی بعض اجزاء

البدن فیختص بالاحیاء والمسألة والعذاب وان لم یکن ذالک مشاهدالنا'' اوراس میں کوئی بعد نہیں کہ بدن کے بعض اجزاء کی طرف زندگی لوٹائی جائے اور وہی بعض اجزاء حیات اور قبر کے سوال اور عذاب سے مختص ہوں اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہ ہوسکے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۸ ص ۱۴۷ طبع مصر)

☆...... علامہ علی بن محمد الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ سید شریف التوفی ۸۱۶ھ فرماتے ہیں: ''واذا ثبت التعذیب ثبت الاحیاء والمسئلة لان کل من قال بعذاب القبر قال بهما'' اور جب میت کا معذب ہونا ثابت ہوا تو اس کا زندہ کرنا اور اس سے سوال ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ کیونکہ جو شخص عذاب قبر کا قائل ہے وہ زندہ کرنے اور سوال ہونے کا بھی قائل ہے۔ (شرح مواقف ص ۸۱۶)

☆...... مولانا عبدالحکیم بن شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۱۰۷۰ھ فرماتے ہیں: ''فاذا خلق الله فیها ادراکاً یکون سبباً لادراک الالم واللذة یکون حیاً لا جماداً'' جب اللہ تعالیٰ اس میں ایسا ادراک پیدا کردے جو دکھ اور لذت کے احساس کرنے کا سبب بن جائے تو وہ زندہ ہوگا نہ کہ جماد۔ (عبدالحکیم علی الخیالی ص ۱۱۸)

☆...... سیف الدین الآمدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اتفق سلف الامة قبل ظهور المخالف واکثرهم بعد ظهور علی اثبات احیاء الموتی فی قبورهم ومسئلة الملکین لهم واثبات عذاب للمجرمین والکافرین۔ ان حیاة جمیع الموتی برواحهم واجسامهم فی قبورهم لاشک فیه'' مخالف کے ظاہر ہونے سے پہلے امت کے تمام اسلاف اور مخالف کے ظاہر ہونے کے بعد اکثریت اس بات پر متفق رہی ہے کہ مردوں کا قبروں زندہ کرنا اور ان سے نکیرین کا سوال اور مجرموں اور کافروں کے لئے اثبات عذاب بالکل حق ہے۔ بلاشبہ تمام مردوں کا اپنی قبروں میں اپنی ارواح اور اجسام کے ساتھ زندہ ہونا شک سے بالاتر ہے۔ (ابکارالافکار بحوالہ شفاء السقام ص ۱۵۱)

☆...... حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں: ''ولا یمنع من ذالک کون المیت قد تتفرق اجزائه لان الله تعالیٰ قادر علی ان یعید الحیوة الی جزء من الجسد ویقع علیه السوال کما هو قادر علی ان یجمع اجزائه'' اس میں کوئی امتناع نہیں کہ کبھی میت کے اجزاء بالکل بکھر جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ بدن کے ایک حصہ کی طرف روح لوٹادے اس سے سوال ہو جیسا کہ وہ تمام اجزاء کے جمع کرنے پر قادر ہے۔
(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۴۷۷)

☆...... علامہ بدرالدین ابوعبداللہ محمد بن علی البعلی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۷۷۷ھ فرماتے ہیں: ''فتکون متصلة بالبدن بلاریب'' بلاشبہ (روح) بدن سے متصل رہتی ہے۔ (مختصر الفتاویٰ ص ۱۹۱ طبع مصر)

☆...... امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۳۷۰ھ فرماتے ہیں: ''واذا جاز ان یکون المؤمنون قد احیوا فی قبورهم قبل یوم القیامة وهم منعمون فیها جاز ان یحیی الکفار فی قبورهم فیعذبوا'' اور جب یہ جائز ہے کہ مومنوں کو قیامت کے دن سے پہلے قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور وہ قبور میں راحت پاتے ہیں تو جائز ہے کہ کفار کو بھی قبروں میں زندہ کیا جائے اور عذاب دیا جائے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۰۸ طبع مصر)

☆...... فخر المناطقہ والفلاسفہ امام المتکلمین ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں: ''فاعادة الحیوة الی جزء یدرک العذاب ممکن'' سوایسی جزء کی طرف اعادہ حیات جس سے ادراک عذاب ہوسکے۔ بالکل ممکن ہے۔ (الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۹۷ طبع مصر)

''ولایبعد ان تعاد الروح الی الجسد فی القبر فتکون الروح العالمة العاقلة المدرکة باقیة مستعملة لبعض الاعضاء وقد استعصی علیها بعضها'' اس میں کوئی بعد نہیں کہ قبر میں جسم کی طرف (فی الجملہ) روح لوٹائی جائے۔ روح جو علم وعقل اور ادراک سے متصف ہوتی ہے وہ باقی رہتی ہے بعض اعضاء اس کے تصرف میں ہوتے ہیں اور بعض شل ہونے کی وجہ سے اس کا اثر قبول نہیں کرتے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۹)

☆...... علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۹۲ھ فرماتے ہیں: ''ویجوز ان یخلق اللہ تعالیٰ فی جمیع الاجزاء او فی بعضها نوعاً من الحیوۃ قدر مایدرک الم العذاب ولذة التنعیم'' جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے تمام اجزاء میں یا بعض میں ایک گونہ حیات پیدا کردے۔ جس سے وہ عذاب کا درد اور خوشی کی لذت کا ادراک کرسکے۔ (شرح عقائد ص ۷۷)

☆...... علامہ تفتازانی مزید لکھتے ہیں: ''فان للنفس بعد المفارقة تعلق ما بالبدن وبالتربة التی دفنت فیها'' روح کا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی ایک گونہ تعلق بدن سے ہوتا ہے اور اس مٹی سے بھی ہوتا ہے جس میں میت دفن کی جاتی ہے۔ (شرح مقاصد ج ۲ ص ۴۳)

☆...... علامہ شمس الدین الخیالی فرماتے ہیں: ''واما تعذیب الماکول بخلق نوع من الحیوۃ فی بطن الاکل'' بہرحال جس میت کو کوئی جانور کھا گیا ہو اس کو بایں طور سزا دینا کہ کھانے والے کے پیٹ میں ایک گونہ حیات اس میں پیدا کردی جائے۔ (اس کا روشن امکان ہے) (الخیالی ص ۱۱۸)

☆...... مولانا عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''یکون حینئذ حیاً لا جماداً محضاً ولیس الحیوۃ منحصرة فیمن یفعل الافعال الاختیاریة'' کہ اس وقت (روح کے تعلق سے) وہ زندہ ہوگا نہ کہ جماد محض اور حیات اس میں منحصر نہیں ہے کہ اس سے افعال اختیاریہ صادر ہوں۔ (نبراس ص ۳۲۱)

☆...... علم کلام کے مشہور محقق عالم علامہ ابوشکور السالمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فاذا کان الروح متصلاً بالشخص سواء کان عظماً او لحماً او تراباً فانه یتألم'' جب روح کا بدن سے تعلق ثابت ہے تو بدن کو الم اور دکھ پہنچے گا عام اس سے کہ بدن ہڈی یا گوشت یا مٹی ہوجائے۔ (تمہید ص ۱۲۵ طبع لاہور)

☆...... علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وان عذاب القبر حق وانه علی الروح والجسم الذی فیه الحد'' بلاشبہ قبر کا عذاب حق ہے اور یہ عذاب روح اور اس جسم پر ہوتا ہے جس جسم کو لحد اور قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ (یعنی جسد عنصری) (المنحۃ الوہبیہ ص ۳ طبع استنبول)

☆...... امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۰۱ھ فرماتے ہیں: ''عند العامة توضع فیه الحیوۃ بقدر مایتألم لا الحیوۃ المطلقة وقیل توضع فیه الحیوۃ من کل الوجه'' اکثر کے نزدیک میت میں اس انداز کی حیات ڈالی جاتی ہے جس سے اس کو سزا کا ادراک ہوسکے عام حیات اس میں نہیں ہوتی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں من کل الوجہ زندگی ڈالی جاتی ہے۔ (الکافی شرح الوافی بحوالہ مائۃ مسائل ص ۴۷)

☆...... مشہور حنفی فقیہ علامہ محمد بن عابدین الشامی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں: ''توضع فیه الحیوۃ عند العامة بقدر مایحس بالالم والبنیة لیست بشرط عند اهل السنة بل تجعل الحیوۃ فی تلک الاجزاء المتفرقة لایدرکها البصر'' کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک اس میں اس قدر حیات ڈالی جاتی ہے جس سے وہ تکلیف

کا احساس کرسکتی ہے اور ڈھانچے کا باقی رہنا اہل سنت کے نزدیک شرط نہیں ہے بلکہ یہ حیات ایسے اجزاء متفرقہ میں پیدا کی جاتی ہے کہ جن کو نگاہ محسوس نہیں کرسکتی۔ (شامی ج ۳ ص ۲۰۱)

☆...... بیہقی وقت حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی فرماتے ہیں: ''لکل روح منها اتصال بجسدة فی قبره لا یدرک کنهه الا الله تعالیٰ قال الشعبی فی بحر الکلام هی متصلة باجسادها فتعذب الارواح ویتألم الاجساد منها'' ہر روح کا جسم کے ساتھ قبر میں تعلق ہے جس کی حقیقت بجز پروردگار کے کوئی نہیں جانتا۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ (اپنی کتاب) بحر الکلام میں فرماتے ہیں کہ ارواح اجسام کے ساتھ متصل ہوتی ہیں سو ان کو عذاب دیا جاتا ہے اس کی وجہ سے اجسام بھی درد محسوس کرتے ہیں۔ (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۲۵)

☆...... سعودیہ کے مفتی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس آدمی کو عذاب قبر ہوتا ہے اس کے لئے عذاب قبر ایک حسی چیز ہے۔ اگرچہ زمین پر بسنے والے زندہ لوگ اس کا مشاہدہ نہیں کررہے ہوتے عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے جیسا کہ قرآن وسنت کی نصوص سے ظاہر ہے۔ (بحوالہ لشکر طیبہ کا مجلۃ الدعوہ جون ۱۹۹۹ء)

منکرین حیات فی القبر کے اکابر علماء کے حوالے

☆...... علامہ قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مگر بایں ہمہ ارواح طیبہ کا ابدان مبارکہ سے تعلق جس کی کنہ (کیفیت) ہم نہیں جانتے اس کو تسلیم کرتے ہیں۔'' (مسالک العلماء فی حیاۃ الانبیاء ص ۱۶۸)

☆...... مولانا محمد حسین نیلوی شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''بس روح کا تعلق اجزائے اصلیہ کے ساتھ مانا جائے تب تعذیب وتنعیم میت ہوگی۔'' (ندائے حق ص ۱۸۸)

پس اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ روح کا تعلق اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ امر یقینی ہے اور احادیث بھی اس بارے میں اس طرف مشیر ہیں بلکہ مؤید ہیں۔ (ندائے حق ص ۱۵)

پس روح کا تعلق انہیں اجزائے اصلیہ اور ذرات کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ بالکل صحیح سالم قائم رہتے ہیں۔ ان میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا اور قبر (برزخ) میں سوال انہیں ذرات سے ہوگا اور انہیں میں روح اور حیات واپس کردی جائے گی۔ (ندائے حق ص ۲۰۸)

(منکرین حیات النبی ﷺ کی طرف سے شائع کردہ کتاب ''نفی سماع موتی'' میں ہے) ''والمعذب فی القبر حیٌ بقدر ما یتألم به وهو اقرب الی الحق'' مردہ کو قبر میں اتنی حس اور اس قدر ادراک ہے کہ اللہ کی جانب سے جو ثواب عذاب کیا جائے اس کو وہ محسوس کرسکتا ہے اور یہی مذہب حق ہے۔ (نفی سماع موتی ص ۱۹، ۱۶۰)

''یعنی تمام اہل حق سارے اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کو اس قدر حیات عطاء کرتا ہے کہ جس کے سبب الم قبر کے عذاب یا لذت ثواب قبر کی دریافت کرسکے الم اور ایذاء رسانی میت میں ہو نہیں سکتی اور جو میت قبر میں عذاب کیا جاتا ہے اس میں عذاب کی قدر حیات ہوتی ہے۔ اسی طرح بہت سی بے شمار کتابوں فقہ حنفیہ اور علم عقائد میں ایسا ہی لکھا ہے کہ جس کا مطلب صاف یہ ہے کہ بعد سوال نکیرین میت صرف ایک نوع کی حیات وہ بھی صرف اسی قدر منجانب اللہ جو عذاب یا ثواب موصول ہوتا ہوا سے دریافت کرسکیں۔ پس دانائی کی جانب توجہ کرنے کی اس میں قابلیت نہیں ہے اور یہی حق ہے۔'' (نفی سماع ص ۱۷۱)

العرف الشذی اور فیض الباری کی ایک عبارت سے ناکام استدلال اور اس کا مدلل جواب

جو حضرات صرف روح کی زندگی کے قائل ہیں انہوں نے علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب مندرجہ ذیل عبارت سے ناکام استدلال کرنے کی کوشش کی ہے۔ پہلے عبارت ملاحظہ فرمائیں: ''ثم لاهل السنة قولان قيل ان العذاب للروح فقط وقيل للروح والجسد والمشهور الثاني اختاره اكثر شارحي الهداية وهو المختار '' پھر اہلسنت کے دو قول ہیں ایک یہ کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ مشہور یہ ہی قول (روح وجسم دونوں والا) ہے اور ہدایہ کے اکثر شارحین نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہ ہی مختار ہے۔ (العرف الشذی علی جامع الترمذی ج ۱ ص ۳۱۷ نحوہ فی فیض الباری)

اس عبارت سے صرف روح کی زندگی کے قائلین نے استدلال یوں کیا ہے کہ جب علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ صرف روح کی زندگی کے قائلین کو بھی سنی گردانتے ہیں تو تم کون ہوتے ہو ہمیں سنیت سے نکالنے والے۔

(الزامی جواب) صرف روح کی زندگی کے قائلین کے سرتاج نیلوی شاہ صاحب نے تحریرات حدیث مصنفہ مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کو صرف اس وجہ سے رد کر دیا کہ بقول ان کے وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خودنوشت نہیں لکھتے ہیں: ''خود حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم اور اہتمام سے طبع نہیں کرایا گیا۔'' (بدر منیر حاشیہ تفسیر بے نظیر ص ۱۸۴)

بالکل یہی جواب العرف الشذی کی مذکورہ عبارت کا ہے یہ کتاب بھی علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خودنوشت نہیں بلکہ ان کے ایک شاگرد مولانا محمد چراغ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا تعلق بھی زیادہ تر جماعت اسلامی سے رہا ہے کی مرتب کردہ ہے۔ لہٰذا یہ حوالہ بھی قابل قبول نہیں ہونا چاہئے۔ فیض الباری بھی حضرت کی خودنوشت نہیں ہے۔

(تحقیقی جواب) اب رہی یہ بات یہ کہ ''صرف روح کی زندگی'' کا قائل کون ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ابن حزم ظاہری اور ان کے چند پیروکار ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا اختلاف کرنا اجماع کو مضر ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ چند ایک کا اختلاف کرنا اجماع کو نقصان دہ نہیں ہے اور خاص کر ظاہریہ کا اختلاف کرنا یہ تو بالکل نقصان دہ نہیں ہے۔

۱...... اس لئے کہ اجماع کا اطلاق اکثریت پر بھی ہوتا ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ للعلامہ بدرالدین العینی الحنفی ج ۲ ص ۳۱۷، الکلام المبرور للعلامہ عبدالحئی لکھنوی)

۲...... اور عقائد کے باب میں جمہور علماء کی اتباع لازم ہے۔

(توضیح الکلام لارشاد الحق اثری غیر مقلد ج ۱ ص ۹۷ ، تفسیر ابن کثیر نقلاً عن ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ)

۳...... ویسے بھی شاذ و مرجوح قول کو قبول کرنا اور اس پر فتویٰ دینا جہالت ہے اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ فتاویٰ شامی میں ہے: ''وان الحكم والفتياء بقول المرجوح جهل وخرق للاجماع '' قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتویٰ دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کو پھاڑنا ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۹)

(فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۵۵ ، نحوہ فی عقود رسم المفتی ص ۳ بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۸۲)

یہی وجہ ہے کہ مندرجہ ذیل علمائے اہلسنت والجماعت نے ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا بڑی شدومد کے ساتھ رد کیا ہے۔

☆...... حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ٣ ص ٤٧٧)
☆...... علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ٧ ص ١٤٧)
☆...... حافظ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (فتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ج ٤ ص ٢٨٣)
☆...... حافظ ابن القیم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (کتاب الروح ص ٦٤)
☆...... ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (شرح فقہ اکبر ص ١٠١)
☆...... سید علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر روح المعانی ج ١١ ص ٧٥)
☆...... امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (شرح مسلم للنووی ج ٢ ص ٣٨٦)
☆...... علامہ ایوبی رحمۃ اللہ علیہ (حاشیہ علی الخیالی ص ١١٨)
☆...... محقق جلال الدین الدوانی رحمۃ اللہ علیہ (الدوانی علی العقائد العضدیہ ص ٢٣)
☆...... صاحب مسایرہ رحمۃ اللہ علیہ (مسایرہ مع المسامرہ ص ٤ ١٤ ج ٢٢)

(خلاصہ کلام) جمہور علماء اہلسنت والجماعت کے مقابلہ میں ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا مذکورہ قول شاذ بلکہ مرجوح ومردود ہے۔ لہٰذا ایسے قول کو بنیاد بنا کر اپنا عقیدہ بنانا قطعاً ناجائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حق کے مدارس سے ایسا عقیدہ اپنانے والوں کے خلاف فتوے صادر ہو چکے ہیں۔

(نوٹ) ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ مجتہد تھے جیسا کے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب (تذکرہ الحفاظ ج ٣ ص ٢٢٧) پر لکھا ہے۔ اس لئے وہ فتویٰ سے بچ گئے۔

قبر (برزخ) میں راحت وعذاب روح وجسم دونوں کو ہوتا ہے اس کا ثبوت قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہو کر فرشتوں کے سوالات کے جواب دینا پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور رسول کریم ﷺ کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جس میں مسلمان کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ الخ! (معارف القرآن ج ٥ ص ٢٣٦)

''احکام القرآن'' میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہ دس آیتیں بھی لکھی ہیں جن سے قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے اور دس آیات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: ''فتلک عشرۃ کاملۃ من الآیات اکتفیت علی ذکرھا وان ذکرھا العلماء سواھا من الآیات ایضاً یستدل بھا علی عذاب القبر ومن رضی باللہ رباً وبالاسلام دینا کفاہ ھذہ العشرۃ والا فالقرآن کلہ لا یجزی نفعاً لمن ختم علی قلبہ والعیاذ باللہ'' قرآن مجید کی دس کامل آیات ہیں جن پر میں اکتفا کرتا ہوں۔ اگرچہ علماء نے ان کے علاوہ چند دیگر آیات بھی ذکر کی ہیں۔ جن سے انہوں نے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہے اس کو یہ دس آیات کافی ہیں۔ ورنہ العیاذ باللہ جس کے دل پر مہر لگ چکی ہو تو اس کو پورا قرآن بھی نفع نہ دے گا۔''

(احکام القرآن ج ٤ ص ٨٤)

دس آیات میں سے صرف ہم دو آیات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ پہلی آیت: ''یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ مایشآء'' اللہ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت

کی زندگی میں سچی بات پر ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(ترجمہ از مولانا احمد علی لاہوری صاحب رحمہ اللہ۔ سورۃ ابراہیم: ۲۷)

"عن البراء بن عازب ان رسول اللہ ﷺ قال المسلم اذا سئل فی القبر یشھد ان لاالہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ فذالک قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ"

حضور ﷺ نے فرمایا: مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جائے گا وہ گواہی دے گا اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یہ ہی اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مفہوم ہے۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۸۲، مسلم ج ۲ ص ۳۸۶، ترمذی ج ۲ ص ۱۴۰، نسائی ج ۱ ص ۲۲۴، مشکوۃ شریف ص ۲۴)

مسلم شریف کی روایت میں ہے: "نزلت فی عذاب القبر" کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ف: تمام مفسرین اور محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور فی الآخرۃ سے مراد عالم قبر ہے۔ واضح رہے کہ نکیرین کے سوالوں کے جواب میں ثابت قدم رہنے والے مؤمنین سے مراد روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے اور پھسل جانے والے ظالمین سے مراد بھی روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے۔

اس آیت کا تعلق عذاب قبر سے ہے۔ چند تفاسیر کے حوالے:

(تفسیر کبیر ج ۱۹ ص ۱۲۲، تفسیر طبری ج ۷ ص ۴۴۷، تفسیر بغوی ج ۳ ص ۲۷، تفسیر قرطبی ج ۹ ص ۳۶۳، تفسیر البحرالمحیط ج ۵ ص ۴۲۳، تفسیر ابی السعود ج ۵ ص ۴۴، تفسیر مظہری ج ۵ ص ۲۶۸، تفسیر خازن ج ۳ ص ۷۷، تفسیر کشاف ج ۲ ص ۳۰۲، تفسیر روح المعانی ج ۷ ص ۲۰۵، تفسیر مدارک للنسفی ج ۲ ص ۱۷۲، تفسیر معارف القرآن ج ۵ ص ۲۴۸، تفسیر انوار البیان ج ۵ ص ۱۵۱)

دوسری آیت: "سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم" ہم انہیں دہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (ترجمہ از مولانا احمد علی لاہوری صاحب۔ التوبہ: ۱۰۱)

ف: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم منافقین کو دو دفعہ عذاب دیں گے تقریباً تمام مفسرین کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ مرتین سے ایک دنیا کا عذاب مراد ہے اور دوسرا قبر کا عذاب مراد ہے۔ "ثم یردون الی عذاب عظیم" سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ پس یہ آیت بھی عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل ہے چونکہ پہلا یعنی دنیاوی عذاب روح اور جسد دونوں پر وارد ہوا اور آخرت کا عذاب بھی روح اور جسد دونوں پر وارد ہوگا۔ اسی طرح قبر یعنی برزخ کا عذاب بھی روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتا ہے۔ یہی اصول ہے اور یہی انصاف خداوندی کا تقاضہ ہے۔

اس آیت کا تعلق عذاب قبر سے ہے چند تفاسیر کے حوالے: (تفسیر کبیر ج ۱۵ ص ۱۷۳، تفسیر طبری ج ۶ ص ۴۵۶، تفسیر بغوی ج ۲ ص ۲۷۲، تفسیر قرطبی، ج ۸ ص ۲۴۱، تفسیر ابی السعود ج ۴ ص ۹۸، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۹۱، تفسیر مظہری ج ۴ ص ۲۸۹، تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۵۶، تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۷۰، تفسیر جلالین ص ۱۶۶، تفسیر مدارک للنسفی ج ۱ ص ۷۰۶، تفسیر روح المعانی ج ۶ ص ۱۲، تفسیر حقانی ج ۲ ص ۵۱۴، تفسیر جواہر القرآن ج ۲ ص ۴۵۲، تفسیر معارف القرآن ج ۴ ص ۴۵۱)

احادیث مبارکہ سے ثبوت

☆ ...... "عن ابی ھریرۃ ان امرأۃ سوداء کانت تقم المسجد او شابا ففقدھا رسول اللہ ﷺ فسأل عنھا او عنہ فقالوا مات قال افلا کنتم اذنتمونی قال فکانھم صغروا امرھا او امرہ فقال دلونی علی قبرھا فدلوہ

فصلی علیھا ثم قال ان ھذہ القبور مملؤۃ ظلمۃ علی اھلھا و ان اللہ ینوّرھا لھم بصلاتی علیھم'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حبشی عورت مسجد نبوی ﷺ کی صفائی کیا کرتی تھی یا جوان، جب آپ ﷺ نے اس کو گم پایا تو اس کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ وہ فوت ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔ راوی کہتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے گویا یہ معمولی بات سمجھ کر آپ ﷺ کو تکلیف نہ دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قبر دکھلاؤ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قبر دکھلائی آپ ﷺ نے قبر پر نماز جنازہ ادا کی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ بے شک یہ قبریں اندھیرے سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ اپنے مدفونین پر اللہ تعالیٰ میری نماز جنازہ ادا کرنے کی وجہ سے ان کو منور فرما دیتے ہیں۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۱۰ مشکوٰۃ ص ۱۴۵)

ف: یہ حدیث قبر کی زندگی اور اس کی جزا اور سزا کی دلیل ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ان ہی قبور جن میں اجسام عنصریہ مدفون ہیں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ قبریں ظلمت اور اندھیروں سے پر ہوتی ہیں اور دعا وصلوٰۃ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو منور فرما دیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قبروں میں مردوں کو اندھیروں سے تکلیف اور روشنی سے راحت نصیب ہوتی ہے۔ اگر میت میں رنج و راحت کا ادراک نہ ہو تو اس کے لئے اندھیرا اور اجالا یکساں ہوں گے۔ پھر تو حضور اکرم ﷺ کی دعا وصلوٰۃ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ معاذ اللہ! پس ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی دعا وصلوٰۃ کی برکت سے جب اندھیرا اجالے میں تبدیل ہوتا ہے تو قبروں میں پڑے اجساد عنصریہ کو راحت نصیب ہوتی ہے اور اندھیرا ان کے لئے تکلیف دہ ہوتا ہے یہ سب کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ ارواح کا اجساد عنصریہ سے تعلق ہوتا ہے۔

☆...... ''عن عائشۃ قالت دخلت عجوزان من عجز یھود المدینۃ فقالتا ان اھل القبور یعذبون فی قبورھم قالت فکذبتھما و لم انعم ان اصدقھما فخرجتا و دخل علیّ رسول اللہ ﷺ فقلت لہ یا رسول اللہ ان عجوزین من عجز یھود المدینۃ دخلتا علیّ فزعمتا ان اھل القبور یعذبون فی قبورھم فقال صدقتا انھم یعذبون عذابا تسمعہ البھائم ثم قالت فما رأیتہ بعد فی صلوٰۃ الا یتعوذ من عذاب القبر'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میرے پاس یہود مدینہ کی بوڑھیوں میں سے دو بوڑھیاں آئیں اور انہوں نے کہا کہ قبروں میں اہل قبور کو عذاب دیا جاتا ہے۔ میں نے ان کی بات کی تصدیق کرنا اچھا نہ سمجھا اور ان کو جھٹلا دیا۔ پس وہ دونوں چلی گئیں اور رسول اللہ ﷺ تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہود مدینہ کی بوڑھیوں میں سے دو بوڑھیاں میرے پاس آئیں ان کا گمان ہے کہ قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا وہ سچ کہتی ہیں یقیناً اہل قبور کو قبروں میں ایسا عذاب دیا جاتا ہے جس کو بہائم یعنی جانور چوپائے وغیرہ سنتے ہیں۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۴۲، مسلم ج ۱ ص ۲۱۷، مسند احمد ج ۷ ص ۶۸)

ف: اس حدیث میں ہے کہ عذاب قبر کی چیخ و پکار اور فریاد بہائم سنتے ہیں، بہائم یعنی چوپائے وغیرہ جانور یہاں ہیں۔ جہاں اجساد عنصریہ موجود ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ان زمینی قبروں میں اجساد عنصریہ کو عذاب ہوتا ہے جس کو ارد گرد کے بہائم سنتے ہیں۔ علیین اور سجین میں بہائم کا موجود ہونا ثابت نہیں ہے۔

☆...... ''عن ابن عباس قال مرّ النبی ﷺ علی قبرین فقال انھما لیعذبان و ما یعذبان من کبیر ثم قال بلٰی اما احدھما فکان یسعی بالنمیمۃ و اما احدھما فکان لا یستتر من بولہ قال ثم اخذ عوداً رطباً فکسرہ باثنین ثم غرز کل واحد منھما علی قبر ثم قال لعلہ یخفف عنھما مالم ییبسا'' (بخاری ج ۱ ص ۱۸۴، نسائی ج ۱ ص ۲۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیا جا رہا بلکہ ایک چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجور کی تازہ ٹہنی کو لے کر اس کے دو حصے کئے اور ہر ایک قبر پر ان کو گاڑ دیا اور فرمایا کہ شاید جب تک خشک نہیں ہوتیں عذاب میں تخفیف رہے۔

ف: حضور اکرم ﷺ کا گزر انہیں زمین والی قبروں پر ہوا جہاں اجساد عنصریہ مدفون تھے اور آپ ﷺ نے انہیں اجساد عنصریہ کو عذاب میں گرفتار دیکھا تو ان کے لئے دعا بھی فرمائی اور بطور علامت کے سبز ٹہنی بھی گاڑ دی۔ شاید جب تک یہ خشک نہیں ہوتی عذاب ہلکا ہو جائے۔ پس یہ حدیث جسد عنصری کی جزا سزا کے لئے نص قطعی ہے شاید کوئی شخص یہ سمجھے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا معجزہ ہے۔ یعنی ایک وقتی چیز ہے جس کا ظہور کبھی کبھی ہوتا ہے۔ یہ دائمی عذاب نہیں ہے جوابا عرض ہے کہ یہاں دو مختلف امر ہیں۔ ایک عذاب کا ہونا اور دوسرا ہے اس ہونے والے عذاب کو دیکھنا اور اس کا مشاہدہ کرنا۔ امر اوّل یعنی عذاب کا ہونا معجزہ نہیں۔ امر ثانی یعنی عذاب کو دیکھنا اور اس کا مشاہدہ کرنا بے شک معجزہ ہے یعنی ان کو عذاب اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہو رہا ہے جیسا کہ حدیث میں وضاحت سے مذکور ہے۔ لیکن قبر کی کارروائی اور جزا و سزا ایک نظر نہ آنے والی چیز ہے۔ جس کو عام لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ کیونکہ یہ غیب اور برزخ کی چیز ہے۔ پس عام لوگوں کو نظر نہ آنے والی چیز کو آپ ﷺ کا دیکھ لینا ایک معجزہ ہے اور ہمارا استدلال عذاب ہونے سے ہے۔ عذاب دیکھنے سے نہیں۔ عذاب کا ہونا معجزہ نہیں بلکہ ضابطہ اور قانون ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عذاب کا ہونا وقتی چیز نہیں دائمی چیز ہے۔ جو آپ ﷺ کے دیکھنے سے پہلے بھی ہو رہا تھا اور اس کے بعد بھی ہوتا رہا۔ البتہ آپ ﷺ کا اس کو دیکھنا اور مشاہدہ کرنا ایک وقتی امر اور معجزہ ہے۔ ان دو امور میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے یہ شبہ پیدا ہوا۔ ورنہ جس سے استدلال ہے وہ معجزہ نہیں اور جو معجزہ ہے اس سے استدلال نہیں۔

☆ ...... ’’عن زيد بن ثابت قال بينا رسول الله ﷺ في حائط لبني النجار على بغلة له و نحن معه اذ حادت به فكادت تلقيه و اذا اقبر ستة او خمسة فقال من يعرف اصحاب هذه الاقبر قال رجل انا قال فمتى ماتوا قال في الشرك فقال ان هذه الامة تبتلى في قبورها فلو لا ان لا تدافنوا الدعوت الله ان يسمعكم من عذاب القبر الذى اسمع منه ثم اقبل علينا بوجهه فقال تعوذوا بالله من عذاب القبر قال نعوذ بالله من عذاب القبر‘‘ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنی نجار کے باغ میں تھے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے اچانک آپ ﷺ کا خچر بدکا اور قریب تھا کہ آپ ﷺ کو گرا دے وہاں پانچ یا چھ قبریں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان قبروں والوں کو کون پہچانتا ہے۔ ایک شخص نے کہا میں پہچانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ لوگ کب مرے تھے۔ اس نے کہا شرک کی حالت میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً اس امت کو قبروں میں آزمایا جاتا ہے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم مردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا کہ وہ تمہیں سب کچھ سنا دے جو میں سن رہا ہوں۔ پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا قبر کے عذاب سے پناہ مانگو۔ ہم نے قبر کے عذاب سے پناہ مانگی۔　(مشکوٰۃ ص ۲۵ مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

ف: اس صحیح اور صریح حدیث کا ایک ایک جملہ بتاتا ہے کہ قبر میں مدفون جسد عنصری بہ تعلق روح ہر جزا و سزا اور رنج و راحت میں شریک اور سہیم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور

آپ ﷺ کے خچر کا گزرانہیں قبروں سے ہوا جن میں اجساد عنصریہ مدفون ہیں اوران کے عذاب کو دیکھ کر خچر بدکا پھر آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں اگر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قبروں میں ہوتا ہوا عذاب دکھادیں تو تم مردے کو دفن کرنا بھی چھوڑ دوگے۔ یہ دلالت کرتا ہے کہ انہی قبروں میں عذاب ہوتا ہے جن میں اجساد عنصریہ کو دفن کیا جاتا ہے۔ اگر ان قبروں میں عذاب نہ ہوتا تو آپ ﷺ یہ بات نہ فرماتے کہ ڈر ہے تم مردے دفن کرنا چھوڑ دو گے۔ اس حدیث کو علیین اور سجین پر چسپاں بھی نہیں کیا جاسکتا اوراسی طرح معجزہ کہہ کر گلو خلاصی بھی مشکل ہے۔ کیونکہ قبر میں ہوتے ہوئے عذاب کو دیکھنا تو معجزہ ہے لیکن عذاب کا ہونا معجزہ نہیں ہے کیونکہ عذاب تو ان کو شرک کرنے کی وجہ سے تھا اور ہمیشہ مجرموں اور نافرمانوں کو قبر میں عذاب ہوتا رہتا ہے۔ لیکن عامۃ الناس کو نظر نہیں آتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کا نبی دیکھے تو معجزہ اور اگر ولی دیکھے تو کرامت اور کوئی دیکھے تو درس عبرت ہے۔ لیکن استدلال دیکھنے سے نہیں بلکہ عذاب ہونے سے ہے۔ بہرحال یہ حدیث حیات قبر اور عذاب قبر کی بڑی وزنی دلیل ہے۔

☆...... ''عن ابی سعید خدری یقول قال رسول اللہ ﷺ اذا وضعت الجنازۃ فاحتملھا الرجال علی اعناقھم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت یاویلھا این تذھبون بھا یسمع صوتھا کل شئی الا الانسان ولو سمعھا الانسان لصعق''

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۴، مشکوٰۃ ص ۱۴۴، نسائی شریف ج ۱ ص ۲۱۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میت کو (چار پائی پر) رکھا جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے چلتے ہیں۔ پس اگر وہ نیک ہے تو کہتی ہے مجھے جلدی لے چلو اور اگر غیر صالح ہے تو کہتی ہے ہائے میری ہلاکت مجھے کہاں لے جارہے ہو۔ اس کی یہ آواز سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے۔ اگر انسان سن لیں تو بے ہوش ہوجائیں۔

ف: اس صحیح اور صریح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جسد عنصری برزخ وقبر کی جزاوسزا میں شامل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ جسد عنصری جس کو لوگوں نے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے اگر نیک صالح ہے تو کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو اور اگر غیر صالح ہے تو فریاد کرتا ہے ہائے میری ہلاکت مجھے کہاں لے جارہے ہو۔ پس نیک صالح کو اپنا انجام انجام خیر اور جزائے خیر نظر آتی ہے اس لئے پیش قدمی کا حکم کرتا ہے غیر صالح کو اپنا انجام بد اور سزا نظر آتی ہے جس کی وجہ سے فریاد کرتا ہے باقی مردے کا چار پائی پر کلام کرنا زبان قال سے ہے نہ کہ زبان حال سے۔ کیونکہ حدیث میں یسمع صوتھا اور صوت زبان قال کی ہوتی ہے نہ کہ زبان حال کی۔ اسی طرح سماع زبان قال کا ہوتا ہے نہ کہ زبان حال کا نیز حدیث میں ہے کہ اس کی آواز سوائے انسان کے ہر شئی سنتی ہے۔ حالانکہ زبان حال یعنی میت کی حالت کو تو انسان محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ شعور کامل رکھتا ہے اور دوسری چیزیں سنتی ہیں۔ لہٰذا وہ زبان قال ہی ہے جو اللہ تعالیٰ انسان کو نہیں سناتا کیونکہ یہ برداشت نہ کرسکے گا اور بے ہوش ہوجائے گا۔ اسی لئے تو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یوں باب قائم کیا ہے۔ ''باب کلام المیت وھو علی الجنازۃ'' یعنی مردے کا چار پائی پر کلام کرنا اگر مردہ کا کلام کرنا زبان حال سے بھی ہوتب بھی اہلسنت کا مدعا ثابت ہے۔ کیونکہ زبان حال کا مطلب یہ ہے نیک صالح بندے کی حالت خوشی پر دلالت کرتی ہے اور یہی اہلسنت والجماعت کا مدعا اور عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد جو خوشی وغمی، جزاوسزا آدمی کو ملتی ہے اس میں جسد عنصری شریک وسہیم ہوتا ہے اور یہ حدیث اس عقیدہ پر نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہے۔

☆...... ''عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال ان العبد اذا وضع فی قبرہ و تولی عنہ اصحابہ انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فیقعدانہ فیقولان ما کنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد ﷺ فاما المومن فیقول اشھد انہ عبداللہ و رسولہ فیقال لہ انظر الی مقعدک من النار قد ابدلک اللہ بہ مقعداً من الجنۃ فیراھما جمیعاً انہ یفسح لہ فی قبرہ و اما المنافق او الکافر فیقال لہ ما کنت تقول فی ھذا الرجل فیقول لا ادری کنت اقول ما یقول الناس فیقال لا دریت و لا تلیت ویضرب بمطارق من حدید ضربۃ فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ غیر الثقلین'' (بخاری ج۱ ص ۱۸۴، نسائی ج۱ ص ۲۲۳، مشکوٰۃ ص ۲۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے دفن کرنے والے ساتھی واپس لوٹتے ہیں یقیناً وہ ان کے قدموں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں اس کو بٹھلا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتا ہے سو مومن کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پس اسے کہا جاتا ہے تو اپنا آگ کا ٹھکانہ دیکھ لے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں جنت کا ٹھکانہ عطاء فرمایا ہے۔ پس وہ دونوں مقاموں کو دیکھتا ہے لیکن منافق اور کافر۔ پس اسے کہا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے پس وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا جس طرح لوگ کہتے تھے میں بھی اسی طرح کہتا تھا۔ پس اسے کہا جاتا ہے نہ تو نے جانا اور نہ تو نے پڑھا اور لوہے کے ہتھوڑوں سے اسے ایسا مارا جاتا ہے کہ وہ چیخیں مارتا ہے اور اس کی چیخ و پکار جن و انس کے علاوہ اردگرد کے جانور سنتے ہیں۔

ف: اس صحیح اور صریح حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس جسد عنصری کو لوگ قبر ارضی میں دفن کر کے واپس ہوتے ہیں۔ ابھی وہ ان کے جوتوں کے آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے نکیرین آتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں اور اس کے ایمان و عمل کے مطابق اس کو جزا یا سزا دیتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ جسد عنصری جزا و سزا میں شریک ہوتا ہے اور یہی اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

☆...... ''عن ابی ایوب قال خرج رسول اللہ ﷺ بعد ما غربت الشمس فسمع صوتا فقال یھود تعذب فی قبورھا'' حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ غروب شمس کے بعد باہر تشریف لائے اور آواز سنی پس فرمایا یہودیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ (بخاری ج۱ ص ۱۸۴، مسلم ج۲ ص ۳۸۶)

ف: ظاہر ہے کہ جن قبروں میں یہودیوں کے اجساد عنصریہ مدفون تھے وہاں سے آپ ﷺ نے عذاب کی آواز سنی اور یہ فرمایا کہ یہودیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بھی عذاب قبر یعنی حیات قبر کی دلیل ہے۔

عالم برزخ میں راحت یا عذاب روح و جسم دونوں کو ہوتا ہے اس پر عقلی دلیل

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''میں چار سال کا تھا کہ میں نے اپنے علاقہ کشمیر میں دو آدمیوں کو عذاب کے بارے میں کلام کرتے سنا کیا عذاب جسم کو ہوتا ہے یا روح کو ان دونوں کی رائے اس پر ٹھہری کہ عذاب دونوں کو ہوتا، پھر دونوں نے اس کی مثال بیان کی وہ اس طرح کہ جسم اور روح کی ایسی ہی مثال ہے جیسے اندھا اور لنگڑا جو دونوں ایک باغ میں گئے تاکہ وہاں سے پھل چنیں لیکن اندھا دیکھنے سے عاجز تھا اور لنگڑا (کھڑا ہو کر) پھل چننے سے قاصر تھا۔ دونوں نے آپس میں اس بارے میں مشورہ کیا اور لنگڑا اندھے (کے کندھے) پر سوار ہو گیا، اندھا

اس کو درختوں کی طرف لے جاتا اور لنگڑا پھل دیکھ کر چن لیتا۔ یہی حال ہے بدن کا روح کے ساتھ کیونکہ بدن روح کے بغیر جماد ہے اس میں کوئی حرکت نہیں اور روح بغیر بدن کے افعال سے معطل ہے۔ اس لئے ایک کو دوسرے کی حاجت ہے جب بدن اور روح کسب میں دونوں شریک ہیں تو اجر یا گناہ میں بھی شریک ہیں۔ پینتیس برس گزرنے کے بعد میں نے یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے تفسیر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ میں دیکھی جوان دو آدمیوں نے اپنے فطری ذوق سے کہی تھی تو دیکھ لے کیا ایسی چیز ارسطاطالیس وغیرہ (یونانی حکماء) سے ممکن ہے ہرگز نہیں پھر ہرگز نہیں۔'' (فیض الباری ج ۴ ص ۱۱۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غضب کی ذہانت اور حافظہ عطاء فرمایا تھا۔ گویا یہ واقعہ انہوں نے چار سال کی عمر میں سنا لیکن بخاری پڑھاتے وقت وہ علم کے ناپیدا کنار سمندر میں غوطہ زن تھے۔ لہٰذا اس مبنی برحقیقت واقعہ سے پہلو تہی کرنا عقلاء کے شان کے خلاف ہے۔ یہ واقعہ تفسیر قرطبی کے علاوہ تفسیر در منثور (ج ۵ ص ۳۲۸) اور (کتاب الروح ص ۲۲۷) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (ماخوذ عن تسکین الصدور ص ۱۹۹)

اعتراض: جس میت کو جلا دیا جاتا ہے یا جانور کھا جاتے ہیں اس کو عذاب قبر کیسے ہوتا ہے؟

پہلا جواب: اگر عذاب ہم نے دینا ہے پھر تو بہت ہی مشکل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے دینا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔ ان اللہ علی کل شئ قدیر!

دوسرا جواب: صحاح ستہ کی مرکزی کتابوں میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ روایت مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے گناہوں کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی تھی جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے جلا کر میری راکھ کو خوب پیس کر ہوا میں اڑا دینا۔ بخدا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی کی تو وہ مجھے ایسی سزا دے گا جو اور کسی کو اس نے نہیں دی۔ جب اس کی وفات ہوئی تو اس سے یہی کارروائی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا ''اجمعی ما فیک منہ'' کہ اس کے تمام ذرات کو جمع کر دے سو اس نے ایسا ہی کیا جب وہ جمع کر دیا گیا تو وہ آدمی تھا جو کھڑا کر دیا گیا۔ فرمایا کہ یہ کارروائی تو نے کیوں کی؟ اس نے جواب دیا ''مخافتک یا ربی'' اے میرے رب تیرے خوف سے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۹۵ واللفظ لہ ومسلم ج ۲ ص ۳۵۶)

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ اس نے کہا کہ میری راکھ کا آدھا حصہ خشکی میں اور آدھا دریا میں بکھیر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ دیکھئے (بخاری ج ۲ ص ۱۱۱۷ ومسلم ج ۲ ص ۳۵۶) اسی مفہوم کی روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے (مسند احمد ج ۳ ص ۷۷) میں بھی ہے۔ اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ پروردگار کو اس امر پر قدرت کاملہ ہے کہ وہ راکھ کے ذرات کو بحر و بر سے جمع کر کے اس سے بھلا چنگا آدمی اور انسان بنا دے اور پھر اس سے سوال کرے۔ ہاں! جو شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تسلیم نہیں کرتا یا معاذ اللہ اس کی قدرت کو محدود مانتا ہے تو اس کے لئے یہ بات تسلیم کرنی بڑی ہی مشکل ہے۔

تیسرا جواب: معدہ اور انتڑیوں میں بہت سارے کیڑے موجود ہیں اور لامحالہ ان کو راحت والم بھی ہوتا ہے۔ لیکن آدمی کو محسوس تک نہیں ہوتا۔

حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون پر اعتراضات و جوابات

اہلسنت والجماعت کے جملہ دلائل میں سے ایک دلیل حدیث: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' بھی ہے۔ جس پر منکرین حیات فی القبر چند اعتراضات کرتے ہیں، مناسب معلوم ہوا کہ اس کا مدلل جواب قارئین کے پیش نظر رہے۔ تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

''حدثنا ابو الجهم الازرق بن علی حدثنا یحیی بن ابی بکیر حدثنا المستلم بن سعید عن الحجاج عن ثابت البنانی عن انس بن مالک قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

(مسند ابی یعلی الموصلی ج ۳ ص ۲۱۶ واللفظ لہ، حیاۃ الانبیاء للبیہقی ص ۳)

اس حدیث رسول ﷺ پر مندرجہ ذیل دو بنیادی اعتراضات کئے گئے ہیں:

۱...... علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔

۲...... یہ حدیث قرآن کی نص قطعی ''واعبد ربک حتی یأتیک الیقین'' کے خلاف ہے۔

پہلا اعتراض اور اس کا جواب

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''حجاج بن الاسود ثابت البنانی نکرۃ ماروی عنه فیما اعلم سوی مستلم بن سعید فاتی بخبر منکر عنه عن انس فی الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ رواہ البیہقی'' حجاج بن الاسود رحمہ اللہ ثابت بنانی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں مگر وہ مجہول ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق مستلم بن سعید رحمہ اللہ کے علاوہ ان سے کسی نے روایت نہیں کی اور اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک منکر روایت بیان کی ہے وہ یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۶۰)

اسی اعتراض کو مندرجہ ذیل منکرین حیات فی القبر نے نقل کیا ہے:

☆...... سید مولانا محمد حسین نیلوی صاحب سابق شیخ الحدیث جامعہ ضیاء العلوم سرگودھا (ندائے حق ج ۲ ص ۳۲)

☆...... مولانا سجاد بخاری صاحب سابق مدیر ماہنامہ تعلیم القرآن (اقامۃ البرہان ص ۲۵۰)

☆...... مولانا شیر محمد صاحب (آئینہ تسکین الصدور ص ۴۱)

☆...... مولانا شہاب الدین صاحب خالدی (عقائد علمائے اسلام ص ۷۶)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے اعتراض کی تین شقیں بنتی ہیں اور تیسری شق پہلی دو شقوں کا نتیجہ ہے۔ جب پہلی دو شقیں باطل ہو جائیں گی تو تیسری شق خود بخود باطل ہو جائے گی۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے اعتراض کی تینوں شقیں ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے اعتراض کی تین شقیں

۱...... ''حجاج بن الاسود عن ثابت البنانی نکرۃ'' حجاج بن الاسود ثابت بنانی سے روایت کرتے ہیں مگر وہ مجہول ہیں۔

۲...... ''ماروی عنه فیما اعلم سوی مستلم بن سعید'' ہمارے علم کے مطابق مستلم بن سعید رحمہ اللہ کے علاوہ ان کے کسی نے روایت نہیں کی۔

۳...... ''فاتی بخبر منکر عنه عن انس فی الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون۔ رواه البیهقی'' اور اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک منکر روایت بیان کی ہے وہ یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت نقل کی ہے۔

پہلی شق کا جواب حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراض کو نقل کر کے اس کا جواب یوں تحریر فرمایا ہے:

☆...... ''قال احمد ثقة ورجل صالح'' امام احمد نے ان کو ثقہ اور مرد صالح کہا ہے۔

☆...... ''وقال ابن معین ثقة'' یحییٰ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

☆...... ''وقال ابو حاتم صالح الحدیث'' ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو صالح الحدیث کہا ہے۔

☆...... ''وذکره ابن حبان فی الثقات'' ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔

(لسان المیزان ج ۲ ص ۱۷۵)

جب ائمہ جرح وتعدیل اور چوٹی کے محدثین نے حجاج بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ کو ثقہ اور مرد صالح کہا ہے تو پھر ان کو مجہول کیسے کہا جا سکتا ہے۔

نیلوی شاہ صاحب کا اعتراف لکھتے ہیں: ''علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا نکرہ کہہ کر یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حجاج بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ ثقہ نہیں۔'' (ندائے حق ج ۲ ص ۳۷)

لہٰذا اعتراض کی شق اوّل باطل اور مردود ثابت ہوگئی۔

دوسری شق کا جواب حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے: ''وعنه جریر بن حازم وحماد بن سلمه وروح بن عباد وآخرون، عیسٰی بن یونس'' حجاج بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ سے جریر بن حازم رحمۃ اللہ علیہ، حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ، روح بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات بھی روایت کرتے ہیں ان میں سے عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ (لسان المیزان ج ۲ ص ۱۷۵)

حافظ ابن حبان رضی اللہ عنہ بھی اسی بات کو لکھتے ہیں: ''روی عنه عیسٰی ابن یونس وجریر بن حازم وهو الذی یحدث عنه حماد بن سلمة ویقول حدثنا حجاج بن الاسود'' حجاج بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ سے عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے، جریر بن حازم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے، حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا حجاج بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ نے۔ (کتاب الثقات ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ج ۶ ص ۲۰۲)

لہٰذا علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اعتراض بھی ختم ہوگیا کہ ہمارے علم کے مطابق حجاج بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ سے مستلم بن سعید رحمۃ اللہ علیہ نے ہی روایت کی ہے۔ غرضیکہ اصول حدیث کی رو سے نہ تو یہ راوی مجہول الحال ہے اور نہ مجہول العین۔ اس لئے ایسے اعتراضات کی کوئی وقعت نہیں۔ لہٰذا جب علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراض کی پہلی دو شقیں باطل ہوگئیں تو تیسری شق کہ ''یہ روایت منکر ہے'' خود بخود باطل ہو جائے گی۔ اس لئے کہ تیسری شق پہلی دو شقوں کا نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منکر کی تعریف اس حدیث پر منطبق نہیں ہوتی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ منکر کی تعریف بھی قارئین کے پیش نظر رہے۔

منکر کی تعریف محدثین کی اصطلاح میں

علامہ خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثقات کے مخالف روایت کرے۔ (خیر الاصول فی حدیث الرسول ص ۵)

یہی تعریف مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے:

☆ ...... ''نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر للحافظ ابن حجر'' (ص ۵۰)

☆ ...... ''تدریب الراوی للسیوطی'' (ص ۲۰۰)

☆ ...... ''شرح شرح نخبۃ الفکر للملاعلی قاری'' (ص ۳۴۷)

☆ ...... ''قواعد فی علوم الحدیث للعلامۃ ظفر احمد عثمانی'' (ص ۴۲)

جب حجاج بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ ثقہ راوی ہیں ضعیف نہیں اور پھر اس نے کسی ثقہ یا ثقہ تر اور اوثق کی مخالفت بھی نہیں کی تو ان کی روایت اصول حدیث کے اعتبار سے منکر نہیں ہو سکتی۔ جب منکرین حیات فی القبر کو یقین ہو گیا کہ ہم اس حدیث کو منکر ثابت نہیں کر سکتے تو انہوں نے اس روایت کو شاذ کہنا شروع کر دیا۔

نیلوی شاہ صاحب لکھتے ہیں: کیونکہ اصول حدیث کی رو سے شاذ پر بھی منکر بولا جاتا ہے۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا نکرہ کہہ کر یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حجاج بن اسود رحمۃ اللہ علیہ ثقہ نہیں بلکہ نکرہ کہہ کر ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ ثقہ ہو کر اپنے سے بڑے ثقہ کے خلاف روایت کرتا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث منکر یعنی شاذ ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۷)

اسی طرح کا مفہوم سجاد بخاری صاحب کی (اقامۃ البرہان ص ۲۵۲) میں ہے اور مولانا شہاب الدین خالدی صاحب کی (عقائد علمائے اسلام ص ۹۷) میں ہے۔ اسی لئے مناسب معلوم ہوا کہ شاذ کی تعریف بھی قارئین کے مدنظر رہے۔

حدیث شاذ کی تعریف محدثین کی اصطلاح میں

علامہ خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ صاحب لکھتے ہیں: ''شاذ وہ ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعت کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہیں۔'' (خیر الاصول فی حدیث الرسول ص ۵)

یہی تعریف مندرجہ ذیل کتب میں بھی ہے:

☆ ...... ''نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر للحافظ ابن حجر'' (ص ۴۹)

☆ ...... ''تدریب الراوی للسیوطی'' (ص ۱۹۶)

☆ ...... ''شرح شرح نخبۃ الفکر للملاعلی قاری'' (ص ۳۳۶)

☆ ...... ''قواعد فی علوم الحدیث للعلامۃ ظفر احمد عثمانی'' (ص ۴۲)

منکرین حیاۃ فی القبر پر لازم تھا کہ وہ مذکورہ حدیث پر شاذ کی تعریف کو منطبق کر کے اس کا شاذ ہونا ثابت کرتے۔ اپنی اس کوشش میں انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حدیث ''الانبیا احیاء الخ'' کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل حدیث کے خلاف ہے۔ دیکھئے

(ندائے حق ص ۳۳، اقامۃ البرہان ص ۲۵۳، عقائد علمائے اسلام ص ۷۹)

''حماد بن سلمة عن ثابت بنانی و سلیمان التیمی عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال اتیت وفی روایة مررت علی موسی لیلة اسری بی عندالکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ'' حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ، ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ اور سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں معراج کی رات حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرا جو سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۸)

حالانکہ حدیث ''الانبیاء احیاء'' الخ! اور مذکورہ صحیح مسلم والی حدیث کے مخالف اور منافی نہیں۔ البتہ ایک دوسرے کی مؤید اور شاہد ضرور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مندرجہ ذیل علماء کرام نے مسلم شریف والی حدیث کو مسند ابی یعلی والی حدیث کا شاہد قرار دیا ہے۔ مثلاً:

☆...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲، القول البدیع ص ۱۲۶)

☆...... علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (القول البدیع ص ۱۲۶)

☆...... علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹)

خلاصہ کلام

حدیث: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' پر نہ منکر کی اصطلاحی تعریف صادق آتی ہے اور نہ ہی شاذ کی اصطلاحی تعریف صادق آتی ہے اور اصطلاحات میں اعتبار اکثر استعمال کا ہوتا ہے جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں: ''العبرة فی الاصطلاح للاغلب'' اصطلاحات میں اعتبار اکثر استعمال کا ہوتا ہے۔
(شرح شرح نخبۃ الفکر للملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۴۲)

باقی رہا علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے نقاد کا اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ جیسے محدث کا اس روایت کو منکر کہنا کیا ان حضرات کو منکر اور شاذ کی تعریف نہیں آتی تھی؟ کیا وہ اصول حدیث سے واقف نہیں تھے؟ ہم ان کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کیوں کریں۔ وغیرہ وغیرہ! تقریباً یہی بات تمام منکرین حیات النبی ﷺ کی زبان اور قلم سے صادر ہوئی ہے۔
(ندائے حق ص ۳۰۵، اقامۃ البرہان ص ۲۵۲، عقائد علمائے اسلام ص ۶۷)

اس اشکال کو مولانا شیر محمد صاحب نے خود ہی حل کر دیا۔ ''جس روایت کا راوی اس متن کے روایت کرنے میں بالکل تنہا ہو کسی دوسرے راوی نے اس متین حدیث کو روایت نہ کیا ہو اس کو بھی منکر اور غیر معروف کہتے ہیں۔'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۴۷)

مولانا شیر محمد صاحب نے اس مذکورہ بات کی دلیل میں دو مثالیں حدیث کی پیش کی ہیں۔ جن میں سے ایک پر یوں تبصرہ کرتے ہیں۔ ''پہلی مثال میں متدرک کی روایت کو چونکہ صرف ابوالازہر رحمۃ اللہ علیہ، عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتا ہے اور کوئی دوسرا راوی اس کو بیان نہیں کرتا۔ اس وجہ سے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منکر قرار دیا ہے۔ اگرچہ اس کے رواۃ سب ثقہ ہیں۔ یہی حال اس حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم'' کا ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۴۸)

محترم قارئین! ایسی حدیث کو محدثین کی اصطلاح میں حدیث غریب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی لئے مناسب معلوم ہوا کہ حدیث غریب کی اصطلاحی تعریف بھی قارئین کے پیش نظر رہے۔

حدیث غریب کی تعریف محدثین کی اصطلاح میں

علامہ خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ صاحب لکھتے ہیں: ''غریب وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو۔'' (خیر الاصول فی حدیث الرسول ص ۴)

یہی تعریف مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

☆ ...... ''نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر للحافظ ابن حجر'' (ص ۲۱)

☆ ...... ''تدریب الراوی للسیوطی'' (ج ۲ ص ۱۲۶)

☆ ...... ''شرح شرح نخبۃ الفکر للملاعلی قاری'' (ص ۲۰۸)

☆ ...... ''قواعد فی علوم الحدیث للعلامۃ ظفر احمد عثمانی'' (ص ۳۲)

غرابت صحت کے منافی نہیں ہے

مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ان الغرابۃ لاتنافی الصحۃ ویجوز ان یکون الحدیث صحیحاً غریباً'' بلاشک غرابت صحت کے منافی نہیں ہے اور جائز ہے کہ حدیث صحیح غریب ہو۔ (مقدمہ مشکوٰۃ شریف ص ۶)

نیلوی شاہ صاحب کا اعتراف

''اور نری وحدت راوی مضر نہیں اور نہ یہ جرح ہے۔'' ''وحدۃ الراوی لیس بجرح عندنا''

(فواتح الرحموت ج ۱ ص ۴۳۵، ندائے حق ص ۱۸۴)

علامہ شیر محمد صاحب کے بقول علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ غریب احادیث کو منکر کہہ دیا کرتے ہیں اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ غرابت صحت کے منافی نہیں۔ لہٰذا اس روایت پر اصول حدیث کی رو سے کوئی ایسا اعتراض وارد نہیں ہوتا جو اس کی صحت اور اس کے قابل احتجاج ہونے پر اثر انداز ہو یہی وجہ ہے کہ ساری امت اس کے مفہوم پر متفق ہے اور اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور علماء کی اکثریت نے اس حدیث کی تصحیح وتحسین کی ہے اور بطور استدلال کے پیش کیا ہے۔

مندرجہ ذیل علماء کرام اس حدیث کی تصحیح وتحسین کرتے ہیں:

☆ ...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲
☆ ...... حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲
☆ ...... علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری
☆ ...... علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ انباء الاذکیاء
☆ ...... علامہ شمس الدین سخاوی القول البدیع ص ۱۲۵
☆ ...... علامہ ہیثمی مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱
☆ ...... علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ شفاء السقام ص ۱۳۴
☆ ...... علامہ سید سمہودی وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۵
☆ ...... ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات ج ۲ ص ۲۱۲
☆ ...... علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ السراج المنیر ج ۲ ص ۱۳۴
☆ ...... علامہ عبدالرؤف مناوی فیض القدیر ج ۳ ص ۸۴
☆ ...... شیخ احمد محمد الخفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض ج ۳ ص ۴۹۹
☆ ...... علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۰۳
☆ ...... علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ الصارم المنکی ص ۱۶۸
☆ ...... علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۶
☆ ...... قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۲۲۴

☆.....امام محمد بن عبدالوہاب زرقانی شرح المواہب ج۵ ص۳۳۴ ☆.....قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴
☆.....علامہ محمد یوسف اردبیلی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الانوار ج ۲ ص ۴۱ ☆.....شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فیوض الحرمین ص ۲۸
☆.....شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی عزیزی ج۱ ص ۱۲۰ ☆.....شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب ص ۱۸۰
☆.....نواب قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مظاہر حق ج۱ ص ۴۴۵ ☆.....حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات دفتر ۲ ص ۲۹
☆.....مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بذل المجہود ج ۳ ص ۳۰۷ ☆.....مولانا اشرف علی تھانوی نشر الطیب ص ۱۸۳
☆.....مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فیض الباری ج ۲ ص ۶۴ ☆.....شیخ الحدیث مولانا زکریا فضائل درود ص ۳۷
☆.....علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الملہم ج۱ ص ۳۲۹ ☆.....قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب تسکین القلوب ص ۷۰

(ماخوذ عن تسکین الصدور ص ۲۲۰، علمائے دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی ص ۱۲۱)

دوسرا اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض: مذکورہ حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' قرآن مجید کی نص قطعی ''واعبد ربک حتی یاتیک الیقین'' کہ عبادت کر اپنے رب کی موت تک، کے خلاف ہے۔

جواب: عبادت کی دو قسمیں ہیں ''تکلیفاً او تلذذاً'' تکلیفاً کا تعلق تو صرف عالم دنیا سے ہے اور تلذذاً کا تعلق عالم آخرت سے بھی ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''بیہقی وغیرہ نے حدیث انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ کذا فی المواہب اور یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے۔ الخ!''

(نشر الطیب ص ۲۱۱ طبع جید برقی پریس دہلی)

علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عبادت کی اس مذکورہ تقسیم کو بیان کیا ہے۔ (تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۰۶ بحث سورۃ السجدہ) نیلوی شاہ صاحب! مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: اسی وجہ سے انبیاء و مرسلین اور بعض عباد صالحین کو بطور تکلیف نہیں بلکہ بطور لذت وفرحت قبر و عالم برزخ میں عبادت مثلاً نماز اور حج اور تلاوت قرآن کی اجازت دی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے قبر میں موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (ندائے حق ج۱ ص ۸۹)

اس کی پہلی مثال یوں سمجھئے کہ جس طرح حضور ﷺ قرآن شریف کی تلاوت کے مکلف ہیں صرف عالم دنیا میں لیکن اس کے باوجود جنتیوں کو جنت میں سورۃ یٰسین تلاوت کرکے سنائیں گے۔ جنت میں حضور ﷺ کا سورۃ یٰسین کی تلاوت کرنا بطور تلذذ کے ہوگا نہ کہ بطور تکلیف کے۔ اس کی دوسری مثال: جس طرح ہم اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کے مکلف ہیں صرف عالم دنیا میں۔ لیکن جب ہم جنت میں جائیں گے، جنت میں جاکر بھی تسبیح وتحمید کریں گے جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں آتا ہے۔ ''وقالوا الحمدللہ الذی اذھب عنا الحزن (فاطر: ۳۴تا۳۵)'' تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے ہمیشہ کے لئے ہر قسم کا رنج وغم دور کردیا۔

اور جس کا ذکر حدیث میں یوں آیا ہے: ''یلھمون التسبیح والتحمید کما یلھمون النفس'' جنتیوں کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح اس طرح جاری ہوگی جس طرح کہ وہ سانس لیتے ہیں۔ (مسلم باب فی صفات الجنۃ رقم ۷۱۶۲)

منکرین حیات النبی ﷺ کے چند ضمنی اعتراضات

اعتراض: یہ مذکورہ حدیث متواتر کیسے ہے؟

مذکورہ حدیث کوتواتر طبقہ اورتواتر توارث کا شرف حاصل ہے:

☆...... شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی لکھتے ہیں: اہل علم جانتے ہیں کہ تواتر کی کئی اقسام ہیں۔ تواترلفظی، تواتر معنوی، تواتر طبقہ اورتواتر توارث وغیرہ گواس حدیث کے الفاظ اور اسناد متواتر نہیں لیکن تواتر طبقہ اورتواتر توارث کا شرف اس کوحاصل ہے۔ (تسکین الصدور ص ۲۴۴)

(تواتر کی یہ اقسام فیض الباری، العرف الشذی للعلامہ انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ میں موجود ہے)

مندرجہ ذیل علماء کرام نے بھی اس حدیث کومتواتر کہا ہے:

☆...... علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (الظم المتناثر من الحدیث المتواتر کذافی شرح البوسنوی ص ۴ طبع مصر)

☆...... علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی رحمۃ اللہ علیہ (المنحۃ الوہبیہ ص ۱۱ طبع استنبول)

مولانا شیر محمد صاحب لکھتے ہیں: ''جب محترم (مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ) صاحب کی اپنی تحقیق یہ ہے کہ طبقہ ثالثہ کی روایتوں کو محدثین ہرگز قبول نہیں کرتے۔ نہ عقیدہ میں نہ عمل میں تو مولانا صاحب اس حدیث کو لائے ہی کیوں؟ (آئینہ تسکین الصدور ص ۴۴)

اس کا جواب امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی:

وہ لکھتے ہیں طبقہ ثالثہ کی روایات کے رد کے متعلق چار وجوہ یہاں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) قرآن کریم کے مقابلہ میں وہ حجت نہیں۔ (۲) باب عقیدہ میں خبر واحد صحیح معتبر نہیں۔ (۳) حضرات فقہائے کرام کے ہاں اس طبقہ کی اکثر (نہ کہ کل) احادیث معمول بہا نہیں۔ (۴) بلکہ ان کے خلاف اجماع منعقد ہے۔

اور ہم نے اس طبقہ کی جس روایت سے استدلال کیا ہے اس سے مذکورہ خرابیوں میں سے کوئی بھی لازم نہیں آتی۔ اوّلاً تو اس لئے تمام حضرات فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہ عندالقبر صلوٰۃ والسلام کے قائل ہیں۔ ان میں کوئی منکر نہیں۔ وثانیاً اس پراجماع واتفاق واقع ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰۰ طبع جید برقی پریس دہلی)

اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''کیونکہ روضہ مبارک پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بالاتفاق بلاواسطہ حضور ﷺ پر پیش ہوتا ہے اور آپ ﷺ اس کو سنتے اور جواب دیتے ہیں۔'' (امدادالفتاویٰ ج ۵ ص ۱۱۰)

بلکہ اس مسئلہ پر اتفاق واجماع کا اقرار جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بزرگوں کو بھی ہے۔ چنانچہ ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء (ص ۱۸، ۱۹) میں ہے۔ ''باقی رہا آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ والسلام کے سماع کا مسئلہ تو اس میں فریقین کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ جیسا کہ آج سے تقریباً تین سال پہلے ماہنامہ (تعلیم القرآن شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء) اور پھر اس کے بعد شمارہ ماہ دسمبر ۱۹۶۲ء میں دوسرے فریق (جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ) کے اس بارے مسلک کی صراحت موجود ہے۔ البتہ اس فریق کے بعض حضرات جن

میں سے حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔عند القبر سماع صلوٰۃ والسلام کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ الا خرق العادۃ الخ بلفظہ!

محترم پوری امت میں از شرق تا غرب از شمال تا جنوب، پہلے شخص جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب ہیں جو عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کے منکر ہیں۔غرضیکہ ہم نے طبقہ ثالثہ کی روایت جو حضرات محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جید اور صحیح ہے۔اس مسئلہ میں پیش کی ہے جس پر امت کا اجماع واتفاق ہے اور ظاہر امر ہے کہ امت مرحومہ کا اتفاق واجماع قرآن کریم اور صحیح حدیث کے خلاف کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اور طبقہ ثالثہ کی روایت سے ہم نے استدلال کا وہاں انکار کیا ہے جہاں نصوص قرآنیہ اور عقائد سے تصادم ہو اور اجماع فقہاء اس کے خلاف ہو اور ان دونوں باتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔اگر کوئی جاہل یا متعصب اس واضح فرق کو نظر انداز کرتا ہے تو بتلایئے کہ ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہے؟ الخ! (المسلک المنصور فی رد الکتاب المسطور ص ۹۷)

شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں۔ہاں! اگر خبر واحد اجماع اور تلقی امت بالقبول سے مؤید ہو جائے جیسے یہ مذکور حدیث: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' ہے تو بات جدا ہے۔ (تسکین الصدور ص ۲۲۴)

جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا یہ کہنا کہ اس روایت کو صحاح ستہ میں جگہ نہ ملی۔کیونکہ یہ روایت قرآن پاک کے مضمون کے خلاف ہے۔صحاح ستہ صحیح احادیث کا ایک معتبر ذخیرہ ہے لیکن ہر صحیح حدیث کا صحاح ستہ میں ہونا ضروری نہیں ہے۔کیونکہ آئمہ احادیث نے اپنی شرائط کے مطابق کتب احادیث ترتیب دی ہیں۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''احفظ مائۃ الف حدیث صحیح'' مجھے ایک لاکھ احادیث یاد ہیں۔ (تدریب بحوالہ حجیت حدیث)

حالانکہ صحیح بخاری میں تقریباً چار ہزار حدیثیں ہیں۔لہٰذا یہ خیال قطعاً غلط ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح بخاری کے علاوہ تمام احادیث غلط اور غیر صحیح ہیں۔اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے: ''ماترکت من صحاح اکثر'' (تدریب بحوالہ حجیت حدیث)

اسی طرح دیگر ائمہ احادیث کو بہت سی صحیح احادیث یاد تھیں لیکن وہ اپنی کتب ترتیب دیتے وقت ہر صحیح حدیث کو اپنی ترتیب شدہ کتب میں نہ لکھ سکے۔اسی طرح بہت سی صحیح احادیث صحاح ستہ میں نہ ہونے کے باوجود دیگر کتب احادیث میں ہیں جنہیں محدثین رحمۃ اللہ علیہ صحیح تسلیم کرتے ہیں۔علماء اسمائے رجال رحمۃ اللہ علیہ ان کے صحیح ہونے کو تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کو جمہور محدثین صحیح تسلیم کرتے۔ابو یعلی کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔

روح کا اعادہ قبر میں بندے کی طرف برحق ہے

''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت'' اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقرر تک۔ (سورۃ الزمر: ترجمہ از حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ)

فیمسک کے لفظ سے نفی اعادہ روح الی الجسد کے استدلال کا جواب، نحویوں کا قانون

جملہ فعلیہ دوام، استمرار پر دلالت نہیں کرتا بلکہ حدوث پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ جملہ فعلیہ میں زمانہ ہوتا ہے زمانہ میں حدوث اور تجدد ہوتا ہے۔امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان الشیخ عبدالقاھر

جرجانی ذکر ان الاسم یدل علی التمکین والاستمرار والفعل علی التجدد والحدوث'' شیخ عبدالقاہر جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ جملہ اسمیہ دوام، استمرار پر دلالت کرتا ہے اور جملہ فعلیہ تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۴ ص ۱۷۳ نحو فی شرح جامی ص ۳۰۰)

فیمسک بھی جملہ فعلیہ ہے جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے تو صرف اتنا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ موت کے وقت روح کو روک لیتے ہیں کب تک؟ وقتی روکا یا ہمیشہ کے لئے روکا اس بارے میں یہ آیت خاموش ہے۔ البتہ اہلسنت والجماعت اس بات کے قائل ہیں کہ سوال وجواب کے وقت اللہ تعالیٰ روح کو جسم کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ مفتی بغداد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس لفظ کا معنی جملہ فعلیہ سے ہی کرتے ہیں۔ دیکھئے ''ولا یردھا الی ابدانھا'' اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کے ابدان کی طرف نہیں لوٹاتے۔ (تفسیر روح المعانی)

مندرجہ ذیل تفاسیر میں بھی فیمسک کا معنی یہی بیان کیا گیا ہے۔

☆...... تفسیر ابن کثیر (ج ۴ ص ۵۵)
☆...... تفسیر روح المعانی (ج ۱۲ ص ۲۶۳)
☆...... تفسیر مدارک (ج ۴ ص ۵۷)
☆...... تفسیر بیضاوی (ج ۲ ص ۳۲۷)
☆...... تفسیر ابن جریر طبری (ج ۱۱ ص ۹)
☆...... تفسیر البحر المحیط (ج ۷ ص ۴۳۱)
☆...... تفسیر ابی السعود (ج ۷ ص ۲۵۷)
☆...... تفسیر خازن (ج ۴ ص ۵۷)
☆...... تفسیر معالم التنزیل (ج ۴ ص ۷۰)

مذکورہ بالا تمام تفسیروں میں اس آیت کا معنی صرف یہ ہے کہ موت کے وقت اللہ تعالیٰ روح کو روک لیتے ہیں، جسم کی طرف نہیں لوٹاتے۔ لیکن کب تک اس روح کو روکے رکھتے ہیں۔ اس بارے میں مذکورہ بالا مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر کوئی صراحت نہیں کی۔ مندرجہ ذیل مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارتوں سے یہ مفہوم اخذ کرنا کہ اللہ تعالیٰ ارواح کو اجسام کی طرف قیامت تک نہیں لوٹاتے تو اس کے لئے فریق مخالف کو مذکورہ بالا مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ ہی سے ''الی یوم القیامۃ'' کی صراحت دکھانی پڑے گی۔ ورنہ ان مذکورہ تفسیروں سے استدلال باطل ہے۔ باقی رہا تفسیر کبیر، تفسیر قرطبی، تفسیر مظہری کا حوالہ جس میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ روح کو جسم کی طرف قیامت تک نہیں لوٹاتے۔ تو ان عبارات کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اس سے خاص قسم کے اعادہ کی نفی ہے نہ کہ حیات فی القبور کی نفی۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ای یقبضھا عن الابدان بان یقطع تعلقھا تعلق التصرف فیھا عنھا'' یعنی اللہ تعالیٰ ارواح کو ابدان سے قبض کرتا ہے بایں طور کہ ابدان میں ارواح کا تصرف باقی نہیں رہتا۔ (تفسیر روح المعانی ج ۷ ص ۲۴)

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فامساک سبحانہ التی قضی علیھا الموت لا ینافی ردھا الی جسدھا المیت فی وقت ما رداعارضا لا یوجب لہ الحیوۃ المعھودۃ فی الدنیا'' اللہ تعالیٰ کا ان جانوں کا روکنا جن پر موت کا فیصلہ کر چکا ہوتا ہے اس کے منافی نہیں کہ ارواح کو بے جان جسم کی طرف کسی وقت عارضی طور پر ایسے طریقہ پر لوٹا دے جس سے دنیا کی معہود زندگی ثابت نہ ہو۔ (کتاب الروح ص ۵۳)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی معنی بیان کرتے ہیں: ''پھر اس معطل کرنے کے بعد ان جانوں کو تو تصرف فی الابدان کی طرف عود کرنے سے روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا۔'' (بیان القرآن ج ۱۰ ص ۲۳ طبع دہلی)

تفسیر کبیر، قرطبی، مظہری ہی کے مصنفین سے تائید

مندرجہ بالا مفسر کرام رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ روح جسم کی طرف قبر میں لوٹائی جاتی ہے اور راحت یا عذاب روح وجسم دونوں کو ہوتا ہے۔ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ''ثم یحییکم'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''او للسوال فی القبور'' یا قبور میں سوال کے لئے تمہیں زندہ کرے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۵۱)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''اما العذاب الجسمانی فحق وصدق واما الروحانی فحق ایضاً'' یعنی جسمانی اور روحانی عذاب حق اور سچ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۴ ص ۱۷۸)

تیسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''اما عندنا فالبنیة لیست شرطا فی الحیاۃ ولا امتناع فی ان یعیداللہ الحیاۃ الی کل واحد من تلک الذرات والاجزاء الصغیرۃ من غیر حاجۃ الی الترکیب والتالیف'' بہرحال ہمارے نزدیک جسم کا سلامت ہونا حیات کے معاملہ میں شرط نہیں ہے اور یہ بات ناممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ حیات کو لوٹائے ہر ایک کے ذرات کی طرف اور چھوٹے چھوٹے اجزاء کی طرف بغیر جسم کو مرکب کئے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۶۳)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اعادہ روح والی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: ''روی الامام احمد وابوداؤد باسناد صحیح عن البراء'' امام احمد اور ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ یہ روایت حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ (مختصر تذکرہ قرطبی ص ۳۴)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ہی لکھتے ہیں: ''وان اللہ تعالی یحیی العبد المکلف فی قبرہ برد الحیاۃ الیه'' اور بے شک اللہ تعالیٰ زندہ کرتے ہیں عبد مکلف کو اس کی قبر میں، اس کی طرف حیات کو لوٹانے کے ساتھ۔ (آگے جا کر لکھتے ہیں) ''ھذا مذھب اھل السنة'' یہی اہلسنت کا مسلک ہے۔ پھر (آگے جا کر) اعادہ روح والی حدیث کو بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں۔ (تذکرہ قرطبی ص ۱۱۴)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''باب لا تاکل الارض اجساد الانبیاء ولا الشھداء وانھم احیاء'' انبیاء اور شہداء کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی (کیونکہ) وہ زندہ ہیں۔ (تذکرہ قرطبی ص ۱۴۶)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: ''ھی متصلة باجسادھا فتعذب الارواح ویتألم الاجساد منھا'' ارواح اجسام کے ساتھ متصل ہوتی ہیں سو ان کو عذاب دیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اجسام بھی درد محسوس کرتے ہیں۔ (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۲۴)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''انعقد الاجماع علی ان عذاب القبر علی الروح والجسد'' یعنی اجماع امت ہے کہ عذاب قبر روح اور جسم دونوں پر وارد ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۹ ص ۷۷)

حق کا بول بالا ہی ہوتا ہے

منکرین کی طرف شائع ہونے والی کتاب کے چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

☆ ...... سوال قبر کے وقت مردہ کا زندہ ہونا تمام اہلسنت کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ (نفی سماع موتی ص ۸۷)

☆ ...... سوال منکرین کے وقت میت میں روح ہوتی ہے۔ (نفی سماع موتی ص ۸۹)

☆ ...... قبروالا سوال کے وقت زندہ ہے۔ (نفی سماع موتی ص ۹۷)

☆...... سوال قبر کی حالت میں مردہ قبر میں زندہ ہوتا ہے یہ وقت محل نزاع ہی نہیں اس میں کسی کو کب کلام ہے۔ پھر یہ اس قدر زور لگا کر کتابوں کے نام کیوں لکھے گئے ہیں؟ (نفی سماع موتی ص ۹۵)

اہلسنت والجماعت کے جملہ دلائل میں سے ایک حدیث مبارکہ: جو بقول حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ، علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ متواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ دیکھئے

(شرح حدیث النزول ص ۵۱، کتاب الروح ص ۹۴، شرح الصدور ص ۶۰)

نیز مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحب بھی یہی نقل کرتے ہیں۔

(التنکیت فی شرح اثبات التثبیت ص ۲۳)

(جن کا شمار غیر مقلدین کے اکابر میں ہوتا ہے)

(بحوالہ آپ کے مسائل اوران کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں تالیف مبشر احمد ربانی ج ۲ ص ۱۸۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ''فتعاد روحه فی جسده'' پس اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۱، ابوداؤد طیالسی ص ۱۰۲، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹۸، نحوہ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۷، نحوہ مشکوٰۃ ص ۲۵، کتاب الزہد والرقاق لابن المبارک ص ۴۳۱، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۳۱، تحریرات حدیث ص ۲۰۸ مؤلفہ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر ابن جریر ج ۱۳ ص ۲۱۸)

مندرجہ ذیل علماء کرام نے اس حدیث کو صحیح اور حجت قرار دیا ہے:

☆...... امام حاکم (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۹)
☆...... علامہ ذہبی (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۳۸)
☆...... علامہ ہیثمی (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۰)
☆...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۱۸۴)
☆...... حافظ ابن تیمیہ (شرح حدیث النزول ص ۴۷)
☆...... حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (کتاب الروح ص ۵۸)
☆...... علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (مختصر تذکرہ قرطبی ص ۱۱۴)
☆...... حافظ ابن حجر عسقلانی (فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۴)
☆...... علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ (شفاء السقام ص ۱۵۰)
☆...... قاضی ثناء اللہ پانی پتی (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۲۲۴)
☆...... مولانا عبدالعزیز فرہاروی (نبراس ص ۳۲۲)
☆...... علامہ منذری (الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۱۸۲)
☆...... علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی (المنحۃ الوہبیہ ص ۱۱)
☆...... علامہ بدرالدین بعلی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (مختصر الفتاویٰ ص ۱۹۰)

حدیث براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کے تین شواہد

شاہد اوّل: روایت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ (بحوالہ کتاب الروح ص ۶۱)

شاہد دوم: روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (بحوالہ شرح حدیث النزول ص ۵۰، کتاب الروح ص ۶۰)

شاہد سوم: روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ (بحوالہ مختصر تذکرہ قرطبی ص ۳۳)

مندرجہ بالا روایات حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی سابق حدیث کی مؤید ہیں ان تمام روایات میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ قبر میں مردہ کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے اور نکیرین کے سوال وجواب اور راحت وعذاب میں جسم کی روح سے مشارکت ہوتی ہے۔ یہ جملہ امور نہ تو صرف بدن سے متعلق ہوتے ہیں اور نہ محض روح سے بلکہ دونوں سے وابستہ ہوتے ہیں اور اہلسنت والجماعت کا یہی مسلک ہے اور یہی حق اور صحیح ہے۔

خلاصہ: مذکورہ آیت کریمہ سے حیات فی القبر اور اعادہ روح الی الجسد کی نفی نہیں ہوتی۔ اگر اس آیت کریمہ سے حیات فی القبر کی نفی ہوتی تو آنحضرت ﷺ جن پر قرآن نازل ہوا تھا اور جو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے قرآن کریم کے معنی اور مطالب زیادہ جانتے تھے۔ ہرگز یہ نہ فرماتے: ''فتعاد روحه في جسده'' یعنی قبر میں میت کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے۔

اعادہ روح والی حدیث مندرجہ ذیل مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بطور دلیل کے پیش کی ہے:

- ☆...... تفسیر طبری (ج ۷ ص ۴۴۷)
- ☆...... تفسیر کبیر (ج ۲۲ ص ۶۲)
- ☆...... تفسیر قرطبی (ج ۱۱ ص ۱۹۱)
- ☆...... تفسیر ابن کثیر (ج ۲ ص ۱۷۲)
- ☆...... تفسیر مدارک (ج ۲ ص ۱۷۲)
- ☆...... تفسیر بیضاوی (ج ۱ ص ۵۱۷)
- ☆...... تفسیر مظہری (ج ۱۰ ص ۱۹۶)
- ☆...... تفسیر بغوی
- ☆...... تفسیر کشاف
- ☆...... تفسیر ابی السعود
- ☆...... تفسیر در منثور
- ☆...... تفسیر ثعالبی
- ☆...... حاشیہ تفسیر جلالین

مزید نام اعادہ روح کے قائلین کے:

- ☆...... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (فقہ اکبر)
- ☆...... امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (کتاب الصلوٰۃ ص ۴۵)
- ☆...... امام ابوبکر جصاص الرازی رحمۃ اللہ علیہ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۰۸)
- ☆...... امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۵)
- ☆...... علامہ بدرالدین عینی (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۳)
- ☆...... علامہ عبدالرؤف مناوی (فیض القدیر ج ۲ ص ۳۷۲)
- ☆...... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (مرقات ج ۲ ص ۳۷۲)
- ☆...... علامہ آلوسی (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۷)
- ☆...... امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (مکاشفۃ القلوب ص ۲۴۹)

مندرج ذیل علماء کرام نے فقہ اکبر کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف قرار دیا ہے:

- ☆...... حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (منہاج السنۃ)
- ☆...... حافظ ابن القیم (قصیدہ نونیہ ص ۲۸)
- ☆...... ملا علی قاری (شرح فقہ اکبر ص ۹)
- ☆...... علامہ احمد بن محمد الحنفی (شرح الفقہ الاکبر ص ۳)
- ☆...... کاتب چلپی (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۲۸۷)
- ☆...... علامہ کردری (مناقب للکردری ج ۱ ص ۱۰۸)
- ☆...... ابن ندیم رحمۃ اللہ علیہ (الفہرست لابن ندیم ۲۹۹)
- ☆...... علامہ بطاش کبری زادہ (مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۲۹)
- ☆...... علامہ بیاضی (اشارات المرام ص ۲۱)
- ☆...... علامہ بزدوی (شرح اصول بزدوی ص ۴)
- ☆...... ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر التمیمی البغدادی (اصول الدین ص ۳۰۸)
- ☆...... علامہ ابن ابی العز الحنفی (شرح عقیدۃ الطحاویہ)
- ☆...... علامہ حافظ الدین البزازی (بحوالہ مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۲۹)
- ☆...... شیخ عبدالعزیز البخاری رحمۃ اللہ علیہ (بحوالہ مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۲)
- ☆...... علامہ عبدالقادر القرشی الحنفی (الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۶۵)

☆ ...... مولانا عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ (قمرالاقمار حاشیہ نورالانوار ص ۵)
☆ ...... مولانا محمد عبدالحق مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (شرح مسلم الثبوت ص ۱۱)
☆ ...... مولانا حکیم نجم الغنی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ (تعلیم الایمان)
☆ ...... مولانا فقیر محمد جہلمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (حدائق الحنفیہ ص ۱۶۰)
☆ ...... مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ (ماہنامہ تعلیم القرآن ۱۹۵۹ء ص ۳۵)
☆ ...... مولانا سید شاہ حسن رحمۃ اللہ علیہ (احسن الفوائد)
☆ ...... مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی (غیر مقلد) (تاریخ اہل حدیث ص ۷۴)
☆ ...... نیلوی شاہ صاحب (ندائے حق ج ۱ ص ۳۴۳)

جو حضرات صرف روح کی حیات کے قائل ہیں وہ مندرجہ ذیل علماء کرام کی مجمل عبارات کو پیش کر کے ان کو اپنا ہمنواء ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ مندرجہ ذیل علمائے کرام روح وجسم دونوں کی حیات کے قائل ہیں، روح کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق کے بھی قائل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے: ''ثم یحییکم بالنشور یوم نفخ الصور او للسوال فی القبور'' پھر تم کو وہ زندہ کرے گا جس دن صور پھونکا جائے گا یا زندہ کرے گا قبروں میں سوال کے لئے۔ (البقرہ: تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۴۷)

''وھی متناولۃ لما فی القبر بعد الاحیاء للسوال'' اس آیت کا حکم شامل ہے قبر میں سوال کے لئے زندہ کرنے کے بعد کو بھی۔ (الصافات: تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۲۹۵)

''ثم تعاد الروح فی جسدہ'' پھر روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے۔ (تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۵۱۸)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''ثم اعلم ان اتصال الروح بالبدن لا یختص بجزء دون جزء بل ھی متصلۃ مشرقۃ علی سائر اجزاءہ وان تفرقت وکان جزء بالمشرق وجزء بالمغرب'' پھر تو جان لے کہ روح کا بدن کے ساتھ اتصال یوں مختص نہیں کہ کسی ایک جزء کے ساتھ ہو اور دوسری سے نہ ہو بلکہ یہ بدن کے تمام اجزاء کے ساتھ متصل ہے اور اس کا تمام اجزاء پر پرتو پڑتا ہے۔ اگرچہ وہ اجزاء متفرق ہو چکے ہوں اور ایک جزء مشرق میں اور دوسری مغرب میں۔ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۶۳)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''بالجملہ انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن اوشبہ نیست'' بالجملہ اموات کے ادراک وشعور کا انکار اگر کفر نہیں تو الحاد ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں۔
(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۸۸)

''زیرا کہ ارواح را تعلق بہ بدن خود کہ در قبر مدفون است'' اس لئے کہ ارواح کا اپنے ابدان کے ساتھ جو قبر میں مدفون ہیں یقیناً تعلق ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۳۴)

مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: براین ہمہ تعلق بھی موجود ہے گو ضعیف ہے۔ (جمال قاسمی ص ۱۰)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ثمہ السوال عندی یکون بالجسد مع الروح'' میرے نزدیک سوال روح وجسم دونوں سے ہوگا۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۵، نحوہ فی العرف الشذی ص ۳۵۵)

مندرجہ ذیل علماء کرام کی مجمل عبارات کا تحقیقی جواب

باقی رہا مندرجہ بالا علماء کرام کی وہ مجمل عبارات جن سے روح کے جسم سے تعلق کی نفی معلوم ہوتی ہے کا صحیح مفہوم تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان مجمل عبارات سے تعلق نباتی کا رد ہے۔ اس لئے کہ روح کا جسم سے بنیادی طور پر تعلق تین طرح کا ہوتا ہے۔ نباتی، نفسانی، حیوانی، نباتی تعلق کا مطلب یہ ہے کہ ایسا تعلق جس سے بدن بڑھتا رہے، محتاج خوراک ہو، حس وحرکت اس میں محسوس ہو۔ ایسا تعلق تو قیامت کے دن ہی ہوگا۔ ہماری تائید شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لکھتے ہیں: ''حاصل آنکہ چوں روح از بدن جدا شد قوائے نباتی از وجدا میشود نہ قوائے نفسانی وحیوانی'' خلاصہ یہ ہے کہ جب بدن سے روح الگ ہوجاتی ہے تو نباتی قوتیں اس سے جدا ہوجاتی ہیں۔ نفسانی اور حیوانی (زندگی کی) قوتیں اس سے جدا نہیں ہوتیں۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۸۴)

الزامی دلیل: ''تفسیر بیضاوی غیر معتبر ہے۔'' (بدر منیر حاشیہ تفسیر بے نظیر مؤلفہ نیلوی شاہ صاحب ص ۳۰۳)

منکرین حیات النبی ﷺ کا خطبہ صدیقی رضی اللہ عنہ سے ناکام استدلال

محترم قارئین! خطبہ صدیقی رضی اللہ عنہ سے صرف اور صرف وفات پیغمبر ﷺ کی خبر ملتی ہے نہ کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ عالم برزخ میں حضور اقدس ﷺ کی صرف روح مزے میں ہے، جسم مبارک مزے میں نہیں ہے۔ جیسا کہ منکرین حیات النبی ﷺ کے بڑے عالم دین مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''باقی انبیاء علیہم السلام، شہداء کرام اور مومنین کو برزخ میں جو نعیم وراحت حاصل ہوتی ہیں وہ صرف ان کی روحوں کو ہے، ابدان عنصر یہ اس میں شریک نہیں ہے۔'' معاذ اللہ! (اقامۃ البرہان ص ۱۹۸)

محترم قارئین! منکرین حیات النبی ﷺ نے اپنی عادت کے مطابق خطبہ صدیقی رضی اللہ عنہ کی وہ عبارت تو نقل کردی جس سے وفات پیغمبر ﷺ کی خبر ملتی ہے لیکن وہ عبارت ہضم کر گئے جس میں حیات پیغمبر فی القبر کا ثبوت ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں: ''والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا'' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہ چکھائے گا۔ کیا منکرین حیات النبی ﷺ وضاحت فرمائیں گے کہ دوسری موت کون سی ہے؟ جو باقیوں پر تو آئے گی لیکن نبی ﷺ اس سے محفوظ رہیں گے۔

جمہور اہلسنت والجماعت کے نزدیک وہ وہی موت ہے جو قبر میں ہر ایک کو نکیرین کے سوال وجواب کے بعد آئے گی۔ کیونکہ میت سے نکیرین کے سوال وجواب کے لئے اعادہ روح پر تمام اہلسنت والجماعت متفق ہیں۔ منکرین حیات النبی ﷺ کی طرف سے شائع ہونے والی کتاب ''نفی سماع موتی'' میں ہے۔

اور سوال قبر کے وقت مردے کا زندہ ہونا تمام اہلسنت کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ (نفی سماع موتی ص ۸۷)

سوال نکیرین کے وقت روح ہوتی ہے مگر بعد سوال وجواب کے مردہ میں روح نہیں رہتی۔ (نفی سماع موتی ص ۸۹)

یعنی بعد سوال وجواب قبر کے قبر والے کو دوبارہ موت آتی ہے۔ (نفی سماع موتی ص ۹۷)

یہ عین سوال نکیرین کا وقت تھا اور یہ وقت روح کے واپس آنے کا ہے۔ (نفی سماع موتی ص ۱۲۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری اسی خطبہ کی شرح میں فرماتے ہیں: ''ان حیاتہ فی القبر لا یعقبہا موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورھم'' آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک میں زندگی ایسی ہے جس پر پھر موت وارد

نہیں ہوگی بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۲)

مندرجہ ذیل علماء کرام بھی یہی بات لکھتے ہیں:

☆...... علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۶۰۰)

☆...... شیخ نورالحق (تیسرالقاری شرح بخاری ج ۳ ص ۲۶۲)

☆...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۹۰)

☆...... مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۵۱۷)

دوسرا اتفاقی موضوع جو زیر بحث ہے

یعنی اس حیات کی وجہ سے آپ ﷺ روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

منکرین حیات النبی ﷺ سے ہماری مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اپنے بڑوں کی طرح اس اتفاقی عقیدے کو بھی تسلیم کر ہی لیں اس میں دنیا وآخرت کی عافیت ہے۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی شائع ہونے والا رسالہ ''ماہنامہ تعلیم القرآن'' میں مرقوم ہے۔

''آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ تو اس میں فریقین کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا۔ جیسا کہ آج سے تقریباً تین سال پہلے ''ماہنامہ تعلیم القرآن'' شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء اور پھر اس کے بعد شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء میں دوسرے فریق کے بارے میں مسلک کی صراحت موجود ہے۔''

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء ص ۱۸)

آنحضرت ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام کا مسئلہ اتفاقی ہے

دیکھئے (تالیفات رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۴ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۱۰، ۱۱۲ مولانا اشرف علی تھانوی، کشف الباری ص ۱۲۴ کتاب المغازی للشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ العالی صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

تیسرا موضوع زیر بحث ''عام سماع موتیٰ''

سماع موتیٰ کے مسئلہ کی وضاحت سے پہلے منکرین حیات النبی ﷺ سے چند باتوں کی وضاحت مطلوب ہے۔ ''سماع موتیٰ کا نظریہ آپ کے نزدیک شرکیہ ہے یا نہیں؟ سماع موتیٰ کے اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے اختلاف چلا آرہا ہے یا نہیں؟''

اس کی وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ منکرین حیات النبی ﷺ کے بعض علماء بشمول شیخ القرآن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مندرجہ ذیل علماء دیوبند نے اس مسئلہ کو اختلافی لکھا ہے۔

منکرین حیات النبی ﷺ کی طرف سے شائع کردہ کتب کے حوالے

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''سماع موتیٰ کا مسئلہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔'' (تفسیر جواہر القرآن ج ۲ ص ۹۰۲ تفسیر سورۃ الروم)

☆...... منکرین حیات النبی ﷺ کے سرتاج نیلوی شاہ صاحب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں ''مسئلہ سماع موتی کا قرن اوّل میں مختلف فیہ ہوا ہے۔'' (تفسیر بے نظیر مع حاشیہ بدر منیر ص ۱۰۹)

☆...... سجاد بخاری صاحب بھی یہی لکھتے ہیں۔ (اقامۃ البرہان ص ۶۷)

منکرین حیات النبی ﷺ کی طرف سے شائع کردہ کتاب ''نفی سماع موتی'' کے (ص ۱۴) پر بھی اسی طرح کا مفہوم ہے۔

☆...... نیلوی شاہ صاحب سماع موتی کے قائلین کے مذہب کے بارے میں لکھتے ہیں ''وگرنہ دوسری جانب بھی مذہب قوی ہے۔'' (تفسیر بے نظیر مع حاشیہ بدر منیر ص ۱۰۹)

مندرجہ ذیل اکابر علمائے دیوبند بھی یوں ہی تحریر فرماتے ہیں:

☆...... فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ م ۱۳۲۳ھ (تالیفات رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۴)

☆...... حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ م ۱۳۰۲ھ (مکتوبات و بیاض یعقوبی ص ۷۵)

☆...... حضرت مفتی عزیز الرحمن رحمہ اللہ مفتی دارالعلوم ۱۳۴۷ھ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۲۷۹)

☆...... حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ م ۱۳۶۲ھ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۳۷)

☆...... شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ م ۱۳۶۹ھ (تفسیر عثمانی ص ۵۳۱ مکتبہ رشیدیہ)

☆...... مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ صاحب م ۱۳۷۲ھ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۰۱)

☆...... مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ م ۱۳۹۶ھ (معارف القرآن ج ۶ ص ۲۰۲)

☆...... حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ م ۱۹۸۰ء (فتاویٰ مفتی محمود ج ۳ ص ۱۸۰)

☆...... مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ صاحب (ہدایۃ الحیران ص ۳۱۵)

☆...... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ م ۱۴۲۱ھ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱۰ ص ۵۱۷)

☆...... محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ (سماع موتی ص ۷۵)

☆...... استاذ المحدثین مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی صدر وفاق المدارس (کشف الباری ص ۱۴۴ کتاب المغازی)

☆...... منکرین حیات النبی ﷺ کی طرف سے چند روز پہلے شائع ہونے والی کتاب (نفی سماع موتی ص ۱۴)

(تفسیر جواہر القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب ہی کی تفسیر ہے) (بحوالہ خس کم جہاں پاک ص ۴۳)

عام مردوں کے سماع اور عدم سماع میں ہمارا مؤقف

مسئلہ سماع موتی میں دونوں فریق اہل السنۃ والجماعت میں داخل ہیں:

☆...... مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کر سکے کیونکہ اس صورت میں کہ مسئلہ قرون اولیٰ میں بھی مختلف تھا اس تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچے گا۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۰۲)

☆...... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ صاحب فرماتے ہیں: ''جب یہ مسئلہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور سلف صالحین رحمہم اللہ کے زمانے سے مختلف فیہا چلا آرہا ہے تو ان میں سے کسی ایک کو کافر قرار دینے والا گمراہ خارجی کہلانے کا مستحق ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱۰ ص ۵۱۷)

☆...... حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں: ''لہٰذا جو لوگ سماع موتی کے قائل نہیں۔ ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں یا جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں ان کو اہلسنت والجماعت سے خارج کہنا یہ غلو اور زیادتی ہے۔'' (کشف الباری ص ۱۲۴ کتاب المغازی)

محترم قارئین! اگر بات یہی تک محدود رہتی کہ سماع موتی کا مسئلہ اختلافی ہے اور ہر فریق کو اپنی علمی اور تحقیقی صوابدید کے مطابق دلائل و براہین کی رو سے جو پہلو راجح اور صحیح نظر آتا ہے اسے قبول اور اختیار کر لینے کا حق ہے تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور ہمیں بھی اس مسئلہ میں کاوش کرنے کی قطعاً ضرورت پیش نہ آتی۔ مگر جب منکرین حیات النبی ﷺ کی طرف سے غلو اختیار کیا گیا کہ سماع موتی کے قائلین (معاذ اللہ) لعنتی ہیں۔

منکرین حیات النبی ﷺ کی طرف سے شائع کردہ کتاب کا حوالہ

''لعنت ہو اس پر جو عقیدہ رکھے کہ مردے سنتے ہیں۔'' (شفاء الصدور ص ۱۰۶)

<u>مزید برآں</u>: جب منکرین حیات النبی ﷺ انکار سماع موتی کی آڑ میں آنحضرت ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر جیسے اتفاقی عقیدہ کا بھی انکار کرنے لگے تو ہمیں مجبوراً ان کے پیش کردہ دلائل کا رد کرنا پڑا۔

سماع موتی میں آپ کا کیا دعویٰ ہے؟ مردہ نہیں سنتا یا آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے؟

اس کی وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ اگر آپ کا دعویٰ شق ثانی والا ہے تو یہ بین الفریقین متفق علیہ ہے اور یہ مسلمہ اصول ہے جو بات متفق علیہ ہو اس میں بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

آپ کا مذکورہ دعویٰ قرآن کریم کی کتنی آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ تین آیات سے یا تین سے زیادہ سے؟

اس کی وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب فرما گئے ہیں ''نفی سماع موتی پر قرآن مجید کی تین آیتیں دلیل و حجت ہیں۔'' (تفسیر جواہر القرآن ج ۲ ص ۹۰۲ سورہ روم)

آپ آیات کا ظاہری معنی مراد لیں گے یا باطنی معنی مراد لیں گے؟

اس کی وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب فرما گئے ہیں: ''عدم سماع والے ظواہر قرآن سے دلیل پکڑتے ہیں۔'' (تفسیر جواہر القرآن ج ۲ ص ۹۰۲ سورہ روم)

آپ ظاہری معنی تمام آیات میں لیں گے یا بعض آیات میں۔ اس کی وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ''تؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض'' کا مصداق بن جائیں۔

منکرین حیات النبی ﷺ کی پیش کردہ تین آیات کا مدلل ومسکت جواب ملاحظہ فرمائیں۔ ''انک لا تسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور'' سے عدم سماع موتی پر استدلال:

منکرین حیات النبی ﷺ سے ہمارا مطالبہ ہے کہ ان آیات کا ظاہری معنی مراد لیں گے یا باطنی؟ لامحالہ وہ فرمائیں گے کہ ظاہری معنی۔ اس لئے کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ اپنی تفسیر (جواہر القرآن ج ۲ ص ۹۰۲) میں فرما گئے ہیں کہ عدم سماع والے ظواہر قرآن سے دلیل پکڑتے ہیں۔ پھر منکرین حیات النبی ﷺ سے ہمارا مطالبہ ہے کہ ظاہری معنی تمام آیات میں لیں گے یا بعض میں؟ تو لامحالہ وہ فرمائیں گے کہ ہم تمام آیات میں ظاہری معنی مراد لیں گے اس لئے کہ اگر وہ بعض میں ظاہری اور بعض میں باطنی معنی مراد لیں تو یہ سراسر

''تؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض '' کا مصداق ہے۔اب منکرین حیات النبی ﷺ کی پیش کردہ آیات کا منکرین حیات النبی ﷺ کے اصولوں کے مطابق ظاہری معنی بیان کیا جائے گا۔

''پھر آپ ﷺ تو نہ مردوں کو اور نہ بہروں کو آواز سناتے ہیں (خصوصاً) جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں۔''

(ترجمہ ازتفسیر حقانی ج ۳ ص ۵۶۰،الروم:۵۲)

منکرین حیات النبی ﷺ کے اصول ظواہر قرآن کے سیاق وسباق سے تو یہ ثابت ہوا کہ مردے بھاگتے بھی ہیں تو حیات فی القبور بطریق اولیٰ ثابت ہوگئی۔ حالانکہ یہ ظاہری مفہوم درست نہیں جس کی وضاحت اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔''وما انت بمسمع من فی القبور ، ان انت الا نذیر '' منکرین حیات النبی ﷺ کے اصول کے مطابق ظاہری ترجمہ: نہیں آپ سنا سکتے جو قبروں میں ہیں،نہیں آپ مگر ڈرانے والے۔سوال یہ ہے کہ انذار (ڈرانا) زندوں کو ہوتا ہے یا مردوں کو منکرین حیات النبی ﷺ کے اصول کے مطابق انذار زندوں کو ہوتا ہے نہ کہ مردوں کو۔اس لئے کہ قرآن کریم میں ہے:''لینذر من کان حیاً'' (یٰسین) تاکہ وہ نبی ڈرائے اس کو جو زندہ ہے تو ثابت ہوگیا''من فی القبور '' (یعنی جو قبروں میں ہیں) وہ زندہ ہیں۔

<u>جواب ثانی</u>: حالانکہ ان آیات میں سننے کی نفی نہیں بلکہ سنانے کی نفی ہے۔اے نبی ﷺ آپ ان کو اپنے اختیار سے نہیں سنا سکتے۔جیسا کہ''انک لاتھدی '' اے نبی ﷺ آپ ان کو اپنے اختیار سے ہدایت نہیں دے سکتے۔ اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ کفار ہدایت حاصل کرہی نہیں سکتے یا کفار میں استعداد ہی نہیں ہدایت کو قبول کرنے کی۔

محترم قارئین! یہاں پر ظاہری معنی مراد ہی نہیں بلکہ باطنی معنی مراد ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول:''صم بکم عمی '' (وہ کفار بہرے ہیں گونگے ہیں، اندھے ہیں) میں ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ باطنی معنی مراد ہے۔اس لئے کہ کفار سنتے بھی تھے، بولتے بھی تھے اور دیکھتے بھی تھے۔ بالکل اسی طرح یہاں بھی معنی یہی ہوگا کہ آپ ان دلوں کے مردوں کو نہیں سنا سکتے اور دلوں کے بہروں کو نہیں سنا سکتے جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں۔

ان مذکورہ آیات میں کفار کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

ان مذکورہ آیات میں کفار کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ موجودہ پمفلٹ میں اس کو تسلیم کیا گیا ہے۔

جہاں تشبیہ ہوتی ہے وہاں تین باتوں کا جاننا ضروری ہے۔مشبہ (جس کو تشبیہ دی گئی ہے) مشبہ بہ (جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے) علت تشبیہ (جس وجہ سے تشبیہ دی گئی ہے)

تشبیہ کی علت کا مشبہ اور مشبہ بہ دونوں میں پایا جانا ضروری ہے۔مثلاً کوئی کہے کہ زید شیر کی طرح ہے۔

نقشہ ملاحظہ فرمائی: مشبہ زید مشبہ بہ شیر وجہ تشبیہ شجاعت

اس مثال میں زید کو شیر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور علت تشبیہ شجاعت ہے۔اس لئے کہ شجاعت دونوں میں موجود ہے۔ یہاں پر دم یا پنجہ وغیرہ تشبیہ کی علت نہیں بن سکتے۔ کیونکہ دم یا پنجہ شیر میں تو ہے مگر زید میں نہیں۔ بالکل اسی طرح ان مذکورہ آیات میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔جس کو منکرین حیات النبی ﷺ نے اپنے حالیہ پمفلٹ میں تسلیم کیا ہے۔(نقشہ ملاحظہ فرمائیں) مشبہ کافر مشبہ بہ مردہ وجہ تشبیہ عدم انتفاع من السماع (سننے سے نفع نہ اٹھانا)

اس مثال میں کافر کو مردہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور تشبیہ کی علت عدم انتفاع (نفع نہ اٹھانا) ہے۔ کیونکہ یہ علت کافر اور مردہ دونوں میں پائی جاتی ہے اور عدم سماع (نہ سننا) علت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اگر بالفرض یہ علت مردوں میں مان بھی لی جائے تو کفار میں یہ موجود نہیں ہے۔ کیونکہ وہ فریقین کے نزدیک سنتے ہیں اس لئے لامحالہ علت تشبیہ عدم سماع کے علاوہ ہوگی اور وہ عدم انتفاع ہے۔

مندرجہ ذیل علماء کرام نے بھی وجہ تشبیہ عدم انتفاع من السماع ہی لکھا ہے:

☆...... (تفسیر بیضاوی علی القرآن العظیم ص ۳۲۱) ☆...... (تفسیر جلالین ص ۱۷۴)

☆...... (السراج المنیر ج ۲ ص ۲۱) ☆...... (تفسیر مظہری ج ۷ ص ۱۳۰)

☆...... (تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۹۱) ☆...... (مختصر الفتاویٰ المصری للمعنی الحسنی ص ۱۸۹)

☆...... (المعنہ الوہبیہ ص ۸) ☆...... (فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۸)

مزید برآں: حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اشرف علی تھانوی۔

منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سوء فہم

منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر جلالین کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ان آیات میں وجہ تشبیہ عدم سماع ہے نہ کہ عدم انتفاع۔ اس مغالطے کا جواب تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن کریم کی مختصر تفسیر جلالین شریف میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے: ''انما یستجیب دعاءک الی الایمان الذین یسمعون سماع تفهم واعتبار والموتی ای الکفار شبههم فی عدم السماع یبعثهم اللہ فیا لآخرة'' وہی لوگ تیری دعوت الی الایمان کو قبول کرتے ہیں جو خوب سمجھ اور اعتبار کے ساتھ سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ آخرت میں اٹھائے گا، کفار کو اللہ تعالیٰ نے مردوں سے تشبیہ اسی سماع کے نہ ہونے میں دی ہے۔ (تفسیر جلالین ص ۱۱۴)

یہاں کفار سے مطلق سماع کی نفی نہیں، بلکہ سماع تفہم واعتبار کی نفی ہے اور سماع تفہم واعتبار وہی معتبر ہوسکتا ہے جس پر ماننے اور قبول کرنے کا اثر مرتب ہو، طلبہ علم اس نکتہ کو ملحوظ رکھیں کہ جلالین میں وجہ تشبیہ فی عدم سماع (نکرہ) نہیں بلکہ فی عدم السماع معرف باللام ہے اور اس سے وہی سماع مراد ہے جس کو وہ خود پہلے سماع تفہم واعتبار سے الفاظ سے بیان کرچکے ہیں۔ چنانچہ شیخ سلام اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فی عدم سماع کی تشریح یوں کرتے ہیں: ''فی عدم السماع ای عدم السماع الذی یترتب علیه الاثر من الاجابة و کفرها'' یعنی ان کو ایسا سماع نہیں جس پر ماننے اور نہ ماننے کا اثر مرتب ہو۔ (کمالین حاشیہ جلالین ص ۱۴۴)

غرضیکہ اس آیت کریمہ اور اس کی تفسیر سے جن لوگوں نے مطلق سماع کی نفی سمجھی ہے، غلطی کی ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ علم عربیت کے لحاظ سے مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہ تشبیہ ایک ہی ہوتی ہے تو ان لوگوں کے قاعدہ کے مطابق اگر مردے مطلق سماع سے محروم ہیں تو زندہ کافروں کو بھی مطلق سماع سے محروم تصور کریں۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔

ثانیاً: اس لئے صاحب جلالین رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر سماع کا معنی سماع تفہم واعتبار کرتے ہیں اور اسی لئے آگے السماع میں الف ولام عہد کا استعمال کرتے ہیں تو اس سے وہی مقید سماع مراد ہے جس کا وہ خود تذکرہ کرتے ہیں۔ لہٰذا

اس کو مطلق سماع پر محمول کرنا توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کا مصداق ہے اور وہ خود دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: ''افانت تسمع الصم شبھھم بھم فی عدم الانتفاع بما یتلی علیھم'' کیا پس تو بہروں کو سنا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زندہ کافروں کو بہروں کے ساتھ اس بات میں تشبیہ دی کہ جو کچھ ان پر پڑھا جاتا ہے اس سے وہ انتفاع نہیں کرتے۔ (جلالین ص ۱۷۴)

یعنی وجہ تشبیہ ان میں عدم الانتفاع ہے جو وجہ تشبیہ زندہ کافروں اور مردوں میں ہے وہ زندہ کافروں اور بہروں میں ہے۔ کما لا یخفی علی عاقل!

آنحضرت ﷺ سے انک لا تسمع الموتی وغیرہ آیات سے عدم سماع موتی پر استدلال کا رد

حضور ﷺ کے حکم سے غزوہ بدر کے موقع پر ستر (۷۰) کفار میں سے چوبیس (۲۴) بڑے بڑے کافروں کی لاشوں کو بدر کے کنویں میں پھینکا گیا۔ تیسرے دن اللہ کے نبی ﷺ اس کنویں کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے کنارے پر کھڑے ہو کر کفار سے کلام کیا۔ جس کو مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب ان الفاظ سے تحریر کرتے ہیں: ''جب امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں ہلاک ہونے والے کفار کو نام بنام خطاب کر کے فرمایا: ''انا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فھل وجدتم ما وعد ربکم حقا'' جو وعدہ ہم سے ہمارے رب نے فرمایا تھا ہم نے اس کو سچا پالیا کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پالیا ہے جو رب نے تم سے کیا تھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ آپ ﷺ مردوں سے کلام فرما رہے تھے تو عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ کیف تکلم اجساداً لا ارواح فیھا'' (بخاری ج ۲ ص ۵۶۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۷)

یا رسول اللہ! آپ ایسے جسموں سے کلام فرما رہے ہیں جن میں روح موجود نہیں اور مسند احمد (ج ۲ ص ۲۸۷) میں اس طرح روایت ہے: ''یا رسول اللہ اتنادیھم بعد ثلاث وھل یسمعون یقول اللہ عز وجل انک لا تسمع الموتی'' یا رسول اللہ آپ ان سے گفتگو فرما رہے ہیں جن کو ہلاک ہوئے تین دن گزر چکے ہیں۔ حالانکہ اللہ رب العزت قرآن میں ارشاد فرماتا ہے بے شک آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

(سماع الموتی کیا مردے سنتے ہیں ص ۱۴ مؤلفہ مولانا عطاء اللہ بندیالوی)

(تبصرہ) یہ حدیث ہمارے پاس جو مسند امام احمد کا نسخہ ہے اس کی (ج ۳ ص ۲۵۲) پر ہے۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مذکورہ آیت سے عدم سماع موتی ہی سمجھے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ صاحب وحی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مردوں سے یوں کلام کر رہے ہیں جیسے وہ سنتے ہوں تو انہوں نے اپنی اصلاح کی غرض سے یوں سوال کیا کہ: ''ھل یسمعون'' کیا یہ مردے سنتے ہیں؟ ''یقول اللہ عز وجل'' اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: ''انک لا تسمع الموتی'' کہ آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے تو اس سوال پر اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس مفہوم (یعنی مردے نہیں سنتے) کو رد کر کے تاکیدی الفاظ کے ساتھ ان کی اصلاح یوں فرمائی۔ ''والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع منھم ولکنھم لا یستطیعون ان یجیبوا'' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔ لیکن وہ جواب دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس آیت سے عدم سماع موتی پر استدلال کو رد فرما کر سماع موتی کا اثبات کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ابتداء اس مذکورہ آیت سے عدم سماع موتی ہی سمجھا تھا۔ جب ان کے سامنے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے سماع موتی والی روایت پہنچی تو انہوں نے اس کا رد ان الفاظ سے کیا۔ ملاحظہ فرمائیں۔ عطاء اللہ بندیالوی صاحب ہی کی زبانی لکھتے ہیں: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب اس واقعہ کا تذکرہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ہوا تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''کیف یقول رسول اللہ ﷺ ذالک و اللہ تعالٰی یقول وما انت بسمع من فی القبور۔ انک لا تسمع الموتی'' (بخاری ص ۵۶۷) رسول اللہ ﷺ یہ بات کیونکر کہہ سکتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے پیغمبر ﷺ آپ قبور میں مدفون لوگوں کو نہیں سنا سکتے۔ میرے پیغمبر آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ (تعصب کی عینک اتار کر انابت کی آنکھ سے دیکھئے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن مجید کی ان آیتوں کو سماع موتی کی نفی پر پیش فرما رہی ہیں) (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۰۳) میں ہے کہ ام المؤمنین نے فرمایا ''قد وھل'' کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھول گئے اور وہ امام الانبیاء علیہم السلام کے الفاظ یاد نہیں رکھ سکے۔ آپ ﷺ نے کفار مردوں کے سننے کی بات ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے اس طرح فرمایا تھا۔ ''انھم لیعلمون ان ما کنت اقول لھم حق ثم قرأت انک لا تسمع الموتی وما انت بمسمع من فی القبور'' (بخاری ج ۲ ص ۵۶۷ مسلم ج ۱ ص ۳۰۳) بے شک وہ مشرکین اگلے جہاں میں پہنچ کر اس حقیقت کو سمجھ اور جان رہے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا وہ حق تھا۔ پھر ام المؤمنین نے قرآن کی دو آیتیں تلاوت فرمائیں کہ میرے پیغمبر آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ میرے پیغمبر آپ ﷺ قبور میں مدفون لوگوں کو نہیں سنا سکتے۔ (سماع الموتی کیا مردے سنتے ہیں ص ۱۶)

(تبصرہ) اس واقعہ کو روایت کرنے والے صرف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نہیں بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ لہٰذا ''قد وھل'' والا اشکال کہ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت نقل کرنے میں بھول گئے۔ وہ امام الانبیاء علیہم السلام کے الفاظ یاد نہیں رکھ سکے وغیرہ) ختم ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ''انک لا تسمع الموتی'' وغیرہ آیات سے ابتداء یہی سمجھی تھیں کہ مردے نہیں سنتے لیکن جب ان کے نزدیک یہ بات دوسرے قرائن سے ثابت ہو گئی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نہیں بھولے۔ بلکہ اللہ کے نبی ﷺ نے مردوں کو سننے کا اثبات کیا ہے اور ''انک لا تسمع الموتی'' وغیرہ آیات سے عدم سماع موتی پر استدلال کو باطل قرار دیا ہے تو انہوں نے خود اس سماع موتی والی روایت کو بیان کر کے اپنے مؤقف سے رجوع پر مہر ثبت فرما دی جس کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ان الفاظ سے کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ان فی المغازی لابن اسحاق روایۃ یونس بن بکیر باسناد جید عن عائشۃ مثل حدیث ابی طلحۃ وفیہ ما انتم باسمع لما اقول منھم واخرجہ احمد باسناد حسن'' ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کے مغازی میں یونس بن بکیر کے طریق سے جید اسناد کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت ہے جیسی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے جس میں ''ما انتم باسمع لما اقول منھم'' کے الفاظ موجود ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ نے بھی حسن اسناد کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔ فرماتے ہیں: ''فان کان محفوظاً فکانھا رجعت عن الانکار لما ثبت عندھا من روایات ھؤلاء الصحابۃ لکونھا لم تشھد القصۃ'' سو اگر یہ الفاظ محفوظ ہوں تو گویا یہ اس پر

دلالت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سماع موتی کے انکار سے رجوع کرلیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان جلیل القدر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایتیں ثابت ہوگئیں۔ (جو موقع پر حاضر تھے) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حاضر نہ تھیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غزوہ بدر میں شریک نہ تھیں

مندرجہ ذیل علماء کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غزوہ بدر میں شریک نہ تھیں اور جو صحابی (ابوطلحہ رضی اللہ عنہ) سماع موتی کی روایت کو نقل کرتے ہیں، وہ غزوہ بدر میں شریک اور حاضر تھے۔ لہٰذا حاضر کی بات غائب کے مقابلے میں راجح ہوگی۔

☆...... علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ (بحوالہ عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۳)

☆...... حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۵)

☆...... علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۳)

☆...... حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (فتاویٰ ج ۴ ص ۲۹۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رجوع کی صحیح روایت سے تائید

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبدالرحمن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ (مکہ کے قریب) حبشی کے مقام پر وفات پاگئے اور ان کو اٹھا کر مکہ مکرمہ لایا گیا اور وہاں ان کو دفن کیا گیا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (حج کے موقع پر) آئیں تو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر بھی آئیں تو کہا (مرثیہ کے دو شعر پڑھے جو مندرجہ ذیل کتابوں میں مذکور ہیں) پھر فرمایا: ''واللہ لو حضرتک ما دفنت الا حیث مت ولو شھدتک ما زرتک'' بخدا اگر میں تیری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو وہاں ہی دفن کیا جاتا جہاں تیری وفات ہوئی تھی اور اگر میں اس وقت موجود ہوتی تو اب تیری قبر کی زیارت کے لئے میں نہ آتی۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۵، رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰)

ظاہر بات ہے کہ اگر یہ محض تحسر اور افسوس کے طور پر خیالی رنگ میں حضرت عبدالرحمن سے خطاب ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی قبر پر حاضر ہو کر یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی وہ مدینہ طیبہ میں یا دور ہی سے ایسا کہہ دیتیں۔ یہ خطاب ان کے رجوع کا واضح قرینہ ہے۔

منکرین حیات صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تاویل کو تسلیم نہیں کرتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یسمعون کی تاویل یعلمون سے کی ہے کہ وہ مردہ جسم جانتے ہیں۔ یعنی ان کو علم ہونا بھی حیات کی فرع ہے بقول منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی ارواح تو سجین میں ہیں اور بغیر روح کے ان جسموں کو انجام کا معلوم ہوجانا اسی کو تو علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ المشھور بہ خیالی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۷۰ھ حماقت سے تعبیر کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ: ''جوز بعضھم تعذیب غیر الحی ولا شک انه سفسطة'' ان میں سے بعض نے بلا حیات بدن کے معذب ہونے کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ نری حماقت ہے۔ (الخیالی ص ۱۱۸ و مجموعی نبراس ص ۳۲۲)

جب یہ صورت ہے تو لامحالہ یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ارواح کا جسموں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے اجسام بھی راحت یا عذاب محسوس کرتے ہیں۔ اس تعلق کے تو منکرین حیات النبی ﷺ انکاری ہیں۔

چند مسائل جن میں منکرین حیات النبی ﷺ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تحقیق پر عمل نہیں کرتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسلک	دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسلک
☆...... قروء سے مراد طہر ہے۔	☆...... قروء سے مراد حیض ہے۔
☆...... عصر میں جلدی چاہئے۔	☆...... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا: تاخیر۔
☆...... چوری کے مال کی قیمت اگر کم سے کم تین درہم بھی ہے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔	☆...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دس درہم کی مالکیت سے کم نہ ہونا چاہئے۔
☆...... صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنی چاہئے	☆...... حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ: اجالا ہو جائے تب پڑھے۔
☆...... اگر بالغ آدمی بھی کسی عورت کا دودھ پیئے تو حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔	☆...... دیگر امہات المومنین: نہیں ثابت ہوتی

(ماخوذ عن سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ص ۲۱۶، مؤلفہ سید سلیمان ندوی)

ان مسائل میں منکرین حیات النبی ﷺ کیونکہ حنفی المسلک ہیں اور احناف نے ان مذکورہ مسائل میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کو معمول بنایا ہے نہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کو مذکورہ بالا مسائل میں منکرین حیات النبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسلک کی بجائے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسلک اپنائے ہوئے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ اس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین نہیں سمجھتے تو اگر ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسلک **لعلمون** کی بجائے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسلک **یسمعون** کو مانتے ہیں یہ بھی نہ تو نہ ناجائز ہے اور نہ ہی توہین۔

یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدلال کو حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں قبول نہیں کیا۔

☆...... حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وقد خالفها الجمهور فی ذالک وقبلوا حدیث ابن عمر لموافقة من رواه غیره علیه'' لیکن جمہور علماء کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے خلاف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو قبول کیا ہے۔ کیونکہ دوسرے حضرات کی روایتیں ان کے موافق ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۷۷)

☆...... علامہ بدرالدین عینی حنفی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ولکن جمهور خالفوها فی ذالک وقبلوا حدیث ابن عمر'' لیکن جمہور علماء کرام نے (مسئلہ سماع موتی) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے خلاف حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت کو قبول کیا ہے۔ (جس میں سماع موتی کا ثبوت ہے) (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۲)

☆...... حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب فرماتے ہیں: ''واما رد عائشة بعض تلک الاحادیث فلم یعتد به جمهور الصحابة ومن بعدهم'' بہرحال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان بعض احادیث کا رد کرنا تو جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے حضرات نے اس رد کا کوئی اعتبار نہیں کیا۔ (عمدۃ الرعایۃ ج ۲ ص ۲۵۴)

منکرین حیات النبی ﷺ نے ان مذکورہ آیات کے علاوہ چند نئی آیات قرآنیہ سے تفسیر بالرائے کر کے عدم سماع موتی پر ناکام استدلال کیا ہے جو باطل اور مردود ہے اس لئے کہ ۱۴ صدیوں میں کسی سنی مفسر نے ان آیات

سے اس طرح کا استدلال نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ منکرین حیات النبی ﷺ نے ان آیات کے تحت کسی مفسر کا حوالہ نہیں دیا۔ اگر منکرین حیات النبی ﷺ کے پاس ایسا کوئی حوالہ ہے تو پیش کریں۔ مہلت قیامت تک۔

☆...... علامہ ابن الہادی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ولا یجوز احداث تأویل فی اٰیة و سنة لم یکن علی عهد السلف و لا عرفوه و لا بینوه للامة فان هذا یتضمن انهم جهلوا الحق فی هذا و ضلّوا عنه و اهتدی الیه هذا المعترض المستأخر فکیف اذا کان التأویل یخالف تأویلهم و ینا قضه و بطلان ذالک تاویل اظهر من ان یطنب فی رده الخ'' کسی آیت یا حدیث کا کوئی ایسا معنی اور تاویل کرنا جائز نہیں جو سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانہ میں نہ کی گئی ہو اور نہ ہی انہوں نے وہ معنی اور تاویل سمجھی اور نہ ہی اس کو امت کے سامنے بیان کیا ہو کیونکہ یہ اس بات کو متضمن ہے کہ سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم اس میں حق سے جاہل رہے اور اس سے بہک گئے اور یہ بعد میں آنے والا معترض اس کی تہہ کو پہنچ گیا اور خصوصاً جب بعد میں آنے والے کی تاویل سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی تاویل کے برعکس ہو پھر کیونکر وہ قبول کی جاسکتی ہے اور اس متاخر کی تاویل کا باطل ہونا ایسا ظاہر ہے کہ اس کے رد کے لئے کسی تفصیل کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ (الصارم المنکی ص ۲۴۷ ماخوذ عن تسکین الصدور ص ۳۸۹)

اسی طرح کا مفہوم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے۔ دیکھئے:

(مکتوبات دفتر اول حصہ سوم ص ۳۳ مکتوبات نمبر ۱۵۷ طبع امرتسر)

یہی وجہ ہے کہ مندرجہ ذیل جید علماء کرام نے یہ لکھا ہے کہ ان مذکورہ آیات سے عدم سماع موتی ثابت نہیں ہوتا۔

☆...... حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لیس فی القرآن ماینفی ذالک'' قرآن کریم میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو (سماع موتی) کی نفی کرتی ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۹۸)

☆...... حضرت مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب فرماتے ہیں کہ: ان آیات میں عدم سماع کا اشارہ تک بھی نہیں ہے۔ (تفسیر حقانی ج ۶ ص ۴۱)

☆...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سماع اموات کے مسئلہ میں درحقیقت یہ آیت ساکت ہے۔'' (معارف القرآن ج ۶ ص ۲۰۲)

منکرین حیات النبی ﷺ کے فتویٰ کی زد میں آنے والے امت مسلمہ کے چند جید علماء کرام جو سماع موتی کے قائل ہیں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

☆...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۷۸)

☆...... ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ (بحوالہ احکام القرآن مؤلفہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

☆...... ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۶)

☆...... علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۵۷)

☆...... حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۱۸۱)

☆...... ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸)

☆...... ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (کتاب الروح ص ۴)

☆...... ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (مرقات ج ۲ ص ۲۱۰)

☆...... علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۷)

☆...... قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۲۴)

☆...... علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۷)

☆...... مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ (احکام القرآن ص ۱۰۴)

بہت سے علماء کرام کے نام جو سماع موتی کے قائل ہیں طوالت کے خوف سے چھوڑ دیئے ہیں۔

منکرین سماع موتی کا مغالطہ

منکرین سماع موتی علامہ تفتازانی کی ایک عبارت سے عامۃ الناس کو مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ ''عدم سماع موتی'' پرامت کا اجماع (اتفاق) ہے۔اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت مع ترجمہ قارئین کے پیش نظر رہے۔ملاحظہ فرمائیں۔علامہ تفتازانی کی کتاب شرح مقاصد کی مفصل عبارت جو تقریباً دو صفحوں پر پھیلی ہوئی ہے۔اس کا مختصر خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

''اتفق الاسلامیون علی حقیة سوال منکر و نکیر و عذاب الکفار و بعض العصاة فیه نسب خلافه الی بعض المعتزلة الی قوله لنا الآیات الی قوله والاحادیث المتواترة الی قوله تمسک المنکرون بالسمع والعقل اما السمع الی قوله ولا نزاع فی ان المیت لا یسمع واما العقل الی قوله والجواب اجمالاً الی قوله وتفصیلا الخ'' تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبر میں منکرین اور نکیر کا سوال اور تمام کفار اور بعض گنہگاروں پر قبر میں عذاب حق ہے اور اس میں بعض معتزلہ کی طرف سے اختلاف نقل کیا گیا ہے۔(پھر اس کی تشریح کی) آگے فرمایا ہمارے دلائل میں قرآن کریم کی آیات ہیں (اور بعض آیات کا حوالہ دیا) پھر آگے فرمایا اور احادیث متواترہ بھی ہیں (پھر ان میں سے بعض کا ذکر فرمایا) پھر آگے فرمایا اور منکروں نے دلیل سمعی اور دلیل عقلی سے استدلال کیا ہے۔بہرحال دلیل سمعی یہ ہے (پھر اس کی خاصی تفصیل بیان کی جس کے آخر میں یہ بھی ہے:''ولا نزاع فی ان المیت لا یسمع'' پھر ان کی عقلی دلیل نقل کی پھر فرمایا کہ معتزلہ کی سمعی اور عقلی دلیل کا اجمالی جواب یہ ہے۔پھر فرمایا کہ تفصیلی جواب یہ ہے۔پھر آگے اجمالی اور تفصیلی جواب کی تشریح کی۔ (شرح مقاصد ج ۲ ص ۲۲۱)

منکرین سماع موتی میں اپنے سوء فہم سے''ولا نزاع فی ان المیت لا یسمع'' کو اپنی دلیل سمجھ لیا ہے کہ عدم سماع موتی اتفاقی مسئلہ ہے۔حالانکہ یہ جملہ معتزلہ کی سمعی دلیل کا جزیہ اور اس کا تتمہ ہے۔جس کو نقل کر کے آگے علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو سمعی اور عقلی دلیل کا اجمالاً اور تفصیلاً خوب خوب رد کیا ہے۔مگر منکرین سماع موتی نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ معتزلہ کے جملہ کو اچک کر اپنی دلیل بنا ڈالا اور پھولے نہیں سماتے کہ ہم نے علم کلام کی معتبر کتاب سے مفید مطلب حوالہ ڈھونڈ نکالا ہے۔مگر:

تم جو دیتے ہو نوشتہ وہ نوشتہ کیا ہے جس میں ایک حرف وفا بھی کہیں مذکور نہیں

(ماخوذ از سماع موتی ص ۳۵۸)

منکرین سماع موتی کی اس ناقص دلیل کے برعکس حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا دعویٰ

''والسلف مجمعون علی ھذا وقد تواترت الاثار عنھم بان المیت یعرف بزیارۃ الحی لہ ویستبشر بہ الخ'' سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کا اس پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے آثار مروی ہیں کہ جب کوئی زندہ مردہ کی زیارت کے لئے آتا ہے (اور اسے سلام کہتا ہے تو اس کی آواز سے) مردہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کی آمد سے وہ خوشی محسوس کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸، کتاب الروح ص ۴ طبع حیدر آباد دکن)

جمہور علماء نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدلال کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں قبول نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وقد خالفھا الجمھور فی ذالک وقبلوا حدیث ابن عمر لموافقۃ من رواہ غیرہ علیہ'' لیکن جمہور علماء کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی (روایت) سے مخالفت کی ہے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو قبول کیا ہے۔ کیونکہ دوسرے حضرات کی روایتیں ان کے موافق ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۷۷)

علامہ بدرالدین عینی حنفی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ولیکن جمھور خالفوھا فی ذالک وقبلوا حدیث ابن عمر'' لیکن جمہور علمائے کرام نے مسئلہ سماع موتی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے مخالفت کی ہے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت کو قبول کیا ہے۔ (جس میں سماع موتی کا ثبوت ہے)
(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۲)

حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب فرماتے ہیں: ''واما رد عائشۃ بعض تلک الاحادیث فلم یعتد بہ جمھور الصحابۃ ومن بعدھم'' بہرحال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان بعض احادیث کا رد کرنا تو جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے حضرات نے اس رد کا کوئی اعتبار نہیں کیا۔ (عمدۃ الرعایۃ ج ۲ ص ۲۵۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے استدلال سے رجوع فرمالیا تھا۔ فرماتے ہیں کہ: ''ان فی المغازی لابن اسحاق روایۃ یونس بن بکیر باسناد جید عن عائشۃ مثل حدیث ابی طلحۃ وفیہ ما انتم باسمع لما اقول منھم واخرجہ احمد باسناد حسن'' ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے مغازی میں یونس بن بکیر کے طریق سے جید اسناد کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت ہے جیسی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے جس میں ''ماانتم باسمع لما اقول منھم'' کے الفاظ موجود ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حسن اسناد کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔ فرماتے ہیں: ''فان کان محفوظاً فکانھا رجعت عن الانکار لماثبت عندھا من روایات ھؤلاء الصحابۃ لکونھا لم تشھد القصۃ'' سو اگر یہ الفاظ محفوظ ہوں تو گویا یہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سماع موتی کے انکار سے رجوع کرلیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان جلیل القدر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایتیں ثابت ہوگئیں (جو موقع پر حاضر تھے) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حاضر نہ تھیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۶)

منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر کا ''لعلی لا اراکم بعد عامی ھذا'' سے ناکام استدلال

محترم قارئین! حدیث بالا سے منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر کا استدلال ناقص ہے۔ حدیث کے الفاظ

سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ اپنے سفر آخرت کی خبر دے رہے ہیں۔ فرمان نبوی ﷺ سے مراد پیغمبر صاف ظاہر ہے کہ دنیا کی تکلیفی زندگی میں شاید تمہیں آئندہ سال میں نہ دیکھ سکوں۔ ان الفاظ سے کہیں بھی برزخ کے اندر آپ ﷺ کے جسد اطہر سے روح کے تعلق کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ باقی رہا ان الفاظ پر جذباتی تبصرہ تو اس کے لئے ہم منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کی تسلی کے لئے ان کی مخدوم جماعت جن کو اپنا سرتاج مانتی ہے یعنی حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ صاحب کا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں:

☆...... حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ: ''لہٰذا تم ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کے لئے (قبر پر) آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے۔ خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے۔'' (تحریرات حدیث ص ۲۵۷)

غور فرمائیں کہ منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر جن کو اپنا سرتاج مانتی ہے وہ تو عام اموات کے بھی اپنے زائرین کو دیکھنے اور پہچاننے پر ایمان رکھتے ہیں اور منکرین حیات النبی ﷺ والے ابھی تک آنحضرت ﷺ کے بارے میں ہی یہ عقیدہ اختیار کرنے پر آمادہ نہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو فہم سلیم عطا فرمائے۔

منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر نے مندرجہ ذیل آیت کی تفسیر بالرای کی ہے

منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کا ''ان تدعوھم لا یسمعوا دعائکم الخ'' سے ناکام استدلال منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر نے مذکورہ بالا آیت سے تفسیر بالرائے کر کے عدم سماع موتی وعدم حیاۃ فی القبور پر ناکام استدلال کیا ہے جو باطل اور مردود ہے (بقول علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے دو لاکھ سے زائد تفاسیر لکھی جا چکی ہیں) لیکن ۱۴ صدیوں میں کسی سنی مفسر نے اس آیت سے اس طرح کا استدلال نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر نے اس آیت کے تحت کسی مفسر کا حوالہ نہیں دیا۔ اگر منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کے پاس ایسا کوئی حوالہ ہے تو پیش کریں۔ مہلت قیامت تک علامہ ابن الہادی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ولا یجوز احداث تأویل فی آیة وسنة لم یکن علی عهد السلف ولا عرفوه ولا بینوه للامة فان هذا یتضمن انهم جهلوا الحق فی هذا وضلوا عنه واهتدیٰ الیه هذا المعترض المتاخر فکیف اذا کان التأویل یخالف تأویلهم ویناقضه وبطلان هذا التأویل اظهر من ان یطنب فی رده الخ'' کسی آیت یا حدیث کا کوئی ایسا معنی اور تاویل کرنا جائز نہیں جو سلف صالحین رحمہم اللہ کے زمانہ میں نہ کی گئی ہو اور نہ ہی انہوں نے وہ معنی اور تاویل سمجھی اور نہ ہی اس کو امت کے سامنے بیان کیا ہو۔ کیونکہ یہ اس بات کو متضمن ہے کہ سلف صالحین رحمہم اللہ اس میں حق سے جاہل رہے اور اس سے بھٹک گئے اور یہ بعد میں آنے والا معترض اس کی تہہ کو پہنچ گیا اور خصوصاً جب کہ بعد میں آنے والے کی تاویل سلف صالحین رحمہم اللہ کی تاویل کے برعکس ہو پھر کیونکر وہ قبول کی جاسکتی ہے اور اس متاخر کی تاویل کا باطل ہونا ایسا ظاہر ہے کہ اس کے رد کے لئے کسی تفصیل کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

(الصارم المنکی ص ۲۴۷ ماخوذ عن تسکین الصدور ص ۳۸۹)

اسی طرح کا مفہوم حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے۔ دیکھئے:

(مکتوبات دفتر اوّل حصہ سوم ص ۳۳ مکتوبات نمبر ۱۵۷ طبع امرتسر)

منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کا مسئلہ سماع موتی کو شرک کے پھیلنے کا ذریعہ سمجھنا

منکرین حیات النبی ﷺ کی کتب سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر سماع موتی کے مسئلہ کو شرک کے پھیلنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہ خدشہ صرف منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کو لاحق نہیں جو سماع موتی کے منکر ہیں بلکہ ان کے پیش نظر بھی ہے جو شدومد کے ساتھ سماع موتی کے قائل ہیں۔ جمہور علماء کرام جہاں سماع موتی کے مسئلہ کو بیان کرتے ہیں وہاں اہل قبور سے نفع نقصان نہ ہونے کو بھی بڑی شدومد کے ساتھ بیان کرتے ہیں نمونہ کے طور پر دیکھئے۔ (سماع موتی ص۹۹ مؤلفہ مولانا سرفراز صاحب)

مثال سے سمجھئے: کراما کاتبین زندہ ہیں اور آپ کی بات بھی سنتے ہیں فرض کیجئے آپ کے کچھ روپے کہیں، گر گئے جس وقت آپ کے روپے گم ہوئے تھے اس وقت کراما کاتبین آپ کے ساتھ تھے آپ ذرا کراما کاتبین سے پوچھ کر بتائیں کہ وہ روپے کہاں گم ہوئے ہیں؟ ہم منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر سے پوچھتے ہیں کہ کیا کراما کاتبین آپ کی کچھ مدد کر سکتے ہیں؟ تو یقیناً منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کا جواب نہیں میں ہوگا بالکل اسی طرح اموات کو سنانا۔ ان کو کوئی نفع نہیں دیتا اور اموات کا سن لینا ہم کو کوئی نفع نہیں دیتا۔ اس سے تو شرک کی جڑ ہی ختم ہو جاتی ہے۔ جمہور علماء کرام سماع موتی کے قائل صرف احادیث صحیحہ کیوجہ سے ہیں۔ احادیث میں آ گیا کہ مردہ سنتا ہے۔ اب کسی کی عقل میں آئے یا نہ آئے۔ احادیث کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کہتے ہیں کہ توحید یہ ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ لہٰذا کسی کو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔ حالانکہ کامل توحید تو یہ ہے کہ مردے سن بھی لیں پھر بھی کسی کو بذات خود نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔

منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کی طرف سے شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ پر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین وتنقیص کا بہتان

شیخ الحدیث حضرت علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی نصرت میں جو کتاب لکھی ہے (جس کا نام انتصار الامام احمد رحمۃ اللہ علیہ ہے) اس میں وہ لکھتے ہیں کہ: ''وانکار عائشة سماع اهل القليب الكفار معذورة فيه لعدم بلوغها النص وغيرها لا يكون معذوراً مثلها لان هذه المسئلة صارت معلومة من الدين بالضرورة'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قلیب بدر کے کفار کے سماع کا جو انکار کیا ہے وہ اس میں معذور ہیں۔ کیونکہ وہ اس موقع پر موجود نہ تھیں اور ان کو یہ ارشاد نہیں پہنچا اور دوسرے ان کی طرح معذور نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ مسئلہ ضروریات دین کی طرح معلوم ہو گیا ہے۔

(المنحۃ الوہبیہ ص ۱۳، بحوالہ سماع موتی ص ۲۲۴)

شیخ الحدیث صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت اور ان کا استدلال خود محتاج تاویل ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام اور شان اپنی جگہ مسلم ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کی روایت (مسلم ج ۲ ص ۳۸۷) میں ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت

ابو طلحہ ؓ جن کی روایت (بخاری ج ۲ ص ۵۶۶ اور مسلم ج ۲ ص ۳۸۷) میں ہے وغیرہ جلیل القدر حضرات صحابہ کرام ؓ کی صحیح روایات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور جمہور کی تحقیق کو نظر انداز کر کے کس کس کے وہم کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ حضرت حسن ؓ نے جنگ جمل کے موقع پر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے حضرت عائشہ ؓ کے بارے میں یہ فرمایا تھا کہ: ''وتعلمون ان وهن النساء وضعف رأيهن الى التلاشى'' اور تم جانتے ہو کہ بے شک عورتیں کمزور اور ان کی رائے بھی ضعیف و مضمحل ہوتی ہے۔

(لامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ ج ۱ ص ۶۷ طبع مصر، بحوالہ سماع موتی ص ۲۲۴)

حضرت شیخ کی دونوں عبارتیں آپ کے سامنے ہیں اور منکرین حیات النبی ﷺ کی قطع برید کی ہوئی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فرق صاف معلوم ہو جائے گا۔ منکرین حیات النبی ﷺ اپنے تعصب کی آگ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب ؒ کو گھسیٹنے کی بجائے صاف صاف ان حضرات کے بارے میں بھی اپنا تبصرہ کریں۔ باقی رہا علامہ تفتازانی ؒ کی عبارت ''ولا نزاع فى ان الميت لا يسمع'' (کہ عدم سماع موتی اتفاقی مسئلہ ہے) سے منکرین حیات النبی ﷺ کا استدلال تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ معتزلہ کی سمعی دلیل کا جزء ہے اور اس کا تتمہ ہے جس کو نقل کر کے علامہ تفتازانی ؒ نے خوب رد کیا ہے۔ مگر منکرین حیات النبی ﷺ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ معتزلہ کے اس جملہ کو اپنی دلیل بنا کر پھولے نہیں سماتے اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ انہوں نے علم کلام کی معتبر کتاب سے حوالہ دیا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ منکرین حیات النبی ﷺ یہ ثابت کرتے کہ یہ عبارت معتزلہ کی دلیل نہیں اور نہ ہی اس عبارت کا علامہ تفتازانی ؒ نے خود رد کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر ؒ اور مسئلہ سماع موتی

حافظ ابن کثیر ؒ حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ کی سماع موتی والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: ''والصحيح عند العلماء رواية عبدالله بن عمر لما لها من الشواهد على صحتها من وجوه كثيرة'' اور صحیح بات علماء کرام کے نزدیک حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ کی روایت (سماع موتی والی) ہی ہے۔ کیونکہ اس کی صحت پر گوناگوں شواہد دلالت کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۷۵)

مزید لکھتے ہیں: ''ينال اجسادهم فى قبورها من حرها وسمومها'' نافرمانوں کے اجسام کو ان کی قبروں میں جہنم کی آگ کی گرمی اور لو پہنچے گی۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۹)

ملا علی قاری ؒ اور مسئلہ حیات فی القبور

لکھتے ہیں: ''واعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالىٰ يخلق فى الميت نوع حياة فى القبر قدر ما يتألم ويتلذذ'' تو جان لے کہ اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کے اندر ایک گونہ زندگی پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ تکلیف اور لذت محسوس کرتا ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۲۱)

''اعادة الروح اى ردها او تعلقها الى العبد اى جسده بجميع اجزائه او ببعضها مجتمعة او متفرقة فى قبره حق'' روح کا لوٹانا یعنی اس کا مکمل طور پر رد کرنا یا اس کا تعلق بندے کی طرف یعنی اس کے جسم کی طرف

تمام اجزاء بدن یا بعض میں عام اس سے کہ اس کے اجزاء مجتمع ہوں یا متفرق اس کی قبر میں حق ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۲۰)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ سماع النبی ﷺ عند قبرہ الشریف

لکھتے ہیں: ''ان الانبیاء احیاء فی قبورھم فیمکن لھم سماع من سلم علیھم'' انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو ان کے لئے ممکن ہے کہ جو شخص بھی سلام عرض کرے وہ اس کو سنیں۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۲۰۹)

لکھتے ہیں: ''صح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم'' انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۱۲)

''من صلی عند قبری سمعتہ'' (الحدیث) جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا اسے میں خود سنتا ہوں۔ اس حدیث کی سند جید ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۰)

''من صلی عند قبری سمعتہ ای سماعا حقیقیا بلا واسطۃ'' جس شخص نے مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں خود اس کو سنتا ہوں بلا واسطہ یعنی حقیقی طور پر۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۱۰ نحوہ فی شرح الشفاء ج ۳ ص ۵۰۰)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ استشفاء

حاجی کو ہدایت کرتے ہوئے شہدائے احد کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ولا تترک اتیان زیارتھم واستدعاء شفاعتھم'' اور تم شہداء (احد) کی زیارت کو مت ترک کرنا اور نہ ان سے شفاعت کی التجاء سے گریز کرنا۔ (شرح الشفاء ج ۳ ص ۵۲۰ طبع مصر)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ سماع موتی

''فان سائر الاموات ایضاً یسمعون السلام والکلام'' بے شک تمام مردے بھی سلام وکلام سنتے ہیں۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۱۰)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ حیاۃ فی القبور

شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''ویؤمروا بالتعذیب او التنعیم فیراھم المبتلی عیانا ان کان اھل الدنیا لا یرونھم عیانا'' الخ فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ان کو عذاب یا راحت پہنچائیں۔ مبتلی یہ تو آنکھوں سے ان فرشتوں کو دیکھتا ہے لیکن اہل دنیا ان کو مشاہدۃ نہیں دیکھ سکتے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۳۶ طبع مصر)

شاہ صاحب توسل کے بھی قائل ہیں۔ دیکھئے (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۶ طبع مصر)

المہند علی المفند کی اہمیت

منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کے سرتاج مولانا سجاد بخاری صاحب ''پچیس اکابر علماء دیوبند کا مسلک'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ''المہند علی المفند'' حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی تالیف ہے اور اس پر چوبیس علماء دیوبند کی تصدیقات ثبت ہے۔ المہند کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہے وہ برزخی ہے اور کئی باتوں میں دنیوی زندگی سے مشابہت رکھتی ہے۔ شہداء بھی اس حیات میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

یہ پچیس اکابر علماء دیوبند ؒ کا مسلک ہے جن میں حسب ذیل حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

☆...... شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن ؒ ☆...... حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ
☆...... حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری ؒ ☆...... حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی ؒ
☆...... حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی ؒ ☆...... حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی ؒ
☆...... حضرت مولانا محمد احمد ابن حضرت نانوتوی ؒ ☆...... حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ
☆...... حضرت مولانا احمد حسن امروہی ؒ ☆...... حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ؒ

(اقامۃ البرہان ص ۲۰۸)

مزید لکھتے ہیں: ''المہند'' کی اصل عربی عبارت اور اس کا عربی ترجمہ جو اکابر ؒ کی نگرانی میں شائع ہوا اور اس میں انہوں نے عربی عبارت کا مفہوم و مقصود واضح فرمایا۔

المہند سے عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں حسب ذیل حقائق معلوم ہوتے ہیں:

۱...... عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہے وہ دنیا کی سی ہے۔
۲...... عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام کو جو ممتاز حیات حاصل ہے اس میں شہداء بھی ان کے ساتھ شریک ہیں۔
۳...... انبیاء علیہم السلام اور شہداء کو وفات کے بعد جو حیات حاصل ہے وہ برزخی ہے اور عبارت میں جہاں برزخی کی نفی ہے اس سے مطلق برزخی کی نفی مقصود نہیں بلکہ برزخی مطلق کی نفی مراد ہے۔ (اقامۃ البرہان ص ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴)

مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کے عقائد و نظریات

☆...... مسئلہ سماع موتی قرن اوّل میں مختلف ہوا۔ (لطائف رشیدیہ ص ۸)
☆...... اموات کے سننے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنتی ہیں بعض کے نزدیک نہیں سنتی۔

(فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۱۱۳)

☆...... مسئلہ سماع موتی میں حنفیہ باہم مختلف ہے اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۰)

☆...... مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۹۹)
☆...... انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۸)
☆...... جو سماع موتی کے قائل ہیں ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔

(الکوکب الدری ج ۱ ص ۳۱۹ مترجماً)

اختلافی مسائل کے بارے میں مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کا طرز عمل

☆...... بہرحال یہ مسئلہ مختلف ہے اس میں بحث مناسب نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۹۹، ۱۰۰)
☆...... بندہ مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں کرتا لیکن احوط کو اختیار کرتا ہوں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۲۳)

حضرت مولانا گنگوہی ؒ کے ان صریح ارشادات سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء ؑ کے عند القبر سماع کا مسئلہ اتفاقی اور عام اموات کے سماع کا مسئلہ اختلافی ہے اور یہ اختلاف حضرات صحابہ کرام ؓ کے وقت سے لے کر تا ہنوز بدستور چلا آ رہا ہے اور مولانا ایسے اختلافی مسائل میں حتمی فیصلہ نہیں کرتے صرف جو ان کے نزدیک احوط ہو اس کو اختیار کرتے ہیں بلکہ ایسے اختلافی مسائل میں بحث کرنے کو بھی پسند نہیں کرتے۔ مگر منکرین حیاۃ النبی ﷺ فی القبر نے مسئلہ سماع موتی کو مسئلہ کشمیر بنایا ہوا ہے اور تقریباً ہر جلسہ اور ہر درس قرآن میں بڑی شد و مد کے ساتھ بلا خوف وخطر اس مسئلہ کو بیان کیا جاتا ہے۔ مزید برآں قائلین سماع موتی پر شرک کے فتوؤں سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ ان فتوؤں کا اثر صحابہ کرام ؓ جیسی پاکیزہ ہستیوں پر بھی پہنچتا ہے۔ کیا یہی عقیدت ہے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ صاحب سے؟

منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کی طرف سے پیش کردہ الکوکب الدری کی عبارت سے استدلال محل نظر ہے۔ اس لئے کہ مولانا کی دوسری عبارت اس طرح ہے، فرماتے ہیں کہ: اوّل زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم ؒ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے (عدم سماع موتی پر) آئی ہیں (مثلاً فتاویٰ غرائب وغیرہ کا حوالہ) شاذ ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۰)

مولانا کی تمام عبارات کو سامنے رکھتے ہوئے قطعی طور پر یہ ثابت کرنا کہ مولانا مردہ کو دفن کرنے کے بعد اس کے سماع کے کلیۃً منکر ہیں یہ درست نہیں۔

منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کا فتاویٰ رشیدیہ کی اہمیت کو کم کرنا

منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ پر مفتیان کرام نے اعتماد کیا ہے۔ ان کا اعتماد کر لینا ہی فتاویٰ کے مستند ہونے کی دلیل ہے۔ منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کی تسلی کے لئے ایک ایسی شخصیت کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ جن کے القاب ان کے ہاں بھی مسلم ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں: ''رئیس المحدثین والمفسرین نعمان الوقت مفتی اعظم ہند'' کیا مردے سنتے ہیں مؤلفہ مولانا عطاء اللہ بندیالوی) حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب ؒ فرماتے ہیں: ''فتاویٰ رشیدیہ اور مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی معتبر اور حنفی مذہب کے فتاویٰ ہیں۔'' (کفایت المفتی ج ۲ ص ۱۵۸)

امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں صحیح تحقیق

از محدث اعظم دارالعلوم دیوبند علامہ انور شاہ کشمیری ؒ

''فالانکار فی غیر محله سیما اذا لم ینقل عن احد من ائمتنا فلابد بالتزام السماع فی الجملة واما شیخ ابن الهمام فجعل الاصل هو النفی و کل موضع ثبت فیه السماع جعله مستثنی ومقتصراً علی المورد'' پس سماع موتی کا انکار بالکل بے موقع ہے۔ خاص طور پر جب کہ ہمارے ائمہ احناف ؒ میں سے کسی سے یہ منقول نہیں تو ضروری ہے کہ فی الجملہ سماع کا التزام کیا جائے۔ باقی رہے شیخ ابن الہمام ؒ تو انہوں نے

اصل نفی سماع کو قرار دیا ہے اور ہر ایسی جگہ جہاں پر سماع موتی ثابت ہے تو اس کو انہوں نے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور اس کو اپنے مورد پر بند کیا ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۷ بحوالہ فی العرف الشذی ص ۳۵۳)

حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام

''انبیاء علیہم السلام کی حیات خصوصاً آنحضرت ﷺ کی حیات شہداء کی حیات سے افضل و اعلیٰ ہے۔''

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۰۶)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ المہند علی المفند جس میں حیات النبی ﷺ فی قبرہ الشریف کا عقیدہ مرقوم ہے کا مطالعہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''فی تحقیق المسائل ھو الحق عندی و معتقدی و مشائخی'' مسائل کی تحقیق میں وہ سب حق ہے میرے نزدیک، میرا اور میرے مشائخ کا عقیدہ ہے۔ (المہند علی المفند مترجم ص ۹۱)

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ''فنبی اللہ حیّ یرزق'' (اللہ کے نبی ﷺ زندہ ہیں رزق دیا جاتا ہے) سے استدلال فرمایا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۱۰)

مفتی صاحب نے آب حیات کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے جس میں عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام مرقوم ہے۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں: ''اس مسئلہ کی پوری تحقیق آب حیات مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ میں مذکور ہے۔ اس کو دیکھ لیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۴۲)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روح مع الجسد کی حیات کے قائل ہیں

☆...... قبر میں بھی روح کا تعلق رہتا ہے اور مستقر اصل اس کا علیین یا سجین ہے۔ (ج ۵ ص ۳۶۸)

☆...... جسم سے روح کو تعلق رہتا ہے۔ (ج ۵ ص ۳۹۸)

☆...... عذاب روح پر مع جسم کے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر احادیث سے ثابت ہے۔ (ج ۵ ص ۳۶۹)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیارت کی اطلاع مردہ کو ہوتی ہے

مفتی صاحب ''جب میت کے اعزاء قبرستان جا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اس کو معلوم ہوتا ہے یا نہیں'' کے جواب میں لکھتے ہیں:

☆...... ایسا بھی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ (ج ۵ ص ۳۸۳)

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعد وفات اولیاء اللہ کے فیوض اور برکات سے مستفیض ہونے کے بھی قائل ہیں

☆...... اور فیوض و برکات ان کے بعد ممات باقی رہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کی زیارت اور قرب سے زائرین کو برکات حاصل ہوں اور ان پر بھی درود و رحمت ہو۔ کیونکہ جب وہ اولیاء مورد رحمت الٰہی ہیں تو جو شخص ان کی زیارت کرے گا وہ بھی حسب المراتب مستفیض ان کی برکات سے ہوگا۔ (ج ۵ ص ۴۱۱)

اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا برکت سے خالی نہیں۔ (ج ۵ ص ۲۷۷)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایصال ثواب کے قائل ہیں

☆...... اموات کو ثواب صدقات وقرآن شریف کا پہنچنا اور اموات کو احیاء کی دعا واستغفار سے نفع پہنچنا نصوص قرآنی اور احادیث سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵)

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وسیلہ کے قائل ہیں

☆...... حصن حصین میں مذکور ہے کہ صالحین کے وسیلے سے دعا کرنا مستحب ہے۔ (ج ۵ ص ۳۸۱)

☆...... غایت یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ان کی وساطت سے دعا کرے مثلاً یہ کہ یا اللہ بہ برکت فلاں بزرگ صاحب قبر کے میری حاجت پوری فرما اور دعا قبول فرما۔ (ج ۵ ص ۳۸۳)

☆...... اور اگر مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان کے ذریعہ سے دعا کی جائے کہ یا اللہ میرا فلاں کام بزرگ کی برکت سے پورا فرما دے تو یہ جائز ہے۔ (ج ۵ ص ۳۶۶)

مفتی صاحب اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ومسئلہ سماع موتی

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بزرگان دین بعد وفات زائرین کی باتیں سنتے ہیں یا نہیں کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

☆...... حنفیہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے مذکور ہیں جن سے عدم سماع موتی معلوم ہوتا ہے۔ (ج ۵ ص ۳۹۷)

☆...... مگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تصریح اس بارہ میں نقل نہیں کرتے۔ (ج ۵ ص ۳۹۷)

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک فتویٰ کی وضاحت

☆...... منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر کے شیخ الحدیث نیلوی شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''سماع موتی ثابت نہیں بلکہ عدم سماع پر نص قطعی وارد ہے: ''قال اللہ وما انت بمسمع من فی القبور وقال تعالیٰ انک لا تسمع الموتی''

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۳ ص ۹۶، بحوالہ اقامۃ البرہان ص ۴۷، ندائے حق ج ۳ ص ۱۷)

☆...... منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر کے شیخ القرآن سجاد بخاری صاحب اسی فتویٰ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ (فتاویٰ درالعلوم دیوبند ج ۳ ص ۹۶، بحوالہ ندائے حق، اقامۃ البرہان ص ۴۷)

غور طلب بات

نیلوی شاہ صاحب اس حوالے کی ذمہ داری سجاد بخاری صاحب پر ڈال رہے ہیں اور سجاد بخاری صاحب اس حوالے کی ذمہ داری نیلوی شاہ صاحب پر ڈال رہے ہیں۔ اتنا تکلف کرنے کی آخر کیا وجہ ہے؟ عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے بھی مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس موضوع پر تین فتوے اپنی کتاب ''کیا مردے سنتے ہیں'' میں نقل کئے ہیں۔ لیکن اس مذکورہ فتویٰ کو نقل نہیں کیا۔ آخر اس میں کیا حکمت ہے؟

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب اس مذکورہ فتوے کا جواب

مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ فتویٰ سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ''لاتسمع الموتی'' کا ثبوت اور ورود قطعی ہے۔ اس لئے کہ تمام قرآنی آیات قطعی ہوتی ہیں، لیکن عدم سماع موتی کے معنی پر اس آیت کی دلالت بھی قطعی ہے یا نہیں۔ منکرین حیات النبی ﷺ کا دعویٰ یہ ہے کہ مفتی صاحب کے نزدیک عدم سماع موتی پر اس آیت کی دلالت بھی نص قطعی ہے۔ (جیسا کہ کتاب الشہاب ص۱۱) پر موجود ہے۔

حالانکہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس لئے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کسی فتویٰ سے یہ بات کہ عدم سماع موتی کے معنی پر ان آیات کی دلالت بھی قطعی ہے ثابت نہیں کی جاسکتی۔ مہلت تا قیامت!

اس لئے کہ اگر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان آیات کی دلالت عدم سماع کے معنی پر بھی قطعی ہوتی تو کبھی بھی مندرجہ ذیل فتوے نہ دیتے۔ اس لئے کہ قطعی معنی کے خلاف نہ تو کوئی دلیل دلیل ہوتی ہے اور نہ ہی کسی سکوت کی ضرورت ہے اور نہ ہی فیصلہ دشوار ہوتا ہے۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سماع موتی کے بارے میں فتوے

☆ ...... سماع موتی میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۷۹)

☆ ...... ایسے مسئلہ (سماع موتی) میں جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم وائمہ مجتہدین کا اختلاف ہو اور نصوص متعارض ہوں۔

(ج ۵ ص ۳۶۴)

☆ ...... غرض یہ کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ (ج ۵ ص ۳۹۷)

☆ ...... بہت سے ائمہ رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ (ج ۵ ص ۳۹۷)

☆ ...... دلائل فریقین موجود ہیں۔ (ج ۵ ص ۳۹۷)

☆ ...... علماء کو بھی اس میں تردد ہے۔ (ج ۵ ص ۳۹۷)

☆ ...... قول فیصل ہونا اس میں دشوار ہے۔ (ج ۵ ص ۳۹۷)

☆ ...... پس عوام کو سکوت اس میں مناسب ہے۔ (ج ۵ ص ۳۹۷)

یہی وجہ ہے کہ منکرین حیات النبی ﷺ فی القبر کے اکابرین نے سماع موتی کے قائلین پر کفر و شرک کا فتویٰ نہیں لگایا۔ ماہنامہ نغمہ توحید میں ان الفاظ میں چیلنج کیا گیا ہے۔ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کی اصل بنیاد (مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شیخ القرآن غلام اللہ خان، مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی غلام مصطفیٰ) ان کا قول دکھلا دیں کہ ان حضرات بزرگان دین نے قائلین سماع موتی اور قائلین سماع صلاۃ و سلام عند قبر النبی ﷺ کو کافر اور مرتد کہا ہو۔ ہرگز نہیں دکھلا سکتے۔ (ماہنامہ نغمہ توحید مئی ۱۹۹۹ء ص ۳۶)

جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کے دستور میں یہ بات موجود ہے ''سماع موتی عند القبور کے قائلین کو ہم کافر نہیں کہتے۔'' (دستور جمعیت اشاعت التوحید والسنہ پاکستان ناشر دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی)

مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ اور مسئلہ حیات النبی ﷺ

حضرت مفتی صاحب ''آنحضرت ﷺ کی روح مبارک محفل میلاد میں تشریف لاتی ہے یا نہیں؟ کے جواب میں فرماتے ہیں۔ اس جواب کو بصورت نقشہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ اہلسنت والجماعت کا مذہب ہے۔

(فرماتے ہیں) روح مبارک ﷺ کا مجالس میں آنا (دو طرح سے ہے)

بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے	یا کسی اور طریقے سے
اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ ﷺ	(یعنی)
کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے۔	اگر مفارقت نہیں ہوتی
یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے	یا
تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ	تو پھر ہر مجلس مولود میں آپ ﷺ کی موجودگی
☆ بے ثبوت ہے بدن وروح کے ساتھ ہوتی ہے	یا محض بطور کشف وعلم کے
☆...... باعث توہین ہے یہ صورت بداہۃً باطل ہے	یہ صورت بے ثبوت ہے
☆ نہ کہ موجب تعظیم	اور بعض اعتبار سے موجب شرک ہے۔

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۹)

اس واضح حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرتِ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجساد انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا تعلق نہ صرف مانتے ہیں بلکہ اس سے انکار کو توہین پر محمول فرماتے ہیں۔

تنبیہ: حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل عبارتوں سے:

مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی ہے اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۸)

مگر یہ زندگیاں دنیا کی زندگی سے علیحدہ ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۸)

یہ مفہوم اخذ کرنا کہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی صرف روحانی ہے جسمانی نہیں۔ یہ مسلمہ اصول توجیہ القول بما لا یرضی بہ القائل کا مصداق ہے۔ یعنی قائل کے قول کی ایسی توجیہ کرنا کہ قائل اس سے راضی ہی نہیں۔

ان عبارات کا صحیح مفہوم حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

مگر یہ زندگیاں دنیا کی زندگی سے علیحدہ ہیں۔ کیونکہ دنیا کی زندگی کے لوازم ان میں پائے نہیں جاتے۔

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۸)

بلکہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو عام مردوں کے بارے میں بھی بڑی صراحت سے لکھتے ہیں: ''میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کرے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۰۲)

ان پیش کردہ عبارتوں سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روح اور جسم دونوں کی حیات کے قائل ہیں اور نہ صرف روح کی۔

مفتی کفایت اللہ صاحب اور مسئلہ سماع موتی

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سماع موتی قرون اولیٰ سے مختلف چلا آتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی اس میں اختلاف تھا، قرن صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد بھی ہمیشہ علماء اس میں مختلف رہے۔ (کفایت المفتی ج ا ص ۲۰۲)

اور مردوں کا سننانہ سننا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے مختلف فیہ ہے۔ (کفایت المفتی ج ا ص ۳۶۵)

تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کر سکے کیونکہ اس صورت میں کہ مسئلہ قرون اولیٰ میں مختلف فیہ تھا۔ اس تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچے گا۔ ''ولا شک فی فسادہ'' (کفایت المفتی ج ا ص ۲۰۲)

مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ توسل

بزرگوں کے وسیلے سے خدا تعالیٰ سے دعا کرنے میں تو مضائقہ نہیں۔ مگر خود بزرگوں سے مانگنا درست نہیں۔ (کفایت المفتی ج ا ص ۱۹۶)

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''ولا شک فی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد از وفات میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۵۱ طبع مصر)

''انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔'' اس حدیث کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں: ''رواہ ابو یعلی برجال ثقات ورواہ البیھقی وصححہ'' ابویعلی نے ثقہ راویوں سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۵۱ طبع مصر)

جو شخص قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا انکار کرتا ہے۔ اس کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں: ''کان فوادہ فارغاً من حبہ وعقلہ خالیاً من لبہ'' اس کا دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے فارغ ہے اور اس کی عقل بصیرت سے خالی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۵۸ طبع مصر)

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند قبرہ الشریف

''بل یسمعہ ویرد السلام علیک'' بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سلام کو سنیں گے اور تمہیں سلام کا جواب بھی دیں گے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۵۴ طبع مصر)

مولانا ظفر احمد عثمانی اور مسئلہ عذاب قبر

بہر حال صحیح مسلم اہل حق کا یہی ہے کہ قبر میں روح مع الجسد کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ گو ہیئت ترکیبی باقی نہ رہے۔ جس پر روایات اور سلف کے اقوال کثیر شاہد ہیں۔ (بحوالہ ہدایۃ الحیران ص ۸۹)

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ استشفاع

''لو انہم اذ ظلموا انفسہم'' (الایۃ) مولانا اس مذکورہ آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ویثبت

بہ ان حکم قولہ تعالٰی باق بعد وفاتہ ﷺ لم ینقطع بھا'' پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۵۸)

حضرت عزیر علیہ السلام کے قصہ سے عدم حیات وعدم سماع النبی ﷺ پر استدلال کا جواب

عالم برزخ تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے، مکان، زمان، حال۔ (الحاوی للسیوطی ج ۲ ص ۳۲۷)

اس واقعہ میں عزیر علیہ السلام سے جو سوال ہے تو وہ ''کم لبثت'' یعنی کتنا ٹھہرے کے الفاظ سے ہے اور جواب بھی ''لبثت یوما او بعض یوم'' یعنی میں دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا کے الفاظ سے ہے۔ ٹھہرنے کا تعلق صرف زمان سے ہے نہ کہ حال اور مکان سے جب کہ سننے اور نہ سننے کا تعلق حال سے ہے نہ کہ زمان سے۔ چنانچہ ٹھہرنے کے زمانے کا علم نہ ہونے سے نہ سننے کے حال پر استدلال سراسر غلط ہے۔

زمانے کا گزرنا شعور میں نہیں ہوتا

''یوما او بعض یوم'' سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کو ٹھہرنے کا علم ہے۔ لیکن کتنی مدت ٹھہرے اس کی تعیین کا علم نہیں اوّلاً عدم علم عدم سماع کی دلیل ہی نہیں۔ پھر ایسے حالات میں وقت کا صحیح علم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اصحاب کہف تین سو نو سال سوئے رہے لیکن کہتے تھے: ''لبثنا یوما او بعض یوم'' یعنی ہم دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے کفار ہزاروں سال قبروں میں رہیں گے۔ لیکن کوئی کہے گا ''ان لبثتم الّا یوما'' تم نہیں ٹھہرے مگر ایک دن کوئی کہے گا ''ان لبثتم الا عشرا'' تم نہیں ٹھہرے مگر دس دن بعض یوں سمجھیں گے ''لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰھا'' کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر دن کا پچھلا یا پہلا حصہ بعض یوں خیال کریں گے ''لم یلبثوا الا ساعۃ من نہار'' کہ وہ دن کا صرف ایک ہی گھنٹہ ٹھہرے۔

عزیر علیہ السلام کا یہ کہنا کہ دن یا دن کا کچھ حصہ یہاں ٹھہرا ہوں تو وہ اپنے کھانے اور لباس اور اپنی حالت کو دیکھ کر تھا اس لئے کہ آپ علیہ السلام کے لباس اور کھانے پر کوئی بیرونی اثر مرتب نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لبثت یوما او بعض یوم یدل علی عدم تغییر حالہ فی بدنہ وشعرہ ولباسہ'' میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا۔ یہ بات دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ عزیر علیہ السلام کے بدن اور ان کے بال اور ان کے لباس پر (زمانے کے گزرنے کی وجہ سے) کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۲۹)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس واقعہ کے فوائد میں لکھتے ہیں: ''بعد بعثت کے برزخ میں رہنے کی مدت معلوم نہ ہونا۔'' (تفسیر بیان القرآن ج ۱ ص ۱۴۵)

یہی وجہ ہے کہ کسی سنی مفسر نے اس واقعہ سے عدم حیات النبی وعدم سماع النبی ﷺ پر استدلال نہیں کیا۔ حوالہ پیش کرنے کی مہلت تا قیامت!

منکرین سماع موتی کا العرف الشذی کی دوسری عبارت سے ناکام استدلال اور اس کا مدلل جواب

منکرین سماع موتی العرف الشذی کی مندرجہ ذیل عبارت ''وصنف تقی الدین السبکی رسالۃ فی رد ابن تیمیۃ وسماھا ''شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام'' وما وجدت فیھا شیئا جدیدا وطریاً وتصدی الی تقیۃ الضعاف ثم صنف ابن الھادی فی الرد علی السبکی وسماہ ''الصارم المنکی علی نحر السبکی'' وقد اجاد

فی تصنیفه ثم رد ابن علان علی ابن الهادی و سماه "المبرد المبکی علی الصارم المنکی" تطرق التصنیف من الطرفین و مذهب جمهور الائمة ان زیارة الشریف جائزة من اعلی القربات"

(العرف الشذی علی الترمذی ج ۱ ص ۱۹۶ باب ماجاء فی ای المساجد افضل)

امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے حافظ ابن تیمیہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام "شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام" ہے اور میں نے اس میں کوئی نئی اور تازہ بات نہیں دیکھی۔ علامہ سبکی رحمہ اللہ ضعیف روایات کی تقویت کے در پے رہے ہیں۔ پھر امام ابن الہادی رحمہ اللہ نے علامہ سبکی رحمہ اللہ کے رد میں کتاب لکھی جس کا نام "الصارم المنکی علی نحر السبکی" رکھا اور اس میں اپنی تصنیف میں عمدگی کا ثبوت دیا۔ پھر ان کے رد میں علامہ ابن علان نے کتاب لکھی جس کا نام انہوں نے "المبرد المبکی علی الصارم المنکی" رکھا۔ طرفین سے تالیف وتصنیف کا سلسلہ جاری رہا اور جمہور ائمہ کرام کا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت جائز اور اعلیٰ درجہ کی نیکیوں میں شمار ہے۔ (العرف الشذی)

اس مندرجہ بالا عبارت سے منکرین سماع موتی عوام الناس کو یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ، علامہ ابن الہادی رحمہ اللہ اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ عدم سماع موتی کے قائل ہیں اور ان کا یہ استدلال سو فیصد "توجیه القول بما لا یرضی به القائل" (قائل کے قول کی ایسی توجیہ کرنا جس سے قائل راضی نہیں ہوتا) کا مصداق ہے۔ یہ تینوں مذکورہ حضرات الحمد للہ سماع موتی خصوصاً سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورد جوابہ عند قبر الشریف کے قائل ہیں۔

اور ان کی عبارتیں ملاحظہ فرمائیں: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا سماع موتی کے بارے میں مؤقف: فرماتے ہیں:

"و اما سوال المسائل هل یتکلم المیت فی قبره فجوابه انه یتکلم و قد یسمع ایضاً من کلمه کما ثبت فی الصحیح" بہر حال سائل کا یہ سوال کہ کیا مردہ قبر میں بولتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بولتا ہے اور کلام کرنے والے کی بات کو بھی سنتا ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ج ۲ ص ۲۱۷، الفتاویٰ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۷)

مزید فرماتے ہیں: "سماع المیت للاصوات من السلام و القرأة حق" مردے کا سلام وقرأت کی آوازوں کو سننا حق ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۸۱)

علامہ ابن الہادی رحمہ اللہ کا مؤقف سماع موتی کے بارے میں: "و اما من سلم علیه عند قبره فانه یرد علیه و ذالک کالسلام علی سائر المؤمنین" بہر حال جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قبر کے پاس سلام کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دیتے ہیں اور یہ ایسا ہی جیسا کہ سب مومن سلام کا جواب دیتے ہیں۔

"و هو صلی اللہ علیہ وسلم یسمع السلام من القبر و تبلغه الملئکة الصلوٰة و السلام من البعد" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس سے سلام خود سنتے ہیں اور دور سے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوٰۃ وسلام پہنچاتے ہیں۔ (الصارم المنکی ص ۲۸۲)

"و اما من صلی علیه عند قبره فانه یرد علیه" جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس سلام کہتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (الصارم المنکی ص ۱۶۵)

علامہ انور شاہ کشمیری کا سماع موتی کے بارے میں مؤقف: "فان ثبت بقدر مشترک تواتر فی الحدیث" حدیث میں (سماع موتی) ثابت ہے قدر مشترک تواتر کے ساتھ۔ (العرف الشذی ص ۵۳ ۳ طبع سہارنپور)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

فرقہ مماتیت
کا
تحقیقی جائزہ

افادات:

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہ

فرقہ مماتیت

کا تحقیقی جائزہ

متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

ناشر: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
0321-6353540

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفِ چند)

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہم

آپ نے ۲۰۱۴ء میں ایک کتاب شائع کی، جس کا نام ’’فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ‘‘ ہے۔ اس میں آپ نے دس ابواب قائم کئے۔

باب اوّل: بانی فرقہ مماتیت ایک تعارف۔ باب دوم: تاریخ فرقہ مماتیت۔

باب سوم: مسئلہ عذاب قبر۔ باب چہارم: عقیدہ حیات النبی ﷺ

باب پنجم: مسئلہ سماع موتی۔ باب ششم: مسئلہ توسل۔

باب ہفتم: مسئلہ استشفاع عند القبر۔ باب ہشتم: مسئلہ عرض اعمال۔

باب نہم: منکرین حیات النبی ﷺ کا حکم۔ باب دہم: فرقہ مماتیت کے متعلق لکھی گئی کتب

ہمارے مخدوم گرامی حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہم نے اس مجموعہ میں مسئلہ توسل کے موضوع سے متعلق کتب کو شامل نہیں کیا۔ لہٰذا باب ششم کو اس کتاب سے اس مجموعہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ باب دہم فرقہ مماتیت سے متعلق لکھی گئی کتب پر مشتمل تھا۔ اس مجموعہ میں وہ تمام کتب بمع اپنے تعارف کے شامل ہیں۔ لہٰذا کتاب کے باب دہم کو بھی اس مجموعہ سے حذف کر دیا گیا۔ غرض باب ششم مسئلہ توسل باب دہم فہرست کتب اس کتاب سے حذف کر کے باقی آٹھ ابواب اس مجموعہ میں شامل اشاعت کر دیئے گئے ہیں۔ اس مجموعہ میں اس کتاب کی شمولیت خوشی کا باعث ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، امابعد!

محترم قارئین! برصغیر پاک و ہند اولیاء کی سرزمین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم دین کی اشاعت و تحفظ کا کام اس سرزمین کے باسیوں سے لیا۔ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس سرزمین میں بے شمار فتنے بھی پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک فتنہ ''فرقہ مماتیت'' کا ہے، اس فتنہ کے بانی مبانی سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی ہیں۔ پہلے یہ شخص علمائے دیوبند کا مسلک رکھتا تھا، مگر طبیعت میں تیزی شروع سے پائی جاتی تھی۔

مفسر قرآن، ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ، پیر طریقت، رہبر شریعت آفتاب نقشبند، مجدد دوران حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور مریدین نے ۱۹۵۷ء میں ''جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کی بنیاد رکھی تو یہ اس کے نائب امیر مقرر ہوئے۔ مولانا نور محمد کی وفات کے بعد پھر امیر ہوئے۔ تفصیل اصل کتاب میں آگے آرہی ہے۔ شاہ صاحب نے ۱۹۵۸ء میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اہل حق کی جماعت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی۔ کئی بار صلح کی کوششیں کی گئیں مگر شاہ صاحب اپنی بات پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ مستقل ایک فرقہ وجود میں آگیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک علمائے حق اس فتنہ سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔

وجہ تالیف

ہم نے کچھ عرصہ سے اہل باطل کی طرف سے اہل حق کی تردید میں شائع ہونے والی کتب کے جواب میں اہل حق کے دفاع کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ فرقہ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ، فرقہ اہل حدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ، فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ، فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ وغیرہ شائع کر کے بحمد اللہ اہل علم و نظر سے داد تحسین پا چکے ہیں۔ یہ کتب اہل السنت والجماعت عوام کے لئے اپنے مسلک پر مزید پختگی اور اہل باطل کے لئے دعوت فکر کا سامان ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ فرقہ مماتیت اس لحاظ سے دیگر فرق باطلہ سے زیادہ خطرناک ہے کہ یہ اپنی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کرتا ہے۔ طرفہ تماشا دیکھئے کہ اس فرقہ کی طرف سے بہت سی ایسی کتب شائع کی گئی ہیں جن میں ہمارے اکابر کو بہت برا بھلا کہا گیا ہے اور مسائل کو غلط رنگ دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ ہمارے عقیدے اور نظریے کو غلط بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم اپنے عقیدہ اور نظریہ کے تحفظ کے لئے عوام کے سامنے صحیح صورت حال پیش کریں۔ اگر فرقہ مماتیت کے لوگ یہ کتابیں شائع نہ کرتے تو ہم بھی یہ کتاب نہ لکھتے، کیونکہ ان مسائل پر ہمارے اکابر کی کافی کتابیں موجود ہیں۔

باب اوّل

بانی فرقہ مماتیت ...... ایک تعارف

اس باب میں بانی فرقہ مماتیت کا تفصیلی تعارف پیش کیا گیا ہے۔اس باب کے مطالعہ سے بانی موصوف کی پیدائش، تعلیم، تربیت اور اخلاق و کردار کی کچھ جھلکیاں آپ کے سامنے آئیں گی۔

▯بانی فرقہ مماتیت کا مختصر تعارف

اس فرقہ کے بانی سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری ہیں۔عجیب بات ہے کہ تحریک خاکسار کے بانی بھی عنایت اللہ مشرقی تھے (موصوف نے علمائے اہل السنت کے خلاف بہت جگہ پر دل کی بھڑاس نکالی ہے) اور بریلوی مسلک کے مشہور مناظر جو سانگلہ ہل کے رہنے والے تھے ان کا نام بھی ''عنایت اللہ'' ہی تھا۔چوتھے غیر مقلدین کے ایک مشہور عالم دین جو گجرات ہی میں رہتے تھے وہ بھی عنایت اللہ اثری کے نام سے مشہور تھے۔ان چاروں میں جو بات قدر مشترک ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب کے سب قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے تھے۔شاہ صاحب کے نظریات پر آگے بحث آرہی ہے ان شاء اللہ، یہاں پر موصوف کا کچھ تعارف کرانا مقصود ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

نام، ولدیت و تاریخ پیدائش

<u>نام</u>: سید عنایت اللہ شاہ بخاری <u>والد کا نام</u>: سید جلال الدین

شاہ صاحب کی تاریخ پیدائش کے متعلق کچھ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ کون سی تاریخ ہے؟ کیونکہ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں: ''شاہ صاحب ۱۹۱۵ء سے قبل ریاست کشمیر کے علاقہ گونل میں پیدا ہوئے۔'' (سوانح حیات ص۲۶)

۱۹۱۵ء سے قبل کب اور کس تاریخ کو پیدا ہوئے؟ اللہ جانے، اس لئے ہم نے یہ بات لکھی ہے کہ شاہ صاحب کی تاریخ پیدائش کا صحیح علم نہیں ہے۔

تعلیم و تربیت

شاہ صاحب کے سوانح نگار لکھتے ہیں: ''آپ نے آنکھ کھولی تو تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔'' (سوانح حیات ص۲۷)

محترم قارئین! آنکھ تو پیدا ہوتے ہی کھل جاتی ہے۔کیا پہلے دن ہی سے تعلیم شروع کردی گئی تھی؟ شاہ صاحب کے عقیدت مندوں کا حال بھی بالکل ویسا ہی ہے جیسے احمد رضا کے عقیدت مندوں کا۔

سوانح حیات کے ص۲۷ پر لکھا ہے: ''بغدادی قاعدہ اور قرآن پاک کے پہلے پارے کا کچھ حصہ والد صاحب سے اور چوتھے پارے تک والدہ ماجدہ سے پڑھا۔'' کس عمر میں پڑھا؟ یہ معلوم نہیں ہے۔

شاہ صاحب کا مسجد میں سونا

سوانح نگار نے شاہ صاحب کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے واقعہ لکھا ہے: ''اباجی بلاناغہ تہجد کے لئے اٹھا کرتے تھے، میں ان کے ساتھ ہی سویا کرتا تھا۔رات کو باقاعدہ مجھے اٹھا کر ساتھ مسجد لے جاتے اور فرماتے: ''اگر سونا بھی ہو

تو مسجد میں جا کر ہی سو جانا۔'' شاید اسی تربیت کا اثر ہے کہ زندگی بھر نماز تہجد قضا نہیں ہوتی۔'' (سوانح حیات ص ۲۷، ۲۸)

یہ واقعہ سوانح نگار کو شاہ صاحب نے خود سنایا ہے۔ اس میں دو باتیں وضاحت طلب ہیں:

(۱) مسجد میں جا کر سونا۔ (۲) تہجد مسجد میں جا کر ادا کرنا۔

شریعت میں مسجد میں سونا کیسا ہے؟ جب کہ کوئی خاص عذر بھی نہ ہو یہ تو شاہ صاحب کے ''عقیدت مند'' ہی بتائیں گے اور تہجد تو گھر میں ادا کرنا سنت ہے، نہ یہ کہ مسجد میں اس کی ادائیگی کے لئے سونے کا اہتمام کرنا چاہئے اور یہ کس سن کی بات ہے؟ اس وقت شاہ صاحب کی عمر کیا تھی؟ کچھ معلوم نہیں۔

سکول کی تعلیم

پانچ چھ سال کی عمر میں اسکول میں داخلہ لیا اور ممتاز و منفرد طالب علم کی حیثیت سے نویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ (سوانح حیات ص ۲۸)

فارسی ادب اور صرف نحو کی تعلیم

سوانح نگار لکھتے ہیں: فارسی آپ نے اپنے والد ماجد سے اسکول کی تعلیم کے دوران میں ہی پڑھ لی تھی...... علاوہ ازیں صرف و نحو کے ابتدائی قاعدے بھی والد صاحب نے خود پڑھا دیئے تھے۔ (سوانح حیات ص ۲۹)

عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے گجرات آنا

اسکول کی تعلیم شاہ صاحب نے صرف نویں جماعت تک مکمل کی، اس کے بعد آپ عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے گجرات آئے۔ سوانح نگار لکھتا ہے: ''پہلی مرتبہ دینی علوم کے طالب علم کی حیثیت سے گجرات تشریف لائے۔'' (سوانح حیات ص ۲۹)

آپ جب گجرات صوفی عبدالرحمٰن صاحب کے پاس آئے، اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ سوانح نگار نے یہ نہیں بتایا۔ بہر حال آپ نے درس نظامی کی کئی کتابیں یہاں پر پڑھیں۔

سوانح نگار لکھتا ہے: ''فقہ میں ھدایہ تک، نحو میں عبدالغفور تک اور اصول فقہ میں نور الانوار تک نیز ادب کے علم میں مقامات حریری اور دوسری کافی کتابیں پڑھ لی تھی۔'' (سوانح حیات ص ۳۰)

مفتی اعظم آزاد کشمیر سے تلمذ کی داستان

سوانح نگار لکھتا ہے: ''انہی دنوں کچھ ایام کے لئے مولانا عبدالرحمٰن صاحب مفتی اعظم آزاد کشمیر گجرات آئے تھے۔ شاہ جی نے ان سے بھی چند اسباق پڑھے۔'' (سوانح حیات ص ۳۰)

کس کتاب کے پڑھے؟ کس مدرسہ میں پڑھے؟ کچھ علم نہیں اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفتی اعظم صوفی عبدالرحمٰن کے ہاں آئے تھے یا کسی اور جگہ؟ گمان غالب ہے کہ صوفی عبدالرحمٰن کے ہاں کا ہی یہ واقعہ ہو۔

بابا اُنھی والوں سے استفادہ

شاہ صاحب تعلیم کے لئے مستقل طور پر اُنھی تشریف نہیں لے گئے بلکہ صوفی عبدالرحمٰن کے ہاں جب زیر

تعلیم تھے اس وقت صرف کافیہ کے چند اسباق باباجی سے پڑھے تھے۔آپ کے سوانح نگار کے بیان کا خلاصہ یہ ہے شاہ جی کی خوش نصیبی ہی کہیے کہ استاذ الکل مولانا غلام رسول صاحب انھی والے ایک دیوانی مقدمہ کے سلسلہ میں گجرات آئے اور صوفی عبدالرحمٰن صاحب کے ہاں دس بارہ دن قیام کیا۔شاہ صاحب نے علم نحو کی مشہور اور مشکل ترین کتاب جسے علم نحو میں مرکزی حیثیت حاصل ہے(کافیہ)ان ایام میں حضرت الاستاذ سے پڑھی۔(سوانح حیات ص ۳۰)

مولانا شیخ محمد عبداللہ ملکے والوں سے اکتساب فیض

سوانح نگار لکھتا ہے:''بعد ازاں آپ نے مولانا شیخ محمد عبداللہ صاحب ملکے والوں سے اکتساب فیض کیا جو علوم عربیہ خصوصاً ادب اور فقہ میں خصوصی شہرت کے جاہل [اصل کتاب میں جاہل لکھا ہوا ہے، ہونا چاہئے تھا: حامل۔از ناقل] اور علوم عربیہ کے طلبا کا مرجع تھے۔آپ نے ان سے علم ادب، علم عروض اور علم وراثت کی کتابیں پڑھنے کے علاوہ عربی سے اردو اور اردو سے عربی ترجمہ کرنے کی مشق بھی کی۔'' (سوانح حیات ص ۳۱)

یہ کس سن کا واقعہ ہے؟اس وقت آنموصوف کی عمر کتنی تھی؟اور آپ نے خود ملکے جا کر پڑھا ہے یا یہ بزرگ بھی صوفی عبدالرحمٰن صاحب کے ہاں جہاں پر آپ زیر تعلیم تھے، آ گئے تھے؟اور علم ادب میں کون سی کتاب پڑھی؟ علم عروض میں کون سی؟میراث میں کون سی؟؟ کچھ پتہ نہیں۔

مشکوٰۃ والا سال

سوانح نگار لکھتا ہے:''پھر اپنے استاذ خاص صوفی عبدالرحمٰن صاحب سے مشکوٰۃ شریف اور جلالین بھی پڑھی۔'' (سوانح حیات ص ۳۱)

مشکوٰۃ اور جلالین کس سن میں پڑھی؟کوئی علم نہیں، صوفی صاحب سے پڑھ کر کیا آپ دوران تعلیم ملکے گئے تھے، پھر ملکے سے واپس آ کر دوبارہ صوفی عبدالرحمٰن سے مشکوٰۃ پڑھی؟ سوانح نگار بتا سکا نہ شاہ صاحب نے خود یہ وضاحت کی ہے۔بہرحال جو معلومات شاہ صاحب کی سوانح سے حاصل ہوئیں ان کا خلاصہ اس طرح بنتا ہے کہ شاہ صاحب نے سکول میں نویں جماعت پڑھ کر صوفی عبدالرحمٰن صاحب سے مشکوٰۃ تک تعلیم حاصل کی۔

شاہ صاحب نے مشکوٰۃ کس سن میں ختم کی اور اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟اس کا تو ہمیں علم نہ ہو سکا مگر عام رواج کے مطابق مدارس اسلامیہ کے طالب علم مشکوٰۃ شریف کے بعد دورہ حدیث شریف کرتے ہیں اور اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی مکتب فکر کے مشہور مدارس میں مکمل دورہ حدیث ہوتا تھا۔شاہ صاحب نے دورہ حدیث کہاں کیا؟کس مدرسہ میں کیا؟یہ ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں۔

مفتی اعظم ہند سے ترمذی شریف پڑھنا

سوانح نگار لکھتا ہے:''پھر دہلی جا کر کچھ عرصہ فقہ کے امام مولانا محمد کفایت اللہ صاحب کی خدمت میں گزارا اور آپ سے ترمذی شریف پڑھی۔'' (سوانح حیات ص ۳۱)

یہاں پر بھی سوانح نگار نے یہ نہیں بتایا کہ شاہ صاحب کس سن ہجری میں، کس مہینے میں دہلی گئے، کتنا عرصہ مفتی کفایت اللہ صاحب سے پڑھا اور صرف ترمذی ہی کیوں پڑھی مکمل دورہ حدیث حضرت کے ہاں کیوں نہیں

پڑھا؟ جب کہ مفتی صاحب کے ہاں مکمل دورہ حدیث ہوتا تھا جیسا کہ سید محمد حسین شاہ نیلوی صاحب کے حالات میں لکھا ہے کہ دورہ حدیث حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا ضیاء الحق اور مولانا خدا بخش بھیروی سے پڑھا۔

(چمنستان اشاعت التوحید والسنۃ ص ۱۸۰)

جب مدرسہ امینیہ دہلی میں مکمل دورہ حدیث ہوتا تھا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے صرف اور صرف ''ترمذی'' مفتی کفایت اللہ صاحب سے پڑھی، باقی حدیث کی کتابیں وہاں کیوں نہیں پڑھیں اور ترمذی شریف پڑھنے کے لئے حضرت شاہ صاحب نے کتنا عرصہ مدرسہ امینیہ دہلی میں قیام فرمایا؟ یہ سوانح نگار نے ذکر نہیں کیا۔ اگر شاہ صاحب سارا سال وہاں پر رہے ہیں تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب نے پہلے دورہ حدیث مفتی صاحب سے کیا، پھر دوبارہ دوسری جگہ پر کیا، مگر ایسا نہیں ہے اگر یہ بات ہوتی تو شاہ صاحب کے عقیدت منداس بات کو بہت اُچھالتے۔

آں موصوف کی سوانح سے ثابت ہوا کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے صرف ترمذی شریف پڑھی تھی، کتنے عرصہ میں؟ یہ پتہ نہیں۔

مولانا شیر محمد شرقپوری سے بیعت ہونا

سوانح نگار لکھتا ہے: ''شاہ جی کو محقق عصر علامہ محمد شاہ انور شاہ کشمیری سے قلبی تعلق اور دلی لگاؤ تھا (شاہ صاحب کے سوانح نگار خیر سے ''علامہ'' ہیں اور ہیں بھی عنایت اللہ گجراتی، مگر حالت یہ ہے کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح نام لکھنا بھی نہیں آتا: از ناقل)۔ شاہ صاحب (عنایت اللہ شاہ) گجرات میں تعلیم کے دوران (جس وقت صوفی عبدالرحمٰن سے پڑھتے تھے) میں ولی کامل میاں شیر محمد صاحب شرقپوری سے بیعت بھی ہوئے تھا۔ (یہاں پر ہونا چاہئے تھا: ''ہوئے تھے'' چونکہ اصل کتاب میں ''تھا'' لکھا ہوا ہے، ہم نے بھی وہی لفظ لکھ دیا ہے: از ناقل) اور انہوں نے فرمایا تھا کہ دیوبند جا کر دورہ پڑھ آؤ۔''　　(سوانح حیات ص ۳۱)

اس عبارت سے ثابت ہو رہا ہے کہ شاہ صاحب نے ابھی تک مکمل دورہ حدیث نہیں پڑھا تھا تب ہی تو میاں شیر محمد صاحب نے فرمایا کہ دیوبند جا کر دورہ پڑھ آؤ۔ اگر مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی سے دورہ حدیث پڑھا ہوتا تو پھر یہ نہ کہا جاتا کہ دیوبند میں دوبارہ پڑھ آؤ، یا شاہ صاحب میاں صاحب کو جواب میں کہتے کہ حضرت! میں نے الحمدللہ ایک بار تو دورہ حدیث پڑھ لیا ہے، آپ کے حکم سے دوبارہ دیوبند جا کر بھی پڑھ آتا ہوں، مگر ایسا نہیں ہوا۔ ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ شاہ صاحب نے مفتی صاحب سے مکمل ترمذی بھی نہیں پڑھی ہوگی شاید ترمذی شریف کے کسی سبق میں شرکت کی ہوگی اس لئے سوانح نگار نے لکھ دیا۔ نیز میاں شیر محمد شرقپوری بریلوی طبقہ کے تھے یا دیوبندی طبقہ سے ان کا تعلق تھا؟ ہر آدمی جانتا ہے کہ شرقپوری صاحب بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ شاہ صاحب کے سوانح نگار نے اس کتاب میں کئی جگہ لکھا ہے کہ شاہ صاحب کے والد ماجد اور چچا جان بڑے عالم فاضل اور مناظر تھے، بہت بڑا علمی گھرانہ تھا مگر ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے شاہ صاحب کی اتنی بھی تربیت نہیں فرمائی تھی کہ وہ اپنے اور بیگانے کو پہچان سکیں۔ خود شاہ صاحب اس وقت کوئی بچے نہیں تھے۔ سکول سے نویں جماعت پاس کر کے صوفی عبدالرحمٰن کے پاس آئے تھے اور یہاں پر کافی عرصہ آپ نے تعلیم حاصل کی، اُولیٰ سے لے کر مشکوٰۃ تک آپ

نے یہاں پر پڑھا ہے۔ یہ عرصہ ۵ یا ۶ سال سے کم نہیں بنتا۔ اگر ۵ سال بھی تسلیم کریں تو شاہ صاحب کی بیس سال عمر بنتی ہے۔ مولانا شیر محمد شرقپوری دیوبند سے بھی محبت والا معاملہ فرماتے تھے مگر ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اکابر علمائے دیوبند میں سے نہیں تھے بلکہ ان کی تمام چیزیں اور رسوم و رواج بریلویوں والے ہی تھے اور آج بھی اُن کی گدی پر تمام رسوم و رواج اُسی طرح ہیں۔ بیس سال کی عمر تک شاہ صاحب پر یہ راز منکشف نہ ہوسکا۔ آپ کے استاذ صوفی عبدالرحمٰن صاحب نے بھی آپ کو نہیں بتایا۔

سوانح نگار آگے لکھتا ہے: ''مگر چونکہ شاہ صاحب اس وقت ''سورت'' جا چکے تھے، اس لئے دیوبند تشریف نہ لے جاسکے بلکہ سیدھے ''سورت'' پہنچے جہاں مدرسہ محمدیہ راندھیر میں داخلہ لیا اور دو سال قیام فرمایا۔''
(سوانح حیات ص ۳۱)

سوانح نگار نے لکھا ہے کہ: ''اس وقت سورت جا چکے تھے'' یہ بالکل جھوٹ ہے، آپ ترمذی پڑھ کر واپس آگئے تھے یا نہیں؟ سوانح میں تو موجود نہیں ہے، مگر لگتا ایسے ہے کہ شاہ صاحب ترمذی پڑھ کر واپس تشریف لے آئے ہوں گے تب ہی تو میاں صاحب سے ملاقات ہوئی اور دیوبند جانے کی تجویز آپ نے دی۔ اگر یہ تجویز مشکوٰۃ والے سال کے دوران کی ہے تو پھر پہلے آپ مفتی صاحب کے پاس کب گئے تھے؟ ''سورت جا چکے تھے'' والی بات پھر بھی نہیں بنتی اور آگے جملہ ہے: ''سیدھے سورت پہنچے'' یہ پہنچنا پہلی بار تھا نہ کہ دوسری بار۔ ہمیں ایسے لگتا ہے کہ سوانح نگار بالکل شاہ صاحب کی تاریخ سے جاہل ہے۔

بہرحال شاہ صاحب نے اس وقت میاں صاحب کی تجویز نہیں مانی، آپ ''دیوبند'' کے بجائے ''سورت'' تشریف لے گئے۔ سوانح نگار لکھتا ہے: ''پہلے سال ادب، منطق، اصول فقہ اور باقی علوم کی جو کتابیں رہتی تھیں، پڑھیں۔'' (سوانح حیات ص ۳۱)

قارئین کرام! اس عبارت کو بار بار پڑھیں۔ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے اپنے والد، صوفی عبدالرحمٰن، بابا غلام رسول اُنھی والے، مولانا شیخ محمد عبداللہ مَلکے والوں سے تمام علوم و فنون حاصل کئے، جب کہ سوانح نگار لکھتے ہیں: ''شاہ جی کا بیان تھا کہ میں نے علم صرف کی ابتدائی کتاب قانونچہ کھیوالی صرف ۴۳ دن میں حفظ کرلیا تھا، قانون سب کے سب ازبر تھے، مشکل سے مشکل تعلیل چند منٹوں میں کرتا اور ادق ترین صیغے نکالنا میرے لئے معمولی بات تھی۔ چنانچہ چند سالوں میں آپ نے مولانا عبدالرحمٰن سے فقہ میں ہدایہ تک، نحو میں عبدالغفور تک، منطق و معقول میں حمد اللہ تک، فلسفہ میں میبذی تک، علم معانی و بلاغت میں مختصر معانی تک اور اصول فقہ میں نور الانوار تک، نیز ادب علم میں مقامات حریری اور دوسری کافی کتابیں پڑھ لی تھیں اور علوم و فنون میں کافی شہرت حاصل کرلی تھی۔''
(سوانح حیات ص ۳۱)

قارئین! جس نے یہ تمام کتابیں پڑھ لی ہوں بلکہ دوسری ''کافی کتابیں'' بھی پڑھی ہوں، اس کو دوبارہ پھر ادب، منطق، اصول فقہ، پڑھنے کی ضرورت ہے؟ جب کہ سوانح نگار نے وضاحت سے لکھا ہے کہ: ''باقی علوم کی جو کتابیں رہتی تھیں، پڑھیں۔''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی بہت سے کتابیں رہتی تھیں جو آپ نے سورت جا کر پڑھی ہیں۔ سوانح نگار ویسے ہی جھوٹ بولنے کا عادی معلوم ہوتا ہے جو شاہ صاحب کی شان بڑھانے کے لئے ادھر اُدھر کی مار رہا ہے۔

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

ایک شخص مفتی کفایت اللہ دہلوی سے ترمذی بھی پڑھ آئے اور پھر سورت میں فنون کی کتابیں بھی مکمل کرے؟ یہ کیسا عجیب طالب علم ہے! سوانح نگار مزید لکھتا ہے: ''اور دوسرے سال دورہ حدیث میں شریک ہوئے۔ جہاں نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور شمائل ترمذی مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب سے پڑھیں جو دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم رہے۔'' (سوانح حیات ص ۳۱)

یہاں پر بھی شاہ صاحب نے بخاری شریف، مسلم شریف، موطا امام مالک، موطا امام محمد، طحاوی شریف نہیں پڑھی تھیں۔

قرأت وتجوید کا علم

اس فن میں بھی شاہ صاحب نے کوئی مستقل تعلیم حاصل نہیں کی تھی اور نہ ہی آپ کوئی اونچے درجہ کے قاری تھے۔ سوانح نگار لکھتا ہے: ''اور ساتھ ہی ساتھ قرأت وتجوید قاری سید محمد ابراہیم صاحب سے سیکھتے رہے۔''
(سوانح حیات ص ۳۱)

کون کون سی کتابیں پڑھیں؟ کوئی علم نہیں۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیری کی خدمت میں

سوانح نگار لکھتا ہے: ''اس کے بعد اقلیم علم کے تاجدار اور علوم متداولہ کے بحر ذخار علامہ شاہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (یہاں پر بھی نام غلط لکھا ہے۔ از ناقل) کی خدمت عالیہ میں حاضری اور فیوضات کے حصول کی مستقل سعادت ہوئی۔

آپ نے بیان فرمایا کہ جب میں علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو جاتے ہی کشمیری زبان میں چند باتیں کیں۔ آپ بڑے خوش ہوئے اور شاداں وفرحان مجھے مہتمم صاحب کے پاس لے گئے اور فرمایا مولانا یہ ہمارے ایک طالب علم آئے ہیں ان کو داخل فرمالیں۔'' (سوانح حیات ص ۳۲)

یہ کس سن کا واقعہ ہے؟ کچھ علم نہیں۔ مدرسہ محمد یہ راندھیر سورت سے آپ کب فارغ ہوئے؟ کوئی اتا پتا نہیں۔ وہاں سے سند ملی یا نہیں؟ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح مفتی کفایت اللہ دہلوی سے ترمذی پڑھنے کے بعد سند ملی یا نہیں؟ مفتی صاحب نے اگر اصل سند نہیں دی تو کوئی اعزازی سند ضرور عطا کی ہوگی مگر سوانح نگار نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ لازمی بات ہے کہ شاہ صاحب مفتی مہدی حسن سے پڑھ کر اگلے سال ہی ڈابھیل گئے ہوں گے۔ شروع سال میں گئے یا درمیان میں؟ کتنا عرصہ وہاں پر قیام فرمایا؟ حضرت سے حدیث کی کون سی کتاب پڑھی؟ اس بارے میں سوانح نگار خاموش ہے۔ ہاں البتہ اجمالی طور پر لکھتا ہے: ''چنانچہ شاہ جی حضرت کی خدمت میں رہ کر علم وعرفان کی دولت دونوں ہاتھوں سے سمیٹتے رہے اور مالا مال ہو کر واپس آئے۔'' (سوانح حیات ص ۳۲)

شاہ صاحب نے مفتی مہدی حسن سے دورے کی جو کتابیں نہیں پڑھیں تھی وہ علامہ کشمیری سے لازمی پڑھنی چاہئیں تھیں، خصوصاً بخاری، مسلم، وغیرہ۔ ڈابھیل میں علامہ کشمیری کے علاوہ شاہ صاحب کے اور کون کون سے

استاذ تھے؟ کیوں کہ دورہ حدیث کی تمام کی تمام کتابیں تو علامہ کشمیری نہیں پڑھاتے تھے، لیکن سوانح نگار نے کسی استاذ کا ذکر نہیں کیا یہاں تک تو اولی سے لے کر دورہ حدیث تک کا ''ذکرِ خیر'' ہوا۔

علم تفسیر: سوانح نگار نے اس کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔ بلکہ صرف یوں لکھا: ''فراغت کے بعد شاہ صاحب نے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ سے ان کی خاص طرز پر واں بھچراں ضلع میانوالی جا کر قرآن پاک پڑھا اور اجازت حاصل کی اور اسی طرح مولانا احمد علی صاحب مرحوم سے ملتان جیل میں عبید اللہ سندھی کے طرز پر قرآن پاک پڑھا۔'' (سوانح حیات)

محترم قارئین! شاہ صاحب کی سوانح حیات سے جو کچھ تعلیم کے متعلق ہمیں معلوم ہوا ہے، ہم نے اسے نقل کر دیا ہے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد

کیا شاہ صاحب نے تدریس فرمائی ہے؟ آپ کی سوانح حیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مستقل طور پر کسی جگہ بھی تدریس نہیں فرمائی۔ ملاحظہ فرمائیں:

حوالہ نمبر ۱: آپ نے کچھ دن ڈابھیل میں خدمت تدریس سرانجام دینے کا فخر حاصل کیا۔ لیکن رمضان شریف کی آخری تاریخوں میں والدہ ماجدہ کا مکتوب آ گیا جس میں ان کے ایک شدید حادثہ میں مجروح ہونے کی اطلاع تھی۔ چنانچہ اس حادثہ کے بعد شاہ صاحب کو مجبوراً گجرات واپس آنا پڑا۔ (سوانح حیات ص ۳۵)

اس سے صرف کچھ دن پڑھانا تو ثابت ہوا لیکن کون سی کتاب پڑھائی؟ اس کا پتہ نہیں۔

حوالہ نمبر ۲: واپس گجرات پہنچے اور دولت نگر اپنے وطن میں پورا ایک سال طلباء کو پڑھاتے رہے۔ طالب علم شاہ صاحب کی علمی شہرت سن کر گجرات سے آ گئے تھے۔ (سوانح حیات ص ۳۵)

گزارش ہے کہ کیا پڑھاتے رہے؟ کتنے طلباء تھے؟ کس مدرسہ میں پڑھایا؟ گھر میں یا مسجد میں؟ سوانح حیات میں کوئی تفصیل موجود نہیں ہے۔

حوالہ نمبر ۳: ایک سال کے بعد مولانا صوفی عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ شاہ صاحب گجرات آکر پڑھائیں۔ چنانچہ جہاں آپ پڑھتے رہے تھے، وہیں پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی اور کافی عرصہ وہاں پڑھاتے رہے۔ آپ کی علمی شہرت طلباء میں کافی تھی، علم نحو اور علم معانی بڑے شوق سے پڑھاتے تھے۔ (سوانح حیات ص ۳۲)

سوانح نگار نے یہاں لکھا ہے کہ آنموصوف ''کافی عرصہ وہاں پڑھاتے رہے'' یعنی شمار سے باہر ہے اور صفحہ ۳۶ پر لکھا ہے کہ آپ نے کم وبیش چھ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔

حوالہ نمبر ۴: درس نظامی مکمل طور پر پڑھایا۔ مشکوۃ شریف، جلالین اور ترمذی کئی مرتبہ پڑھائیں۔ (سوانح حیات ص ۳۶)

جھوٹ بولنے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے مگر یہاں تو وہ بھی نہیں۔ کل مدت تدریس کی ہے: چھ سال، جس میں سے کئی دن ڈابھیل میں پڑھایا، پھر ایک سال دولت نگر اپنے گاؤں میں، باقی پانچ سال بچتے ہیں۔ اگر آپ کو پہلے سال ہی ترمذی مل گئی تھی تو صرف پانچ سال بنتے ہیں تو یہ ''کئی مرتبہ'' کیسے بن گیا؟ اور جس زمانہ میں آپ صوفی

عبدالرحمٰن سے پڑھتے تھے اس وقت یہاں پر ترمذی نہیں پڑھائی جاتی تھی بلکہ آپ نے مفتی کفایت اللہ سے جا کر پڑھی تھی۔ کس زمانہ میں صوفی صاحب نے ترمذی پڑھانی شروع کی؟ کیا کوئی شاہ صاحب کا عاشق بتا سکتا ہے؟

سب جھوٹ ہے۔ شاہ صاحب مدرس تھے ہی نہیں۔ اگر آپ نے پانچ سال ترمذی پڑھائی تھی تو شاگردوں کے نام تو بتائے جائیں؟ کس مخلوق کو پڑھاتے رہے؟

ایک دلچسپ عنوان

سوانح حیات ص ۳۷ پر ایک عنوان قائم کیا گیا ہے: ''تبلیغی خدمات''

یہ ٹھیک ہے کہ شاہ صاحب خطیب تھے، جمعہ وغیرہ پڑھا لیتے تھے اور جلسہ میں تقریر کرنے کا آپ کو طریقہ بھی تھا۔ آپ نے دین کی اشاعت میں حصہ لیا۔ مگر یہ سب کچھ اس وقت تک جب تک آپ کے عقائد درست تھے، جب سن ۱۹۵۶ء کے لگ بھگ آپ نے عقیدہ حیات النبی ﷺ کا کھل کر انکار کیا تو اس وقت سے مرتے دم تک آپ کی تبلیغ صرف اور صرف اسی مسئلہ کے گرد گھومتی رہی۔ ہر جگہ اور ہر مقام پر شاہ صاحب یہ مسئلہ ضرور بیان کرتے تھے کہ مردے نہیں سنتے اور مردے سب برابر ہیں، نبی ہو یا کوئی اور۔

سیاسی خدمات میں حصہ

شاہ صاحب نے مجلس احرار اسلام اور جمعیۃ العلماء ہند میں بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ مگر شاہ صاحب مستقل مزاج نہیں تھے بلکہ انتہا پسند آدمی تھے۔ اس لئے کسی جماعت میں بھی زیادہ دیر کام نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی سوانح میں اس کی تفصیل نہیں ہے کہ کتنا کتنا عرصہ؟ کس جماعت میں کام کیا؟ (دیکھئے: سوانح حیات ص ۳۹)

شاہ صاحب اور پگڑی

سر پر سفید کپڑے کی ٹوپی اکثر اور قلی کی ٹوپی بھی استعمال فرماتے تھے۔ بعض احباب سے معلوم ہوا ہے کہ شاہ جی جوانی میں پگڑی بھی باندھا کرتے تھے لیکن پھر پگڑی کبھی استعمال نہیں فرمائی۔ (سوانح حیات ص ۴۱)

سنت سنت کی رٹ لگانے والو! ذرا سوچو!!

<u>طرز تحریر</u>: سوانح نگار لکھتا ہے: ''میرا خیال تھا شاہ جی تحریر سے شغف نہیں رکھتے، لیکن آپ کے قلم سے بعض پمفلٹ (اصل کتاب میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ ہونا چاہئے تھا پمفلٹ۔ از ناقل) اور اشتہارات اور آپ کے مکتوبات دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریر کی طرح تحریر میں بھی بڑی سلاست اور شستگی تھی۔'' (سوانح حیات ص ۴۵)

شاہ صاحب نے کوئی کتاب نہیں لکھی: سوانح نگار لکھتا ہے: ''کوئی کتاب نہ لکھنے کی وجہ غالباً پہلے تعلیمی اور پھر تبلیغی مصروفیات اور ناسازی۔'' (سوانح حیات ص ۴۵)

یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے، بعض بزرگوں نے کتابیں نہیں لکھیں۔ ہم نے صرف شاہ صاحب کے عقیدت مندوں کو بتانے کے لئے یہ بات ذکر کی ہے۔

<u>ضروری نوٹ</u>: شاہ صاحب کے عقیدت مندوں نے شاید اس کمی کو عیب شمار کیا، اس لئے انہوں نے ''افادات بخاری'' کے نام سے ایک مجموعہ شائع کیا۔ اس مجموعہ میں شاہ صاحب کے پمفلٹ، اشتہار، انٹرویو اور

بعض تقاریر شامل ہیں۔ جمع کرنے والے محمد اشرف سلیم ہیں۔ اس میں بھی قطع و برید کرکے چیزوں کو جمع کیا گیا ہے۔ ’’نغمہ توحید‘‘ کے مضامین سے تقابل کرکے دیکھ لیں۔

محمد اشرف سلیم لکھتے ہیں: ’’اگرچہ حضرت شاہ صاحب کو رب لم یزل نے بے شمار خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا، مگر تقریر کی مصروفیت نے انہیں تحریر سے روک رکھا تھا۔ ان کے نقوش قلم کو تلاش کرنا پانی میں نقوش قدم تلاش کرنے کے مترادف ہے۔‘‘ (افادات بخاری ص ۱۳ تحت عنوان عرض ناشر)

سوانح نگار نے ص ۶۳ پر ’’روحانیت وتصوف‘‘ کا عنوان قائم کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ شاہ صاحب پہلے میاں شیر محمد شرقپوری جو بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے، سے بیعت تھے۔ شاہ صاحب میاں صاحب سے کتنا عرصہ روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے رہے اور پھر دوسری بیعت کیوں کی؟ اور وہ بھی نقشبندی ہی سلسلہ میں جب کہ پہلا سلسلہ بھی نقشبندی ہی تھا، یہ بات سوانح نگار نے نہیں بتائی۔ ص ۶۳ تا ص ۸۰ پر یہ بحث پھیلی پڑی ہے مگر اس میں یہ ذکر نہیں کیا کہ شاہ صاحب نے عمر کے کس حصہ میں حضرت مولانا حسین علی صاحب سے تجدید بیعت فرمائی، ان کی خدمت میں کتنا عرصہ رہے اور کس سن میں آپ کو خلافت سے نوازا گیا۔ نیز اس سلسلہ میں ایک خاص بات قابل غور ہے کہ شاہ صاحب ماشاء اللہ سادات خاندان سے ہیں اور خاندان بھی وہ جو ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں مشہور ہے پیروں کا خاندان، اور شاہ صاحب کے والد اور چچا جان بھی بڑے مشہور آدمی تھے جیسا کہ سوانح حیات میں موجود ہے۔ تو شاہ صاحب نے اپنا خاندانی سلسلہ جو سرخ لال شاہ بخاری اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت والا تھا، وہ کیوں نہیں چلایا۔

شاہ صاحب کے مرید کی تہذیب

سوانح نگار نے شاہ صاحب کے حج پر جانے کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، وہ ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں جس سے شاہ صاحب کے مرید کی ’’تہذیب‘‘ کا پتہ چلتا ہے۔ سوانح حیات کے مصنف علامہ عنایت اللہ گجراتی سابق خطیب منڈی بہاؤالدین شاہ صاحب کے خاص مریدین میں سے تھے، جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کے پاس اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ علامہ عنایت اللہ لکھتے ہیں:

۱۹۵۸ء میں جب شاہ جی حج پر جانے لگے تو جامع مسجد کالری گیٹ میں روانگی سے قبل جمعہ کے اجتماع عظیم سے خطاب فرمایا۔ قرآن کریم سے مشرکین مکہ کی قرآن سے دشمنی اور عداوت کے واقعات ارشاد فرماتے رہے، فرمایا: وہ لوگ بھی آنحضرت ﷺ سے کہا کرتے تھے کہ مسئلہ ذرا نرم کرکے (تیل لگا کر) سنایا کریں۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ صاف اور واضح مسئلہ سمجھایا اور بیان فرمایا۔ شاہ جی جوش میں آکر منبر پر کھڑے ہوگئے اور فرمایا: لوگو میں حج پر جا رہا ہوں، زندگی کا پتہ نہیں، پھر آؤں یا نہ آؤں، مسئلہ سن لو! میں نے آج تک جو مسئلہ توحید تمہیں سنایا، حق وہی ہے۔ پھر پنجابی میں فرمایا: ’’میں مسئلہ رڑے چاہڑ کے جا رہیاں‘‘ یعنی میں مسئلہ بالکل واضح کرکے جا رہا ہوں تاکہ کل میدان حشر میں کوئی عذر نہ کر سکے۔ (سوانح حیات ص ۱۰۹)

قارئین کرام! اصل کتاب میں اسی طرح بریکٹ کے اندر یہ الفاظ ’’تیل لگا کر‘‘ لکھے ہوئے ہیں جو شاہ صاحب کے مرید کے ذہن کی عکاسی کر رہے ہیں۔

الہام پر عمل کرنا

سوانح نگار نے ص ۱۱۰ تا ص ۱۱۴ شاہ صاحب سے متعلق ایک لمبا واقعہ نقل کیا ہے۔ ص ۱۱۳ سطر نمبر ۱۳ تا سطر نمبر ۱۷ میں ہے: میں نے (شاہ جی نے) عرض کی: حضرت! (مراد حضرت سے مولانا حسین علی ہیں) حدیث بھی آپ مجھ سے سن لیں اور اجازت فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا: قرآن، حدیث، فقہ، سب کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے بعد مجھ پر رقت طاری ہوگئی اور میں رونے لگا، آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور داڑھی تر ہوگئی، میں نے روتے روتے عرض کی: حضرت اتنا بڑا بوجھ میں کیسے اٹھا سکوں گا؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: گھبراؤ نہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو القاء ہوا ہے وہی کیا ہے۔ شاہ جی یہ تمام داستان سنا چکے تو اپنے مربی و محسن اور پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اور دینی مجاہدانہ کارنامے اور خدمات قرآن کریم کا تذکرہ بھی بڑے پیارے انداز سے فرمایا جو طوالت کے خوف سے یہاں درج نہیں کیا جا سکتا۔ (سوانح حیات ص ۱۱۳)

اگر شاہ صاحب ماننے پر آئے تو خواب اور الہام کو بھی مان لیتے ہیں، اگر انکار پر آئے تو پھر احادیث صحیحہ اور اجماع امت کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔ فوا اسفا

شاہ صاحب کی انفرادی رائے

سوانح نگار لکھتا ہے: ''ان کی زندگی میں ایسے وقت بھی آئے جب وہ اپنے مؤقف میں اکیلے ہی رہ گئے۔'' (سوانح حیات ص ۸۰)

فرق باطلہ سے مناظرے

سوانح نگار نے ص ۸۱ پر عنوان قائم کیا ہے اور ص ۸۴ پر ختم بھی کر دیا۔ آپ اسے بار بار پڑھیں اور ہر بار سوانح نگار کو جھوٹ بولنے کی داد دیں۔ ہم نے پہلے عرض کیا تھا کہ شاہ صاحب کے عقیدت مند بالکل احمد رضا خان بریلوی کے عقیدت مندوں کی طرح ہیں۔ جو بات شاہ صاحب میں نہیں پائی جاتی اس کو جھوٹ بول کر ثابت کرنا ہے۔

شاہ صاحب مناظر نہیں تھے، یہ کوئی عیب کی بات نہیں، یہ تسلیم کر لینا چاہئے۔ مولانا غلام اللہ خان، قاضی شمس الدین وغیرہ مناظر تھے اس میں کوئی شک نہیں۔ شاہ صاحب نے کبھی بھی کوئی باقاعدہ مناظرہ نہیں کیا اور نہ کر سکتے تھے۔ ہمارے اس دعوے کا ثبوت ایک واقعہ سے ہوتا ہے جس میں شاہ صاحب نے مسلک بریلویت سے صلح کر لی تھی۔

شاہ صاحب کی مسلک بریلویت سے صلح

شاہ صاحب جب گجرات تشریف لائے اور کالری دروازہ میں خطیب مقرر ہوئے۔ اس وقت بریلوی مسلک کے احمد یار خان نعیمی گجراتی بھی گجرات میں پاکستان چوک کے قریب رہائش پذیر تھے اور غوثیہ مسجد کے خطیب تھے۔ شاہ صاحب اور مفتی احمد یار خان کے درمیان کچھ اختلافی مسائل پر ''بات چیت'' ہوئی، مماتی اس کو باقاعدہ مناظرہ تسلیم نہیں کرتے صرف ''بات چیت'' کہتے ہیں، جب کہ بریلوی اس کو مناظرہ کہتے ہیں۔ چلو، ہم مماتیوں کی بات مان لیتے ہیں کہ وہ باقاعدہ مناظرہ نہیں تھا، مگر شاہ صاحب بات چیت میں بھی نہ چل سکے اور اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے دستخط فرما دیئے۔

مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی (م ۱۴۲۹ھ) لکھتے ہیں:

مولانا موصوف کسی مستقل مزاج کے مالک نہیں، اگر تشدد پر اتر آئیں تو اہل السنت والجماعت کے متفقہ مسائل وعقائد کا انکار بآسانی کر گزرتے ہیں اور اگر تساہل (نرمی) اختیار کرلیں تو پھر بریلوی عقائد اور بدعات کو قبول کر کے اس پر دستخط کر کے بریلویوں کے ساتھ صلح وآشنائی بھی قائم کر لیتے ہیں۔ آج اس راز سے ہم پردہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب موصوف جس زمانہ میں جامع مسجد کالری دروازہ گجرات کے خطیب مقرر ہوئے تو بریلویوں کے ''حکیم الامت'' احمد یار گجراتی کا شہر گجرات میں کافی اثر ورسوخ تھا۔ شاہ صاحب موصوف اور مفتی صاحب موصوف کے درمیان چند مسائل پر مناظرہ ہوا، جس میں شاہ صاحب نے مفتی صاحب موصوف کے مسائل کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس پر دستخط ثبت فرمادیئے تھے۔ بریلوی اشتہار کے مطابق یہ مناظرہ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ بروز منگل لالہ فضل یگانوالہ کے مکان پر ہوا۔ مفتی احمد یار خان نے کچھ مدت کے بعد ان مسائل کو شاہ صاحب موصوف کے دستخط کے ساتھ اشتہار کی شکل میں شائع کر دیا تھا۔ اس اشتہار کا عنوان تھا: ''جھگڑے کا خاتمہ'' (یہ اشتہار آج تک گجرات کی بعض مساجد میں لگا ہوا ہے۔ از ناقل) وہ مسائل کون سے تھے جس پر حضرت شاہ صاحب نے دستخط فرمائے تھے، ذرا ان کو ملاحظہ فرمالیں۔

۱...... مزارات اولیاء پر گنبد بنانا، پختہ عمارت بنانا شرعاً جائز ہے، نیت خیر سے ہو تو مستحب ہے۔ گنبد خضراء رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام شرعاً جائز اور بہت متبرک ہے۔

۲...... عرس اولیاء اللہ تاریخ مقررہ پر کرنا، جمع کر کے وہاں فاتحہ پڑھنا، وہاں روشنی کرنا، وہاں حاضری دینا شرعاً مستحب ہے۔

۳...... جس عرس میں ناچ گانا، باجہ وغیرہ، اختلاط مرد وزن وغیرہ محرمات ہوں تو ان امور محرمہ کی وجہ سے نفس عرس حرام نہ ہوگا بلکہ یہ مذکورہ بالا محرمات چیزیں حرام ہوں گی اور اصل عرس حلال ہوگا۔

۴...... حقیقت محمدیہ عالم کے ذرہ ذرہ میں موجود ہے۔

۵...... محفل میلاد شریف تاریخ مقررہ پر کرنا، جمع کر کے ذکر ولادت پاک کرنا، نعت خوانی کرنا شرعاً جائز ہے، مستحب ہے۔

۶...... جناب سرور عالم ﷺ کا وہ جسم اطہر جو کہ قبر انور میں مدفون ہے، وہ ہر وقت ہر جگہ بعینہ موجود نہیں بلکہ قبر انور میں جلوہ گر ہے۔

۷...... بعد نماز پنجگانہ بلند آواز سے مل کر نمازیوں کا یہ پڑھنا کہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعلی آلک یا حبیب اللہ، جائز بلکہ مستحب ہے۔ مگر خیال رہے کہ اس جہر سے نمازی کی نماز میں حرج نہ ہو، نہ سونے والے کو تکلیف ہو اور نہ قاری کی تلاوت میں خلل واقع ہو۔ کتبہ احوج الناس الی حبیب الرحمٰن احمد یار خان

مدرس مدرسہ خدام الصوفیہ گجرات ۱۴ ذیقعدہ یوم سہ شنبہ ۶۱ھ

المجیب مصیب: عنایت اللہ بخاری خطیب جامع مسجد کالری دروازہ گجرات یوم سہ شنبہ ۶۱ھ ۱۴ ذیقعدہ

اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب موصوف نے پندرہ سال کے بعد ایک پمفلٹ آٹھ صفحات کا اپنے قلم سے لکھا، جس میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”برادران اسلام! آیئے اب آپ کو فریب دہ، گمراہ کن اشتہار ”جھگڑے کا خاتمہ“ کا حال بھی عرض کردیں تاکہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں۔ قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکورہ پر بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کردیئے، لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانتاً اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب میرے لئے دو ہی راستے تھے۔

اوّل: یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی اس غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلانِ حق نہ کروں۔

دوم: یا پھر خوف خدا، آخرت کی جزاء وسزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ ہدیٰ کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کرکے صاف صاف اعلان حق کردوں۔ الحمد للہ! محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کرکے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کرکے صاف صاف اعلان حق کردیا۔“ (اعلان حق ص ۴)

نیز حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ”برادران اسلام! آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کردیا تھا، آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ فریب دہ، گمراہ کن اشتہار ”جھگڑے کا خاتمہ“ میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ ﷺ) بعض ناجائز، بعض حرام، بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیئہ ہیں۔ میں اس اعلانِ حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ وکفی باللہ شہیداً! اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک وبدعت سے محفوظ رکھے۔“ (اعلان حق ص ۸)

قارئین کرام! حضرت شاہ صاحب موصوف کا یہ بیان حیران کن ہے کہ: ”بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کردیئے۔“ حالانکہ یہ وہ مسائل ہیں جن کو بچہ بچہ جانتا ہے اور دیوبندی عوام بھی جانتے ہیں کہ یہ مسائل ننانوے فی صد بریلویوں کے ہیں۔ کیا حضرت شاہ صاحب کو اتنا علم بھی نہیں تھا؟! پھر حضرت شاہ صاحب موصوف کا یہ بیان کہ: ”بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔“ یہ اور زیادہ حیران کن ہے۔ کیا حضرت شاہ صاحب موصوف قرآن کریم اور حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کے تحقیقی مطالعہ سے بالکل محروم تھے؟ حضرت شاہ صاحب کا یہ بیان مبنی بر صداقت نظر نہیں آتا۔ بہر حال حضرت شاہ صاحب کے پمفلٹ (اعلانِ حق) کا پورا عکس ہم قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں تاکہ وہ ان کی پوری عبارت کو آگے اور پیچھے سے ملاتے ہوئے پڑھ کر اطمینان حاصل کرسکیں۔“ (ضرب المھد از مولانا حبیب اللہ ڈیروی ص ۷ تا ص ۱۱)

قارئین کرام! مناظر اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں شاہ صاحب کے اس اشتہار کا عکس بھی دیا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لئے ہم بھی اس کا عکس پیش کررہے ہیں تاکہ شاہ صاحب کے رجوع کی داستان خود موصوف کے قلم سے ملاحظہ فرمالیں۔

نوٹ: قارئین کو اگر اس اشتہار کی عبارت پڑھنے میں دشواری ہو تو اس کی کمپوزنگ اگلے اوراق میں ملاحظہ فرمائیں:

۱۲

اعلانِ حق

﴿جسمیں﴾

بریلوی اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کا جواب ہے

﴿از قلم﴾

جناب مجاہد ملت، حامی شریعت، حضرت مولٰنا

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری

﴿پبلشر﴾

(مولوی) محمد یوسف خطیب مسجد شالبافان گوجرانوالہ

۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ گجرات میں ایک انجمن مسماۃ غلام الصوفیہ ہے جو برادران کے ایک مفتی احمد یار خان صاحب (فرقہ بریلویہ کے مشہور صوفی و مفتی) ہیں۔ انہوں نے ایک فریب دہ اور گمراہ کن اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ برعکس نام نہند زنگی کا فور جہاں جہاں بھی یہ اشتہار پہنچا ہے وہاں جھگڑے کا خاتمہ ہونے کی بجائے مسلمانوں میں زیادہ جھگڑا اور فساد برپا ہو گیا ہے۔ کس قدر فریب ہے جس کا نام تریاق جھوٹ کا نام سچ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ایسے مفتیوں اور مفسدی اشتہار شائع کرنے والوں کو خدا ہدایت دے لیکن ہدایت نصیب کیسے ہو جبکہ لالچی پیر لوران کے ایجنٹ شکم پرست مفتی و ملا کا مقصد ہی اکل اموال الناس بالباطل ہو یہ ذلیل مقصد تو ایسے اشتہارات کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جن میں مسلم قوم سے مال لوٹنے کے باطل ذرائع کھانے پینے کے ڈھنگ نذر و منت چڑھاوے، شیرینی اور نذرانہ وصول کرنے کے مسائل شائع کئے جائیں آپ اگر غور فرمائیں گے تو جھگڑے والا اشتہار بھی اسی قسم کا پائیں گے ڈاکٹر اقبال مرحوم نے سچ فرمایا ہے

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

خدا کی پناہ، سادہ لوح قوم سے کس قدر دھوکا۔ دغا۔ فریب اور مکر ہو رہا ہے۔ مسلم قوم کی فلاح و بہبود سے انہیں کیا واسطہ انہیں تو اپنے حلوے مانڈے اور تعیش سے غرض، باطل پرست پیر اوران کے ایجنٹ، پیشہ ور مفتی و ملا نے مسلم عوام کو حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عزت و محبت کے جھوٹے جھوٹے کی آڑ میں جس قدر لوٹنے کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جناب حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عزت و حرمت کے لئے چندوں کی آزمائش آ جائے تو بایں دعوے عشق و محبت بیک بینی و دوگوش بذریعہ معافی سرائی ہاکر ڈرامائی انداز سے نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت لگاتے ہوئے قوم کو دوبارہ بے وقوف

۱۴

۳

زمانے کی خطرناک سازشوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شرم! شرم! شرم! اصلاحی شکم پرستوں کو یہ ذلیل کردار ہو سکتا ہے ختم نبوت جیسے مقدس عقیدہ، یا کبھی مسئلہ خلافت و امامت کے نعرے قوم کو تو جوش دلا کر جیلوں میں بھجوا دیں اور خود حرام رسولت سے قرآن اور قوم سے غلط استعمال کر کے جیسی ساری اور فریب کاری کے ساتھ معافی مانگ کر دولت سراؤں اور حرم سراؤں میں عیاشیاں کر رہے ہو تو لوٹش سے جیلوں کی طرح ہی کبھی کبھی اور سختیاں، جو تے چالیسویں کا نان دلوا دو اور پھر رنگے ہو کر جیوں کے پیٹ میں حلوے مٹھائیاں سر سے لے کر اور انہیں بہلاؤ، یہ قوم کے دین و ایمان پر اور مال پر حملے پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے جھگڑے کا خاتمہ، جیسے خیرات اشتہارات، سوفیا رنجیدہ و دست بدعا شتعالہ فنی تقریریں، دعوے، ادبی صدقہ معافی جیلوں سے پرامن فرار، نیز ان جیسے کئی مکارانہ ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ فلعنة الله والملائكة والناس اجمعين برجيم وبدکار گروہ در گروہ ہزاروں نے قوم کے دین و ایمان پر عزت و عصمت پر جان و مال پر ڈاکہ ڈالا ہے مقدس کردار کوئی شیطانی حربہ نہیں جو انہوں نے ڈرامے اور کھیل طریقے قوم کی جان و مال سے کئی بار کھیلے گئے اور کھیلے جائیں گے نعوذ باللہ! ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں ہر دغا باز مکار کے دغا اور مکر سے ہر ظالم خونریز کے ظلم و شر سے اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے باطل پرست پیر اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور مفتی دلالی کی عوام کے دین و مال پر ڈاکہ زنی کا نقشہ قرآن حکیم میں نہایت جامع الفاظ میں کھینچا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ اے ایمان والو! کئی مولویوں اور پیروں فقیروں میں سے اکثر لوگوں کے مال کھاتے ہیں جھوٹ اور فریب سے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ تو ان کا پیشہ لوگوں کے مال پر ڈاکہ ایمان پر ڈاکہ ہے۔ ظلم پرست پیروں اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور مفتیوں اور ملاؤں کے بکثرت کرتوت ہی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ (بہت بڑے جھوٹے اور بہت حرام خور) کے سیاہ دھبے اور داغ سے ان کے عیار چہروں کو داغ دار کر کے مخلوق کے سامنے ان کی اغراض اور ذلیل مقاصد سے نقاب کشائی فرما دی ہے۔ تاکہ مخلوق خدا ہوش میں آئے۔ اور پیروں کے دام تزویر میں نہ پھنسے۔ ساتھ ہی قرآن مجید میں

۱۵

۴

اللہ تعالیٰ نے علماءِ حقانیین اور علماءِ ربانیین کے صفات عزت و صراحت سے ارشاد فرما دیئے ہیں کہ کس طرح وہ ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر حق کا اعلان کرتے ہیں۔ اور اگر ان سے کوئی لغزش یا غلطی سرزد ہو جائے تو بعد از علم اس پر اڑے نہیں رہتے اور مخلوقِ خدا کو کبھی دھوکا نہیں دیتے۔ رضا الٰہی ان کا مقصد ہوتا ہے۔ اور کوئی خوف یا طمع ان کو اعلانِ حق سے باز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس کے وہ سچے محافظ اور مخلص خادم ہوتے ہیں۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حقانی و نفسانی دونوں قسم کے پیروں اور مولویوں کے حالات وضاحت سے بیان فرما دیئے ہیں تاکہ عوام حق و باطل میں سچے جھوٹے میں۔ کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکیں۔

برادرانِ اسلام! آیئے اب آپ کو فریب دہ گمراہ کن اشتہار سے جھگڑے کا خاتمہ کا حال صحیح عرض کر دیں۔ تاکہ آپ کسی دغا و فریب میں مبتلا نہ رہیں قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکورہ پر بغیر کسی مناظرہ و مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیئے۔ لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم حدیث صحیح اور فقہ اہلسنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانتہً اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب میرے لئے دو ہی راستے تھے

اول:۔ یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی اس غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلان حق نہ کر دوں۔

دوم:۔ یا پھر خوفِ خدا آخرت کی جزا و سزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ صحیحہ کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلانِ حق کر دوں الحمد للہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلانِ حق کر دیا۔ اور مفتی صاحب سے بھی عرض کر دیا کہ وہ بھی خدا کے لئے اپنی غلطی سے رجوع کر لیں اور اگر وہ اسے غلطی نہیں سمجھتے تو میرے ساتھ جس وقت چاہیں باطمینان تبادلہ خیالات اور گفتگو فرما لیں۔ لیکن برا ہو ضد اور

۲۶

۵

طلب کا تو انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کیا اور نہ گفتگو کے لیے بھی تیار ہوئے بلکہ الٹا ضد وعناد کے ساتھ باطل پر اڑے رہے اور انہیں غلط مسائل کا ایک اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کر کے عوام کو خوب دھوکا اور فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تاکہ پیٹ کی دکان کا سامان خوب فراہم کر سکیں۔ پھر ضد کی حد یہ کہ منع کرنے پر بھی باز نہ آئے تا آنکہ الحاج سردار عطاء محمد خان صاحب لغاری گجرات میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہو کر تشریف لے آئے ان کی کوٹھی پر ان کے روبرو اس اشتہار اور اس کے بعض مسائل پر ہم دونوں فریق کی گفتگو ہوئی جس کے فیصلے میں ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ تو علم و دیانت اور ایمان کی نشانی ہے۔ کہ اگر کسی عالم سے مسائل میں کچھ غلطی ہو جائے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں تحقیق کر کے اپنی غلطی سے رجوع کر لے نہ کہ اپنی غلطی پر اڑا رہے۔ غلطی پر اصرار کرنا اور اڑے رہنا تو جہالت اور بددیانتی ہے اور ساتھ ہی ڈپٹی کمشنر صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ جب ایک شخص غلطی سے رجوع کر کے حق کا اعلان کرتا ہے تو اس کے متعلق یا اس کے اکابر کے متعلق کسی قسم کا اشتہار شائع کرنا سخت بددیانتی ہے لہذا دونوں فریق ایک تحریر کر دو کہ کوئی بھی کسی فریق یا اس کے اکابر کے متعلق کوئی نیا یا پرانا اشتہار شائع نہ کرے گا۔ کیونکہ اس سے عوام میں فساد اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے مطابق ان کے روبرو دونوں فریق نے ایک متفقہ تحریر کر دی جو اصل دستخطی ہمارے پاس موجود ہے۔

مسلمانو! خدارا انصاف کرو کیا اس فیصلہ اور متفقہ معاہدہ کے بعد بھی وہ فریب دہ گمراہ کن جھگڑے والا اشتہار شائع کرنا جائز تھا؟ کیا یہ صریح عہد شکنی نہیں ہے؟ اس تحریر کے بعد جب تک تو ڈپٹی کمشنر صاحب گجرات میں تشریف فرما رہے تب تک تو اس اشتہار کا نام و نشان نہ دیکھا لیکن جب صاحب موصوف کا تبادلہ ہو گیا۔ تو مفتی صاحب اور ان کے حواریوں نے مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے اشتہار کی مہم پھر تیز کر دی اور گڑا ہوا پرانا مردہ اکھاڑ لائے۔ کاش مفتی صاحب اپنے عہد پر قائم رہتے بلکہ غلط مسائل سے توبہ کر کے اعلان حق کر کے اپنی عاقبت درست کرتے لیکن قرآن کے فرمان

۱۷

۶

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا اور وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ کی شکم پرست مفتیوں اور باطل پرست پیروں کو کیا ضرورت انہیں تو بدعات کے ذریعہ اپنی آمدنی کی غرض ہے غلطی سے رجوع کریں تو ذریعہ آمدنی برباد ہوتی ہے۔ مماتیت کی کیا پرواہ درست ہو یا غلط یہ مفتی احمد یار خان صاحب تو خیر سے وہی حضرت ہیں جنہوں نے ایک نہایت فحش اور سخت بدترین فتویٰ دیا ہوا ہے کہ قرآن و حدیث میں حوبت سے اغلام (غیر شرعی راستہ) دبر کی طرف سے کرنے کی کوئی ممانعت نہیں نعوذ اللہ استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ شرم۔ شرم شرم جھاڑے والے اشتہارات کے مسائل پر یقین رکھنے والوں کو ان کے مفتی صاحب کا یہ پاکیزہ فتویٰ بھی مبارک ہو مفتی صاحب کا دستخطی بامہر یہ گندہ اور بیہودہ فتویٰ بھی میرے پاس موجود ہے۔ میں نے اس ناپاک فتویٰ سے رجوع کے متعلق بھی مفتی صاحب کو کئی بار رقعہ کیا۔ لیکن انہوں نے اس گندے فحش اور صریح غلط فتوے سے رجوع نہ کیا۔ ضد پر اڑے رہے اب تک اڑے ہوئے ہیں یہ ہے ان کی دیانت اور یہ ہے ان کا علم انا للہ و انا الیہ راجعون، چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی، بھلا جو مفتی پیر اور ملا پیٹ کی خاطر خدائے پاک کے کلام پاک کے معنے میں عمداً خیانت کرنے سے باز نہ آئیں۔ ان سے کب توقع کی جا سکتی ہے کہ اپنی غلطی سے رجوع کر لیں وزین لهم الشیطان اعمالهم فصدهم عن السبیل فهم لا یهتدون۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اہل ایمان کا یہ شیوہ بیان فرماتے ہیں ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وهم یعلمون مومن اپنی غلطی پر جان کر اڑے نہیں رہتے بلکہ تائب ہو کر حق کی پیروی کرتے ہیں۔ لیکن جنہیں دین و ایمان کی بجائے پیٹ زیادہ پیارا ہو انہیں آگ میں کودنا آسان ہے مگر باطل سے حق کی طرف لوٹنا ہزار مشکل فما اصبرهم علی النار مفتی صاحب بھلا حق کو کیسے قبول کرے اگر ان کو حق کی ضرورت ہوتی تو ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے روبرو مسئلہ نذر و منت سے متعلق ہم دونوں فریق کی جو فیصلہ کن تحریر لکھی گئی تھی اس کو شائع کر دیتا اس تحریر میں میرے اور مفتی صاحب کے فریقین دستخط سے اس بات کا صاف اقرار کیا گیا ہے۔ کہ نذر و منت عبادت ہے۔ لہذا یہ صرف

۱۸

اللہ تعالیٰ کے نام ہو لی چاہئے تو اب تمام مومنین صالحین کو بخشا جائے ہے اور نذر و منت صدقہ واجبہ ہے یہ صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے۔ کسی غنی کو اس کا کھانا حرام ہے کاش کہ مفتی صاحب حق پرست ہوتے تو اپنی اس تحریر کا اعلان کرتے لیکن انہیں معلوم تھا کہ وہ عوام سے نذر و منت اور گیارھویں کے چڑھاوے سمیٹ لیتے ہیں حالانکہ خدا کے نام کی نذر و منت مسکینوں اور محتاجوں کا حق ہے جس کو مفتی صاحب غنی ہونے کے باوجود خود ہضم کر جاتے ہیں۔ آفرین۔ صد آفرین۔ مفتی بن کر پیر اور درویش بن کر سادہ لوح قوم کے مال و ایمان پر خوب ڈاکہ ڈالا۔ اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے ؎

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

بہیٹ ہی کی ساری شامت ہے کہ حق کو چھپایا جائے اور باطل کی اشاعت کی جائے قرآن حکیم نے اسی لئے یہود کے بعض پیروں اور مفتیوں کے متعلق فرمایا ہے۔ وان فریقا منہم لیکتمون الحق وھم یعلمون۔ جان بوجھ کر حق کو چھپانا اور باطل طریق سے لوگوں کا مال کھانا کس قدر عیب اور کتنا بڑا ظلم ہے یا اللہ تیری پناہ۔ مفتی صاحب! غلط ڈسئے اپنے جھگڑے والے اشتہار کے مسائل خود نوش سے توبہ کیجئے انسان سے آخر غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اگر آپ ان مسائل کو غلط نہیں سمجھتے تو ان کی سند جواز قرآن و سنت سے پیش کیجئے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔ مفتی صاحب! کیا آپ کے سامنے سلف صالحین کا اسوۂ حسنہ موجود نہیں کتب احادیث وسیر، تاریخ وادب اور کتب فقہ میں صاف صاف لکھا ہوا موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عثمان ذی النورین نے حضرت علی مرتضیٰؓ نے حضرت حسینؓ و دیگر ائمہ مجتہدینؒ نے علماء ربانیین نے اپنے کتنے ہی فیصلوں اور فتاویٰ سے رجوع فرمایا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق تو تمام اہل علم جانتے ہیں کہ گھوڑے کی حرمت کے فتویٰ سے اپنی وفات سے چند روز قبل رجوع فرمایا۔ یہ تمام اکابر امت آج کل کے جھوٹے پیشواؤں کی طرح جاہ پرست اور شکم پرست نہیں تھے بلکہ خدا خوف تھے حق پرست تھے۔ حق کی تحقیق فرماتے تھے۔ حق کی اشاعت کرتے تھے

۱۹

اہلِ حق کی راہ میں ہر قسم کی قربانی اور ایثار کر گزرتے تھے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں لاکھ کروڑوں رحمتیں ہوں ہمارے لئے حق پرستی کے بہترین علمی و عملی نمونے چھوڑ گئے۔ ہمارا فرض راہِ حق میں ان کی روش اختیار کرتے ہوئے صاف صاف اعلانِ حق کرے۔ لہٰذا اے بزرگان عظام مفتیانِ فخام علماء کرام اور میرے برادران اسلام آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کر دیا تھا۔ کہ پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں۔ کہ فریب دہ گمراہ کن اشتہار جھگڑے کا خاتمہ میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بعض ناجائز۔ بعض حرام بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیہ ہیں میں اس اعلان حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ وکفیٰ باللہ شہیدا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک و بدعت سے محفوظ رکھے

ضروری نوٹ جھگڑے والا اشتہار شائع کر کے مفتی صاحب نے عہد شکنی کی ہے کئے پر بھی بلا نہیں کئے۔ مجبوراً اس کے جواب میں مجھے یہ اعلان کرنا پڑا۔ اس کے بعد آئندہ پھر اگر ان کی یا ان کے حواریوں کی طرف سے میرے متعلق کوئی اشتہار بازی کی گئی تو اس کے جواب میں مجھے مفتیوں پیروں صاحبزادوں کے تقدس اور پاک اسرار و رموز کا پردہ چاک کرنا پڑے گا جس کا ثبوت مجلد سیاہ ذکور دانات کی اصل تحریروں اور ان کی تصویروں کی شکل میں موجود ہے لہٰذا سود باز عرض ہے۔ آئندہ ہمارے بارے میں کسی قسم کے غلط مسائل شائع نہ کیے جائیں۔ ورنہ ہم مجبور ہوں گے۔ کہ مخلوقِ خدا کے سامنے آپ کی شکل و صورت سے نقاب کشائی کریں اور اس قصہ کے ذمہ دار خود آپ ہوں گے۔ اخیر میں برادران اسلام کی خدمت میں نہایت دردمندانہ درخواست ہے کہ خدا کے لئے آپ قرآن حکیم کا ترجمہ اور سیرت النبیؐ کا مطالعہ بالضرور مطالعہ کریں۔ تاکہ حق و باطل میں آپ خود تمیز کر کے شاہراہِ علم و عمل اختیار کر سکیں۔

وما علینا الا البلاغ۔

المشتہر

سید عنایت اللہ شاہ بخاری خطیب الجامع گجرات

گھر والوں کے عام استعمال اور کپڑے صاف کرنے کے لئے ہلال سوپ بہترین ہے۔

۳۱

اشتہار ''اعلان حق'' کی تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گجرات میں ایک انجمن مسماۃ خدام الصوفیہ ہے اوران کے ایک مفتی احمد یار خان صاحب (فرقہ بریلویہ کے مشہور صوفی ومفتی) ہیں۔ انہوں نے ایک فریب دہ اور گمراہ کن اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' کے عنوان سے شائع کیا ہے، برعکس نام نہند زنگی کافور جہاں جہاں بھی یہ اشتہار پہنچا ہے وہاں جھگڑے کا خاتمہ ہونے کی بجائے مسلمانوں میں زیادہ جھگڑا اور فساد برپا ہو گیا ہے۔ کس قدر فریب ہے، زہر کا نام تریاق۔ جھوٹ کا نام سچ۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ایسے مفتن اور فسادی اشتہار شائع کرنے والوں کو خدا ہدایت دے لیکن ہدایت نصیب کیسے ہو جب کہ لالچی پیر اور ان کے ایجنٹ شکم پرست مفتی وملا کا مقصد ہی اکل اموال الناس بالباطل ہو۔ یہ ذلیل مقصد تو ایسے اشتہارات کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جن میں مسلم قوم سے مال لوٹنے کے باطل ذرائع، کھانے پینے کے ڈھنگ، نذر ومنت، چڑھاوے، شیرینی اور نذرانہ وصول کرنے کے مسائل شائع کئے جائیں۔ آپ اگر غور فرمائیں گے تو جھگڑے والا اشتہار بھی اسی قسم کا پائیں گے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے سچ فرمایا۔

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

خدا کی پناہ سادہ لوح قوم سے کس قدر دھوکا، دغا، فریب اور مکروزور، مسلم قوم کی فلاح وبہبود سے انہیں کیا واسطہ، انہیں تو اپنے حلوے، مانڈے اور تعیش سے غرض، باطل پرست پیر اوران کے ایجنٹ، پیشہ ور مفتی ومُلّا نے مسلم عوام کو حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی عزت ومحبت کے جھوٹے دعوے کی آڑ میں جس قدر لوٹنے کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے، وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جب جناب خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی عزت وحرمت کے لئے چند دن کی آزمائش آجائے تو بایں دعوے عشق محبت بیک بینی ودوگوش بذریعہ معافی رہائی پا کر ڈرامائی انداز سے نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت لگاتے ہوئے قوم کو دوبارہ بے وقوف بنانے کی خطرناک سازشوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شرم! شرم! شرم! بھلا جن شکم پرستوں کا یہ ذلیل کردار ہو کہ ختم نبوت جیسے مقدس اور پاکیزہ مسئلہ کی حفاظت وحرمت کے نعرہ سے قوم کو تو جوش دلا کر جیلوں میں بھجوا دیں اور خود خدا سے، رسول سے، قرآن اور قوم سے غداری کر کے بڑی مکاری اور فریب کاری کے ساتھ معافی مانگ کر دولت سراؤں اور حرم سراؤں میں نہایت آرام وآرائش سے جمعرات کی ارواحی کھیریں اور سویاں، چوتھے چالیسویں کا نان وحلوا اور جوڑے جوتے، گیارھویں کے پلاؤ اور مٹھائیاں مزے لے لے کر اڑائیں، سادہ لوح قوم کے دین وایمان پر اور مال ودولت پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ''جھگڑے کا خاتمہ'' جیسے عیارانہ اشتہار، صوفیانہ جبہ ودستار، عاشقانہ فنی تقریریں دھواں دھار اور بصدقہ معنی جیل سے پُراسرار فرار نیز ان جیسے کئی مکارانہ ہتھیار استعمال کئے جا رہے ہیں۔ فلعنۃ اللہ

والملائکۃ والناس اجمعین برچنیں عیار مکار، کروڑ کروڑ ہزار در ہزار۔قوم کے دین وایمان پر، عزت وعصمت پر اموال واملاک پر ڈاکہ زنی کا یہ مقدس کردار کوئی نیا حادثہ نہیں ایسے عیارانہ ڈرانے اور کھیل غریب قوم کی جان ومال سے کئی بار کھیلے گئے اور کھیلے جائیں گے، معاذ اللہ۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں ہر دغاباز مکار کے دغا اور مکر سے، ہر ظالم شریر کے ظلم وشر سے اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کے باطل پرست پیر اوران کے ایجنٹ پیشہ ور مفتی وملائی عوام کے دین ومال پر ڈاکہ زنی کا نقشہ قرآن حکیم میں نہایت جامع الفاظ میں کھینچا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ ترجمہ: اے ایمان والو! کئی مولویوں اور پیروں فقیروں میں سے البتہ لوگوں کے مال کھاتے ہیں جھوٹ اور فریب سے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ خدا کی پناہ لوگوں کے مال پر ڈاکہ، ایمان پر بھی ڈاکہ، یہ ہیں شکم پرست پیروں اوران کے ایجنٹ پیشہ ور مفتیوں اور ملاؤں کے پاکیزہ کرتوت، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ (بہت بڑے جھوٹے اور بہت بڑے حرام خور) کے سیاہ ٹھپے اور داغ سے ان کے عیارانہ چہروں کو داغ دار کر کے مخلوق کے سامنے ان کی اغراض اور ذلیل مقاصد سے نقاب کشائی فرمادی ہے تاکہ مخلوق خدا ہوش میں آئے اور بہروپیوں کے دام تزویر میں نہ پھنسے۔ ساتھ ہی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے علماء حقانیین اور فقراء ربانیین کے صفات عزت وحرمت سے ارشاد فرمادیئے ہیں کہ کس طرح وہ ہر خطرہ سے بے نیاز ہو کر حق کا اعلان کرتے ہیں اور اگر ان سے کوئی لغزش یا غلطی سرزد ہو جائے تو بعد از علم اس پر اڑے نہیں رہتے اور مخلوق خدا کو کبھی دھوکہ نہیں دیتے۔ رضاء الٰہی ان کا مقصد ہوتا ہے اور کوئی خوف یا طمع ان کو اعلان حق سے باز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس کے وہ سچے محافظ اور مخلص خادم ہوتے ہیں۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حقانی اور نفسانی دونوں قسم کے پیروں اور مولویوں کے حالات وضاحت سے بیان فرمادیئے ہیں، تاکہ عوام حق وباطل میں سچے جھوٹے، کھرے کھوٹے میں تمیز کرسکیں۔

برادران اسلام! آیئے اب آپ کو فریب دہ، گمراہ کن اشتہار (جھگڑے کا خاتمہ) کا حال بھی عرض کردیں تاکہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں۔ قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکورہ پر بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کردیئے۔ لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانۃً اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب میرے لئے دو ہی راستے تھے:

اوّل: یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلان حق نہ کروں۔

دوم: یا پھر خوف خدا، آخرت کی جزاء وسزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ ہدیٰ کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کردوں۔ الحمد للہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کردیا اور مفتی صاحب سے بھی عرض کردیا کہ وہ بھی خدا کے لئے اپنی غلطی سے رجوع کرلیں اور اگر وہ اسے غلطی نہیں سمجھتے تو میرے ساتھ جس وقت چاہیں باطمینان تبادلہ خیالات اور گفتگو فرمالیں۔ لیکن برا ہو ضد اور لالچ کا، نہ تو انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کیا اور نہ

گفتگو کے لئے تیار ہوئے بلکہ الٹا ضد وعناد کے ساتھ باطل پر اڑے رہے اور انہی غلط مسائل کا ایک اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' کے عنوان سے شائع کر کے عوام کو خوب دھوکا اور فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تا کہ پیٹ کی دکان کا سامان خوب فراہم کرسکیں۔ پھر ضد کی حد یہ کہ منع کرنے پر باز نہ آئے تا آنکہ الحاج سردار عطاء محمد خان صاحب لغاری گجرات میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہو کر تشریف لے آئے۔ ان کی کوٹھی پر ان کے روبرو اس اشتہار اور اس کے بعض مسائل پر ہم دونوں فریق کی گفتگو ہوئی۔ جس کے فیصلے میں ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ تو علم ودیانت اور ایمان کی نشانی ہے کہ اگر کسی عالم سے مسائل میں کچھ غلطی ہو جائے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیق کر کے اپنی غلطی سے رجوع کر لے، نہ کہ اپنی غلطی پر اڑا رہے۔ غلطی پر اصرار کرنا اور اڑے رہنا تو جہالت اور بددیانتی ہے اور ساتھ ہی ڈپٹی کمشنر صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ جب ایک شخص غلطی سے رجوع کر کے حق کا اعلان کرتا ہے تو اس کے متعلق یا اس کے اکابر کے متعلق کسی قسم کا اشتہار شائع کرنا سخت بددیانتی ہے۔ لہٰذا دونوں فریق ایک تحریر کردو کہ کوئی بھی کسی فریق یا اس کے اکابر کے متعلق کوئی نیا یا پرانا اشتہار شائع نہ کرے گا۔ کیونکہ اس سے عوام میں فساد اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے مطابق ان کے روبرو دونوں فریق نے ایک متفقہ تحریر کردی جو اصل دستخطی ہمارے پاس موجود ہے۔

مسلمانو! خدارا انصاف کرو، کیا اس فیصلہ اور متفقہ معاہدہ کے بعد بھی وہ فریب دہ، گمراہ کن، جھگڑے باز اشتہار شائع کرنا جائز تھا؟ کیا یہ صریح عہد شکنی نہیں ہے؟ اس تحریر کے بعد جب تک ڈپٹی کمشنر صاحب گجرات میں تشریف فرما رہے تب تک تو اس اشتہار کا نام ونشان نہ دیکھا لیکن جب صاحب موصوف کا تبادلہ ہو گیا، تو مفتی صاحب اور ان کے حواریوں نے مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے اشتہار کی مہم پھر تیز کردی اور گڑا ہوا پرانہ مردہ اکھاڑ لائے۔ کاش مفتی صاحب اپنے عہد پر قائم رہتے بلکہ غلط مسائل سے رجوع کر کے اعلان حق کر کے اپنی عاقبت درست کرتے لیکن قرآن کے فرمان: وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا اور وَمَا هَذِهِ الْحَيوٰةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ کی شکم پرست مفتیوں اور باطل پرست پیروں کو کیا ضرورت، انہیں تو بدعات کے ذریعہ اپنی آمدنی کی غرض ہے غلطی سے رجوع کرلیں تو وقار اور آمدنی برباد ہوتی ہے۔ عاقبت کی کیا پرواہ، درست ہو یا تباہ، یہ مفتی احمد یار خان صاحب تو خیر سے وہی حضرت ہیں جنہوں نے ایک نہایت فحش اور سخت بدترین فتویٰ دیا ہوا ہے کہ: ''قرآن وحدیث میں عورت سے اغلام (غیر شرعی راستہ دبر کی طرف سے) کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔'' معاذاللہ استغفراللہ لاحول ولا قوۃ الاباللہ! شرم، شرم، شرم، جھگڑے والے اشتہارات کے مسائل پر یقین رکھنے والوں کو ان کے مفتی صاحب کا یہ پاکیزہ فتویٰ بھی مبارک ہو، مفتی صاحب کا دستخطی بامہر یہ گندہ اور بیہودہ فتویٰ بھی میرے پاس موجود ہے۔ میں نے اس ناپاک فتویٰ سے رجوع کے متعلق بھی مفتی صاحب کو کئی بار عرض کی، لیکن انہوں نے اس گندے، فحش اور صریح غلط فتوے سے رجوع نہ کیا۔ ضد پر اڑے رہے، اب تک اڑے ہوئے ہیں۔ یہ ہے ان کی دیانت اور یہ ہے ان کا علم۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی، بھلا جو مفتی، پیر اور ملا پیٹ کی خاطر خدا پاک کے کلام پاک کے معنی میں عمداً خیانت کرنے سے باز نہ آئیں ان سے کب توقع کی جا سکتی ہے کہ اپنی غلطی سے رجوع کرلیں۔

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اہل ایمان

کا یہ شیوہ بیان فرماتے ہیں: وَلَمْ یُصِرُّوا عَلٰی مَا فَعَلُوا وَهُمْ یَعْلَمُونَ مؤمن اپنی غلطی پر جان کر اڑے نہیں رہتے بلکہ تائب ہوکر حق کی پیروی کرتے ہیں۔لیکن جنہیں دین وایمان کی بجائے پیٹ زیادہ پیارا ہوا نہیں آگ میں کودنا آسان ہے مگر باطل سے حق کی طرف لوٹنا ہزار مشکل۔ فما اصبرھم علی النار مفتی صاحب بھلا حق کو کیسے قبول کریں، اگر ان کو حق کی ضرورت ہوتی تو ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے روبرو مسئلہ نذر ومنت سے متعلق ہم دونوں فریق کی جو فیصلہ کن تحریر لکھی گئی تھی اس کو شائع کردیتے۔اس تحریر میں میرے اور مفتی صاحب کے تصدیقی دستخط سے اس بات کا صاف اقرار کیا گیا ہے کہ نذرومنت عبادت ہے۔

لہٰذا یہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام ہونی چاہئے، ثواب تمام مؤمنین صالحین کو بخشا جائز ہے اور نذر ومنت صدقہ واجبہ ہے یہ صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے، کسی غنی کو اس کا کھانا حرام ہے۔کاش کہ مفتی صاحب حق پرست ہوتے تو اپنی اس تحریر کا اعلان کرتے لیکن انہیں معلوم تھا کہ وہ عوام سے نذرومنت اور گیارھویں کے چڑھاوے سمیٹ لیتے ہیں، حالانکہ خدا کے نام کی نذرومنت مسکینوں اور محتاجوں کا حق ہے جس کو مفتی صاحب غنی ہونے کے باوجود خود ہضم کرجاتے ہیں۔آفرین صد آفرین۔مفتی بن کر پیر اور درویش بن کر سادہ لوح قوم کے مال وایمان پر خوب ڈاکہ ڈالو۔اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے:

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

یہ پیٹ ہی کی ساری شامت ہے کہ حق کو چھپایا جائے اور باطل کی اشاعت کی جائے۔قرآن حکیم نے اسی لئے یہود کے بعض پیروں اور مفتیوں کے متعلق فرمایا ہے: وَاِنَّ فَرِیْقًا مِنْهُمْ لَیَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُونَ جان بوجھ کر حق کو چھپانا اور باطل طریق سے لوگوں کا مال کھانا کس فریب اور کتنا بڑا ظلم ہے۔یا اللہ تیری پناہ، مفتی صاحب! خدا سے ڈریئے، اپنے جھگڑے والے اشتہار کے مسائل خوردونوش سے توبہ کیجئے۔انسان سے آخر غلطی ہو ہی جاتی ہے۔اگر آپ ان مسائل کو غلط نہیں سمجھتے تو ان کی سند جواز قرآن وسنت پیش کیجئے۔فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ مفتی صاحب! کیا آپ کے سامنے سلف صالحین کا اسوہ حسنہ موجود نہیں، کتب احادیث وسیر، تاریخ وادب اور کتب فقہ میں صاف صاف لکھا ہوا موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے، حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ ودیگر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے علماء ربانیین نے اپنے کتنے ہی فیصلوں اور فتاویٰ سے رجوع فرمالیا۔حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق تو تمام اہل علم جانتے ہیں کہ گھوڑے کی حرمت کے فتویٰ سے اپنی وفات سے چند روز قبل رجوع فرمالیا۔یہ تمام اکابر امت آج کل کے جھوٹے رہنماؤں کی طرح جاہ پرست اور شکم پرست نہیں تھے، بلکہ خدا خوف تھے، حق پرست تھے۔حق کی تحقیق فرماتے تھے، حق کی اشاعت کرتے تھے اور حق کی راہ میں ہر قسم کی قربانی اور ایثار کر گزرتے تھے۔ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں اور کروڑوں رحمتیں ہوں۔ہمارے لئے حق پرستی کے بہترین علمی و عملی نمونے چھوڑ گئے، ہمارا فرض راہ حق میں ان کی روش اختیار کرتے ہوئے صاف صاف اعلان حق کرے، لہٰذا اے پیران عظام، مفتیان فخام، علماء کرام اور میرے برادران اسلام! آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کردیا تھا، آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ فریب دہ، گمراہ کن اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے

گنبد رسول اللہ ﷺ) بعض ناجائز، بعض حرام، بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیئہ ہیں۔ میں اس اعلان حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ وکفی باللہ شھیدا! اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک و بدعت سے محفوظ رکھے۔

ضروری نوٹ: جھگڑے والا اشتہار شائع کر کے مفتی صاحب نے عہد شکنی کی، روکنے پر بھی باز نہیں آئے، مجبوراً اس کے جواب میں مجھے یہ اعلان کرنا پڑا، اس کے بعد آئندہ پھر اگر ان کی یا ان کے حواریوں کی طرف سے میرے متعلق کوئی اشتہار بازی کی گئی تو اس کے جواب میں مجھے مفتیوں، پیروں، صاحبزادوں کے تقدس اور پاک اسرار رموز کا پردہ چاک کرنا پڑے گا جس کا ثبوت ہمارے پاس ذکور و اناث کی اصل تحریروں اور ان کی تصویروں کی شکل میں موجود ہے۔ لہٰذا مؤدبانہ عرض ہے آئندہ ہمارے بارے میں کسی قسم کے غلط مسائل شائع نہ کئے جائیں ورنہ ہم مجبور ہوں گے کہ مخلوق خدا کے سامنے آپ کی شکل وصورت سے نقاب کشائی کریں اور اس قصہ کے ذمہ دار خود آپ ہوں گے۔ اخیر میں برادران اسلام کی خدمت میں نہایت دردمندانہ درخواست ہے کہ خدا کے لئے آپ قرآن حکیم کا ترجمہ اور سیرت النبی ﷺ کا ضرور بالضرور مطالعہ کریں، تاکہ حق و باطل میں آپ خود تمیز کر کے شاہراہ علم و عمل اختیار کر سکیں۔ وما علینا الا البلاغ! المشتہر: سید عنایت اللہ شاہ بخاری، خطیب الجامع گجرات

(اختتام اشتہار اعلان حق)

شاہ صاحب نے یہ اعلان حق تو شائع کر دیا وہ بھی پندرہ سال کے بعد مگر اُس بات چیت کے بعد پندرہ سال تک پھر اعلان حق کے بعد مرتے دم تک مفتی احمد یار کو مخاطب نہیں کیا جب کہ مفتی احمد یار دوسرا احمد رضا تھا بلکہ اس سے بھی چند ہاتھ آگے، مفتی احمد یار کی دیگر کتابوں کو چھوڑیے صرف ''جاء الحق'' کو ہی دیکھ لیجئے، شرک و بدعت اور دیگر رسومات کی تائید میں بہترین کتاب ہے۔ علمائے دیو بند کی تکفیر بھی اس میں موجود ہے اور شاہ صاحب کے پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں والوں پر بھی اعتراضات موجود ہیں۔

(دیکھیے جاء الحق ص ۱۴۷ مسئلہ نمبر ۴ ص ۲۰۴ مسئلہ نمبر ۱۴)

مگر شاہ صاحب کی غیرت ایمانی کہاں گئی تھی؟! ہمارے استاذ محترم مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کو تو شاہ صاحب بقول مماتیوں کے ساری زندگی مناظرہ کا چیلنج کرتے رہے، مگر خود ایک بدعتی اور مشرک سے بات نہ کر سکے۔ شاہ صاحب کو معلوم تھا کہ مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ مناظرہ نہیں کرتے، اس لئے خاص ان کا نام لے کر چیلنج کرتے تھے۔ (تفصیل آگے آتی ہے) مفتی احمد یار خان کی تقریباً تمام کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں، شاید ہی ایسی کوئی کتاب ہو جس میں علمائے دیو بند کے خلاف نہ لکھا ہو۔ مفتی احمد یار کے بعد اس کا بیٹا مفتی اقتدار احمد خان نعیمی گجرات ہی میں اپنے باپ کا جانشین رہا، مگر شاہ صاحب نے کبھی بھی کسی تقریر میں اسے مخاطب نہیں کیا۔ اگر کوئی ثبوت ہو تو منظر عام پر لایا جائے۔ جو آدمی مناظر ہو وہ کبھی بھی خاموش نہیں رہ سکتا۔ پھر ایسے شخص کے مقابل میں جو شرک و بدعت کا سب سے بڑا ترجمان ہو اور شاہ صاحب کے بزرگوں کو کافر بھی کہتا ہو۔

دوسرے غیر مقلدین کے مشہور عالم دین مولانا عنایت اثری بھی گجرات میں موجود تھے، ان کی گمراہی اور انکار معجزات میں شہرت تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ پیدا ہونے کے سخت منکر تھے، اس کے علاوہ اور بہت سی خرابیاں ان میں موجود تھیں مگر ہمارے علم میں نہیں کہ شاہ صاحب نے کبھی بھی ان کو مناظرہ کا یا ''بات چیت'' کا چیلنج کیا ہو۔

یہ تو اپنے شہر گجرات کی بات تھی دوسری جگہ کی بھی سن لیں۔ اگر شاہ صاحب نے مناظرے کئے ہوتے تو وہ موجود تو ہوتے یا جس طرح ''افادات بخاری'' کے نام سے کچھ نہ کچھ شائع کر ہی دیا ہے، کوئی مناظرہ بھی شائع کرتے، شاہ صاحب کا تو اپنا ماہنامہ بھی موجود تھا ''نغمہ توحید،، اس میں قسط وار شائع فرماتے۔ جس طرح:

☆...... مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا منظور احمد چینوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا محمد یوسف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے شائع ہو چکے ہیں۔

ہماری تحقیق کے مطابق شاہ صاحب کے متعلق کہنا کہ وہ بہت بڑے مناظر تھے بالکل جھوٹ ہے۔

مگر سوانح نگار لکھتا ہے: ''شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کافی عرصہ اس میدان میں بھی خدمات سرانجام دیں اور تمام باطل فرقوں سے رضائے الٰہی اور اظہارِ حق کے لئے متعدد مرتبہ مناظرے کئے، ہر مقام پر بحمدہ تعالیٰ سامنے آنے والے خائب وخاسر اور ناکام ونامراد ہو کر ذلیل وخوار اور شرمسار ہوئے اور شاہ صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قدرت نے فتح وکامیابی سے ہمکنار فرمایا۔'' (سوانح حیات ص ۸۲، ۸۳)

قارئین کرام! اصل حقائق کیا ہیں؟ وہ آپ نے ملاحظہ فرمالئے ہیں۔

سوانح نگار لکھتا ہے: ''اس لئے ہم تمام مناظروں کی روئیداد شائع کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہیں، البتہ چند مقامات کا تذکرہ واقعات میں چونکہ ضمناً آگیا ہے اس لئے ان کا یہاں تحریر کر دینا قارئین کرام کے لئے ضیافت طبع کا باعث بننے سے ان شاء اللہ العزیز خالی نہ ہوگا۔'' (سوانح حیات ص ۸۴)

شاہ صاحب کی یہ سوانح شائع ہوئے آج تقریباً ۴۹ یا ۵۰ سال ہو چکے ہیں کیونکہ طبع اوّل ۱۰ رمضان ۱۳۸۴ھ میں شائع ہوئی تھی، ابھی تک مناظروں کی وہ روئیداد شائع نہ ہو سکی۔ خدا جانے کب وہ وقت آئے گا؟!

واقعات کے ضمن میں جن مناظرانہ واقعات کو سوانح نگار نے نقل کیا ہے، وہ قارئین کرام آپ خود ملاحظہ فرمالیں تا کہ حقیقت سامنے آجائے۔

شاہ صاحب کے واقعات

علامہ عنایت اللہ گجراتی خطیب جامع منڈی بہاؤالدین جو مودودی بھی تھے اور مماتی بھی، سید عنایت اللہ

شاہ بخاری کے مرید تھے۔ انہوں نے اپنے پیر کے زندگی کے حالات لکھے ہیں: ''سوانح حیات سید عنایت اللہ شاہ بخاری'' کے نام سے۔ یہ شاہ صاحب کی سب سے پہلی سوانح عمری ہے جو ان کی زندگی میں شائع ہوئی اس کی اشاعت کے بعد کئی سال شاہ صاحب حیات رہے۔

اس کتاب کے صفحہ ۸۸ سے لے کر صفحہ ۱۴۰ تک شاہ صاحب کے تقریباً چالیس واقعات لکھے ہیں۔ مگر بہت سے واقعات شاہ صاحب کی زندگی کے ایسے ہیں جو انہوں نے نقل کرنے مناسب نہیں سمجھے۔ ان میں سے بعض واقعات ہم یہاں پر بغیر ترتیب زمانہ کے نقل کرتے ہیں۔

اہل حدیث کذاب ہیں

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ناصح مشفق مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ماہنامہ تعلیم القرآن دسمبر ۶۵ء (اس سے مراد ۱۹۶۵ء ہے: از ناقل) کی اشاعت میں مندرجہ ذیل نوٹ لکھا ہے: ''ایک غلط بات کا لازمی نتیجہ۔'' پچھلے دنوں ہفت روزہ ترجمان اسلام میں حضرت مولانا سید عنایت اللہ صاحب بخاری کی سکھر میں ایک تقریر کا غلط اقتباس شر انگیز تبصرہ شائع ہوا ہے، جسے پڑھ کر سکھر کے لوگوں نے غم وغصہ کا اظہار کیا۔ سکھر کے لوگوں کو بہت رنج ہوا کہ حقیقت کو کس قدر مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ ترجمان اسلام کے حلقہ ارادت کا دفتر جو الگ مسجد کے حجرہ میں قائم تھا، لوگوں نے اٹھوا دیا اور دفتر کا سامان نکال کر باہر پھینک دیا۔ ترجمان اسلام کی پالیسی ہماری جماعت کے بارہ میں افسوس ناک حد تک متعصبانہ ہے جس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ سکھر میں جمعیت علماء اسلام یا تحفظ ختم نبوت کو جو نقصان پہنچا اس کی تمام تر ذمہ داری ترجمان اسلام کی غلط روش پر عائد ہے۔ (احقر شہاب الدین، خطیب جامع مسجد اللہ والی، بندر روڈ سکھر)

(مولانا غلام غوث ہزاروی نے یہاں تک شہاب الدین مماتی کی بات نقل کی ہے، پھر آگے اس کا جواب دیا ہے: از ناقل)

اس مضمون کو آپ جتنی بار پڑھیں گے اتنا ہی آپ کو زیادہ واضح ہوتا جائے گا کہ ترجمانِ اسلام؛ جمعیت علماء اسلام اور تحفظ ختم نبوت سے اس ''احقر شہاب الدین'' کو کتنا بغض ہے اور جس اپنی جماعت کا یہ ذکر رہے ہیں اس شر ذمہ قلیلہ کے تمام افراد کو باستثناء معدودے چند، اس بغض وحسد کا شرف حاصل ہے۔ ''احقر شہاب الدین'' ناصح مشفق بن کر فرماتے ہیں کہ ترجمان اسلام کی پالیسی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور موجودہ غلط پالیسی سے جمعیت اور تحفظ ختم نبوت کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ آپ کی اس مشفقانہ نصیحت کا شکریہ ہے مگر معاف کیجئے کیچڑ اچھال کر نصیحت نہیں کیا کرتے۔ ترجمان اسلام نے تو اب تک یہ بھی نہیں لکھا کہ علماء دیو بند اور مرکزیت دیو بند اور مسلک دیو بند کو جتنا نقصان آپ کی جماعت سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے، اس کی تلافی مشکل ہے اور نہ ہم اب اس بحث میں پڑنا چاہتے ہیں۔ آپ چند مودودیوں یا اپنے مریدوں کی بات کو سکھر کے لوگوں کی طرف منسوب کر کے دھوکہ نہ دیں۔ ترجمان اسلام کا قصور۔ ترجمان اسلام کا بڑا قصور جس سے آپ کے شکم مبارک میں مروڑ اٹھا ہے یہ ہے کہ اس نے یہ سچی بات نقل کر دی کہ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی نے سکھر میں کہا کہ اہل حدیث کذاب ہیں۔ کیا یہ بات غلط ہے؟ کیا سکھر میں داعی اور مدعو حضرات کی میٹنگ میں شاہ صاحب موصوف نے نہیں فرمایا تھا کہ میں جلسہ میں رفع الیدین کی تردید

نہیں کروں گا، البتہ اہل حدیث کو کذاب کہوں گا۔ کیا پھر جلسہ میں شاہ صاحب نے اہل حدیث کو کذاب نہیں کہا؟ کیا ریل میں شاہ صاحب (نے) سنن بیہقی کا حوالہ دے کر یہ نہیں کہا تھا کہ اہل حدیث کذاب ہیں۔ انہوں نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کی نماز وفات شریف تک اسی طرح تھی، حالانکہ بیہقی میں یہ روایت نہیں ہے اور کیا مولانا غلام اللہ خان نے نہیں فرمایا تھا کہ اہل حدیث کذاب ہیں؟ انہوں نے غنیۃ الطالبین چھاپی اور اس میں آٹھ تراویح کی غلط روایت درج کر دی۔ اگر ان حضرات کا کذاب کہنا جرم نہیں ہے تو اس کا نقل کرنا کیوں جرم ہے؟

ہم نے دیانتداری سے یہ نقل کیا تھا کہ تحت الحدیث اور اجتہادی مسائل میں ایک دوسرے کو کذاب کہنا درست نہیں ہے اور نہ آج کل کے ملی و اجتماعی تقاضے اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اگر شاہ صاحب ہمارے پاس لکھ بھیجیں کہ میں نے اہل حدیث کو کذاب نہیں کہا تھا تو ترجمان اسلام خوشی سے اس کو شائع کر کے گزشتہ اشاعت کی تردید کر دے گا۔ احقر شہاب الدین صاحب جمعیت کو نقصان پہنچنے کا غم نہ کھائیں۔ جمعیت علماء اسلام علماء حق کی جماعت ہے اور ترجمان اسلام کا نصب العین دین حق کی خدمت ہے، چاہے کوئی راضی ہو یا ناراض۔ وہ چند ملحد و گمراہ مودودیوں یا مودودیت گزیدہ افراد کے پیچ و تاب کھانے سے کمزور نہیں ہوتی۔ ہم حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں، عذاب قبر کے قائل ہیں، وسیلہ کے قائل ہیں، حضور ﷺ کے درود و سلام سننے اور اس کا جواب دینے کے قائل ہیں، اکابر علماء دیوبند کے مسلک سے وابستہ ہیں جو مسلک اہل سنت کے مطابق ہے اور باوجود اس کے دوسروں کو کذاب (مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کی اس بات سے ہم متفق نہیں ہیں، یہ ملکی سیاست کے اعتبار سے ان کا اپنا خیال ہے۔ از ناقل) نہیں کہتے، بلکہ تحفظ اصول دین کے لئے باہمی تعاون کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آئندہ ضرورت محسوس ہوئی تو ''ترجمان اسلام'' شہاب الدین کی جماعت کا نام اور اس سے اختلاف کے اسباب پر مفصل بحث کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ و تبارک۔ (ترجمان اسلام ص ۵، مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۶۵ء، مطابق ۳۰ شعبان ۱۳۸۵ھ)

اہل حدیث ''اہل حق'' ہیں

شاہ صاحب کی ایک تحریر ہے جو آپ نے کسی شخص کو لکھ کر دی تھی، وہ غیر مقلد عالم مولانا خالد گھرجاکھی بن مولانا مستری نور حسین گھرجاکھی گوجرانوالہ شاگرد مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد نے اپنی جماعت کی تبلیغی رپورٹ میں شائع کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

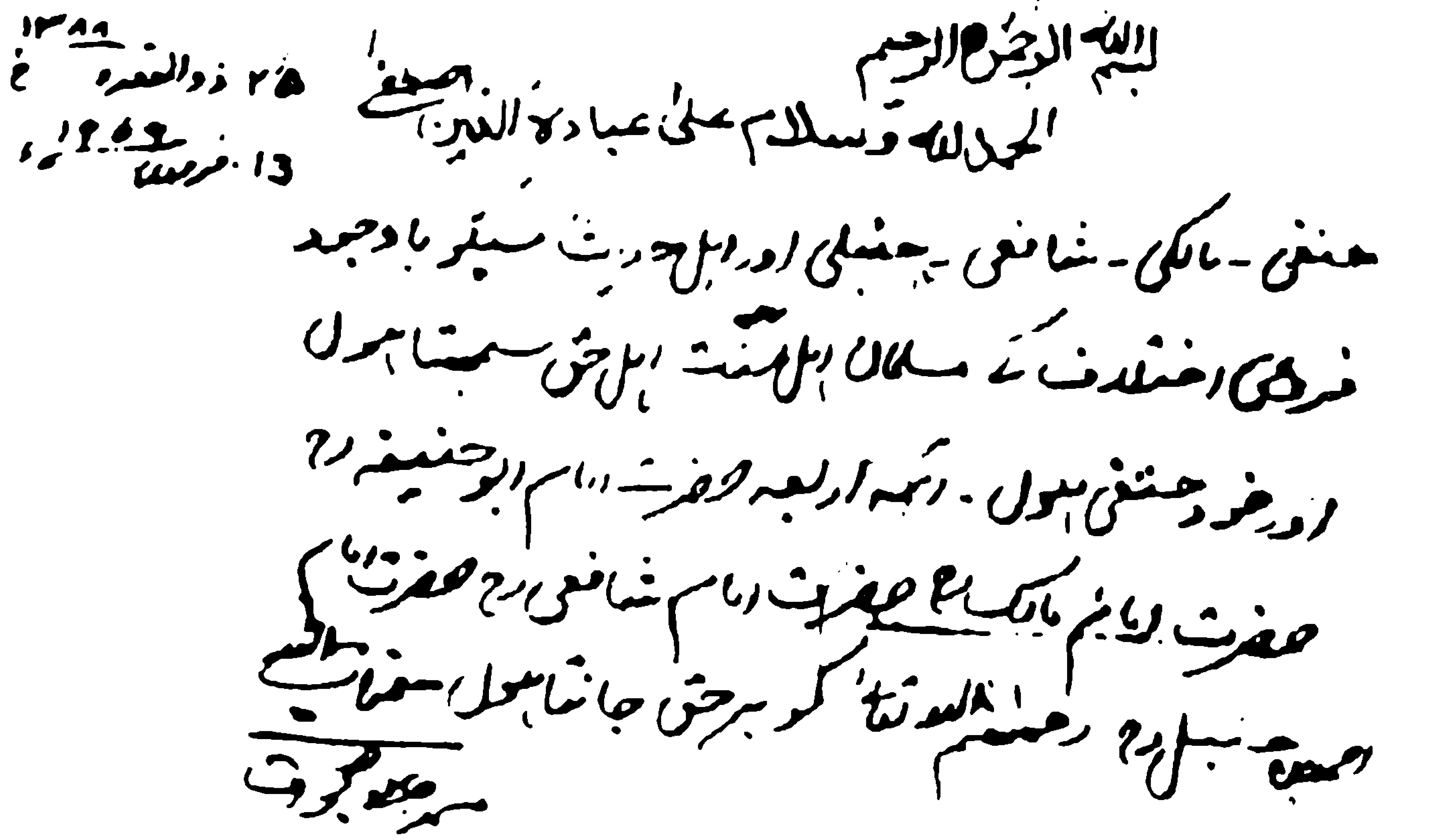
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اور اہل حدیث سب کو باوجود فروعی اختلاف کے مسلمان اہل سنت اہل حق سمجھتا ہوں اور خود حنفی ہوں۔ ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کو برحق جانتا ہوں۔ عنایت اللہ، مسجد جامع گجرات، ۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ، ۱۳ فروری ۱۹۶۹ء۔

(اسلام کی امانت سینوں میں ہے ہمارے مع تبلیغی رپوٹ ماہ جولائی ۱۹۸۲ء ص ۲۰)

شاہ صاحب کی اصل تحریر کا عکس ملاحظہ فرمائیں


بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی
۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ
13 [illegible] ۱۹۷۹ء
حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی اور اہل حدیث سبکو باوجود
فروعی اختلاف کے مسلمان اہل سنت اہل حق سمجھتا ہوں
اور خود حنفی ہوں۔ ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ رح
حضرت امام مالک رح حضرت امام شافعی رح حضرت امام
احمد بن حنبل رح رحمہم اللہ تعالیٰ کو برحق جانتا ہوں
سید احمد گجرات

تبصرہ: شاہ صاحب کی ان دونوں باتوں میں تضاد پایا جاتا ہے کہ پہلے اہل حدیثوں کو ''کذاب'' کہا اور اب ''اہل حق'' گردانا ہے۔

رسم قل میں شرکت

اخبار جنگ راولپنڈی ۴ ستمبر ۱۹۸۱ء میں ہے: ''شیخ الحدیث سید احمد شاہ کی رسم قل میں ممتاز علماء کی شرکت۔

گجرات ۳ ستمبر (نمائندہ جنگ) یہاں مسجد حاجی پیر بخش میں شیخ الحدیث الحاج سید احمد شاہ کی رسم قل نہایت عقیدت اور احترام کے ساتھ منائی گئی۔ ملک کے نامور علماء کرام اور مشائخ عظام اور سیاسی و مذہبی حلقوں نے ان کی وفات پر گہرے رنج کا اظہار کیا اور حاجی صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الحدیث ایک بلند پایہ عالم دین اور روحانی پیشوا تھے، ان کی ساری عمر تبلیغ میں گزری، پنجاب بھر کے ہزاروں فرزندان توحید کے علاوہ دیگر مکاتب فکر کے لوگوں نے بھی رسم قل میں شرکت کی اور ان کے لئے دعاء مغفرت کی۔ ان افراد میں مفتی محمد حسین نعیمی لاہور، اسلامی مشاورتی کونسل کے ممبر محمود احمد رضوی، جماعت اہل سنت کے ناظم حاجی فضل کریم، دیوبندی فکر کے ممتاز عالم دین سید عنایت اللہ شاہ بخاری، چوہدری فضل الٰہی سابق صدر پاکستان، علامہ محمد یعقوب اور دیگر افراد شامل ہیں۔

شیعوں کے جلسے یوم علی رضی اللہ عنہ میں شرکت

حضرت شاہ صاحب نے انجمن سادات ضلع گجرات کے زیر اہتمام یوم علی پر منعقد ہونے والے جلسہ میں شرکت کر کے خطاب فرمایا۔ دیکھئے جنگ اخبار راولپنڈی، ۵ ستمبر ۱۹۷۵ء۔ یہ یاد رہے کہ اس انجمن سادات کا بانی ٹیکسلا کا ایک رافضی ریاض حسین تھا، جس کے حکم کے تحت یہ یوم علی کا جلسہ منعقد کیا جا رہا تھا۔

(جنگ اخبار کی فوٹو جس میں شاہ صاحب یوم علی کے جلسہ سے خطاب فرمارہے ہیں: از ناقل)



پانچواں واقعہ

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانولہ میں جلسہ سے خطاب، حیات النبی ﷺ اور سماع النبی ﷺ کا اقرار۔

(یہ اختلاف سے پہلے کا واقعہ ہے: از ناقل)

آپ نے مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے جلسہ میں بریلویوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ درود وسلام (الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ، الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ) روضہ اطہر پر پڑھا جاتا ہے جہاں نبی اکرم ﷺ اس کا سماع خود فرماتے ہیں۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے اپنے اس عقیدہ کی تائید میں مشہور حدیث پڑھی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں۔''

(اور اس بات کے عینی گواہ آج بھی موجود ہیں ان سے پوچھا جاسکتا ہے۔ از ناقل)

شاہ صاحب اور حیات النبی ﷺ کا انکار

مولانا حبیب اللہ ڈیروی ایک عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

''خیر المدارس کے واقعہ کی تفصیل''

خیر المدارس کے سالانہ جلسہ پر حضرت شاہ صاحب کو مدعو کیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں حیات دنیویہ کا انکار کیا اور اس کی تردید کی جس کی بناء پر مولانا محمد علی جالندھری اور حضرت شاہ صاحب کے درمیان اس مسئلہ میں تلخ کلامی ہوئی حتی کہ حضرت شاہ صاحب نے پوری قوت سے ایک زناٹے دار تھپڑ حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے منہ پر رسید کیا لیکن حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صاحب کو مہمان ہونے کی وجہ سے معاف کر دیا۔ حضرت جالندھری کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ باوجود قدرت انتقام کے معاف کر دیا۔

دوسری طرف حضرت شاہ صاحب نے اخلاق سے گری ہوئی کاروائی کا مظاہرہ کیا کیونکہ مسائل میں بحث

کے وقت فریق مخالف کو دلائل سے خاموش کرایا جاتا ہے نہ کہ لڑائی کے ذریعہ سے، بلکہ لڑنا شکست خوردہ ہونے کی دلیل وعلامت سمجھا جاتا ہے۔ نیز حضرت شاہ صاحب نے نبی اکرم ﷺ کے صریح حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: إذا قاتل أحدكم أخاه فليجتنب الوجه فإن الله خلق آدم على صورته۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۷)

کہ جب تم سے کوئی ایک اپنے بھائی سے لڑائی کرے، تو چہرہ پر مارنے سے بچے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا چہرہ اسی شخص کے چہرے کے مشابہ بنایا ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب جب غصہ میں آتے ہیں تو شرعی آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے۔

بہر حال حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ میں حیات دنیویہ کا قائل نہیں ہوں جب کہ مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ اور مولانا محمد علی جالندھری فرماتے تھے کہ حیات دنیوی کا عقیدہ رکھنا چاہئے، کیونکہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا عقیدہ یہی تھا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ: ''حضرت نانوتوی کا یہ تفرد ہے، اس لئے وہ اپنے اس عقیدہ کے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتے، فلہذا دوسرے اکابر علماء دیوبند کا جو عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں ہے وہ حیات برزخیہ کا ہے، اس لئے میں حیات برزخیہ کا قائل ہوں۔''

(ضرب المہند از مولانا حبیب اللہ ڈیروی ص ۳۸ تا ۴۰)

شاہ صاحب کی وفات

سوانح نگار نے ص ۱۴۰ پر ''سانحہ ارتحال'' کا عنوان قائم کیا ہے اور یہ نہیں بتایا کہ شاہ صاحب نے کس دن، کس تاریخ کو وفات پائی؟ اس وقت کتنی عمر تھی؟ وغیرہ وغیرہ!

شاہ صاحب کے جنازہ میں

جو لوگ شاہ صاحب کے جنازہ میں شریک تھے وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ شاہ صاحب کا جنازہ جب گھر سے اٹھا اور نماز جنازہ پڑھانے کی جگہ لے جایا جا رہا تھا تو جی ٹی روڈ پر شاہ صاحب کے عقیدت مند نعرے لگا رہے تھے: ''مردے نہیں سنتے، مردے نہیں سنتے، مردے نہیں سنتے'' اور دوسرا نعرہ لگا رہے تھے: ''بخاری تیرا مشن جاری رہے گا''، بعض کہہ رہے تھے: ''پیر بخاری تیرا مشن جاری رہے گا'' پھر تھوڑی دیر بعد کہہ دیتے: ''مردے نہیں سنتے، مردے نہیں سنتے۔'' یہ سب کچھ شاہ صاحب کی میت کے پاس یعنی چارپائی اٹھانے والے کہہ رہے تھے، جو شخص ساری زندگی کہتا رہا کہ مردے نہیں سنتے، یہ عقیدت مند اس کو سنا رہے تھے۔ بریلویوں کو تو کہا جاتا ہے کہ: ''کلمہ شہادت ...... کلمہ شہادت'' کہنا بدعت ہے، جنازہ خاموشی سے لے جانا چاہئے مگر خود جو چاہیں کریں اس کے باوجود بھی اشاعت التوحید والسنۃ!!

قارئین کرام! ہم نے شاہ صاحب کی سوانح حیات کے مطابق شاہ صاحب کا مختصر سا تعارف پیش کر دیا ہے۔ سوانح نگار نے شاہ صاحب کی گھریلو زندگی کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے، اس لئے ہم بھی کچھ لکھنے سے معذور ہیں۔ سوانح نگار کو بتانا چاہئے تھا کہ شاہ صاحب نے پہلی شادی کب فرمائی، دوسری شادی کب کی، اولاد کتنی ہے؟ وغیرہ۔ ہمیں تو صرف مولانا سید ضیاء اللہ شاہ صاحب بخاری ہی کا علم ہے۔ شاہ صاحب اپنے اس بیٹے سے کافی عرصہ ناراض رہے لیکن سوانح نگار نے اس کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ یہ بتایا کہ ناراضگی کی وجہ کیا تھی؟

شاہ صاحب اور جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ

قارئین! ہم پہلے یہاں پر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں کہ وہ کیسے بنی اور اس کے کیا مقاصد تھے؟ ہمارے استاذ محترم امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے رکن رہے ہیں۔

میاں محمد الیاس لکھتے ہیں: ''۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد اس ملک میں قادیانی جماعت کا اثر ونفوذ بہت بڑھ گیا تھا اور خدشہ تھا کہ ملک کہیں قادیانی سٹیٹ نہ بن جائے۔ اس کے ازالے کے لئے مجلس احرار اسلام نے دوسری جماعتوں کے ساتھ مل کر ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک چلائی جس کی پاداش میں مجلس احرار اسلام کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا، جس سے علماء کا شیرازہ بکھر گیا اور علماء نے اپنے اپنے ذوق اور مزاج کے مطابق دوسری راہیں اختیار کیں، مثلاً سیاسی ذوق کے حامل اور سیاسی جدوجہد کرنے والے علماء جمعیت علماء اسلام سے وابستہ ہو گئے، ردشیعیت میں دلچسپی رکھنے والے حضرات تنظیم اہل سنت میں شامل ہو گئے، تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے ذوق کے حامل علماء نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں مجلس تحفظ ختم نبوت تشکیل دی۔

حضرت مولانا حسین علی کے تلامذہ دعوت توحید وسنت اور رد شرک وبدعات کا ذوق رکھتے تھے، ان حضرات نے نومبر ۱۹۵۷ء میں عارف باللہ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب (قلعہ دیدار سنگھ) کی امارت میں جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کی تشکیل وتاسیس کی تو حضرت سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو اس جماعت کا مرکزی نائب امیر بنایا گیا اور ۱۹۶۲ء میں حضرت قاضی نور محمد صاحب کے انتقال کے بعد امیر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ مقرر ہوئے اور تقریباً ربع صدی تک بطور امیر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ ذمہ داری نبھائی۔ (سوانح حیات ص۹ پیش لفظ)

چمنستان اشاعت التوحید والسنۃ ص۹۰،۹۱ میں ہے: ''۱۹۵۷ء میں مولانا حسین علی کے تلامذہ و متعلقین نے جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کے نام سے ایک جماعت تشکیل دی، تو آپ کو نائب امیر مرکزیہ مقرر کیا گیا۔ ۱۹۶۲ء امیر جمعیت مولانا قاضی نور محمد کی وفات کے بعد مرکزی امیر مقرر ہوئے اور ۱۹۸۵ء تک اس منصب پر فائز رہے اور اس وقت سے وفات تک اس جماعت کے اعزازی سربراہ اور سرپرست رہے ہیں۔''

مولانا محمد ایاز لکھتے ہیں: ''<u>ایک نئی جماعت کی ضرورت:</u> چونکہ دیگر دینی پلیٹ فارمز کے ذریعے توحید وسنت کے بے جھجک بیان اور اس کے احیاء میں مصلحتوں کی ہرزہ سائی) اصل کتاب میں ہرزہ سرائی کے بجائے ہرزہ سائی ہی لکھا ہے۔ از ناقل (اور مداہنت کے باعث رکاوٹیں پیش آ رہی تھیں، اس لئے اشاعۃ التوحید والسنۃ کے نام سے ایک نئی جماعت اور تنظیم کی بنیاد ڈال دی گئی۔'' (اشاعۃ التوحید والسنۃ: تعارف تاریخ اور مقاصد ص۲۱)

مفتی محمد ایاز مزید لکھتے ہیں: ''جو لوگ اس کے پہلے تاسیسی اجلاس میں شریک ہوئے ان میں

☆...... شیخ المحدثین مولانا نصیر الدین غور غشتوی خلیفہ مجاز مولانا حسین علی

☆...... شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن بہبودی خلیفہ اعظم حضرت تھانوی

☆...... استاذ العلماء مولانا ولی اللہ انہی والے خلیفہ مجاز حضرت شاہ حسین علی

☆...... شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین خلیفہ مجاز حضرت واں بھچرانوی

☆ ...... شیخ التفسیر مولانا قاضی نور محمد صاحب خلیفہ مجاز حضرت واں بچھرانوی
☆ ...... خطیب الاسلام مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خلیفہ مجاز حضرت شاہ حسین علی واں بچھرانوی
☆ ...... حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب آف بوچھال
☆ ...... حضرت مولانا عبدالواحد صاحب گوجرانوالہ
☆ ...... مولانا عرفان صاحب مانسہروی
☆ ...... مولانا سید نذر شاہ گجراتی
☆ ...... شیخ القرآن مولانا محمد طاہر خان سرحدی پنج پیری خلیفہ مجاز مولانا شاہ حسین علی
☆ ...... مولانا محمد سرفراز خان صفدر شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
☆ ...... مولانا خدا بخش صاحب سجادہ نشین حضرو شریف
☆ ...... مولانا صاحبزادہ محمد صادق صاحب فرزند حضرت شاہ حسین علی واں بچھرانوی
☆ ...... مولانا سید ابو احمد سجاد بخاری مرید حضرت واں بچھرانوی
☆ ...... اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان شاگرد مرید خاص جانشین خلیفہ مجاز حضرت شاہ حسین علی واں بچھرانوی

جیسے جید علماء کرام رحمہم اللہ شامل ہیں۔ (اشاعت التوحید والسنت؛ تعارف، تاریخ اور مقاصد ص ۲۳)

جمعیت کا دستور بنانے والی کمیٹی

مفتی محمد ایاز لکھتے ہیں: ''مولانا غلام اللہ خان، مولانا قاضی نور محمد، مولانا قاضی شمس الدین، مولانا عبدالستار، مولانا محمد طاہر پنج پیری، مولانا سرفراز خان صفدر اور مولانا نور احمد یزدانی نے جماعت کا دستور رقم کیا اور بالآخر مجلس عاملہ نے اس دستور کو منظور کر لیا۔ پہلی جماعت کی ہیئت ترکیبی کچھ اس طرح سے تھی:

(الف) سرپرست

☆ ...... استاذ العلماء مولانا ولی اللہ (المعروف انہی بابا) میانوال ضلع گجرات
☆ ...... صاحبزادہ مولانا محمد صادق (واں بچھراں ضلع میانوالی)
☆ ...... شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی (ضلع کیمبل پور)
☆ ...... حضرت مولانا شیخ الحدیث سلطان محمود (کھیالہ شیخاں)

(ب) امیر

☆ ...... حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب مدرسہ محمدیہ قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ

(ت) نائب امیر

☆ ...... حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجرات (مرکزی)
☆ ...... حضرت مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ (نائب امیر برائے صوبہ پنجاب)
☆ ...... شیخ القرآن حضرت مولانا محمد طاہر پنج پیر (نائب امیر برآئے صوبہ سرحد)

☆...... حضرت مولانا عبدالرؤف حیدر آباد (نائب امیر برائے صوبہ سندھ)
☆...... حضرت مولانا عرض محمد کوئٹہ (نائب امیر برائے صوبہ بلوچستان)

(ث) ناظم اعلیٰ

☆...... شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان (مہتمم دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی)

(ج) نائب ناظم

☆...... مولوی محمد یوسف خان (راولپنڈی)

(ہ) خازن

☆...... حاجی فیروز الدین (راولپنڈی)'' (اشاعت التوحید والسنت تعارف ص ۲۳، ۲۴)

مفتی محمد ایاز لکھتے ہیں: ''تبلیغ توحید و اشاعت سنت کی داعی جماعت کے اغراض و مقاصد اور جماعت سے وابستہ علماء و صوفیاء، محدثین و مفسرین، علماء و اولیاء کا عقیدہ و مسلک اس مذہبی جماعت کے قیام کا اعلان مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۵۷ء بمطابق ۱۳۷۷ھ کو دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں کیا گیا۔'' (اشاعت التوحید والسنت تعارف ص ۲۷)

قارئین کرام! جمعیت نے اپنا عقیدہ اور نظریہ دس شقوں پر شائع کیا۔ صفحہ ۲۶ پر شق نمبر (۵) اور (۶) لکھی ہیں، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۵) جملہ مسائل اہل سنت والجماعت کو حق سمجھتے ہوئے مسائل فقہ میں مسلک سراج الامۃ امام ابی حنیفہ کی پیروی اور ترویج کرنا۔

(۶) جہاں تک ممکن ہو عوام کو سلف صالحین کے مسلک پر چلنے کی دعوت دینا اور ان کے ادب و احترام کی تلقین کرنا۔ (اشاعت التوحید والسنت تعارف ص ۲۶)

ہم نے یہ ساری کارروائی اس لئے نقل کی ہے کہ جمعیت کے بعض خاص خاص علماء کے حالات اس کتاب میں ہم نے لکھنے ہیں اور ان کے عقائد و نظریات پر بحث بھی کرنی ہے، اس لئے آپ کے علم میں ہونا چاہئے کہ یہ شخص جمعیت کے ہی فرد ہیں کوئی غیر نہیں۔ دوسرے شاہ صاحب نے کہاں تک ان دونوں شقوں پر عمل کیا ہے؟ یہ بحث آگے آرہی ہے۔

ہمارے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے بعد میں جمعیت اشاعۃ التوحید سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ اس وجہ سے بعض مماتی؛ حضرت رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں مولانا محمد طاہر پنج پیری نے بھی تو جمعیت چھوڑ دی تھی، اس پر اعتراض کیوں نہیں کرتے؟

مولانا محمد طاہر پنج پیری نے جمعیت کیوں چھوڑی؟

مولانا حبیب اللہ مختار مماتی لکھتے ہیں: ''۱۹۵۷ء میں مولانا حسین علی کے تلامذہ و خلفاء کے ساتھ مل کر جمعیت اشاعت التوحید والسنت قائم کی اور اس کے صوبائی امیر مقرر کئے گئے تھے۔ شوریٰ میں فیصلہ ہوا تھا کہ کسی نے بدعت کی اور پھر معافی کی بجائے اس پر مصر رہا تو ہم ان سے بائیکاٹ کریں گے۔ چنانچہ جب مولانا نصیر الدین غورغشتوی کا فتویٰ شائع ہوا تو ان سے بائیکاٹ کے بارے میں پنجاب کے کچھ علماء لیت ولعل کرتے رہے، اسی وجہ سے شیخ القرآن مولانا محمد طاہر رحمہ اللہ نے ان سے علیحدگی اختیار کر کے جماعت اشاعت التوحید والسنت کی بنیاد رکھی،

جس کے آپ امیر مقرر ہوئے۔ اس جماعت نے صوبہ سرحد میں دعوت توحید، اشاعت سنت اور تردید شرک و بدعت کے سلسلے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۵۸ء میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجرات کی تحریک پر پنجاب اور جماعت صوبہ سرحد کی اشاعتی کام کا آپس میں ادغام ہوا اور شیخ القرآن پنج پیر مرکزی امیر منتخب ہو گئے۔'' (اشاعت التوحید والسنت تعارف ص ۴۴)

مولانا حبیب اللہ مختار مماتی نے ''چمنستان اشاعۃ التوحید والسنۃ'' میں مفسر قرآن مولانا عبدالحمید خان اختر سواتی رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے، لکھتا ہے: ''گوجرانوالہ کے سواتی برادران آپ سے معاصرانہ چشمک میں مشہور و معروف ہیں۔'' (اشاعت التوحید والسنت تعارف ص ۹۱، ۹۲)

آگے حضرت صوفی صاحب کی ایک عبارت قطع و برید کر کے بغیر حوالہ کے نقل فرمائی ہے۔ قارئین! ہم حضرت صوفی صاحب کی مکمل عبارت نقل کرتے ہیں، جس سے سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا مقام واضح ہو جائے گا۔ حضرت صوفی صاحب ایک عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں: ''مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجرات'' جیسا کہ پہلے مولانا قاضی شمس الدین کی تحریر کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ حضرت مولانا حسین علی کے آخری دور کے متوسلین میں سے مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجرات والے بھی ہیں، ان کو حضرت سے کچھ زیادہ استفادہ کا موقعہ نہیں مل سکا۔ بڑے ذہین اور خوش آواز ہیں، مقرر اور واعظ بھی بڑے درجہ کے ہیں۔ برصغیر کی تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام کے ساتھ وابستہ رہے ہیں اور بڑی سرگرمی سے کام کرتے رہے ہیں۔

ایک زمانہ میں صوبہ پنجاب کی مجلس احرار اسلام کے صدر رہ چکے ہیں، آخر میں کچھ اندرونی اختلاف کی بناء پر مجلس سے کنارہ کش ہو گئے، کم و بیش ربع صدی سے گجرات کالری دروازہ کی جامع مسجد کے خطیب ہیں۔ تبلیغ میں بڑا انہماک ہے، اہل بدعت کے خلاف ایک دور میں پورے صوبہ میں ان کا طوطی بولتا تھا، بالآخر مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے بے جا اصرار نے ان کے وقار کو بہت کچھ کم کر دیا ہے۔ شاہ صاحب جس درجہ کے ذہین اور اپنے اعمال و کردار میں متوازن معلوم ہوتے تھے اتنا ہی خلاف توقع انہوں نے ایک مسئلہ میں اس قدر شدت سے اختلاف کیا جس کی قطعاً توقع نہ تھی۔

ایک ایسا مسئلہ جس پر تقریباً تمام جماعت علماء دیوبند کا اتفاق چلا آ رہا تھا اور کسی قسم کا شبہ اس مسئلہ میں پیدا نہ ہوا تھا۔ اگر شاہ صاحب کی تحقیق میں اس مسئلہ میں انہیں اختلاف پیدا ہو گیا تھا تو انہیں یہ بات ہرگز مناسب نہ تھی کہ وہ اس مسئلہ کو سٹیج پر لا کر دیوبندی جماعت میں تفریق و انتشار کا باعث بنتے، مسائل کی تحقیق میں اختلاف علماء میں ہر زمانہ میں ہوا ہے اور ہوتا رہے گا، یہ کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ قباحت اس میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ادعاء کیا جائے کہ بس جو بات میری سمجھ میں آ گئی ہے حق وہی ہے اور دوسرے باطل پر ہیں۔

کیا یہ مسئلہ اپنی جگہ مشہور بین الانام نہیں کہ سماع موتی کے بارہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر امت کے اندر دونوں قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں، کسی نے سماع اموات کا اعتقاد رکھا اور کسی نے انکار کیا لیکن دوسرے اعتقاد والے کو گمراہ اور بدعقیدہ نہیں کہا، مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ شاہ صاحب قائلین سماع کو ابوجہل کا ''ٹبر'' تک اپنی تقریروں میں کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

ایک زمانہ تک قرآن کریم کی وہ آیات جن کو شاہ صاحب اہل بدعت اور مشرکین دور حاضر کے خلاف پیش کرتے تھے اب وہی آیات عقیدہ حیات النبی ﷺ کو ماننے والوں اور سماع موتی کے قائلین کے خلاف چسپاں کرتے ہیں۔ کیا یہ انتہا پسندی نہیں؟ سماع موتی کے قائل تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ بھی ہیں اور امت کے بہت سے جلیل القدر ائمہ دین بھی ہیں، بلکہ ائمہ کرام رحمہم اللہ سماع موتی کے قائل ہیں۔

کیا یہ سب ابو جہل کا ''تبر'' ہے؟ یہ باتیں اگر کسی اور آدمی سے سرزد ہوتیں تو شاید وہ درخور اعتناء خیال نہ کیا جاتا لیکن ایک ایسا عالم دین جس کو بڑے بڑے اکابر سے شرف تلمذ حاصل ہو کہ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کو حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب سے اور مفتی مہدی حسن صاحب اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے تلمذ حاصل ہے، اگر مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کا ''المہند'' جس کو مرتب کرنے والے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ ہیں اور جس پر حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے لے کر حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ تک تمام ذمہ دار حضرات کے دستخط موجود ہیں، اس پر اطمینان نہیں تھا تو اس کے اظہار کی یہ صورت تو کسی طرح بھی اچھی نہیں تھی۔

اگر شاہ صاحب کا یہ اختلاف نفسانیت اور ضد کی وجہ سے نہیں تو پھر بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اس کو اس قدر ایمان اور کفر کا مدار بنا کر سٹیج پر پیش کیا گیا اور جماعت کے عظیم کام میں رخنہ اندازی کی گئی۔ کیا اچھا ہوتا کہ شاہ صاحب اپنی تحقیقات کو اپنے پاس رکھتے اور اس پر ایسا بے جا اصرار نہ کرتے۔ ہمارے خیال میں تمام اکابر خواہ وہ مولانا حسین علی یا مولانا حسین احمد مدنی یا مولانا اشرف علی تھانوی ہوں یا مولانا سید انور شاہ کشمیری، مولانا نانوتوی، مولانا گنگوہی، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا خلیل احمد اور مولانا احمد علی لاہوری ہوں، یہ تمام حضرات کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے مستفید ہونے والے تھے اور حضرات صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کے نقش قدم پر تھے اور سب اہل حق میں سے ہیں، ان کو بعض مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف بھی ہوا ہے اور ہو سکتا ہے، لیکن کیا یہ اس اختلاف کی بناء پر اس حد تک چلے جائیں کہ دوسرے کو اہل باطل اور اہل بدعت کے زمرہ میں شامل کر دیں۔ العیاذ باللہ!

بادۂ ساغرت از خون دل یاراں است وائے اغیار اگر ایں اجر وفا داراں است

(مقدمہ فیوضات حسینی المعروف بہ تحفہ ابراھیمیہ مترجم ص ۴۳ تا ص ۴۵)

قارئین کرام! ہم نے مکمل عبارت نقل کر دی ہے، آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ لوگ کس قسم کے ہیں؟ آئندہ صفحات میں ہم جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے چند خاص علماء کا تذکرہ نقل کرتے ہیں۔

جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے چند خاص علماء کا تذکرہ

۱...... شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتی

حضرت صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''آپ بھی مولانا حسین علی کے خلیفہ مجاز ہیں، علماء دیوبند میں سے اونچا مقام رکھنے والے ہیں، تمام عمر اپنے قصبہ میں قرآن وحدیث وعلوم اسلامیہ کی خدمت کرتے رہے ہیں، جس للہ آپ سے بہت سے لوگوں نے علمی فیض حاصل کیا۔ آپ کے دو دورے مشہور رہے ہیں، بڑا دورہ ایک سال جس میں صحاح ستہ کی اہم کتابوں کی تعلیم دیتے تھے اور ایک سال چھوٹا دورہ یعنی مشکوٰۃ، جلالین، ہدایہ کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔

آپ کے حلقہ درس میں بعض اوقات سوسو کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ طلبہ شریک ہوتے رہے ہیں اور سالہا سال تک یہ معمول رہا ہے۔اب کچھ عرصہ سے ضعف ونقاہت اور نظر کی کمزوری کی وجہ سے تعلیم دینے سے معذور ہو چکے ہیں، لیکن طالبان طریقت کے لئے ان کا فیض برابر جاری ہے۔سلوک وتصوف میں تشنگان ذوق کو سیراب فرمارہے ہیں۔آپ نہایت ہی معتدل مزاج، نیک سیرت، سادہ طبیعت اور یادگار سلف ہیں۔مزاج، طبیعت اور تحقیقات مسائل اور طرز عمل بالکل اکابر علماء دیوبند کے ساتھ ملتا جلتا، اعتدال اور نیکی آپ کا شعار ہے۔آپ نے علمی تحقیقات کے سلسلہ میں مشکوۃ المصابیح پر حاشیہ بھی تحریر کیا ہے جو نہایت عمدہ اور قیمتی تحقیقات پر مشتمل ہے اور طبع ہو چکا ہے۔حضرت مولانا حسین علی کے بعض منتسبین اپنے مزاجی تشدد کی وجہ سے بعض مسائل میں تشدد کا پہلو اختیار کرتے ہیں۔ان حضرات کو ان اکابر کے طرز عمل کو سامنے رکھنا چاہئے کیونکہ بہر حال انہوں نے علم وسلوک دونوں میدانوں میں حضرت مولانا حسین علی سے زیادہ ہی استفادہ کیا ہے اور ان کی بات ہی قابل استناد ہو سکتی ہے۔'' (فیوضات حسینی ص ۳۵)

واضح رہے کہ جس زمانہ میں حضرت صوفی صاحب نے یہ مضمون لکھا تھا، اس وقت حضرت غورغشتوی رحمہ اللہ حیات تھے۔

۲......مولانا ولی اللہ انہی والے

صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یہ باباجی کے خویش اور ان کے صحیح جانشین ہیں، عرصہ تک تعلیم دیتے رہے ہیں، اب امراض کے ہجوم کی وجہ سے ضعیف وکمزور ہو چکے ہیں۔ان کے شاگرد بھی لاتعداد ہیں۔یہ بھی ذاکر شاکر اور خدا یاد انسان ہیں۔ان کا روحانی تعلق بھی حضرت مولانا حسین علی کے ساتھ ہے۔'' (فیوضات حسینی ص ۳۶)

۳......مولانا قاضی نور محمد قلعہ دیدار سنگھ

صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، نیک طبع، متقی عالم تھے، پڑھاتے بھی رہے ہیں اور زیادہ تر تبلیغ واصلاح کا کام کرتے رہے ہیں۔گوجرانوالہ کے اطراف میں آپ نے بہت کام کیا ہے۔بیشار لوگوں کے عقائد کی اصلاح آپ کے ہاتھ پر ہوئی ہے۔نہایت خوش پوش اور ذاکر شاکر عالم دین تھے۔حضرت مولانا حسین علی سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا۔تصوف وسلوک کے مقامات سے واقف تھے، توحید وسنت کی تبلیغ میں شدید انہماک تھا اور اہل بدعت کے خلاف متعدد رسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں۔مسئلہ حاضر وناظر، مسئلہ علم غیب اور بعض دیگر مسائل پر بھی رسائل لکھے ہیں۔

غیر مقلدین حضرات کی غلط بیانیوں اور زیادتیوں سے متاثر ہو کر فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر اور اسی طرح نماز کے متعلق ''صلوۃ الرسول'' وغیرہ بہت قیمتی رسائل لکھے ہیں۔وعظ بڑا موثر اور پر مغز فرماتے تھے۔قرآن کریم کے درس میں بلا کی روانی تھی۔آپ حضرت حسین علی کے اجل خلفاء میں سے تھے۔مسئلہ حیات النبی ﷺ میں علماء دیوبند کے طرفدار تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ ہمارے سامنے (حضرت صوفی صاحب مراد ہیں: از ناقل) کی بات ہے کہ حدیث سماع کا ذکر تھا (یعنی حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ: ''من صلی عند قبری سمعتہ ومن صلی نائیا ابلغتہ'') تو قاضی صاحب مرحوم فرمانے لگے کہ جس حدیث کے بارہ میں ملا علی قاری، حافظ ابن قیم، امام ابن تیمیہ اور سخاوی اور حافظ ابن حجر جیسے بزرگوں

نے یہ کہا ہے کہ یہ صحیح ہے، اگر ہم کہیں کہ یہ صحیح نہیں تو کوئی دانشمندی کی بات نہ ہوگی اور اسی طرح آپ نے صاف الفاظ میں یہ فرمایا کہ حضور ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے، ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوۃ وسلام سنتے ہیں، باقی کیفیت کا ہمیں علم نہیں، نہ اس کی کیفیت کے معلوم کرنے کے ہم مکلف ہیں۔" (فیوضات حسینی ص ۳۶)

۴......مولانا محمد طاہر پنج پیری

صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "نہایت ہی ذہین اور طباع قسم کے عالم ہیں، دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں اور دورہ حدیث آپ نے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ سے پڑھا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ سے بھی تلمذ ہے اور آپ حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے بھی شاگرد ہیں۔ آپ نے اپنے متعلق ایک مکتوب میں تحریر کیا ہے کہ: "بندہ نے حضرت مولانا حسین علی کی خدمت میں پانچ سال گزارے تھے اور آپ سے حدیث، تصوف اور حدایہ پڑھا تھا۔" آپ متعدد تصانیف کے مصنف بھی ہیں جو اہل بدعت کی تردید میں آپ نے لکھی ہیں۔ آپ کے پاس بھی قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے والوں کا ایک بڑا حلقہ ہوتا ہے۔ انگریز کے زمانہ میں آپ جمعیت علماء ہند کے رکن تھے اور انگریز کے خلاف جدوجہد کرنے والے حضرات کی صف میں تھے۔ تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کرتے تھے۔ بعض مسائل میں آپ کی تحقیقات اور طرز روش فی الجملہ تشدد پسندانہ ہے جس کی وجہ سے تلامذہ کے اذہان پر تیزی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور پھر حدود واعتدال کو قائم نہیں رکھ سکتے اور ابتلاء وتشتت کا باعث بن جاتے ہیں۔ کاش! اگر یہ لوگ اکابر کی روش کو ترک نہ کرتے تو کیا اچھا ہوتا۔" (فیوضات حسینی ص ۳۹)

یاد رہے کہ جس وقت حضرت صوفی صاحب نے یہ مقدمہ لکھا تھا اس وقت مولانا حیات تھے۔

۵......مولانا قاضی شمس الدین

صوفی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "آپ بڑے جید عالم ہیں، علوم درسیہ پر بڑا عبور حاصل ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے پرانے فضلاء میں سے ہیں۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے شاگرد ہیں۔ آپ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب کے برادر خورد ہیں۔ تحصیل علوم کے بعد آپ تقریباً ۱۸ سال تک پنڈی گھیپ میں تدریس کرتے رہے ہیں۔ یہ زمانہ آپ کی زندگی اور علم کی خدمت کا زرین زمانہ ہے۔ اس کے بعد تھوڑا سا عرصہ آپ دارالعلوم دیوبند میں بھی مدرس رہے ہیں اور پھر لائل پور اشاعۃ العلوم میں کچھ عرصہ تدریس کرتے رہے ہیں، پھر گوجرانوالہ میں آگئے......... چند دن وہاں کام کرتے رہے، پھر کچھ عرصہ مدرسہ نصرۃ العلوم میں شیخ الحدیث رہے۔ یہاں سے پھر انوار العلوم اور کبھی اشرف العلوم میں، آخر کار خود اپنا الگ مدرسہ صدیقیہ قائم کیا اور اب اس میں حدیث پڑھاتے ہیں۔.......... مزاج میں حدت اور شدت بہت ہے، اس لئے ہر جگہ بس ایک:

ے خانہ ازل میں جہان خراب میں ٹھہرا گیا نہ ایک جگہ اضطراب میں

کا نمونہ ہیں یا پھر:

طوف حرم میں یا سر کوئے بتاں رہے اک برق اضطراب رہے ہم جہاں رہے

صرف، نحو، فقہ، حدیث اور منطق میں اچھا درک رکھتے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ تعلیقات بخاری بنام الہام الباری (عربی) اور غایۃ المامول شرح عبدالرسول (اردو)، قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی آپ نے

لکھی ہے جس کی پہلی جلد طبع ہو چکی ہے جس کا نام ''تیسیر الرحمٰن بتفسیر القرآن'' ہے، اگر یہ مکمل شائع ہو جاتی تو اچھا تھا (جس وقت یہ مضمون لکھا گیا اس وقت صرف پہلی جلد شائع ہوئی تھی، اب ہمارے علم کے مطابق مکمل طبع ہو گئی ہے۔ از ناقل)، جہاں تک علمی نکات اور ربط وغیرہ کا تعلق ہے قابل قدر ہے، لیکن اس میں ایک عظیم نقص ہے، وہ یہ کہ زبان آج سے تقریباً دو سال قبل کی استعمال کی گئی ہے، بالفاظ دیگر ''ملا رموزی'' کی گلابی اردو میں لکھی گئی ہے جس سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ قطعاً استفادہ نہیں کر سکتا۔ قاضی صاحب کے مزاج میں شدت وحدت کے ساتھ ساتھ تعلّی وجذباتیت بھی حد درجہ کی ہے۔ جب مسئلہ حیات النبی ﷺ چھڑا تو قاضی صاحب نے یکے بعد دیگرے دو کتابیں لکھ دیں، القول الجلی اور مسالک العلماء، جن میں قاضی صاحب کی جذباتیت اور خودی بہت زیادہ نمایاں ہے۔ آپ مدرس ہونے کے علاوہ مناظر بھی ہیں۔ کاش کہ قاضی صاحب کو خدا نے جتنا علم وفضل دیا ہے اگر ان کا حوصلہ اور حلم بھی اتنا ہوتا تو یقیناً بہت زیادہ لوگ آپ سے استفادہ کرتے۔ (فیوضات حسینی ص ۴۰،۴۱)

۶......مولانا غلام اللہ خان

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''آپ نامور اور جید علماء میں سے ہیں، عرصہ تک تدریس کرتے رہے ہیں، فنون کی کتابیں مستحضر ہیں، حضرت مولانا حسین علی کے شاگرد اور مرید ہیں، مسئلہ توحید کے بیان کرنے میں پورے ملک میں شہرت رکھتے ہیں، ''بلغۃ الحیران'' انہی کی جمع کی ہوئی ہے، بڑے ذہین اور ہوشیار آدمی ہیں، مزاج میں شدت بھی بہت ہے اور کچھ مخالفین کی ناجائز باتوں سے شدت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے، بڑے مقرر اور صاحب طرز واعظ ہیں، قرآن کریم ایک خاص طرز سے پڑھتے ہیں، آواز بھی بلند اور صاف ہے، وعظ موثر ہوتا ہے، بڑے مستعد ورکر ہیں، ان کے پاس قرآن کریم پڑھنے والوں کو بہت اجتماع ہوتا ہے، ڈابھیل کے زمانہ قیام میں حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب سے حدیث پڑھی ہے، فنون انہی والے بابا صاحب سے پڑھے ہیں۔'' (فیوضات حسینی ص ۴۱،۴۲)

۷......سید احمد حسین شاہ سجاد بخاری

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ماہنامہ تعلیم القرآن کے مدیر ہیں اور آج کل تفسیر جواہر القرآن مرتب کر رہے ہیں، تفسیر بڑے عمدہ طریق پر مرتب کر رہے ہیں، لیکن بعض باتیں اس میں شاذ قسم کی ہیں، بڑی خرابی یہ ہے کہ خلط ملط کر دیا ہے، ترجمہ شیخ الہند کا لے لیا، فوائد موضح القرآن شاہ عبد القادر صاحب اور مقدمہ مع فوائد فتح الرحمٰن شاہ ولی اللہ کا لیا ہے، اس طرح مولانا حسین علی کے طرز فکر کو الگ طور پر سمجھنا مشکل ہوگا، بہت سی باتیں تفصیل میں مولانا غلام اللہ خان صاحب اور احمد حسین شاہ صاحب نے اپنی طرف سے بیان کی ہیں جن کا حضرت مولانا حسین علی کی طرف انتساب واقع کے خلاف ہے۔ سجاد صاحب حضرت مولانا حسین علی کے مریدین میں سے ہیں۔''

(فیوضات حسینی ص ۴۳)

جب مولانا احمد حسین شاہ سجاد بخاری نے تفسیر جواہر القرآن تین جلدوں میں مکمل کر کے شائع کروائی تو اس میں بہت سی ایسی باتیں بھی تھیں جو جمہور اہل السنت والجماعت کے مسلک کے مطابق نہیں تھیں۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ نے تفسیر جواہر القرآن کے مرتبین کو آگاہ کرنے کے لئے اکابر کے مشورہ سے تفسیر کے بعض مقامات پر تنقید فرمائی اور اسے ''ھدایۃ الحیران فی جواہر القرآن'' کے نام سے شائع کر دیا۔ مولانا

سجاد بخاری نے حق تسلیم کرنے کے بجائے ''هداية الحيران فى جواهر القرآن'' کے جواب میں ''اقامة البرهان'' شائع کی، پھر اقامۃ البرہان کے جواب میں مفتی عبدالقدوس ترمذی بن مفتی عبدالشکور ترمذی نے ''توضیح البیان لسانی هداية الحيران'' لکھی۔ یہ دونوں کتابیں ایک ایک جلد میں ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے شائع ہو چکی ہیں۔

۸......سید محمد حسین شاہ نیلوی

سید محمد حسین نیلوی صاحب ۱۳۴۱ھ میں نیلہ (ضلع چکوال) میں پیدا ہوئے، اس وجہ سے ''نیلوی'' مشہور ہوئے۔ مختلف علماء سے پڑھ کر آخر میں دورہ حدیث حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی سے پڑھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کئی مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، آخر میں جامعہ عربیہ ضیاء العلوم سرگودھا میں شیخ الحدیث اور مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ نے کئی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں، جن میں خاص طور پر دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں: (۱) شفاء الصدور (عربی) اس کا موضوع بحث عدم سماع موتی ہے، اس کا اردو میں ترجمہ محمد امیر بندیالوی نے کیا تھا۔ (یہ کتاب ''تسکین الصدور'' اور ''سماع موتی'' سے پہلے کی ہے)۔ (۲) ندائے حق (تین جلدیں) یہ کتاب پہلے صرف ایک جلد میں تھی، بعد میں اضافہ دراضافہ کی وجہ سے اس وقت تین جلدوں میں ہے۔

ہمارے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے جب اکابر علماء دیوبند کے حکم پر ''تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور'' لکھی تو اس کے جواب میں نیلوی صاحب نے ندائے حق شائع کی، جو ایک جلد میں تھی مگر منکرین حدیث کی طرز پر سب احادیث کا کسی نہ کسی بہانے سے انکار کر دیا گیا۔ امام اہل السنت نے تسکین الصدور میں ایک دعویٰ کیا تھا، نیلوی صاحب نے پوری کتاب میں اس کا جواب نہیں دیا۔ وہ دعویٰ ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں۔ حضرت امام اہل السنت ایک عنوان: ''عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں رہا'' کے تحت لکھتے ہیں: ''بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۴ھ تک اہل السنت والجماعت کا کوئی فرد، کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ، دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ من ادعى خلافه فعليه البيان ولا يمكنه ان شاء الله تعالىٰ الى يوم البعث والجزاء والميزان'' (تسکین الصدور ص ۲۹۰)

نیلوی صاحب کی ندائے حق ساری پڑھ لیں، کہیں پر بھی اس دعوی کے خلاف کوئی چیز موجود نہیں۔

پھر استاذ محترم مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے تسکین الصدور طبع دوم میں ندائے حق کا جواب بھی دیا تھا، اس کے بعد نیلوی صاحب کو تو ہمت نہ ہوئی کچھ لکھنے کی، مگر مماتی خاموش کب رہ سکتے تھے؟!! کئی سال کے بعد پھر ایک مماتی نے ندائے حق سے ماخوذ کر کے ''آئینہ تسکین الصدور'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی، مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے بھی اسی طرز پر ''قہر حق بر صاحب ندائے حق'' شائع فرمائی اور مولانا حافظ عبدالقدوس قارن نے ''اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور'' لکھ کر مماتیوں کے بے بنیاد اعتراضات کے جوابات دیئے۔

ان کے علاوہ ایک دفعہ گوجرانوالہ کے بعض مماتیوں نے تسکین الصدور پر اعتراض کیا۔ حضرت نے فورا ''المسلک المنصور فی رد کتاب المسطور'' لکھ کر منہ توڑ جواب دیا۔ نیلوی صاحب نے آخر عمر میں سیدنا امام حسین کے خلاف بھی ایک کتاب ''مظلوم کربلا'' لکھ ماری، جس میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کی گئی تھی، جس کی وجہ سے آپ کو جیل جانا پڑا۔ آپ جیل میں شدید علیل ہو گئے اور ملٹری ہسپتال میں ۱۸ فرور ۲۰۰۶ء کی رات وفات پا گئے۔

۹......مولوی محمد امیر بندیالوی

مولوی محمد امیر بندیالوی ۱۹۱۴ء میں بندیال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، مختلف علماء کرام سے پڑھ کر دورہ حدیث جامعہ امینیہ دہلی میں مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ سے پڑھا۔ تعلیم کے بعد مختلف جگہ پر تدریس اور خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، کچھ عرصہ کے بعد ۱۹۵۸ء میں بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا شہر میں ''جامع مسجد حنفیہ'' میں بحیثیت خطیب تشریف لائے اور یہیں پر آپ نے مدرسہ جامعہ عربیہ ضیاء العلوم کا آغاز کیا۔ جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے نائب امیر بھی رہے۔ آپ نے بھی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ میں سید عنایت اللہ شاہ کا ساتھ دیا اور اس مسئلہ پر کتابیں بھی لکھیں:

(۱)''الاقوال المرضیہ فی احوال البرزخیۃ'' اس میں عدم سماع موتی پر کافی بحث موجود ہے۔

(۲)''الصراط المستقیم فی اثبات الحیوۃ البرزخیہ للنبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم'' اس میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا گیا ہے۔

(۳)''ترجمہ شفاء الصدور'' یہ نیلوی صاحب کی کتاب کا ترجمہ ہے۔

یکم ستمبر ۱۹۷۱ء کو حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث انتقال ہوا۔ عطاء اللہ بندیالوی صاحب آپ ہی کے بیٹے ہیں۔

۱۰......احمد سعید ملتانی چتروڑگڑھی (گکھڑ منڈی)

احمد سعید ملتانی جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے مرکزی مبلغ تھے اور جمعیت اشاعت التوحید والے ان کے نام کے ساتھ جو جو القاب لگاتے تھے، وہ آپ بھی ملاحظہ فرمالیں:

☆...... شیخ القرآن　☆...... امام انقلاب　☆...... شیخ العرب والعجم
☆...... ابن تیمیہ وقت　☆...... شاہ اقلیم سخن　☆...... مناظر اسلام
☆...... قاطع شرک وبدعت　☆...... امام فن اسماء الرجال وغیرہ وغیرہ۔

احمد سعید چتروڑی نے تعلیم بھی ان ہی لوگوں سے حاصل کی، دورہ حدیث بھی اشاعت التوحید والسنت والوں کے مدرسہ میں کیا، پھر فراغت کے بعد سے لے کر جب تک شاہ صاحب کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا شاہ صاحب کی جماعت میں رہا، جب شاہ صاحب کی مرضی کے خلاف ایک دو باتیں اس نے کہیں تو شاہ صاحب نے اس کو جماعت سے نکال دیا۔ اس کے افکار وخیالات کی تو کافی عرصہ سے شکایات بھی آتی رہتی تھیں، مگر شاہ صاحب نے درگزر کیا۔ جب شاہ صاحب کی اپنی باری آئی اور آپ کی توہین شروع ہوئی تو جماعت کے دستور کی خلاف ورزی کا بہانہ بنا کر اس کو جماعت سے نکال دیا گیا۔ اس کے عقائد ونظریات کیا تھے؟ یہ تو پکی بات ہے کہ وہ عقائد ونظریات جو جمعیت

اشاعت التوحید والسنت کے اِس وقت ہیں، وہ تو سارے تھے مگر یہ شخص ترقی کرتے کرتے منکر حدیث بن گیا اور امام بخاری ﷫ اور بخاری شریف کے خلاف ایک کتاب لکھ ماری جس کا نام ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' رکھا۔

احمد سعید ملتانی: دار العلوم دیوبند کی نظر میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہ ب ۱۴۳

الجواب وباللہ التوفیق، حامداً ومصلیاً ومسلماً!

قرآن مقدس اور بخاری محدث نامی کتاب دار الافتاء کو برائے اظہار رائے موصول ہوئی، یہ کتاب احمد سعید خان صاحب ملتانی کی ہے، یہ کتاب اور اس کے مرسلہ اقتباسات پڑھے، یہ کتاب انتہائی گمراہ کن ہے جگہ جگہ اس میں احادیث نبویہ کا استہزاء اور آپ ﷺ کے فرمودات کی تضحیک وتکذیب کی گئی ہے اور حضرت امام بخاری ﷫، صحیح بخاری کی رواۃ کی برائی کی آڑ میں احادیث کو قرآن کے مخالف اور عقل کے خلاف کہہ کر صحیح احادیث کا انکار کیا ہے، رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال کو خلاف واقعہ، غلط اور جھوٹا کہنا، آپ پر الزام تراشی کرنا، آپ کے کردار کو نازیبا الفاظ میں پیش کرنا، جگہ جگہ احادیث میں شک پیدا کرنا، انہیں خلاف حقیقت ظاہر کرنا، اور ان کو بکواس بتانا مصنف کتاب کی گمراہی کی واضح دلیل ہے اور مصنف نے چالاکی یہ کی کہ براہ راست احادیث نبویہ کا انکار نہیں کیا بلکہ امام بخاری ﷫ اور ان کے راویوں پر سارا الزام رکھ کر احادیث کے مضامین کی تردید اور ان کا استہزاء کیا ہے۔ علاوہ ازیں مصنف نے وہ چیزیں جو حواس خمسہ سے معلوم نہیں ہوسکتیں، بلکہ وحی الٰہی سے معلوم ہوسکتی ہیں، ان میں بھی حواس خمسہ کو دخل دیا ہے اور ہر جگہ عقلی گھوڑے دوڑائے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہیں، اور ضلالت وگمراہی کے گڑھے میں، اور بدعقیدگی کی دلدل میں پھنس گئے ہیں۔ مزید برآں مصنف میں ذخیرہ احادیث سے لاعلمی اور کج فہمی بھی پائی جاتی ہے زبان غیر شائستہ اور سوقیانہ ہے بازاری الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ ایسا شخص اہل السنۃ والجماعت سے خارج ہے، خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے، وہ دیوبندیت سے اور اہل حق سے کوسوں دور ہے، ایسے گمراہ شخص کو اپنے جلسوں میں دعوت دینا اور اس کی تقریر سننا ہرگز جائز نہیں، مسلمانوں کو اس سے محتاط رہنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم!

کتبہ حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند
یکم رجب ۱۴۲۹ھ

دار الافتاء والارشاد کراچی کا فتویٰ......اقتباسات

کتاب قرآن مقدس بخاری محدث میں جو مطالب مذکور ہیں ان غلیظ نظریات کی نسبت امام بخاری ﷫ تعالیٰ یا ان کی کتاب صحیح بخاری کی طرف کرنا بالکل غلط ہے اور مولف کتاب کے سوء فہم کا نتیجہ ہے۔ یہ خود ساختہ مفروضات اور غلیظ مطالب جو مولف مذکور نے کھینچ تان کر بعض احادیث بخاری سے کشید کئے ہیں، بخاری شریف کی احادیث سے کسی طرح مفہوم نہیں ہوتے .... مولف مذکور اپنے اس اقدام میں انتہائی ضال، مضل ہے۔ اس پر لازم ہے کہ فوراً اپنی اس ضد اور گمراہی سے رجوع کرے اور امام بخاری ﷫ جیسے عظیم امام حدیث اور ولی اللہ کے

بارے میں جو یاوہ گوئی اور بہتان تراشی اس کتاب میں کی ہے اس پر صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کرے ورنہ "من اذی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب" اور "من شذ شذ فی النار" کے بموجب سخت خطرہ ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہو۔ سید عابد علی شاہ ...... ۱۸ محرم ۱۴۲۹ھ

دارالافتاء والارشاد کراچی

"الجواب الصحیح" (مفتی) محمد

جامعہ دارالعلوم کبیر والا کا فتویٰ......اقتباسات

سعید احمد ملتانی توحید کے نام پر فتنہ انکار حدیث کی آبیاری کر رہا ہے۔ فقہی نصوص کے مطابق مصنف مذکور سعید احمد ملتانی (چتروڑی) اپنی تصنیف کے مطابق زندیق، ملحد، ضال، مضل اور اسلام دشمن شخص ہے۔

فتویٰ نمبر: ۲۱۰۹۹ ...... مورخہ: ۱۲ رمضان ۱۴۲۹ھ ...... حامد حسن

جامعہ خیر المدارس ملتان کا فتویٰ......اقتباس

ہماری تحقیق کے مطابق یہ (احمد سعید ملتانی) منکر حدیث، بددین، زندیق اور قریب بکفر ہے نیز اس نے متواترات کا انکار کیا ہے۔ فتویٰ نمبر: ۱۲۶......مورخہ: ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۹ھ

مفتی محمد انور اوکاڑوی......مفتی محمد اسحاق......مفتی محمد عبداللہ

حدیث شریف کا انکار کرنا اس نے شاہ صاحب ہی سے سیکھا تھا، کیونکہ شاہ صاحب ان تمام احادیث کا انکار فرماتے ہیں جن سے:

☆......مسئلہ حیات النبی ﷺ ☆......سماع النبی ﷺ ☆......وسیلہ بالنبی ﷺ

☆......استشفاع من قبر النبی ﷺ ☆......زیارت قبر النبی ﷺ ☆......عرض اعمال علی النبی ﷺ

ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح عام سماع موتی اور دیگر احوال برزخ وقبر کے حالات جن احادیث میں آتے ہیں ان سب کا انکار کرتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ سب کا تو نہیں کرتے، تو ہم کہتے ہیں کہ بعض احادیث کا تو کرتے ہیں۔ جب کہ ہم اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی ان احادیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ شاہ صاحب بھی یہ کہہ کر ہی ان احادیث کا انکار کرتے تھے کہ یہ احادیث قرآن کے خلاف ہیں۔ اسی طرح احمد سعید ملتانی نے کیا ہے۔

احمد سعید کی اس کتاب کے رد میں کئی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) احمد سعید ملتانی آغاز وانجام از مولانا حافظ نثار احمد الحسینی خلیفہ مجاز قاضی زاہد الحسینی رحمہ اللہ (اٹک)

(۲) امام بخاری کا عادلانہ دفاع از مولانا عبد القدوس قارن

(۳) رواۃ بخاری اور امام بخاری کا عادلانہ دفاع از مفتی محمد ظفر اقبال

(۴) عادلانہ جواب از مولانا محمد عمر قریشی

(۵) چتروڑی کے الزامات کا مسکت جواب از مولانا عبد الکریم نعمانی

چند اور کتابیں بھی اس موضوع پر موجود ہیں یہ کتابیں آج بھی مل جاتی ہیں مجموعی طور پر احمد سعید ملتانی کے متعلق زبردست معلوماتی کتابیں ہیں۔ ہر آدمی کو اپنے پاس رکھنی چاہئیں۔

ان کے علاوہ احمد سعید کی گستاخیاں اور بدزبانیاں جاننے کے لئے جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے خاص رکن اور ماہنامہ "محمہ توحید" کے مدیر پروفیسر محمد ضیاء کی کتاب "خس کم جہاں پاک" ملاحظہ فرمائیں۔ یہ کتاب مرکز اشاعت التوحید والسنت لالہ موسیٰ علیہ السلام پاکستان سے شائع ہوئی ہے۔ انہی کی ایک دوسری کتاب "تفسیر یا تحریف" بھی احمد سعید چتروڑی کے متعلق ہے۔

ان کتابوں کی موجودگی میں ہم احمد سعید کے متعلق کچھ زیادہ نہیں لکھنا چاہتے۔ تفصیل ان کتب میں دیکھ لی جائے۔ احمد سعید کے علاوہ اس وقت بھی جمعیت اشاعت التوحید کے اندر اس قسم کے افراد موجود ہیں جو اس کی طرز پر چل رہے ہیں، بلکہ اس سے بھی چند قدم آگے ہیں۔ ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جب سے پنج پیری حضرات کا جمعیت سے الحاق ہوا ہے اس وقت سے وہ جمعیت پر چھا گئے ہیں اور جمعیت کا اصل نام بھی تبدیل کر دیا ہے۔

قارئین! ہم نے جمعیت کی دس شخصیات کا مختصر تعارف یہاں پر لکھ دیا ہے۔ جو مرکزی شخص تھے۔ باقی اگر کوئی تفصیل دیکھنا چاہے تو "چمنستان اشاعت التوحید والسنت" کو دیکھ لے، سب اشاعتی نظر آجائیں گے۔

سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے عقائد و نظریات

شاہ صاحب جب تک اہل حق کی جماعت (اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی) کے ساتھ رہے اس وقت تک شاہ صاحب کا ادب واحترام بھی سب ہی لوگ کرتے تھے، شاہ صاحب سے تقریریں بھی کراتے تھے اور دیگر پروگراموں میں بھی آپ کو مدعو کیا جاتا تھا مگر جب شاہ صاحب نے بعض مسائل میں خودرائی اختیار فرمائی تو اہل حق سے کٹتے چلے گئے اور حق کی جماعت کو آپ نے دو ٹکروں میں تقسیم کر دیا، اس سے اہل حق کا اتنا بڑا نقصان ہوا جو آج تک پورا نہ ہو سکا۔ اس نقصان کی تمام تر ذمہ داری شاہ صاحب پر ہی عائد ہوتی ہے۔ بہر حال شاہ صاحب نے جن مسائل میں تفرد اختیار کیا ان کی وجہ سے آپ اہل حق کی جماعت سے خارج ہو گئے تھے۔ آپ نے جن مسائل میں خودرائی اختیار فرمائی ان میں سے چند مسائل یہ ہیں:

☆...... زمینی قبر کا انکار　☆...... حیات النبی ﷺ کا انکار　☆...... سماع موتی کا انکار
☆...... وسیلہ کا انکار　☆...... استشفاع عند القبر کا انکار　☆...... عرض اعمال کا انکار

وغیرہ وغیرہ! ہم آگے کتاب میں ان مسائل پر بحث کریں گے اور ثابت کریں گے کہ شاہ صاحب ان مسائل میں غلطی پر تھے اور ان کے پیروکار آج بھی غلطی پر ہیں۔

شاہ صاحب کے کارنامے

شاہ صاحب کے کارنامے اور کمالات تو بہت سے ہیں، بعض کی تفصیل مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی نے "ضرب المهند علی القول المسدد" میں فرمائی ہے۔ ہم یہاں پر صرف دو "کارناموں" کا ذکر کرتے ہیں:

شاہ صاحب کا پہلا کارنامہ

پہلا کارنامہ قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر اپنی مرضی سے کرنا ہے۔

شاہ صاحب کا دوسرا کارنامہ

شاہ صاحب کا دوسرا کارنامہ امت محمدیہ اور اہل حق کی جماعت میں تفریق پیدا کرنا ہے۔ یہ کارنامہ شاہ صاحب کی زندگی کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور وہ اس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے۔

پہلے کارنامے کی کچھ تفصیل

شاہ صاحب کے حواری یہ کہتے ہیں کہ اصلی دیوبندی تو ہم ہیں اور یہ حیاتی تو ''بناسپتی دیوبندی'' ہیں، وہ اپنے آپ کو حنفی بھی کہلاتے ہیں اور اہل السنت والجماعت ہونے کے بھی مدعی ہیں۔ مگر جب ان سے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر بات ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتے ہیں۔

قارئین! ان سے بات کرکے دیکھ لیں۔

(۱) آپ ان سے یہ طے کریں کہ آپ بھی اپنے آپ کو دیوبندی سمجھتے ہیں اور ہم بھی دیوبندی ہیں، چلو مسئلہ حیات النبی ﷺ پر اکابر علمائے دیوبند کی تحریرات سے فیصلہ کرلیتے ہیں۔ یہ لوگ زہر کا پیالہ تو پی سکتے ہیں مگر اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوں گے۔ آپ آزما کر دیکھ لیں۔ طرح طرح کے بہانے بنائیں گے۔ آپ

☆...... ''آب حیات'' از مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کی بات کریں۔
☆...... ''المہند علی المفند'' از مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی بات کریں۔
☆...... ''نشر الطیب'' از حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف تھانوی رحمہ اللہ کی بات کریں۔
☆...... ''ترجمان السنۃ'' از مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ کی بات کریں۔
☆...... ''سیرۃ المصطفیٰ ﷺ'' از مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ

کا حوالہ پیش کریں تو کبھی نہیں مانیں گے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ صرف دعوی ہی دعوی کرتے ہیں، عمل نہیں کرتے، ورنہ کتنی آسان بات ہے کہ امت دوبارہ اکٹھی ہوجائے، لمبی چوڑی بحثوں میں پڑنے کی بجائے آسانی سے مسئلہ کا حل نکل آتا ہے۔

(۲) یہ اپنے آپ کو ''حنفی'' کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی آپ کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے، مسئلہ حیات النبی ﷺ کا فیصلہ صرف فقہائے احناف سے کرالیتے ہیں۔ ہم صرف فقہائے احناف سے حیات النبی ﷺ ثابت کریں گے، آپ کسی مستند حنفی عالم سے یہ ثابت کریں کہ: ''وفات کے بعد قبر میں...... اگر آپ لفظ ''قبر'' سے پریشان ہوتے ہیں تو ''برزخ'' میں...... آپ ﷺ کے جسم اقدس کے ساتھ روح مبارک کا تعلق کسی حیثیت سے بھی نہیں ہے اور قیامت کے دن سے پہلے جسم اقدس کے ساتھ روح کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی آپ درود وسلام سنتے ہیں۔''

اگر ہے ہمت تو کوشش کرکے دیکھ لیں۔ جب یہ اپنا عقیدہ علماء احناف سے بھی ثابت نہ کرسکیں اور ابھی تک کر بھی نہیں سکے تو یہ پھر حنفی بھی نہیں ہیں، اسی طرح مالکی، شافعی، حنبلی فقہاء سے بھی کوشش کرکے دیکھ لیں، یوں یہ حضرات مذاہب اربعہ سے اپنا خود ساختہ عقیدہ ثابت نہ کرکے اہل سنت والجماعت سے مکمل خارج ہوجاتے ہیں۔

جب سب طرف سے دروازے بند ہوجاتے ہیں تو شور مچاتے ہیں کہ جی! یہ کوئی مناظرہ یا بات کرنے کا طریقہ ہے؟ کیا یہ لوگ کوئی شرعی دلیل ہیں؟ شرعی دلائل تو چار ہیں، ان سے بات کرنی چاہیے۔ ہم کہتے ہیں: یہ بات آپ کی

بالکل ٹھیک ہے، مگر ہر ایک جماعت اور فرقہ سے بات کرنے کا طریقہ جدا جدا ہوتا ہے، جو لوگ خدا کو نہیں مانتے بات تو ہمارے اکابر ان سے بھی کرتے ہیں، یہودی، عیسائی، پارسی، ہندو وغیرہ یا دنیا میں اس وقت جو باطل مذاہب ہیں کیا ان سے مسلمانوں کے مناظرے نہیں ہوتے؟ لازمی بات ہے کہ ہوتے ہیں مگر ہر ایک سے مناظرہ کرنے کا طریقہ الگ الگ ہوتا ہے۔ آپ نے ادلہ اربعہ کی بات کی ہے، بہت اچھی بات ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو جب ہم نے کہا کہ فقہاء احناف یا چاروں ائمہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ثابت کرو تو یہ قیاس کا مسئلہ حل ہو گیا، جب ہم نے کہا کہ اہلسنت والجماعت سے ثابت کرو تو اجماع کا مسئلہ حل ہو گیا، جب ہم نے کہا کہ احادیث مبارکہ سے ثابت کرو تو دوسری دلیل کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ ہم تو ادلہ اربعہ سے ہی مناظرہ کرتے ہیں مگر عوام کو آپ کے دھوکہ سے بچانے کے لئے ترتیب بدلی ہے۔ اگر آپ صرف اور صرف قرآن کا دعوی کرتے فرقہ اہل قرآن کی طرح تو آپ کے پہلے نمبر پر ہی قرآن سے بات کرتے۔ چلو اب قرآن سے بات ہوگی۔

قارئین کرام! ہم نے کہا تھا کہ شاہ صاحب اور ان کے حواری تفسیر بالرائے کرتے ہیں۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔

مماتی اور قرآن

اب آپ سے کوئی مماتی فرقے کا شخص قرآن قرآن کی رٹ لگائے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اس سے یہ بات طے کریں کہ میں اگر کسی آیت کا ترجمہ یا تفسیر کرتا ہوں تو آپ اسے تسلیم نہیں کریں گے اور جو آپ ترجمہ یا تفسیر کریں گے میں اسے تسلیم نہیں کروں گا۔ تو فیصلہ کس طرح ہوگا؟ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نہ آپ اپنی مرضی کریں اور نہ میں اپنی مرضی کرتا ہوں، آپ بھی خود دیوبندی کہتے ہیں اور میں بھی دیوبندی ہوں، ہم دونوں دیوبند مسلک کے کسی مستند عالم دین مفسر قرآن کی تفسیر کا انتخاب کر لیتے ہیں، آپ بھی اس کے پابند ہو جائیں اور میں بھی ہو جاتا ہوں، تو ایسا کرتے ہیں کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کی مشہور زمانہ ''تفسیر معارف القرآن'' کا انتخاب کر لیتے ہیں، یقین جانیے کبھی بھی کوئی مماتی تیار نہیں ہوگا۔

اگر مماتی یوں کہے کہ یہ تفسیر درست نہیں تو آپ اس مماتی سے کہیں: کیوں؟ یہ تفسیر کیوں درست نہیں؟ کیا مفتی صاحب کو قرآن نہیں آتا؟ کیا وجہ ہے؟ آپ کیوں نہیں مانتے؟ آپ بھی ان کو اپنا بزرگ مانتے ہیں۔ اب یہاں پر المہند کی تو بات نہیں ہو رہی، قرآن کی بات ہو رہی ہے، مگر مماتی کبھی نہیں مانے گا۔ پھر آپ اس مماتی سے کہیں: بقول آپ کے مفتی شفیع صاحب کو تو تفسیر کا علم نہیں تھا، وہ صرف مفتی تھے، چلو! مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ والا ''معارف القرآن'' دیکھ لیتے ہیں، اس سے فیصلہ کر لیں گے، وہ تو دیوبند میں شیخ التفسیر رہ چکے ہیں۔

اگر مماتی اب بھی نہ مانے تو پھر مفتی عاشق الٰہی کی تفسیر ''انوار البیان'' کا نام لے لیں، پھر ''تفسیر عثمانی'' کا نام لیں، علماء دیوبند کی تفسیروں کے بعد شاہ عبدالعزیز کی ''تفسیر عزیزی'' کا نام لیں، اس کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی کی ''تفسیر مظہری'' کا نام لیں، یقین مانیے! کوئی مماتی آپ سے اس طرح بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا، کیونکہ اس طرح ان کا اپنی مرضی سے تفسیر کرنے کا وہ طریقہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ شاہ صاحب تفسیر بالرائے کیا کرتے تھے اور ان کے حواری بھی اسی ڈگر پر چل رہے ہیں۔ احمد سعید ملتانی کے متعلق تو ''نغمہ توحید'' کے مدیر نے کتاب لکھ دی ہے۔ ''تفسیر یا تحریف'' مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ اصول احمد سعید نے شاہ صاحب سے ہی اخذ کیا ہے۔

یہی حال احادیث کے ساتھ شاہ صاحب کا تھا۔ مثلاً آپ ایک حدیث پیش کریں جس میں مسئلہ سماع موتی کا ذکر ہے اور اس کی تشریح میں بڑے بڑے محدثین:

☆ ...... امام شمس الدین کرمانی رحمہ اللہ (متوفی ۷۸۶ھ)
☆ ...... علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ)
☆ ...... علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ)
☆ ...... امام احمد بن محمد قسطلانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۲۳ھ)
☆ ...... امام ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ)
☆ ...... علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۵۲ھ)

اور اہل السنت والجماعت کے جلیل القدر محدثین رحمہم اللہ کے اقوال سے ثابت کریں کہ حدیث ان محدثین کے نزدیک درست ہے اور اس حدیث کا یہ مفہوم اور مطلب محدثین نے سمجھا ہے یا اس حدیث سے یہ مسئلہ ان حضرات نے استنباط کیا ہے۔ شاہ صاحب کبھی بھی تسلیم نہیں کرتے، آج بھی آپ کسی مماتی سے تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ اس فرقہ کا ''قرآن، قرآن'' کہنا اسی طرح ہے جس طرح منکرین حدیث ''قرآن، قرآن'' کہتے ہیں یا منکرین فقہ ''حدیث، حدیث'' کہتے ہیں یا اہل تشیع اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کر کے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔

ہر گمراہ فرقہ کوئی نہ کوئی ایسی بات تو ضرور کرتا ہے جس سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے۔

باب دوم

اس باب میں فرقہ مماتیت کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس باب کے مطالعہ سے اکابر کی مصالحتی کوششیں اور فرقہ مماتیت کی قیادت کی ہٹ دھرمی سے ان کاوشوں کی ناکامی کی مکمل تفصیل آپ کے سامنے آئے گی۔

تاریخ فرقہ مماتیت

قارئین کرام! فرقہ مماتیت کس طرح معرض وجود میں آیا، اس فرقہ کا تاریخی پس منظر کیا ہے، کس طرح اکابرین علماء دیوبند نے ان کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی لیکن یہ فرقہ اپنی ''میں نہ مانوں'' والی ضد پر اڑا رہا، ان تمام امور کی تفصیل فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''ھدایۃ الحیران فی جواہر القرآن'' میں بیان فرمائی ہے۔ افادۃً ہم اس کتاب سے اہم باب نقل کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

۱۹۵۸ء سے پاکستان میں بعض مسائل وجہ نزاع اور سبب افتراق بنے ہوئے ہیں، بعض وہ علماء جو خود کو اکابر علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں وہی اکابر دیوبند کی تحقیق سے ان مسائل میں اختلاف و انحراف کر رہے ہیں۔ ان مسائل میں سرفہرست ''مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے اور اس کی فرع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع عند القبر الشریف اور استشفاع من القبر المنیف کا مسئلہ بھی ہے، عالم برزخ اور قبر کے عذاب و ثواب کا مسئلہ بھی انہی مسائل میں شامل بلکہ متذکرہ مسائل کے لئے بمنزلہ اصل اصول کے ہے جن میں اختلاف شدت اختیار کر گیا ہے۔

نزاع کی ابتداء

اس نزاع کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ملک کے مشہور دینی مدرسہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی نے داعی حضرات کی رواداری اور حسن سلوک اور تمام تر آداب مجلس سے قطع نظر کر کے اپنے خاص نظریات کی تبلیغ شروع کر دی اور اس خالص مسلک دیوبند کے سٹیج کو اپنے خصوصی نظریات کی اشاعت کا ذریعہ بنایا۔ جس کا اسی موقع پر شدید ردعمل ہوا اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ نے مسلک اکابر دیوبند کی تائید وحمایت کرتے ہوئے علمی انداز میں باحوالہ مخالف مسلک ونظریات کی تردید اسی جلسہ عام میں کر دی۔ مگر افسوس معاملہ اسی پر ختم نہیں کیا گیا بلکہ اکابر دیوبند کے خلاف نظریات رکھنے والے گروہ علماء نے اپنے ذاتی نظریات کی ہر جگہ برملا تشہیر وتبلیغ شروع کر دی اور ملک کے طول وعرض میں یہ مسائل عوامی سطح پر مشتہر کر دیئے گئے۔

نزاع ختم کرنے کی کوشش

اس اختلاف کو سلجھانے اور عوام کو افتراق سے بچانے کے لئے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ اور حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی قدس سرہ کی ثالثی کی تجویز بھی فریقین نے تسلیم کی اور دونوں ثالث حضرات نے فریقین کو اپنے اپنے موقف اور اس کے دلائل کے لئے خط بھی ارسال کیا۔ چنانچہ مولانا محمد علی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا لال حسین اختر مرحوم نے تحریری طور پر اپنے موقف کو مدلل کر کے ثالث حضرات کی خدمت میں بھیج دیا مگر دوسرے فریق نے اس سے پہلو تہی کی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی آگاہی کے لئے اس جگہ مذکورہ ثالثی کی ضروری تفصیل بیان کر دی جائے۔

تحفظ ختم نبوت کا شکریہ

یہ تفصیل مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کی اس قلمی فائل سے مرتب کی گئی ہے جو مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے دفتر میں موجود ہے اور اس فائل میں اس سلسلے کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ فریقین کی تحریرات محفوظ ہیں۔ یہ احقر (مراد فقیہ العصر مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ ہیں) مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں اور منتظمین کا بے حد شکر گزار ہے کہ انہوں نے یہ قیمتی معلوماتی فائل محفوظ رکھی ہوئی ہے اور استفادہ کے لئے احقر کے پاس بھیج دی۔ جزاھم اللہ خیراً!

محب محترم مولانا عبد الرحیم اشعر ناظم اعلیٰ مجلس ختم نبوت پاکستان خصوصیت سے احقر کے شکریے کے مستحق ہیں کہ ان کی توجہ اور عنایت سے اس علمی تحریر کی نقل مہیا ہوسکی جو مولانا محمد علی رحمہ اللہ اور مولانا لال حسین اختر مرحوم نے ثالث حضرات کی خدمت میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کی طلب پر بھیجی تھی جس سے فریقین کے اختلاف ونزاع کا پتہ چلتا اور موضوع اختلاف کا تعین ہوتا ہے۔ ہم اس مفصل تحریر کی نقل افادہ عام کے لئے آگے چل کر ہدیہ ناظرین کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

معاہدہ سکھر

واضح ہو ۵ جنوری ۱۹۶۱ء کو سکھر کے ایک اجتماع میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور مولانا احتشام

الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو فریقین مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر، مولانا غلام اللہ خان، مولانا سید عنایت اللہ شاہ نے درج ذیل تحریر پر دستخط کر کے ثالث تسلیم کر لیا تھا۔

ثالث نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

بخدمت گرامی حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا ظفر احمد عثمانی وحضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ہم مندرجہ ذیل فریقین نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم (حیات برزخی وحیات دنیوی) کے تصفیے کے لئے آپ دونوں بزرگوں کو حکم تسلیم کیا ہے، امید ہے کہ آپ مہربانی فرما کر مسئلہ مذکور میں فریقین کے دلائل سن کر جو فیصلہ فرمائیں گے فریقین اسے تسلیم کریں گے۔ مکرر آنکہ ہم نے آپ کو حکم تسلیم کر کے آپ کا فیصلہ ماننا باہمی تسلیم کر لیا ہے، ہم آپ کے فیصلے کے پابند ہوں گے، نہایت ادب سے التماس ہے کہ آپ ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخش کر موجودہ نزاع کو ختم کرنے میں امداد فرمائیں۔ یہ اجتماع سکھر میں ہوگا، تاریخ ۱۷، ۱۸ جنوری ۱۹۶۱ء مقرر کی گئی ہے۔ والسلام ...... المرقوم ۵ جنوری ۱۹۶۱ء

محمد علی جالندھری، بقلم لال حسین اختر، لاشئے غلام اللہ، عنایت اللہ

ہوا یہ کہ اس مقررہ تاریخ پر بوجہ وارنٹ گرفتاری مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ سکھر نہ پہنچ سکے اور ان تاریخوں میں سکھر میں اجتماع نہ ہو سکا۔ اس کے بعد مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مناسب سمجھا کہ زبانی مناظرے اور گفتگو سے پہلے فریقین سے ان کے اپنے اپنے دعوے اور دلائل کی تحریر حاصل کر لی جائے تاکہ زبانی بحث ومناظرے اور فیصلے کے وقت اس سے مدد لی جاسکے۔ چنانچہ مجوزہ ان دونوں ثالث حضرات کا مکتوب گرامی جس کو انہوں نے اس مقصد کے لئے فریقین کی طرف ارسال فرمایا تھا حسب ذیل ہے:

ثالث حضرات کا مکتوب گرامی

محترم گرامی قدر مولانا محمد علی صاحب جالندھری السلام علیکم!

آپ نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیں ثالث تسلیم کیا ہے اس سلسلہ میں تحریر ہے کہ: (۱) آپ اپنا دعوی اور اس کے دلائل تحریر کر کے ارسال کریں اور اپنی تحریر کی دو کاپیاں بھیجیں، تاکہ ایک کاپی ہم دوسرے فریق کو روانہ کر سکیں۔ اسی طرح چار چار پرچہ تحریر کرائے جائیں گے۔ (۲) جو آپ تحریر کریں اس پر مولانا لال حسین اختر کے بھی دستخط ہوں، اگر مولانا لال حسین صاحب کو آپ سے کوئی اختلاف ہو تو وہ اپنا اختلافی نوٹ تحریر کریں۔ (۳) اس کا جواب دس روز کے اندر اندر روانہ کریں۔

دستخط ثالث حضرات ...... ۱۴ فروری ۱۹۶۲ء (ترجمان اسلام ص ۳ لاہور، ۲۷ اپریل ۱۹۶۲ء)

فریقین کا ردعمل

اس مکتوب گرامی کے جواب میں مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے دس روز کے اندر اندر موضوع ودلائل

سے متعلق مفصل تحریر لکھی اور اس پر مولانا لال حسین اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیقی تحریر بھی حاصل کر لی، وہ تحریر مع تصدیق مولانا لال حسین اختر ۲۴ اپریل ۱۹۶۲ء کو ثالث حضرات کی خدمت میں بھیج دی۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وصولیابی کی اطلاع دیتے ہوئے مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے ۷ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ کے گرامی نامے میں ارقام فرمایا: ''آپ کا خط مع مضمون حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم موصول ہوا''

اب سنئے کہ مذکورہ ثالث نامہ لکھنے والے دوسرے فریق مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے اس مکتوب گرامی کے جواب میں کیا طرز عمل اختیار کیا، چونکہ اسی مضمون کا مکتوب گرامی ثالث حضرات کی طرف سے دوسرے فریق کے نام بھی بھیجا گیا تھا اس کے جواب میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے تو حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کے نام اپنے طویل خط میں لکھا: ہم جماعتی فیصلہ کی پابندی میں سکھر کے معاہدہ (شرائط نامہ) کے مطابق موضوع مناظرہ (حیات برزخی و دنیوی) پر بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں اور فریق ثانی کے لئے اعلان کے مطابق مقام مناظرہ جامع مسجد کالری دروازہ گجرات ہوگا۔ ثالث حضرات اصول مناظرہ کے مطابق فریقین سے بالمشافہ موضوع مذکورہ پر دلائل کتاب اللہ، حدیث صحیح، اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم، اجتہاد و قیاس حضرت امام ابوحنیفہ، امام محمد، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ سن کر اور باقاعدہ جرح فرما کر نقض و معارضہ وارد کر کے اصل حوالہ جات ملاحظہ فرما کر جو فیصلہ فرمائیں گے ہمیں منظور ہوگا۔ معاہدہ سکھر (شرائط نامہ) میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ثالث حضرات فریقین کے دلائل سن کر فیصلہ فرمائیں گے، واقعی مسائل کے اختلاف و نزاع میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالمشافہ گفتگو کا ہے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ۲۴ اپریل ۱۹۶۲ء کے اپنے خط میں مولانا احتشام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کو لکھا: تحریری مناظرہ اندریں حالات کہ یہ مسئلہ اب ہر جگہ پہنچ چکا ہے اور خواص تو خواص عوام بھی منتظر ہیں کہ ہم بھی دلائل سنیں گے، اب آپ کے ارشاد سے مولوی محمد علی اور اس کی جماعت کا مقصد پورا ہو گیا کہ سامنے بھی نہ آئیں اور بدنام کرنے کے لئے پوری طرح سازش کرتے رہیں، عوام و خاص کو بے خبر رکھیں، لہٰذا میں عرض کرتا ہوں کہ مناظرہ تو سامنے ہوگا، ہر فریق کے علماء کرام جمع ہوں گے اور کتابیں ساتھ ہوں گی، دلائل پر جرح اور قدح ہوگی بلکہ لوگوں کو موقع عنایت فرمائیں وہ صرف مناظرہ سن سکیں تاکہ لوگوں کو صادق و کاذب معلوم ہو سکے۔ (پمفلٹ ''بار بار عہد شکنی''، حبیب الرحمٰن ناظم جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ راولپنڈی)

<u>تبصرہ</u>: ثالث نامے میں فریقین کے اجتماع کا مقام سکھر مقرر کیا گیا تھا، مگر ثالث حضرات کے مکتوب گرامی کے جواب میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب مقام مناظرہ جامع مسجد کالری دروازہ گجرات مقرر کر رہے ہیں، یہ تبدیلی کیسے کر دی گئی؟

مختصراً اس کی حقیقت یہ ہے کہ سکھر کے معاہدہ کے علاوہ درمیان میں ایک اور مناظرہ کے انعقاد کے لئے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب (چکوال) سے مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری کی خط و کتابت شروع ہو چکی تھی، اس مناظرے کے لئے ؛ جس میں حضرت قاضی صاحب مناظر ہوتے؛ مقام جامع مسجد کالری دروازہ گجرات مقرر کیا جا رہا تھا اور حضرت قاضی صاحب موصوف کی طرف سے ثالث بنا کر انہیں دو بزرگوں کو گجرات لانے پر اصرار کیا جا رہا تھا۔ لیکن یہ ایک بالکل مختلف اور علیحدہ مناظرہ تھا، حضرات ثالثان کے مذکورہ مکتوب گرامی کے جواب میں اس نئے مناظرے کے مقام کا ذکر بے تعلق اور اجنبی تھا۔ اصل مناظرہ معاہدہ سکھر کے مطابق سکھر میں ہی ہونا تھا یا پھر

ثالث حضرات کی تجویز کے مطابق کسی مقام پر ہوتا اور اس میں فریقین یہی اشخاص ہوتے جنہوں نے سکھر میں ثالث نامے پر دستخط کر کے ان دونوں بزرگوں کو ثالث تسلیم کیا تھا۔

مولانا غلام اللہ خان کے خط سے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس مناظرے کو تحقیق مسئلہ کے طور پر نہیں بلکہ عوامی سطح پر ہار جیت کا مسئلہ بنانا چاہتے تھے اور ثالث حضرات کی تجویز کے خلاف عوام کے سامنے مناظرہ کرنا چاہتے تھے اور فریقین میں سے کسی کے صادق و کاذب معلوم کرنے کا مدار عوام پر رکھنا چاہتے تھے۔ گویا ان کے نزدیک یہ حضرات علماء مسلمہ فریقین مناظرے کے ثالث نہیں تھے اور نہ ان کے فیصلہ پر مدار تھا بلکہ عوام پر ثالثی کردار کی ذمہ داری ڈالنا چاہتے تھے۔

ان دونوں کے خطوط کے جواب میں مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا گرامی نامہ جس پر حضرت مولانا ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط بھی ثبت ہیں اور ۲۴ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ کی تاریخ تحریر ہے، مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے نام بدیں مضمون جاری ہوا:

مکتوب گرامی مولانا احتشام الحق تھانوی

گرامی قدر جناب مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری السلام علیکم!

یہاں سے رخصت ہوتے وقت آپ کا پرچہ اور بعد میں ایک تار ملا جس میں اس بات کا اظہار کیا گیا تھا کہ آپ تحریری مناظرہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ میری تحریر کا مدعٰی نہیں سمجھے۔ اس کا مقصد تحریری مناظرہ کرنا نہ تھا جیسا کہ آپ نے سمجھ لیا بلکہ دونوں فریق کی طرف سے اپنے اپنے مدعٰی کی وضاحت مطلوب تھی تاکہ زبانی بحث میں اس سے مدد لی جاسکے اور فیصلے کے وقت دستخط شدہ ذمہ دارانہ تحریر ہمارے پاس ہونی چاہئے تاکہ اس میں کسی فریق کے ردوبدل اور انکار کا امکان نہ رہے۔ لہٰذا میں آپ کو یہ خط اس لئے لکھ رہا ہوں کہ آپ خط ملنے کے دس روز کے اندر اندر اپنا مدعٰی دلائل کے ساتھ لکھ کر بھیج دیجئے تاکہ ہم قریبی مدت میں اجتماع کی کوئی تاریخ مقرر کر لیں اور ٹنڈو اللہ یار میں مولانا ظفر احمد صاحب کی موجودگی میں دونوں فریق کی زبانی گفتگو کا اندازہ کیا جاسکے۔ مجھے امید ہے کہ تحریری مناظرے کی جو غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی، وہ میری اس تحریر سے دور ہو گئی ہوگی۔

والسلام...... احتشام الحق تھانوی ۲۴ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ

دستخط...... مولانا ظفر احمد عثانی

نوٹ:...... میرے پہلے خط کے جواب کی اب ضرورت نہیں۔ ظفر احمد عثانی

ثالث حضرات کا مقصد

ثالث حضرات کے اس خط سے واضح ہو گیا کہ ان حضرات کا مقصد تحریری مناظرہ نہیں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ مناظرہ زبانی ہی ہوگا۔ فریقین سے تحریری مضمون پہلے اس لئے طلب کیا گیا تھا کہ زبانی بحث میں اس سے مدد لی جاسکے اور فیصلے کے وقت فریقین کے دستخط شدہ مضامین ان کے پاس ہوں اور اس طرح کسی فریق کے لئے ردوبدل اور انکار کی گنجائش نہ رہے۔ مگر اس وضاحتی خط کے بعد بھی تحریری مناظرے کی جو غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی وہ دور نہیں ہو سکی

اور ثالث حضرات کے بار بار طلب کرنے پر بھی اپنے دعوے اور دلائل پر مشتمل وہ مطلوبہ تحریر مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے ثالث حضرات کی خدمت میں نہیں بھیجی۔ اس وجہ سے نہ تو فریقین کا زبانی مناظرہ ہی ہو سکا اور نہ ہی ثالث حضرات کو اپنا ثالثی کردار ادا کرنے اور فیصلہ دینے کا موقع مل سکا۔ کیا اچھا ہوتا کہ ثالث حضرات کی تجویز کے مطابق فریقین کا دعوی مع دلائل منضبط ہو جاتا اور کسی فریق کے لئے بھی اپنے دعوے کے بدلنے اور روز مرہ نئے نئے دعوے کرنے کا موقع نہ رہتا اور اس طرح آنے والی نسلوں اور اپنے اپنے معتقدین و متوسلین کے لئے بھی اس مسئلے میں فریقین کے اختلاف و نزاع اور دلائل میں غور و فکر کا سامان جمع ہو جاتا۔

پھر اس تحریر کے بعد حسب تجویز ثالث حضرات اور بقول مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور طریقہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مطابق فریقین کا زبانی مناظرہ ثالث حضرات کی موجودگی میں ہوتا تو یقیناً مولانا غلام اللہ خان صاحب کی زبان میں صادق اور کاذب کا علم ہو جاتا اور صرف اس مجلس مناظرہ ہی میں نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے وہ تحریریں صادق اور کاذب ہونے پر گواہ رہتیں۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا اور اس کا اصل سبب بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ایک فریق نے اپنے مدعٰی کو مع دلائل کے ضبط و تحریر میں لانے سے راہ فرار کیوں اختیار کی؟ اگر تحریری مناظرہ سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف تھا تو پھر بالمشافہ گفتگو اور زبانی مناظرے میں ثالث کا باقاعدہ جرح و نقض اور معارضہ وارد کرنا وغیرہ جن امور پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب اپنے خط مذکورہ میں اصرار کر رہے ہیں، سنت نبوی اور طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عین مطابق ہوں گے؟ اور مناظرہ نبوی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناظروں میں اسی طرح ثالث بنائے جاتے ہوں گے؟

بامقصد مناظرے سے گریز

ثالث حضرات کے درست اور جائز اقدام میں رکاوٹ ڈال کر بامقصد مناظرے سے فرار کی راہ اختیار کرنے کا مقصد نہ معلوم کیا تھا؟ جب کہ ثالث حضرات زبانی مناظرہ کرانے کے لئے بھی آمادہ تھے اور اس کا اظہار ان دونوں بزرگوں نے اپنی تحریر میں بھی کر دیا تھا۔ اگر پہلے مطلوبہ تحریر دے دی جاتی تو کیا کسی شرعی دلیل سے یہ ناجائز ہوتا؟ اور ثالث حضرات کا اس کو طلب کرنا کیا ناجائز تھا؟ اس کے بعد زبانی مناظرے کی سنت پر بھی عمل کر کے اپنا شوق پورا اور ثواب حاصل کر لیا جاتا۔

بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایسی تحریر کے دینے سے انکار و فرار کہ جس میں دعوی اور دلائل منضبط ہوں اس لئے تھا کہ فریق مخالف یا ثالث حضرات میں سے کوئی شخص ان پر گرفت نہ کر سکیں اور کسی طرح کی ان پر حجت قائم نہ ہو سکے۔

فریقین کے دلائل پر جس قسم کے نقض و معارضہ کا مطالبہ اپنے جوابی خط میں مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے ثالث حضرات سے کیا تھا از راہ انصاف اس کا تقاضا بھی یہی تھا کہ فیصلے کے وقت فریقین کا دعوی اور دلائل ثالث حضرات کے ذہن میں مستحضر ہوں، اور ظاہر ہے کہ یہ مقصد بہ نسبت زبانی مناظرے کے تحریر سے بہتر طریقے سے حاصل ہو سکتا تھا۔ ایک طرف تو ثالث حضرات سے دلائل پر معارضہ اور نقض و جرح کا مطالبہ کیا جا رہا تھا اور ان پر یہ بھاری ذمہ داری ڈالی جا رہی تھی کہ وہ اصول مناظرہ کے مطابق فریقین سے نہ صرف یہ کہ دلائل سن کر بلکہ ان پر

با قاعدہ جرح اور نقض و معارضہ وارد کر کے اور اصل حوالہ جات ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرمائیں اور دوسری طرف اس ذمہ داری کے تقاضوں سے گریز کیا جا رہا تھا۔

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب کی کوشش

اِنہی ایام میں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے۔ حضرت موصوف نے اپنے حکیمانہ انداز اور تحریر و بیان سے فریقین کے عمائد کو ایک متفقہ تحریر پر دستخط کرنے کے لئے آمادہ کر لیا، چنانچہ حسب ذیل تحریر پر اس وقت کی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کے صدر مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ اور ناظم اعلیٰ مولانا غلام اللہ خان صاحب راجہ بازار راولپنڈی، اور دوسری طرف سے مولانا محمد علی جالندھری مرحوم، حضرت مولانا قاری طیب صاحب موصوف کے دستخط ثبت ہیں۔ اس مسلمہ فریقین تحریر کو ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء سے بعینہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، جو یہ ہے:

فریقین کی مسلمہ تحریر

''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

اس تحریر میں برزخ سے ''قبر شریف'' کا مراد ہونا اور روح مبارک کے تعلق سے دنیا والے جسدِ اطہر میں حیات کا حصول، پھر اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس کے پاس سے صلوۃ وسلام سننے کو واضح طور پر تسلیم کیا گیا تھا۔

مسلمہ تحریر سے انکار

چونکہ یہ تحریر اصل اختلاف اور نزاع قائم کرنے والے بزرگ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی مرضی کے موافق نہیں تھی اس لئے انہوں نے اس سے سخت اختلاف کیا، باوجودیکہ ان کی جماعت کے اعلیٰ عہدہ دار، صاحب صدر اور ناظم اعلیٰ دونوں نے اس تحریر کو منظور کر لیا تھا اور اسی روز راولپنڈی کے جلسہ عام میں اس مصالحت کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا، مگر شاہ صاحب موصوف کی بے جا ضد اور شدت نے اس معاملہ کو پھر الجھا دیا اور ملک میں بدستور اختلاف وافتراق کی فضاء قائم رہی بلکہ بڑھتی چلی گئی۔ پھر اس کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق خیر المدارس ملتان میں علماء فریقین کا مصالحت کے لئے اجتماع ہوا مگر نتیجہ بجائے اتحاد و اتفاق کے نزاع وجدال اور ہاتھا پائی کی صورت میں نکلا اور بڑی تلخی و بدمزگی کی حالت میں یہ اجتماع ختم ہوا اور اندازہ ہو گیا کہ کسی طرح کی مصالحتی گفتگو نتیجہ خیز تو کیا ثابت ہوگی بلکہ مزید تلخی کا باعث ہوگی اس طرح مجلسی شریفانہ گفتگو سے بھی ناامیدی ہوگئی۔

سمجھوتہ راولپنڈی کی تفصیل

۲۶، اپریل ۱۹۶۲ء کو حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے اور باہمی صلح کا آغاز ہوا، حضرت قاری صاحب نے اپنے پہلے خط میں مولانا غلام اللہ خان صاحب کو حسب ذیل مشترکہ عنوان لکھا: ''نبی کریم ﷺ جسمانی طور پر برزخ میں حیات ہیں''

مولانا غلام اللہ خان نے اس کے جواب میں اس عنوان کو رد کئے بغیر ایک اور عنوان تجویز کر کے قاری صاحب کی خدمت میں ارسال کیا مگر حضرت قاری صاحب نے اپنے تجویز فرمودہ عنوان کو ہی راجح خیال فرمایا۔ چنانچہ اس عنوان سے مولانا غلام اللہ خان، مولانا قاضی نور محمد، مولانا شمس الدین، مولانا عنایت اللہ شاہ نے کلی اتفاق کر کے اور چاروں حضرات نے اس پر دستخط کر کے حضرت مولانا قاری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا، مگر دوسرے حضرات نے اس عنوان سے اتفاق نہیں کیا۔ بالآخر فریقین کی خط وکتابت اور گفت وشنید کے بعد ۲۲ جون ۱۹۶۲ء یوم الجمعہ کو دونوں جانب کے اکابر حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھوی اور مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا مفتی عبدالرشید صاحب، حضرت قاری محمد طیب صاحب کی قیام گاہ مدرسہ حنفیہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں جمع ہوئے۔ اس مجلس میں حضرت قاری صاحب نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کا منقح ''قدر مشترک'' دونوں جانب کے ان ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا۔ دونوں حلقوں نے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ ''قدر مشترک'' کے عنوان کو قبول کرلیا اور اس ''قدر مشترک'' کی تحریری یادداشت پر جو حضرت قاری صاحب نے اپنے دستخطوں سے پیش کی، فریقین نے دستخط فرمادیئے، اس یادداشت کا متن حسب ذیل ہے:

''عامۃ المسلمین کو فتنہ وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلے کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں، یہ مسئلے کا ''قدر مشترک'' ہوگا، ضرورت پڑنے پر اسے عوام کے سامنے پیش کر دیا جاوے۔ تفصیلات پر زور نہ دیا جائے، عبارت مجوزہ حسب ذیل ہے: ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوۃ وسلام سنتے ہیں۔''

محمد طیب، حال وارد راولپنڈی ۲۲/جون ۱۹۶۲ء

محمد علی جالندھری، لا شئ غلام اللہ خان، نور محمد جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ..... ۱۸/محرم ۱۳۸۲ھ

(ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ/اگست ۱۹۶۲ء)

راولپنڈی کے اس اجتماع کے پروگرام کی اطلاع مولانا غلام اللہ خان صاحب نے مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو پہلے ہی دے دی تھی۔ چنانچہ قاضی نور محمد صاحب اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب ۲۱/جون ۱۹۶۲ء جمعرات کو راولپنڈی پہنچ گئے تھے، مگر قاضی شمس الدین صاحب نے راولپنڈی پہنچنے کے بعد مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کو راولپنڈی فی الحال نہ آنے کا ٹیلی فون کرادیا اور خود پنڈی گھیپ جلسے پر تشریف لے گئے۔ اس لئے موخر الذکر دونوں حضرات اس اجتماع میں شریک نہیں ہوئے۔ مگر چونکہ قاضی شمس الدین صاحب اپنے خطوط میں اس مختصر مجوزہ عبارت کی کافی تفصیل لکھ کر مولانا محمد علی جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے، اس لئے یہ عبارت بالا ان کی بھی مسلمہ سمجھی گئی اور قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب دونوں حضرات قاضی شمس الدین صاحب کی طرف سے مطمئن تھے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

البتہ اس موقع پر سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب کے راولپنڈی اس اجتماع میں شریک نہ ہو سکنے کا خلاء پُر نہیں ہو سکا، حالانکہ ۲۲ رجون کو جمعہ کے دن صبح ۸ بجے ان کو گجرات فون کیا گیا تھا کہ فوراً راولپنڈی پہنچ جائیں۔ کسی دوسرے آدمی کی وساطت سے یہ فون کیا گیا تھا اس لئے شاہ صاحب کو دس بجے اس کی اطلاع ملی۔ حضرت قاری محمد طیب صاحب نے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے بارہ میں مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب سے اس صلح کی مجوزہ مذکورہ عبارت پر دستخط لینے اور شاہ صاحب بخاری کو اس صلح کی پابندی کرانے کی ضمانت حاصل کرنے کی غرض سے ایک تحریر کا مطالبہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت قاری صاحب کے فرمانے اور مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارے میں حسب ذیل تحریر پر دستخط کر کے حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دے دی، جس کا متن **بلفظہ** حسب ذیل ہے: ''ہم اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر پر دستخط کرائیں جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم انہیں اس بارے میں مدد نہ دیں گے۔'' نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ ۱۸ رمحرم ۱۳۸۲ھ

لاشئے غلام اللہ

مجلس اشاعۃ التوحید والسنۃ کی توثیق

چونکہ جناب مولانا قاضی نور محمد صاحب صدر امیر اشاعۃ التوحید والسنۃ اس فیصلے کے بعد ۲۵ رجون ۱۹۶۲ء کو دنیا سے رحلت فرما گئے تھے، اس لئے ۲۲ رجولائی ۱۹۶۲ء کو جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کو جو خصوصی اجتماع زیر صدارت حضرت مولانا خدا بخش صاحب سجادہ نشین حضرو منعقد ہوا، اس میں قاضی نور محمد صاحب مرحوم کی جگہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کو امیر (صدر) منتخب کیا گیا۔ جمعیت کے اس نمائندہ اجتماع میں ۸۴ علماء کرام کو مختلف اضلاع سے دعوت دی گئی تھی۔ اس میں بھی ''مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ'' کے زیر عنوان اس سمجھوتے کی توثیق اور اس سے متعلق درج ذیل لفظوں میں قرارداد منظور کی گئی، جس کا متن حسب ذیل ہے:

(۳) جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا یہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی تمام جماعت کو اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے، اسے قائم رکھا جائے اور اسے ہرگز نہ توڑا جائے (مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے) ہماری جماعت جس طرح پہلے متحد ہو کر اشاعۃ التوحید والسنۃ کا کام کرتی رہی ہے، اسی طرح کرتی رہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۵۳، بابت اگست ۱۹۶۲ء)

جمعیت کی اس قرارداد سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مولانا قاری طیب صاحب کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی، وہ کسی شخص واحد یا چند اشخاص کے مابین نہیں بلکہ اس کو بحیثیت جماعت کے جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے نہ صرف یہ کہ تسلیم وقبول کیا بلکہ اس پر عمل کرنے اور اسے قائم رکھنے کے لئے اپنی تمام جماعت سے درخواست بھی کی تھی۔ فریقین کی متفقہ اس عبارت میں چونکہ ''برزخ'' سے ''قبر شریف'' کا مراد ہونا اور

روح مبارک کے تعلق سے دنیوی جسد اطہر میں حیات کا حصول اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس کے پاس سے صلوۃ وسلام سننے کو فریقین نے واضح طور پر تسلیم کر لیا تھا اور یہ مقصد پہلی مجوزہ عبارت سے حاصل نہیں ہو رہا تھا اس لئے معاہدہ سکھر میں جو ثالثی تحریر برزخی حیات و دنیوی حیات میں نزاع کے فیصلے سے متعلق فریقین نے لکھی تھی، راولپنڈی کے اس سمجھوتے سے اس کا مقصد بھی پورا ہو گیا تھا اور فیصلہ ہو گیا تھا کہ عالم برزخ میں حاصل ہونے والی حیات دنیوی کہنے والوں کی مراد صرف یہ ہے کہ: ''دنیوی جسد اطہر میں مبارک روح کے تعلق سے وہ حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوۃ وسلام آپ ﷺ سنتے ہیں'' جس کو سمجھوتے کی عبارت بالا میں فریقین نے صراحۃ تسلیم کر لیا تھا اور مرکزی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے اپنے محولہ بالا اجلاس میں بطور قرارداد کے منظور کر کے اس کی پابندی کی اپنی پوری جماعت سے درخواست کی تھی۔

اقتباس از مکتوب قاضی شمس الدین بنام مولانا محمد علی جالندھری

از شمس الدین گوجرانوالہ

محترم حضرت مولانا صاحب السلام علیکم!

کافی مدت کے بعد نوازش نامہ ملا، یاد آوری کا شکریہ......... آپ جب یہ معلوم کر چکے کہ ہماری جماعت مسئلہ حیات النبی ﷺ میں یہ تسلیم کرتی ہے کہ رسول کریم ﷺ اس جہان سے رحلت فرمانے کے بعد قبر مبارک میں زندہ ہیں، جسد اطہر تغیرات سے بالکل صحیح وسالم، محفوظ ہے، روح یا ایک غیر مدرک بالکنہ تعلق بھی جسد اطہر سے ہے اور آپ ﷺ قبر کے نزدیک سے صلوۃ وسلام سنتے ہیں گو روح اطہر کا مقام اعلیٰ علیین ہے، جیسا کہ علماء اہل السنۃ والجماعۃ نے اس کی تصریح فرمائی ہے، تو اب ہماری عام جماعت سے آپ لوگوں کا کیا اختلاف باقی رہا؟

ہم میں سے بعض حضرات جن کے متعلق آپ کو معلوم ہے حیات روحانی کے قائل ہیں، ہمارے پاس کوئی ایسی پاور ہے نہیں کہ ان کو ہم اپنا ہم مسلک بنا سکیں۔ ان حضرات سے ہمارے تعلقات مسئلہ توحید کی اشاعت کی بناء پر قائم ہیں، وہ ٹوٹ نہیں سکتے۔ بایں ہمہ ہم آپ حضرات سے بھی پرانے تعلقات خوشگوار ہی چاہتے ہیں۔ اگر آپ لوگ از راہ کرم اس استدعا کو منظور فرمالیں تو اس میں اسلام، اہل اسلام اور جماعت علماء دیوبند کا بھلا اور خیر خواہی ہوگی۔ والسلام! احقر شمس الدین (از قلمی فائل مولانا محمد علی جالندھری مرحوم)

اقتباس مکتوب ثانی مولانا قاضی صاحب موصوف

از احقر شمس الدین از گوجرانوالہ

محترم حضرت مولانا صاحب السلام علیکم!

(تمہیدی مضمون کے بعد) احقر اپنا مسلک پھر عرض کر دیتا ہے کہ اس سے آپ کو قریب آنے کا موقع ملے اور کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں اور جب ہمارے قریب آنے کی ہم پر نوازش کریں تو ہمیں سمجھ کر کریں کہ ہم یہ کچھ ہیں:

(۱) آنحضرت ﷺ کو موت انقباض روح اور انجذاب روح فی القلب سے نہیں بلکہ خروج روح اور نزع روح طیب سے ہوئی۔ (صحیح بخاری ص ۶۳۸، فی ھذا نزع ذوخہ)

(۲) پھر قبل از یوم قیامت اعادہ روح الی الجسد الاطہر بمعنی نفخ فی الجسد نہیں، قرآن کریم کی نص قطعی اس پر ناطق ہے: ''فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ''

(۳) اگر کوئی خبر واحد صحیح بھی ان کے خلاف آجاوے تو اس سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں کریں گے جس کی علماء اصول اجازت نہیں دیتے، البتہ اس کی کوئی صحیح تاویل اور محمل نکالیں گے۔

(۴) روح طیب کے اعلیٰ علیین میں ہوتے ہوئے اس کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق (جس کی کنہ اور پوری کیفیت ہم نہیں جانتے) تسلیم کرتے ہیں جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز، علامہ ابن قیم وغیرہم نے لکھا ہے۔

(۵) آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس، قبر اطہر کے پاس سے آنحضرت ﷺ کے سماع کے (جیسا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابن ہمام نے لکھا ہے) قائل ہیں۔ (از فائل مولانا محمد علی مرحوم)

محترم جناب مولانا قاضی شمس الدین موصوف کے مذکورہ بالا دونوں خطوط اس کا واضح ثبوت ہیں کہ آں موصوف سمجھوتہ راولپنڈی کی تجویز شدہ عبارت بالا سے بالکل متفق تھے اور مجوزہ عبارت ان کی مسلمہ تھی۔

اشاعۃ التوحید والسنۃ کی قرارداد پر تبصرہ

البتہ مرکزی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کی قرارداد مذکورہ میں حسب ذیل فقرے کا مفہوم قابل غور ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے: ''مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے''، غور طلب بات یہ ہے کہ صلح تو بغیر کسی شرط کے عقیدے مذکورہ کو تسلیم کرنے پر ہوئی، پھر اس قرارداد میں اس صلح کے بقاء کو دوسرے فریق کے صلح کیخلاف کسی قسم کے اقدام نہ کرنے پر معلق کیوں کیا گیا تھا؟ اگر اس عقیدہ کو حق سمجھ کر تسلیم کیا جارہا تھا اور اس کو حقیقت واقعہ کے طور پر قبول کرلیا گیا تھا تو دوسرے فریق کی طرف سے صلح کے خلاف کسی قسم کے اقدام سے کیا اس عقیدہ حقہ سے انحراف درست ہوگا؟ کیونکہ راولپنڈی کے سمجھوتے میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی تجویز کردہ جس عبارت پر فریقین کے درمیان صلح ہوئی تھی جس کے قائم رکھنے اور اس پر پابندی کرنے کی درخواست مرکزی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ اپنی تمام جماعتوں سے اس قرارداد میں کررہی تھی، اس میں نفس مسئلہ حیات النبی ﷺ اور سماع عند القبر کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔

یہ تحریر نفس مسئلہ سے متعلق تھی، بظاہر نظر اس کے کسی شرط پر معلق ہونے کا کوئی معنی نہیں مفہوم ہوتا، اور اگر اس فقرہ کا تعلق حضرت قاری صاحب کی اس دوسری تحریر سے ہو جس کا تعلق مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے اس تحریر پر دستخط کرانے اور بصورت دستخط نہ کرنے کے ان سے برأت کا اعلان کردینے اور اپنے جلسوں میں مسئلہ حیات النبی ﷺ پر ان سے تقریر نہ کرانے اور ان کے مناظرے میں ان کی مدد نہ کرنے سے تھا، تو بھی یہ بات قابل فہم معلوم نہیں ہوتی۔ اوّل تو اس لئے کہ وہ تحریر ۸ جولائی ۱۹۶۲ء کو کالعدم قرار دے گئی تھی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے اور ۳۱ جولائی کی صلح ابھی تک ہوئی نہیں تھی۔

دوسرے اس لئے کہ نفس مسئلہ سے متعلق پہلی تحریر کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا کہ جو شخص بھی اس مسلمہ فریقین عقیدے اور سمجھوتے کے خلاف تحریر و تقریر اور مناظرے وغیرہ میں مشغول ہو اس کے ساتھ کم سے

کم عدم تعاون کا سلوک اور برتاؤ کرنا چاہئے تاکہ فریقین کی یہ صلح دائم اور قائم رہ سکے اور جماعت فتنہ، انتشار وافتراق سے محفوظ رہے۔

چونکہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے پہلی تحریر پر جو مسئلہ سے متعلق تھی، دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور اب دوسری تحریر کا تقاضا تھا کہ ان سے براءت کا اظہار کر دیا جاتا، مگر ہوا یہ کہ مولانا غلام اللہ صاحب، قاضی شمس الدین صاحب وغیرہ حضرات ۷ رجولائی ۱۹۶۲ء کو لاہور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی خدمت میں پہنچے اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارہ میں جو تحریر لکھی گئی تھی اس کے منسوخ کرانے کی کوشش کی کیونکہ بقول ''تعلیم القرآن'' اس تحریر کی وجہ سے صلح نامہ میں توازن قائم نہیں رہا تھا۔ اس لئے حضرت مہتمم صاحب نے ہندوستان کی روانگی کے دن یعنی ۸ رجولائی ۱۹۶۲ء کو بمقام لاہور اسے کالعدم قرار دے دیا۔ (ص ۵۳)

اس کی تفصیل حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی تحریر کے ذریعے آگے آرہی ہے، اس جگہ اتنا عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ۸ رجولائی کو سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارہ میں اس تحریر کے منسوخ ہو جانے کے باوجود ۲۲ رجولائی ۱۹۶۲ء کے اجلاس میں جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ میں اس صلح کو برقرار رکھا گیا اور نفس مسئلہ پر صلح قائم رہی۔ مقام مسرت ہے کہ دوسری تحریر کی وجہ سے پہلی تحریر کو منسوخ نہیں سمجھا گیا، جیسا کہ جمعیت کی مذکورہ قرارداد نمبر ۳ سے واضح ہے۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ پر صلح کی تکمیل

بمقام خیر المدارس ملتان بتاریخ ۳۱ رجولائی ۱۹۶۲ء

مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری چونکہ راولپنڈی کی صلح میں موجود نہیں تھے، اس لئے عبارت نمبر ۲ تحریر ہو کر اس پر مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کے دستخط کرائے گئے تھے مگر سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے عبارت نمبر ۱ پر، جس میں نفس مسئلہ حیات تحریر کیا گیا تھا، دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا اور حضرت قاری صاحب سے بمع قاضی شمس الدین صاحب اور دیگر احباب کے ان کی روانگی ہندوستان سے ایک دن قبل ملاقات کی اور عبارت نمبر ۲ کی تنسیخ کی نسبت درخواست کی، اس پر حضرت قاری صاحب نے حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے نام حسب ذیل گرامی نامہ لکھ دیا:

گرامی نامہ مولانا قاری محمد طیب

بملاحظہ گرامی حضرت المخدوم مولانا خیر محمد صاحب مدفیوضہم

سلام مسنون! آنکہ عرض ہے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں راولپنڈی میں مصالحت ہوئی تو اس میں دو تحریریں مرتب ہوئی تھیں، جس پر فریقین کے ذمہ داروں کے دستخط ہوئے تھے۔ ایک تحریر نفس مسئلہ اور اس کے قدر مشترک کے بارہ میں تھی اور دوسری مولانا سید عنایت اللہ صاحب کے بارے میں۔ اس دوسری تحریر کے سلسلہ میں کچھ پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں اور اندازہ یہ کیا جا رہا ہے کہ اس میں توازن باقی نہیں رہتا اور بہت ممکن ہے کہ عملی میدان میں اس کی پابندی دشوار ہو جائے اور اس سے معاہدہ شکنی کا کسی فریق پر الزام آئے۔ اس لئے احقر کے خیال

میں مناسب یہ ہے کہ آں محترم ہر دو جانب کے حضرات کو جمع کر کے اس دوسری تحریر کی بجائے ایسا عملی معاہدہ قلمبند کر دیں جس سے یہ مصالحت بھی برقرار اور کوئی ایک فریق پابند اور مقید ہو کر نہ رہ جائے، آپ کی سرکردگی میں اگر فریقین اس تحریر کو (جو عمل کے دائرہ کی ہے) ختم کر کے دوسری تحریر مرتب کریں تو بندہ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا بلکہ جب تک دوسری تحریر مرتب نہ ہو احقر کی رائے میں اس تحریر ثانی کو کالعدم تصور کیا جائے اور اس لئے جدید مرتب کرانے میں امکانی حد تک عجلت سے کام لیا جائے۔ والسلام......محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند ۸ ر جولائی ۱۹۶۲ء

اس پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے فریقین کے پانچ پانچ حضرات کو خیر المدارس ملتان میں بتاریخ ۳۱ر جولائی جمع فرمایا۔ حضرت قاری صاحب کے اس گرامی نامہ کو نقل فرما کر تحریر فرمایا: ''چنانچہ میں نے آج کے لئے فریقین کو بلایا، اس موقع پر مولانا محمد علی جالندھری نے سوال کیا کہ جب مسئلہ میں دو فریق کا ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ آپ نے دونوں فریق کے پانچ پانچ کس بلائے ہیں، دوسرے فریق سے ان حضرات (مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب اور انکی جماعت) کی کون لوگ مراد ہیں؟ بعض لوگ ہمیں بتاتے رہے کہ آپ یوں فرماتے رہے کہ مسئلہ حیات میں ہمارے مخالف کوئی نہیں صرف احرار سے ہمارا مقابلہ ہے، اس پر مولانا غلام اللہ خان اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ غلط ہے، ہم نے کبھی احرار کو اپنا مقابل نہیں کہا بلکہ دونوں فریق سے ہماری مراد مسئلہ حیات میں دو رائے رکھنے والے ہیں، ہم اور ہم سے سب اختلاف کرنے والے مراد ہیں۔ اس بات سے صلح میں فائدہ ہوا۔

قاری صاحب کے خط کی عبارت، جس میں درج ہے کہ جب تک دوسری تحریر مرتب نہ ہو احقر کی رائے میں اس تحریر ثانی کو کالعدم تصور کیا جائے، ایک فریق نمبر ۲ کو منسوخ سمجھتا ہے اور دوسرا دوسری تحریر کرنے تک التواء سمجھتا ہے اور منسوخ ہونا قبول نہیں کرتا، جس کی وجہ سے صلح کی صورت خطرہ میں پڑتی نظر آتی ہے، اس پر میں یہ بیان مرتب کرتا ہوں فریقین اس پر دستخط کر دیں:

نزاع مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق حضرت مولانا قاری طیب صاحب نے فیصلہ کیا تھا، پھر لاہور میں قاری صاحب نے مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کے متعلق جو لکھا تھا اس کو کالعدم قرار دیا جب تک تحریر ثانی پر فیصلہ نہ ہو جائے اور اس معاملہ کو خیر محمد پر چھوڑا گیا۔ اس پر قرار پایا کہ مولانا عنایت (اللہ) شاہ صاحب مولانا غلام اللہ خان صاحب کے جلسہ اور طلباء کے سامنے کبھی مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریر نہیں کریں گے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب ان سے اپنی براءت نہیں (کریں) گے اور ان کے ساتھ مناظرہ میں شریک ہو سکیں گے۔ نیز قرار پایا کہ موجودہ تلخی دور کرنے کے لئے مولانا غلام اللہ خان اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب مع اپنی جماعت کے اور مولانا محمد علی صاحب اور مولانا لال حسین صاحب مع اپنی جماعت کے کسی سٹیج پر اور نہ کسی مدرسہ کے طلباء کے مجمع میں اس مسئلہ پر مفصل تیاریاں کرائیں گے۔'' خیر محمد عفا اللہ عنہ بمقام خیر المدارس ملتان ۳۱ر جولائی ۱۹۶۲ء

محمد علی جالندھری بقلم خود ...... بقلم لال حسین اختر ...... عبدالرحمن میانوالی بقلم خود

محمد عبداللہ بقلم خود ...... لاشئے غلام اللہ خان ...... عنایت اللہ ...... احمد حسین سجاد بخاری

احقر شمس الدین عفی عنہ محمد یار عفی عنہ منور حسین صدیقی بقلم خود

اس صلح کی تکمیل میں یہ دوسری تحریر لکھی گئی جس میں مولانا غلام اللہ خان سے برأت وغیرہ کی پابندی ختم ہوگئی اور فریقین پر پابندی لگادی گئی کہ وہ اسٹیج پر اور نہ کسی مدرسہ کے طلباء کے مجمع میں اس مسئلہ پر مفصل تیاری کرائیں گے۔ مگر پہلی تحریر جو نفس مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق تھی اس میں کسی طرح کا تغیر وتبدل نہیں کیا گیا وہ بدستور باقی رہی اور نفس مسئلہ پر بحیثیت مجموعی صلح بھی قائم رہی، البتہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا اس صلح اور تحریر سے بھی اختلاف رہا جو نفس مسئلہ کے بارے میں ہوئی تھی۔

اب حسب وعدہ مسئلہ حیات النبی ﷺ سے متعلق اس تحقیقی علمی غیر مطبوعہ تحریر کی نقل ناظرین کے افادہ کے لئے پیش کی جاتی ہے جس کو مولانا محمد علی جالندھری مرحوم نے ثالث حضرات کی خدمت میں بھیجا تھا۔

حیات النبی ﷺ سے متعلق ایک تحقیقی علمی تحریر

از: حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ حیات النبی ﷺ کے موجودہ نزاع میں دو سال تک فریق مخالف مناظرہ کا چیلنج زور شور سے دیتا رہا۔ جوں جوں یہ بات ظاہر ہوتی گئی کہ ان کا عقیدہ اکابر دیوبند اور سلف کے خلاف ہے علماء وعوام ان سے علیحدہ ہوتے گئے۔ اب ان کو ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی جدید پہلو بدلیں۔ چنانچہ انہوں نے اب یہ کہنا شروع کیا کہ محمد علی جالندھری، مولانا غلام غوث ہزاروی اور احرار نے مولانا غلام اللہ خان کا بڑھتا ہوا اقتدار برداشت نہیں کیا، از راہ حسد یہ مسئلہ کھڑا کر دیا ورنہ ہم اکابر دیوبند کے مسلک کے پابند ہیں اور ملک میں مسئلہ حیات میں دراصل کوئی نزاع نہیں۔

پنجاب وسرحد میں تو ان کا اعتبار نہیں رہا، البتہ کراچی کے بزرگوں کو مغالطہ دینے کی کوشش کی جو ایک عرصہ کامیاب رہی، اس لئے میں تمہید میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ اس گروہ (جس کو پنجاب وسرحد میں غلام اللہ خانی گروہ کہا جاتا ہے) کے ساتھ باقی دیوبند کا اختلاف اس وقت سے ہے جب کہ میرا ان سے تعارف نہ تھا۔

(الف) کسی زمانہ میں قطب عالم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس گروہ کا تذکرہ آیا اور ان کے بعض مسائل سامنے آئے جو سلف کے خلاف تھے۔ چنانچہ "بلغۃ الحیران" (جو دراصل تفسیری نوٹ مولوی غلام اللہ خان کے ہیں اور حضرت مولانا حسین علی صاحب کی طرف منسوب کر دیئے گئے ہیں) تھانہ بھون میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی گئی، آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ: "میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی کتاب میرے کتب خانہ میں رکھی جائے۔" اس وجہ سے ایک بزرگ نے اس کتاب کو تھانہ بھون میں آگ کی نذر کیا۔ (یہ واقعہ امداد الفتاویٰ میں لکھا ہوا موجود ہے)

<u>نوٹ</u>: واضح رہے کہ آگ میں جلانے کا واقعہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں لائے بغیر پیش آیا۔ اس سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بری ہیں۔ از ناقل!

(ب) غالباً آٹھ دس سال کا ذکر ہے کہ مولوی غلام اللہ خان صاحب نے مفتی محمد حسن صاحب مرحوم کو اپنے مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے سالانہ جلسہ میں شریک ہونے کی درخواست کی تو حضرت مفتی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ: "تم اکابر دیوبند کا مسلک چھوڑ چکے ہو، اس لئے میں نہیں جاتا۔" اس پر مفتی صاحب سے کہا گیا کہ: "ہم سب ساتھی راولپنڈی میں جمع ہوں گے، آپ ہمارے بڑے ہیں، ہمیں سمجھا دیں، ہم آپ کی بات قبول کر لیں گے۔" چنانچہ اس

گروہ کو سمجھانے کی نیت سے حضرت مفتی صاحب نہ صرف خود ہی تشریف لے گئے بلکہ حضرت مولانا خیر محمد، مولانا محمد ادریس، مولانا بدر عالم، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی اور دو ایک اپنے رفقاء کو بھی ساتھ لے گئے، بعض مسائل پر گفتگو ہوئی۔ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب اب تک کہتے ہیں کہ یہ حضرات ہمارے دلائل کا جواب نہیں دے سکے۔

(ج) موضع سکھر ضلع کیمبل پور میں کئی برس ہوئے ایک مناظرہ ہوا، ایک طرف مولوی غلام اللہ خان صاحب و مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب وغیرہ تھے دوسری طرف کے دیوبندی علماء میں اس علاقہ کے پرانے فاضل لوگ جو حضرت شیخ الہند صاحب کے تلامذہ میں سے تھے شریک ہوئے۔

(د) کئی برس ہوئے حضرت مولانا احمد علی صاحب سے مولوی غلام اللہ خان صاحب نے اپنے ہاں تقریر کی غرض سے تاریخ لی۔ جب تاریخ نزدیک آگئی تو حضرت مولانا احمد علی صاحب نے ان کو فرمایا کہ تم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اکابر دیوبند اور سلف کا مسلک ترک کر چکے ہو، اس لئے اگر میں آؤں گا تو مسئلہ حیات بیان کروں گا اور فرمایا کہ یہ مسئلہ وہ سمجھ سکتا ہے جس کو یا عقیدت ہو یا بصیرت حاصل ہو، بصیرت تم کو حاصل نہیں اور عقیدت تم کو رہی نہیں، چنانچہ حضرت مولانا احمد علی صاحب پھر راولپنڈی تشریف نہ لے گئے۔

(ہ) جس طرح مرزا محمود صاحب کسی زمانہ میں سر ظفر اللہ اور میجر نذیر و دیگر سرکاری قادیانی ملازمین کے اقتدار کی وجہ سے آپے سے باہر ہو گیا اور غرور کے نشہ میں ایسی تقریریں کیں جس سے اس کے خفیہ ارادے ظاہر ہو گئے اور ایک بے نظیر تحریک شروع ہو گئی، اسی طرح مولوی عنایت اللہ اسی غرور میں کہ انہوں نے ہر مدرسہ میں طلبہ کی ایک تعداد اپنے ہم خیال بنالی ہے آپے سے باہر ہو گئے اور خیر المدارس کے سالانہ جلسے میں اپنے مخصوص خیالات بیان کئے، ان کی تقریر میں خوب نعرے لگتے رہے، حضرت مولانا خیر محمد صاحب ان کی تقریر میں موجود نہ تھے، صبح دوسرے روز مولانا خیر محمد صاحب کو علم ہوا اور علماء دیوبند کی ایک جماعت نے جو جلسہ سالانہ میں شریک تھی اور اس نے مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کی تقریر سنی تھی، حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے عرض کیا کہ ہم نے ضبط سے کام لیا، آپ کے جلسہ کی وجہ سے تقریر میں مداخلت نہیں کی، اس پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے اگلی رات اکابر دیوبند اور سلف کے عقائد بیان فرمائے اور مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کی تقریر کی تردید فرمائی۔ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب نے اس کے بعد ملتان کی ایک مسجد کو اپنا اڈہ بنا کر اپنی تقریر کی تائید اور مولانا خیر محمد صاحب کی تردید میں اکثر تقریریں کیں اور مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کے اکثر ساتھی مولوی عنایت اللہ کی تائید اور مولانا خیر محمد صاحب کی تردید کے لئے ملتان سال بھر یکے بعد دیگرے آتے رہے اور مناظرہ کا چیلنج دیتے رہے اور یوں بھی کہا گیا کہ مولانا خیر محمد صاحب کو شیخ الحدیث کس نے بنا دیا۔ جن کو یہ بھی پتا نہیں، وہ بھی پتہ نہیں، تو میرا فرض تھا کہ میں ان کو جواب دیتا جس وجہ سے انہوں نے مجھ کو فریق قرار دے دیا، تفصیلی حالات تو مولانا خیر محمد صاحب سے دریافت کرلیں صرف نمونہ کے چند واقعات عرض ہیں:

(۱) کراچی سے پشاور تک دیوبندی مسلک کے مدارس عربیہ کے مہتمم صاحبان و مدرسین حضرات کا اجتماع بلایا جائے اور دریافت فرمایا جاوے کہ کیا مولوی عنایت اللہ صاحب و مولوی غلام اللہ خان نہ صرف مسئلہ حیات النبی ﷺ بلکہ

کتنے اور چیدہ چیدہ مسائل میں سلف کا مسلک ترک کر چکے ہیں یا نہیں؟ یہ لوگ بعض اور مسائل میں بھی اکابر سے جدا ہو گئے ہیں مثلاً عذاب قبر، توسل بالذوات، درخواست شفاعت جس کا ذکر قرآن مجید کی آیت: ''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا'' میں ہے اور کیا ہر مدرسہ عربی میں ان طلباء کے درمیان جنہوں نے مولوی غلام اللہ خان سے ترجمہ پڑھا ہے اور دوسرے طلباء میں بھی اچھی خاصی جنگ سال بھر رہتی ہے یا نہیں؟ اور ان کے شاگردوں کی گفتگو اکابر کے حق میں گستاخانہ ہے یا نہیں؟ اگر چیدہ چیدہ بیس حضرات کا اجتماع بلایا جاوے تو اس اجتماع کے کل اخراجات کا بار میرے ذمہ ہوگا۔

(۲) میرا اختلاف صرف مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب سے ہے کیونکہ انہوں نے اکثر تقریروں میں اپنا مسلک واضح کر دیا ہے، مولانا غلام اللہ خان موقع کے مطابق اپنے خیال تبدیل فرماتے رہتے ہیں، جب تک وہ یہ صریح اعلان نہ کر دیں کہ مولوی عنایت اللہ سے کوئی اختلاف ان کا ہے یا نہیں ان کی نسبت رائے قائم کرنا مشکل ہے۔ البتہ مولوی غلام اللہ خان جب طلباء کو ترجمہ پڑھاتے ہیں تو چند روز کے لئے مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کو بلاتے ہیں اور مسئلہ حیات مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب ہی پڑھاتے ہیں۔

(۳) تین چار سال تک یہ جھگڑا رہا کہ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب مناظرہ کا چیلنج پہ چیلنج دیتے تھے مگر میں بدوں ثالث تسلیم کئے مناظرہ قبول نہ کرتا تھا کیونکہ بدوں ثالث مناظرہ سے جھگڑوں کا دروازہ تو کھلتا ہے مگر فیصلہ نہیں ہوسکتا اور دیوبندی جماعت تفریق سے نہیں بچتی۔ اگر شروع ہی میں دوسرا فریق ثالث تسلیم کر لیتا تو جھگڑا کبھی کا ختم ہو گیا ہوتا، سکھر کے اجتماع میں صبح سے عشاء تک جھگڑا رہا حتی کہ بدمزگی بھی ہوئی مگر یہ لوگ ثالثی پر نہ آئے، آخر حاضرین کے دباؤ سے ثالثی تسلیم کرنی پڑی۔

(۴) ہم کیا اور ہماری تحقیق کیا، ہم اکابر دیوبند کی تحقیق کو صحیح و درست اور کتاب وسنت کے مطابق سمجھتے ہیں، جو کچھ میں نے صحیح سمجھا تحریر کر دیا ہے۔ اگر میری تحریر کا کوئی جزء اکابر کی تحقیق کے خلاف ہوا تو میری تحریر غلط ہوگی اور صحیح وہی ہوگا جو اکابر رحمہم اللہ نے فرمایا ہوگا، اس لئے ثالثان کی رائے میرے نزدیک صحیح و درست ہوگی اور میں اپنی تحریر سے رجوع کرلوں گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ: ''میرے اکابر اور جمیع سلف حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جسد عنصری دنیوی مدفون فی القبر میں حیات بسبب تعلق روح تسلیم کرتے ہیں اور اسی تعلق روح بالجسد العنصری کی وجہ سے سماع علی القبر علی الدوام تسلیم کرتے ہیں۔'' دوسرا فریق اگر یہ تسلیم کرنے تو نزاع ختم ہو جائے گا، ورنہ جیسے قادیانی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو خاتم النبیین تسلیم کرنے کا اعلان کرتے ہیں اور خاتم النبیین کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جس سے ختم نبوت کا انکار پایا جاتا ہے، اسی طرح حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات کا اقرار کرنا اور حیات کی ایسی تفسیر کرنا جس سے حیات ہی کا انکار پایا جاتا ہے، دھوکہ اور فریب ہے۔

(۵) مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی نسبت ''آب حیات'' کے مضمون حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بارہا یوں فرمایا:

(الف) مولانا قاسم اس مسئلہ میں متفرد ہیں۔ (ب) ان کا مضمون کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ (ج) ان کے مضمون سے انکار موت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لازم آتا ہے، حالانکہ وقوع موت پر اجماع امت ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موضوع

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی!

موضوع زیر بحث یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد جو حیات طیبہ حاصل ہے وہ دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے یا وہ حیات کسی اور بدن برزخی میں ہے اور جسد عنصری تعلق حیات سے بالکل خالی ہے؟ یعنی حضور اکرم ﷺ کی عالم برزخ میں حیات دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے یا کسی برزخی جسد سے ہی تعلق ہے؟ تعیین ع میں یہ امور مسلمہ ملحوظ ہیں:

(۱) ہم اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے لئے جیسی بھی وفات مقدر تھی وہ آپ ﷺ پر وارد ہوئی، یہ غلط اور جھوٹ ہے کہ ہم آپ ﷺ پر ورود موت کے منکر ہیں، قرآن پاک میں تو موت کے تحقق کے وقوع کا بیان تو ہو نہیں سکتا محض پیش گوئی ہے، تاہم اس کے وقوع پر مندرجہ ذیل دلائل ہمارے پاس موجود ہیں:

(الف) خطبہ صدیقی۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۶۶)

(ب) تصریح حضرت نانوتوی: ''حسب ہدایت تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر سرور امام ﷺ کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے۔'' (لطائف قاسمی مجتبائی ص ۴)

چونکہ موضوع زیر بحث حسب معاہدہ سکھر حیات النبی ﷺ کی مزید تفصیل میں نہیں جاتے، یہ خروج عن المبحث ہوگا، جس معنی میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے لئے وفات مقدر تھی اس کا ورود ہوا اور آپ ﷺ نے عالم برزخ کی طرف انتقال فرمایا۔ ہاں ورودِ وفات کے بعد آپ ﷺ اپنے روضہ اطہر میں بھی فائز الحیات ہیں۔ اب موضوع زیر بحث یہی ہے کہ آپ ﷺ کی وہ حیات طیبہ کیسی ہے؟ اس دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے یا کسی اور برزخی بدن کے ساتھ ہے اور بدن عنصری سے کوئی تعلق حیات نہیں؟

(۲) ہم جب آنحضرت ﷺ کی حیات بعد الوفات کو دنیوی حیات کہتے ہیں تو اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالم برزخ کی حیات اس دنیوی جسد اطہر میں ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے نہ یہ کہ وہ حیات طیبہ لجمیع الوجوہ اس دنیا والی حیات ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ خود تصریح فرماتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم السلام کو انہی اجسام دنیوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔'' (لطائف قاسمی مجتبائی ص ۳)

پس ہر اصطلاح کا وہی مفہوم معتبر ہونا چاہئے جو اس اصطلاح کو اختیار کرنے والے مراد لیتے ہوں۔

حیات برزخی

حیات برزخی میں علاقہ ظرفیت کا ہے، نوعیت کا نہیں، یعنی اس سے مراد حیات فی البرزخ ہے نہ یہ کہ حیات کی کوئی اپنی قسم برزخی ہے، اس اعتبار سے ہم آنحضرت ﷺ کو عالم برزخ میں ہی فائز الحیات سمجھتے ہیں، لیکن آپ ﷺ کی یہ حیات طیبہ اسی دنیاوی بدن کے ساتھ ہے اور برزخ کا کسی ایک جہت سے مواطن دنیوی میں سے بھی ہونا ہرگز ممتنع نہیں۔ حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''برزخ صغری چوں از یک وجہ مواطن دنیوی است گنجائش ترقی دارد واحوال ایں وطن نظر و باشخاص متفاوتہ تفاوت فاحش دارد الانبیاء احیاء فی القبور شنیدہ باشد'' (مکتوبات شریف دفتر دوئم نمبر ۱۶ ص ۲۹، ۳۰)

معلوم ہوا کہ برزخی اور دنیوی میں مختلف جہات کا اجتماع کوئی امر ناممکن نہیں اور اگر حیات برزخی سے مراد حضور اکرم ﷺ کی عالم برزخ کی ایسی حیات ہے جو دنیوی جسد اطہر میں نہیں اور دنیوی جسد اطہر تعلق حیات سے یکسر خالی ہے، تو ہم اس حیات برزخی کے قطعاً منکر ہیں۔ یہ تفصیل اس لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے کلام میں جہاں جہاں ''حیات برزخی'' کے الفاظ ہیں وہاں علاقہ ظرفیت کا مراد ہے، یعنی حیات فی البرزخ اور حیات النبی ﷺ کے موجودہ مبحث میں فریق مخالف جہاں حیات برزخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، وہاں علاقہ نوعیت کا مراد لیتا ہے یعنی حیات دنیوی جسد میں نہ ہو بلکہ صرف کسی اور بدنِ برزخی میں ہو۔

حاصل آنکہ موضوع زیر بحث یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد اس دنیوی جسد اطہر سے فائز الحیات ہیں یا آپ ﷺ کی یہ حیات محض کسی اور بدن برزخی کے متعلق ہے۔ موضوع زیر بحث کی تعیین کے بعد ہمارے عقیدے کی تصریح۔

ہمارا عقیدہ

آنحضرت ﷺ کو اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد عالم برزخ میں جو حیات حاصل ہے وہ روح مبارک کے تعلق سے اس دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے جو روضہ انور میں محفوظ موجود ہے اور اسی تعلق روح کی وجہ سے آپ ﷺ روضہ انور پر پڑھے گئے درود وسلام کو بغیر کسی واسطہ کے علی الدوام خود سماعت فرماتے ہیں۔ اسی عقیدہ کو ہمارے اکابر نے ''المہند علی المفند'' میں حیات دنیویہ برزخیہ سے تعبیر کیا ہے۔

ہمارا دعویٰ

ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارا عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت ہے، اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اور جملہ اکابر دیوبند نہ صرف اس پر متفق ہیں بلکہ ان کے نزدیک یہ عقائد مسلمہ میں داخل ہے۔

تنقیحات خمسہ

پیشتر اس کے کہ ہم اپنے دعویٰ پر دلائل کا آغاز کریں، اس اجماعی عقیدہ کی تنقیح کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو سکے۔

(۱) حضور اکرم ﷺ کے دنیوی جسد اطہر کو جو حیات حاصل ہے وہ روح مبارک کے تعلق سے ہے، وہ ایسی حیات ہرگز نہیں جو اینٹ پتھر وغیرہ میں بفحوائے آیت کریمہ: وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ موجود ہے، اگر کوئی حضور ﷺ کے دنیوی جسد اطہر میں اس پتھری حیات کا قائل ہو تو اہل السنت والجماعت کے عقیدہ میں وہ حیات النبی ﷺ کا منکر ہے، اس لئے کہ ہم اہل السنت حضور ﷺ کے دنیوی جسد اطہر میں جو حیات مانتے ہیں وہ ان کی روح کے تعلق سے مانتے ہیں، پتھری حیات اس انسانی روح سے یکسر خالی ہوتی ہے، اس لئے اس پتھری حیات کا اکابر اہل السنۃ میں سے کوئی قائل نہیں، پس جو آنحضرت ﷺ کے دنیاوی جسد اطہر میں اس پتھری حیات کا قائل ہو وہ اہل السنت والجماعت کے اجماعی عقیدے کا منکر بلکہ آنحضرت ﷺ کا موہن (توہین کرنے والا) ہے۔

(۲) آنحضرت ﷺ کے دنیوی جسد اطہر کو روح مبارک کے تعلق سے جو حیات حاصل ہے وہ تعلق، تعلق حیات ہے اور لابشرط شئے کے درجہ میں روح مبارک کے اتصال اور دخول دونوں سے عام ہے۔ اگر روح مبارک کا مستقر اعلیٰ علیین میں مان کر اس کے اتصال ونفوذ سے دنیوی جسد اطہر میں حیات تسلیم ہو اور اسی تعلق حیات سے سماع عند القبر الشریف کا اعتقاد ہو تو بھی عقیدہ حیات النبی ﷺ قائم ہو جاتا ہے اور اگر روح مبارک کا آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر میں دخول وتلبس مان کر آپ ﷺ کی حیات تسلیم کی جائے اور سماع کا اقرار کر لیا جائے تو بھی عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ کا تحقق ہو جاتا ہے۔ کیفیت وصولی حیات کا اختلاف دنیوی جسد اطہر کے فائز الحیات ہونے کے اجماعی عقیدے کو ہرگز متاثر نہیں کرتا، اس لئے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ دنیوی جسد اطہر کے روح مبارک کے تعلق سے فائز الحیات ہونے سے پورا ہو جاتا ہے اور یہ تعلق دخول روح واتصال روح کے باب میں لابشرط شئے کے درجہ میں ہے۔

(۳) اگر کوئی روح مبارک کے جسد اطہر سے تعلق حیات کا قائل نہ ہو بلکہ صرف اس تعلق کا اقرار کرے جو صاحب خانہ کو اپنے گھر سے باہر ہونے کی صورت میں اپنے گھر سے تعلق ہوتا ہے یا مالک کو اپنے مال میں غیر متصرف ہونے کی حالت میں ہوتا ہے تو حقیقت میں وہ روح مبارک کے جسد اطہر سے حقیقی تعلق کا منکر ہے۔ اس لئے کہ حیات النبی ﷺ کے مسئلہ میں جس تعلق کا اعتبار ہے وہ تعلق حیات ہے، ہاں اگر صاحب خانہ کا وہ تعلق تسلیم کیا جائے جو صاحب خانہ کو اپنے گھر کے اندر ہونے کی صورت میں ہوتا ہے یا مالک کو اپنے مملوک میں متصرف ہونے کی حالت میں ہوتا ہے اور پھر اصل حیات کا انکار نہ کیا جائے تو اس صورت میں روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق تسلیم ہو جاتا ہے اور بدوں اس کے تعلق کا اقرار ایک مغالطے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

(۴) جو درود وسلام آنحضرت ﷺ کے روضہ پر پڑھا جائے حضور اکرم ﷺ اسے بغیر واسطہ کے خود سماعت فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کا یہ سماعت فرمانا دائماً ہے اور یہ سماع عند القبر تعلق حیات بسبب روح سے ہے۔ پس اگر کوئی سماع عند القبر کو تو تسلیم کرے لیکن اسے دائمانہ مانے بلکہ خرق عادت قرار دے یا اس سماع کو تعلق حیات سے تسلیم نہ کرے تو وہ بھی اہل السنت کے نزدیک سماع عند القبر الشریف کے حقیقی معنوں کا منکر ہے۔

(۵) ہمارے نزدیک اہل السنۃ والجماعۃ کے اس عقیدہ حیات کا منکر کافر نہیں گمراہ ہے، اس لئے کہ اس عقیدے کے لئے ثبوت یا دلالت میں کسی ایک اعتبار سے ظنیت ہمارے راستے میں حارج نہ ہوگی جس عقیدہ کے لئے ثبوت ودلالت دونوں کی قطعیت ضروری ہے اس کا منکر کافر ہوتا ہے، جن عقائد کے انکار سے حکم کفر نہیں آتا ان کے لئے ثبوت ودلالت دونوں کی قطعیت لازم نہیں اور اسی وجہ سے بعض ایسے امور کا منکر کافر نہ ہوگا۔ عقائد کی یہ تفصیل اسی طرح کتب کلام میں بھی موجود ہے۔

ان المسائل الاعتقادیۃ قسمان: ''احدھما مایکون المطلوب فیہ الیقین کوحدۃ الواجب وصدق النبی وثانیھما مایکتفی فیہ بالظن کھذہ المسئلۃ والاکتفاء بالدلیل الظنی انمالا یجوز فی الاول بخلاف الثانی'' (نبراس علی شرح العقائد ص ۵۹۸)

قارئین کرام! یہاں تک فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہدایۃ الحیران (ص ۴۰ تا ۶۳) کا ایک طویل اقتباس لیا گیا۔

باب سوم

اس باب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قبر سے مراد یہی زمینی گڑھا ہے جس میں ہم اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں اور عذاب وثواب اسی زمینی قبر میں ہوتا ہے۔

مسئلہ عذاب قبر

محترم قارئین کرام! تمام اہل السنت والجماعت اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ عذاب وثواب قبر برحق ہے، قبر میں سوال وجواب ہوتے ہیں، قبر شرعی سے۔ مراد یہی زمینی قبر ہے جو اسی دنیا میں موجود ہے اور جسم اور روح دونوں کو عذاب وثواب اسی قبر میں ہوتا ہے۔

مگر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ والے اس زمینی قبر کا جو دنیا میں موجود ہے جس کو تقریباً ہر شخص ہی جانتا ہے، انکار کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے موجودہ مرکزی امیر مولانا محمد طیب پنج پیری لکھتے ہیں:

''قبر اور برزخ کا مطلب''

اسی بحث کے ضمن میں یہاں اس نکتہ کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ میت کو برزخی حیات کہاں ملتی ہے، ہمارے مخالفین اسی مدفن ارضی میں عذاب وثواب قبر ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔''

(مسلک الاکابر ص ۲۵ مطبوعہ مکتبہ الیمان دار القرآن پنج پیر صوابی پاکستان)

(۲) فضل الرحمٰن) مماتی (لکھتے ہیں:

واضح بات ہے کہ وہ شرعی قبر سجین ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ (التحقیق الانیق ص ۳۰)

مزید لکھتے ہیں: قبر سے مراد یہ محسوس گڑھا عرفی قبر قطعاً نہیں ہوتی بلکہ عالم برزخ کی شرعی قبر مراد ہوتی ہے۔ (التحقیق الانیق ص ۳۴،۳۵)

(۳) قبر شرعی صرف عالم برزخ ہے نہ کہ یہ گڑھا۔ (المسلک المنصور ص ۳۲ خضر حیات بھکروی)

(۴) مولوی امیر محمد لکھتے ہیں: زمینی گڑھے کو ''قبر'' کہنا نصوص سے انکار ہے۔ (اقوال مرضیہ ص ۱۹)

محترم قارئین! مماتی حضرات کی عبارات آپ نے ملاحظہ فرمالیں۔ اس فرقہ کا یہ نظریہ قرآن وسنت کے علاوہ عربی لغت کے بھی خلاف ہے، ملاحظہ فرمائیں:

قبر کا مفہوم، اہل لغت سے

(۱) مفردات القرآن میں ہے: ''القبر: مَقَر الميت ومصدرُ قبرته جعلته في القبر وأقبرته جعلت له مكانا يقبر فيه نحو أسقيته جعلت له ما يسقى منه، قال (ثم أماته فأقبره) ...... والمَقبرة والمِقبرة موضع القبور وجمعها مقابر'' (مفردات القرآن: مادہ ق،ب،ر، ص ۳۹۰)

کہ: ''قبر'' میت کی جگہ کو کہتے ہیں اور یہ مصدر ہے، ''قبرتہ'' کا معنی ہے: میں نے اس کو قبر میں رکھا،

''اقبرتہ'' کا معنی ہے: میں نے اس کے لئے ایسی جگہ بنادی ہے جس میں اس کو دفن کیا جائے گا، جیسے ''اسقیتہ'' کا معنی ہے: میں نے اس کے لئے ایسی جگہ یا برتن بنادیا جس سے پانی پیا جاتا ہے۔ اسی مادے سے اللہ کا فرمان ہے: ''ثُمَّ أَمَاتَهٗ فَأَقْبَرَهٗ'' ''المَقبرۃ'' اور ''المِقبرۃ'' قبروں کی جگہ کو کہا جاتا ہے، اس کی جمع ''مقابر'' آتی ہے۔

(۲) لسان العرب میں ہے: ''القبر مدفن الانسان و جمعہ قبور'' (جلد نمبر ۵ ص ۶۷)
قبر انسان کے دفن کرنے کی جگہ ہے، اس کی جمع قبور ہے۔

(۳) معجم الفاظ القرآن میں ہے: ''القبر مقر المیت و جمعہ قبور'' یعنی میت کے قرار کی جگہ قبر ہے، اس کی جمع قبور آتی ہے۔ (ج ۲ ص ۳۳۱)

(۴) قاموس القرآن میں ہے: قبر انسان کے دفن کرنے کی جگہ ہے، اس کی جمع قبور آتی ہے۔ (ص ۴۱۳)

(۵) مصباح اللغات میں ہے: القبر: انسان کے دفن کرنے کی جگہ، جمع اس کی قبور ہے۔ (ص ۶۵۴)

نیز مندرجہ ذیل کتب لغات میں بھی یہی معنی لکھا ہے:

(۶) الصحاح علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری (م ۳۹۷ھ)

(۷) مجمع بحار الانوار علامہ محمد طاہر پٹنی (م ۹۸۲ھ)

(۸) تاج العروس سید محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی (م ۱۲۰۵ھ)

ان تمام اہل لغت کے نزدیک قبر سے مراد گڑھا ہے جو زمین میں کھودا جاتا ہے اور اس میں جسد عنصری کو دفن کیا جاتا ہے۔

غرضیکہ تمام لغت دان قبر کا حقیقی اور اصلی، صحیح معنی یہی بتارہے ہیں اور ہماری معلومات کے مطابق کسی نے بھی قبر بمعنی برزخ نہیں بتایا۔

قرآن پاک سے زمینی قبر کا ثبوت

قرآن پاک سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ زمینی گڑھا ہی قبر ہے۔

آیت نمبر ۱: فَبَعَثَ اللهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ (سورۃ المائدہ ۳۱)

ترجمہ: پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے؟

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: چونکہ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا، اس لئے قتل کے بعد اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کو کیا کرے؟ آخر ایک کوے کو دیکھا کہ زمین کرید رہا ہے یا دوسرے مردہ کوے کو مٹی ہٹا کر زمین میں چھپا رہا ہے۔ اُسے دیکھ کر کچھ عقل آئی کہ میں بھی اپنے بھائی کی لاش کو دفن کردوں اور افسوس بھی ہوا کہ میں عقل و فہم اور بھائی کی ہمدردی میں اس جانور سے بھی گیا گزرا ہوا، شاید اسی لئے حق تعالیٰ نے ایک ادنی جانور کے ذریعہ سے اُسے تنبیہ فرمائی کہ وہ اپنی وحشت اور حماقت پر کچھ شرمائے۔ جانوروں میں کوے کی یہ خصوصیت ہے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کھلا چھوڑ دینے پر بہت شور مچاتا ہے۔ (تفسیر عثمانی ج ۱ ص ۳۶۲)

اس سے ثابت ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اسی زمین والی قبر میں دفن کیا تھا، اس کے علاوہ کوئی اوپر والی قبر نہیں تھی۔

آیت نمبر ۲: ”وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ“ (سورۃ توبہ ۸۴)

ترجمہ: اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) لکھتے ہیں: یعنی دعاء واستغفار کے لئے یا اہتمام دفن کے لئے۔ (تفسیر عثمانی ج ا ص ۲۱۸)

یہاں قبر سے مراد یہی گڑھا ہے نہ کہ سجین، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے بعد اسی دنیوی قبر پر کھڑے ہوئے تھے نہ کہ سجین پر۔

آیت نمبر ۳: ”أَنَّ اللهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ“ (سورۃ الحج ۷)

ترجمہ: اس لئے کہ اللہ ان سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں۔

آیت نمبر ۴: ”كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُوْرِ“ (سورۃ الممتحنہ ۱۳)

ترجمہ: (وہ لوگ آخرت سے اسی طرح مایوس ہو چکے ہیں) جیسے کافر لوگ قبروں میں مدفون لوگوں سے مایوس ہیں۔

آیت نمبر ۵: ”ثُمَّ أَمَاتَهٗ فَأَقْبَرَهٗ“ (سورۃ عبس ۲۱) ترجمہ: پھر اس کو موت دی اور قبر میں پہنچا دیا۔

آیت نمبر ۶: ”وَإِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ“ (سورۃ الانفطار ۴) ترجمہ: اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔

آیت نمبر ۷: ”أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ“ (سورۃ العادیات ۹)

ترجمہ: بھلا کیا وہ وقت اسے معلوم نہیں ہے جب قبروں میں جو کچھ ہے، اسے باہر بکھیر دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۸: ”حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ“ (سورۃ التکاثر ۲)

ترجمہ: یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔

ان آیات میں قبروں سے مراد یہی زمینی قبریں ہیں اور کوئی نہیں، قیامت کے دن انہی میں سے اٹھایا جائے گا۔ ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ایسی ہیں جن سے مفسرین نے یہی زمینی قبریں مراد لی ہیں تاہم ہم انہی کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

احادیث مبارکہ سے زمینی قبر کا ثبوت

قارئین کرام! آپ نے پہلے چند آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیں جن میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ زمینی گڑھا قبر ہے اور اب ہم چند احادیث نقل کرنے لگے ہیں لیکن اس سے پہلے یہاں محدثین کے چند ابواب کا ذکر کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے ہاں بھی قبر سے مراد یہی زمینی گڑھا ہے۔

صحیح البخاری کے چند ابواب کا ذکر

(۱) امام بخاری نے ”کتاب الجنائز“ میں ایک باب اس طرح باندھا ہے: ”بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ (فَأَقْبَرَهٗ)، أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ أُقْبِرُهٗ إِذَا جَعَلْتَ لَهٗ قَبْرًا وَقَبَرْتُهٗ دَفَنْتُهٗ“ (صحیح البخاری ج ا ص ۱۸۶)

ترجمہ: باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی قبروں کا بیان، اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

(فَأَقْبَرَہ)، (عرب لوگ کہتے ہیں) ''أَقْبَرْتُ الرَّجل'' کہ میں نے اس کے لئے قبر بنائی، اُقْبِرُہ (میں قبر بناؤں گا) اور کہتے ہیں قَبَرْتُہٗ (میں نے اسے دفن کیا)۔

(۲) کتاب الجنائز ''باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور'' (قبروں پر مسجد بنانے کی کراہیت کا باب)

(۳) کتاب الجنائز ''باب بناء المسجد علی القبر'' (قبر پر مسجد بنانے کا بیان)

(۴) کتاب الجنائز ''باب زیارۃ القبور'' (باب قبروں کی زیارت کرنا)

(۵) کتاب الجنائز ''باب قول الرجل للمراۃ عند القبر اصبری'' (باب: کوئی عورت قبر کے پاس ہو اور کوئی شخص اُسے کہے صبر کر)

(۶) کتاب الجنائز ''باب الصلوۃ علی القبر بعد ما یدفن'' (باب: دفنانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ کا بیان)

(۷) کتاب الجنائز ''باب من یدخل قبر المراۃ'' (باب: عورت کی قبر میں کون اُترے؟)

(۸) کتاب الجنائز ''باب دفن الرجلین والثلاثۃ فی قبر واحد'' (ایک قبر میں دو یا تین آدمیوں کو دفن کرنا)

(۹) کتاب الجنائز ''باب الاذخر والحشیش فی القبر'' (اذخر اور سوکھی گھاس قبر میں بچھانا)

(۱۰) کتاب الجنائز ''باب ھل یخرج المیت من القبر واللحد لعلۃ'' (باب: کیا میت کو کسی ضرورت سے قبر سے نکالا جا سکتا ہے؟)

(۱۱) کتاب الجنائز ''باب اللحد والشق فی القبر'' (باب: قبر کی دو قسمیں؛ بغلی اور صندوقی)

(۱۲) کتاب الجنائز ''باب الجرید علی القبر'' (باب: قبر پر کھجور کی ڈالیاں لگانا)

(۱۳) کتاب الجنائز ''باب موعظۃ المحدث عند القبر'' (باب قبر کے پاس عالم حدیث کا بیٹھنا اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنا)

صحیح مسلم کے چند ابواب کا ذکر

صحیح مسلم (ج ۱ ص ۳۰۰) میں کتاب الجنائز میں قبر سے متعلق ابواب کچھ یوں ہیں۔

(۱) کتاب الجنائز، باب جعل القطیفۃ فی القبر (باب قبر میں چادر ڈالنے کے بیان میں)

(۲) کتاب الجنائز، باب الامر بتسویۃ القبر (باب قبر کو برابر کرنے کے حکم کے بیان میں)

(۳) کتاب الجنائز، باب النھی عن تجصیص القبر والبناء علیہ (باب پختہ قبر بنانے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے کی ممانعت کے بیان میں)

(۴) کتاب الجنائز، باب النھی عن الجلوس علی القبر والصلاۃ علیہ (باب قبر پر بیٹھنے اور اس پر نماز پڑھنے کی ممانعت کے بیان میں)

(۵) کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا (باب: قبور میں داخل ہوتے وقت اہل قبور کے لئے کیا دعا پڑھی جائے)

(۶) کتاب الجنائز، باب استیذان النبی ﷺ ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ (باب نبی کریم ﷺ کا اپنے رب عزوجل سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگنے کے بیان میں)

سنن ابی داؤد کے چند ابواب کا ذکر

سنن ابی داؤد (ج ۲ ص ۸۴) میں ''اوّل کتاب الجنائز'' کے تحت قبر سے متعلق ابواب کچھ یوں ہیں۔

(۱) باب فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم (کئی آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا اور قبر کی طرف خطاب کرنا (یا نشانی لگانا))

(۲) کتاب الجنائز، باب فی تعمیق القبر (قبر کو گہرا اور نیچا کھودنا)

(۳) کتاب الجنائز، باب فی کراھیۃ القعود علی القبر (قبر پر بیٹھنے کی ممانعت کا بیان)

(۴) کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت (جب دفن کر کے فارغ ہوں اور لوٹنے کا قصد ہو تو میت کے لئے استغفار کریں)

(۵) کتاب الجنائز، باب المشی بین القبور فی النعل (قبروں میں جوتا پہن کر نا کر جانا کیسا ہے؟)

جامع الترمذی کے چند ابواب کا ذکر

جامع الترمذی (ج ۱ ص ۱۹۱) میں ''کتاب الجنائز'' کے تحت قبر سے متعلق ابواب کچھ یوں ہیں۔

(۱) باب ما جاء ما یقول اذا ادخل المیت قبرہ (باب: اس دعا کے بیان میں جو دفن میت کے وقت پڑھی جاتی ہیں)

(۲) باب ما جاء فی کراھیۃ الوطی علی القبور والجلوس علیھا (باب اس بیان میں کہ قبروں پر چلنا اور بیٹھنا منع ہے)

سنن النسائی کے چند ابواب کا ذکر

سنن النسائی (ج ۱ ص ۲۵۸) میں کتاب الجنائز کے تحت قبر سے متعلق یہ ابواب موجود ہیں۔

(۱) باب ما یستحب من اعماق القبر) باب: گہری قبر کھودنے کے مستحب ہونے کا بیان)

(۲) باب ما یستحب من توسیع القبر (قبر کے وسیع کھودنے کا مستحب ہونا)

(۳) باب اِخراج المیت من القبر بعد اَن یدفن فیہ) میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد اس کو نکالنے کا بیان)

سنن ابن ماجہ کے چند ابواب

سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز ص ۱۰۳ کے تحت قبر سے متعلق چند ابواب کا تذکرہ۔

(۱) باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی القبر (قبر پر نماز پڑھنے کا بیان)

(۲) باب ماجاء فی اِدخال المیت القبر (میت کو قبر میں اتارنے کا بیان)

(۳) باب ماجاء فی حفر القبر (قبر کھودنے کے بارے میں)

ہم نے صحاح ستہ سے چند ابواب کا ذکر کیا، ان تمام ابواب اور ان کے تحت ذکر کردہ احادیث سے روز روشن کی طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ قبر سے مراد محدثین کے ہاں بھی یہی ''زمینی قبر'' ہے، تو عذاب وثواب قبر سے بھی اسی قبر کا عذاب وثواب قبر مراد ہوگا۔ مگر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں نے یہاں آ کر ایک قبر غیر زمینی گھڑلی اور دین میں اپنی طرف سے اضافہ کیا۔

قبر کے متعلق چند احادیث مبارکہ

اب ہم کچھ احادیث مبارکہ یہاں پر نقل کرتے ہیں جن میں قبر کا ذکر اور عذاب وثواب قبر کا ثبوت موجود ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ قبر سے مراد یہی ''زمینی قبر'' ہے۔ قارئین خوب توجہ سے ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر ا: عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر ٹھہرتے دیکھا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہے تھے اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دعا مانگ رہے تھے۔

(موطا امام مالک ص ۱۵۰، باب ماجاء فی الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

نوٹ: یہ روایت مصنف عبدالرزاق (ج ۳ ص ۵۷۶ باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم) میں حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے۔

حدیث نمبر ۲: ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے عذاب قبر کا تذکرہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگی: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں عذاب قبر ہوتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو عذاب قبر سے پناہ مانگی۔ (صحیح البخاری ج ا ص ۱۸۳، باب ماجاء فی عذاب القبر)

حدیث نمبر ۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے قریب سے گزرے۔ آپ نے فرمایا: اس دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، بلکہ ایک کو تو اس لئے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ چغلی کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک تر ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، ان دو ٹکڑوں میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا، پھر ارشاد فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (صحیح البخاری ج ا ص ۱۸۴، باب عذاب القبر من الغیبۃ والبول)

حدیث نمبر ۴: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہونے کے بعد نکلے۔ آپ نے ایک آواز سنی تو فرمایا: یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری ج ا ص ۱۸۴، باب التعوذ من عذاب القبر)

حدیث نمبر ۵: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کیونکہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ (صحیح البخاری ج ا ص ۱۸۶، باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

حدیث نمبر ۶: حضرت سفیان تمار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا جو اونٹ کے کوہان کی طرح تھی۔ (صحیح البخاری ج ا ص ۱۸۶، باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

حدیث نمبر ۷: حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اماں جان! مجھے زیارت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں رفقاء (یعنی حضرت ابوبکر وحضرت عمر) کی قبریں دکھلا دیجئے۔ چنانچہ انہوں نے تینوں قبریں دکھلا دیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ تینوں قبریں نہ تو بہت اونچی تھیں اور نہ بالکل زمین سے ملی ہوئی تھیں، ان پر سرخ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۳، باب فی تسویۃ القبر)

حدیث نمبر ۸: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی پھر اس کی قبر پر آئے اور سرہانے کی طرف سے قبر میں تین مٹھی مٹی ڈالی۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۲، باب ما جاء فی حثو التراب فی القبر)

حدیث نمبر ۹: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت لازم ہوگئی۔ (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۴۹۰، باب فی المناسک، حدیث ۴۱۸۹)

حدیث نمبر ۱۰: حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک قبر کے سہارے (لیٹے یا بیٹھے ہوئے) دیکھا تو فرمایا کہ تم اس قبر والے کو ایذاء نہ دو یا یہ فرمایا کہ اسے ایذاء نہ دو۔

(مشکوۃ المصابیح ص ۱۴۹، باب دفن المیت، الفصل الثالث)

قارئین! ہم نے یہاں پر دس احادیث نقل کی ہیں، قبر کے حالات اور عذاب وثواب پر بے شمار احادیث موجود ہیں۔ ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر حقیقی اور قبر اصلی یہی زمین کا گڑھا ہے جس میں ہم اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں۔ جو شخص اس قبر کا انکار کرتا ہے وہ قرآن وحدیث کا انکار کرتا ہے۔ البتہ یہ قبر عالم برزخ میں ہے اور عالم برزخ کا اطلاق مرنے کے بعد سے شروع ہو کر قیامت قائم ہونے تک کے زمانہ پر ہوتا ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ قبر عالم برزخ کا ایک جزء ہے جس کو یہ قبر مل گئی وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور جس کو نہیں ملی وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور عالم برزخ کے متعلق جو احکام قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں ان پر ایمان لانا اور دل وزبان سے ان کو تسلیم کرنا ضروری ہے، چاہے وہ ہماری عقل میں آئیں یا نہ آئیں، عقل دین کے تابع ہے دین عقل کے تابع نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

غیر مسلموں اور ایسے لوگوں کے جو عذاب وثواب قبر کے تو منکر ہیں مگر اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں صرف غیر مسلموں سے مرعوب ہو کر انکار کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ ہماری عقل نہیں مانتی، تو ان لوگوں کے تمام اشکالات کے جوابات علماء اسلام دے چکے ہیں۔ ان لوگوں کا ایک اشکال یہ بھی ہے کہ جس شخص کو قبر نہیں ملی اس کو عذاب وثواب کیسے ہوگا اور کہاں ہوگا؟ اس اشکال کا جواب ہر دور میں علماء حق نے دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عذاب وثواب کا معاملہ اصل میں عالم برزخ سے تعلق رکھتا ہے، جس کو یہ قبر مل گئی وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور جس کو نہیں ملی وہ بھی عالم برزخ میں ہے۔ عالم برزخ صرف اور صرف قبر ہی میں منحصر نہیں قبر تو عالم برزخ کا ایک حصہ ہے جس کو یہ زمینی قبر نہیں ملی اس کی وہی قبر ہے جہاں اس کی میت یا اس کے اجزاء ہیں، سوال وجواب عذاب وثواب اس کو بھی ضرور بالضرور ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ جن علماء نے ایسے اشکالات کے جوابات دیئے ہیں انہوں نے اس قبر کی بالکل نفی نہیں کی۔

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ والے بعض علماء کی کچھ عبارات قطع وبرید اور غلط استدلال کر کے پیش کرتے ہیں۔ ان سے بالکل دھوکہ نہ کھائیں، جب ایک مسئلہ وضاحت کے ساتھ ادلہ اربعہ سے ثابت ہو جائے تو پھر کسی شخصی رائے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جن علماء کی وہ عبارات نقل کرتے ہیں، ہم نے تقریباً ساری عبارات اصل کتابوں سے خود دیکھی ہیں، کسی سے بھی زمینی قبر کا انکار یا عذاب وثواب کا انکار لازم نہیں آتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جہاں پر وہ ایسے اشکالات کے جوابات دے رہے ہوتے ہیں وہاں سے یہ اشاعتی حضرات (منکرین قبر ارضی) اپنی مرضی کی بات نقل کر لیتے ہیں اور جہاں پر اس مصنف نے قبر کا اثبات یا عذاب وثواب قبر کا عقیدہ ونظریہ بیان کیا ہوتا ہے وہ اس کو نقل نہیں کرتے۔

باب چہارم

اس باب میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کو قرآن، حدیث، صحابہ کرام، تابعین عظام، اور دیگر علمائے امت؛ فقہاء و محدثین اور اکابرین علمائے دیوبند کے اقوال و تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ

محترم قارئین کرام! اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام وفات ظاہری کے بعد اپنی قبروں میں بتعلق روح زندہ ہیں، ان کے اجساد مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں، صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے اسے بلاواسطہ سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے ان کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے اس اجماعی اور متفقہ موقف کے خلاف مماتی حضرات ایک جداگانہ موقف رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں (معاذ اللہ)، صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، یہ عقیدہ شرکیہ عقیدہ ہے، اس کے دلائل من گھڑت ہیں، یہ عقیدہ شیعہ کا ہے، اس عقیدہ کے قائلین شرک کے کھیت کے دہقان ہیں وغیرہ وغیرہ۔ قارئین کی خدمت میں ان کی بعض عبارات ملاحظہ ہوں۔

(۱) فرقہ مماتیہ اپنے بعض عقائد منظر عام پر لائے اور جماعتی لیٹر پیڈ پر یہ عقائد لکھ کر شائع کئے۔ سید ضیاء اللہ بخاری صاحب نے ان عقائد کی تصدیق بھی کی۔ ان عقائد میں یہ درج ہے کہ:

<u>عقیدہ نمبر ۱</u>: وفات کے بعد حضور اکرم ﷺ کی روح مبارکہ کا آپ کے جسم اطہر کے ساتھ قبر منور میں کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ قبر میں آپ مردہ ہیں۔ (میرے پیغمبر آخرت آپ کے لئے پہلی زندگی سے بہتر ہے)

<u>عقیدہ نمبر ۲</u>: آپ ﷺ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے جو سماع کا قائل ہے وہ بے ایمان کافر اور مشرک ہے (عند القبر صلوۃ وسلام کے سماع کی جتنی بھی احادیث ہیں وہ سب کی سب جعلی اور موضوع ہیں)

<u>عقیدہ نمبر ۳</u>: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون والی حدیث صحیح نہیں بلکہ من گھڑت ہے۔

تمام عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔ ...... (دستخط) ...... ضیاء اللہ

<u>نوٹ</u>: ......اس کی ایک کاپی ہمارے پاس محفوظ ہے: از ناقل

(۲) محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ وغیرہ کے قائلین کے بارے میں لکھتے ہیں: حیاۃ النبی ﷺ، سماع موتی اور بزرگوں کے وسیلے جیسے موضوعات پر دلائل دے کر الٹا شرک کے کھیت کے دہقان بنے ہوئے ہیں۔ (شرک کیا ہے ص ۴)

(۳) خان بادشاہ لکھتے ہیں: ''ولیس المراد من الحیاۃ حیاتھم فی ھذہ القبور المحفورۃ''

(المسامیر النار یۃ ص ۱۹۱)

<u>ترجمہ</u>: (انبیاء علیہم السلام کی) حیات سے ان (زمینی) گڑھوں والی قبروں میں زندہ ہونا مراد نہیں۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: آنحضرت ﷺ کو روضہ مبارکہ میں بجسد عنصری کے ساتھ زندہ سمجھنا یہ شیعہ مسلک ہے۔ (العقیدۃ الجوہری ص ۳)

(۴) مولوی اللہ بخش لکھتے ہیں: آنحضرت ﷺ کا درود وسلام عند القبر سننا و جواب دینا یہ قصہ من گھڑت ہے۔ (دعوۃ الرشاد ص ۸، مؤلف مولوی اللہ بخش، مؤید عنایت اللہ شاہ گجراتی)

(۵) محمد عطاء اللہ بندیالوی لکھتے ہیں: امام الانبیاء علیہم السلام کے ذمہ یہ جھوٹ لگا یا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر سلام کہیں گے تو میں اس کا جواب دوں گا۔ (کیا مردے سنتے ہیں؟ ص ۳۷)

مزید لکھتے ہیں: امام الانبیاء علیہم السلام قبر منور پر آنے والوں کے سلام کو نہیں سنتے۔ (کیا مردے سنتے ہیں ص ۳۹)

قارئین کرام! آپ نے فرقہ مماتیہ کا نظریہ ملاحظہ فرمالیا کہ کس طرح یہ لوگ ایک اجماعی عقیدہ کے خلاف زبان درازکرتے اور غلط نظریہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے اس غلط موقف کی قلعی کھولنے اور اس اجماعی عقیدہ کو واضح کرنے کے لئے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو قرآن، حدیث، صحابہ کرام، تابعین عظام، اور دیگر علمائے امت، فقہاء و محدثین اور اکابرین علمائے دیوبند کے اقوال وتعلیمات کی روشنی میں پیش کیا جارہا ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ چند تنقیحات

ہم یہاں پر استاذ العلماء حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم) استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا(کی تحریر کردہ چند تنقیحات ذکر کرتے ہیں جن سے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو سمجھنے میں آسانی اور اس پر وارد ہونے والے عقلی شبہات کا ازالہ ہوجاتا ہے۔

(۱) عالم دنیا میں نبی کریم ﷺ پر موت کا ورود برحق ہے، اسی لئے آپ ﷺ کی عالم دنیا میں زندگی ۶۳ سال ہے۔

(۲) روح زندہ ہے روح کی حیات کا کوئی بھی منکر نہیں۔

(۳) نبی کریم ﷺ اور باقی انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ محفوظ ہیں۔

(۴) نبی کریم ﷺ کا اصلی عنصری دنیوی جسم مبارک اپنی قبر اطہر میں زندہ ہے، یعنی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور روح مبارک کا تعلق ہے جسم انور کے ساتھ اور اس تعلق کی وجہ سے جسم میں حیات ہے۔

(۵) جو لوگ قبر اطہر میں دنیاوی جسم انور کی حیات کے منکر ہیں ان کے پاس نہ قرآن کی آیت ہے اور نہ حدیث، البتہ قرآن وحدیث کے نام پر دھوکہ ہے، کہ عالم دنیا کی موت آیات واحادیث کو قبر پر فٹ کرکے، روضہ اطہر میں نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس کو بے حس و بے جان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۶) اسی طرح جدید معتزلہ کے پاس علماء اہل السنت والجماعت میں سے کسی معتبر عالم کا انکار حیات پر رسالہ تو کیا کوئی قول بھی نہیں ہے، البتہ حیات برزخی اور حیات روحانی کے لفظ سے دھوکہ دیا جاتا ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ کا دنیوی، حسی، حقیقی جسم انور قبر اطہر میں زندہ ہے اسی لئے اس قبر کی حیات کو حیات دنیوی، حیاۃ حسی، حیات حقیقی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور چونکہ برزخ میں عالم دنیا کے برعکس راحت کا اولاً تعلق روح کے ساتھ ہوتا

ہے اور روح کے واسطہ سے جسم کے ساتھ اس لئے اس حیات کو حیات روحانی کہا جاتا ہے، حیات برزخی اور حیات روحانی کہنے سے قبر میں دنیوی جسم سے حیات کی نفی نہیں ہوتی۔ (تقریظ بر کتاب خوشبو دالاعقیدہ ص ۳۴، ۳۵)

عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ کا قرآن پاک سے ثبوت

پہلی آیت

''وَلَاتَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَاتَشْعُرُونَ'' (البقرة: ۱۵۴)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں ان کی زندگی کا احساس نہیں ہوتا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی (م ۴۵۸ھ) لکھتے ہیں: ''وهذ إنما يصح على أن الله جل ثناؤه ردإلى الأنبياء عليهم السلام أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء'' (حیاۃ الانبیاء صلوات اللہ علیہم ص ۱۱۱)

ترجمہ: یہ بات بالکل درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی ہیں، اس لئے وہ اپنے رب کے ہاں شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: ''وإذا ثبت أنهم أحياء من حيث النقل فإنه يقويه من حيث النظر كون الشهداء أحياء بنص القرآن والأنبياء أفضل من الشهداء''

(فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم)

ترجمہ: جب نقلی دلائل سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو عقلی دلائل بھی اس کی تائید کرتے ہیں (اس طرح) کہ شہداء نص قرآن کے رو سے زندہ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں (تو ان کو حیات بطریق اولیٰ حاصل ہوگی)

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: ''ولا شك فى حياته ﷺ بعد وفاته وكذا سائر الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء فى قبورهم حياة اكمل من حياة الشهداء التى اخبر الله بها فى كتابه العزيز'' (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۲، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

ترجمہ: وفات کے بعد حضور ﷺ کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح باقی انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ حیات شہداء کی اس حیات سے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا، بڑھ کر ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''والحق عندى

عدم اختصاصها بهم بل حيوة الأنبياء أقوى منهم وأشد ظهورا اثارها في الخارج حتى لا يجوز النكاح بأزواج النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهيد" (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۵۲)

ترجمہ: میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ یہ حیات صرف شہداء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں یہ حیات ان سے زیادہ قوی ہے جس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نکاح جائز نہیں لیکن شہید کی بیوہ سے نکاح جائز ہوتا ہے۔

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

قاضی محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) نیل الاوطار میں لکھتے ہیں: "وورد النص في كتاب الله في حق الشهداء أنهم أحياء يرزقون وأن الحياة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالأنبياء والمرسلين وقد ثبت في الحديث: أن الأنبياء أحياء في قبورهم رواه المنذري وصححه البيهقي وفي صحيح مسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: مررت بموسى ليلة أسري بي عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلي في قبره"

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۳، باب فضل یوم الجمعۃ وذکر ساعۃ الاجابۃ الخ)

ترجمہ: قرآن کریم کی صریح آیات شہداء کی حیات کے متعلق وارد ہوئی ہیں کہ وہ زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور اُن کی حیات جسم سے متعلق ہے تو حضرات انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کی حیات جسم سے متعلق کیوں نہ ہوگی؟ جب کہ حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ علامہ منذری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے معراج کی رات سرخ ٹیلے کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

مفتی بغداد علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۰ھ) ایک مقام پر حیات الشہداء کا ذکر کرتے ہوئے حیاۃ الانبیاء کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں: "وهي فوق حياة الشهداء بكثير وحياة نبينا صلى الله عليه وسلم أكمل وأتم من حياة سائرهم عليهم السلام...... إن تلك الحياة في القبر وإن كانت يترتب عليها بعض ما يترتب على الحياة في الدنيا المعروفة لنا من الصلاة والأذان والإقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلك إلا أنها لا يترتب عليها كل ما يمكن أن يترتب على تلك الحياة المعروفة" (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۸، تحت آیۃ: ما کان محمد ابا احد من رجالکم)

ترجمہ: یہ حیات (جو انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے) شہداء کی حیات سے بہت اعلیٰ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تو تمام انبیاء علیہم السلام سے اکمل واتم ہے...... اس قبر کی زندگی پر اگرچہ بعض وہ امور مترتب ہوتے ہیں جو ہماری دنیا کی معروف زندگی پر مترتب ہوتے ہیں مثلاً نماز، اذان، اقامت اور سنے ہوئے سلام کا جواب لوٹانا اور اسی طرح کے دیگر امور، مگر اس پر وہ سب امور مترتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف زندگی پر مترتب ہوتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں: "اور یہی حیات ہے

جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتی کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس اس حیات میں قوی تر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔" (بیان القرآن ج ۱ ص ۹۷، معارف القرآن ج ۱ ص ۳۹۷)

شیخ عبداللہ بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب فرماتے ہیں: "والذی نعتقد ان رتبة نبینا ﷺ اعلیٰ مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانه ﷺ حی فی قبره حیوة مستقرة ابلغ من حیوة الشهداء المنصوص علیها فی التنزیل اذهو افضل منهم بلا ریب وانه ﷺ یسمع من یسلم علیه" (اتحاف النبلاء ص ۴۱۵)

ترجمہ: ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلیٰ ہے، آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں دائمی طور پر زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی یہ حیات شہداء کی حیات سے جو قرآن میں منصوص ہے، بہت بالاتر ہے کیونکہ آپ ﷺ اُن سے بلا ریب افضل ہیں اور آپ ﷺ اپنے روضہ اطہر میں سلام عرض کرنے والوں کا سلام خود سنتے ہیں۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں: "فلیس الشهید باولی من النبی وان نبی الله حی یرزق فی قبره کما ورد فی الحدیث" (احکام القرآن از تھانوی ج ۱ ص ۹۲)

ترجمہ: شہید نبی سے تو بہتر نہیں، اور اللہ کے نبی زندہ ہیں اور ان کو قبر میں رزق دیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

دوسری آیت

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ" (آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

اس آیت کی تفسیر میں امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (م ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں: "ومن ادلة ذلک ایضاً قوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ فان الشهادة حاصلة له ﷺ علی اتم الوجوه لانه شهید الشهداء، وقد صرح ابن عباس وابن مسعود وغیرهما رضی اللہ عنہم بانه ﷺ مات شهیداً" (القول البدیع ص ۱۷۳، تحت العنوان: رسول اللہ حی علی الدوام)

ترجمہ: اور (حیاۃ النبی ﷺ) کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ'' اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کو شہادت کامل طور پر حاصل ہے، کیونکہ آپ ﷺ شہیدوں کے سردار ہیں اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ کو شہادت کی موت عطا ہوئی ہے۔

تیسری آیت

''وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ'' (سورۃ السجدۃ ۲۳)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی، لہٰذا (اے نبی ﷺ!) آپ اس کے ملنے کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیے۔

امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حضرت قتادہ (م ۱۱۷ھ) سے اس کی تفسیر یوں مروی ہے: ''﴿فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ﴾ قال: كان قتادة يفسرها أن نبي الله صلى الله عليه وسلم قد لقي موسى عليه السلام'' (صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۴، باب الاسراء برسول اللہ الخ)

ترجمہ: (یونس بن محمد فرماتے ہیں کہ) حضرت قتادہ اس آیت ''فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ'' کی تفسیر یوں فرماتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام تفسیر علامہ فخر الدین محمد بن عمر الرازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۰۴ھ) فرماتے ہیں: ''معناه فلا تكن في شك من لقاء موسى فإنك تراه وتلقاه'' (التفسیر الکبیر ج ۲۵ ص ۱۶۱)

ترجمہ: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں شک میں نہ رہیں، آپ ﷺ انہیں دیکھیں گے اور ان سے ملیں گے۔

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں: ''قال المفسرون: وعد رسول الله ﷺ أنه سيلقى موسى قبل أن يموت ثم لقيه في السماء وفي بيت المقدس حين أسري به'' (فتح القدیر ج ۴ ص ۳۰۷)

ترجمہ: مفسرین فرماتے ہیں: آپ ﷺ سے اس بات کا وعدہ کیا گیا ہے کہ وفات سے پہلے آپ علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوگی، پھر آپ علیہ السلام جب معراج پر تشریف لے گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آسمان اور بیت المقدس میں ملے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

مفتی بغداد علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''وأخرج

الطبراني وإبن مردويه والضياء في المختارة بسند صحيح عن إبن عباس أنه قال في الآية: أي من لقاء موسى وأخرج إبن المنذر وغيره عن مجاهد نحوه وأخرج إبن أبي حاتم عن أبي العالية أنه قال كذلك فقيل له: أو لقي عليه الصلاة والسلام موسى قال: نعم ألا ترى إلى قوله تعالىٰ: ﴿وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا﴾ وأراد بذلك لقاءه صلى الله تعالى عليه وسلم إياه ليلة الإسراء" (روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۴۷)

ترجمہ: امام طبرانی، ابن مردویہ اور ضیاء الدین مقدسی نے اپنی "مختارہ" میں سند صحیح سے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: "لقاء" (ملاقات) سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہے۔ علامہ ابن المنذر نے امام مجاہد سے ایسی تفسیر نقل کی ہے۔ ابن ابی حاتم رازی نے ابو العالیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بھی یہی تفسیر بیان کی، جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں کی ہے، کیا آپ نے اللہ کے اس فرمان: "وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا" میں غور نہیں کیا؟ اس آیت سے انہوں نے معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کو مراد لیا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۹ھ) فرماتے ہیں: "كان قتادة يفسرها أن النبي صلى الله عليه وسلم قد لقي موسى عليه السلام ووافقه عليه جماعة... وقد جمع البيهقي كتابا لطيفا في حياة الانبياء في قبورهم اورد فيه حديث انس: (الانبياء احياء في قبورهم يصلون) اخرجه من طريق يحيى بن ابى كثير و هو من رجال الصحيح عن المستلم بن سعيد... وشاهد هذا الحديث ماثبت في صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة عن ثابت عن انس رفعه (مررت بموسىٰ ليلة اسرى بى عند الكثيب الاحمر و هو قائم يصلى فى قبره)" (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹، باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ الخ)

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر یوں فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور مفسرین کی ایک جماعت نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

علامہ عثمانی مزید فرماتے ہیں: امام بیہقی نے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر میں حیات کے بارے میں ایک بہترین کتاب لکھی ہے، اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس حدیث کو انہوں نے صحیح بخاری و مسلم کے راوی یحیٰ بن ابی کثیر عن مستلم بن سعید کے طریق سے روایت کیا ہے۔

علامہ عثمانی مزید فرماتے ہیں: اس حدیث کی شاہد وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں معراج کی رات ریت کے سرخ ٹیلے کے قریب موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے قریب سے گزرا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

چوتھی آیت

"وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا" (سورۃ الزخرف ۴۵)

ترجمہ: اور آپ سے پہلے جو پیغمبر ہم نے بھیجے ہیں، آپ ان سے پوچھ لیجئے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۱ھ) حضرت ابن عباس کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''في غير رواية ابن عباس: فصلوا خلف رسول الله ﷺ سبعة صفوف، المرسلون ثلاثة صفوف والنبيون أربعة؛ وكان يلي ظهر رسول الله ﷺ إبراهيم خليل الله، وعلى يمينه إسماعيل وعلى يساره إسحاق ثم موسى ثم سائر المرسلين فأمهم ركعتين، فلما انفتل قام فقال: إن ربي أوحى إلي أن أسألكم هل أرسل أحد منكم يدعو إلى عبادة غير الله؟'' (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۴۷۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے علاوہ دیگر روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے (انبیاء علیہم السلام کی) سات صفیں تھیں، تین صفیں رسولوں کی اور چار صفیں نبیوں کی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی پشت مبارک کے ٹھیک پیچھے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، ان کے دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور بائیں جانب حضرت اسحٰق علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، پھر باقی رسول تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میرے رب نے مجھے وحی کی ہے کہ میں آپ یہ سوال کروں کہ کیا آپ نے غیر اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو دعوت دی تھی؟

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں: ''وقال عبد الرحمن بن زيد بن أسلم: واسألهم ليلة الإسراء، فإن الأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام جمعوا له'' (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۶۲)

ترجمہ: عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ اس کلام ''وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا'' کا تعلق معراج کی رات کے ساتھ ہے کہ آپ معراج کی رات ان سے سوال کریں، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کو آپ ﷺ کے لئے جمع کر دیا گیا تھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ پہلا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''ويؤيده حديث عبد الرحمن بن هاشم عن أنس ففيه وبعث له آدم فمن دونه من الأنبياء'' (فتح الباری ج ۷ ص ۲۶۳، کتاب المناقب، باب المعراج)

ترجمہ: (معراج کی رات انبیاء علیہم السلام کے روح مع الجسد حاضر ہونے کی) تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو عبدالرحمن بن ہاشم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اٹھا کر حاضر کیا گیا۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا حوالہ

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) مزید فرماتے ہیں: وطرق ذلك صحيحة فيحمل على أنه رأى موسى قائما

يصلي في قبره ثم عرج به هو ومن ذكر من الأنبياء إلى السماوات فلقيهم النبي ﷺ ثم اجتمعوا في بيت المقدس فحضرت الصلاة فأمهم نبينا ﷺ قال وصلاتهم في أوقات مختلفة وفي أماكن مختلفة لا يرده العقل وقد ثبت به النقل فدل ذلك على حياتهم (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب)

ترجمہ: اس (حدیث معراج) کے یہ طرق صحیح ہیں، سب کا خلاصہ یہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، پھر آپ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام جن کا تذکرہ آپ نے کیا، ان سب نے آسمانوں کی طرف سفر کیا تو (آسمانوں میں) حضور علیہ السلام نے ان سے ملاقات فرمائی پھر یہ سارے بیت المقدس میں جمع ہوئے، نماز ادا کی گئی تو حضور علیہ السلام نے امامت فرمائی، لہٰذا ان کے مختلف اوقات اور مقامات میں نماز پڑھنے کی عقل تردید نہیں کرتی اور نقلی دلائل سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں: ”ومما يؤيد تشكل الأنبياء وتصورهم على وجه الجمع بين أجسادهم وأرواحهم، قوله: (فإذا موسى قائم يصلي) فإن حقيقة الصلاة وهي الإتيان بالأفعال المختلفة إنما تكون للأشباح لا للأرواح“ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۱۷۵، باب فی المعراج)

ترجمہ: حضرات انبیاء علیہم السلام کے شب معراج روح مع الجسد حاضر ہونے کی تائید آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام (اپنی قبر میں) کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، نماز کی حقیقت مختلف اعمال کا بجالانا ہے اور ان اعمال کا بجالانا جسموں کا کام ہے، صرف روح کا نہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ) رقمطراز ہیں: ”قال عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما انه لما اسرى بالنبي ﷺ بعث الله له آدم وولده من المرسلين فاذن جبرئيل ثم اقام وقال يا محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ من الصلاة قال جبرئيل سل يا محمد من أرسلنا قبلك من رسلنا“ (تفسیر المظہری ج ۸ ص ۳۵۳)

ترجمہ: حضرت عطاء سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو معراج کرایا تو حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد میں سے سارے انبیاء کرام علیہم السلام کو اٹھایا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے محمد! آگے بڑھیے اور انہیں نماز پڑھایئے، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: اے محمد! ان سے سوال کیجئے۔

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں: ”قال الزهري وسعيد بن جبير وابن زيد: إن جبريل قال ذلك للنبي ﷺ لما أسري به فالمراد سؤال الأنبياء في ذلك الوقت عند ملاقاته لهم“ (فتح القدیر ج ۴ ص ۶۶۱)

ترجمہ: زہری، سعید بن جبیر اور ابن زید رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کلام ”وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

مِنْ رُسُلِنَا" معراج کی رات حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا تھا اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ انبیاء علیہم السلام سے ان کی ملاقات کے وقت سوال فرمادیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

اس آیت کے تحت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں: "یستدل به علی حیاة الانبیاء" (مشکلات القرآن ص ۲۳۴)

ترجمہ: اس آیت سے حیاۃ الانبیاء علیہم السلام پر استدلال کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی دیگر کئی تفاسیر میں اس آیت مبارکہ کی تشریح میں یہی بات نقل کی گئی ہے کہ اس آیت کا مقامِ نزول شب معراج ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور اس موقع پر انبیاء علیہم السلام روح مع الجسد جمع ہوئے تھے۔

پانچویں آیت

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ إِنَّ الَّذِینَ یَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ أُولَئِكَ الَّذِینَ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِیمٌ" (سورۃ الحجرات ۲، ۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لئے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی۔

علامہ رحمت اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ السندھی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۸ھ اور ۹۹۳ھ) فرماتے ہیں: "ثم توجه مع رعایة غایة الادب فقام تجاه الوجه الشریف متواضعاً خاشعاً مع الذلة والانكسار والخشیة والوقار والهیبة والافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح فارغ القلب واضعاً یمینه علی شماله مستقبلاً للوجه الكریم مستدبراً للقبلة...... محترزاً عن اشغال النظر بما هناك من الزینة متمثلاً صورته الكریمة فی خیالك مستشعراً بانه علیه الصلوة والسلام عالماً بحضورك وقیامك وسلامك مستحضراً اعظمته وجلالته وشرفه وقدره ﷺ ثم قال مسلماً مقتصداً من غیر رفع صوت لقوله تعالیٰ: ﴿إِنَّ الَّذِینَ یَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ﴾ ولا اخفاء بحضور وحیاء" (لباب المناسک للسندی ص ۵۰۸، باب زیارۃ سید المرسلین)

ترجمہ: پھر انتہائی ادب کے ساتھ چہرہ اقدس کی طرف متوجہ ہو، تواضع، رسوائی، انکساری، خوف اور سکون کے ساتھ اور ہیبت، محتاجی، نگاہوں کو پست کئے ہوئے جوارحات کو حرکات سے بند رکھتے ہوئے، دل کو ہر

بات سے اُس مقصود کے لئے فارغ کئے ہوئے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے، چہرہ مکرم کی طرف منہ کئے ہوئے، اور قبلہ مبارکہ کی طرف پشت کئے ہوئے اور وہاں کی آرائش وتزئین سے نگاہوں کو بچاتے ہوئے، اور آپ ﷺ کی صورت مبارکہ کا تصور لئے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ ﷺ تیری موجودگی، تیرے قیام اور تیرے سلام سے باخبر ہیں اور آپ ﷺ کی عظمت وجلالت بلندی قدر کو ملحوظ رکھتے ہوئے پھر سلام پیش کرے، میانہ روی سے اور آواز کو پست رکھتے ہوئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اپنی آواز کو آپ ﷺ کی آواز سے پست رکھو، اور بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں (یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لئے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی)، اور نہ زیادہ اخفاء کے ساتھ اور حضور قلب اور حیاء کے ساتھ سلام عرض کرے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

قطب الاقطاب فقیہ وقت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۳ھ) فرماتے ہیں: ''اور بہت پکار کر نہ بولے، بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو عرض کرے: ''السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یستشفع بک الی ربک'' (اے اللہ کے رسول! آپ کو فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام قبول ہو، وہ شخص آپ سے درخواست کر رہا تھا کہ آپ اس کے لئے رب سے سفارش کریں) (تالیفات رشیدیہ ص ۶۵۰، زبدۃ المناسک)

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شارح ابوداؤد فخر المتکلمین مولانا خلیل احمد سہارنپوری (م ۱۳۴۶ھ) فرماتے ہیں: ''آنحضرت ﷺ حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام کرنا بے ادبی اور آپ کی ایذاء کا سبب ہے۔ لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے۔ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۳۷۰)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۹ھ) فرماتے ہیں: ''اور جو قبر شریف کے پاس حاضر ہو، وہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے۔'' (تفسیر عثمانی ج ۲ ص ۶۴۰)

مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

مفسر قرآن مولانا محمد مالک کاندھلوی (م ۱۴۰۹ھ) فرماتے ہیں: احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں دو شخصوں کی آواز سنی تو ان کو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو؟ معلوم ہوا کہ یہ اہل طائف ہیں۔ تو فرمایا: اگر یہاں مدینے کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (افسوس کی بات ہے) تم اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو مسجد رسول اللہ ﷺ میں۔ اس حدیث سے علماء امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے آنحضرت ﷺ کا احترام آپ کی حیات مبارکہ میں تھا، اسی طرح کا احترام وتوقیر اب بھی لازم ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں حی (زندہ) ہیں۔ (معارف القرآن تکملہ ج ۷ ص ۴۸۷)

عقیدہ حیات النبی ﷺ کا احادیث مبارکہ سے ثبوت

اس عنوان کے تحت ہم چند احادیث مبارکہ کو بیان کریں گے جن سے عقیدہ حیات النبی ﷺ ثابت ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ا

"عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ" (مسند ابی یعلی الموصلی ص ۶۵۸، رقم الحدیث ۳۴۲۵ من حدیث انس بن مالک، مسند ابی یعلی الموصلی ج ۳ ص ۳۷۹ بتحقیق ارشاد الحق الاثری غیر مقلد رقم الحدیث ۳۴۱۲، حیات الانبیاء للبیہقی ص ۷۰، الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲ ص ۴۹۰ باب حیاتہ ﷺ فی قبرہ الخ، شفاء السقام للسبکی ص ۱۳۹۱ الفصل الاول فیما ورد فی حیاۃ الانبیاء)

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

ا......علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ علی بن ابو بکر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۷ھ) (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۸۶، باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، رقم الحدیث ۱۳۸۱۲) کے تحت فرماتے ہیں: "رجال أبي يعلى ثقات"

ترجمہ: امام ابو یعلی کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

۲......حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم) کے تحت فرماتے ہیں: "وصححه البيهقي"

ترجمہ: اس حدیث کو امام بیہقی نے صحیح قرار دیا ہے۔

۳......علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۲، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ) کے تحت فرماتے ہیں: "ورواه ابو يعلى برجال ثقات ورواه البيهقي وصححه"

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابو یعلی نے ثقہ راویوں کی سند سے روایت کیا ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کر کے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۴......ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) (شارح مشکوۃ اپنی کتاب مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۳ ص ۴۱۵، باب الجمعۃ) کے تحت فرماتے ہیں: "صح خبر الانبياء احياء في قبورهم"

ترجمہ: حدیث "الانبیاء احیاء فی قبورھم" صحیح ہے۔

۵......علامہ مناوی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (م۱۰۳۱ھ) (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۳ ص ۲۳۹ رقم الحدیث ۳۰۸۹) کے تحت فرماتے ہیں: "وھو حدیث صحیح"

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

۶......شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ کا حوالہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ حنفی (م۱۰۵۲ھ) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۲۷، مترجم عنوان: حیاۃ الانبیاء علیہم السلام) کے تحت فرماتے ہیں: "ابویعلی ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الانبیاء احیاء فی قبورھم۔ (الحدیث) تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔"

۷......علامہ عزیزی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ علی بن احمد بن نورالدین عزیزی رحمہ اللہ (م۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۳۴) فرماتے ہیں: "وھو حدیث صحیح"

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

۸......قاضی شوکانی رحمہ اللہ کا حوالہ

قاضی شوکانی رحمہ اللہ (م۱۲۵۰ھ) (تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین ص ۴۲) میں لکھتے ہیں: "أنه صلى الله عليه وسلم حي في قبره وروحه لاتفارقه لما صح أن الأنبياء أحياء في قبورهم"

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آپ کے جسم اطہر سے جدا نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۹......قاضی شوکانی رحمہ اللہ کا حوالہ

قاضی شوکانی رحمہ اللہ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۳، باب فضل یوم الجمعۃ وذکر ساعۃ الاجابۃ الخ) کے تحت لکھتے ہیں: "وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورھم رواہ المنذری وصححہ البیھقی"

ترجمہ: یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اس روایت کو علامہ منذری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

۱۰......علامہ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ محمد انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ حنفی (م۱۳۵۲ھ) (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴ باب رفع الصوت فی المسجد) میں اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر کی تصحیح کو نقل فرما کر اس پر اعتماد فرمایا ہے۔

۱۱......علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) نے (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹ باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ الخ) میں اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

۱۲......شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کا حوالہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کاندھلوی حنفی (م ۱۴۰۲ھ) (فضائل درود شریف ص ۶۷ دوسری فصل، میں حدیث نمبر ۳) کے تحت فرماتے ہیں: ''اور یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، صحیح ہے۔''

۱۳......امام اہل سنت کا حوالہ

ہمارے استاذ محترم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ حنفی (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص ۲۲۲) میں فرماتے ہیں:

امام ابویعلیٰ کے طریق سے جو روایت ہے اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی تصحیح کرتے ہیں، کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اصول حدیث میں اس سے زیادہ قوی دلائل موجود نہیں ہیں کہ اس کے راوی سب ثقہ ہوں اور جمہور محدثین کرام اس کی تصحیح پر متفق ہوں۔

حدیث نمبر ۲

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلاَّ رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ'' (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۸۶ کتاب المناسک باب زیارۃ القبور، مسند احمد ج ۹ ص ۵۷۵ رقم الحدیث ۱۰۷۵، مسند اسحاق بن راھویہ ص ۲۰۴ رقم الحدیث ۵۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۵ باب زیارۃ قبر النبی ﷺ، شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۷ باب فی تعظیم النبی ﷺ رقم الحدیث ۱۵۸۱، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۲ ص ۲۲۶ رقم الحدیث ۳۰۹۲)

<u>ترجمہ</u>: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی آدمی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے (یعنی متوجہ کر دیتا ہے) یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۱......علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمہ اللہ (م ۷۲۸ھ) (مجموع الفتاویٰ ج ۲۷ ص ۵۵ کتاب الزیارۃ) میں فرماتے ہیں:

''وَهُوَ حَدِيثٌ جَيِّدٌ''

<u>ترجمہ</u>: یہ حدیث جید (کھری) ہے۔

۲......علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام تقی الدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۶ھ) (شفاء السقام ص۱۶۱، الباب الثانی فیما ورد من الاخبار الخ) کے تحت فرماتے ہیں: "هذا اسناد صحيح"

ترجمہ: اس کی اسناد صحیح ہے۔

۳......علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ ابن کثیر شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۷۴ تحت الآیۃ: ان اللہ وملئکتہ یصلون) میں فرماتے ہیں: "وصححه النووى فى الاذكار"

ترجمہ: امام نووی نے اس روایت کو اپنی کتاب "الاذکار" میں صحیح قرار دیا ہے۔

۴......حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۶ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم) میں اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں: "ورواته ثقات"

ترجمہ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

۵......علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۹، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ) کے تحت فرماتے ہیں: "وروىٰ ابو داود بسند صحيح...... عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ مرفوعا"

ترجمہ: امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کی ہے۔

۶......علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۲ھ) (شرح المواہب للزرقانی ج ۸ ص ۳۰۸) میں فرماتے ہیں: "باسناد صحيح"

ترجمہ: یہ روایت سند صحیح کے ساتھ مروی ہے۔

۷......علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۲ھ) (عقیدۃ الاسلام ص ۱۲۰) میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: "رواته ثقات"

ترجمہ: اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۸......علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۹ھ) نے (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰ باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ) میں اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے: "ورواته ثقات"

’’ رِدِ روح ‘‘ کا مطلب

اس حدیث میں ’’ ردروح ‘‘ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی روح مبارک کو آپ ﷺ کی طرف متوجہ فرماتے ہیں اور قوت گویائی عطاء فرماتے ہیں۔

اکابرین امت کی چند معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱...... علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ) السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۸ میں فرماتے ہیں: ’’(الا رد الله علی روحی) ای رد علی نطقی لانه ﷺ حی دائماً و روحه لاتفارقه لان الانبیاء احیاء فی قبورهم ‘‘

ترجمہ: حدیث ’’ إِلاَّ رَدَّ اللهُ عَلَیَّ رُوْحِی ‘‘ میں ’’ ردروح ‘‘ سے مراد قوت گویائی کا عطاء ہونا ہے، کیونکہ آپ ﷺ دوامی طور پر زندہ ہیں اور آپ علیہ السلام کی روح آپ علیہ السلام سے الگ نہیں ہوتی، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۲...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۷ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب ’’ آبِ حیات ‘‘ کے (ص ۲۰۶) پر فرماتے ہیں: ’’اس صورت میں حاصل معنی حدیث شریف کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو خداوند کریم آپ ﷺ کی روح پر فتوح کو اس حالت استغراق فی ذات اللہ تعالیٰ وتجلیات اللہ سے جو بوجہ محبوبیت ومحبیت تامہ آپ ﷺ کو حاصل رہتی ہے، اپنے ہوش عطاء فرما دیتا ہے۔ یعنی مبدء انکشاف نبوی ﷺ کو جو انبساط الی اللہ حاصل تھا مبدل بانقباض ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے ارتداد علی النفس حاصل ہوتا ہے اور اپنی ذات وصفات اور کیفیات اور واقعات متعلقہ ذات وصفات سے اطلاع حاصل ہو جاتی ہے، سو چونکہ سلام اتیان بھی منجملہ وقائع متعلقہ ذات خود ہیں، اس لئے اس سے مطلع ہو کر بوجہ حسنِ اخلاق ذاتی جواب سے مشرف فرماتے ہیں۔ اس صورت میں اثباتِ حیات اور دفع مظنہ ممات بمعنی انقطاع تعلق حیات کے لئے جواب میں اور تکلفات کی حاجت نہ رہے گی۔‘‘

۳...... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ) (نشر الطیب ص ۲۰۰ اٹھائیسویں فصل) کے تحت فرماتے ہیں: ’’اس سے حیات میں شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت وجبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی، اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں، اس کو ’’ رِدِ روح ‘‘ سے تعبیر فرما دیا۔‘‘

۴...... حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۷ھ) کے بارے (مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اوّل ص ۲۴۸) میں ہے، آپ فرماتے ہیں:

الف: ابوداود کی روایت میں "رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوْحِی" فرمایا گیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ إِلاَّ رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوْحِی حَتّٰی أُسَلِّمَ عَلَیْہِ او کما قال" اگر لفظ "إِلَیَّ رُوْحِی" فرمایا گیا ہوتا تو آپ کا شبہ وارد ہوسکتا تھا، "إِلٰی" اور "عَلٰی" کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا، "عَلٰی" استعلاء کے لئے ہے اور "إِلٰی" نہایت طرف کے لئے ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا، نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہوگئی تھی اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹا گیا ہے، چونکہ آنحضرت ﷺ مدارج قرب ومعرفت میں ہر وقت ترقی پزیر ہیں اس لئے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کر دیتا ہے، چونکہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہدہ ہوتی ہیں مگر جب رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا ہے اس لئے بارگاہ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطاء فرمائی گئی ہے کہ خود سرور کائنات علیہ السلام کو اس استغراق سے منقطع کر کے درود بھیجنے والے کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ اس کے لئے متوجہ ہوکر دعا فرماتے ہیں۔

ب: اگر بالفرض وہی معنی لئے جائیں جو آپ سمجھے ہیں اور "عَلٰی" اور "إِلٰی" میں کوئی فرق نہ کیا جائے، تب بھی یہ روایت دوام حیات پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ ﷺ پر اندرونِ نماز اور بیرونِ نماز درود نہ بھیجا جاتا ہو، اس لئے دوامِ حیات لازم آئے گا۔

۵...... مولانا نعمانی رحمہ اللہ کا حوالہ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ (م ۱۴۱۷ھ) (معارف الحدیث ج ۵ ص ۲۳۸، ۲۳۹) پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "حدیث کے ظاہری الفاظ "إِلاَّ رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوْحِی" سے یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی روح مبارک جسدِ اطہر سے الگ رہتی ہے، جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کے جسدِ اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے تاکہ آپ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی۔

اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ ﷺ کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجتے ہوں، روضہ اقدس پر حاضر ہوکر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔

اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ کا جسدِ اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے، اس بناء پر اکثر شارحین نے "رد روح" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر

جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اِذن سے آپ ﷺ کی روح اس طرف متوجہ بھی ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس اس روحانی توجہ والتفات کو "ردروح" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳

"عَن اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالَ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرَمْتَ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ بَلَیْتَ، فَقَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ" (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۵۷ باب تفریع ابواب الجمعۃ، سنن النسائی ج ۱ ص ۲۰۴ باب اکثار الصلوٰۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ، سنن ابن ماجہ ص ۷۶ باب فی فضل الجمعۃ، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۸، ۲۴۹ باب ما یؤمر بہ فی لیلۃ الجمعۃ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۶ باب فی ثوب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ، مسند احمد بن حنبل ج ۱۲ ص ۴۷۴ رقم الحدیث ۱۶۱۰۷، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۶۹ باب الامر بکثرۃ الصلاۃ فی الجمعۃ رقم الحدیث ۱۰۶۸، صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۸۳۹ باب فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ، صحیح ابن حبان ص ۳۵۰ رقم الحدیث ۹۱۰)

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے دنوں میں بہتر جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن ان کا انتقال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے اس لئے تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ تو ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے؟! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد حرام کر دیئے ہیں۔ (یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی)

فائدہ: اس حدیث مبارک سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب نبی اکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے جسد عنصری کو درود شریف کے پیش ہونے میں پورا پورا دخل ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال میں نبی ﷺ کے لئے ایسا جسم اطہر ہونا ضروری ہے جس پر درود شریف پیش بھی ہو سکے اور روح کے تعلق کے بغیر یہ ممکن نہیں، کیونکہ بے تعلق روح تو یہ محض بے حس اور لاشعور جسم ہوگا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کی حفاظت بھی حیات انبیاء علیہم السلام کی مستقل دلیل ہے۔

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۱...... امام حاکم رحمہ اللہ کا حوالہ

امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ (م ۴۰۵ھ) (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۶۹ باب الامر بکثرۃ الصلاۃ فی الجمعۃ رقم الحدیث ۱۰۶۸) میں فرماتے ہیں: "ھذا حدیث صحیح علی شرط البخاري"

ترجمہ: یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

۲...... امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ٦٧٦ھ) (کتاب الاذکار ص ۱۵۰ کتاب الصلاۃ علی رسول اللہ ﷺ) میں فرماتے ہیں: ''في سنن أبي داود، والنسائي، وابن ماجة بالأسانيد الصحيحة عن أوس بن أوس رضي الله عنه الخ''

ترجمہ: سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں صحیح اسانید کے ساتھ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (آگے وہ روایت لاتے ہیں)

۳...... علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبد الہادی الحنبلی (م ۷۴۴ھ) (الصارم المنکی ص ۱۸۴) میں فرماتے ہیں: ''عن أوس حديثاً صحيحاً، لأن رواته كلهم مشهورون بالصدق والأمانة والثقة والعدالة، ولذلك صححه جماعة من الحفاظ كأبي حاتم بن حبان، والحافظ عبد الغني المقدسي، وابن دحية وغيرهم، ولم يأت من تكلم فيه وعلله بحجة بينة''

ترجمہ: حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے سارے راوی صدق، امانت، ثقاہت اور عدالت میں مشہور ہیں۔ اسی لئے حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جن میں امام ابن حبان، حافظ عبدالغنی المقدسی اور ابن دحیہ رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس حدیث پر حجت اور دلیل سے کلام کیا ہو اور اسے معلل ٹھہرایا ہو۔

۴...... علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) نے بھی اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر صحیح مانا ہے۔
(تلخیص علی المستدرک ج ۱ ص ۵۶۹ باب الامر بکثرۃ الصلاۃ...... رقم الحدیث ۱۰۶۸)

۵...... علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ محمد بن ابی بکر ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۱ھ) (جلاء الافہام ص ۳۹ رقم الحدیث ۶۲) کے تحت فرماتے ہیں:

''ومن تأمل هذا الإسناد لم يشك في صحته لثقة رواته وشهرتهم وقبول الأئمة أحاديثهم''

ترجمہ: جو شخص بھی اس روایت کی اسناد میں غور کرے گا تو اسے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہوگا کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں اور ائمہ کرام نے ان کی احادیث کو قبول کیا ہے۔

۶...... حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۷۳ تحت الآیۃ: ان اللہ وملئکتہ یصلون) میں فرماتے ہیں: ''وقد صحح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدارقطني، والنووي في الأذكار''

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام دار قطنی اور امام نووی نے اپنی ''کتاب الاذکار'' میں صحیح قرار دیا ہے۔

۷......حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج۱۱ ص ۲۰۰ باب الصلوۃ علی النبی ﷺ) میں فرماتے ہیں: ''وورد الأمر بإكثار الصلاة عليه يوم الجمعة من حديث أوس بن أوس وهو عند احمد وأبي داود وصححه ابن حبان والحاكم''

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جمعہ کے دن آپ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنے کا ذکر آیا ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

۸......شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۲۰) میں فرماتے ہیں: ''در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوید درروز جمعہ درود بر من زیرا کہ صلوٰۃ شما معروض مے گردد بر من ایں جا معلوم مے شود کہ حیات انبیاء حیات جسمی دنیاوی است نہ مجرد بقائے ارواح۔''

ترجمہ: صحیح حدیث میں آیا ہے کہ: ''جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے دورد بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیاوی جسم والی ہے نہ کہ صرف روح کی حیات ہے۔

۹......علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۹ھ) (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۹۸ باب ما جاء فی الصلوۃ علی القبر) کے تحت رقمطراز ہیں: ''وهو حي في قبره الشريف ولحوم الانبياء عليهم السلام حرام على الارض كما ورد به الاثر''

ترجمہ: آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے جسم زمین پر حرام ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

۱۰......امام اہل السنت رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص ۳۰۲) پر فرماتے ہیں: ''اصول حدیث کے رو سے یہ روایت بھی بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔''

حدیث نمبر ۴

''عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله ﷺ: أكثروا الصلاة علي يوم الجمعة. فإنه مشهود تشهده الملائكة. وإن أحدا لن يصلي علي إلا عرضت علي صلاته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت؟ قال (وبعد الموت. إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء. فنبي الله حي يرزق)''

(سنن ابن ماجہ ص ۱۱۸، کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ وہ حاضری کا دن ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو شخص درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ درود پڑھنے سے فارغ ہو جاتا ہے۔ ابوالدرداء نے عرض کیا: وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا: ہاں! وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے، اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۱......علامہ منذری رحمہ اللہ کا حوالہ

حافظ ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری رحمہ اللہ (م ۶۵۶ھ) (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۲۸ الترغیب فی اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ) کے تحت فرماتے ہیں: ”رواہ ابن ماجۃ باسناد جید“

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

۲......علامہ ابن الملقن رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ ابو حفص سراج الدین عمر بن علی بن احمد ابن الملقن الشافعی رحمہ اللہ (م ۸۰۴ھ) (البدر المنیر ج ۵ ص ۲۸۸ تحت الحدیث الخامس بعد العشرین) میں رقمطراز ہیں: ”وَإسنَادہ حسن“

ترجمہ: اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

۳......علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۵۳۷ تحت ترجمۃ زید بن ایمن) میں رقمطراز ہیں: ”رجالہ ثقات“

ترجمہ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

۴......علامہ سمہودی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ سمہودی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۳، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ) فرماتے ہیں: ”رواہ ابن ماجۃ باسناد جید“

ترجمہ: ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ اس کی سند جید ہے۔

۵......ملا علی قاری رحمہ اللہ کا حوالہ

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) (مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۱۱۲ باب الجمعۃ الفصل الثالث) میں فرماتے ہیں: ”باسناد جید نقلہ میرک عن المنذري ولہ طرق کثیرۃ“

ترجمہ: اس کی سند جید ہے، مشہور محدث میرک نے اس روایت کو علامہ منذری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے اور اس کے بہت سے طرق ہیں۔

۶......علامہ عزیزی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمہ اللہ (م ۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر ج۱ ص۲۹۰) میں فرماتے ہیں: ''ورجالہ ثقات''

ترجمہ: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

۷......قاضی شوکانی رحمہ اللہ کا حوالہ

قاضی محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) (نیل الاوطار ج۳ ص۲۶۳ باب فضل یوم الجمعۃ وذکر ساعۃ الاجابۃ) میں لکھتے ہیں: ''وقد أخرج ابن ماجۃ باسناد جید''

ترجمہ: اس روایت کو امام ابن ماجہ نے جید سند سے روایت کیا ہے۔

۸......علامہ زرقانی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمہ اللہ (م ۱۱۲۲ھ) (شرح المواہب اللدنیۃ ج۵ ص۳۳۶) میں فرماتے ہیں:

''رواہ ابن ماجۃ برجال ثقات''

ترجمہ: ابن ماجہ نے اس حدیث کو ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔

۹......علامہ سندھی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ محمد بن عبدالہادی سندھی رحمہ اللہ (م ۱۱۳۸ھ) (شرح سنن ابن ماجہ ج۳ ص۳۱۰، تحت رقم الحدیث ۱۶۲۷) میں فرماتے ہیں: ''هَذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ''

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

۱۰......شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کا حوالہ

شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد (م ۱۳۲۹ھ) (شاگرد سید نذیر حسین دہلوی غیر مقلد عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج۱ ص۲۶۱، باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ) کے تحت لکھتے ہیں: ''رواہ ابن ماجۃ باسناد جید ولہ طرق کثیرۃ''

ترجمہ: اس روایت کو ابن ماجہ نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کے طرق بہت زیادہ ہیں۔

۱۱......امام اہل السنت رحمہ اللہ کا حوالہ

امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص۳۱۹) میں فرماتے ہیں:

''اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند جید اور کھری ہے اور محدثین کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کا جم غفیر جید کہہ کر اس کی تصحیح کرتا ہے۔''

حدیث نمبر ۵

''عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِی السَّلَامَ''

(سنن النسائی ج ۱ ص ۱۸۹ باب التسلیم علی النبی ﷺ، مسند احمد ج ۳ ص ۵۳۶ رقم الحدیث ۳۶۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴ باب فی ثواب الصلاۃ علی النبی ﷺ، مشکوۃ المصابیح ص ۸۶ باب الصلاۃ علی النبی، الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۴۸۹ باب حیاتہ ﷺ فی قبرہ، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۹۷ فضائل الصلاۃ علی النبی، مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۴۱ باب الصلاۃ علی النبی ﷺ، صحیح ابن حبان ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۹۱۴، مسند ابی یعلیٰ موصلی ص ۹۵۱ رقم الحدیث ۵۲۱۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۱......امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام ابوعبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۰۵ھ) اپنی کتاب (المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۹۷ فضائل الصلاۃ علی النبی ﷺ) کے تحت اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں: ''صحیح الإسناد''

ترجمہ: یہ روایت کی سند صحیح ہے۔

۲......علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ محمد بن احمد ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ ابن (م ۷۴۴ھ) اپنی کتاب (الصارم المنکی ص ۲۰۲) پر فرماتے ہیں: ''رواہ النسائي وإسماعیل القاضي وغیرھما من طرق مختلفۃ بأسانید صحیحۃ''

ترجمہ: اس روایت کو امام نسائی اور اسماعیل القاضی نے مختلف طرق سے صحیح اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

۳......امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) نے بھی اپنی کتاب (تلخیص علی المستدرک ج ۳ ص ۱۹۷ فضائل الصلاۃ علی النبی ﷺ) کے تحت صحیح قرار دیا ہے۔ ''صحیح''

۴......علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۷ھ) اپنی کتاب (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵۹۵ باب ما یحصل لامتہ من استغفارہ بعد وفاتہ) کے تحت فرماتے ہیں: ''رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح''

ترجمہ: امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

۵......علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۲ھ) (القول البدیع ص۱۵۹، الباب الرابع) کے تحت رقمطراز ہیں:

''رواہ احمد و النسائی و الدارمی و ابو نعیم و البیھقی و الخلعی و ابن حبان و الحاکم فی صحیحھما و قال صحیح الاسناد''

ترجمہ: امام احمد، امام نسائی، امام دارمی، امام ابونعیم، امام بیہقی، امام خلعی نے اس حدیث کو روایت کیا اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کو روایت اپنی اپنی ''صحیح'' میں ذکر کیا ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

۶......علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر ج۱ ص۵۱۸) میں فرماتے ہیں: ''حدیث صحیح''

ترجمہ: حدیث صحیح ہے۔

۷......شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م۱۲۳۹ھ) اپنے (فتاوی عزیزی ج۲ ص۲۹) فرماتے ہیں: ''نزد احمد ونسائی ہر آئینہ خدائے را فرشتگانند سیر کنندگان در زمین میرسانند مرا از امت من سلام را و بتواتر رسیدہ ایں معنی الخ''

ترجمہ: امام احمد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر سیر کرتے ہیں اور مجھے میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔'' اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے۔

تشریح حدیث

مندرجہ بالا حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کا سلام پیش کی جاتا ہے اور اس کام پر فرشتوں کی ایک جماعت مستقل طور پر مامور ہے۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۲ھ) نے امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے سلام کے ساتھ صلوٰۃ (درود شریف) بھی پہنچاتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں: ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان للہ ملئکۃ یسیحون فی الارض یبلغونی صلوۃ من صلی علی من امتی اخرجہ الدار قطنی'' (القول البدیع للسخاوی ص۱۵۹ الباب الرابع)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین پر پھرتے ہیں، میری اُمت میں سے جو شخص مجھ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچاتے ہیں۔

علامہ ابوالفتح شہاب الدین محمد بن احمد الابشیہی اس روایت کو یوں نقل کرتے ہیں: ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إن للہ ملائکۃ سیاحین في الأرض یبلغوني الصلاۃ عليّ من أمتي فأستغفر لھم الحدیث''

(المستطرف فی کل فن مستطرف ص ۵۸۳، فیما جاء من فضل الصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے ہیں، میری اُمت میں سے جو شخص مجھ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچاتے ہیں۔ پھر میں ان کے لئے استغفار کرتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ عزیزی رحمہ اللہ (م ۱۰۷۰ھ) فرماتے ہیں: ''جس طرح آپ ﷺ پر سلام پیش کیا جاتا ہے اسی طرح صلوٰۃ اور درود بھی پیش کیا جاتا ہے۔'' (السراج المنیر ج ۱ ص ۵۱۸)

سلطان المحدثین ملا علی القاری رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''أي يوصلون من أمتي السلام إذا سلموا علي قليلا أو كثيرا وهذا مخصوص بمن بعد عن حضرة مرقده المنور ومضجعه المطهر وفيه إشارة إلى حياته الدائمة وفرحه ببلوغ سلام أمته الكاملة وإيماء إلى قبول السلام حيث قبلته الملائكة وحملته إليه عليه السلام وسيأتي أنه يرد السلام على من سلّم عليه'' (المرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۴۱)

ترجمہ: یعنی فرشتے مجھ پر میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں جب امتی مجھ پر سلام کہتے ہیں خواہ یہ سلام قلیل ہو یا کثیر، یہ (سلام کا پہنچانا) اس شخص کے لئے مخصوص ہے جو آنحضرت ﷺ کی قبر منور اور پاکیزہ آرام گاہ سے دور ہو اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیات دائمی ہے اور سلام پہنچنے پر آپ ﷺ خوشی کا اظہار فرماتے ہیں اور فرشتے جو سلام لاتے ہیں آپ ﷺ اسے قبول فرماتے ہوئے اس سلام کہنے والے کو خود سلام کا جواب عطاء فرماتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ (م ۱۴۱۷ھ) فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہوگئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ ﷺ کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ جن کو قبر مبارک کے پاس پہنچا دے اور وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کریں تو آپ ﷺ اس کو بنفسِ نفیس سنتے ہیں اور ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔'' (معارف الحدیث ج ۵ ص ۸۰)

حدیث نمبر ۶

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ'' (مشکوٰۃ المصابیح ۸۷ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وفضلہا الفصل الثالث، شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۸ باب فی تعظیم النبی ﷺ واجلالہ وتوقیرہ، جلاء الافہام لابن القیم ص ۲۲، القول البدیع للسخاوی ص ۱۶۰/ الباب الرابع، حیات الانبیاء للبیہقی ص ۱۰۴، کتاب ثواب الاعمال لابی الشیخ الاصبہانی بحوالہ فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۷۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۱......حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر

فی الکتاب مریم) کے تحت فرماتے ہیں: ''واخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید''

ترجمہ: محدث ابو الشیخ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدہ سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج کی ہے۔

۲......علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۲ھ) نے (القول البدیع ۱۶۰/الباب الرابع) میں اس کی سند کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

۳......ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) نے المرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۳ ص ۲۲ باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا) کے تحت فرماتے ہیں: ''ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید''

ترجمہ: ابو الشیخ اصبہانی اور ابن حبان نے اس حدیث کو سند جید سے نقل فرمایا ہے۔

۴......علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ) نے اس حدیث کے متعلق (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰/باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ الخ) میں فرمایا ہے: ''سندہ جید''

ترجمہ: اس حدیث کی سند جید ہے۔

۵......نواب صدیق حسن رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد (م ۱۳۰۷ھ) اس روایت کو اپنی کتاب ''دلیل الطالب'' کے ص ۸۴۴ میں لائے ہیں اور اس کی تحسین فرمائی ہے۔

۶......مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

مولانا غلام اللہ خان (م ۱۴۰۰ھ) فرماتے ہیں: اس حدیث کی جو سند سدّی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: ''قال میرک نقلاً عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید''

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ۸۴/اکتوبر ۱۹۶۷ء)

۷......امام اہل السنت رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص ۳۲۸) میں فرماتے ہیں: ان اکابر محدثین کے (جن میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن کی تقریب اور تہذیب پر آج رواۃ کی توثیق وتضعیف کا مدار ہے) بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۷

’’عن عطاء مولی أم حبيبة قال: سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله ﷺ: ليهبطن عيسى ابن مريم حكما عدلا و إماما مقسطا و ليسلكن فجا حاجا أو معتمرا أو بنيتهما و ليأتين قبري حتى يسلم عليّ ولأردن عليه يقول أبو هريرة: أي بني أخي إن رأيتموه فقولوا أبو هريرة يقرئك السلام‘‘ (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۸۹، ۴۹۰ ذکر نبی اللہ وروحہ عیسی بن مریم، مسند ابی یعلی ص ۱۱۴۹ رقم الحدیث ۶۵۷۷، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۸۷ باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، الخصائص الکبری ج ۲ ص ۴۹۰ باب حیاتہ ﷺ فی قبرہ الخ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور عادل، فیصلہ کرنے والے، منصف حکمران بن کر اتریں گے اور وہ اس گلی میں سے حج کرتے یا عمرہ کرتے یا ان دونوں کی نیت سے گزریں گے اور وہ میری قبر پر آئیں گے اور مجھے سلام کریں گے، میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے میرے بھتیجو! اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے کہیے گا: ابو ھریرہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔

فائدہ: اس صحیح روایت سے آنحضرت ﷺ کا قبر اقدس میں زندہ ہونا، صلوۃ وسلام کا سماع فرمانا اور آپ ﷺ کا جواب دینا بھی ثابت ہے، اس کا انکار کرنا حدیث کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۱...... امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۰۵ ھ) اسے اپنی کتاب (المستدرک ج ۳ ص ۴۸۹، ۴۹۰ ذکر نبی اللہ وروحہ عیسیٰ بن مریم) کے تحت نقل فرماتے ہیں: ’’هذا حديث صحيح الإسناد‘‘

۲...... علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ ھ) بھی تلخیص علی المستدرک ج ۳ ص ۴۸۹، ۴۹۰ ذکر نبی اللہ وروحہ عیسیٰ بن مریم کے تحت اسے صحیح کہتے ہیں۔

۳...... علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۷ ھ) اپنی کتاب (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۸۷ باب ذکر الانبیاء علیہم السلام) میں فرماتے ہیں: ’’رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح‘‘

ترجمہ: اس روایت کو امام ابو یعلی نے نقل کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

۴...... علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ ھ) نے (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۶۰ رقم الحدیث ۷۷۴۲) کے تحت اس کو صحیح فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۸

"عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اَتَیْتُ وَفِیْ رِوَایَۃِ ھَدَّابٍ مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَھُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ" (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸ کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام، مسند احمد ج ۱۰ ص ۸۸ ۳ رقم الحدیث ۱۲۱۴۹، النسائی ج ۱ ص ۲۴۲ کتاب قیام اللیل وتطوع النھار باب ذکر صلوٰۃ نبی اللہ موسیٰ کلیم اللہ، مسند ابی یعلیٰ ص ۶۴۳ رقم الحدیث ۳۳۲۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۸۴ باب السلام علی قبر النبی ﷺ، ابن حبان ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۵۰،۴۹)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب معراج میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سرخ ٹیلے کے قریب سے ہوا، تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

حدیث مذکور کے مستدلین

اس حدیث سے مندرجہ ذیل حضرات نے استدلال فرمایا ہے اور حیات الانبیاء علیہم السلام پر اس کو شاہد اور مؤید قرار دیا ہے۔

۱......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۵۸ھ) اپنی کتاب (حیات الانبیاء للامام ص ۸۴، ۸۵) میں فرماتے ہیں: "في قصة المعراج أنه لقيهم في جماعة من الأنبياء في السموات وكلمهم وكلموه وكل ذلك صحيح لا يخالف بعضه فقد يرى موسى عليه السلام قائما يصلي في قبره ثم يسرى بموسى وغيره إلى بيت المقدس كما أسري بنبينا فيراهم فيه ثم يعرج بهم إلى السموات كما عرج بنبينا فيراهم فيها كما أخبره وصلواتهم في أوقات بمواضع مختلفات جائز في العقل كما ورد به خبر الصادق وفي كل ذلك دلالة على حياتهم"

ترجمہ: واقعہ معراج میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک جماعت کو آسمانوں میں ملے تھے، ان سے آپ ﷺ نے باتیں کیں اور انہوں نے آپ ﷺ سے باتیں کیں۔ یہ سب مضامین صحیح ہیں، ان کا آپس میں کوئی تعارض نہیں۔ ایک وقت ہے کہ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھ رہے ہیں، پھر موسیٰ علیہ السلام کو بھی بیت المقدس تک سفر کرایا گیا جیسا حضور اکرم ﷺ کو سفر اسراء پیش آیا، تو آپ ﷺ نے وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، پھر سب پیغمبروں کو بھی آسمانوں تک معراج کرایا گیا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کو معراج کرایا گیا۔ آپ ﷺ نے وہاں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے مختلف اوقات میں مختلف جگہوں میں نماز پڑھنے پر عقلاً کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نقلاً اس پر قول صادق موجود ہے۔ ان تمام واقعات سے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ثابت ہوتی ہے۔

۲......حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم) میں فرماتے ہیں: "وشاهد الحديث الأول ما ثبت في صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس رفعه"

ترجمہ: حدیث اوّل (الانبیاء احیاء فی قبورہم الحدیث) کی شاہد وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس کے طریق سے مرفوعا مروی ہے۔

۳......علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۲ ھ) اپنے استاذ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے القول البدیع ص ۱۷۲ زیر تحت العنوان: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی علی الدوام میں یہی بات لکھتے ہیں: ''وشاهد الحديث الأول ماثبت في صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة عن أنس رفعه مررت بموسى ليلة اسرى بي الخ''

ترجمہ: حدیث اوّل (الانبیاء احیاء فی قبورہم الحدیث) کی شاہد حماد بن سلمہ کی وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ میرا گزر شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوا۔

۴......علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۹ ھ) (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹ باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ الخ) میں فرماتے ہیں: یہ حدیث جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ عن ثابت البنانی عن انس کے طریق سے مرفوعا مروی ہے اس سابق حدیث (الانبیاء احیاء فی قبورہم الحدیث) کی شاہد ہے۔

الغرض ان دونوں احادیث سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھنے کا امر بالکل واضح ہوتا ہے۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آثار صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے ثبوت

۱......حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (م ۲۴ ھ) کے بارے میں ایک واقعہ مروی ہے: ''عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم'' (صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۷ باب رفع الصوت فی المساجد)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے مجھے کنکری ماری، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں انہیں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا: تم کن لوگوں میں سے ہو؟ (یعنی کس قبیلے سے تمہارا تعلق ہے؟) انہوں نے کہا: ہم اہل طائف میں سے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے نکیر کرنا اس لئے تھا کہ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارکہ ہے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیوی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کے پاس آواز بلند کرنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور جسد عنصری

کے ساتھ زندہ ہیں، حدود مسجد کی آواز کو بلا کسی توسط سے خود سماعت فرماتے ہیں۔ چنانچہ سلف وخلف میں سے کسی نے انکار نہیں فرمایا۔ اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اعتقاد میں حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ نہ ہوتے اور قریب کی آوازوں کو خود سماعت نہ فرمارہے ہوتے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پاس دبی آواز سے بات کرنے کے حکم قرآنی کو اس انداز میں کبھی بیان نہ فرماتے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک دوسرا واقعہ منقول ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حنفی لکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی مہم سے فارغ ہوکر واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام جو آپ رضی اللہ عنہ کرتے وہ آنحضرت ﷺ کے حضور میں سلام عرض کرنا ہوتا تھا اور اسی کی آپ دوسروں کو تلقین بھی فرماتے تھے۔ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل الفاظ اس طرح ہیں: ''اوّل کار کہ عمر رضی اللہ عنہ ابتداء مے کرد سلام بہ پیغمبر ﷺ بود'' (جذب القلوب ص ۲۰۰)

ترجمہ: پہلا کام جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابتداء فرماتے وہ آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرنا ہوتا۔

علامہ السمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں: ''ولما قدم عمر المدینۃ کان اوّل ما بدء بالمسجد وسلم علی رسول اللہ ﷺ'' (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۸، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

ترجمہ: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لاتے تو پہلے مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے اور رسول اللہ ﷺ پر سلام عرض کرتے۔

۲...... حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (م ۵۷ھ) فرماتی ہیں: ''كُنتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي دُفِنَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي فَأَضَعُ ثَوْبِي فَأَقُولُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُم فَوَاللهِ مَا دَخَلْتُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ'' (مسند احمد ج ۱۸ ص ۲۴ رقم الحدیث ۲۵۵۳۶، مشکوٰۃ ص ۱۵۴ باب زیارۃ القبور، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۶۰۹ کتاب المغازی والسرایا، رقم الحدیث ۴۴۵۸، شفاء السقام للسبکی ص ۴۳۰)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میرے گھر کے جس کمرے میں رسول اللہ ﷺ اور میرے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی قبریں تھیں میں وہاں اپنے سر پر دوپٹہ نہ ہونے کی حالت میں بھی چلی جاتی تھی کیونکہ میں سمجھتی تھی کہ یہاں صرف میرے شوہر اور میرے والد ہی تو ہیں، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی وہاں تدفین ہوئی تو بخدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے میں جب بھی اس کمرے میں گئی تو اپنی چادر اچھی طرح لپیٹ کر ہی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت ہے: ''آپ جب کبھی اُن گھروں میں جو مسجد نبوی ﷺ سے متصل تھے، کسی میخ لگنے یا کیل لگانے کی آواز سنتی تھیں تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ (خبردار!) حضور اکرم ﷺ کو (اس آواز سے) اذیت نہ دو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی سے بچنے کے لئے اپنے گھر کے کواڑ باہر جا کر بنوائے تھے (تاکہ ان کے بننے کا شور حضور اکرم ﷺ کو اذیت نہ دے)'' (شفاء السقام للسبکی ص ۴۳۲)

۳...... حضرت سعید ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ

شامی فوج کی جانب سے جب ۶۳ھ میں مدینہ منورہ پر چڑھائی ہوئی تو اس فوج کے خوف سے سب اہل

مدینہ اپنے اپنے گھروں میں جا گزیں ہو گئے۔ مسجد نبوی ﷺ میں کوئی مسلمان نماز کے لئے نہیں آتا تھا، صرف مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۳ھ) مسجد میں رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فكنت إذا حانت الصلاة أسمع أذانا يخرج من قبل القبر حتى أمن الناس'' (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۰۰ تحت ترجمۃ سعید بن المسیب)

ترجمہ: جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو میں قبر مبارک سے اذان کی آواز سنتا تھا یہاں تک کہ لوگ (اس حملے کے خوف سے) مطمئن ہو گئے۔

۴......حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱ھ) کے بارے میں مروی ہے: ''كان عمر بن عبد العزيز يرسل البريد من الشام الى المدينة ليسلِمَ له على النبي ﷺ'' (شفاء السقام للسبکی ص ۱۶۶)

ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک قاصد مدینہ منورہ بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ نبی ﷺ کو ان کی طرف سے سلام پہنچائے۔

۵......حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: سنت ہے کہ تم حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف پر قبلہ کی جہت سے جاؤ، قبلہ کی طرف پیٹھ کرو اور قبر شریف کی طرف چہرہ کرو، پھر کہو: ''السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته'' (مسند الامام الاعظم ص ۱۲۶)

عقیدہ حیات النبی ﷺ کا علمائے امت سے ثبوت

۱......علامہ ابن تیمیہ الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابن تیمیہ الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں: ''قَالَ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَخْبَرَ أَنَّهُ يَسْمَعُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ مِنَ الْقَرِيبِ وَأَنَّهُ يَبْلُغُهُ ذَلِكَ مِنَ الْبَعِيدِ''

(مجموع الفتاوی ج ۲۶ ص ۷۰، کتاب الحج، فصل واذا دخل المدینۃ)

ترجمہ: اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔'' آپ ﷺ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ آپ ﷺ قریب سے صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے آپ ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔

۲......علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد بن ابوبکر ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں: ''قد صح عن النبي أن الأرض لا تاكل أجساد الأنبياء ...... إلى غير ذلك مما يحصل من جملته القطع بأن موت الأنبياء إنما هو راجع إلى أن غيبوا عنا بحيث لا ندركهم وإن كانوا موجودين۔ فإنهم أحياء موجودون ولا نراهم'' (کتاب الروح ص ۴۲ المسئلۃ الرابعۃ)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ زمین انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی...... ایسے دلائل سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ہم سے اس طرح غائب کر دیئے گئے ہیں کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے، ورنہ وہ تو موجود اور زندہ ہیں اور آپ ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

۳......علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں: ''عندنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حي يحس ويعلم وتعرض عليه أعمال الأمة ويبلغ الصلاة والسلام'' (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۳ ص ۴۱۲، طبع دار الفکر)

ترجمہ: ہم شافعیہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں، آپ ﷺ میں احساس وشعور موجود ہے، امت کے اعمال بھی آپ ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام بھی پہنچایا جاتا ہے۔

۴......حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''ان حياته ﷺ في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيا والأنبياء احياء في قبورهم'' (فتح الباری ج ۷ ص ۳۸ باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا الخ)

ترجمہ: قبر مبارک میں آنحضرت ﷺ کی زندگی ایسی ہے جس پر موت وارد نہیں ہوگی، بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۵......علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ بدر الدین عینی الحنفی (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں: ''فإنهم لا يموتون في قبورهم بل هم أحياء'' (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰۲ کتاب فضائل الصحابہ، باب بلا ترجمہ)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں مردہ نہیں بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں۔

مزید فرماتے ہیں: ''من انكر الحياة في القبر وهم المعتزلة'' (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰۳ کتاب فضائل الصحابہ، باب بلا ترجمہ)

ترجمہ: جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کی حیات کا انکار کیا وہ معتزلہ ہیں۔

۶......علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ

محقق علی الاطلاق حافظ ابن الہمام الحنفی (م ۸۶۱ھ) آداب زیارت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ثم يسأل النبي ﷺ الشفاعة فيقول يا رسول الله أسألك الشفاعة يا رسول الله أسألك الشفاعة وأتوسل بك إلى الله في أن أموت مسلما على ملتك وسنتك......ثم ينصرف متباكيا متحسرا على فراق الحضرة الشريفة النبوية والقرب منها'' (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۶۹، ۱۸۴ کتاب الحج، المقصد الثالث فی زیارۃ قبر النبی)

ترجمہ: پھر نبی اکرم ﷺ سے شفاعت کا سوال کرے اور یہ کہے: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ

کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مروں اور آپ کی سنتوں پر عامل ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں...... پھر آپ ﷺ کے قرب اقدس سے روتا ہوا اور جدائی کا غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو۔

۷......علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (م ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں: ’’و نحن نؤمن و نصدق بانہ ﷺ حی یرزق فی قبرہ و ان جسدہ الشریف لا تاکلہ الارض و الاجماع علی ھذا‘‘ (القول البدیع ص ۱۷۲ تحت العنوان رسول اللہ حی علی الدوام)

ترجمہ: ہم یہ ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، آپ ﷺ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے، آپ ﷺ کے جسد اطہر کو مٹی بھی نہیں کھاتی اور اس عقیدہ پر (اہل حق) کا اجماع ہے۔

۸......علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: ’’و قصۃ سعید بن المسیب فی سماعۃ الاذان و الاقامۃ من القبر الشریف ایام الحرۃ مشھورۃ‘‘ (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۶، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

ترجمہ: ایام حرہ میں حضور ﷺ کی قبر شریف سے سعید بن مسیب کے اذان و اقامت سننے کا قصہ مشہور ہے۔

۹......علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی الشافعی (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: ’’حیاۃ النبي ﷺ في قبرہ ھو وسائر الأنبياء معلومۃ عندنا علماً قطعياً لما قام عندنا من الأدلۃ في ذلك وتواترت الأخبار‘‘ (الحاوی للفتاویٰ للسیوطی ص ۵۵۴)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کی اپنی قبر مبارک میں اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات ہمارے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے، کیونکہ اس پر ہمارے نزدیک دلائل قائم ہیں اور تواتر کے ساتھ اخبار موجود ہیں۔

۱۰......امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں: ’’وقد صحت الاحادیث انہ ﷺ حی فی قبرہ یصلی باذان و اقامۃ‘‘ (منح المنہ ص ۹۲)

ترجمہ: (اس مضمون کی) احادیث صحیح ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔

۱۱......ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ملا علی قاری الحنفی (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں: ’’المعتقد المعتمد انہ ﷺ حی فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورھم‘‘ (شرح الشفاء ج ۲ ص ۱۴۲، فصل فی تخصیصہ ﷺ بتبلیغ صلاۃ من صلی علیہ)

ترجمہ: قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جس طرح دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

۱۲......شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''بایدحیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس رادروے خلاف نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی'' (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۷۴)

ترجمہ: یہ بات یادرکھنی چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات ایک متفق علیہ (اجماعی) عقیدہ ہے اور (اہل حق میں سے) کسی کا اس میں اختلاف نہیں اور یہ حیات جسمانی دنیوی اور حقیقی ہے نہ کہ (محض) حیات معنوی اورروحانی۔

۱۳......علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی (م ۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں: ''ومما هو مقرر عند المحققين أنه صلى الله عليه وسلم حي يرزق ممتع بجميع الملاذ والعبادات غير أنه حجب عن أبصار القاصرين عن شريف المقامات'' (نورالایضاح ص ۴۳۰ فصل فی زیارۃ سیدنا النبی ﷺ)

ترجمہ: حضرات محققین کے ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ حضوراکرم ﷺ زندہ ہیں، آپ ﷺ کو رزق بھی ملتا ہے اورعبادات سے آپ علیہ السلام لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ آپ ﷺ (دنیاوالوں کی) نگاہوں سے اوجھل ہیں جوان مقامات شریفہ تک پہنچنے سے قاصر رہتی ہیں۔

۱۴......علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی (م ۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں: ''لانه ﷺ حي في قبره، يسمع دعاء زائره'' (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۳۹۸)

ترجمہ: اس لئے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنے زیارت کرنے والے کی دعا (یعنی صلوٰۃ وسلام) سنتے ہیں۔

۱۵......علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی الحنفی (م ۱۲۳۲ھ) رقمطراز ہیں: ''ينبغي لمن قصد زيارة النبي ﷺ ان يكثر الصلاة عليه فانه يسمعها و تبلغ اليه'' (حاشیۃ الطحطاوی ص ۴۰۷ فصل فی زیارۃ النبی ﷺ)

ترجمہ: جوشخص نبی ﷺ کی زیارت کاارادہ رکھتا ہواسے چاہئے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کثرت سے درود پڑھے کیونکہ آپ ﷺ (اس وقت) خود سنتے ہیں اور (اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتوں کے ذریعے) آپ کی طرف پہنچایا جاتا ہے۔

۱۶......قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی محمد بن علی شوکانی (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں: ''أنه صلى الله عليه وسلم حي في قبره وروحه لا تفارقه لما صح أن الأنبياء أحياء في قبورهم'' (تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین ص ۴۲)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اورآپ ﷺ کی روح مبارک آپ کے جسم اطہر سے جد

انہیں ہوتی، کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۱۷......علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''لِأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ'' (رد المحتار ج ۶ ص ۲۴۰ کتاب الجہاد، فصل فی کیفیۃ القسمۃ)

ترجمہ: کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

۱۸......علامہ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محقق شیخ محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۷ھ) فرماتے ہیں: ''اما هم (الانبياء علیہم السلام) فحياتهم لا شك فيها ولا خلاف لاحد من العلماء في ذلك فهو صلی اللہ علیہ وسلم حي على الدوام'' (رسالہ مدینہ ص ۱۴)

ترجمہ: رہی انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تو اس میں کوئی شک نہیں اور نہ علماء میں سے کسی ایک کو اس میں اختلاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی طور پر زندہ ہیں۔

۱۹......نواب قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ

شارح مشکوٰۃ نواب قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۹ھ) فرماتے ہیں: چنانچہ یہ مسئلہ بالکل واضح اور صاف ہے، اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انہیں بالکل دنیا کی طرح حقیقی جسمانی حیات حاصل ہے نہ کہ انہیں حیات معنوی روحانی حاصل ہے۔ (مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۸۶۵ فضائل جمعہ)

۲۰......مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

صحیح بخاری کے حاشیہ نگار حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کی شرح میں فرماتے ہیں: ''ان حياته صلی اللہ علیہ وسلم لا يتعقبها موت بل يستمر حيا والانبياء احياء في قبورهم''
(حاشیہ صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۱۷ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی بلکہ دوامی حیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۲۱......سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ

سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۸ھ) کے حکم سے تقریباً پانچ سو علماء کرام کی مستند جماعت کے مرتب کردہ فتاویٰ عالمگیری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضری کے آداب کے بیان میں یہ بات درج ہے:
''ويبلغه سلام من أوصاه فيقول السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين'' (عالمگیری ج ۱ ص ۲۹۲ کتاب المناسک، باب النذر بالحج)

ترجمہ: اگر کسی نے اس (زائر) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کہنے کی درخواست کی ہو تو یہ (زائر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا سلام بھی عرض کرے اور یوں کہے: ''یا رسول اللہ! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ کی

خدمت میں سلام ہوں اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بناتا ہے، لہٰذا آپ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت کریں۔''

۲۲......علامہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''والحاصل ان حیاۃ الانبیاء علیہم السلام ثابتۃ بالاجماع''

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام کی حیات اجماع سے ثابت ہے۔ (المنحۃ الوہبیۃ ص ۷)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل السنت والجماعت علماء دیوبند سے ثبوت

المہند علی المفند

''المہند علی المفند'' المعروف عقائد علماء دیوبند فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۶ھ) کی تالیف جو علماء حرمین کے ان سوالات کے جوابات ہیں جو انہوں نے اکابرین علماء دیوبند کے پاس بغرض تحقیق بھیجے تھے۔ اس کا پس منظر یہ ہے مولوی احمد رضا خان صاحب نے ۱۹۰۶ء میں جب مکہ مکرمہ کا سفر کیا تو حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ ہی میں ایک رسالہ مرتب کیا جس جس میں اکابرین علما دیوبند قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی عبارات کو قطع وبرید کر کے پیش کیا اور ان پر قطعی تکفیر کا فتویٰ لگایا۔ طرفہ تماشہ یہ کہ تکفیری عمل یہیں تک محدود نہ رہا بلکہ موصوف نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (معاذ اللہ)

علماء حرمین چونکہ علماء دیوبند سے واقف تھے اور نہ ان کی تصانیف سے آشنا، اس لئے اس رسالہ کی مندرجہ عبارات کے پیش نظر اپنی تصدیقات لکھ دیں۔

انہی دنوں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ (م ۱۳۷۷ھ) مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ جب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو اس تکفیری مہم اور خان صاحب بریلی کی اس ناشائستہ حرکت پر اطلاع ہوئی تو آپ نے علماء حرمین کو حقیقت حال سے مطلع کیا۔ ان حضرات نے چھبیس سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ اکابر علماء دیوبند کے پاس بغرض تحقیق بھیجا کہ ان کے جواب تحریر کریں اور اپنے عقائد ونظریات ان کے جوابات کے ضمن میں واضح کریں۔

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فصیح عربی زبان میں مذکورہ سوالات کے جوابات تحریر فرمائے، تمام مشاہیر دیوبند حضرت شیخ الہند، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن، حکیم الامت حضرت تھانوی، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری، اور حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے بزرگوں نے تصدیقات ثبت کیں، ہند کے علاوہ حجاز، مصر اور شام وغیرہ کے ممالک کے جید علماء مشائخ نے بھی اپنی تصدیقات و تائیدات کے ساتھ اس کو زینت بخشی۔ یوں یہ رسالہ ۱۳۲۵ھ میں تحریر ہوا اور ''المہند علی المفند'' کے نام سے شائع ہو کر عوام وخواص میں معروف ہوا۔

اس میں جہاں خان صاحب بریلوی کے اتہامات وتلبیسات کا پردہ چاک کیا گیا، وہیں اکابر دیوبند کے عقائد کی تشریح وتوضیح بھی کی گئی۔ جن بزرگوں نے اس دستاویز کی تصدیق فرمائی انہوں نے فقط اعتماداً تصدیق نہیں کی بلکہ تحقیقاً سب جواب دیکھ کر ہی اس کی توثیق وتائید فرمائی۔ چنانچہ مفتی ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۲ھ) فرماتے ہیں: ''رایت الاجوبة کلھا فوجدتھا حقة صریحة'' (المہند علی المفند ص ۸۴ طبع المیزان)

ترجمہ: میں نے تمام جوابات دیکھے اور انہیں حق صریح پایا۔

ان سوالات میں سے ایک سوال حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر کے متعلق تھا، ذیل میں سوال اور اس کا جواب نقل کیا جاتا ہے، بعد ازاں علماء دیوبند کی تصریحات پیش کی جائیں گی۔

السوال الخامس: ''ما قولکم فی حیاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف ھل ذلک امر مخصوص بہ ام مثل سائر المسلمین رحمۃ اللہ علیہم حیوۃ برزخیة''

الجواب: ''عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ الشریف و حیوتہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیویة من غیر تکلیف و ھی مختصة بہ و بجمیع الانبیاء صلوات اللہ علیھم و الشھداء لا برزخیة کما ھی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیہ العلامة السیوطی فی رسالتہ انباء الاذکیاء بحیوة الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی: حیوة الانبیاء و الشھداء فی القبر کحیوتھم فی الدنیا و یشھد لہ صلوة موسی علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوة تستدعی جسداً حیا الی آخر ما قال فثبت بھذا ان حیوتہ دنیویة برزخیة لکونھا فی عالم البرزخ و لشیخنا شمس الاسلام و الدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللہ سرہ العزیز فی ھذا المبحث رسالة مستقلة دقیقة الماخذ بدیعة المسلک لم یر مثلھا قد طبعت و شاعت فی الناس و اسمھا (آب حیات) ای ماء الحیوة'' (المہند علی المفند ص ۳۰، ۳۱ طبع المیزان)

سوال: کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں کو بلکہ تمام آدمیوں کو حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیاء بحیاة الانبیاء'' میں بتصریح لکھا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنیٰ کہ برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے، نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام ''آب حیات'' ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ)

پہلا حوالہ: آپ اپنی کتاب ''ہدیۃ الشیعہ'' میں لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام بالیقین قبر

میں زندہ ہیں، تو اس صورت میں آپ ﷺ کی مِلک زائل ہونے ہی نہیں پائی جو وارثوں کی مِلک اس کے قائم مقام ہو۔ بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں یا چندے کسی گوشہ میں بیٹھ رہیں اور ہمارے لواحق وغیرہ ہماری اشیاء کو برتیں اور اس سے ہماری مِلک زائل نہیں ہوتی اور برتنے والے یا وارث مالک نہیں بن جاتے، ایسے ہی رسول اللہ ﷺ بھی گوشہ قبر میں پنہاں ہو گئے اور آپ بدستور اپنے اشیاء اموال کے مالک ہیں، کوئی اور مالک نہیں ہو گیا اور حدیث ''لانورث ماترکنا صدقۃ'' جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس حدیث کی لم بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اب تک بقید حیات ہیں، پر شیعہ نہ سمجھیں تو کیا کیجئے؟ (ہدیۃ الشیعہ ص ۳۵۹)

دوسرا حوالہ: آپ اپنی دوسری کتاب ''لطائف قاسمیہ'' میں فرماتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم السلام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔'' (لطائف قاسمیہ ص ۳)

تیسرا حوالہ: ''جمال قاسمی'' میں لکھتے ہیں: ارواح انبیاء علیہم السلام کو بدن کے ساتھ علاقہ بدستور رہتا ہے اور ان کا سماع بعد وفات بھی بدستور باقی ہے۔ (جمال قاسمی ص ۱۳ طبع کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

چوتھا حوالہ: ''آب حیات'' میں لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزیں ہیں، جیسے ان کا مال قابل اجرائے حکم میراث نہیں ہوتا ایسے ہی آپ ﷺ کا مال بھی محل توریث نہیں۔'' (آب حیات ص ۷)

نوٹ: ''آب حیات'' کے نام سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مستقل کتاب عقیدہ حیات پر موجود ہے، تفصیل اس میں ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۲ھ)

پہلا حوالہ: ''ولان النبیین صلوات اللہ علیہم اجمعین لما کانوا احیاء فلا معنی لتواریث الاحیاء منھم'' (الکوکب الدری شرح جامع الترمذی ج ۱ ص ۴۲۳)

ترجمہ: چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام (اپنی قبروں میں) زندہ ہیں، اس لئے ان کی وراثت جاری ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسرا حوالہ: آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں و نبی اللہ حی یرزق، اس مضمونِ حیات کو مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ نے اپنے رسالہ ''آب حیات'' میں بما لا مزید علیہ ثابت کیا ہے۔ (ہدایۃ الشیعہ ص ۴۹)

تیسرا حوالہ: ''مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۴)

حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۷ھ)

آپ قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔

''المہند علی المفند'' پر تصدیق رقم فرماتے ہوئے فرماتے ہیں: ''الذی کتب فی ھذہ الرسالۃ حق صحیح وثابت فی الکتب بنص صریح وھو معتقدی ومعتقد مشائخی رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین واحیانا اللہ بھا واماتنا علیھا'' (المہند علی المفند ص ۷۸)

ترجمہ: جو کچھ اس رسالہ (المہند) میں لکھا ہے حق اور صحیح ہے اور کتابوں میں نص صریح کے ساتھ موجود ہے۔ یہی میرا عقیدہ ہے اور یہی میرے مشائخ کا عقیدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عقیدے کے ساتھ زندہ رکھے اور اسی عقیدے پر ہمیں موت دے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۹ھ)

پہلا حوالہ: علماء دیوبند کی متفقہ دستاویز ''المہند علی المفند'' کی تصدیق وتائید کرتے ہوئے شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وهو معتقدنا ومعتقد مشائخنا جميعاً لا ريب فيه'' (المہند علی المفند ص ۷۴)

ترجمہ: یہی ہمارا اور ہمارے تمام مشائخ کا عقیدہ ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔

دوسرا حوالہ: حضرت شیخ الہند کی سنن ابی داؤد کی تقریر ''انوار المحمود'' میں ہے: ''انهم اتفقوا على حياته صلی اللہ علیہ وسلم بل حياة الانبياء عليهم السلام متفق عليها لا خلاف لاحد فيه'' (انوار محمود شرح سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۶۱۰)

ترجمہ: حضرات محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی حیات اتفاقی مسئلہ ہے، اس بارے میں کسی ایک محدث کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تیسرا حوالہ: ابی داؤد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: ''قوله (ان الله حرم على الارض) اى منعها وفيه مبالغة لطيفة اجساد الانبياء اى من ان تاكلها فالانبياء فى قبورهم احياء'' (حاشیہ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۵۷ تفریع ابواب الجمعہ)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے اجسام کو کھائے'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو منع کر دیا ہے اور اس کلام میں بڑے عمدہ مبالغے کے ساتھ زمین کو انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کھانے سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

''تقدير الكلام (ما من احد يسلم على الا ارد عليه السلام) لانى حى اقدر على رد السلام''

(حاشیہ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۸۶ باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ: ''جو بھی مجھے سلام کرتا ہے تو میں خود اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ میں زندہ ہوں تو سلام کا جواب دینے پر قادر ہوں (اس لئے جواب دیتا ہوں)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۶ھ)

پہلا حوالہ: آپ سنن ابی داؤد کی شرح ''بذل المجہود'' میں لکھتے ہیں: ''ان نبى الله حى فى قبره كما ان الانبياء احياء فى قبورهم و لا فرق بين ان يكون فوق الارض او تحت حجابها كما لا فرق بين حضوره و غيبته فى زمان حياته صلی اللہ علیہ وسلم'' (بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۱۷، باب التشہد)

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اُوپر دکھائی دیں یا پردہ زمین میں آرام فرما ہوں، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے یا غائب ہونے میں (زندہ ہونے کے اعتبار سے) کوئی فرق نہ تھا۔

دوسرا حوالہ: ''المہند علی المفند'' میں سوال نمبر ۵ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''عندنا وعند

مشائخنا حضرۃ الرسالۃ ﷺ حی فی قبرہ الشریف و حیوتہ ﷺ دنیویۃ من غیر تکلیف و ھی مختصۃ بہ و بجمیع الانبیاء صلوات اللہ علیھم و الشھداء لا برزخیۃ کما ھی حاصلۃ لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیہ العلامۃ السیوطی فی رسالتہ انباء الاذکیاء بحیوۃ الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی: حیوۃ الانبیاء و الشھداء فی القبر کحیوتھم فی الدنیا و یشھد لہ صلوۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوۃ تستدعی جسداً حیا الی آخر ما قال فثبت بھذا ان حیوتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ و لشیخنا شمس الاسلام و الدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللہ سرہ العزیز فی ھذا المبحث رسالۃ مستقلۃ دقیقۃ الماخذ بدیعۃ المسلک لم یر مثلھا قد طبعت و شاعت فی الناس و اسمھا (آب حیات) ای ماء الحیوۃ'' (المہند علی المفند ص ۳۰،۳۱ طبع المیزان)

ترجمہ: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں کو بلکہ تمام آدمیوں کو حاصل ہے۔

چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء'' میں بتصریح لکھا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنیٰ کہ برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے، نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام ''آب حیات'' ہے۔

تیسرا حوالہ: ''تذکرۃ الخلیل'' میں آپ کے متعلق مولانا عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں: ''آستانہ محمدیہ ﷺ پر حاضری کے وقت حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی، آواز نکالنا تو کیا مواجہ شریف کے قریب یا مقابل بھی کھڑے نہیں ہوتے تھے، خوفزدہ، مؤدبانہ، دبے پاؤں آتے اور مجرم و قیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے، بکمال خشوع صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے۔ زائرین جو بیباکانہ اونچی آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت ﷺ حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ ﷺ کی ایذاء کا سبب ہے، لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۳۷۰)

علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۲ھ)

پہلا حوالہ: آپ اپنی کتاب ''عقیدۃ الاسلام'' کے حاشیہ ''تحیۃ الاسلام'' میں لکھتے ہیں: ''یرید بقولہ (الانبیاء احیاء) مجموع الاشخاص لا الارواح فقط'' (تحیۃ الاسلام حاشیہ عقیدۃ الاسلام ص ۱۱۹)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد: ''انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ارواح و بدن کے مجموعے کے ساتھ زندہ ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں۔

دوسرا حوالہ: وفی البیهقی عن انس رضی اللہ عنہ وصححه ووافقه الحافظ فی المجلد السادس: ان الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون'' (فیض الباری علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۴ باب رفع الصوت فی المساجد)

ترجمہ: سنن البیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت موجود ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، اس روایت کو حافظ ابن حجر نے امام بیہقی کی موافقت کرتے ہوئے فتح الباری کی چھٹی جلد میں صحیح فرمایا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: ''ومن ههنا انحل حدیث اخر رواه ابو داؤد فی رد روحه صلی اللہ علیہ وسلم حین یسلم علیه صلی الله علیه وسلم لیس معناه انه یرد روحه ای انه یحیی فی قبره بل توجهه من ذلک الجانب الی هذا الجانب فهو صلی اللہ علیہ وسلم حی فی کلتا الحالتین لمعنی انه لم یطرأ علیه التعطل قط''
(فیض الباری علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۵ باب رفع الصوت فی المساجد)

ترجمہ: اور یہیں سے ابوداؤد والی حدیث بھی حل ہوگئی کہ: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا جاتا ہے تو آپ کی روح مبارک لوٹائی جاتی ہے۔'' اس روح لوٹانے کا یہ مطلب نہیں کہ قبر میں زندہ کیا جاتا ہے بلکہ (اس کا معنی یہ ہے کہ) آپ علیہ السلام کی ایک جانب سے دوسری جانب توجہ کردی جاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں حالتوں میں زندہ ہوتے ہیں، آپ علیہ السلام پر تعطل بالکل طاری نہیں ہوتا۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ)

پہلا حوالہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آیت قرآنی: ''وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتی کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس اس حیات میں قوی تر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔'' (بیان القرآن ج ۱ ص ۹۷ تحت سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۴)

دوسرا حوالہ: علمی مضامین پر مشتمل اپنی آخری تصنیف ''بوادر النوادر'' میں فرماتے ہیں: ''وقد حرم الله جسده علی الارض واحیاه فی قبره کسائر الانبیاء علیهم الصلوٰة السلام'' (بوادر النوادر ص ۴۵۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو زمین پر حرام فرمایا ہے اور آپ علیہ السلام کو قبر میں زندہ رکھا ہے جس طرح سارے انبیاء علیہم السلام کو زندہ رکھا ہے۔

تیسرا حوالہ: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے، کیونکہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں، قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی اعتقاد ہے، حدیث بھی نص ہے: ''ان نبی اللہ حی فی قبره یرزق'' (اللہ کے نبی اپنی قبر میں بلاشبہ زندہ ہیں، رزق پاتے ہیں۔)'' (اشرف الجواب ص ۳۱۸، ۳۱۹)

مزید فرماتے ہیں: ''بہرحال یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔''
(اشرف الجواب ص ۳۲۱)

چوتھا حوالہ: آپ اپنی تصنیف ''نشر الطیب'' میں فرماتے ہیں: ''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسد کو کھا سکے۔ پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔''

فائدہ: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل و اقویٰ ہے۔ بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، اور یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے۔ (نشر الطیب ص ۱۹۹ فصل اٹھائیسویں)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ)

آپ رحمہ اللہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: ''الانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون''

(فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰، باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ الخ)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے ہاں رزق ملتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: ''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ باذان واقامۃ''

(فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹، باب فضل الصلاۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی قبر میں) زندہ ہیں جیسا کہ یہ بات اپنی جگہ ثابت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۳۷۲ھ)

پہلا حوالہ: ایک سوال کے جواب میں رقم فرماتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم صلوات اللہ اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۰، دارالاشاعت)

ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ''ہاں اس خیال اور اعتقاد سے ندا کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے، اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے:

اول: یہ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں، جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ صورت علاوہ اس کے بے ثبوت ہے، باعث توہین ہے، نہ موجب تعظیم۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۸، ۱۶۹ دارالاشاعت)

دوسرا حوالہ: ''المہند علی المفند'' پر تصدیق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: ''رایت الاجوبۃ کلھا فوجدتھا حقۃ صریحۃ لا یحوم حول سرادقاتھا شک ولا ریب وھو معتقدی ومعتقد مشائخی رحمہم اللہ'' (ص ۸۴)

ترجمہ: میں نے تمام جوابات دیکھے اور انہیں ایسا حق صریح پایا جس کے گرد شک وشبہ نہیں پھٹک سکتا اور یہی میرا اور میرے مشائخ رحمہم اللہ کا عقیدہ ہے۔

مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۷ھ)

پہلا حوالہ: شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرورکائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین وشہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اول ص ۱۵۳)

دوسرا حوالہ: اپنی خود نوشتہ سوانح حیات ''نقش حیات'' میں فرماتے ہیں: ''وہ (منکرین حیات الانبیاء علیہم السلام) وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی وبقائے علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں اور یہ (اکابرین علماء دیوبند) حضرات صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ رسالہ ''آب حیات'' نہایت ہی مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ کے لئے لکھا گیا ہے۔ نیز ہدیۃ الشیعہ' اجوبہ اربعین حصہ دوم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہٗ العزیز اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔'' (نقش حیات ص ۱۲۰)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے جہاں ان کا عقیدہ معلوم ہوا وہاں یہ بھی واضح ہوا کہ آب حیات اور دیگر کتب لکھنے کی اغراض میں سے ایک غرض اثبات عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھی۔

تیسرا حوالہ: آپ کے حالات زندگی جو مولانا افضال الٰہی دیوبندی نے لکھے ہیں، ان میں مرقوم ہے:

''مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درس حدیث کے دوران آپ کے ایک شاگرد کو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اشکال وشکوک تھے۔ (ایک دفعہ) دورانِ درس اس طالب علم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے نہ قبہ خضراء اور نہ روضۂ پاک کی جالیاں بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما تھے۔ اس طالب علم نے بولنا چاہا اور دوسرے ساتھیوں کو بتانا چاہا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے منع کر دیا اشارے سے۔ سبحان اللہ! اس طالب علم کو مشاہدہ کرا کے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام شکوک کو حل کرا دیا۔'' (مناقب شیخ الاسلام ص ۱۱۸، ۱۱۹)

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۳ھ)

پہلا حوالہ: امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''انبیاء علیہم السلام کی حیات فی البرزخ کے بارے میں میرا عقیدہ وہی ہے جو اکابر علماء دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی بھی ہے اور باعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل السنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ میرے خیال میں ہر صاحب بصیرت اس عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر نہیں ہو سکتا۔ جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ اطہر کی حیات بدیہیات میں سے ہے۔ احقر الانام احمد علی عفی عنہ (بحوالہ مقام حیات ص ۶۹۸ راز علامہ خالد محمود)

دوسرا حوالہ: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ آپ کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں:
''کئی برس ہوئے حضرت مولانا احمد علی صاحب سے مولوی غلام اللہ خان صاحب نے اپنے ہاں تقریر کی غرض سے تاریخ لی۔ جب تاریخ نزدیک آگئی تو حضرت مولانا احمد علی صاحب نے ان کو فرمایا کہ تم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اکابر دیوبند اور سلف کا مسلک ترک کر چکے ہو، اس لئے اگر میں آؤں گا تو مسئلہ حیات بیان کروں گا اور فرمایا کہ یہ مسئلہ وہ سمجھ سکتا ہے جس کو یا عقیدت ہو یا بصیرت حاصل ہو، بصیرت تم کو حاصل نہیں اور عقیدت تم کو رہی نہیں، چنانچہ حضرت مولانا احمد علی صاحب پھر راولپنڈی تشریف نہ لے گئے۔'' (ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن ص ۵۴)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (م ۱۳۹۴ھ)

آپ فرماتے ہیں: ''تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے، اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔'' (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۱۲۹)

مزید لکھتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ و دیگر انبیاء کرام قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ ہیں اور وفات کے بعد عبادت سے معطل نہیں، بلکہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ الخ!'' (ایضاً ص ۱۳۴)

مزید لکھتے ہیں: انبیاء کرام علیہم السلام بلاشبہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و نیاز میں مشغول ہیں۔ (ایضاً ص ۱۳۵)

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۹۴ھ)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ومن ینکر حیاتہ ﷺ فی قبرہ ...... کان فؤادہ فارغاً من حبہ و عقلہ خالیا من لبہ'' (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۱۲ باب زیارۃ قبر النبی الکریم ﷺ)

ترجمہ: جو شخص آنحضرت ﷺ کے قبر مبارک میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے تو اس کا دل حضور اکرم ﷺ کی محبت سے خالی اور اس کی عقل بصیرت سے خالی ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ (م ۱۳۹۶ھ)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ اپنی تفسیر ''معارف القرآن'' میں فرماتے ہیں: تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً رسول کریم ﷺ اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کی یہ حیات برزخی عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق و ممتاز ہوتی ہے۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷۷، ۱۷۸ تحت سورۃ الاحزاب آیت ۴۶)

مولانا محمد عبد اللہ بہلوی رحمہ اللہ (م ۱۳۹۸ھ)

ہمارے اکابر و اسلاف دیوبند رحمہم اللہ ہمارے مرشدین نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ دنیاوی وفات کے بعد قبر مبارک میں جسمانی روحانی حیات سے زندہ ہیں۔ (القول الحق ص ۲۹)

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ)

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبد العزیز شجاع آبادی کی کتاب ”دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف“ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”حضرت مولانا عبد العزیز صاحب شجاع آبادی کی تصنیف ”دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف“ کو مختلف مقامات سے دیکھا، ماشاء اللہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف پر اسلام وجمہور اہل السنۃ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق تحریر فرمایا، حوالہ جات پیش کئے اور صحیح مسلک کو حوالہ جات سے ایسا ثابت کیا جو اخلاف ومعاصرین کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور حضرت مولانا کو ایسی تصانیف کرنے کی توفیق مزید بخشے۔ و اللہ الموفق!　　الاحقر الافقر محمود عفا اللہ عنہ

خادم مدرسہ قاسم العلوم ملتان ...... ۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ“

(دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف ص ۹)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۲ھ)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھاسکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون) کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مختلف سے طرق سے تخریج کی ہے۔“ (فضائل درود شریف ص ۳۴)

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۳ھ)

<u>پہلا حوالہ</u>: برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ معروف ومشہور اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دینوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ قرآن وسنت سے پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث رہا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۱۸۱)

<u>دوسرا حوالہ</u>: تسکین الصدور پر تصدیقی دستخط کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”رسالہ نافعہ تسکین الصدور مولفہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر سے استفادہ نصیب ہوا۔ رسالہ کی وقعت وعظمت کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ مولانا سرفراز خان صاحب کی تالیف ہے جو اپنی محققانہ ومعتدلانہ طرز تالیف میں معروف ہیں۔ تسکین الصدور حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع کے مسائل میں تسکین الصدور ہی ہے جس سے روحی اور قلبی تسکین ہوجاتی ہے۔ جن جن مسائل پر کلام کیا گیا ہے وہ اپنی جگہ نہ صرف یہ کہ اہل السنت والجماعت کے مسلک اور مذہب منصور کے

مطابق ہی نہیں بلکہ فی نفسہٖ اپنے تحقیقی رنگ کی وجہ سے پوری جامعیت کے ساتھ منضبط ہو گئے ہیں اور ان سے دلوں میں سرور اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔" (تسکین الصدور ص ۲۰)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۳ھ)

"الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیاوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔" (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۲۹۵)

مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۷ھ)

سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۲۸۰)

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۳۰ھ)

ہمارے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ ایک عنوان: "عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں رہا" کے تحت لکھتے ہیں: "بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تقریبا ۱۳۷۴ھ تک اہل السنت والجماعت کا کوئی فرد، کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ، دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت ﷺ (اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ (تسکین الصدور ص ۲۹۰)

اکابر علماء دیوبند کا مسلک

امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ماہنامہ "پیام مشرق" میں ایک اشتہار شائع ہوا جس میں مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق اکابر علماء دیوبند کے مسلک اور ان کے متفقہ فیصلہ کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس اشتہار میں اکابرین میں سے دس حضرات کے دستخط موجود تھے اور یہ اشتہار حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہفت روزہ رسالہ "خدام الدین" میں بھی شائع کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے "تسکین الصدور" (ص ۳۷) میں اور ڈاکٹر علامہ خالد محمود زید مجدہ نے "مقام حیات" (ص ۷۰۷) میں بھی نقل فرمایا ہے۔ افادہ عام کے لئے اس اشتہار کا سکین آئندہ صفحہ پر پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

۲۹۷

خلافت راشدہ
حق چار یار

مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق

اکابر دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہمارا اور ہمارے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔

صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں۔ یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے متعدد رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر آب حیات کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے اجل خلفاء میں سے ہیں ان کا رسالہ المہند علی المفند بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لیے کافی ہے اب جو اس مسلک کے خلاف دعوے کرے تو یہ بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

۱۔ مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵
۲۔ مولانا عبد الحق عفی عنہ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۳۔ مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور
۴۔ مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ
۵۔ مولانا شمس الحق عفا اللہ عنہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۶۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
۷۔ مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۸۔ مولانا محمد رسول خان عفا اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور
۹۔ مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم کراچی
۱۰۔ مولانا احمد علی عفی عنہ امیر نظام العلماء و امیر خدام الدین لاہور۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

منجانب:۔ **حیات الانبیاء سوسائٹی گجرات**

روزنامہ مشرق ۲ ستمبر ۱۹۶۰ء

مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق اکابر دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسدِ عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔

صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی مستقل تصنیف حیات انبیاء علیہم السلام پر "آب حیات" کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ جو حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، ان کا رسالہ "المہند علی المفند" بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل!

۱...... مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵

۲...... مولانا عبد الحق عفی عنہ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۳...... مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاول پور

۴...... مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ

۵...... مولانا شمس الحق افغانی عفا اللہ عنہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۶...... مولانا محمد ادریس کان اللہ لہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

۷...... مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

۸...... مولانا محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

۹...... مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم کراچی نمبر ۱

۱۰...... مولانا احمد علی عفی عنہ امیر نظام العلماء و امیر خدام الدین لاہور

منجانب: حیات الانبیاء سوسائٹی گجرات (پیام مشرق ستمبر ۱۹۶۰ء)

باب پنجم

مسئلہ سماع موتی

اس باب میں مسئلہ سماع موتی پر روشنی ڈالی گئی ہے اور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دیگر اموات بھی سنتے ہیں۔

چند تمہیدی باتیں

حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دیگر اموات اپنی قبروں میں سنتے ہیں یا نہیں؟ اکابر علماء دیوبند کی تصریحات کے مطابق اس میں دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اختلاف چلا آ رہا ہے اور بعد کے علماء کی آراء بھی اس میں مختلف رہی ہیں۔ فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ مسئلہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہا ہے، اس کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۷ بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۲۹۷)

مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسئلہ سماع موتی قرون اولیٰ سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی اس میں اختلاف تھا، قرن صحابہ کے بعد بھی ہمیشہ علماء اس میں مختلف رہے۔ تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کر سکے کیونکہ اس صورت میں مسئلہ قرون اولیٰ میں بھی مختلف فیہ تھا اس تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ کرام تک پہنچے گا۔ ولا شک فی فسادہ! (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۰۱، ۲۰۲)

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فریقین میں سے کوئی بھی دوسرے کو برا بھلا نہ کہتا اور نہ ہی دوسرے فریق کے خلاف کوئی فتویٰ صادر کیا جاتا لیکن فرقہ مماتیت نے تو اخلاقی اور دینی حدود کو پامال کرتے ہوئے ایسے فتوے صادر کئے کہ الامان والحفیظ، مسئلہ سماع موتی کو ''شرک کی سیڑھی'' بتایا، اسے شرک کی عمارت کا ''چور دروازہ'' کہا اور اس کے قائلین کو مشرکین کا بلا اجرت وکیل ٹھہرایا۔ (معاذ اللہ)

ان حضرات کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

۱...... سید عنایت اللہ شاہ کے بارے میں فضل الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں: ''سید مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے سماع موتی کو پہلی سیڑھی شرک کی، اور دروازہ شرک کا کہہ دیا۔'' (التحقیق الانیق ص ۱۴۴)

۲...... محمد حسین شاہ نیلوی کی سوانح حیات میں لکھا ہے: ''وہ سماع موتی کے عقیدے کو شرک تو نہ سمجھتے تھے مگر شرک کا چور دروازہ ضرور سمجھتے تھے، کیونکہ شرکیہ عقائد کی تمام جڑیں اسی سے پھوٹتی ہیں۔'' (مختصر سوانح حیات ص ۱۲۲)

۳...... محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب قائلین سماع موتی کے بارے میں لکھتے ہیں: ''اس طبقہ کے شرکیہ عقائد و نظریات کی پوری عمارت سماع موتی پر قائم ہے۔'' (کیا مردے سنتے ہیں ص ۵)

مزید لکھتے ہیں: ''قبر پرستی اور فوت شدہ بزرگوں کی پوجا پاٹ کی بنیاد اور شرک کا چور دروازہ ''مردوں کے سننے کا عقیدہ ہے۔'' (کیا مردے سنتے ہیں ص ۱۰)

قائلین سماع موتی کے بارے میں لکھتے ہیں: عقیدہ سماع موتی کا پرچار کر کے مشرکین و مبتدعین کے بلا اجرت وکیل بنے ہوئے ہیں۔ (شرک کیا ہے ص ۷)

مزید لکھتے ہیں: سماع موتی کا عقیدہ شرک کے مکان کا چور دروازہ ہے۔ (شرک کیا ہے ص ۱۱)

قارئین کرام! چونکہ فریق مخالف مماتی حضرات نے اس مسئلہ میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا اور ان کے فتووں کی زد میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کا وہ عظیم طبقہ آ گیا جو سماع موتی کا قائل چلا آ رہا ہے (معاذ اللہ) تو ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ سماع کے قائلین کے موقف کو قرآن مجید، سنت نبویہ ﷺ اور اکابرین امت کے اقوال سے ثابت کریں تاکہ عوام الناس کو معلوم ہو جائے کہ قائلین سماع کے پاس بحمد اللہ دلائل موجود ہیں اور ان کا موقف قرآن وسنت اور اکابرین امت کے اقوال سے ثابت ہے۔ ہمارا موقف بھی سماع موتی کے اثبات کا ہے اور یہاں دلائل ذکر کرنے سے ہمارا مقصد محض ان حضرات کے موقف کی تائید کرنا ہے تاکہ فرقہ مماتیت کے ناروا فتووں کی حقیقت قارئین کے سامنے آ جائے، ہمارا مقصد اس سے فریق مخالف کی تفسیق، تجہیل اور تذلیل ہرگز نہیں۔

مسئلہ سماع موتی کے دلائل

دلیل نمبر ۱: ''عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ فَيُقَالُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ''

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۷۸ باب المیت یسمع خفق النعال، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶ باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ الخ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں، ابھی وہ ان جانے والوں کے جوتوں کی آواز ہی سن رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھا دیتے ہیں، پھر وہ اس سے کہتے ہیں: تم اس شخص محمد ﷺ کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس کو کہا جاتا ہے: دیکھو تمہارے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں تھی، اللہ نے اس کو تمہارے لئے جنت میں بیٹھنے کی جگہ سے تبدیل کر دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ بندہ ان دونوں جگہوں کو دیکھے گا۔ رہا کافر یا منافق تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، تو اس سے کہا جائے گا تو نے عقل سے جانا، نہ قرآن مجید کی تلاوت کی، پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جائے گی جس سے وہ چلائے گا اور اس کے چلانے کو جن اور انسان کے علاوہ اس کے قریب کی تمام چیزیں سنیں گی۔

مستدلین

اس حدیث سے مندرجہ ذیل محدثین نے استدلال کیا ہے اور عذاب وثواب قبر کو ثابت کیا ہے

۱......حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ)

''وقد ثبتت الأحاديث بما ذهب إليه الجمهور كقوله أنه ليسمع خفق نعالهم وقوله تختلف

اضلاعه لضمة القبر وقوله يسمع صوته إذا ضربه بالمطراق وقوله يضرب بين أذنيه وقوله فيقعدانه وكل ذلك من صفات الأجساد'' (فتح الباری ج ۳ ص ۲۹۹، باب ما جاء فی عذاب القبر)

ترجمہ: جمہور کے مسلک کے مطابق احادیث ثابت ہیں مثلاً یہ کہ مردہ دفن کرنے والوں کی واپسی پر ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اور یہ کہ قبر کی تنگی کی وجہ سے اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور یہ کہ اس کو جب ہتھوڑے سے پیٹا جاتا ہے تو اس کی آواز سنی جاتی ہے اور یہ کہ جب اس کے دونوں کانوں کے درمیان گرز ماری جاتی ہے اور یہ کہ منکر ونکیر اُس کو بٹھاتے ہیں۔ یہ جملہ امور اجسام کی صفات ہیں۔

۲...... علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۵ھ)

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ باب ''باب الميت يسمع خفق النعال'' کے متعلق فرماتے ہیں: ''أي هذا باب يذكر فيه الميت يسمع خفق نعال الأحياء وخفق النعال صوتها عند دوسها على الأرض'' (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۹۶، باب المیت یسمع خفق النعال)

ترجمہ: یعنی یہ وہ باب ہے جس میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ مردہ زندوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے، ''خفق النعال'' سے مراد وہ آواز ہے جو جوتیوں سے زمین کو روندتے وقت پیدا ہوتی ہے۔

۳...... سلطان المحدثین ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ)

اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''وقال ابن الملك أي صوت دقها وفيه دلالة على حياة الميت في القبر لأن الإحساس بدون الحياة ممتنع عادة واختلفوا في ذلك فقال بعضهم يكون بإعادة الروح وتوقف أبو حنيفة في ذلك اه ولعل توقف الإمام في أن الإعادة تتعلق بجزء البدن أو كله''

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۹۸، باب اثبات عذاب القبر)

ترجمہ: علامہ ابن الملک فرماتے ہیں کہ: ''قرع النعال'' سے جوتیوں کی زمین پر پڑنے کی آواز مراد ہے اور اس حدیث میں مردہ کے قبر میں زندہ ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ زندگی کے بغیر عادۃً احساس ممتنع ہے اور اس میں اختلاف واقع ہوا ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ زندگی اعادہ روح کے ساتھ ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں توقف کیا ہے۔ شاید کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا توقف اس بات میں ہو کہ اعادہ روح جزو بدن کی طرف ہے یا کل کی طرف (یعنی نفسِ اعادہ روح میں توقف نہیں)

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ: ''إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِم'' سے حقیقت مراد ہے کہ مردہ پیچ دفن کرکے واپس جانے والے آدمیوں کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ سنتا ہے۔ اس حدیث کا یہی مطلب ہے اور جمہور حضرات شراح حدیث نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

دلیل نمبر ۲: ''وعن بريدة رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوا إِلَى الْمَقَابِرِ فَكَان قَائِلُهُمْ يَقُولَ: (السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ، أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ)'' (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۴ کتاب الجنائز، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱، باب ما جاء فیما یقال اذا دخل المقابر، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۷۹، باب ما یقول اذا دخل مقبرۃ)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ لوگوں کو (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کو) یہ دعا سکھلایا کرتے تھے، جب وہ قبرستان جائیں تو یوں کہیں: اے مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، ان شاء اللہ ہم تمہارے پاس آنے والے ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے خیر وعافیت کا طلب گار رہوں۔

دلیل نمبر ۳: ”عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ، فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ، غَدًا مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ“ (مسلم ج ۱ ص ۳۱۳ کتاب الجنائز، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱، باب ماجاء فیما یقال اذا دخل المقابر، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۹۷ باب مایقول اذا دخل مقبرۃ، المشکوۃ ص ۱۵۴ باب زیارۃ القبور، الفصل الثانی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی میرے ہاں باری ہوتی تو رسول اللہ ﷺ رات کے آخری حصہ میں بقیع (مدینہ منورہ کے قبرستان) تشریف لے جاتے اور فرماتے: اے جماعت مؤمنین! السلام علیکم تمہارے پاس وہ چیز آچکی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، ان شاء اللہ ہم بھی تمہارے پاس آنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔

دلیل نمبر ۴: ”عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك قتلى بدر ثلاثا ثم أتاهم فقام عليهم فناداهم فقال يا أبا جهل بن هشام يا أمية بن خلف يا عتبة بن ربيعة يا شيبة بن ربيعة أليس قد وجدتم ما وعد ربكم حقا فإني قد وجدت ما وعدني ربي حقا فسمع عمر قول النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله كيف يسمعوا وأنى يجيبوا وقد جيفوا قال والذي نفسي بيده ما أنتم بأسمع لما أقول منهم ولكنهم لا يقدرون أن يجيبوا ثم أمر بهم فسحبوا فألقوا في قليب بدر“ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷، باب عرض مقعد المیت)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مقتولین کو تین دن تک اسی طرح چھوڑے رکھا پھر آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور انہیں آواز دی اور فرمایا اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے وہ کچھ نہیں پالیا کہ جس کا تم سے تمہارے رب نے سچا وعدہ کیا تھا میں نے تو وہ کچھ پالیا ہے کہ جس کا میرے رب نے مجھ سے سچا وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا یہ فرمان سنا تو عرض کیا اے اللہ کے رسول! (یہ تو مر چکے ہیں) یہ کیسے سن سکتے ہیں اور کیسے جواب دے سکتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن یہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے پھر آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ انہیں گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں ڈال دو تو انہیں ڈال دیا گیا۔

مستدلین

۱......امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ)

اس شرح میں لکھتے ہیں: ”قال المازری قال بعض الناس الميت يسمع عملا بظاهر هذا الحديث ثم أنكره المازرى وادعى أن هذا خاص فى هؤلاء ورد عليه القاضي عياض وقال يحمل سماعهم على ما

يحمل عليه سماع الموتى في أحاديث عذاب القبر وفتنته التي لامدفع لها وذلك باحيائهم أو إحياء جزء منهم يعقلون به ويسمعون في الوقت الذي يريد الله هذا كلام القاضي وهو الظاهر المختار الذي يقتضيه أحاديث السلام على القبور " (شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۳۸۷ باب عرض مقعد المیت)

ترجمہ: علامہ مازری ﷫ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ: ''میت سنتی ہے اور یہ لوگ بظاہر اس حدیث پر عمل کرتے ہیں۔'' پھر علامہ مازری نے اس موقف کا انکار کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ سماع مقتولین بدر کے ساتھ خاص ہے، لیکن قاضی عیاض ﷫ نے ان کا رد کیا اور فرمایا: ''ان کے سماع کو اسی موقف پر محمول کیا جائے گا جس موقف کو سماع موتیٰ کی احادیث ثابت کرتی ہیں، جو عذاب قبر اور فتنہ قبر سے متعلق ہے جن کی تردید نہیں کی جا سکتی۔ یہ اس طرح (ممکن ہے) کہ ان (کے پورے جسم) کو زندہ کیا جائے یا ان کی کسی جزو کو زندہ کیا جائے جس سے وہ سمجھ سکیں اور اس وقت سن سکیں جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے۔'' یہ قاضی عیاض کا کلام ہے اور یہی ظاہر اور مختار ہے جو قبور پر سلام کی احادیث سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

۲......حافظ ابن تیمیہ ﷫ (م ۷۲۸ھ)

''وَأَمَّا سُؤَالُ السَّائِلِ هَلْ يَتَكَلَّمُ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهِ فَجَوَابُهُ أَنَّهُ يَتَكَلَّمُ وَقَدْ يَسْمَعُ أَيْضًا مَنْ كَلَّمَهُ بِمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّهُمْ يَسْمَعُونَ قَرْعَ نِعَالِهِمْ...... وَثَبَتَ عَنْهُ فِي الصَّحِيحِ أَنَّهُ نَادَى الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ: لَمَّا أَلْقَاهُمْ فِي الْقَلِيبِ. وَقَالَ: مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ. وَالْآثَارُ فِي هَذَا كَثِيرَةٌ مُنْتَشِرَةٌ'' (مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ ج ۴ ص ۱۳۹، ۱۴۰ کتاب مفصل الاعتقاد، رقم السوال ۳۴)

ترجمہ: رہا سائل کا یہ سوال کہ کیا مردہ قبر میں بولتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مردہ بولتا ہے اور کبھی بات کرنے والے کی بات کو سنتا بھی ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میت (دفن کر کے) واپس آنے والوں کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ کو سنتی ہے...... اور آپ ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام نے بدر کے دن جب مشرکین کی لاشیں کنوئیں میں ڈالیں تو انہیں آواز دی اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ میں ان سے جو گفتگو کر رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ نہیں سن رہے، اس (یعنی سماع موتیٰ کے بارے میں) احادیث کثرت سے موجود ہیں جو (کتب حدیث میں) پھیلی ہوئی ہیں۔

دلیل نمبر ۵: ''عن ابن شماسة المهري قال: حضرنا عمرو بن العاص وهو في سياقة الموت فبكى طويلا وحول وجهه إلى الجدار فجعل ابنه يقول يا أبتاه أما بشرك رسول الله ﷺ بكذا أما بشرك رسول الله ﷺ بكذا قال فأقبل بوجهه فقال إن أفضل ما نعد شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله...... فإذا أنا مت فلا تصحبني نائحة ولا نار فإذا دفنتموني فشنوا علي التراب شنا ثم أقيموا حول قبري قدر ما تنحر جزور ويقسم لحمها حتى أستأنس بكم وأنظر ماذا أراجع به رسل ربي'' (مسلم ج ۱ ص ۷۶ باب کون الاسلام)

ترجمہ: ابن شماسہ (عبد الرحمٰن بن شماسہ بن ذئب) کہتے ہیں کہ ہم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب وہ مرض الموت میں مبتلا تھے، وہ بہت دیر تک روتے رہے اور چہرہ مبارک دیوار کی طرف پھیر لیا، ان کے بیٹے ان سے کہہ رہے تھے: اے ابا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں، کیا اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو یہ

بشارت نہیں سنائی؟ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ادھر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے نزدیک سب سے افضل عمل اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (آگے لمبی حدیث ہے، ہم اختصار کے پیش نظر اپنی مطلوبہ بات نقل کرتے ہیں۔ ناقل) پس جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازے کے ساتھ نہ کوئی رونے والی ہو اور نہ آگ ہو، جب تم مجھے دفن کردو تو مجھ پر مٹی ڈال دینا، اس کے بعد میری قبر کے اردگرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ تمہارے قرب سے مجھے انس حاصل ہو اور میں دیکھ لوں کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

علامہ یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ)

اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''فيه فوائد منها اثبات فتنة القبر وسؤال الملكين وهو مذهب أهل الحق ومنها استحباب المكث عند القبر بعد الدفن لحظة نحو ما ذكر لما ذكر وفيه أن الميت يسمع حينئذ من حول القبر'' (شرح مسلم للنووی ج۱ ص۷۶ باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ)

ترجمہ: اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ ان میں سے ایک فتنہ قبر اور فرشتوں کے سوال کا ثبوت ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے۔ ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ دفن کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس ٹھہرنا مستحب ہے۔ ایک یہ بھی ہے کہ قبر کے پاس جو گفتگو کی جائے اس کو قبر والا سنتا ہے۔

نواب وحید الزمان رحمہ اللہ (م ۱۳۳۸ھ)

اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''دفن کے بعد تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرنا چاہئے اور یہ مستحب ہے۔ آٹھویں یہ کہ مردہ اپنی قبر پر حاضر ہونے والوں کی آواز سنتا ہے۔'' (صحیح مسلم مترجم ج۱ ص ۲۰۳ اسلامی کتب خانہ لاہور)

دلیل نمبر ۶: ''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ إِلَى الْمَقْبَرَةِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ'' (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۵ باب مایقول اذا مر بالقبور، مسند احمد ج ۹ ص ۱۶۴، رقم الحدیث ۹۲۶۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۷۹ باب مایقول اذا دخل مقبرۃ، مشکوۃ المصابیح ص ۴۰ کتاب الطہارۃ الفصل الثالث)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مردوں کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: سلام ہے تم پر اے مؤمنوں کے گھر والو! اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

دلیل نمبر ۷: ''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِقُبُورِ الْمَدِينَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ، يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ''

(جامع الترمذی ج۱ ص ۲۰۳ باب مایقول الرجل اذا دخل المقابر، مشکوۃ المصابیح ج۱ ص ۱۵۴ باب زیارۃ القبور، الفصل الثانی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مدینہ منورہ کی قبروں (یعنی جنت البقیع کے قبرستان) پر ہوا، آپ ان قبروں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے قبروں والو! تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں معاف فرمائے، تم ہمارے پیش خیمہ ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

مستدلین

۱......حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ)

''أحاديث السلام على القبور (ثابتة متواترة)''

(التمہید لابن عبد البر ج ۵ ص ۳۸۲ تحت حدیث تاسع عشر لنافع عن ابن عمر)

ترجمہ: وہ احادیث جن سے قبر پر سلام کہنا معلوم ہوتا ہے، ثابت اور متواتر ہیں۔

اور حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے اس قول کی تائید کرتے ہیں۔

(کتاب الروح ص ۱۱۵ فصل: الارواح علی افنیۃ قبورہا)

۲......حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۸ھ)

''فأما استماع الميت للأصوات من القراءة وغيرها فحق'' (اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم ص ۳۷۹)

ترجمہ: مردے کا سلام اور قراءت کی آوازوں کو سننا حق ہے۔

۳......حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۱ھ)

''وقد شرع النبي لأمته إذا سلموا على أهل القبور أن يسلموا عليهم سلام من يخاطبونه فيقول: السلام عليكم دار قوم مؤمنين وهذا خطاب لمن يسمع ويعقل ولولا ذلك لكان هذا الخطاب بمنزلة خطاب المعدوم والجماد والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الآثار عنهم بأن الميت يعرف زيارة الحي له ويستبشر به'' (کتاب الروح ص ۷ المسئلۃ الاولیٰ)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے یہ حکم فرمایا کہ وہ جب اہل قبور کو سلام کریں تو اس طرح سلام کریں جس طرح مخاطب کو سلام کیا جاتا ہے۔ لہٰذا سلام کہنے والا یوں کہے: اے مؤمنوں کی بستی میں رہنے والو! تم پر سلام ہو، اور یہ خطاب اس کو ہے جو سنتا اور جانتا ہے، اگر ان کو یہ خطاب نہ ہوتا تو اس خطاب میں وہ ایسے ہوتے جیسے معدوم اور بے جان چیزیں، اور سلف صالحین رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے آثار مروی ہیں کہ جب کوئی زندہ مردہ کی زیارت کے لئے آتا ہے (اور اسے سلام کہتا ہے تو اس کی آواز سے) مردہ اُس کو پہچان لیتا ہے اور اس کی آمد سے وہ خوشی محسوس کرتا ہے۔

دلیل نمبر ۸: امام ابن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ) نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ اپنے مصنف میں نقل فرمایا ہے، اس میں آتا ہے: ''عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يَرْجِعُ مِنْ ضَيْعَتِهِ فَيَمُرُّ بِقُبُورِ الشُّهَدَاءِ فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَإِنَّا بِكُمْ لَلَاحِقُونَ، ثُمَّ يَقُولُ لِأَصْحَابِهِ: أَلَا تُسَلِّمُونَ عَلَى الشُّهَدَاءِ فَيَرُدُّونَ عَلَيْكُمْ'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳۵۶ کتاب الجنائز، باب ماذکر علی التسلیم علی القبور اذا مر بھا)

ترجمہ: عامر بن سعد اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ جب اپنی زمین (کھیتی) سے واپس آتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: (اے قبر والو!) تم پر

سلامتی ہو اور بے شک ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، پھر اپنے ساتھیوں سے فرماتے: کیا تم شہداء کو سلام نہیں کہتے تا کہ وہ تمہیں تمہارے سلام کا جواب دیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک جلیل القدر، صاحب منقبت اور مستجاب الدعوات صحابی تھے ان کا بھی یہ نظریہ تھا کہ شہداء زندوں کا سلام سنتے اور ان کو جواب دیتے ہیں۔

دلیل نمبر ۹: ''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَعَرَفَهُ وَإِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ'' (شعب الایمان للبیہقی ج ۷ ص ۱۷ فصل فی زیارۃ القبور رقم الحدیث ۹۲۹۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اس آدمی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے جس کو وہ پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب کسی ایسے آدمی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جس کو وہ نہیں پہچانتا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ بھی اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۰: ''عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ما من أحد مر بقبر أخيه المؤمن كان يعرفه في الدنيا فسلم عليه إلا عرفه ورد عليه السلام''

(الاستذکار لابن عبد البر ج ۱ ص ۱۸۵ کتاب الطہارۃ، باب جامع الوضوء، التذکرۃ للقرطبی ص ۱۳۰ باب ما جاء ان المیت یسمع ما یقال)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے اس مسلمان بھائی جس کو دنیا میں پہچانتا تھا، کی قبر پر گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو یہ قبر والا بھی اس کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

مستدلین اور مصححین

۱......امام محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمہ اللہ (م ۶۷۱ھ)

''صححه أبو محمد عبد الحق'' (التذکرۃ للقرطبی ص ۱۳۰/ باب ما جاء ان المیت یسمع ما یقال)

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابو محمد عبد الحق نے صحیح قرار دیا ہے۔

۲......حافظ ابن تیمیہ الحنبلی رحمہ اللہ (م ۷۲۸ھ)

''وقد روى حديث صححه ابن عبد البر أنه قال ما من رجل يمر بقبر الرجل''

(اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم ص ۳۲۶)

ترجمہ: ایک حدیث روایت کی گئی ہے جسے علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے کہ جو شخص کسی کی قبر کے قریب گزرتا ہے الخ!

۳......علامہ ابن عبد الہادی الحنبلی رحمہ اللہ (م ۷۴۴ھ)

''وهو صحيح الإسناد'' (الصارم المنکی ص ۲۲۴)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ''وهذا قد جاء عموما في حق المؤمنين: ما من رجل يمر بقبر الرجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام'' (الصارم المنکی ص ۱۱۵)

ترجمہ: یہ تو عام مؤمنین کے حق میں بھی آیا ہے کہ جو شخص کسی ایسے آدمی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا، تو جب بھی یہ آدمی اس کو سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس قبر والے کی طرف اس کی روح کو لوٹا دیتا اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۴......حافظ ابن القیم الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۱ھ)

''قال ابن عبد البر: ثبت عن النبي ﷺ أنه قال: ما من مسلم يمر على قبر أخيه الخ''

ترجمہ: علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے یہ روایت ثابت ہے کہ جو شخص اپنے اس مسلمان بھائی الخ۔ (کتاب الروح ص ۷/ المسئلۃ الاولیٰ)

۵......علامہ تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۶ھ)

''ذكره جماعة وقال القرطبي في التذكرة ان عبد الحق صححه الخ''

ترجمہ: اس روایت کو ایک جماعت نے بیان کیا ہے اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ امام عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (شفاء السقام ص ۲۴۶/ الباب الخامس فی تقریر کون الزیارۃ قربۃ)

۶......حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ)

''من أشهر ذلك ما رواه ابن عبد البر مصححا له، عن ابن عباس مرفوعا: ما من أحد يمر بقبر أخيه المسلم الحديث'' (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۵ سورۃ الروم تحت الآیۃ ۵۲)

ترجمہ: سماع موتی کے مشہور دلائل میں سے ایک وہ روایت بھی ہے جس کو امام عبد البر نے مرفوعاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تصحیح کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جو شخص بھی اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے قریب سے گزرے۔ الخ!

۷......علامہ ابو محمد عبد الحق سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ)

''ورواه ابن عبد البر وصححه'' (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۱/ الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

ترجمہ: علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور علامہ سمہودی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۸......علامہ طحطاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۱ھ)

''وأخرج ابن عبد البر في الاستذكار والتمهيد بسند صحيح عن ابن عباس قوله۔ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من أحد يمر بقبر أخيه المؤمن'' (حاشیہ الطحطاوی ص ۶۲۱ فصل فی زیارۃ القبور)

ترجمہ: امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاستذکار'' اور ''التمہید'' میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص بھی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے۔ الخ!

۹......علامہ سید محمود آلوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ)

''أخرج إبن عبد البر وقال عبد الحق الأشبيلي إسناده صحيح عن إبن عباس مرفوعا ما من أحد

يمر بقبر أخيه المؤمن ......الخ'' (روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۵ سورۃ الروم تحت رقم الآیۃ ۵۲)

ترجمہ: امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور امام عبدالحق اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہیں کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے۔ الخ!

دلیل نمبر ۱۱: ''وأخرج العقيلي عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال أبو رزين يا رسول الله إن طريقي على الموتى فهل من كلام أتكلم به إذا مررت عليهم قال قل السلام عليكم يا أهل القبور من المسلمين والمؤمنين أنتم لنا سلف ونحن لكم تبع وإنا إن شاء الله بكم لاحقون قال أبو رزين يا رسول الله يسمعون قال يسمعون ولكن لا يستطيعون أن يجيبوا قال يا أبا رزين ألا ترضى أن يرد عليك بعددهم من الملائكة'' (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور ص ۲۰۳ باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: امام عقیلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرا راستہ مردوں کے پاس (یعنی قبرستان) سے گزرتا ہے، کیا میں ان کے قریب سے گزرتے ہوئے کوئی کلام کرلیا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ کہا کرو: اے مسلمان و مومن قبروں والو! تم پر سلام ہو، تم ہمارے پیش رو ہو اور تم تمہارے تابع ہیں اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا وہ سنتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! سنتے ہیں مگر جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے، مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو رزین! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم جتنے مردوں کو سلام کہو اتنی ہی تعداد میں فرشتے تمہیں اس سلام کا جواب دیں۔

اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اہل قبور اپنی قبروں میں باہر سے سلام کہنے والے کا سلام سنتے ہیں۔

اشکال: ممکن ہے کسی کو یہ اشکال ہو کہ اس حدیث کے آخری حصہ ''مگر جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے'' سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

جواب: تو اس کا جواب علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) نے دیا ہے۔ چنانچہ اسی حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''قوله لا يستطيعون أن يجيبوا أي جوابا يسمعه الجن والإنس فهم يردون حيث لا يسمع''

(شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور ص ۲۰۳ ر باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ: ''وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے'' کا مطلب یہ ہے کہ ایسا جواب کہ جس کو جن اور انسان سن سکیں، (اس لئے کہ) مردے جواب تو دیتے ہیں مگر وہ (عادۃً) سنا نہیں جاتا۔

معلوم ہوا کہ مردے سلام سننے کے بعد اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی الحنفی (م ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں: ''وما أخرجه العقيلي من أنهم يسمعون السلام ولا يستطيعون رده محمول على نفي إستطاعة الرد على الوجه المعهود الذي يسمعه الأحياء''

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۸ سورۃ الروم تحت رقم الآیۃ ۵۲)

ترجمہ: جس حدیث کو امام عقیلی نے تخریج کیا ہے کہ: ''مردے سلام تو سنتے ہیں لیکن سلام کا جواب دینے

کی طاقت نہیں رکھتے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ روزمرہ کے اس عام طریقہ سے جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے جس کو زندہ لوگ سن سکیں۔

اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہ حدیث قابل قبول ہے اسی لئے انہوں نے اس کو تسلیم کر کے اس کا صحیح محمل اور مطلب بیان فرمایا ہے اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ اس میں سلام کا جواب دینے کی نفی مطلق نہیں بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مردے ایسے انداز سے سلام کا جواب دیتے ہیں کہ متعارف اور معتاد طریقہ پر زندہ لوگ اس کو نہیں سن سکتے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) کے نواسے اور علمی جانشین شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی (م ۱۲۶۲ھ) ایک سوال کے جواب میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ہم یہاں پر سوال اور جواب دونوں نقل کرتے ہیں تا کہ بات آسانی سے سمجھ میں آجائے۔

''سوال نوزدہم: اہل قبور زیارت کرنے والے کا سلام سنتے ہیں اور شریعت میں اس کے بارے میں کچھ بیان ہے یا نہیں؟

جواب: مردے کا زیارت کرنے والے کا سلام سننے کے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے مشکوٰۃ کی شرح میں نقل فرمایا ہے جس کی عبارت یہ ہے:''قال السيوطي وأخرج العقيلي عن أبي هريرة قال قال أبو رزين يا رسول الله إن طريقي على الموتى فهل من كلام أتكلم به إذا مررت عليهم قال قل السلام عليكم يا أهل القبور من المسلمين والمؤمنين أنتم لنا سلف ونحن لكم تبع وإنا إن شاء الله بكم لاحقون قال أبو رزين يسمعون قال يسمعون ولكن لا يستطيعون أن يجيبوا قال أبا رزين ألا ترضى أن يرد عليك بعددهم من الملائكة اه وقوله لا يستطيعون أن يجيبوا أي جوابا يسمعه الحي وإلا فهم يردون حيث لا نسمع''

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقیلی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابورزین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا راستہ قبرستان میں سے ہے، تو کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ جب میں اس طرف جایا کروں تو ان سے ہم کلام ہوسکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! السلام علیکم یا اهل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم سلف لنا ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون کہا کرو۔ ابورزین نے عرض کیا کہ مردے سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: سنتے ہیں لیکن جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے (اور کہا اے) ابورزین! تو اس پر راضی نہیں کہ مردوں کے شمار کے مطابق فرشتے تیرے سلام کا جواب دیں (ملا علی قاری فرماتے ہیں) اور یہ قول رسول کہ مردے جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے مطلب اس سے یہ ہے کہ ایسا جواب جس کو زندہ لوگ بھی سن لیں، نہیں دیتے بلکہ ایسا جواب دیتے ہیں جس کو ہم نہیں سنتے۔ انتھی! (شرح مشکوٰۃ لملا علی قاری)　　(امداد السائل ترجمہ مائۃ مسائل ص ۴۷، ۴۸)

دلیل نمبر ۱۲: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:'' رسالہ قشیریہ میں ایک کفن چور کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، ایک عورت فوت ہوگئی، لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، اسی کفن چور نے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی تا کہ اس عورت کی قبر کا پتا چل جائے، جب کافی رات گزر گئی تو اس کفن چور نے اس عورت کی قبر کھودی، اس عورت نے کہا: سبحان اللہ! بخشا ہوا مرد بخشی ہوئی عورت کا کفن اتار رہا ہے۔ کفن چور نے کہا: ٹھیک ہے، تم کو بخش

دیا گیا ہوگا میں کیسے بخشا ہوا ہوں؟ اس عورت نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بخش دیا اور جن لوگوں نے میری نماز جنازہ پڑھی تھی ان سب کو بخش دیا اور تم نے بھی میری نماز جنازہ پڑھی تھی۔ پھر اس شخص نے وہ کفن چھوڑ دیا۔ قبر پر مٹی ڈال دی اور سچی اور پکی توبہ کر لی۔'' (شرح الصدور ص ۲۰۸ باب زیارۃ القبور وعلم الموتی بزوارھم)

دلیل نمبر ۱۳: علامہ سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: ''امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یحییٰ بن ابی ایوب خزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان مسجد میں رہتا تھا، حضرت عمر اس کو پسند کرتے تھے، اس کا ایک بوڑھا باپ تھا، عشاء کی نماز کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس چلا جاتا تھا، اس کا راستہ ایک عورت کے دروازہ کے پاس تھا، وہ اس پر فریفتہ ہوگئی، وہ اس کے راستہ میں کھڑی رہتی تھی، ایک رات جب وہ وہاں سے گزرا تو وہ اس کو ورغلا کر لے آئی، اس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾ (الاعراف: ۲۰۱) کہ بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ فوراً متنبہ ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ وہ جوان اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گیا، اس عورت نے اپنی خادمہ کو بلایا اور دونوں مل کر اس کو باپ کے دروازے پر چھوڑ آئیں، ادھر اس کا باپ پریشان تھا، وہ اس کو ڈھونڈنے نکلا تو وہ دروازے پر بے ہوش پڑا ہوا ملا، اس نے اپنے گھر والوں کو بلایا، وہ سب مل کر اسے اٹھا کر لے گئے، رات کو کافی دیر بعد اس کو ہوش آیا تو اس کے باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم کو کیا ہوا تھا؟ بیٹے نے ٹالنا چاہا، باپ نے پھر خدا کا نام لے کر سوال کیا، تب بیٹے نے تمام ماجرا سنایا، باپ نے پوچھا: بیٹا! وہ کون سی آیت تھی؟ تب اس نے وہ آیت دوبارہ پڑھی جو اس نے پہلے پڑھی تھی اور آیت پڑھتے ہی وہ پھر بے ہوش ہوگیا۔ ماں باپ نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ جاں بحق ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس کو غسل دے کر رات ہی میں دفن کر دیا، صبح کو یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس جا کر تعزیت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے دفن کے وقت مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا: اس وقت رات تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کے پاس لے چلو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فلاں! ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾ (الرحمٰن: ۴۶) کہ جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کو دو جنتیں ملتی ہیں۔ اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب نے دو جنتیں دو مرتبہ عطاء فرمائی ہیں۔'' (شرح الصدور ص ۲۱۳ باب زیارۃ القبور وعلم الموتی بزوارھم)

دلیل نمبر ۱۴: علامہ آلوسی رحمہ اللہ (م ۱۲۷۰ھ) نے عبید بن مرزوق کے مرسل سے ابو الشیخ کے حوالہ سے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیتی تھی۔ اس کی وفات ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی وفات کا علم نہ ہو سکا، وہ دفن ہو چکی اور آپ اس کی قبر کے پاس سے گزرے تو فرمایا: یہ قبر کس کی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ ام محجن رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں حضرت وہی۔ لوگوں نے صف باندھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا جنازہ پڑھایا (جو آپ کی خصوصیت تھی یا اس کے لئے اجتماعی صورت میں دعا کی) آپ نے اس بی بی سے دریافت کیا کہ تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم اس سے زیادہ نہیں سن رہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس نے جواب یہ دیا ہے کہ میں نے مسجد کی صفائی کو بہترین عمل پایا۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۵ سورۃ الروم تحت رقم الآیۃ ۵۲)

باب ششم

نوٹ: باب ششم کو یہاں سے حذف کر دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے ''حرف چند'' ملاحظہ فرمالیں:

باب ہفتم

مسئلہ استشفاع عند القبر

اس باب میں مسئلہ **استشفاع عند القبر** پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر جاکر آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔

اہل السنت والجماعت کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر جاکر آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔ لیکن فرقہ مماتیت نے اس کو بدعت قبیحہ، ذریعہ شرک، گمراہی اور ممنوع قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱...... شیر محمد صاحب خطیب جامع مسجد اشاعت التوحید والسنۃ جھنگ ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' راولپنڈی (ج ۲۳ ش ۱۰۰) کے حوالے سے اشاعت التوحید والسنہ کا موقف یوں لکھتے ہیں:

''استشفاع کے متعلق مجلس مقننہ اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان کا فیصلہ

ہماری جماعت کے نزدیک کسی پیغمبر یا ولی کے مزار پر جا کر یہ کہنا کہ میرے لئے دعا کریں بدعت قبیحہ، مستقد شہ اور ذریعہ شرک ہے۔ (دستخط)

☆عنایت اللہ ☆احقر محمد طاہر ☆سجاد بخاری ☆عارف طاہری

☆احقر عبد اللہ غفر اللہ ☆بدیع الزمان ☆فضل حق ☆احسان الحق عفا اللہ عنہ

☆سمیع الحق ☆ضیاء الحق ☆محمد حسین غفرلہ ☆عصمۃ اللہ''

(آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۹)

۲...... سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''**استشفاع عند القبر** تعامل امت کے خلاف ہے...... اس کے بدعت اور گمراہی ہونے میں بھی شک نہیں۔'' (اقامۃ البرہان ۳۰۹)

مزید لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک سے **استشفاع**...... بدعت سیئہ ہے۔ (اقامۃ البرہان ص ۳۱۲)

۳...... شہاب الدین خالدی صاحب بھی **استشفاع** کو بدعت اور ممنوع لکھتے ہیں۔ (عقائد علماء اسلام ص ۶۸۱)

لہٰذا ہم اس باب میں مسئلہ **استشفاع** کو دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔

قرآن پاک سے دلیل

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ''وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا'' (سورۃ النساء ۶۴)

ترجمہ: اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

وہ آیات جو کسی خاص پس منظر کے تحت نازل ہوئی ہوں لیکن الفاظ عام استعمال کئے گئے ہوں تو جمہور علماء وفقہاء کے نزدیک سبب نزول کے اس خاص واقعہ کے بجائے الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوگا۔ اس قاعدہ کے لئے علماء اصول اور ارباب تفسیر کے ہاں ایک معروف قاعدہ ہے: ''العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب'' کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوگا نہ کہ سبب نزول کے خاص واقعہ کا۔ (کشف الاسرار باب حکم الاجماع، تفسیر القرطبی، سورۃ الاعراف: ۳۱)

اس آیت کریمہ میں بھی عموم الفاظ کی وجہ سے حکم بھی عام ہے کہ جو بھی مسلمان نبی کریم ﷺ کے پاس آئے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کر کے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کرے گا اور نبی کریم ﷺ بھی اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی مغفرت فرمادیں گے۔

اس آیت کریمہ میں ﴿وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ (رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے) کے الفاظ اس حقیقت کو بیان کررہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا وجود مبارک مؤمنین کی مغفرت اور قبولیتِ دعا کے لئے ایک سبب اور وسیلہ ہے، ورنہ آیت میں صرف ﴿فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ﴾ (یہ لوگ اللہ سے مغفرت مانگتے) کے الفاظ پر اکتفاء کیا جاتا۔

مؤمنین کا رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دعائیں کرانے کے لئے آپ کے پاس آنا اور آپ ﷺ کا ان کے لئے دعائیں فرمانا بے شمار دلائل سے ثابت ہے، چاہے وہ دعا مغفرت کے لئے ہو یا دنیاوی کام کاج کے لئے، یہ بات ناقابل تردید حقیقت ہے اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ لیکن جب نبی کریم ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما کر عالم برزخ میں چلے گئے اور اپنی قبر مبارک میں آرام فرما ہوئے تو اب آپ ﷺ سے معافی ومغفرت کی دعا کرانا، بارش یا کسی اور مصیبت کے وقت آپ سے درخواست کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ اور یہ کام جائز بھی ہے یا نہیں؟ اور اس آیت کا حکم آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد باقی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں ہم اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی سواد اعظم کے اندر رہتے ہوئے جمہور علماء کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ آیت اپنے عموم کی وجہ سے اب بھی قابل عمل ہے، ہم اس میں کسی قسم کی تنسیخ یا ترمیم کے قائل نہیں ہیں۔ ہمارے اکابر نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی اس کا حکم اسی طرح باقی رکھا ہے جس طرح آپ کی زندگی میں تھا۔ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱...... حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں: ''مواہب میں بسند امام ابو المنصور صباغ، ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ محمد بن حرب ہلال سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل فرمائی، جس میں ارشاد فرمایا ہے: ''وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا'' اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور آپ کے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں۔ پھر دو شعر پڑھے...... اور ان محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ ہجری میں ہوئی ہے، غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہوگیا۔'' (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۲۴۲، ۲۴۳)

۲...... شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۹۴ھ) لکھتے ہیں: ''فثبت ان حکم الآیۃ باق بعد وفاتہ ﷺ''
(اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۱۲ / باب زیارۃ قبر النبی الکریم)

<u>ترجمہ</u>: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔

۳...... مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۶ھ) لکھتے ہیں: ''اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہو سکتی تھی، اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔'' (معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۹ تحت سورۃ النساء رقم الآیۃ ۶۴)

ان حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس آیت کا حکم بعد وفات بھی باقی ہے۔

اب ہم چند مفسرین ومحدثین اور دیگر علمائے امت سے ثابت کرتے ہیں کہ سلف صالحین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آ کر آپ سے دعا کی درخواست کرتے تھے:

۱...... علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۱۰ھ)

علامہ نسفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت ایک اعرابی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس پر حاضر ہو کر استشفاع کرنا نقل کرتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں: ''ایک بدوی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد حاضر آیا اور قبر مبارک پر گر گیا، اس کی مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالی اور کہا: یارسول اللہ! جو آپ نے فرمایا میں نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں سے یہ آیت بھی ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيمًا اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آ کر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔ اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء مغفرت فرمائیں۔ قبر مبارک سے آواز آئی کہ تم کو بخش دیا گیا۔ (مدارک التنزیل ج ۱ ص ۲۴۳ تحت النساء: ۶۴)

۲...... علامہ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ)

علامہ ابن کثیر نے بھی اس آیت کے تحت یہ واقعہ کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ کیا نقل فرمایا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ''ایک جماعت نے عتبی سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے جس میں شیخ ابو منصور الصباغ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، یہ واقعہ انہوں نے اپنی کتاب ''الشامل'' میں بیان کیا ہے کہ عتبی کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: السلام علیک یارسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيمًا کہ جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آ کر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کر رہا ہوں۔ اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے:

يا خيرَ من دُفِنَت بالقاعِ أعظُمُه	فطاب من طيبهنَّ القاعُ والأكَمُ
نَفسي الفداءُ لقبرٍ أنت ساكنُه	فيه العفافُ وفيه الجودُ والكرمُ

ترجمہ: اے وہ بہترین ذات! جو ٹیلے میں مدفون ہے، جس کی پاکیزگی سے یہ ٹیلے اور صحرا بھی پاکیزہ ہوگئے، میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ﷺ رہائش پذیر ہیں (اس لئے کہ) اس میں عفت، سخاوت اور کرم نوازی ہے۔

عتبی کہتے ہیں: پھر وہ اعرابی لوٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی، خواب میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھتا ہوں کہ آپ مجھ سے فرما رہے ہیں: اے عتبی جا کر اس اعرابی کو خوش خبری سنا دو کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۶۷۹ تحت سورۃ النساء: ۶۴)

۳...... علامہ نور الدین علی بن احمد السمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ)

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر آپ سے دعا کرانے کے متعلق اس آیت کے ذیل میں دو واقعات نقل کئے ہیں:

پہلا واقعہ: علامہ سمہودی فرماتے ہیں: ''علمائے کرام نے موت وحیات کی دونوں حالتوں میں آیت سے عموم سمجھا ہے اور قبر انور پر آنے والے کے لئے یہ حضرات مستحب سمجھتے ہیں کہ وہ اس (آیت) کی تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ یہاں ایک اعرابی کی حکایت بھی ملتی ہے، چنانچہ محمد بن حرب ہلالی کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں داخل ہوا، نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوا، زیارت کی اور آپ کے بالمقابل بیٹھ گیا، اتنے میں ایک اعرابی آیا، اس نے زیارت کی اور عرض کی: اے سب رسولوں میں سے بہتر! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے، اور اس میں فرمایا ہے: ''وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا'' اور میں بھی گناہوں کی بخشش کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ کی شفاعت چاہتا ہوں۔ پھر وہ رونے لگا اور مذکورہ اشعار کہے:

پھر وہ شخص استغفار کرتا رہا اور واپس چلا گیا۔ محمد بن حرب کہتے ہیں کہ میں سو گیا تو خواب میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس آدمی کے پاس جاؤ اور کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے میری شفاعت کی وجہ سے اسے بخش دیا ہے۔ میں بیدار ہوا اور اسے تلاش کرنے نکلا لیکن وہ کہیں نہ مل سکا۔''

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۶۰، ۱۳۶۱/ الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

دوسرا واقعہ: حافظ ابو سعید السمعانی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر چکے تھے تو تین دن کے بعد ایک اعرابی (دیہاتی) ہمارے پاس آیا۔ وہ قبر انور پر گر گیا اور خاک اٹھا کر اپنے سر پر ڈالی۔ عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! آپ ارشاد فرماتے تھے تو ہم اسے سنتے تھے، آپ نے اللہ تعالیٰ سے (اس کا کلام) محفوظ کیا اور ہم نے آپ سے محفوظ کیا۔ اللہ نے آپ پر یہ آیت اتاری: ''وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا'' میں نے بھی اپنے آپ پر ظلم کر رکھا ہے، اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ چنانچہ قبر مبارک سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۶۱/ الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

۴...... شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ)

حافظ ابو عبد اللہ ''مصباح الظلام'' میں امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں

کہ آنحضرت ﷺ کے دفن کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا اور قبر پر گر پڑا، اس کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالتا تھا اور کہتا تھا کہ یارسول اللہ! آپ نے جو کچھ اپنے رب سے سنا وہ میں نے آپ سے سنا اور آپ نے جو کچھ خدا سے یاد کیا میں نے آپ سے یاد کیا، اور وہ یہ آیت ہے: ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا“ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ قبر شریف سے ایک آواز آئی قد غفر لک، کہ تیری مغفرت کر دی گئی ہے۔ (جذب القلوب ص ۲۲۶)

۵...... مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۶ھ)

اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کے لئے دعاء مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہو سکتی تھی، اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول ﷺ اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعاء کریں۔ اُس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے یہ آواز آئی: (قد غفرت لک) یعنی تیری مغفرت کر دی گئی۔“

(معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۹ تحت سورۃ النساء رقم الآیۃ ۶۴)

صحابہ رضی اللہ عنہم اور مسئلہ استشفاع

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک قحط پڑا، اس میں مسلمانوں پر بہت تنگی کے ایام آئے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی قبر پر جا کر رسول اللہ ﷺ سے بارش کی دعا کرنے کی درخواست کی۔

اس واقعہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (۲۳۵ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ”عَنْ مَالِكِ الدَّارِ، قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ، قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَقِيمُونَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسُ، عَلَيْكَ الْكَيْسُ، فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ“

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۷ ص ۶۴، ۶۵ باب ما ذکر فی فضل عمر بن الخطاب)

ترجمہ: مالک الدار جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے، بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بار لوگوں پر قحط آ گیا۔ ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ قحط سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ

اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو: تم پر سوجھ بوجھ (دانائی) لازم ہے۔ یہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا: اے اللہ! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے اس واقعہ کے ضمن میں یہ بات نقل کی ہے کہ جب یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان کیا اور فرمایا: ''اے لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں میرے طرزِ عمل سے زیادہ کوئی بہتر طرز عمل معلوم ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلال بن حارث کا خواب سنایا تو انہوں نے کہا: ان کا خواب سچا ہے۔''

(تاریخ طبری مترجم ج ۲ ص ۸۷ عامۃ الرماد کے واقعات، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۹۸)

تصحیح روایت

۱...... علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں: ''وھذا إسناد صحیح'' (البدایۃ والنہایۃ ج ۴ ص ۹۸)

۲...... حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''وروی ابن أبي شیبة باسناد صحیح من روایة أبي صالح السمان عن مالك الدار'' (فتح الباری ج ۲ ص ۶۳۹ رباب سوال الناس الامام الاستقاء اذا قحطوا)

ترجمہ: اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ ابو صالح السمان کے طریق سے مالک الدار سے روایت کیا ہے۔

۳...... علامہ السمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: ''ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح سند کے ساتھ مالک الدار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔'' (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۷۴ رالفصل الثالث فی توسل الزائر)

استدلال

علامہ سیف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الفتوح'' میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ اس واقعہ سے استدلال یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ (یعنی قبر) میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش طلب کرنے کی دعا کی التجاء ہوئی اور اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب تعالیٰ سے دعاء کرنا کوئی ممتنع امر نہیں ہے اور جو آپ سے سوال کرتا ہے آپ اسے پہچانتے ہیں جیسے گزر چکا ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش وغیرہ کے طلب کرنے کے سوال میں کوئی مانع نہیں ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا میں ایسا سوال کیا جاتا تھا۔

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۷۴ رالفصل الثالث فی توسل الزائر)

اس حدیث کو بہت سے محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے، بعض کتب میں کہیں الفاظ کی کمی بیشی بھی ہے مگر جس بات سے ہمارا استدلال ہے وہ سب میں موجود ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔

فوائد و مسائل

حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں:

۱...... یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی وفات شریف سے تقریباً سات یا آٹھ سال بعد پیش آیا، اس وقت بکثرت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

۲...... قبر مبارک پر جا کر دُعا کرنے والے اور پھر خواب دیکھنے والے جلیل القدر صحابی بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ تھے۔

۳...... آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب دعا اور سوال شفاعت کرنا شرک نہیں، ورنہ جلیل القدر صحابی یہ کارروائی ہرگز نہ کرتے۔

۴...... اس سچے خواب کو خلیفہ راشد کی تائید و تصویب حاصل ہے۔

۵...... یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان فرمایا تو انہوں نے ((صَدَقَ بلال)) فرما کر اس کی پرزور تائید و تصدیق کی۔

۶...... اس واقعہ کی حقیقت اور صداقت علمائے اسلام کے محتاط طبقہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کے اس فتویٰ سے بھی ہوتی ہے جسے انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب مغفرت اور سوال شفاعت کی دُعا کرنا جائز ہے۔ (اس کی عبارات آگے نقل ہو رہی ہیں)

مسئلہ استشفاع اور حضرات فقہاء کرام اور محدثین عظام

۱...... امام مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۹ھ)

علامہ قاضی عیاض المالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”ایک مرتبہ خلیفہ منصور مدینہ منورہ آیا اور اس نے امام مالک سے دریافت کیا کہ میں قبر نبوی کی زیارت کرتے وقت دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور ﷺ کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے منہ کیوں موڑتے ہیں حالانکہ وہ تمہارے لئے اور تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے روزِ قیامت وسیلہ ہیں، بلکہ اے امیر! آپ کو چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی جانب متوجہ رہیے اور حضور ﷺ کی شفاعت کے طلب گار رہیے۔“

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۲ ص ۲۶ / الباب الثالث فی تعظیم امرہ و وجوب توقیرہ)

۲...... محقق علی الاطلاق علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۶۱ھ)

علامہ ابن الہمام الحنفی آداب زیارت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ثم يسأل النبي صلى الله عليه وسلم الشفاعة فيقول يا رسول الله أسألك الشفاعة يا رسول الله أسألك الشفاعة وأتوسل بك إلى الله في أن أموت مسلما على ملتك وسنتك ...... ثم ينصرف متباكيا متحسرا على فراق الحضرة الشريفة النبوية والقرب منها“ (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۲۹ و ۱۸۴ کتاب الحج، المقصد الثالث فی زیارۃ قبر النبی)

ترجمہ: پھر نبی اکرم ﷺ سے شفاعت کا سوال کرے اور یہ کہے: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مروں اور آپ کی سنتوں پر عامل ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں...... پھر آپ ﷺ کے قرب اقدس سے روتا ہوا اور جدائی کا غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو۔

۳......حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ)

’’سوایک تو ان میں سے یہ آیت ہے:﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾ کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں، آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے اُمتی ہوں، اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ ﷺ کا وجودِ تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ ﷺ قبر میں زندہ ہوں۔ (آب حیات ص ۵۲)

۴......حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۲ھ)

آپ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ’’فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے، پس یہ جواز کے لئے کافی ہے۔‘‘ (فتاوی رشیدیہ ج ۱۱۲)

آپ نے مسائل حج پر ایک مستقل کتاب ’’زبدۃ المناسک‘‘ کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں آپ لکھتے ہیں: ’’پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور سرہانے کی دیوار کے کونہ میں جو ستون ہے، اس سے تین چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرے کچھ بائیں طرف کو مائل ہو کر تاکہ چہرہ شریف کے خوب مواجہ ہووے، اور با ادب تمام اور باخشوع کھڑا ہو زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگاوے کہ محل ادب و ہیبت ہے، اور حضرت ﷺ کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے لیٹے ہوئے تصور کرے اور کہے:

السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا خیر خلق اللہ

(یہ سلام کافی بڑا ہے ہم نے دو فقرے نقل کر دیئے ہیں، سلام کے بعد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ استشفاع اور توسّل بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں)

اور پھر حضرت ﷺ کے وسیلہ سے دُعا کرے اور شفاعت چاہے، کہے: ’’یَا رَسُوْلَ اللهِ! اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَةَ وَ اَتَوَسَّلُ بِکَ اِلَی اللهِ فِیْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّتِکَ وَ سُنَّتِکَ‘‘ (اے اللہ کے رسول! میں آپ سے سفارش کی درخواست کرتا ہوں اور آپ کو اللہ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں اس بات میں کہ میں آپ ﷺ کی ملت اور آپ ﷺ کی سنت پر مسلمان کی حیثیت پر جان دوں)

اور ان الفاظ میں جس قدر چاہے زیادہ کرے مگر ادب اور عجز کے کلمات ہوں، لیکن سلف یہاں الفاظ مختصر کہنے کو جہاں تک اختصار ہو مستحسن رکھتے ہیں اور بہت پکار کر نہ بولے بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو، عرض کرے۔

’’السلام یا رسول اللہ من فلان بن فلان یَسْتَشْفِعُ بکَ الی ربّکَ‘‘ (اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو، فلاں بن فلاں آپ کی شفاعت کا طلبگار ہے) (تالیفات رشیدیہ ص ۶۴۹، ۶۵۰ رسالہ زبدۃ المناسک)

۵......مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اعرابی کا واقعہ جس میں رسول اللہ ﷺ کی قبر پر آنے اور مغفرت کی دعا کا ذکر ہے، نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ’’اور ان محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ ہجری میں ہوئی ہے، غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔‘‘ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۲۴۲)

باب ہشتم

مسئلہ عرضِ اعمال

اس باب میں مختصر طور پر مسئلہ عرض اعمال کو بیان کیا گیا ہے، کیونکہ مماتی فرقہ اس کا بھی انکار کرتا ہے اور اس مسئلہ کو شیعوں کا مسئلہ کہتا ہے

قارئین کرام! اس باب میں ہم مسئلہ عرضِ اعمال کے متعلق کچھ دلائل عرض کریں گے، مگر پہلے تنقیح مسئلہ کے طور پر مسئلہ کی کچھ وضاحت بیان کرتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں تین گروہ پائے جاتے ہیں:

پہلا گروہ

اس گروہ میں مماتی، موجودہ غیر مقلدین اور بہت سے آزاد خیال لوگ شامل ہیں۔ یہ گروہ سرے سے اس بات کا قائل ہی نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کے ہاں عرض اعمال کا عقیدہ شیعوں کا عقیدہ ہے (معاذ اللہ)۔ چنانچہ خان بادشاہ صاحب (مماتی) لکھتے ہیں: ''وقد ذكرت مختصراً ان عرض الاعمال عقيدة الشيعة'' (القول الصحیح ص ۳۴۰)

ترجمہ: میں نے مختصراً یہ ذکر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر اعمال کا پیش ہونا یہ شیعہ کا عقیدہ ہے۔

عبد المقدس صاحب بن ناصر شاہ لکھتے ہیں: ''شیعوں کا مسلک ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ائمہ کرام پر عمل پیش ہوتا ہے۔'' (تحقیق الحق ص ۳۰۹)

دوسرا گروہ

اس گروہ میں شیعہ حضرات، بریلوی حضرات اور دیگر اہل بدعت شامل ہیں۔ یہ لوگ تفصیلی طور پر اعمال پیش ہونے کے قائل ہیں۔ ہم اس موقف کے قائل نہیں ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے اس موقف اور نظریہ کی تردید کی ہے۔ چنانچہ شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں رحمہ اللہ نے تفصیلی طور پر ہر ہر عمل پیش ہونے کی تردید کی ہے۔

(دیکھئے بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان ص ۳۲۳ خلاصہ سورۃ حم الجاثیہ)

امام اہل السنۃ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے بھی اس تفصیلی طور پر اعمال پیش ہونے کے نظریہ کی تردید فرمائی ہے۔ آپ اپنی کتاب ''تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر'' یعنی ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' میں فریق مخالف کی چوتھی دلیل اور اُس کے بطلان کی بحث میں لکھتے ہیں: ''یہی وہ آیت ہے جس سے شیعہ حضرات نے آنحضرت ﷺ اور دیگر حضرات ائمہ کرام علیہم السلام کے ہاں امت کے سب اعمال پیش ہونے پر استدلال کیا ہے۔ (اصول کافی: باب عرض الاعمال علی النبی ﷺ والائمۃ، کتاب الحجۃ: جزء ۳ ص ۹ ۱۳۱ مع الصافی طبع نولکشور) درحقیقت تمام اور سب اعمال کے عرض کا مسلک شیعہ شنیعہ کا ہے۔'' (تبرید النواظر ص ۱۳۶)

اس کے علاوہ بھی دیگر کئی مقامات پر آپ نے اس غلط نظریہ کا رد فرمایا ہے۔

(تبرید النواظر ص ۷۵، ۷۶ و حاشیہ ص ۱۸۵، تفریح الخواطر فی رد تنویر الخواطر ص ۲۰۸ و ۲۰۶، ۳۰، ازالۃ الریب، تسکین الصدور ص ۲۳۴ وغیرہ)

تیسرا گروہ

یہ گروہ اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی اور دیگر اہل حق کا گروہ ہے، یہ نہ تو پہلے گروہ کی طرح بالکل عرضِ اعمال کا منکر ہے اور نہ ہی دوسرے گروہ کی طرح ہر ہر بات اور ہر ہر جزء کے پیش ہونے کا نظریہ رکھتا ہے۔ اہل حق کا یہ گروہ اس بات کا قائل ہے کہ فقہاء ومحدثین اور قرآن وسنت کے صحیح شارح حضرات اکابر اہل السنت والجماعت نے جو مفہوم ان احادیث کا (جن میں عرض اعمال کا ذکر ہے) سمجھا ہے اس کے مطابق صرف اجمالی طور پر بعض اعمال کا پیش ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ہمارے اکابر علماء دیوبند بھی اجمالی عرض اعمال والے کے نظریہ کے قائل ہیں۔

ذیل میں اس نظریہ کہ اجمالی طور پر اعمال پیش ہوتے ہیں، کے مطابق دلائل پیش کئے جائیں گے اور قارئین کو یہ بھی یاد رہے کہ یہ مسئلہ ضروریات اسلام میں سے نہیں بلکہ ضروریات اہل السنت میں سے ہے۔

عرضِ اعمال کا ثبوت

دلیل نمبر ۱: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ﴾'' (سورۃ النحل ۸۹)

ترجمہ: اور وہ دن بھی یاد رکھو جب ہم ہر امت میں ایک گواہ انہی میں سے کھڑا کریں گے اور (اے پیغمبر!) ہم تمہیں ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے لائیں گے۔

اس کی تفسیر میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حدیث میں آیا ہے کہ اُمت کے اعمال ہر روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں، آپ اعمالِ خیر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔'' (تفسیر عثانی ج ۲ ص ۸۵۰)

دلیل نمبر ۲: ''عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُحَدِّثُونَ وَنُحَدِّثُ لَكُمْ، وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ، فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللهَ عَلَيْهِ، وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللهَ لَكُمْ'' (مسند البزار ج ۵ ص ۳۰۸، رقم الحدیث ۱۹۲۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کرو گے اور ہم (ان کی حقیقت کو) تمہارے لئے بیان کریں گے اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے، پس جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو برے ہوں گے میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔

تصحیح حدیث

۱...... علامہ نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں (م ۸۰۷ھ): ''رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح''
(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵۹۴، رقم الحدیث ۱۴۲۵۰)

ترجمہ: اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

۲...... علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: ''وأخرج البزار بسند صحیح من حدیث ابن مسعود'' (الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲ ص ۴۹۱)

ترجمہ: امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۳...... علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمہ اللہ (م ۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں: ''اس کی سند جید ہے۔''
(شرح المواہب ج ۵ ص ۳۳۷)

۴...... علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (م ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''بسند جید عن ابن مسعود''
(فہرست عقیدۃ الاسلام ص ۱۰۴ من رسائل الکشمیری)

۵...... شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) فرماتے ہیں: ''رواہ البزار باسناد جید''
(فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۳ باب استحباب اطالۃ الغرۃ الخ)

ترجمہ: امام بزار نے اس حدیث کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

استدلال

۱...... شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت نقل فرما کر اس کے تحت لکھتے ہیں: ''تعرض علیہ عرضا مجملا فیقال عملت امتک شرا عملت خیرا''

ترجمہ: آپ علیہ السلام پر اعمال کا پیش ہونا اجمالی طور پر ہے، چنانچہ آپ علیہ السلام کو کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے برا کام کیا ہے، یا یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے اچھا کام کیا ہے۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۳ باب استحباب اطالۃ الغرۃ الخ)

۲...... مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری ثم المدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُمت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے۔ پس جو بھلائی (تمہاری طرف پیش کی جائے گی جسے) میں دیکھوں گا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا، اور جو کوئی بُرائی دیکھوں گا (جو تمہاری طرف سے پیش کی جائے گی) تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دُعا کروں گا۔ (جمع الفوائد)'' (احوال برزخ ص ۵۷)

۳...... امام اہل السنت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل فرما کر اس سے استدلال کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ''عرضِ اعمال کے بارے میں نہایت مختصر تحقیق یہ ہے کہ صحیح روایت سے عرض اعمال اجمالی طور پر ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کرو گے اور (میری طرف سے) ان کی حقیقت بیان کر دی جائے گی اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے، سو جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو برے ہوں گے میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔ اس کو بزار رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی بخاری کے راوی ہیں۔''
(تسکین الصدور ص ۲۳۴، ۲۳۵ حاشیہ)

دلیل نمبر ۳: ''عن بکر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتي خیر لکم تحدثون ویحدث لکم فإذا أنا مت کانت وفاتي خیرا لکم تعرض علي أعمالکم فإذا رأیت خیرا حمدت اللہ وإن رأیت شرا استغفرت اللہ لکم'' (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۲ ص ۱۴۹، ۱۵۰ ذکر ما قرب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ، الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲ ص ۴۹۱)

ترجمہ: حضرت بکر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کرو گے اور (ہماری طرف سے ان کی حقیقت کو) تمہارے لئے بیان کر دیا جائے گا اور جب میں فوت ہو جاؤں گا تو میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے۔ پس جب میں اچھے اعمال دیکھوں گا تو ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جب برے اعمال دیکھوں گا تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔

تصحیح حدیث

علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبدالہادی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۴ھ) لکھتے ہیں: ''وهذا إسناد صحيح إلى بكر المزني، وبكر من ثقات التابعين'' (الصارم المنکی ص ۲۰۳)

ترجمہ: اس کی سند بکر المزنی تک صحیح ہے اور ان کا شمار ثقہ تابعین میں ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۴: علامہ الشیخ احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۲۳ھ) ایک روایت نقل کرتے ہیں: ''وقد روى ابن المبارك رحمۃ اللہ علیہ عن سعيد ابن المسيب رحمۃ اللہ علیہ: ليس من يوم الا و يعرض على النبي ﷺ اعمال امته غدوة و عشية'' (المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۴۱۰، الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف)

ترجمہ: امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ نبی کریم ﷺ پر آپ کی اُمت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔

استدلال

۱...... حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ) عرضِ اعمال پر استدلال کرتے ہوئے اس روایت کو نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''فصل اٹھائیسویں: آپ ﷺ کے عالمِ برزخ میں تشریف رکھنے کے متعلق بعض احوال وفضائل میں:

پہلی روایت: ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی ﷺ پر آپ کی اُمت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔ (کذا فی المواہب)''

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۱۹۸)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے چل کر خود ہی تصریح فرمائی کہ یہ عرض اجمالی ہے نہ کہ تفصیلی۔

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۲۱۷ ملخصاً)

۲...... شیخ التفسیر حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۸ھ) نے اسی روایت کو مستدل بنا کر لکھا: ''ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں کذا فی المواہب۔'' (القول الحکی فی حیات النبی ﷺ ص ۸)

عرضِ اعمال اور اکابرین امت

۱...... علامہ تاج الدین السبکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۱ھ) لکھتے ہیں: ''لأن عندنا رسول اللہ ﷺ حي يحس

ویعلم وتعرض علیہ أعمال الأمۃ ویبلغ الصلاۃ والسلام علی ما بینا'' (طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۲)

ترجمہ: اس لئے کہ ہمارے نزدیک آنحضرت ﷺ زندہ ہیں حس رکھتے ہیں اور جانتے ہیں اور آپ ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

۲...... علامہ علی بن احمد السمہودی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ﴾ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿جَاءُوكَ﴾ پر معطوف ہے، تو اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کا استغفار ان کے استغفار کے بعد ہے، اور پھر ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ آپ وصال کے بعد استغفار نہیں فرماتے کیونکہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ آپ زندہ ہیں اور اس وقت جب آپ کے سامنے ان کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور آپ کی کامل رحمت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے استغفار کرتا ہے آپ اس کے لئے استغفار ترک نہیں فرماتے۔

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۶۰/الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

۳...... مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۶ھ) لکھتے ہیں: ''اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ یہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آ سکتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اعمال امت آپ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال کشف ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں مگر یہ کہ ہر جگہ محفل مولود میں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہوں یا ہر صورت ونداء اور عرض وحالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں بدون اعلام حق تعالیٰ کے اس کو تسلیم نہیں کرتے اور یہ کہ سب اشیاء کو علم حق تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اس کو بھی قبول نہیں کرتے بلکہ جس قدر علم دیا جاتا ہے اس قدر جانتے ہیں اور بس۔'' (براہین قاطعہ ص ۲۰۳، ۲۰۴)

نداء وخطاب اگر فخر دو عالم ﷺ کو اس عقیدہ سے کرے کہ آپ بلا واسطہ استقلالاً سنتے ہیں شرک ہے، خواہ بضمن صلوٰۃ ہو خواہ بغیر اس کے کسی وجہ سے ہو، اور جو یہ عقیدہ نہیں بلکہ یہ عقیدہ (رکھتا) ہے کہ جب حق تعالیٰ چاہے جس شے کو چاہے آپ پر منکشف کر دیوے اور ملائکہ درود اور سلام پہنچاتے ہیں، اور اعمال اُمت کے بھی آپ پر پیش ہوتے ہیں تو درست ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۲۲۰، ۲۲۱)

۴...... علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''یہ عرض (صرف اجمالی ہے) جس طرح کہ چیزوں کے نام فرشتوں پر پیش کئے گئے تھے، اس سے علم محیط مراد نہیں ہے۔ (پھر آگے فرمایا) سو اس کی دلیل یہ ہے کہ قیامت کے دن آپ سے فرمایا جائے گا کہ تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد ان بدعتیوں نے کیا کیا بدعات گھڑی ہیں؟ حالانکہ آپ پر اعمال پیش ہوتے رہے۔'' (فہرست عقیدۃ الاسلام ص ۱۱ بحوالہ حاشیہ تسکین الصدور ص ۲۳۶)

۵...... حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں: ''مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ ﷺ کے یہ مشاغل ثابت ہیں:

(۱) اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا۔

(۲) نماز پڑھنا۔

(۳) غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا۔

(۴) سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دُور سے بذریعہ ملائکہ سلام کو جواب دینا۔

یہ تو دائماً ثابت ہیں اور احیاناً بعض خواصِ امت سے یقظہ میں کلام، ور ہدایات فرمانا بھی آثار واخبار میں مذکور ہے، اور حالتِ رؤیا و کشف میں تو ایسے واقعات حصر واحصاء سے متجاوز ہیں۔'' (نشر الطیب ص ۲۴۹)

۶...... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ (م ۱۴۱۳ھ) ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امت کے اعمال کا پیش کیا جانا''کنز العمال'' (ج ۱۵ ص ۳۱۸) اور''حلیۃ الاولیاء'' (ج ۶ ص ۱۷۹) کی حدیث میں آتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۳۱۲)

۷...... امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۱۰ھ) لکھتے ہیں: یعنی اگر اس عرضِ اعمال سے تفصیلی عرض مراد ہو جو اُمت کے تمام اعمال اور جزیات کو شامل ہو تو (اِنَّکَ لَاتَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ) کہنا صحیح نہیں ہوسکتا، اور یہ صحیح، صریح اور مشہور روایت ہے، تو اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ شقی القلب اور بدبخت بدعتیوں نے جو بدعات آپ کے بعد ایجاد کی ہیں ان کا آپ کو علم نہیں، حالانکہ ان کے اعمال بھی آپ پر پیش ہوتے ہیں، تو یہ سوائے عرضِ اجمالی کے اور کیا ہوسکتا ہے؟ (تسکین الصدور ص ۲۳۶، ۲۳۷ حاشیہ)

ہم نے قرآن (مع التفسیر) وسنت اور حضرات اکابرین امت کے چند حوالہ جات نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوتے ہیں اور اعمال کا پیش کیا جانا اجمالی طور پر ہے نہ کہ تفصیلی طور پر۔

عام اموات اور عرضِ اعمال

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ (م ۱۲۶۲ھ) فرماتے ہیں: زندوں کے اعمال ان کے مردہ خویش اور اقارب پر پیش کئے جاتے ہیں اور وہ ان کے لئے دعا بھی کرتے ہیں جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ (مائۃ مسائل ص ۳۸)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ (م ۱۴۱۳ھ) فرماتے ہیں: ''بلکہ احادیث میں عزیز واقارب کے سامنے اعمال پیش کیا جانا بھی آتا ہے۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۳۱۲)

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۳۰ھ) لکھتے ہیں: ''اجمالی طور پر بعض اعمال کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام) پر عرض اہل السنت والجماعت کے ہاں ایک مسلّم حقیقت ہے......اہل حق کے نزدیک جملہ اموات پر بھی بعض اعمال پیش کئے جاتے ہیں، اچھے ہوں تو ان پر وہ خوش ہوتے ہیں، برے ہوں تو اُن کو اِن سے رنج ہوتا ہے۔'' (تسکین الصدور ص ۲۳۸)

<u>دلیل نمبر ۱</u>: ''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، آپ نے فرمایا: سنو! دنیا اتنی ہی باقی ہے جتنی مکھی فضا میں اِدھر اُدھر جاتی ہے، اس لئے تم قبروں میں دفن ہونے والے اپنے بھائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ تمہارے اعمال ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔'' (المستدرک للحاکم ج ۵ ص ۴۷۳ کتاب الرقاق رقم الحدیث ۷۹۱۹، شعب الایمان للبیہقی ج ۷ ص ۲۶۱ / باب فی الزہد وقصر الامل، رقم الحدیث ۱۰۲۴۲)

<u>دلیل نمبر ۲</u>: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بُرے اعمال کے ذریعہ اپنے مردوں کو رسوا نہ کرو، کیونکہ تمہارے اعمال تمہارے قبروں والے رشتہ داروں کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔''

(کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۸۸ کتاب الموت رقم الحدیث ۴۲۷۳۲، احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۸۰۹ کتاب ذکر الموت وما بعدہ الخ)

دلیل نمبر ۳: ''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے رشتہ داروں اور قریبی لوگوں کے سامنے قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں، اگر اعمال اچھے نکلیں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر اچھے نہ ہوں تو وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کے دل میں یہ بات ڈال کہ یہ اچھے کام کریں۔'' (مسند ابی داؤد الطیالسی ج ۲ ص ۱۷۳ رقم الحدیث ۱۹۰۳)

دلیل نمبر ۴: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے قریبی لوگوں اور رشتہ داروں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اگر اعمال اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر اچھے نہ ہوں تو وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک تو ان کو ہماری طرح ہدایت نہ دے دے۔'' (مسند احمد ج ۱۰ ص ۵۳۲ رقم الحدیث ۱۲۶۱۹)

دلیل نمبر ۵: ''حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: الٰہی میں تجھ سے ایسا کام کرنے سے پناہ مانگتا ہوں کہ جس کی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سامنے فضیحت (رسوائی) ہو۔'' (کتاب الزہد لابی داؤد السجستانی ص ۲۲۷)

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے اور پہلے فوت چکے تھے۔

(احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۸۰۹، کتاب ذکر الموت وما بعدہ)

باب نہم

منکرین حیاۃ النبی ﷺ کا حکم

اس باب میں ہم فرقہ مماتیت کے متعلق حضرات اکابرین امت کے فتاویٰ جات اور آراء پیش کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مماتیوں کا عقیدہ فاسد ہے، یہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں اور ان عقائد کے حامل کو امام بنانا درست نہیں۔

دار العلوم دیوبند

مولانا مفتی سید مہدی حسن

استفتاء: یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک علیین میں ہے، آپ کا قبر مبارک اور جسد مبارک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، لہٰذا آپ کی قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ ﷺ سنتے نہیں۔ کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ اور ایسے عقیدے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار پر پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ہمارے کان نہیں کہ سنیں، آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے، وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں

آتا ہے: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء الحدیث وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ قال: من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ رواہ ابو الشیخ و سندہ جید'' (القول البدیع ص۱۱۶)

''عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون رواہ ابن عدی و البیھقی وغیرھما'' (شفاء السقام ص ۱۳۴)

دو تین حدیثیں نقل کر دی ہیں، اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہلسنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والوں کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں، اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

کتبہ السید مہدی حسن

مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ

مہر دارالعلوم دیوبند

''الجواب الصحیح'' جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۲۱ شوال ۱۳۷۶ھ

''اجاب المجیب واجاد'' محمد ضیاء الحق کان اللہ لہ مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

''الجواب صواب'' محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ

''الجواب صحیح'' ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر

(بحوالہ تسکین الصدور ص ۴۹، ۵۰)

مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل کے بارہ میں بتفصیل تحریر فرمادیں نوازش ہوگی، کیونکہ پاکستان میں اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے اور ہر فریق آپ کا نام لیتا ہے۔ شاید آپ کی تفصیل کے بعد صلح ہو جائے۔ زید و بکر کا اختلاف ہے:

زید کا عقیدہ	بکر کا عقیدہ
(۱) نبی کریم ﷺ وفات کے بعد اپنے روضہ اقدس کے اندر زندہ ہیں اور آپ کی زندگی جسمانی ہے اور برزخی ہے، روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔	(۱) نبی کریم ﷺ وفات کے بعد اپنے روضہ اقدس کے اندر زندہ نہیں ہیں اور آپ کی زندگی روحانی ہے۔ روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے بلکہ دور و نزدیک کا صلوٰۃ وسلام اللہ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ پر پیش ہوتا ہے، جسم بے روح قبر میں محفوظ ہے۔
(۲) قبر سے مراد وہی قبر ہے جس میں مردہ کا جسم دفن کیا جاتا ہے اور مردہ کو عذاب قبر ہوتا ہے، اور یہ عذاب جسم کو ہوتا ہے روح کے تعلق کے ساتھ اور جسم کا تعلق باقی رہتا ہے۔	(۲) قبر سے مراد یہ قبر نہیں بلکہ یہ مجازی قبر ہے، روح جسم کا تعلق موت کے بعد بالکل منقطع ہو جاتا ہے، سوال وجواب وعذاب علیین وسجین میں روح مع مثالی جسم ہوتا ہے۔

(۳) دعاؤں کے اندر انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ طلب کرنا جائز ہے یعنی وسیلہ بالذات جائز ہے۔	(۳) دعاؤں میں انبیاء و اولیاء کے طفیل سے دعا کرنا جائز نہیں ہے، صرف اعمال کا وسیلہ جائز ہے وسیلہ بالذات بالاحیاء جائز نہیں اور نہ بالاموات جائز ہے

زید کا عقیدہ صحیح ہے یا بکر کا عقیدہ صحیح ہے؟ صحیح عقیدہ علماء دیوبند کے نزدیک جو ہے اس کی تصریح ضروری ہے۔فقط، بینوا توجروا! سائل ...... خادم اہلسنت والجماعت محمد یعقوب ہرنولی پاکستان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مذکورہ میں زید کا جو عقیدہ لکھا ہے، وہ صحیح عقیدہ ہے۔فقط واللہ اعلم!

حبیب الرحمٰن خیرآبادی عفااللہ عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل وعقائد جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱...... باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی۔ ﴿كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ اس لئے عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: ''حسبنا کتاب اللہ'' ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب باب عقائد میں کافی ہے، بالفاظ دیگر قرآن کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کی بھی ضرورت نہیں...... الخ! (اربعین حدیث ص ۴، ۵ مؤلف مولوی اللہ بخش مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی)

۲...... اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ مردے نہیں سنتے اور اس کا رسول کہے: جی سنتے ہیں۔کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی تکذیب ومخالفت کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں تو پھر خود سمجھ لینا جو روایت بھی اس قسم کی ہوگی وہ یا تو موضوع ہوگی یا اس کا مطلب کوئی دوسرا ہوگا۔ (ملخصًا اربعین حدیث ص ۵)

۳...... اللہ تعالیٰ تو فرمائے اے میرے پیارے حبیب! تجھے ان کے کسی عمل کا پتہ نہیں اور یہ کہیں نہیں جی! نزدیک سے سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور دور سے سب اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔یہ سچے ہیں یا اللہ تعالیٰ؟ خوب غور سے سوچو۔ (اربعین حدیث ص ۱۱)

۴...... بعد از موت سماع وردِّ انبیاء کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے۔ (اربعین حدیث ص ۲۸)

۵...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دُرود وسلام عند القبر سُنتا وجواب دینا یہ قصہ من گھڑت ہے۔

(دعوۃ الرشاد ص ۸ رمؤلف مولوی اللہ بخش مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی)

۶...... یہی مسئلہ سماع اموات توحید کی راستوں میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

(اربعین آیات ص ۱۷ رمؤلف مولوی اللہ بخش مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی)

۷...... چلو علی سبیل التنزل کسی صحابی، تابعی، تبع تابعین کا قول یا عمل ایسا دکھاؤ جو دال بر سماع اور جو من گھڑت حدیث (من صلی علی عند قبری سمعتہ) آپ کو اچھال رہی ہے اس پر مکمل بحث ان شاء اللہ اپنے مقام پر آرہی ہے اور موضوع حدیث پر عمل کرنے کا تمغہ من خدم الشیطان (یعنی شیطان کی خدمت کرنے والوں سے) بھی حاصل ہوجائے گا۔ (ندائے حق ص ۴۳ ۱ رمحمد حسین نیلوی سرگودھا)

۸...... خیر القرون میں سے کوئی بھی سماع النبی ﷺ عند قبرہ الشریف کا قائل نہیں، بلکہ خیر القرون اور ان کے چار سو سال تک کوئی محدث، مفسر، صحابی، تابعی، تبع تابعین امام سماع عند القبر کا معتقد نہ تھا اور سب کا اجماع تھا کہ نبی ﷺ قبر شریف کے پاس بھی نہیں سنتے چہ جائیکہ دور، ہاں درود وسلام حضرت کو پہنچ جاتا ہے مگر پہنچنے اور سننے میں فرق ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ (ندائے حق ص ۱۳۵)

۹...... بیہقی کو ایک لاکھ سے زائد صحابہ میں سے صرف ایک صحابی غیر معروف الفقہ والعدالۃ یعنی حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ملی، جس کی روایت عموم قرآنی اور عام قاعدہ کے خلاف ہو تو مسترد کر دی جاتی ہے الخ۔ (ندائے حق ص ۱۳۵)

۱۰...... انبیاء علیہم السلام کے اجساد کے محفوظ ہونے کی کوئی حدیث صحیح نہیں اگرچہ ہمارا دعویٰ ہے کہ اجساد محفوظ ہیں۔

(اقامۃ البرہان ص ۲۲۶ تا ۲۳۵)

۱۱...... استشفاع عند قبر النبی ﷺ وعند قبر الشیخین (حضرت ابو بکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما) فقہاء احناف وغیرہم رحمہم اللہ اور علماء دیوبند رحمہم اللہ کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ فتح القدیر ونور الایضاح وفتاویٰ رشیدیہ وزبدۃ المناسک والشہاب الثاقب میں موجود ہے، مگر ایک گروہ جو اپنے آپ کو خالص دیوبندی کہتا ہے اور علماء دیوبند کو ''بناسپتی دیوبندی'' کہتا ہے، ان کی عبارات حسب ذیل ہیں:

(۱) حاصل کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک سے استشفاع اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور تعامل سلف اور تعامل جمہور اہلسنت کے سراسر خلاف اور بدعت سیئہ ہے۔ فماذا بعد الحق الا الضلال!

(اقامۃ البرہان ص ۳۱۲ از سجاد صاحب ایڈیٹر رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی)

(۲) اس شرک کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں وہاں قبر پر جا کر مندرجہ بالا پکار ضرور کرو، حضور ﷺ سے دعا کراؤ اور حضور ﷺ سے سفارش کراؤ اور دوسروں کا نام لے کر کہو کہ فلاں بندہ، فلاں کا بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے، پھر صرف حضور ﷺ کو نہ پکارو بلکہ ان کے ساتھی ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو بھی پکار کر کہو: اے ابا بکر! اے عمر! حضور کو تم بھی ہماری بات کہو کہ ہماری سفارش کریں اور ہمارے حق میں اللہ سے دعا مانگیں کہ اللہ ہماری سعی قبول فرمائے اور ہمیں اپنے دین پر مارے اور اسی زمرے میں ہمیں اٹھائے پھر کہے: الشفاعۃ الشفاعۃ الشفاعۃ یا رسول اللہ وغیرہ وغیرہ۔ بتاؤ ان کو مشرک کہیں یا نہ؟ (الی ان قال) نیز جو شخص بہاول حق یا معین الدین اجمیری یا داتا گنج بخش یا شیخ عبد القادر رحمہ اللہ کو دور نزدیک سے پکارے وہ مشرک ہے تو اس میں کیا فرق ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو پکارے تو موحد، اگر ان تینوں کے علاوہ اوروں کو پکارے تو مشرک؟ (ندائے حق ص ۲۹۸)

(۳) خلاصہ یہ نکلا کہ شیخین ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کہ تم حضور ﷺ کو کہو کہ خدا سے کہیں کہ وہ ہماری مغفرت کرے یعنی واسطہ در واسطہ، بریلویوں سے ایک قدم آگے، وہ تو کہتے ہیں: اے فقیر! میری تیرے آگے اور تیری اللہ کے آگے (دعا والتجاء) ہے اور بناسپتی دیوبندی فرماتے ہیں: ہماری ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے آگے اور ان کی حضور ﷺ کے آگے اور پھر حضور ﷺ کی اللہ کے آگے۔ واہ رے دیوبندیت جدیدہ ترمیم شدہ۔ (ندائے حق ص ۶۷)

(۴) بس ہم اب آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ جتنی کتابوں میں یہ مسئلہ قبر پر حضور ﷺ سے دعا استغفار استشفاع کا جو معتبر کتب میں لکھا جا چکا ہے وہ باغیوں کا لکھا ہوا ہے اور بس۔ (ندائے حق ص ۳۱۱)

۱۲...... عذاب قبر کا انکار: قبر اس گڑھے کا نام نہیں جس میں انسان کے دھڑ کو دبایا جاتا ہے بلکہ وہ قبر جس میں عذاب وثواب ہوتا ہے، وہ مؤمن کے لئے علیحدہ مقام ہے یعنی روضۃ من ریاض الجنۃ (البرزخیۃ) اور کافر کے لئے علیحدہ مقام ہے یعنی حفرۃ من حفر النیران (البرزخیۃ) انہی مقاموں کو علیین اور سجین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے قبر شرعی کی تعریف بیان فرمادی جس میں تنعیم وتعذیب ہوتی ہے اور قبر عرفی (گڑھا) میں تنعیم وتعذیب کی التزاماً تردید ہوگئی۔ وھذا ھو الحق وبہ یقول اھل الحق وبہ نأخذ والحمد للہ رب العالمین! (ندائے حق ص ۳۲۶)

۱...... کیا یہ عبارات مذہب اہلسنت والجماعت وعلماء دیوبند کے مطابق ہیں یا مخالف؟

۲...... کیا اس قسم کے عقائد رکھنے والے گمراہ ہیں یا اہلسنت ہیں؟

۳...... ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی: احقر محمد حبیب اللہ

مدرس دار العلوم مدرسہ نعمانیہ شہر ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب: باسمہ تعالیٰ

۱...... یہ بات کہ ہم عقائد کی تشریح میں رسول اللہ ﷺ کے محتاج نہیں، غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اقوال کو بھی حجت بنایا ہے۔ ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ نیز رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ بھی فرمایا ہے۔ احادیث بھی وجوب عمل میں قرآن کے حکم میں ہیں۔ عقائد کا ثبوت احادیث سے بھی ہوتا ہے۔ عذاب قبر کے متعلق شرح عقائد میں مذکورہ عقائد اکثر احادیث سے ثابت ہیں۔

۲...... اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مُردے نہیں سُنتے بلکہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ﴾ میں سُننے کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے، صحیح روایات کو موضوع کہنا باطل ہے۔

۳...... یہ خود آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''میں قریب سے سُنتا ہوں اور بعید سے فرشتے درود پہنچاتے ہیں۔''

۴، ۵...... سماع انبیاء یہودیوں کی ایجاد نہیں بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید بلفظ: من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیاً ابلغتہ'' (فتح الباری پارہ ۱۳ ص ۲۷۹)

دیگر بہت سے ائمہ کبار نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۶...... سماع موتٰی میں علماء کا اختلاف ہے، اگر سماع اموات ثابت بھی ہو تو توحید میں رکاوٹ نہیں بلکہ توحید کی تائید ہے، کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی سنانے والے ہیں۔

۷...... صحابہ اور تابعین کا مذہب بھی یہی ہے کہ قریب سے سنتے ہیں اور بعید سے فرشتے پہنچاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ دو شخص آنحضور ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے آواز بلند کر رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوایا اور پوچھا: کہاں کے ہو، کہنے لگے: طائف کے، فرمایا: اگر اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں سزا دیتا، جب کوئی شخص دیوار میں کیل لگاتا تو حضرت عائشہ فرماتیں کہ آپ کیوں آنحضور ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں؟

۸...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہرزہ سرائی کرنا غلط ہے۔ نیز یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کمانی جذب القلوب۔

۹...... انبیاء کے اجساد کی حفاظت کی حدیث صحیح ہے، حافظ ابن حجر، قاضی شوکانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

۱۰...... استشفاع بمعنی توسّل جائز ہے۔

۱۱...... "قبر" اس گڑھے کا نام ہے جس میں مردہ دفن ہو، اسی پر تخفیف عذاب کے لئے آنحضور ﷺ نے شاخیں رکھی ہیں۔

جس شخص کے یہ عقائد ہوں ان کے پیچھے مبتدع ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ ہے کمانی الشامی والدر المختار۔ فقط واللہ اعلم! کتبہ رضاء الحق عفا اللہ عنہ

دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مہر...... ودستخط مفتی ولی حسن

رئیس دار الافتاء جامعۃ العلوم علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

جامعہ خیر المدارس ملتان

(حوالہ نمبر ۶۴/ ۷۷۷، مورخہ ۲۷ ربیع الاوّل ۱۴۰۷ھ)

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین دریں مسئلہ کہ:

یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک علیین میں ہے، آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں۔ یہ کیسا ہے اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کیسی ہے؟ بینوا توجروا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: حضور پاک ﷺ اپنی قبر شریف میں حیات ہیں، اس پر تمام اہلسنت والجماعت کا اجماع ہے۔ مذکورہ شخص بدعتی ہے، امامت کے لائق نہیں۔ مراقی میں ہے: "وکرہ امامۃ الفاسق والمبتدع بارتکابہ ما أحدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبہۃ أو استحسان" (ص ۱۶۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ نے قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ (مسلم) نماز بلا حیات کیسے ہوئی؟ آپ کی حیات پر فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں۔ فقط واللہ اعلم! بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان ...... ۲۷ ربیع الاوّل ۱۴۰۷ھ

جامعہ اشرفیہ لاہور

[] استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل سوالات کے بارے میں:

مسئلہ نمبر ۱: ایک شخص ہے جو ہر اس آدمی کو کافر کہتا ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ نبی علیہ السلام عند القبر صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں، اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

مسئلہ نمبر ۲: ایک شخص مشرک کی نماز جنازہ پڑھانے سے اجتناب نہیں کرتا، اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟
مسئلہ نمبر ۳: ایک شخص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے اور برا جانتا ہے، اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟
نوٹ: ان تمام سوالات کا جواب مفصل طور پر تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور صاف لکھیں کہ نماز حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہے؟

فقط والسلام
العبد لاشیٔ حافظ محمد یوسف بقلم خود عفا اللہ عنہ

الجواب واللہ الموفق للصواب

۱...... سماع انبیاء علیہم السلام احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور تمام اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اگر ان متواترہ احادیث کا انکار کرے تو کافر ہے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں حرام ہے اور اگر ان میں کوئی ایسی تاویل کرتا ہے جو لغتہً صحیح اور شرعاً غیر صحیح ہے تو فاسق ہے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور وہ لوگ جن کو اچھا اور صحیح عقیدہ کا امام مل سکتا ہو وہ بھی اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ہے اور جن کو یہ دونوں صورتیں حاصل نہ ہوں تو ان کی نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۷ ۴ ۳ میں ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''من صلی علی عند قبری سمعتہ الخ ای سماعاً حقیقیاً بلا واسطۃ''

نیز علی قاری رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں: ''واعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر مایتألم ویتلذذ'' (شرح فقہ اکبر ص ۸۰، حاشیہ مواقف ج ۸ ص ۳۱۷)

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن وشبہ نیست'' (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۹۳)

(فاقول) ''حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علماً قطعیاً لماقام عندنا من الادلۃ فی ذالک وتوارث بہ الاخبار'' (حاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۴۷، عالمگیری ج ۱ ص ۲۶۵، مراقی الفلاح ص ۴۴۷)

۲...... جب تک کسی کا شرک قطعی دلائل سے ثابت نہ ہو اس کو مشرک کہنا درست نہیں اور اگر اس کا شرک قطعی دلائل سے ثابت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھانا معصیت وگناہ ہے، جب تک توبہ نہ کرے اور ٹھیک نہ ہو جائے اس کو بھی امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

۳...... اسی طرح جو شخص سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے وہ بھی فاسق ہے، اس کو بھی امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ ومن سب اصحابا فسق (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۹۵)

فقط واللہ اعلم بالصواب!
کتبہ شیر محمد علوی
خادم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور ...... ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ
''الجواب صحیح'' جمیل احمد تھانوی ...... مہر: مرکز علوم اسلامیہ جامعہ اشرفیہ رجسٹرڈ لاہور ۱۳۶۶ھ

دارالعلوم کبیر والا ضلع خانیوال

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عام موتی کا ثواب وعذاب قبر میں نہیں مانتا بلکہ صرف روح پر تسلیم کرتا ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کے جسد مبارک کو روضہ اطہر میں بے حس وشعور خیال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر حضور پاک ﷺ کے روضہ پاک پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو اس کو آنحضرت ﷺ نہیں سنتے۔ کیا ایسے عقیدے والا شخص اہلسنت والجماعت سے خارج ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے، ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں۔ معتزلہ وروافض کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر فقط روح پر ہے۔ فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۵ میں ہے: ''ذهب ابن حزم وابن هبيرة إلى أن السؤال يقع على الروح فقط من غير عود إلى الجسد وخالفهم الجمهور فقالوا تعاد الروح إلى الجسد أو بعضه كما ثبت في الحديث ولو كان على الروح فقط لم يكن للبدن بذلك اختصاص''

۱...... امام نووی رحمہ اللہ (شرح صحیح مسلم ص ۳۸۶ ج ۴) میں فرماتے ہیں: ''ثم المعذب عند أهل السنة الجسد بعينه أو بعضه بعد اعادة الروح إليه أو إلى جزء منه''

۲...... ملا علی قاری رحمہ اللہ (مرقاۃ ج ۲ ص ۲۵) میں فرماتے ہیں: ''فتعاد روحه الى جسده ظاهر الحديث أن عود الروح إلى جميع أجزاء بدنه فلا التفات إلى قول البعض بأن العود إنما يكون إلى البعض''

۳...... ابن تیمیہ رحمہ اللہ حرانی حنبلی (شرح حدیث النزول ص ۸۸) پر فرماتے ہیں: ''سَائِرُ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ الْمُتَوَاتِرَةِ تَدُلُّ عَلَى عَوْدِ الرُّوحِ إِلَى الْبَدَنِ''

۴...... ابن قیم جوزی حنبلی رحمہ اللہ (کتاب الروح ص ۵۱) فرماتے ہیں: ''بل العذاب والنعيم على النفس والبدن جميعا باتفاق أهل السنة والجماعة''

۵...... (تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۱) میں ہے: ''والجمهور على عود الروح إلى الجسد أو بعضه وقت السؤال لا يحس به أهل الدنيا الى ان قال: أجرى الله سبحانه عادته بتمكينها من السمع وخلقه لها عند زيارة القبر الى ان قال: وهذا الوجه هو الذي يترجح عندي''

۶...... (شرح فقہ اکبر ص ۱۲۲) میں ہے: ''اعادة الروح الى العبد فى قبره حق۔ اعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالىٰ يخلق فى الميت نوع حيوة فى القبر قدر مايتألم ويتلذذ''

۷...... (نبراس ص ۳۲۲) میں ہے: ''ان الاحاديث الصحيحة ناطقة بان الروح يعاد الى الجسد عند السوال''

۸...... ابوبکر جصاص رازی حنفی رحمہ اللہ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۰۸ / مصری) میں فرماتے ہیں: ''وإذا جاز أن يكون المؤمنون قد أحيوا في قبورهم قبل يوم القيامة وهم منعمون فيها جاز أن يحي الكفار في قبورهم فيعذبوا''

۹...... علامہ صدر الدین علی ابن محمد ازدی حنفی رحمہ اللہ (شرح عقیدہ الطحاوی ص ۳۳۰ طبع مکہ مکرمہ) رقمطراز ہیں: ''وكذلك عذاب القبر يكون للنفس والبدن جميعا باتفاق اهل السنة والجماعة''

۱۰...... (شامی ج ۳ ص ۲۰۱) میں ہے: ''ولا يرد تعذيب الميت في قبره لأنه توضع فيه الحياة عند العامة بقدر الحس بالألم'' تلک عشرة كاملة!

اس طرح آنحضرت ﷺ کی حیات جسمانی پر جمیع صحابہ کبار رضی اللہ عنہم، ائمہ اربعہ رحمہم اللہ، جمیع حضرات محدثین ومفسرین وجمیع علماء اُمت رحمہم اللہ کا اتفاق ہے، یہ بھی اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

(فتح الباری ص ۳۴۲) میں ہے: ''وقد جمع البيهقي كتابا لطيفا في حياة الأنبياء في قبورهم أورد فيه حديث أنس الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون أخرجه من طريق يحيى بن أبي كثير وهو من رجال الصحيح عن المستلم بن سعيد وقد وثقه أحمد وابن حبان عن الحجاج الأسود وهو ابن أبي زياد البصري وقد وثقه أحمد وابن معين عن ثابت عنه''

آگے بہت سے شواہد نقل فرمائے۔

۱...... (علامہ عینی ج ۱۶ ص ۱۸۵) میں لکھتے ہیں: ''إنهم (ای الأنبياء) لا يموتون في قبورهم بل هم أحياء وأما سائر الخلق فإنهم يموتون في القبور......حياة وموتا فلابد من ذوق الموتتين لكل أحد غير الأنبياء''

۲...... ملاعلی قاری رحمہ اللہ (مرقات ج ۵ ص ۲۶۳) میں فرماتے ہیں: ''فدل على أن الأنبياء أحياء حقيقة ويريدون أن يتقربوا إلى الله في عالم البرزخ من غير تكليفهم كما أنهم يتقربون إلى الله بالصلاة في قبورهم''

۳...... (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۰۷) میں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں: ''وقال العلماء: يكره رفع الصوت عند قبره، كما كان يكره في حياته، لأنه موجود في قبره دائما''

۴...... (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۲) میں ہے: ''فحصل من مجموع هذا الكلام النقول والأحاديث أن النبي حي بجسده وروحه وأنه يتصرف ويسير حيث شاء في أقطار الأرض وهو بهيئته التي كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه شيء''

۵...... امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (انباء الاذکیاء ص ۲) پر لکھتے ہیں: ''حياة النبي ﷺ في قبره هو وسائر الأنبياء معلومة عندنا علماً قطعياً لما قام عندنا من الأدلة في ذلك وتواترت به الأخبار الدالة على ذالک''

۶...... (اوجز المسالک ج ۶ ص ۴۸۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قلت: او لانهم احياء فی قبورهم فلاموال باق علی ملکهم''

۷...... آگے علامہ مناوی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی نقل فرمایا ہے، پھر یہ لکھا ہے: ''فقال ابن عابدين فی رسائله: و اما عدم موت المورث بناء علی ان الانبياء علیہم السلام احياء فی قبورهم''

۸...... پھر آگے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا عقیدہ بھی یہی نقل فرمایا بحوالہ الکوکب الدری۔

۹...... علامہ سخاوی رحمہ اللہ (القول البدیع ص ۱۲۵) میں رقمطراز ہیں: ''نحن نصدق بانه ﷺ حی يرزق فی قبره وان جسده الشريف لاتاکله الارض والاجماع علی هذا''

۱۰...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷) میں فرماتے ہیں: ''حیات جسمانی انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین متفق علیہ است میاں علماء امت و ہیچ کس را در آں اختلاف نیست''

تلک عشرة كاملة!

یہ دس دس حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں، ویسے تو بہت سا ذخیرہ احادیث وتفاسیر میں موجود ہے۔ ان دلائل کی رو سے جو شخص بھی عذاب وراحت فقط روح پر مانتا ہو اور آنحضرت ﷺ کی حیات جسمانی کا قائل نہ ہو وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، بدعتی اور گمراہ ہے، ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم! منظور الحق عفی عنہ

''الجواب صحیح'' علی محمد عفی عنہ مہتمم دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا ۵/ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

روح مبارک کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق اہل السنت میں متفق علیہ ہے، اس تعلق کی کیفیت میں اہلسنت کے اقوال مختلف ہیں۔ لہٰذا کیفیت کی تعیین میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ فقط

عبدالقادر عفی عنہ مدرس دارالعلوم کبیر والا ...... ۵/ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

''الجواب صحیح'' محمد شریف کشمیری شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان

حضور پاک ﷺ کی زندگی قبر شریف میں جسد مبارک کے ساتھ ثابت ہے اور اس کا منکر اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

جواب درست ہے، اللہ تعالیٰ احقاق حق کی سعی منظور فرماویں۔

العبدالفقیر محمد انور عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان ...... ۶/ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

(منقول از خیر الفتاوٰی ج ۱ ص ۱۸۱، ۱۸۴)

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

پہلا فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل وعقائد مندرجہ ذیل:

۱...... زید کہتا ہے کہ عقائد کے باب میں قرآن مجید کی تشریح جو رسول اللہ ﷺ کریں وہی قابل عمل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے ید (ہاتھ) وجہ (منہ) ساق (پنڈلی) وغیرہ کا ذکر ہے مگر خدا تعالیٰ کی ذات جسمیت سے منزہ ہے اور عمرو کہتا ہے کہ باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی۔ ﴿كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ اس مسئلہ میں اہلسنت والجماعت کے مخالف کون ہے؟

۲...... زید کہتا ہے کہ جن صحیح حدیثوں میں سماع موتی کا ذکر آگیا ہے، ہمیں اس حد تک سماع الموتی کا قائل ہونا چاہئے اور اس کو سماع الموتی فی الجملہ کہتے ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ سماع الموتی کی سب حدیثیں موضوع ہیں اگرچہ بخاری ومسلم میں ہوں۔ اس مسئلہ میں غلطی پر کون ہے؟

۳...... حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تفسیر جواہر القرآن ج ۱ ص ۱۹/ ابتداء سورۃ البقرہ میں فرماتے ہیں کہ اُمت کے صلوٰۃ وسلام کا حضور علیہ السلام کو پہنچنا اس کا منکر بدعتی ہے۔ اب سوال طلب یہ امر ہے کہ پہنچنے کا کیا

مطلب ہے؟ اور اس کا منکر بدعتی کیوں ہے؟ یا خان صاحب رحمہ اللہ نے غلط لکھا ہے۔

۴...... انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد عند القبور صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ یہ حدیثوں سے ثابت ہے اور تمام علماء دیوبند اس کے قائل تھے، عمرو کہتا ہے: ایسا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے اور صلوٰۃ وسلام کے سماع کی سب حدیثیں موضوع و نا قابل عمل ہیں۔ اس مسئلہ میں حق پر کون ہے؟

۵...... زید کہتا ہے کہ حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ ''زبدۃ المناسک'' میں استشفاع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بتلاتے ہیں، اسی طرح عند قبر الشیخین رضی اللہ عنہما۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ ناجائز ہے اور شرک کی تعلیم ہے اور بریلویوں سے بھی ایک قدم شرک میں آگے ہے، اس مسئلہ میں جھوٹا کون ہے؟

۶...... زید کہتا ہے: جہاں انسان کا جسم عنصری ہو، اس کو وہاں عذاب ہوگا اور یہ عذاب روح مع الجسد ہوتا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور جہاں روح ہوگا وہی قبر ہوگی، یہ قبر مراد نہیں ہے۔ ان میں سچا کون اور جھوٹا کون ہے؟ بینوا توجروا عند اللہ العظیم! المستفتی: حافظ عبد الکریم

مسلم دندان ساز کمشنری بازار شہر ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب الموافق للصواب:

۱...... زید کی بات درست ہے اور اہل السنت والجماعت کے قول کے مطابق ہے اور عمرو کا قول غلط ہے اور اہلسنت والجماعت کے قول کے مخالف ہے اور استدلال بھی اس کا صحیح نہیں ہے۔ اس کی جانب سے پیش کردہ آیت اس کے دعویٰ سے تعلق نہیں رکھتی، کما لا یخفی علی ذوی الفہم!

۲...... سماع کا مسئلہ صدر اوّل سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے، زید نے جو قول اختیار کیا ہے یہی قائلین سماع موتی کا قول ہے اور جو نافی ہیں وہ ان روایات میں تاویل کرتے ہیں جو بظاہر مثبت سماع کی ہیں، عمرو نے جو سب روایات کو موضوع کہہ دیا ہے یہ نیا قول ہے، سلف میں کسی نے ایسا نہیں کہا ہے۔ مسئلہ سماع موتی میں اختلاف ضرور ہے مگر اس کی ہر مثبت روایت کو موضوع کہہ دینا نئی بات ہے۔

۳...... عالم مسلم اور مشہور بات ہے کہ دور سے درود شریف بذریعہ فرشتوں کے پہنچایا جاتا ہے اور قریب سے آپ خود سنتے ہیں جیسے روایت حدیث میں آیا ہے اور یہ مسلک اہلسنت والجماعت کا ہے، اس میں ان کا اختلاف معلوم نہیں اس لئے اس کا منکر بدعتی ہے۔

۴...... زید حق پر ہے۔

۵...... عمرو جھوٹا ہے۔

۶...... اس میں زید کا قول اہل السنت والجماعت کی اکثریت کا قول ہے اور عمرو کا قول بھی عذاب کی کیفیت میں کتب علم کلام میں منقول ہے مگر حق زید کا قول ہی ہے۔

ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! ۱۱ رجمادی الثانیہ ۱۴۰۱ھ

عبد الرشید ...... مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

''الجواب صحیح'' بندہ محمد عیسیٰ عفی عنہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

۲۳ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

دوسرا فتویٰ

استفتاء: حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب السلام علیکم!

ہمارے ہاں ایک مولوی احمد سعید خان صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف پر پڑھا ہوا درود شریف صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں وہ کافر ہے، وہ مولوی صاحب اپنے آپ کو آپ کی جماعت کا بتاتا ہے، دیوبندی لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنا عقیدہ اور اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ظاہر فرما کر ہم پر کرم نوازی فرمائیں تاکہ عام مسلمانوں کی رہبری ہو سکے۔ نیاز مندِ علماء

احقر عبدالقادر خان عباسی احمد پور شرقیہ سابق ریاست بہاول پور

الجواب وھوالموفق للصواب: کتب فقہ اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت ﷺ درود وسلام سنتے ہیں، سلف اہلسنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے، ایسے عقیدے والے کو کافر اور مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے، العیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

عبدالرشید ...... مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۲ صفر ۱۳۹۶ھ

"الجواب صحیح" لاشئ غلام اللہ

"جواب درست ہے" ناکارہ خلائق غلام ربانی (بحوالہ خیر الفتاوی ج۱ ص۱۲۷)

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

استفتاء: محترم ومکرم جناب مفتی صاحب (دامت برکاتکم)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! گزارش ہے کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ نے راولپنڈی میں جو فیصلہ فرمایا تھا، جس پر فریقین کے دستخط بھی ہیں کہ وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے، اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں، اس فیصلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر کوئی شخص اس عقیدہ کو نہ مانے تو کیا وہ اہل السنت والجماعت سے خارج ہو جائے گا؟ کیا ایسے شخص کو گمراہ کہنا صحیح ہے؟ اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا! السائل ...... ابواحمد نور محمد تونسوی

خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بصورت مسئولہ حکیم الامت قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کا یہ فیصلہ شرعاً کتاب وسنت کے موافق ہے اور قرآن وسنت سے ثابت ہے اور تمام اہل السنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح تمام دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اجساد عنصریہ مبارکہ کے ساتھ قبروں میں حیات ہیں، علماء دیوبند جو خالص اہلسنت والجماعت ہیں اور اس صدی میں اہل السنت کے سب سے بڑے ترجمان ہیں۔

اس لئے قدرتی طور پر اس بات میں بزرگان دیوبند کا وہی عقیدہ ہے جو جمہور حضرات کا ہے اور اسی عقیدے کو سلف صالحین کی تائید بھی حاصل ہے اور مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند ایسے شخص کو اہلسنت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور اہلسنت والجماعت سے خارج ہے اور ایسے شخص کی امامت کے بارے میں جو کہ بلا تاویل حیات النبی ﷺ کا منکر ہو وہ بدعتی ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے۔

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ویکرہ امامة مبتدع ای صاحب بدعة'' (الدر المختار ج ا ص ۸۳)

اور علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں: بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

فتاوٰی رشیدیہ ج ۳ ص ۱۱۸ (ماخوذ خیر الفتاوٰی اور مزید تفصیل بھی اس میں موجود ہے) فقط واللہ اعلم!

کتبہ: شکور احمد غفرلہ

المتخصص: فی الفقہ دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

''الجواب صحیح'' محمد عبدالسلام عفا اللہ عنہ

مہر: رئیس دارالافتاء ...... مہر: دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

۳۰ رشوال المکرم ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۰ رمارچ ۱۹۹۷ء

جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمہور اہل السنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور اسی طرح دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور نماز و دیگر عبادات میں مشغول ہیں۔ مسئلہ کے آخری حل اور تصفیہ کے لئے ۱۸ رمحرم الحرام ۱۳۸۲ھ بمطابق ۲۲ رجولائی ۱۹۶۲ء کو راولپنڈی میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی فریقین کے ذمہ دار حضرات نے سوال میں درج عبارت پر دستخط فرمائے۔ اس صاف وصریح عبارت پر اقراری دستخط کے باوجود اصل اور اجماعی مسئلہ سے انحراف جہاں امانت و دیانت کی دنیا میں حیران کن ہے، وہاں باعث صد افسوس بھی ہے۔

حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کا انکار کرنے والا اہلسنت والجماعت سے خارج ہے یا نہیں؟ اس کے لئے خیر الفتاوٰی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) ایسے شخص کو اہل السنت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس باب (حیات الانبیاء) میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور اہل السنت والجماعت سے خارج ہے۔ اس فتویٰ پر دیگر بہت سے مفتیان کرام کے دستخط موجود ہیں (خیر الفتاوٰی ج ۱ ص ۱۲۴ ر بطلیر یسیر) اور منکرین حیات النبی ﷺ اس مسئلہ میں غلطی پر ہیں اور چونکہ یہ ایک اجماعی عقیدہ ہے۔

لہٰذا اس کے منکر کو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

العبد عمر فاروق غفر اللہ ...... معلم جامعہ فاروقیہ کراچی

''الجواب صحیح'' عبدالحمید ربانی

مہر: دارالافتاء جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی یکم رذیقعدہ ۱۴۱۷ھ

جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(سائل حضرت مولانا نور محمد تونسوی زیدہ مجدہ نے کراچی کا فتویٰ بھی سوال کے ساتھ بھیجا تھا، اس لئے جواب میں اس کی بابت بھی کچھ گفتگو کی گئی ہے)

کراچی کے فتویٰ میں اجمال ہے، تفصیل ہونی چاہئے تھی کہ سوال میں مذکورہ تفصیل پر ایمان لانا مومن ہونے کے لئے تو ضروری نہیں ہے البتہ سنی ہونے کے لئے ضروری ہے کیونکہ عام اہلسنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں، جو شخص انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی جسمانی حیات کا قائل نہیں وہ اہل السنت والجماعت سے خارج ہے۔ اس کی تفصیل خیر الفتاویٰ صفحہ ۹۴،۱۲۹،۱۸۱ تا صفحہ ۱۸۹ میں موجود ہے۔

نیز سوال میں ذکر کی گئی عبارت کہ: ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں'' حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی تحریر فرمودہ ہے اور قاری صاحب رحمہ اللہ کی زیر سرپرستی فریقین کے ذمہ داروں نے اس پر دستخط کئے تھے اور یہ عبارت دیگر دلائل کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے ایک دستی فتویٰ (جو خیر الفتاویٰ میں چھپا ہوا ہے) میں بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

بندہ عبدالستار مہر: دارالافتاء ورئیس دارالافتاء

جامعہ قاسم العلوم گلگشت کالونی ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات اکابر سے جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ یہی ہے کہ (سوال میں) مندرجہ بالا تحقیق سے منحرف ہونے والا شخص اہل السنت والجماعت سے خارج اور معتزلی العقیدہ ہے، اسی پر اجماع منقول ہے اور اجماع کا منکر گمراہ ہے، ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ مزید تحقیق دوسرے مفتیان کرام سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

فقط واللہ اعلم حررہ منظور احمد مفتی جامعہ قاسم العلوم ...... مہر: مفتی صاحب ودارالافتاء

جامعہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر

بسم اللہ العلیم والصلوٰۃ علی رسولہ الکریم

الجواب بتوفیق العلام الوھاب: چونکہ اہل السنت والجماعت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ کا اس مسئلہ میں اجماع واتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بہ تعلق روح باجسام اطہار حیات حاصل ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات اور جذب القلوب میں اس پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں: حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست الخ، اور جذب القلوب میں فرماتے ہیں: ''بدانکہ در حیات انبیاء علیہم السلام وثبوت ایں صفت مر ایشاں را وترتب وآثار واحکام آں ہیچ کس را از علماء خلاف نیست الخ'' (احسن الفتاوی ج ۱ ص ۱۷۲)

پس ظاہر ہوا کہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام تمام اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص اس عقیدہ کا منکر ہوگا وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہوگا اور اگر حق کو اہلسنت والجماعت کے ساتھ خاص سمجھتا ہے تو ظاہر ہے ان کے عقیدہ کا منکر حق پر نہ ہوگا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم، امامت کا مسئلہ اس سے معلوم ہو گیا۔

کتبہ احقر الوارئ عبداللطیف ...... جامعہ قاسم العلوم فقیروالی

مہر: دارالافتاء قاسم العلوم فقیروالی

مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن مسجد گنبد والی جہلم

نحمدہ العظیم ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین فانھم کانوا علی ھدی المستقیم

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب موصوف کے مع تمہید میں ضروری اضافہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ج ۲۳ ش ۶ بابت ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۱ تا ۱۷ ار میں شائع ہوا۔ اس تحریر کی ابتداء یوں ہے: ''امابعد برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور ومعروف ہے اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے، علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی پاک قبروں میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی روح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا، وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!''

علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثتاً پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی چلا آرہا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصل جوابی فتویٰ بنام ''المہند علی المفند'' مرتب فرما کر حرمین کے پاس ارسال فرمایا، جس میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں علماء دیوبند کا نقطہ نظر غیر مشتبہ اور واضح الفاظ میں تحریر فرمایا...... یہ مسئلہ (اثبات حیات انبیاء) بطرز مذکورہ سلف سے لے کر خلف تک یکسانی کے ساتھ مسلمہ اور متفق علیہ رہا ہے اور تمام علماء دیوبند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی منحرف نہیں ہے...... آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس قدر مشترک تحریری یادداشت پر جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی، فریقین نے دستخط فرما دیئے۔ اس یادداشت کا متن ملاحظہ حسب ذیل ہے:

عامہ مسلمین کو فتنہ نزاع وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ (عنوان) مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا، ضرورت پڑنے پر

اس کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے گا، تفصیلات پر زور نہ دیا جائے۔ عبارت حسب ذیل ہے: ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔'' 　　احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ...... ۲۲؍جون ۱۹۶۲ء

جب اثبات مسئلہ حیات النبی ﷺ جمہور علماء دیوبند کا اجماعی مسئلہ ہے اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی عقیدہ ہے اور حضرات علماء دیوبند کا یہی مسلک ہے تو اس کا ماننا ضروری ہے، انکار کرنے والے کو گمراہ کہہ سکتے ہیں، لائق امامت نہیں، اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی مہدی حسن صاحب نے ۱۳؍جمادی الاول ۱۳۷۶ھ کو ایک استفتاء کے جواب میں یہ الفاظ لکھے ہیں: جو اس کے (اثبات مسئلہ حیات النبی ﷺ کے) خلاف کہتا ہے وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے...... الخ! 　　(مقالہ حیات ص ۲۶۷)

نوٹ: حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کی یہ تحریر (خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۴۳۷ تا ۴۴۴) کے حوالہ سے ماہنامہ حق چار یار ج ۱۰، ش ۴، بابت ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ مطابق اپریل ۱۹۹۷ء زیر عنوان ''مالکی قادری بھائی بھائی'' قسط نمبر ۱۳ کے ضمن میں ص ۲۲ تا ۲۶ میں شائع ہوا ہے۔

فقط خادم اہلسنت والجماعت محمد شریف عابد بقلم خود
مفتی جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جامع مسجد گنبد والی جہلم شہر

دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

مبسملاً و محمد لاً و مصلیاً

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون''
(مسند ابو یعلیٰ ج ۶ ص ۱۴۷)

اگر برزخ ہی کی زندگی مراد ہوتی آپ یوں فرماتے: احیاء فی البرزخ، معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں بہ تعلق روح زندہ ہیں اور اس پر اہل السنت والجماعت کا اجماع ہے، کذا فی الفتاوی رشیدیہ ص ۳۴ اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اہلسنت والجماعت سے خروج ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب تسکین الصدور، مقام حیات، حیات انبیاء کرام علیہم السلام۔ فقط واللہ اعلم بالصواب! 　　کتبہ شیر محمد عفی عنہ

خادم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور 　　۵؍رجب ۱۴۱۷ھ

مہر: دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام اہل السنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قبر اور برزخ میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی شہداء کی زندگی سے بھی اعلیٰ وارفع ہے اور جو شخص حیات الانبیاء علیہم السلام کا قائل نہیں ہے وہ اہلسنت

والجماعت سے خارج ہے۔ لہٰذا مذکورہ فی السوال امور کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راولپنڈی میں جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی شرعا درست ہے اور جو شخص حیات الانبیاء علیہم السلام کا قائل نہیں ہے وہ گمراہ ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اب حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے اثبات پر چند دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

۱...... حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ''اعلاء السنن'' میں مسئلہ زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنا مندوب ہے۔ اور آگے چل کر فرماتے ہیں کہ: ''احتج القائلون بانها مندوبة لقوله تعالى: ﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ ﴾ وجه الاستدلال بها انه صلی اللہ علیہ وسلم حي في قبره بعد موته كمافي الحديث: الانبياء احياء في قبورهم'' (اعلاء السنن ج۱۰ ص ۴۹۴)

اس سے معلوم ہوا کہ جمہور اہل علم کے ہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قرآن مجید کی مذکورہ آیت سے ثابت ہے۔

۲...... حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: ''فقال اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجسَادَ الْاَنْبِيَاءِ'' (ابوداؤد ج۱ ص ۱۵۰)

۳...... حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں یہ کلمات ہیں: ''اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ'' (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۹)

۴...... عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''من صلى عليَّ عند قبري سمعته ومن صلى عليَّ نائيا ابلغته'' (مشکوۃ ج۱ ص ۸۷)

۵...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''وصلوا عليَّ فان صلوٰتكم تبلغني حيث كنتم'' (رواہ ابوداؤد بحوالہ فتح الباری ج۱۱ ص ۳۵۲)

مذکورہ بالا آیت و روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو رہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی اپنی قبور میں حیات حاصل ہے اور ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس بارے میں احادیث و روایات درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں لیکن ان کو طوالت کے خوف سے نقل نہیں کیا گیا اور حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اجماع امت بھی ہے۔

۱...... چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''حیات متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست'' (اشعۃ اللمعات ج۱ ص ۶۱۳ بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۳۵)

۲...... حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ تمام اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی، لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے ملاحظہ ہو۔ (حیات نبوی ص ۲ بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۳۹)

اب حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اکابرین کے چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں:

۱...... امام استاذ ابو منصور طاہر الشافعی المتوفی ۴۲۹ھ فرماتے ہیں: ''قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا صلی اللہ علیہ وسلم حي بعد وفاته'' (اعلاء السنن ج۱۰ ص ۴۹۴)

۲...... علماء دیوبند کے اجماعی اور متفق علیہ عقائد کی کتاب ''المہند علی المفند'' مصنفہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ؒ کی اس عبارت کو بغور ملاحظہ فرمائیں: ''السوال الخامس: ما قولکم فی حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ الشریف ھل ذلک امر مخصوص بہ ام مثل سائر المسلمین ؒ حیوۃ برزخیۃ؟

الجواب: ''عندنا و عند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ ﷺ حی فی قبرہ الشریف و حیوتہ ﷺ دنیویۃ من غیر تکلیف و ھی مختصۃ بہ و بجمیع الانبیاء صلوات اللہ علیھم و الشھداء لا برزخیۃ کما ھی حاصلۃ لسائر المومنین'' (المہند علی المفند ص ۱۳)

۳...... حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ تحریر فرماتے ہیں: ''و دلت النصوص الصحیحۃ علی حیات الانبیاء علیہم السلام'' (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۵)

۴...... حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ المتوفی ۱۳۷۷ھ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے قوی تر ہے۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۱۳۰)

۵...... اور غیر مقلدین کے ''شیخ الکل فی الکل'' مولانا سید میاں نذیر حسین صاحب دہلوی المتوفی ۱۳۲۰ھ لکھتے ہیں کہ اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں، خصوصاً آنحضرت ﷺ کہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۵۵ بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۴۳)

۶...... علماء نجد جو لوگوں میں وہابی کے نام سے مشہور ہیں، اپنے عقائد کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ حیات الانبیاء کے بارے میں ہمارا عقیدہ اسلاف امت کے عقیدہ سے متفق ہے دیکھئے۔

(الدرر السنیہ فی الاجوبۃ النجدیہ ج ۱ ص ۲۶۰ طبع مصر)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حیات الانبیاء علیہم السلام قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے، اس کے بارے میں کسی بھی اہل السنت والجماعت کے فرد کا خواہ وہ مقلد یا غیر مقلد کوئی اختلاف نہیں ہے، اسی لئے شیخ التفسیر والحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل السنت والجماعت کا آپ کے سماع عند القبر پر اتفاق ہے، کوئی اس کا مخالف نہیں گزرا اور کتب اہل اسلام میں اس کے خلاف ایک صریح حوالہ موجود نہیں ہے۔ من ادعی خلافہ فعلیہ البیان (تسکین الصدور ۱۸۷)

واللہ اعلم!　　عبدالرؤف عفی عنہ　　مدرس دار العلوم کبیر والا

۶ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

''الجواب صواب''　　عبدالقادر عفی عنہ

مہر: دار الافتاء دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

باسم ملہم الصواب

انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے، جمہور علماء امت کا یہی عقیدہ ہے

حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں، قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر جو شخص سلام عرض کرتا ہے یا درود شریف پڑھتا ہے آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں، حیات الانبیاء علیہم السلام کا عقیدہ ضروریات مذہب اہل سنت میں سے ہے، جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الموت کا منکر ہے وہ گمراہ ہے یا بدعتی ہے، غلط عقیدہ والا ہے، ضال اور مضل ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب!

حررہ ظفر اقبال مفتی جامعہ الاسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

۱۹/ ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ

مہر: دارالافتاء جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ حیات الانبیاء کرام علیہم السلام وشہداء عظام کے متعلق صرف اتنا عقیدہ رکھنا کافی نہیں ہے کہ وہ برزخ میں زندہ ہیں بلکہ اہل السنّت والجماعت اور اہل حق کے عقیدہ کے مطابق یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ قبر (برزخ) میں روح کے تعلق سے ان حضرات کو حیات حاصل ہے۔ اس کی تصریح علماء عقائد نے کی ہے، صرف روح یا صرف بدن کی حیات بغیر تعلق روح کا عقیدہ جمہور اہلسنّت کے خلاف معتزلہ وغیرہ کی شاخ صالحیہ اور کرامیہ اور روافض کا عقیدہ ہے، اسی قبر میں عذاب وثواب کے عقیدہ میں اہلسنّت اور معتزلہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا، اہلسنت واہل حق کا مذہب یہی ہے کہ میت کو قبر میں اعادہ روح کے ساتھ حیات حاصل ہوتی ہے اور بدن وروح کے مجموعہ پر عذاب وثواب ہوتا ہے، بدن پر بغیر روح کے عذاب وثواب اہل سنت کے نزدیک غیر معقول ہے کیونکہ روح کے بغیر بدن جماد محض ہے اسمیں حیات نہیں ہے اور حیات کے بغیر جماد میں الم اور لذت کا احساس غیر متصور ہے جیسا کہ علامہ خیالی وعلامہ عبدالحکیم نے اس کی تصریح کی ہے۔ عقائد اہلسنت کی درسی کتاب ''الخیالی'' کے مشہور محشی علامہ ایوبی اس مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''اعلم ان المذاهب في هذا المقام ثلاثة: الاول الميت حي في قبره فيعذب وهذا هو مذهب اهل السنة والحق، والثاني انه جماد لايعذب ولا يدرك العذاب هذا هو مذهب جمهور المعتزلة والروافض، والثالث انه جماد يعذب وهذا هو مذهب الصالحية من المعتزلة ومذهب ابن جرير'' (الخیالی ص ۱۱۸)

اور علامہ نووی شارح مسلم وغیرہ نے اعادہ روح کی تصریح کی ہے اور بغیر روح کے تعذیب کو فاسد کہا ہے۔ چنانچہ علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں: ''ثم المعذب عند أهل السنة الجسد بعينه أو بعضه بعد اعادة الروح إليه أو إلى جزء منه وخالف فيه محمد بن جرير وعبد الله بن كرام وطائفة فقالوا لايشترط إعادة الروح قال أصحابنا هذا فاسد لأن الألم والاحساس إنما يكون في الحي الخ'' (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۵)

علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ الفاظ حدیث: فیعاد روحہ فی جسدہ کی شرح میں فرماتے ہیں: ''ظاهر الحديث أن عود الروح إلى جميع أجزاء بدنه فلا التفات إلى قول البعض بأن العود إنما يكون إلى البعض ولا إلى قول ابن حجر إلى نصفه فإنه لا يصح أن يقال من قبل العقل بل يحتاج إلى صحة النقل'' (مرقاۃ ج ۴ ص ۲۵)

امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں: ’’وإذا جاز أن يكون المؤمنون قد أحيوا في قبورهم قبل يوم القيامة وهم منعمون فيها جاز أن يحيا الكفار في قبورهم فليعذبوا‘‘ (احکام القرآن ج ۱ ص ۵۸)

علامہ سید محمود الحنفی آلوسی مفتی بغداد فرماتے ہیں: ’’وتحقيقه في شرح الشمائل للعلامة ابن حجر ثم اعلم أن اتصال الروح بالبدن لا يختص بجزء دون جزء بل هي متصلة مشرقة على سائر أجزائه وإن تفرقت وكان جزء بالمشرق وجزء بالمغرب ولعل هذا الإشراق على الأجزاء الأصلية لأنها التي يقوم بها الإنسان من قبره يوم القيامة على ما اختاره جمع‘‘ (تفسیر روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۶۳)

ان عبارات سے واضح ہے کہ مردوں کو قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور یہ زندگی ان کی ارواح کو ان کے اجسام کی طرف لوٹا کر حاصل ہوتی ہے، یہی مذہب اہل حق اہلسنّت والجماعت کا ہے، اس کا انکار معتزلہ وغیرہ اہل باطل نے کیا ہے، جو شخص بھی عذاب قبر کا قائل ہو اس کو احیاء موتٰی فی القبر بتعلق روح کا قائل ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ احیاء فی القبر کے قائل ہوئے بغیر عذاب قبر کا اقرار کرنا حقیقت میں اس کا انکار کرنا ہے اور بغیر تعلق روح کے حیات کا قول درحقیقت انکار حیات ہے۔ کما مر مفصلاً!

تو اب جو شخص بغیر تعلق روح کے قبر کی حیات کا قائل ہے اور مجمل طریقہ پر قبر کی حیات کا قائل ہے وہ مذہب حق اور مذہب اہلسنّت کے مختار مذہب کے خلاف کا قائل ہے کیونکہ حیات کے بغیر عذاب وثواب کے کوئی معنی نہیں اور بغیر تعلق روح کے حیات کے کوئی معنی نہیں، اسی لئے سلف امت میں احیاء موتٰی کے اندر کوئی اختلاف نہیں تھا اور ’’عذاب القبر حق‘‘ اہلسنّت کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ شرح مواقف میں ہے: ’’احياء الموتى في قبورهم ومسئلة منكر نكير وعذاب القبر للكافر والفاسق كلها حق عندنا اتفق عليه سلف الامة قبل ظهور الخلاف واتفق عليه الاكثر بعده‘‘

اور مواقف کے شارح علامہ سید شریف الجرجانی لکھتے ہیں: ’’واذا ثبت التعذيب ثبت الاحياء والمسئلة لان كل من قال بعذاب القبر قال بهما‘‘ (شرح مواقف ص ۷۱۶)

جب ہر قائل عذاب قائل حیات فی القبر ہے اور عکس نقیض موجبہ کلیہ کا موجبہ کلیہ لازم ہے، یعنی كل من لم يقل بهما لم يقل بعذاب القبر، تو منکر حیات منکر عذاب قبر ہوگا حالانکہ عذاب قبر تمام اہلسنّت کے نزدیک دلائل متواترہ سے ثابت ہے، آیات سے بھی احادیث سے بھی۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے عذاب قبر سے متعلق آیت ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ﴾ کے تحت عذاب قبر کی احادیث کے بارے میں لکھا ہے: ’’ولنا أيضا أحاديث صحيحة وأخبار متواترة‘‘ پھر احادیث درج کی ہیں احادیث صحیحہ کو متواترہ کہنے کے بعد کسی حدیث کے کسی راوی کو کسی نے ضعیف کہہ بھی دیا تو حسب اصول حدیث تواتر پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا اور علامہ کے کہنے کے بعد وہ قابل اعتناء بھی نہیں ہوگا۔ صاف ظاہر ہے کہ عذاب قبر ایسی چیز کو ہی ہوسکتا ہے جو قبر میں ہے اور زندہ ہے۔ اس لئے روح کا قبر میں ہونا یا اس کا تعلق ہونا ضروری ہے۔ یہی حیات ہے ورنہ جسم خالی از ارواح جو جمادات میں سے ہے، عناصر اربعہ جامدہ کا مجموعہ ہے اس کو عذاب کے کیا معنی؟ اور بغیر تعلق روح کے حیات کے کیا معنی؟

''عذاب'' تفعیل کا اسم مصدر بخاصیت سلب ہے،''عذوبۃ'' یعنی شرینی حیات کو سلب کرتا ہے،''عذوبتِ حیات'' حیات ہی کو لائق ہوگی، اسی کا سلب ''عذاب'' ہے، یہ جماد میں کیسے ممکن ہے جب کہ اس میں حیات ہی نہیں ہوتی اور معتزلہ کی شاخ کرامیہ جو کہ میت کو جماد مانتے ہیں اور اس کے عذاب کے قائل ہیں، جیسا کہ حاشیہ خیالی سے اوپر گزرا، وہ مردود اور سفسطہ ہے۔

علامہ خیالی فرماتے ہیں:''جوز بعضهم تعذيب غير الحی و لا شک انه سفسطة لان الجماد لا حس له فكيف يتصور تعذيبه'' (تعذیبہ ص ۱۱۸)

عقائد اہلسنت کی سب کتابوں میں عذابِ قبر کے برحق ہونے کی تصریح کی گئی ہے اور اس عقیدہ کو ضروریات اہلسنت میں شمار کیا گیا ہے اور ''عذاب القبر حق'' اس کے حق ہونے کی تصریح کر رہا ہے اور یہ بغیر حیات فی القبر کے متصور نہیں اور حیات بغیر تعلق روح کے ثابت اور تعذیب و تنعیم کے لئے کافی نہیں، کیونکہ اس میں احساس ہی نہ ہوگا۔

اب جو شخص بتعلق روح قبر میں جسم کی حیات کا قائل نہ ہو اور صرف حیات کا قول کرتا ہو وہ درحقیقت منکر حیات ہے، معتزلہ اور روافض کے موافق اور اہلسنت کے مخالف ہے کیونکہ اہلسنت بتعلق روح قبر میں حیات کے قائل ہیں جب کہ معتزلہ اور روافض اس کے قائل نہیں۔ اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ قبر میں جو حیات انبیاء کرام و شہداء عظام کو حاصل ہے وہ بتعلق روح ہے اور یہی عقیدہ اہلسنت والجماعت کا ہے۔ اس کے خلاف جو عقیدہ ہوگا وہ اہلسنت کے خلاف ہوگا اور اسی تحقیق سے سوال میں درج شدہ مفصل عقیدہ کی شرعی حیثیت بھی واضح ہوگئی کہ وہ اہلسنت والجماعت کے موافق ہے اور یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے ورنہ اہلسنت کے خلاف لازم آئے گا۔

اب رہا سوال کا دوسرا جز کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر صلوٰۃ وسلام عرض کیا جائے، تو اس کو آنحضرت ﷺ بنفس نفیس بغیر واسطہ کے خود سنتے ہیں تو اس میں اہلسنت کا کوئی اختلاف نہیں ہے اگرچہ اموات کے سماع عند القبر میں اختلاف ہے مگر سماع انبیاء کرام علیہم السلام عند القبر میں کسی کو اختلاف نہیں۔ چنانچہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:''تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جاکر کہے کہ اے فلاں! تم میرے لئے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کردیوے، اس میں علماء کا اختلاف ہے، مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں، سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اور اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے، پس یہ جواز کے واسطے کافی دلیل ہے۔'' (فتاوٰی رشیدیہ ج ۱ ص ۹۹، ۱۰۰)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع عند القبر اجماعی مسئلہ ہے، فقہاء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے، ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں، سماع انبیاء کرام علیہم السلام کا انکار اجماع فقہاء کا انکار ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب حدیث ''مامن رجل يسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد علیہ السلام'' جس کو علامہ ابن تیمیہ نے حدیث جید فرمایا ہے۔ (فتاوٰی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳۶۱) کی تشریح میں لکھتے ہیں: اتنی بات سب کے نزدیک مسلمہ اور دلیل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبروں میں حیات حاصل ہے، اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ آپ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور

جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلانے کے لئے اس میں رُوح ڈال دیتے ہیں۔ اس بناء پر اکثر شارحین نے ''ردّ روح'' کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدے میں معروف رہتی ہے اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے، جب کوئی امتی سلام کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہِ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں، پس اس روحانی توجہ اور التفات کو ''ردّ روح'' سے تعبیر فرمایا گیا۔ یہی جواب علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی تشریح بخاری میں ارقام فرمایا ہے اور عند القبر سماع اس کے علاوہ دوسری حدیث سے بھی ثابت ہے جیسا کہ احادیث ذیل سے واضح ہے۔

(۱) ''من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی نائیا ابلغته رواه البیهقی فی شعب الایمان''

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۲، وتحریرات حدیث ص ۲۱۱ رلمولانا حسین علی)

(۲) ''لیهبطن عیسی بن مریم حکما وإماما مقسطا، ولیسلکن فجا فجاجا أو معتمرا، ولیأتین قبري حتی یسلم علي، ولأردن علیه'' (الجامع الصغیرج ۲ ص ۱۴۰)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلام کا جواب مرحمت فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ سماع سلام کے بغیر جواب کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ روضہ مبارک کے پاس سلام سنتے بھی ہیں اور جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے، اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ عرضِ سلام اور اس کا جواب آپ کی ذاتِ گرامی سے وابستہ ہے جو جسم مع روح کا نام ہے، صرف جسم یا تنہا روح کا یہ کام نہیں۔

اکابر دیو بند کا متفقہ فیصلہ

اکابر دیو بند کا مسلک بھی یہی ہے حضرت نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدانِ مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیاوی کے مماثل ہے، صرف یہ کہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن وہ (تلذذاً) نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس پر جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین کا اور متکلمین اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیو بند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل تصنیف حیات انبیاء کرام علیہم السلام پر ''آب حیات'' کے نام سے موجود ہے، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، ان کا رسالہ ''المهند علی المفند'' بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے اور جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیو بند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق ویهدی السبیل!

دستخط علماء کرام

☆ ...... محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ کراچی

☆ ...... عبدالحق عفی عنہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

☆...... مفتی محمد صادق عفا اللہ سابق محکمہ امور مذہبیہ بہاول پور
☆...... مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
☆...... بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ دار العلوم کراچی
☆...... ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دار العلوم ٹنڈ و اللہ یار
☆...... محمد رسول خان عفا اللہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور (مقام حیات ص ۲۷۲ مطبوعہ اوّل)

حضرت مولانا مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دار العلوم دیو بند کا فتویٰ بھی مقام حیات میں طبع ہو چکا، جس میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ اپنے مزار میں حیات ہیں، مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے، وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، آگے لکھا ہے کہ تین حدیثیں نقل کر دی ہیں، اس باب میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی ہے اور خارج اہل السنت والجماعت ہے، غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں (۲۶۷) اس فتویٰ پر استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات کے دستخط بھی موجود ہیں، ان سب حضرات نے مزار مبارک میں آنحضرت ﷺ کی حیات جسدی کے خلاف عقیدہ رکھنے والے کو اہل السنت والجماعت سے خارج اور خراب عقیدے والا بدعتی قرار دیا ہے اور تصریح کی ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے، نیز حیات جسدی بغیر تعلقِ روح کے ممکن نہیں، چونکہ جو حیات بغیر تعلق روح کے ہوگی وہ حیات جمادی ہوگی جس کے ساتھ عذاب وثواب ناممکن اور غیر متصور ہے، جیسا کہ علماء متکلمین کی عبارات میں صراحۃً گزر چکا ہے، اس لئے روح کے تعلق کے ساتھ حیات فی القبر کا عقیدہ ضروری ہے اور مسلک اکابر دیو بند سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ قبر مبارک میں آنحضرت ﷺ کو حیات بتعلق روح حاصل ہے جیسا کہ اوپر مفصلاً اس تحریر میں بھی گزر چکا ہے۔ مذکورہ تمام تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ قبر میں تعذیب وتنعیم کا تعلق روح وجسم دونوں کے ساتھ ہے اور بغیر روح کے حیات کے کوئی معنیٰ نہیں ہے اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ تعذیب وتنعیم کا تعلق روح وجسم دونوں سے ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۹۴) پر ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں:

بعض علماء کا خیال ہے کہ عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے اور روح کا تعلق قبر سے رہتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ عذاب روح وجسد پر ہوتا ہے، باقی رہا یہ سوال کہ جسم پر وقوع عذاب ہمیں معلوم نہیں ہوتا یا جسم کے اجزاء متفرق ہو جاتے ہیں اور انہیں مٹی کھا جاتی ہے، سو اس کے حل کے لئے صوفیاء نے یہ قول کیا ہے کہ اعادہ روح جسم مادی میں نہیں بلکہ جسم مثالی میں ہوتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی میں ہی روح کا اعادہ ہوتا ہے مگر اسے ہم معلوم نہیں کر سکتے۔ الخ!

جب تعذیب وتنعیم کا تعلق جسم اور روح دونوں سے ہوتا ہے اور بغیر تعلق روح حیات فی القبر کا تصور ممکن نہیں تو پھر روح کے تعلق کو بدن مادی کے ساتھ تسلیم کرنا ضروری ہوا اور اس تعلق کو ضروری نہ سمجھنا تعذیب وتنعیم فی القبر کا حقیقۃً انکار کرنا ہے، گو لفظوں میں انکار نہ بھی ہو کیونکہ یہ عقیدہ معتزلہ کی شاخ کرامیہ کا ہے کہ وہ بدوں حیات کے بھی قبر میں جسم کو جماد مانتے ہوئے اس کے معذب اور مثاب ہونے کے قائل ہیں۔ ان کا عقیدہ قطعاً اہل السنت والجماعت کے ائمہ اور متکلمین اسلام کے خلاف ہے، لہٰذا حیات فی القبر کے عقیدے کے لئے جسم خاکی کے ساتھ روح کے تعلق

کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے اور بغیر تعلق روح کے حیات کا کوئی معنی نہیں، یہ اقرار بھی در پردہ انکار ہی ہے۔ بہر حال نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام کے سماع پر اجماع ہے اور اس کا احادیث صحیحہ سے ثبوت بھی ہو رہا ہے جیسا کہ اوپر اس تحریر میں بھی مختصراً گزرا ہے، اس لئے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے۔

عبارت مسئولہ میں جس تفصیل کا ذکر کیا گیا ہے اس میں انہی مذکورہ دونوں عقیدوں کے بارے میں پوچھا گیا ہے اس لئے اس تفصیل پر اعتقاد کا ضروری ہونا اہلسنّت والجماعت میں ثابت کر دیا گیا ہے اور جب جسد مادی کے ساتھ تنعیم وتعذیب کا تعلق روایات صحیحہ اور اکابر اہلسنّت والجماعت کی تصریحات سے ثابت ہو چکا ہے تو جسد مثالی کے ساتھ اس کا تعلق صحیح نہ رہا جیسا کہ حضرت مفتی صاحب کی عبارت میں بھی تصریح ہے جسم مثالی سے اس کا تعلق صحیح نہیں۔ رہا یہ کہ: ''من صلی علیّ عند قبری الخ'' میں محمد بن مروان سدی صغیر مجروح راوی ہے۔ اوّل تو اس پر مسئلے کا دارومدار نہیں بلکہ دوسری احادیث صحیحہ سے سماع عند القبر کا ثبوت ہو رہا ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہو چکا ہے اور اجماع کے بعد ہر ہر راوی کی توثیق کی ضرورت نہیں رہتی، دوسرے امام بیہقی کی اس روایت کی سند میں ابو عبد الرحمٰن کا ذکر ہے، امام بیہقی کی رائے یہ ہے کہ وہ محمد بن مروان سدی صغیر ہے اور وہ مجروح ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''ھذا ھو عبدالرحمٰن السدی فیما اری وفیہ نظر'' (حیات الانبیاء للبیہقی ص ۱۷)

اوّل تو اس ابو عبدالرحمٰن سے محمد بن مروان سدی کا مراد ہونا متعین نہیں ہوتا، صرف امام بیہقی کی رائے ہے اور اس کو مان لینے کے بعد بھی وہ اس حدیث کے مضمون کو دوسری احادیث کی تائید کی وجہ سے قبول کرتے ہیں۔ ''وفیہ نظر'' کے متصل فرماتے ہیں: ''وقد مضیٰ ما یؤکدہ'' ثابت ہوا کہ امام بیہقی کے نزدیک اگرچہ یہ راوی منظور فیہ ہے مگر اس روایت کا مضمون مقبول ہے، متروک نہیں۔ اب امام بیہقی کی نظر وجرح کو بیان کرنا اور ان کی تائید بیان کرنے اور اس روایت کے مضمون کو قبول کرنے سے صَرف نظر کرنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اس کی مزید تفصیل بندہ کی کتاب حیات الانبیاء کرام علیہم السلام ص ۱۵۸ / پر ملاحظہ فرمائیں:

پھر جمہور اہلسنت نے اس حدیث کی جس سند سے استدلال کیا ہے وہ اس کی دوسری سند ہے جو ''ابوالشیخ'' کی سند کہلاتی ہے اور اس کے جملہ راوی ثقہ اور معروف ہیں، محدثین کی خاص جماعت اس کو صحیح مانتی ہے،

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی ابوالشیخ کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں: سندہ جید (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سندہ جید'' (القول البدیع)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے ''سندہ جید'' فرماتے ہیں۔

ان حضرات کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثانی اور حضرت علامہ ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سند کی توثیق کی ہے، یہ روایت جید اور صحیح ہے اس کے حجت ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ الغرض انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر اور سماع عند القبر الشریف جمہور اہلسنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے اور اہلسنت کے نزدیک اس میں وہی تفصیل حق ہے جس کا سوال میں حوالہ دیا گیا ہے، جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج اور بدعتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فی کل باب!

کتبہ الاحقر السید عبدالشکور الترمذی

مدیر الجامعہ الحقانیہ الساہی وال من مضافات سرگودھا ...... ۲۵ / شوال المکرم ۱۴۱۷ھ

رئیس المناظرین مولانا علامہ عبدالستار تونسوی صدر تنظیم اہلسنت والجماعت ملتان پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرعاً یہ فیصلہ اہل السنت کے عقیدہ کے مطابق ہے۔ تمام اہل السنت کا اجماعی عقیدہ ہے جو شخص اس عقیدہ کو نہ مانے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، ایسے شخص کو گمراہ کہنا چاہئے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ جناب امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر پر اجماع ہے، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، عرب وعجم کے علماء اہل السنت اس مسئلہ پر متفق ہیں، جو شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا وہ سلف وخلف اہلسنت کے خلاف ہے، سُنی نہیں ہے۔

محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ یکم ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ

مولانا منظور احمد نعمانی جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی ضلع بہاول پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل السنت والجماعت کے نزدیک یہ نظریہ مسلمات میں سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ عنصریہ اسی ارضی قبور میں صحیح وسالم اور محفوظ ہیں اور انہی اجساد کے ساتھ قبور شریفہ میں تعلق روح قائم ہے اور رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے رسول اللہ ﷺ خود اپنے آذان سے سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں، لیکن عوام الناس کو اتنا طاقت اور قرب حاصل نہیں ہے کہ یہ جواب سن سکیں البتہ اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پورا قرب حاصل ہے اور ان کی روحانی قوت انتہائی قوی ہے وہ خود یہ جواب سنتے ہیں جیسے کہ اولیاء اللہ کی روایات اس قسم کی مشہور منقول ہیں اور یہ نظریہ نصوص کے ساتھ مدلل ہے اور روایات جو معنیً متواتر ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان قبور ارضیہ میں اموات کو تنعیم اور تعذیب ہوتی ہے اور تنعیم وتعذیب کا جماد بے روح کو تو احساس نہیں ہوسکتا، اس لئے ضروری ہے کہ اس قبر ارضی میں ہر میت کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق روح اتنا ضروری ہے جس کے ساتھ تنعیم اور تعذیب کا احساس ہو اور شہداء کی حیوٰۃ چونکہ قوی ہے لہٰذا ان کے روح کا تعلق بالاجساد قوی ہوگا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے مراتب شہداء سے بالاتر ہیں، لہٰذا ان کے روح کا تعلق بالاجساد شہداء سے بھی زیادہ قوی ہوگا اور رسول اللہ ﷺ چونکہ افضل الرسل ہیں، ان کے روح اقدس کا تعلق آپ کے جسد مبارک سے انتہائی قوی ہوگا اور یہ احادیث صحیحہ قویہ سے ثابت ہے اور یہی نظریہ اہلسنت والجماعت کا ہے اور جو شخص اس نظریہ کا قائل نہیں ہے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، اس کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو اہل سنت کہتا رہے لیکن یہ اس کا قول نفس الامر کے خلاف اور جہل مرکب پر مبنی ہے، چونکہ یہ لوگ اپنی تقریروں میں انتہائی گستاخ ہیں جیسا کہ ان کی تقریر کی کیسٹیں شاہد ہیں، تو ان کے ساتھ اقتداء فی الصلوٰۃ جائز نہیں ہے، کبھی غلطی سے اقتداء کرلی گئی ہے تو وہ نماز واجب الاعادہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

کتبہ منظور احمد نعمانی عفی عنہ ...... مہر دار الافتاء جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی

مولانا منظور احمد نعمانی مدرسہ احیاء العلوم، ظاہر پیر رحیم یار خان

وھو الموفق للصدق والصواب: حضرت قاری صاحب قدس سرہ نے راولپنڈی میں حیات اور سماع

النبی ﷺ کے بارے میں فریقین کے اتفاق اور دستخطوں سے جو فیصلہ صادر فرمایا تھا، فقیر کا عقیدہ بھی وہی ہے اور اسی کی اشاعت کرتا ہے اور اسی عقیدہ کو اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ تصور کرتا ہے۔ جو حضرات اس کی مخالفت کرتے ہیں ان کے متعلق میرے اکابر دیوبند کا جو فتوی ہے اس سے فقیر من کل الوجوہ متفق ہے یہ فتوی تسکین الصدور مؤلفہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ کے ص ۱۴۱، ۲۴۲ پر موجود ہے، فقط و اللہ اعلم و علمہ اتم!

خاکسار منظور احمد عفی عنہ

خادم مدرسہ احیاء العلوم ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان ...... ۱۸/ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ بروز جمعہ

نوٹ: یہاں تک حضرت مولانا نور محمد تونسوی زید مجدہ کے مذکورہ سوال کے جواب میں مختلف مدارس اور علماء کرام کے چودہ (۱۴) فتاوی جات نقل کئے گئے ہیں۔ (منقول از قبر کی زندگی ص ۴۷۴ تا ۴۹۹)

مولانا شمس الحق افغانی، مفتی جمیل احمد تھانوی و دیگر علماء کرام

استفتاء: بخدمت اکابرین دیوبند ﷺ کے جانشینان کرام! متعنا اللہ تعالیٰ بطول بقائکم بالخیر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عرض یہ ہے کہ آج کل بعض حضرات:

۱...... انبیاء کرام علیہم السلام کے وصال کے بعد حیات برزخی جسمانی کا انکار کرتے ہیں، حضور اکرم ﷺ کے جسد اطہر میں کسی حس و حرکت کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی روضہ پاک پر سلام عرض کرنے والے کے سلام سننے کے قائل ہیں اور ساتھ ہی اس خیال کو اکابر دیوبند کا مسلک بتاتے ہیں۔

۲...... عالم برزخ میں ثواب و عقاب کا تعلق صرف روح سے مانتے ہیں، جسد عنصری پر عذاب و عتاب کے قائل نہیں اور اسے دیوبندی مسلک قرار دیتے ہیں۔

۳...... ذوات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے ساتھ وسیلہ پکڑنے کو صحیح نہیں سمجھتے اور اسے بزرگان دیوبند کا مسلک سمجھتے ہیں۔

۴...... سماع موتی کے قائل ہونے کو شرک کی بنیاد قرار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو دیوبندی کہلواتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ آپ حضرات جو مسلک دیوبند کے ترجمان ہیں اور بزرگان دیوبند کے سابقین اولین سے براہ راست مستفیض و مستفید ہونے والے ہیں۔ یہ وضاحت فرمادیں کہ مندرجہ بالا خیالات رکھنے والے صاحبان مسلک دیوبند سے منسوب و منسلک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا اکابرین دیوبند کا یہی مسلک تھا یا یہ ان کی ذاتی آراء ہیں اور بزرگان دیوبند کے مسلک سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ بینوا توجروا!

السائلون: حضرت مولانا (خان محمد) صاحب خانقاہ سراجیہ نزد کندیاں ضلع میانوالی

مولانا (محمد رمضان) صاحب مہتمم مدرسہ تبلیغ الاسلام میانوالی

حافظ (سرج الدین) صاحب کلور کوٹ

الجواب وباللہ التوفیق: مسائل مستفسرہ میں بزرگان دیوبند کا مسلک صاف اور واضح ہے اور اس سے قبل بھی بار بار اس کی اشاعت ہو چکی ہے۔ نیز علماء دیوبند کی مختلف اور متعدد تصانیف میں مکرر، سہ کرر اسے بیان فرمایا گیا ہے اور وہ کتابیں عام و خاص میں معروف و مشہور ہیں مثلاً:

☆...... آب حیات، جمال قاسمی ☆...... نشر الطیب ☆...... الشہاب الثاقب
☆...... المصالح العقلیہ ☆...... فیض الباری ☆...... المہند علی المفند

اور متفقہ اعلان وغیر ذلک اور حیات النبی ﷺ

الف: چنانچہ ''المہند علی المفند'' میں بجواب سوال خامس صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک آنحضرت ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کی یہ حیات عام مؤمنین یا عام لوگوں کی طرح برزخی ہی نہیں ہے بلکہ عالم برزخ میں دنیوی (جسمانی) ہے مگر مکلف بالاعمال نہیں ہیں اور یہ حیات حضور اکرم ﷺ اور جمیع انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت میں سے ہے۔ واضح رہے کہ اس مضمون پر علماء دیوبند کے طبقہ اولیٰ وعلیا کے تقریباً تمام اکابرین کے دستخط موجود ہیں۔ مثلاً شیخ الہند، حضرت تھانوی، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، حضرت شاہ عبدالرحیم اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ مضمون خود ہی تحریر فرمایا۔

ب: اسی طرح تقسیم ہند کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جب اس مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ سے متعلق بعض صاحبان کی تقریروں اور تحریروں سے بزرگان دیوبند کا مسلک مشتبہ ہونے لگا تو اس وقت اکابر علماء نے بھی متفقہ اعلان کے نام سے اپنے دستخطوں سے ایک تحریر شائع کر کے مسلک دیوبند کی وضاحت فرمائی۔ چنانچہ اس وقت بھی مقام حیات از مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود اور دوسرے رسائل میں مطبوع ہے۔ اس میں یہ صفائی سے لکھا گیا ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے، صرف یہ کہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے، اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس متفقہ اعلان پر مرحومین حضرات میں سے حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب خلیفہ اجل حضرت تھانوی، حضرت مولانا رسول خان صاحب سابق اعلیٰ مدرس دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مؤلف اعلاء السنن ورحمۃ القدوس وغیرہ کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

عذاب قبر: ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک قبر میں ثواب وعقاب کا تعلق روح اور جسد دونوں کے ساتھ رہتا ہے اور جسم سے جسم عنصری مراد ہے نہ کہ جسم مثالی جو کہ حقیقی جسم نہیں ہے بلکہ عالم مثال کے آئینہ میں جسم کا ایک عکس ہے کما صرح بہ المجدد الالف الثانی رحمۃ اللہ علیہ اور جیسا کہ کتب فقہ وعقائد میں مذکور ہے کہ: ''ان المیت اذا مات یکون فی نعیم او عذاب وان ذالک یحصل لروحہ وبدنہ'' (کتاب الروح)

یہی اکابرین دیوبند کا مسلک ہے۔

توسل بالانبیاء والصلحاء علیہم الصلوات والسلام: توسل بالانبیاء علیہم السلام بھی بزرگان دیوبند کے نزدیک جائز ہے۔ المہند علی المفند ص ۲۸ مطبوعہ جہلم، نشر الطیب للعلامہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور الشہاب الثاقب للشیخ المدنی رحمۃ اللہ علیہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ علامہ آلوسی نے آیت کریمہ ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ کے تحت توسل بالمقبولین کو جائز قرار دیا ہے اور تصریح کی ہے کہ اس کا مآل بھی توسل بالصفات ہی ہے: ''کانہ یقول برحمتک وفضلک علی فلان ادعو منک ھذا''

سماع موتیٰ: علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں فرمایا ہے:''وھذا السلام (ای السلام عند زیارۃ القبور) والخطاب والنداء لموجود یسمع ویخاطب ویعقل ویردون السلام و إن لم یسمع المسلم الرد ...... والسلف مجمعون علی ھذا وقد تواترت الآثار عنھم بأن المیت یعرف الحي ویستبشر به''

ہمارے مشائخ بھی فی الجملہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں جیسا کہ فیض الباری للعلامہ الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ میں ہے اور اسے ہرگز شرک کی بنیاد قرار نہیں دیتے۔ جو لوگ ان مسائل میں کچھ اور رائے رکھتے ہوں وہ کچھ بھی ہوں بہر حال مسلک دیوبند سے ان کا تعلق نہیں ہے، انہیں بزرگان دیوبند کی طرف غلط نسبت نہیں کرنی چاہئے۔ واضح رہے کہ بزرگان دیوبند کے یہ نظریات بحمد اللہ قرآن وسنت اور سلف صالحین کی تصریحات کے عین مطابق ہیں، سائلین کو چونکہ صرف مسلک دیوبند کا تعین اور تشخص مقصود تھا اس لئے صرف مسائل کے بیان پر اکتفاء کیا گیا، دلائل سے تعرض نہیں کیا گیا۔ واللہ یقول الحق ویھدی السبیل ! کاتب الحروف عبدالکریم عفی عنہ بحکم سیدی حضرت افغانی مدظلہ

دستخط ومہر: مولانا شمس الحق افغانی دستخط ومہر: مولانا محمد یوسف بنوری

دستخط ومہر: احمد الرحمٰن غفرلہ دستخط ومہر: ولی حسن عفااللہ عنہ

(بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۸ تا ۴۰)

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا فتویٰ کی تائید وتوثیق حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ اشرفیہ لاہور) نے فرمائی ہے۔ یہ تائید خود حضرت مفتی صاحب کے الفاظ میں پیش خدمت ہے:

''از احقر جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور

مولانا افغانی زید معالیھم کا املائی جواب حق وصواب ہے۔ چار مسئلوں میں علماء دیوبند کا یہی مسلک ہے بلکہ:

۱...... ''الف'' تو کل اہل السنت والجماعت کا اجماعی یہ مسئلہ ہے، عدم حیات کا قول تو صرف بعض معتزلہ اور رافضیہ کا ہے، اہل حق میں سے کسی کا نہیں۔ البتہ اہلسنت والجماعت میں تین قول ہیں: (۱) حیات من وجہ کا مسلسل رہنا۔ (۲) منقطع ہوکر عود کرنا پھر منقطع ہوکر عود کرنا۔ (۳) منقطع ہوکر عود کرنا اور تا قیامت رہنا۔

مگر یہ اختلاف ترجیحی ہے، حق وباطل کا نہیں ہے اور معتزلہ سے حق وباطل کا اختلاف ہے۔ چونکہ عذاب قبر تواتر سے ثابت ہے اور بغیر حیات کے ثواب وعقاب نہیں ہوسکتا اس لئے حیات قبری ہر انسان کے لئے اس قدر یقینی اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ جس سے عذاب وثواب کا ادراک ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نہ باشد در الحاد بودن اوشبہ نیست''

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۹۳) بحذف دلائل، تفصیلی دلائل وہاں ہیں۔

۲...... جمہور امت کے نزدیک برقول اصح جسم اور روح دونوں کو عذاب ہوتا ہے اور عذاب قبر اس کے متواتر ثبوت کی دلیل ہے، کیونکہ عذاب قبر اسی کو ہوتا ہے جو قبر میں ہو۔ اگر قبر میں فقط جسم ہو تو نہ عذاب عذاب ہے اور ثواب نہ ثواب کہ وہ ادراکات سے خالی ہے اور صرف روح قبر میں ہو جسم نہ ہو یہ ظاہر ہے کہ باطل ہے، لہٰذا دونوں پر عذاب ہوگا۔ عذاب قبر سے صرف عذاب برزخ مراد لینا عذاب قبر کا انکار بنے گا۔ قبر خاص ہے، برزخ (جو موت

سے قیامت تک کا زمانہ ہے) عام، ہر قبر تو برزخ ہے مگر برزخ ہر ایک قبر نہیں جو عام خاص کا خاصہ ہے، اگر عذاب قبر ہو تو عذاب برزخ ہے عذاب برزخ عذاب قبر نہیں، اگر صرف روح کو عذاب مانا گیا تو وہ قبر میں نہیں ہوگا تو عذاب قبر نہ ہوا گو عذاب برزخ ہوگا۔ یہ انکار متواتر کا ہے۔

۳...... وسیلہ اس کی ذات سے ہو تو بے اصل ہوگا لیکن حق تعالیٰ کی ایسی صفت سے ہو جس کا تعلق اس سے ہے مثلاً محبت ونسبت وغیرہ پھر تو وسیلہ صورۃً گو ان سے کیا جاسکے حقیقۃً اللہ تعالیٰ کی صفت سے ہے، اس کو کون ناجائز کہہ سکتا ہے؟ فقط حدیث شریف میں انبیاء کرام علیہم السلام سے توسل آیا ہوا ہے، بعیسیٰ روحک وموسیٰ نجیک اوکما قال لمبی حدیث ہے۔

۴...... میں ہمارے بزرگوں نے احتیاط کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف رہا ہے، ایسا نہ ہو دوسروں کی بے تعظیمی ہو جائے مگر مدار اس کا حیات پر ہے۔ اگر حیات بقدر ادراک عذاب وثواب ثابت ہو تو سماع بھی ثابت ہے اور تمام اہل السنت والجماعت کے نزدیک حیات بقدر ادراک نعم وقم ثابت ہے، حیات کے لئے سماع لازم ہے، یہی بات علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو سوال وجواب کر کے نظم بھی کیا ہے جس میں یہ شعر بھی ہے۔ (الحاوی ج ۲ ص ۱۷۴)

سماع موتیٰ کلام الخلق معتقد جاءت به عندنا الآثار فی الکتب

یعنی جمہور امت کا عقیدہ ہے، احادیث قریب بتواتر دلالت کرتی ہیں مثلاً احادیث سلام، احادیث معرفتِ غاسل وغیرہ، احادیث تلقین جو بکثرت وارد ہیں اور مجموعہ متواتر بن جاتا ہے۔ اس لئے حضرت شاہ صاحب سرخیل علماء ہند کا ہی فتویٰ راجح وقوی صحیح ترین معلوم ہوتا ہے اور علماء دیوبند وہی اعتقاد رکھتے ہیں جو ان اسلاف کا تھا اور چودہ سو سالہ اسلاف کا ہے۔ جمیل احمد تھانوی

مہر: مفتی جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور ...... ۱۳ رمضان ۱۳۹۶ھ

(منقول از تسکین الصدور ص ۴۰، ۴۱)

جامعہ قاسم العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً امابعد!

حضرات انبیاء علیہم السلام پر موت کا طاری ہونا قطعی ہے، کسی کا اس میں اختلاف نہیں، ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ اور قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ "فانه قد مات" اس کے شاہد عدل ہیں، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت سے حیات زائل ہو جاتی ہے یا صرف مستور ہو جاتی ہے۔ یعنی موت بمعنی رفع الحیاۃ ہے یا بمعنی ساتر الحیاۃ ہے۔ بانی دار العلوم دیوبند حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالہ "آب حیات" میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی موت سے صرف حیات مستور ہوئی ہے، زائل نہیں ہوئی۔ آپ کی موت کو عامۃ المومنین کی موت سے ممتاز قرار دے کر وضاحت سے لکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے، اس میں انقطاع یا تبدل تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا، واقع نہیں ہوا۔ ص ۲۷ انتہیٰ۔

لیکن اکثر محققین کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر موت بمعنی رفع الحیاۃ طاری ہوئی۔ بہر حال

حقیقت موت جو بھی ہو علی اختلاف القولین یہ امر مسلم ہے کہ آپ پر موت طاری ہوئی لیکن ساتھ ساتھ یہ امر بھی علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مسلّم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجود یعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں، آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد عنصری کے ساتھ ایسا قائم کر دیا گیا ہے کہ اسی دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ (جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے) تمام افعال وحرکات مثل سمع وبصر، بطش ومشی وکلام وغیرہا پر قادر ہیں، یہ عقیدہ کہ آپ کا جسد اطہر ساکن وصامت قبر مبارک میں صحیح سلامت موجود ہے اور اس سے افعال وحرکات کا صدور نہیں ہوتا، عقیدہ فاسدہ ہے اور تمام علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ اور علماء دیو بند رحمہم اللہ کے مسلک کے خلاف ہے۔

حضرت العلامۃ العارف باللہ مولانا محمد عبداللہ صاحب (بہلوی) مدظلہ العالی نے یہ رسالہ لکھ کر اہل حق کے اقوال کو اس ترتیب سے ساتھ جمع کر دیا ہے کہ منصفین، طالبین حق کے لئے کافی ووافی ہے۔ میں نے رسالہ کو مطالعہ کیا مجھے اس رسالہ کے مندرجات سے اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور رسالہ ہذا کو قبول فرما کر عامۃ الناس کے لئے ذریعہ ہدایت اور حضرت موصوف کے لئے ذریعہ ترقی درجات گردانے۔

الاحقر الافقر ابوالفضل محمود عفا اللہ عنہ

خادم الافتاء والتدریس بقاسم العلوم ملتان ۲۱/جون ۱۹۷۷

(منقول از رسالہ القول الجلی فی حیات النبی ﷺ: از مولانا محمد عبداللہ بہلوی)

جامعہ خیر المدارس ملتان

حضرت مولانا مفتی محمد انور دامت برکاتہم شیخ الحدیث وصدر مدرس خیر المدارس مولانا محمد شریف کشمیری رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''حضرت العلامہ مدظلہ نے ایک کتاب مسمّٰی بہ ''تنبیہ الغافلین علی اقوال الخادعین'' پر تقریظ لکھتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ: ''سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کے بارے میں میرا بھی وہی عقیدہ ہے جو اکابر دیوبند کا ہے۔ وغیرہ ذالک!'' اس کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان کے کسی صاحب نے حضرت والا مدظلہ سے اس مسئلہ پر گفتگو کی تو دوران بحث حدیث ''من صلیٰ علی عند قبری سمعتہ'' کی سند پر بھی تبصرہ ہوا۔ جس کو بعد میں ان صاحب نے بعنوان ''اعلان برات'' شائع کر دیا جس سے بظاہر یہ تاثر ہوتا تھا کہ حضرت والا کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے اور حضرت والا اس عقیدے سے برات ظاہر کرتے ہیں۔

حضرت والا کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے نزاکت کو محسوس فرماتے ہوئے ایک تحریر عنایت فرمائی جس میں حضرت نے وضاحت وتصریح کے ساتھ اظہار خیال فرمایا ہے اور اس پر جامعہ خیر المدارس اور جامعہ قاسم العلوم ملتان کے مفتیان عظام کے تائیدی دستخط بھی ثبت ہیں۔ فقط! محمد انور مرتب خیر الفتاویٰ

سماع صلوٰۃ والسلام عند القبر کے بارے میں حضرت العلامہ مولانا محمد شریف صاحب کشمیری مدظلہ کا ارشاد گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ ''تنبیہ الغافلین علیٰ اقوال الخادعین'' پر جو تقریظ ہے اور جسے بعنوان فتویٰ من جانب خطباء اہل السنت والجماعت ڈیرہ اسماعیل خان شائع کیا گیا، وہ عبارت میری ہے، میں اب بھی اس کا قائل ہوں کہ اگر روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آپ خود سنتے ہیں بلکہ جمیع اہل السنت والجماعت اس کے قائل ہیں اور سب اکابر دیوبند کا

یہی عقیدہ ہے۔ جو شخص اس عقیدے کو عقائد شرکیہ یا بدعیہ میں شمار کرتا ہے وہ بالکل جاہل اور پرلے درجے کا احمق اور ملحد ہے اور حقیقت شرک سے قطعاً ناآشنا ہے۔ مسلمانوں کو ایسے شخص سے دور رہنا چاہئے۔ اب میں علی وجہ البصیرت بتائد مفتیان خیر المدارس وقاسم العلوم ملتان مذکورہ بالا عقیدے کی اشاعت کی اجازت دیتا ہوں، جو اس کے خلاف میری طرف منسوب کرکے شائع کیا جائے اسے غلط سمجھیں، میری طرف منسوب کرکے اعلان براءت کے عنوان سے جو تحریر من جانب اشاعت التوحید والسنۃ شائع کی گئی، وہ ایک حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعته'' کی ایک سند کے بارے میں فنی بحث تھی، لیکن کسی حدیث کی سند کا متکلم فیہ ہونا اس کے مضمون کے بطلان کی دلیل نہیں۔ خود ابن عبد الہادی نے اس حدیث کے مضمون و معنی کو صحیح قرار دیا ہے (الصارم المنکی ص ۱۱۴) اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ قبر کے پاس سے سلام خود سنتے ہیں۔ (الصارم المنکی ص ۲۸۲) علامہ شوکانی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ثم حکم ابن عبد البر مع ذلک بصحته لتلقی العلماء له بالقبول'' (نیل الاوطار جلد نمبر ۱ ص ۲۴)

پھر ابن عبد البر نے اس بحث کے باوجود یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس لئے کہ تمام علماء نے اسے قبول کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم!　　　　محمد شریف کشمیری...... شیخ الحدیث وصدر مدرس خیر المدارس ملتان

۲۶/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

''التحریر صحیح''　　　　محمد شریف عفا اللہ عنہ جالندھری، مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

حضور پاک ﷺ کے روضہ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے، آپ اس کا صلوۃ وسلام خود سنتے ہیں، سب اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے۔ فقط واللہ اعلم!

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان...... ۲۶/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان　　　　۲۶/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

محمد اسحاق عفا اللہ عنہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان　　　　(منقول از خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲۸، ۱۲۹)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

آپ عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ پر مفصل اور مدلل بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیاوی سے قوی تر ہے، جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔''

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۲۹۵)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے بھی قوی تر ہے۔ جو حضرات اس مسئلہ کے منکر ہیں میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا، نہ وہ علماء دیوبند کے مسلک پر ہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۳۱۰، ۳۱۱)

حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ امیر: جمعیت علماء اسلام پاکستان

حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم ﷺ کی مدح میں بزبان عربی ایک قصیدہ لکھا اس میں فرماتے ہیں:

هو حي في قبره كحيات الانبياء وحرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء

ترجمہ: آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ دیگر انبیاء اور زمین پر حرام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے۔

حياتهم اعلى واكمل من الشهداء وشانهم ارفع في الارض والسماء

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ واکمل ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان آسمان اور زمین سے نہایت اونچی ہے۔ (ماہنامہ انوار القرآن کراچی حافظ الحدیث نمبر ص ۱۲۲)

خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ سراجیہ کندیاں، میانوالی

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خط ایک رسالہ میں شائع ہوا ہے، جس کا نام ہے: ''مماتی فتنہ علمائے دیوبند کی نظر میں'' یہ رسالہ حضرت مولانا محب اللہ صاحب لورالائی والے کا لکھا ہوا ہے اور یہ صاحب حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ چنانچہ بسم اللہ والحمد للہ، کے بعد لکھتے ہیں:

''ملک حاکم خان صاحب مکرمی ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

قرون اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک جمیع علمائے کرام کا اجتماعی طور پر حیات النبی ﷺ کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دینوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کے احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلا واسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر علماء دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک پر صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرمائے آمین!'' (بحوالہ عقیدہ حیات قبر از مولانا نور محمد تونسوی)

علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ سربراہ سپاہ صحابہ پاکستان

پھر ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی موت برحق ہے موت کے قانون سے بجز اللہ تعالیٰ کی ذات کے کوئی شخص بھی مستثنیٰ نہیں۔ لیکن موت کا پیالہ پینے کے بعد آدمی عدم محض کے گھاٹ نہیں اترتا بلکہ عالم دنیا سے منتقل ہو کر عالم قبر و برزخ میں چلا جاتا ہے اور عالم برزخ میں ہر مرنے والے کو اس عالم کے حالات کے مناسب ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے جس کے درجات متفاوت ہوتے ہیں سب سے اعلیٰ اور ارفع حیات حضرات انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہوتی ہے ان کے بعد شہید کا درجہ ہے اسی طرح بقیہ لوگوں کا حیات قبر میں شریک ہونا کتاب

سنت سے ثابت ہے۔ البتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیات قبر و برزخ خصوصی اور امتیازی شان رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کی حیات قبر اتنی قوی تر ہے کہ آپ ﷺ بنفس نفیس زائرین کا سلام سنتے ہیں اور جواب مراحمت فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کو یہ حیات بتعلق روح مع الجسد العنصری حاصل ہے۔ (بحوالہ عقیدہ حیات قبر از مولانا نور محمد تونسوی)

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

عقیدہ ''حیات النبی ﷺ'': یہ تو ابتدائی تمہیدی کلمات تھے، اس کے بعد ایک بات دو ٹوک الفاظ میں اور بہت واضح انداز میں یہ کریں گے، کہ ہمارا جامعہ فاروقیہ اور ہمارا وفاق المدارس قرآن و حدیث کی تشریح کے ذیل میں علمائے دیوبند کے مسلک و مشرب کو عام کرنے کے لئے، علمائے دیوبند کے مسلک اور مشرب کو پھیلانے کے لئے، علمائے دیوبند کے مسلک اور مشرب کو خلق خدا تک پہنچانے کے لئے قائم ہوا۔ علمائے دیوبند نے، جن کی پیروی وفاق کرتا ہے، جن کی پیروی جامعہ فاروقیہ کرتا ہے، بڑے بڑے جبال علم بڑے بڑے نامور علماء، اکابر مفسرین، اکابر محدثین، اکابر فقہاء، اکابر جہاد آزادی اور اکابر صوفیا اور اصحاب دعوت وارشاد پیدا کئے ہیں اور یہ ایک دو نہیں، دس پانچ نہیں، بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں، ان سب کی خدمات گوشہ گمنامی میں نہیں، ان میں سے اکثر کی خدمات پورے عالم میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں ہیں۔ ان کی خدمات کا عمومی طور پر، خصوصی طور پر، ہر مقام پر، ہر جگہ اکرام و احترام کیا گیا ہے اور ہم صرف تقلیداً نہیں، تحقیق پر، عالم کے حالات کا اچھی طرح، تفصیلی جائزہ لے کر ان کے پیروکار بنے ہوئے ہیں۔ آپ جامعہ فاروقیہ کو رہنے دیجئے، وفاق المدارس اتنا عظیم ادارہ ہے کہ اس کی کوئی مثال کہیں موجود نہیں ہے اور وفاق المدارس مذاہب دینیہ اور مذاہب اسلامیہ اور ہمارے ان تمام اداروں کی حفاظت کا، استحکام کا، ایک مضبوط اور مستحکم مرکز ہے، جس نے بڑوں بڑوں کو جو دینی تعلیم کی عظمت کے دشمن تھے، اللہ کی مدد سے پسپائی پر مجبور کیا۔ ان کی ناجائز کوششوں کو جو ہمارے مدارس کے خلاف تسلسل کے ساتھ جاری تھیں، ناکام بنایا۔

الحمدللہ! یہ اتنی بڑی تعداد صرف ایک مدرسے میں موجود ہے۔ آپ ملک کے کسی علاقے میں چلے جائیں ہم ابھی بلوچستان ہو کر آئے ہیں، جسے لوگ کہتے ہیں کہ پسماندہ علاقہ ہے، ہم نے دیکھا کہ مدارس کے اعتبار سے انتہائی ترقی یافتہ علاقہ ہے۔ اتنے طلبا، اتنے علماء، اتنے مدارس کہ جس کی کوئی انتہاء نہیں، جلسہ میں بیٹھ کر بات کرو تو حدِ نگاہ تک آدمی ہی آدمی، یہ ساری کی ساری برکت وفاق کی ہے، اور میں نے آپ کو بتایا تھا کہ جامعہ فاروقیہ اور وفاق علمائے دیوبند کا پیروکار ہے، لہٰذا نہ جامعہ فاروقیہ میں مماتیوں کے لئے کوئی گنجائش ہے اور نہ وفاق میں۔ یہ بات طے شدہ ہے، وفاق کا موقف کمزور نہیں ہے، وفاق کے موقف میں تردد اور شک شامل نہیں ہے، وفاق کا موقف مبنی علی الیقین ہے اور وفاق اپنے خیالات میں، اپنے عزائم میں مستقل اور مضبوط ہے، تو اس لئے میں اپنے اُن بھائیوں سے، وہ ہمارے بھائی ہیں، یہ گزارش کروں گا کہ وہ حضرات جو مماتی ذہن رکھتے ہیں وہ یہاں (جامعہ فاروقیہ میں) تشریف نہ لایا کریں، آپ سن رہے ہیں یا نہیں؟ سن رہے ہیں؟ بات سمجھ آرہی ہے؟ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم اُن کے دشمن نہیں ہیں، ہم اُن کے بدخواہ نہیں ہیں، ہم اُن کے خیر خواہ ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق کے لئے اُن کو شرح صدر نصیب فرمائے، لیکن ہم اپنے مدرسوں کو اِن دوستوں سے محفوظ ہی رکھنا چاہتے ہیں۔

علمائے دیوبند کا مزاج و مذاق: لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو دوسرے حیاتی مولوی مماتیوں کے خلاف ہیں، وہ تو اتنے سخت نہیں ہیں، یہ بہت سخت ہے۔ تو میں کہا کرتا ہوں کہ انہوں نے دیوبند دیکھا بھی نہیں، انہوں نے دیوبند میں وقت ہی نہیں گزارا اور ایک اور بات، بہت سے لوگوں نے گزارا ہے مگر فقط ایک سال، دورے کے لئے گئے۔ ایک سال میں دیوبند کا مزاج کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مگر میں نے وہاں پانچ سال گزارے ہیں۔ اور یہ بھی آپ کو بتا دوں، فخر کے طور پر نہیں میں نے وہاں پانچ سال اِس طرح گزارے ہیں کہ میں وہاں اپنے اساتذہ کی آنکھوں کا تارا تھا، وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔

میں نے پانچ برس دیوبند میں اس طرح گزارے ہیں کہ مجھے حضرات اساتذہ کا خصوصی قرب حاصل رہا، تو اس لئے میں جس طرح علمائے دیوبند کے مزاج و مذاق سے واقف ہوں، یہ تو نہیں کہتا کہ اور کوئی واقف نہیں، نہیں! مجھ سے زیادہ واقفیت رکھنے والے بھی ہوں گے، لیکن یہ جو ایک ایک سال رہ کر وہاں سے آتے ہیں، ان کو کچھ پتہ نہیں، یہ دیوبند کے مذاق و مزاج سے واقف نہیں ہیں، اور دیوبند کا مزاج مماتیوں کے مطابق ہرگز نہیں ہے۔

اس لئے میری درخواست ہے اپنے اُن دوستوں سے، کہ وہ مماتیوں ہی کے مدرسے میں جایا کریں، ہمارے مدرسوں میں نہ آیا کریں، ٹھیک ہے نا؟ میرے مماتی بھائی جتنے یہاں موجود ہیں، ناراض نہ ہوں، میں نے بہت ادب کی رعایت رکھتے ہوئے اُن کا ذکر کیا ہے، لیکن حق حق ہوتا ہے، اُس کو بیان کرنے میں تکلف نہیں ہونا چاہئے، وہ میں نے بیان کر دیا۔ (ماہنامہ الفاروق بابت ماہ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تمام ہی علماء کا مسلک حیات النبی ﷺ کا رہا ہے، علماء دیوبند بھی اسی کے قائل ہیں، جو شخص حیات کی بجائے ممات کا عقیدہ رکھتا ہے اس کا علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں۔ (خوشبو دا لاعقیدہ حیات النبی ص ۲۱)

شیخ الحدیث مولانا صوفی محمد سرور جامعہ اشرفیہ لاہور

''خوشبو دالا عقیدہ'' مصنفہ مولانا محمد حسن دامت برکاتہم کی کتاب پر تقریظ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام کے دنیوی ابدان کے ساتھ روح کا اتنا زیادہ تعلق ہے کہ وہ درود شریف سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، جو دور سے پڑھے وہ ان کو پہنچایا جاتا ہے اور وہ قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔ یہی علماء دیوبند کا مسلک ہے، اس کے خلاف گمراہی ہے اور مماتیوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور مولانا محمد حسن صاحب کی تحریر کی تائید کرتا ہوں۔ (خوشبو دالا عقیدہ ص ۲۰)

مولانا محمد جمیل امام تبلیغی مرکز رائے ونڈ، پاکستان

مولانا محمد جمیل صاحب رائے ونڈ تبلیغی مرکز کے امام ہیں۔ ان کے پاس چند لوگ آئے اور اس عقیدہ سے متعلق سوالات کئے۔ موصوف نے اسی وقت مفتی شیر محمد رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور سے فون پر اس موضوع سے متعلق ان کے سوالات کئے تو مفتی صاحب نے ان کے سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے، ملاحظہ فرمائیں:

سلام مسنون کے بعد:

مفتی شیر محمد صاحب: جی!

مولانا محمد جمیل: محمد جمیل بات کر رہا ہوں رائے ونڈ سے۔

مفتی شیر محمد علوی: اھلاً و سھلاً، اھلاً و سھلاً مرحباً

مولانا محمد جمیل: مفتی صاحب! آپ خیریت سے ہیں؟

مفتی شیر محمد علوی: اللہ کا احسان، الحمد اللہ بارک اللہ تعالیٰ فی الدرین!

مولانا محمد جمیل: میرے پاس تقریباً چالیس آدمی سرگودھا سے آئے بیٹھے ہیں ایک امام کے بارے میں

مفتی شیر محمد علوی: اچھا، اللہ خیر کرے۔

مولانا محمد جمیل: امام کا عقیدہ جو مماتیوں کا عقیدہ ہے وہ ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں: ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

مفتی شیر محمد علوی: جی!

مولانا محمد جمیل: یہ میرے پاس اب سارے لوگ بیٹھے ہیں، وہ امام بھی بیٹھا ہے جس کا عقیدہ مماتیوں والا ہے، اب یہ امام کہہ رہا ہے کہ جو علماء دیوبند کا عقیدہ ہے وہی میرا عقیدہ ہے۔ یہاں پر اجمالی یہ کہہ رہا ہے۔لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ مفتی صاحب بتائیں اس کے پیچھے ہماری نماز ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی؟

مفتی شیر محمد علوی: اس سے علماء دیوبند کے عقیدہ کی وضاحت پوچھنی چاہئے کہ وہ علماء دیوبند کا عقیدہ کیا مانتا ہے حیات الانبیاء علیہم السلام کے بارے میں؟

مولانا محمد جمیل: مماتی مولوی سے، (کھڑے ہو کر بول، ان کو بھی سنا اور مفتی صاحب بھی سنیں۔)

مماتی مولوی: میرا عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کا عالم برزخ میں ان کی حیات ہے۔

مفتی شیر محمد علوی: برزخ سے کیا مراد ہے؟؟

مماتی مولوی: قبر میں۔

مفتی شیر محمد علوی: روح کا تعلق بدن سے ہے کہ نہیں؟؟

مماتی مولوی: تھوڑا سا۔۔۔جیسے علماء دیوبند کہہ رہے ہیں۔

مفتی شیر محمد علوی: نہیں نہیں پوری بات بتاؤ گڑبڑ نہ کرو۔ علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں بتعلق روح۔ روح کا تعلق ہے اور وہاں پڑھا گیا صلوۃ وسلام خود سنتے ہیں۔ دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچاتے ہیں۔ یہ ہے علمائے دیوبند کا عقیدہ۔

مماتی مولوی: میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔

مفتی شیر محمد علوی: تعلق روح اور صلوۃ وسلام کے سماع کے ساتھ؟ دیکھو مولوی صاحب! جھوٹ نہ بولنا کیونکہ دنیا کی زندگی جو چند روزہ ہے ختم ہو جائے گی، امامت آپ کو اور مل جائے گی صرف امامت بچانے کے لئے جھوٹ مت بولنا۔

مماتی مولوی: جھوٹ نہیں سچ کہہ رہا ہوں۔

مفتی شیر محمد علوی: آپ کا مماتیوں کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یہ آپ کی شکایت کیوں لے کر آئے ہیں؟
مولانا محمد جمیل: بول مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مماتیوں کے ساتھ آپ کا کیا تعلق ہے یہ لوگ شکایت کیوں لے کر آئے؟
مماتی مولوی: کیونکہ شرک کے موضوع پر جب میں بیان کرتا ہوں، اس وقت میں آیات وغیرہ پڑھتا ہوں تو اس سے ان کو اشکال ہے میں عام بیان کرتا ہوں یہ اس طرف لے آتے ہیں۔
مفتی شیر محمد علوی: آخر ہم لوگ بھی بیان کرتے ہیں ہمارے بارے میں ہمارے مقتدی یہ نہیں کہتے۔
مماتی مولوی: جو قرآن میں توحید والی آیات ہیں جب ان کو بیان کرتا ہوں لا یسمعون وغیرہ
مفتی شیر محمد علوی: میرے عزیز! سارے علماء دیوبند آیات توحید بیان کرتے ہیں لیکن کبھی حیات انبیاء کے انکار کا شبہ بھی پیدا نہیں ہوتا کوئی مقتدی شکایت لے کر نہیں آیا۔ آپ کے بارے میں یہ شکایت کیوں آئی ہے؟ آخر کوئی بات ہوگی جو یہ شکایت لے کر آئے یہاں۔ آپ نے پڑھا کہاں ہے؟
مماتی مولوی: میں نے پڑھا ہے جامعہ صدیقیہ اشاعت التوحید گوجرانوالہ میں۔
مفتی شیر محمد علوی: قاضی شمس الدین کا مدرسہ؟
مماتی مولوی: جی!
مفتی شیر محمد علوی: وہاں تو یہ پڑھایا جاتا ہے جو عقیدہ مماتیوں کا ہے۔
مماتی مولوی: جی ہاں!
مفتی شیر محمد علوی: تو پھر ان کا اشکال صحیح ہے؟
مماتی مولوی: جی ہاں!
مفتی شیر محمد علوی: پھر تو آپ اپنی امامت بچانے کے لئے یہ بات کر رہے ہیں۔ میرے عزیز! ایسا نہیں کرنا چاہئے امامت اور مل جائے گی آپ کو۔ اگر آپ علماء دیوبند کو حق سمجھتے ہیں اور یقیناً وہی حق ہیں اور ان کا عقیدہ المہند علی المفند کے اندر لکھا ہوا ہے اور یہ سارے علماء دیوبند اس بات کے قائل ہیں کہ سارے انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں بتعلق روح، اور وہاں پڑھا گیا صلوۃ وسلام خود سنتے ہیں۔ دور سے پڑھا جائے تو فرشتے سناتے ہیں۔ مولانا سرفراز خان رحمہ اللہ نے اس پر کتاب لکھی ہے: ''تسکین الصدور'' جو کہ کئی سو صفحے کی کتاب ہے اور'' آب حیات'' حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے کتاب لکھی اور نا معلوم کتنے حضرات نے اس پر لکھا ہے علامہ خالد صاحب نے ''مقام حیات'' لکھی ہے، تو آپ لوگوں کو دھوکہ نہ دیں جو صحیح بات ہے وہی کہنی چاہئے۔
مولانا محمد جمیل: اس کے پیچھے اب مقتدی نماز پڑھیں کیا کریں۔؟
مفتی شیر محمد علوی: حضرت صاحب یہ تو بات صاف نہیں کر رہا یہ تقیہ کر رہا ہے تقیہ۔
مولانا محمد جمیل: اب تقیہ کر رہا ہے تو مقتدیوں کو کیا حکم ہے۔
مفتی شیر محمد علوی: جن کو امام رکھنے ہٹانے کا اختیار ہے ان کی نماز ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور یہ اہل بدعت میں سے ہیں۔

مولانا محمد جمیل: یہ اہل بدعت ہیں نماز مکروہ تحریمی ہوگی یہ مفتی صاحب فرمارہے ہیں۔
مفتی شیر محمد علوی: اور واجب الاعادہ ہوگی جن لوگوں کو امام کے رکھنے ہٹانے کا اختیار ہے اور جن لوگوں کو اچھا امام مل سکتا ہے متبع سنت صحیح العقیدہ ان کی نماز بھی ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی۔
مولانا محمد جمیل: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی مرکزی رہنما اہلسنت والجماعت پاکستان

عقیدہ حیات النبی ﷺ امت مسلمہ کا ایک متفقہ اور مسلمہ عقیدہ ہے جسے گرامی قدر جناب حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم نے خوشبو والا عقیدہ قرار دیا ہے اور اس کے خوشبودار ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ خوشبو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اسے خوشبو والا عقیدہ، عقیدہ حیات النبی ﷺ سمجھتے ہیں اور اس خوشبو سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ امام العصر والنحو ولی کامل حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب نے اس خوبصورت عنوان پر قلم اٹھایا ہے اور بہت سارے اس مقدس خوشبو سے بھرے ہوئے واقعات کو اکٹھا کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ خوبصورت انداز اور ترتیب کے ذریعہ سے اس خوشبو کو پھیلانے کی کوشش کی ہے اور اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب نظر آرہے ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد احمد لدھیانوی

شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا سربراہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الانبیاء والمرسلین اما بعد!

میں نہایت مسرت کے ساتھ اس کتاب کی تصدیق وتائید کرتا ہوں، اہل حق کا مؤقف سمجھنے کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے، لہٰذا اس کا مطالعہ ضرور کریں۔

اللہ وسایا عفی عنہ

مفتی محمد عیسیٰ زید مجدہ سابق مفتی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مکرمی محترمی حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب دام مجدھم سلام مسنون سلام

مسئلہ حیات النبی ﷺ اور مسئلہ سماع موتیٰ کے بارہ میں اہلسنت کے مسلک کی وضاحت فرمائیں کیونکہ بعض حضرات آپ کے بعض فتوؤں اور عبارات سے ایسے مطالب اخذ کر کے بیان کرتے ہیں جن کی نسبت آپ کی طرف ہمارے خیال میں درست نہیں ہے۔

(۱) فقہائے احناف کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت ہے یا نہیں اور یہ مسئلہ مطلقاً ہے یا اس میں تفصیل ہے، مثلاً: حضور نبی کریم ﷺ ودیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام صرف صوفیاء کرام کا مسلک ہے یا فقہائے احناف بھی اس کے قائل ہیں؟

(۲) حضور نبی کریم ﷺ ودیگر انبیاء علیہم السلام کے عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام کا منکر اہل السنت والجماعت اور علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتھم میں شامل ہے یا نہیں؟

(۳) مفتی مہدی حسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ کہ: ''عند القبر حضور ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام کے منکر امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے'' کیا صحیح ہے؟

(۴) انبیاء کرام علیہم السلام اور عام موتیٰ کا سماع اگر ثابت ہے تو یہ سماع روحانی ہے یا جسمانی؟ جو شخص صرف سماع روحانی یا حیات روحانی کا قائل ہے کیا ایسا شخص اہل السنت اور دیوبندی ہے؟

(۵) ملا علی قاری، علامہ عینی، حضرت نانوتوی، شاہ اسحاق، حضرت تھانوی رحمہم اللہ احناف میں شامل ہیں یا نہیں؟

(۶) مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ جو کہ کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰ پر موجود ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک کی جسد اطہر سے مفارقت ماننے کو باعث توہین قرار دیا ہے، درست ہے یا نہیں؟

(۷) ثواب اور عذاب قبر صرف روحانی ہے یا جسمانی بھی اور اہلسنت کا اس میں کیا مسلک ہے؟

بینوا توجروا! فقط محمد عبداللہ گرجاکھ گوجرانوالہ ۲۰ جولائی ۱۹۸۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: بعض سوالات کے جواب میں:

راقم الحروف نے سماع موتیٰ کے مسئلہ میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر اکتفاء کیا، مستفتی نے اس جواب کی مجمل عبارت سے مطلق سماع کی نفی پر استدلال کیا، حالانکہ اس جواب کی آخری عبارت مطلق سماع کی نفی کا رد کرتی ہے، آخری عبارت یہ ہے: ''تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کر سکے کیونکہ اس صورت میں کہ مسئلہ قرون اولیٰ میں مختلف فیہ تھا، اس تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ تک پہنچے گا و لا شک فی فسادہ'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۹۶)

(۱) البتہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شروع میں یہ فرمانا: ''لیکن علماء حنفیہ کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت نہیں'' محل نظر ہے۔ سماع موتیٰ کے قائلین کی فہرست میں فقہائے احناف اور محققین امت کی جم غفیر آتی ہے، ان کی تصانیف اور تالیفات اس کا بیّن ثبوت ہیں جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔

(۲) روضہ اقدس ﷺ پر صلوٰۃ اور سلام کے سماع کا انکار کرنے والا شخص اہل السنت اور دیوبندی نہیں ہو سکتا اور پھر اس مسلک کی دعوت دینا دور جدید کا میرے نزدیک بڑا فتنہ ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کے سماع پر اجماع لکھا ہے۔

(۳) راقم الحروف نے اپنے متعدد فتاویٰ میں مولانا مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ متعلق حیات النبی ﷺ نقل کیا ہے اور اس کی اپنے دستخط اور مہر سے تصدیق کی ہے۔

(۴) محض روحانی سماع اور روحانی حیات کو ماننا اور بدنی حیات کا انکار کرنا گمراہی ہے، ایسے اعتقاد والا اہل سنت سے نہیں ہے۔

(۵) ان ھولاء الاکابر من جھابذۃ العلماء الحنفیۃ و محققیھم بلا شک و لا ارتیاب۔

(۶) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ جس میں آپ نے روح مبارک ﷺ کے حاضر و ناظر ماننے والے پر رد کیا ہے اور کہا کہ: ''اس سے جسدِ اطہر سے روح مبارک کی مفارقت لازم آتی ہے اور یہ موجب توہین ہے'' بعبارتہ و منطوقہ درست ہے۔

(۷) موت کے بعد جزا اور سزا میں روح اور بدن دونوں مشترک اور متحد ہیں، یہی اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے۔

خاتم المحققین حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:
''انسان را بعد موت ادراک باقی میماند بریں معنیٰ شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دارند اما شرع شریف پس عذاب قبر وتنعیم قبر بتواتر ثابت است وتفصیل آں دفتر طویل میخواہد ودر کتب کلامیہ اثبات عذاب القبر مینمایند حتیٰ کہ بعض اہل کلام منکر آنرا کافر میدانند، وعذاب وتنعیم بغیر ادراک وشعور ممتنع اند شد پس ظاہر است کہ بدن دائما در محلل است وروح در شعور وادراک دائما در ترقی است الخ'' (فتاویٰ عزیزی ص ۸۸)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''إن أرواح المؤمنين في عليين وأرواح الكفار في سجين ولكل روح اتصال و هو اتصال معنوى لا يشبه الاتصال فى الحياة الدنيا بل اشبه شيئ بها فى حال النائم انفصالا و شبهه بعضهم بالشمس اى بشعاع الشمس و هذا مجمع ما افترق من الاخبار ان محل الارواح فى عليين و فى سجين و من كون الفنية الارواح عند افنية قبورهم كما نقله ابن عبد البر عن الجمهور'' (فتاویٰ ابن حجر العسقلانی ص ۴۰)

جب عام اموات کی حیات بھی محض روحانی اور برزخی نہیں ہے اس کے لئے تنعیم وتعذیب کا ہونا لازمی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی حیات جسد عنصری میں کیا شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے، اس حیات کو علماء دیوبند نے ''حیات دنیوی اور برزخی'' سے تعبیر کیا ہے۔ ''برزخی'' بایں معنیٰ کہ آپ عالم برزخ میں ہیں اور ''دنیوی'' بایں معنی کہ آپ کی روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق ہے جس سے آپ روضہ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کا سلام سنتے ہیں۔ روضہ اطہر پر حاضری کے وقت راقم الحروف بایں اعتقاد صلوٰۃ وسلام پڑھتا رہا کہ آپ میرا سلام سماعت فرما رہے ہیں، اسی کو میں اپنے لئے وسیلہ نجات سمجھتا ہوں۔ بعض علماء کرام جسد اطہر سے آپ کی روح مبارک کا تعلق تسلیم کرتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام کے سماع کے بھی قائل ہیں، بایں ہمہ ''حیات دنیوی'' کی بجائے آپ کی حیات کو ''حیات برزخی'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس صورت میں صرف عنوان کا فرق ہے مطالب اور معنوں میں فرق نہیں، یہ بھی اہل سنت میں سے ہیں۔

عذاب قبر کے اثبات میں عامہ علماء اہلسنت قبر میں حیات کے ڈالے جانے کے قائل ہیں۔ قال فی الھدایة: و من يعذب فى القبر يوضع فيه الحيٰوة فى قول العامة۔ (ج ۲ ص ۵۰۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم! محمد عیسیٰ عفی عنہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۱۳/ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۷/جولائی ۱۹۸۸ء

مہر دار الافتاء مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

باب دہم

نوٹ: باب دہم میں عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق لکھی گئی مشہور کتب کی فہرست اور ان کا مختصر تعارف دیا گیا ہے۔ اس عنوان میں لکھی گئی مکمل کتب کی فہرست اور ان کا تعارف چونکہ اس مجموعہ میں شامل ہو چکا ہے، اس لئے باب دہم کو یہاں سے حذف کر دیا گیا ہے۔ (ناشر)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلائل

تالیف:

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہ

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے دلائل

تالیف

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
متکلم اسلام

مکتبۃ اہل السنۃ والجماعۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہم

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہم نے مختصر چند صفحاتی رسالہ میں قرآن وسنت اور اکابر کے فتاویٰ جات کو جمع کر دیا ہے جسے ہم اس مجموعہ میں شامل کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دلیل نمبر ۱: ''قال اللہ تعالٰی: ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون (البقرۃ: ۱۵۴)'' جو اللہ کے رستے میں قتل کر دیا جائے اسے مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہے اور تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔

تفسیر: حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں، پھر شہداء پھر معمولی مردے۔ (تفسیر بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانوی ج ۱ ص ۷۸)

دلیل نمبر ۲: ''قال اللہ تعالٰی: ولقد اٰتینا موسی الکتٰب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ۔ الایۃ (السجدۃ: ۲۳)'' حقیقت یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطاء کی تھی۔ لہٰذا (اے پیغمبر!) آپ ان سے ملنے کے بارے میں شک میں نہ رہو۔

امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی السیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''عن ابن عباس قال: قال النبی ﷺ رأیت لیلۃ اسری بی موسیٰ بن عمران ورأیت عیسیٰ بن مریم ورأیت مالکاً خازن جھنم والدجال فی اٰیات اراھن اللہ ایاہ قال فلاتکن فی مریۃ من لقائہ فکان قتادۃ یفسرھا ان النبی ﷺ قد لقی موسیٰ علیہ السلام'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے معراج کی رات موسیٰ بن عمران اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو دیکھا اور جہنم کے داروغہ مالک اور دجال کو دیکھا چند نشانیوں میں جو اللہ نے انہیں دکھائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''فلاتکن فی مریۃ من لقائہ'' آپ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں شک میں نہ رہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر یہ فرماتے تھے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔

(تفسیر الدر المنثور امام سیوطی ج ۵ ص ۳۴۳)

حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ محفوظ ہیں

دلیل نمبر ۳: ''روی الامام الحافظ المحدث ابن ابی شیبۃ حدثنا حسین بن علی عن عبدالرحمن بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ حرّم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء'' حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام حرام کر دیئے ہیں۔ (زمین ان کو نہیں کھاتی)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۸، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۰۳، ۲۰۴)

حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں

دلیل نمبر ۴: "قال الامام ابویعلی احمد بن علی الموصلی حدثنا ابوالجهم الارزق بن علی حدثنا یحییٰ بن ابی بکیر حدثنا المستلم بن سعید عن الحجاج عن ثابت البنانی عن انس بن مالک قال: قال رسول الله ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون" حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ (مسند ابی یعلی الموصلی ص ۶۵۸ حدیث نمبر ۳۴۲۵)

حضرات انبیاء علیہم السلام کو رزق دیا جاتا ہے

دلیل نمبر ۵: "روی الامام الحافظ المحدث محمد بن یزید بن ماجة حدثنا عمرو بن سواد المصری ثنا عبدالله بن وهب عن عمرو بن الحارث عن سعید بن ابی هلال عن زید بن ایمن عن عبادة بن نسي عن ابی الدرداء قال قال رسول الله ﷺ فنبیّ الله حیّ یرزق" حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۱۸)

حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں

دلیل نمبر ۶: "روی الامام مسلم بن الحجاج حدثنا هدّاب بن خالد و شیبان بن فروخ قالا نا حماد بن سلمة عن ثابت البنانی و سلیمان التیمی عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ قال: اتیت (وفی روایة هدّاب) مررت علی موسیٰ لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر و هو قائم یصلی فی قبره" حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر ہوا جو سرخ ٹیلے کے قریب ہے میں نے ان کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸)

نبی اکرم ﷺ کو تحفہ درود پہنچایا جاتا ہے

دلیل نمبر ۷: "روی الامام الحافظ المحدث ابو داؤد حدثنا احمد بن صالح قرأت علی عبدالله بن نافع قال اخبرنی ابن ابی ذهب عن سعید المقبری عن ابی هریرة قال: قال رسول الله ﷺ صلّوا علیّ فانّ صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تم جہاں بھی ہو، تمہارا درود میرے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۹۵)

قبر اطہر کے پاس پڑھا جانے والا صلوٰۃ و سلام آپ ﷺ خود سنتے ہیں

دلیل نمبر ۸: "قال الحافظ ابو الشیخ الاصبهانی فی کتاب الصلوٰة حدثنا عبدالرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسین بن الصباح حدثنا ابو معاویة حدثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریرة قال: قال

رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علیَ من بعید اعلمته'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا تو وہ (بواسطہ فرشتوں کے) مجھے بتلادیا جاتا ہے۔ (جلاء الافہام ابن قیم ص۱۹ و فی نسخہ ص ۲۵ حدیث نمبر ۲۵)

قبر اطہر سے سلام کا جواب بھی عنایت ہوتا ہے

دلیل نمبر ۹: ''قال الامام الحافظ المحدث ابو داؤد حدثنا محمد بن عوف ناالمقری ناحیوۃ عن ابی صخرۃ حمید بن زیاد عن یزید بن عبداللہ بن قسیط عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال مامن احد یسلّم علیَ الّا رد اللہ علیَ روحی حتی ارد علیه السلام'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ کر دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۹۴)

دور سے پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام فرشتے پہنچاتے ہیں

دلیل نمبر ۱۰: ''روی الامام الحافظ المحدث ابن ابی شیبة حدثنا وکیع عن سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان عن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکة سیّاحین فی الارض یبلّغونی عن امتی السلام'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں چکر لگاتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۳۹۹)

حیات الانبیاء علیہم السلام اجماعی عقیدہ ہے

۱...... ''قال الامام الحافظ محمد بن عبدالرحمن السخاوی الشافعی و نحن نؤمن و نصدق بانه ﷺ حیّ یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لاتأکله الارض والاجماع علی ھذا'' علامہ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم یقین رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ کے جسد شریف کو زمین نے نہیں کھایا اور اس پر اجماع ہے۔ (القول البدیع علامہ سخاوی ص ۱۷۲)

۲...... ''قال الامام الحافظ المحدث احمد بن محمد ابن حجر الھیثمی فنحن نؤمن و نصدق بانه ﷺ حیّ یرزق وانّ جسدہ الشریف لاتأکله الارض الاجماع علی ھذا'' علامہ ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم یقین رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ بے شک نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں اور آپ کے جسد شریف کو زمین نہیں کھاتی اور اسی پر اجماع ہے۔ (الدر المنضود فی الصلوۃ علی صاحب المقام المحمود ابن حجر ہیثمی ص ۹۵)

۳...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: باید حیات انبیاء علیہم السلام متفق علیہ است و ہیچ کس را در وے خلافے نیست۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات متفق علیہ ہے، اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۷۴)

۴...... علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: چنانچہ یہ مسئلہ بالکل صاف اور واضح ہے اور اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انہیں صرف حیات معنوی روحانی حاصل نہیں ہے بلکہ حقیقی جسمانی حیات حاصل ہے۔ (مظاہر حق از نواب محمد قطب الدین دہلوی ج ۱ ص ۸۶۵)

۵...... قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہ (بانی دارالعلوم دیوبند) کے متعلق شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں: حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہت ضخیم کتاب تحریر فرمائی ہے جو کہ مشہور بین العالم ہے اس میں کس زور وشور سے حیات نبوی کا اثبات کیا ہے اور مذہب اہل السنت والجماعت اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے دلائل درج فرمائے ہیں۔ (رجوم المدنبین ص ۴۸)

اس سے معلوم ہوا کہ تمام اہل السنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔

۶...... قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۳)

نوٹ: سماع حیات کے بغیر نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ حیات میں بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

۷...... محدث جلیل مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ (براہین قاطعہ ص ۲۰۳)

۸...... حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''تمام اہل السنۃ والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں۔''

(سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۴۹)

۹...... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور بحوالہ علامہ سخاوی کہ حضور اقدس ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ (فضائل درود شریف ص ۱۹)

۱۰...... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: عقیدہ حیات النبی ﷺ پر اجماع ہے۔ یہ عقیدہ اہل السنت کا بنیادی عقیدہ ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱۰ ص ۵۱۱، ۵۱۲)

منکرین حیات النبی ﷺ کا حکم

۱...... ''قال الامام الحافظ المحدث بدر الدین محمود بن احمد العینی: من انکر الحیاتی فی القبر وھم المعتزلۃ ومن نحا نحوھم واجاب اھل السنۃ عن ذالک'' حضرت علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جن لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کی قبر کی زندگی کا انکار کیا ہے وہ معتزلہ اور ان کے ہم عقیدہ لوگ ہیں۔ اہل السنت والجماعت نے ان کے (وساوس) کے جوابات دیئے ہیں۔ (عمدۃ القاری علامہ عینی ج ۱۱ ص ۲۰۳ ۷)

۲...... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے۔ مگر حیات دنیوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱۰ ص ۵۱۴)

۳...... جو شخص عقیدہ حیات النبی ﷺ کا منکر ہے (تفصیل اوپر گزر چکی ہے) وہ بدعتی ہے۔

(۱) دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی، مفتی محمد مدظلہ، مفتی ابولبابہ شاہ منصور۔ (۲) خیر المدارس ملتان، مفتی عبدالستار۔ (۳) دارالافتاء والارشاد لاہور، مفتی حمید اللہ جان مدظلہ۔ (۴) دارالافتاء باب العلوم کہروڑ پکا، مفتی ظفر اقبال مدظلہ۔ (۵) جامعہ دارالعلوم ربانیہ، مفتی شیر محمد مدظلہ، حافظ نذیر احمد مدظلہ، ابواحمد عبدالشکور۔

۴...... جو شخص عقیدہ حیات النبی ﷺ کا منکر ہو وہ بدعتی اور اہل السنۃ والجماعت سے خارج ہے۔

(۱) السید مفتی مہدی حسن، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (۲) مولانا جمیل احمد تھانوی، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور۔ (۳) مولانا محمد ضیاء الحق، مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور۔ (۴) مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ، محمود الحسن طیب، نصرت العلوم گوجرانوالہ۔ (۵) مفتی منظور احمد، مفتی جامعہ قاسم العلوم ملتان۔ (۶) مفتی ظہور احمد جامعہ رشیدیہ ساہیوال۔

حکم

منکرین حیات النبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔

(۱) سید مفتی مہدی حسن، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (۲) مولانا جمیل احمد تھانوی، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور۔ (۳) مفتی محمد و مفتی ابولبابہ شاہ منصور، دارالافتاء والارشاد ناظم کراچی۔ (۴) مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ، محمود الحسن طیب، نصرت العلوم گوجرانوالہ۔ (۵) دارالافتاء والارشاد لاہور، مفتی حمید اللہ جان۔ (۶) مفتی حامد حسن، مفتی دارالعلوم عیدگاہ کبیر والہ۔ (۷) مفتی منظور احمد، مفتی قاسم العلوم ملتان۔ (۸) مولانا محمد ضیاء الحق مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور۔ (۹) مفتی ظہور احمد، جامعہ رشیدیہ ساہیوال۔ (۱۰) مفتی محمد اصغر، جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد۔ (۱۱) مفتی شیر محمد، مفتی جامعہ ربانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ (۱۲) مفتی ظفر اقبال، مفتی جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا۔ (۱۳) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''منکر حیات النبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱۰ ص ۵۱۴)

نوٹ: نقل بمطابق اصل ہے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے فتاویٰ جات اس پر موجود ہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

حیاتِ انبیاء علیہم السلام

تالیف:

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفِ چند)

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہم

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہم نے اس کتابچہ ''عقیدہ حیات انبیاء'' میں بھی قرآن وحدیث اور اقوال اکابر علماء دیوبند کی روشنی میں درجنوں حوالہ جات جمع کر دیئے ہیں، جو اس مجموعہ میں شامل کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر و برزخ کی حیات کے متعلق اہل السنت والجماعت کے عقیدہ کے کئی اجزاء ہیں۔

۱...... آنحضرت ﷺ کے لئے جیسی بھی وفات مقدر تھی وہ آپ ﷺ پر وارد ہوئی۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حسب ہدایت تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر سرور امام ﷺ کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے۔ (لطائف قاسمی مجتبائی ص ۴)

۲...... ان حضرات کے ابدان مقدسہ محفوظ ہیں۔ ان کو زمین کی مٹی نہیں کھا سکتی۔

۳...... حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام دنیوی وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں جسد عنصری سے بتعلق روح زندہ ہیں۔

۴...... اسی تعلق کی وجہ سے وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔

۵...... حضور ﷺ روضہ اقدس پہ پڑھا جانے والا درود وسلام خود سنتے ہیں، دور سے پڑھا جانے والا درود بذریعہ ملائکہ آپ کی خدمت میں پہنچایا جاتا ہے۔

فائدہ: اس حیات کے کئی نام ہیں:

(۱) حیات دنیوی جسمانی۔ (۲) حیات حسی۔ (۳) حیات روحانی۔ (۴) حیات برزخی۔

۱...... ہم جب آنحضرت ﷺ کی حیات بعد الوفات کو دنیوی جسمانی حیات کہتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالم برزخ کی حیات اس دنیوی جسد اطہر کو حاصل ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حیات طیبہ بجمیع الوجوہ اس دنیا والی حیات ہے۔

۲...... حیات حسی کا معنی یہ ہے کہ قبر و برزخ میں پیش آنے والے احوال کو یہی جسم محسوس کرتا ہے۔

۳...... حیات روحانی کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں احوال اصالتاً روح پہ آتے ہیں اور روح کے واسطہ سے جسم پر آتے ہیں۔

۴...... حیات برزخی میں علاقہ ظرفیت کا ہے، نوعیت کا نہیں، یعنی اس سے مراد حیات فی البرزخ ہے نہ یہ کہ حیات کی کوئی اپنی قسم برزخی ہے، اس اعتبار سے ہم آنحضرت ﷺ کو عالم برزخ میں ہی فائز الحیات سمجھتے ہیں۔

یہ تفصیل اس لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے کلام میں جہاں جہاں ''حیات برزخی'' کے الفاظ ہیں، وہاں علاقہ ظرفیت کا مراد ہے۔ یعنی حیات فی البرزخ اور حیات النبی ﷺ کے موجودہ مبحث میں فریق مخالف جہاں حیات برزخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، وہاں علاقہ نوعیت کا مراد لیتا ہے۔ یعنی حیات دنیوی جسد میں نہ ہو بلکہ صرف کسی اور بدنِ برزخی میں ہو۔

دلائل اہل السنت والجماعت

دلیل نمبر ۱: ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرۃ: ۱۵۴) '' اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو مردہ نہ کہو بلکہ انہیں زندہ کہو، لیکن تمہیں ان کی زندگی کا احساس نہیں ہوتا۔

حضور ﷺ شہید ہیں

’’عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَأَنْ أَحْلِفَ بِاللهِ تِسْعًا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ قَتْلًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً وَذَلِكَ بِأَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَهُ نَبِيًّا وَجَعَلَهُ شَهِيدًا‘‘

(مسند احمد حدیث نمبر ۳۶۱۷، المستدرک ۴۳۹۳)

مستدلین: حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: ’’وإذا ثبت أنهم أحياء من حيث النقل فإنه يقويه من حيث النظر كون الشهداء أحياء بنص القرآن والأنبياء أفضل من الشهداء‘‘ جب نقلی دلائل سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو عقلی دلائل بھی اس کی تائید کرتے ہیں (وہ اس طرح) کہ شہداء نص قرآن کے رو سے زندہ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں۔ (تو ان کو حیات بطریق اولیٰ حاصل ہوگی) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم)

▯ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ’’والحق عندي عدم اختصاصها بهم بل حيوة الأنبياء أقوى منهم وأشد ظهورا اثارها في الخارج حتى لا يجوز النكاح بأزواج النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهيد‘‘ میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ یہ حیات صرف شہداء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں یہ حیات ان سے زیادہ قوی ہے جس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد نکاح جائز نہیں لیکن شہید کی بیوہ سے نکاح جائز ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۵۲)

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں: ’’اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات میں قوی تر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔‘‘ (بیان القرآن ج ۱ ص ۹۷، معارف القرآن ج ۱ ص ۳۹۷)

دلیل نمبر ۲: ’’وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران: ۱۶۹)‘‘ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔

▯ اس آیت کی تفسیر میں امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (ت ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں: ’’ومن ادلة ذلك ايضاً قوله تعالى: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ" فان الشهادة حاصلة له ﷺ على اتم الوجوه لانه شهيد الشهداء. وقد صرح ابن عباس وابن مسعود وغيرهما رضی اللہ عنہما بانه ﷺ مات شهيداً‘‘ اور (حیاۃ النبی ﷺ) کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ’’وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ‘‘ اس

لئے کہ آنحضرت ﷺ کو شہادت کامل طور پر حاصل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ شہیدوں کے سردار ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ کو شہادت کی موت عطاء ہوئی ہے۔
(القول البدیع ص ۱۷۳، تحت العنوان: رسول اللہ حی علی الدوام)

سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ (ت ۱۳۷۹ھ) فرماتے ہیں: ''یہ یقینی ہے کہ مرنے کے بعد زندگی ضرور ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس عالم کی زندگی کے مختلف مدارج ہیں: ایک انبیاء کی زندگی ہے ایک وہ زندگی ہے جو شہداء کو حاصل ہے ایک وہ زندگی ہے جو علماء کو حاصل ہے ایک وہ زندگی ہے جو حافظ قرآن کو حاصل ہے اسی طرح درجہ بدرجہ ہے۔ انبیاء کی زندگی اتنی قوی ہے کہ اس کا اثر اس عالم میں بھی پایا جاتا ہے مثلاً ان کی بیویوں سے نہ کرنا، ان کے ورثہ کا تقسیم نہ ہونا، ان کے جسم کا قبر میں محفوظ رہنا (ان کی ارواح کا جسم کے ساتھ قائم رہنا) قبر پر جا کر سلام کرنے والے کے سلام کو سننا اور اس کا جواب دینا...... الخ'' (تفسیر کشف الرحمٰن: آل عمران آیت ۱۶۹)

دلیل نمبر ۳: ''وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (الانفال:۳۳)''

اس آیت کی تفسیر میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ (ت ۱۳۹۶ھ) فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کے لئے ہے۔ نیز آنحضرت ﷺ اس وقت بھی زندہ ہیں گو اس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے اور یہ بحث لغو اور فضول ہے کہ ان دونوں زندگیوں میں فرق کیا ہے...... خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اپنے روضہ میں زندہ ہونا اور آپ کی رسالت کا قیامت تک رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ قیامت تک دنیا میں ہیں اس لئے یہ امت قیامت تک عذاب سے مامون رہے گی۔'' (معارف القرآن ج ۴ ص ۲۲۵)

دلیل نمبر ۴: ''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ. إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (الحجرات:۲،۳)'' اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لیے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی۔

مفسر قرآن مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمہ اللہ (ت ۱۴۰۹ھ) فرماتے ہیں: ''احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد میں دو شخصوں کی آواز سنی تو ان کو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو؟ معلوم ہوا کہ یہ اہل طائف ہیں۔ تو فرمایا: اگر یہاں مدینے کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (افسوس کی بات ہے) تم اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو مسجد رسول اللہ ﷺ میں۔ اس حدیث سے علماء امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے حضور اکرم ﷺ کا احترام آپ کی حیات مبارکہ میں تھا، اسی طرح کا احترام وتوقیر اب بھی لازم ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں حیّ (زندہ) ہیں۔'' (معارف القرآن تکملہ ج ۷ ص ۴۸۷)

دلیل نمبر ۵: ''عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِی قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ'' (مسند ابی یعلی الموصلی ص ۶۵۸، رقم الحدیث ۳۴۲۵ من حدیث انس بن مالک، مسند ابی یعلی الموصلی ج ۳ ص ۳۷۹ بتحقیق ارشاد الحق الاثری غیر مقلد رقم الحدیث ۳۴۱۲، حیات الانبیاء للبیہقی ص ۷۰، الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲ ص ۴۹۰ باب حیاتہ ﷺ فی قبرہ الخ، شفاء السقام للسبکی ص ۳۹۱، الفصل الاول فیما ورد فی حیاۃ الانبیاء)

تصحیح حدیث: علامہ علی بن ابوبکر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۷ھ) (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۸۶ باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، رقم الحدیث ۱۳۸۱۲) کے تحت فرماتے ہیں: ''رجال أبي يعلى ثقات'' امام ابو یعلی کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم) کے تحت فرماتے ہیں: ''وصححه البيهقي'' اس حدیث کو امام بیہقی سے صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۲، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ) کے تحت فرماتے ہیں: ''ورواه ابو يعلى برجال ثقات ورواه البيهقي وصححه'' اس حدیث کو امام ابو یعلی نے ثقہ راویوں کی سند سے روایت کیا ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کر کے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) شارح مشکوٰۃ اپنی کتاب (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۳ ص ۴۱۵ باب الجمعۃ) کے تحت فرماتے ہیں: ''صح خبر الانبياء احياء فی قبورهم'' حدیث ''الانبياء احياء فی قبورهم'' صحیح ہے۔

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۱ھ) (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ج ۳ ص ۲۳۹ رقم الحدیث ۳۰۸۹) کے تحت فرماتے ہیں: ''وهو حديث صحيح'' یہ حدیث صحیح ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی (م ۱۰۵۲ھ) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۲۷ مترجم عنوان: حیاۃ الانبیاء علیہم السلام) کے تحت فرماتے ہیں: ''ابو یعلی ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''الانبياء احياء فی قبورهم'' (الحدیث) تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔''

▯ علامہ علی بن احمد بن نور الدین عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۳۴) فرماتے ہیں: ''وهو حديث صحيح'' یہ حدیث صحیح ہے۔

▯ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ حنفی (م ۱۳۵۲ھ) (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴ باب رفع الصوت فی المسجد) میں اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر کی تصحیح کو نقل فرما کر اس پر اعتماد فرمایا ہے۔

▯ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثانی (م ۱۳۶۹ھ) نے (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹ باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلوٰۃ الخ) میں اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

▯ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ حنفی (م ۱۴۰۲ھ) (فضائل درود شریف ص ۶۷ دوسری فصل) میں حدیث نمبر ۳ کے تحت فرماتے ہیں: ''اور یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، صحیح ہے۔''

▯ ہمارے استاذ محترم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ حنفی (م ۱۴۳۰ھ)

(تسکین الصدور ص ۳۳۳) میں فرماتے ہیں: امام ابو یعلیٰ کے طریق سے جو روایت ہے اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی تصحیح کرتے ہیں۔ کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اصول حدیث میں اس سے زیادہ قوی دلائل موجود نہیں ہیں کہ اس کے راوی سب ثقہ ہوں اور جمہور محدثین کرام اس کی تصحیح پر متفق ہوں۔

منکرین حیات النبی ﷺ کی طرف سے اس حدیث مبارک پر کچھ شکوک وشبہات کئے جاتے ہیں ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

سوال نمبر ۱: اس حدیث سے موت کے بعد قیامت سے پہلے قبر اور برزخ میں حیات ثابت ہوتی ہے جو کہ قرآن مجید کی آیات کے خلاف ہے۔

پہلی آیت

"ثم انکم یوم القیمة تبعثون(المومنون:۱٦)" پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی (ت ۷۱۰ھ) اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "تحیون للجزاء" (تفسیر مدارک التنزیل)

جواب: موت کے بعد قیامت سے پہلے قبر اور برزخ میں جو حیات ملتی ہے یہ حیات ظاہری نہیں بلکہ خفی ہوتی ہے اور یہ حیات کلی بھی نہیں ہوتی نظر آنے والی اور کلی حیات قیامت کے دن ملے گی۔ سلطان المحدثین ملا علی قاری الحنفی (ت ۱۰۱۵ھ) فرماتے ہیں: "واعلم ان اهل الحق اتفقوا علی ان الله یخلق فی المیت نوع حیوة فی القبر قدر مایتألم ویتلذذ" (شرح فقہ اکبر ص ۱۲۱) اور قیامت سے پہلے قبر میں حیات کا ملنا قرآن کریم سے ثابت ہے۔

"يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ (ابراهیم:۲۷)" جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو دنیا کی زندگی میں اور موت کے بعد قبر میں بھی کلمہ طیبہ پہ ثابت قدمی عطاء فرماتے ہیں اور ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ {ان کے اعمال کی وجہ سے} سیدھے راستہ سے بھٹکا دیتا ہے اور اللہ (اپنی حکمت کے مطابق) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تفسیر: "وأخرج البزار عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قلت یارسول الله تبتلی هذه الأمة فی قبورها فکیف بی وأنا امرأة ضعیفة قال یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ اس امت کو قبروں میں آزمایا جائے گا میری کیا حالت ہوگی میں تو کمزوری عورت ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة" (الدر المنثور ج ۸ ص ۵۲۵)

اکثر مفسرین نے اس آیت کے تحت مرفوع اور موقوف احادیث نقل کر کے اعادہ وتعلق روح کو ذکر کیا ہے جس سے قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے سوال میں چونکہ امام نسفی کی تفسیر مدارک کا حوالہ دیا گیا ہے اس لئے ہم صرف امام نسفی کی تفسیر مدارک کی عبارت ذکر کئے دیتے ہیں۔

"الجمهور على أن المراد به في القبر بتلقين الجواب وتمكين الصواب فعن البراء أن رسول الله صلى الله عليه وسلّم ذكر قبض روح المؤمن فقال " ثم تعاد روحه في جسده" جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں آخرت سے مراد قبر میں جواب کی تلقین اور کلمہ طیبہ پہ ثابت قدمی ہے۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات مومن کی روح کے قبض ہونے کا تذکرہ فرمایا۔ اس میں یہ بھی فرمایا کہ پھر اس کے جسم میں اس کی روح کو لوٹا دیا جاتا ہے۔ (تفسیر مدارک ج۱ ص ۴۵۲)

دوسری آیت

سورۃ مریم کی آیت: "والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا" کی تفسیر میں علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمہ اللہ (ت ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں: "فی الدنیا حیا وفی القبر میتا" (الجامع لاحکام القرآن)

__جواب__: اس آیت: "وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا" میں "أُبْعَثُ" کی ضمیر مستتر "انا" ذو الحال ہے اور "حَيًّا" حال ہے۔ پہلے حال وذوالحال کے متعلق ایک قاعدہ سمجھ لیں تاکہ آیت کا مطلب سمجھنا آسان ہو جائے:

قاعدہ یہ ہے کہ حال کا زمانہ اور فعل ذوالحال کا زمانہ ایک ہوتا ہے۔ مثلاً ایک جملہ ہے: "جَاءَنِي زَيْدٌ رَاكِبًا" اس مثال میں "زید" ذوالحال ہے، "مجیئت" فعل ہے اور "رَاكِبًا" حال ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ زید کے راکب (سوار ہونے) اور اس کے فعل "مجیئت" (آنے) کا زمانہ ایک ہے۔ یعنی جس وقت زید آرہا تھا اس وقت سوار تھا۔ اس سے پہلے سوار تھا یا پیدل تھا اس بات کی وضاحت سے یہ جملہ خاموش ہے۔

اس اصول کی روشنی میں آیت کا معنی سمجھیں! آیت ہے: "وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا" اس میں "أُبْعَثُ" کی ضمیر "انا" ذوالحال ہے، "بعث" فعل ہے اور "حیا" حال ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیی (زندہ) ہونے اور ان کے فعل بعث (یعنی اٹھنے) کا زمانہ ایک ہے۔ یعنی جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ رہے ہوں گے اس وقت "حیی" ہوں گے۔ اس سے پہلے "حیی" ہوں گے یا "میت" اس بات کی وضاحت سے یہ آیت خاموش ہے۔

فریق مخالف کا استدلال تو اس وقت درست ہوگا جب یہ ثابت ہو کہ اٹھنے سے پہلے "میت" ہوں اور وہ ثابت نہیں۔ لہٰذا فریق مخالف کا اس آیت سے استدلال باطل ہے۔

رہی بات امام قرطبی کی تفسیر "فی القبر میتا" کی اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا کے اعتبار سے قبر میں میت ہوں گے اس لئے کہ قبر میں حیات تو ہوتی ہے لیکن نظر آنے اور محسوس ہونے والی حیات نہیں ہوتی۔ اس سے مطلق حیات کی نفی کرنا "توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ القائل" کا مصداق ہے اس لئے کہ امام قرطبی کی اسی تفسیر الجامع لاحکام القرآن اور "التذکرۃ فی احوال الموتیٰ وامور الآخرۃ" میں کئی عبارت ایسی موجود ہیں جن سے قبر میں اعادہ روح، سوال وجواب، سماع وغیرہ ثابت ہوتا ہے صرف ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں جس سے امام قرطبی کا عقیدہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

''الإيمان بعذاب القبر و فتنته واجب و التصديق به لازم حسب ما أخبر به الصادق و أن الله تعالى يحيي العبد المكلف في قبره برد الحياة إليه و يجعله من العقل في مثل الوصف الذي عاش عليه ليعقل ما يسأل عنه و ما يجيب به و يفهم ما أتاه من ربه و ما أعد له في قبره من كرامة أو هوان و بهذا نطقت الأخبار عن النبي المختار صلى الله عليه و سلم و على آله آناء الليل و أطراف النهار و هذا مذهب أهل السنة و الذي عليه الجماعة من أهل الملة و لم تفهم الصحابة الذين نزل القرآن بلسانهم و لغتهم من نبيهم عليه السلام غير ما ذكرنا و كذلك التابعون بعدهم إلى هلم جرا'' (التذکرۃ ج ۱ ص ۱۳۷ عنوان الرد علی الملحدۃ)

وضاحت: قبر کے ثواب وعذاب کو ماننا واجب اور حضور علیہ السلام کی بتائی ہوئی تصریحات کے مطابق قبر کے احوال کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ مکلف آدمی کی طرف روح لوٹا کے قبر میں حیات عطاء فرماتے ہیں (ہم نے ردحیات کا معنی اعادہ روح امام قرطبی کی دیگر عبارات کی روشنی میں کیا ہے) اور انسان جس حالت میں دنیا کی زندگی گزار کے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی کے مطابق قبر میں اسے عقل عطاء فرماتے ہیں تا کہ اپنے رب کی طرف سے آنے والے ملائکہ کے سوال وجواب کو سمجھے اور جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے قبر میں عزت وذلت (ثواب وعذاب) تیار کی ہے اسے سمجھے اس عقیدہ پہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث موجود ہیں اور اہل السنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا اور جنہوں نے قرآن براہ راست رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھا انہوں نے بھی قرآن وصاحب قرآن سے یہی عقیدہ سمجھا۔ اسی طرح تابعین سے لے کر ہمارے دور تک اسلاف کا بھی یہی عقیدہ رہا ہے۔

اس کے بعد امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث ذکر کر کے قبر کی حیات ثابت کی ہے ان میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث: ''فتعاد روحه في جسده'' بھی شامل ہے۔ معلوم ہوا آپ کا موت کے بعد حیات سے متعلق وہی عقیدہ ہے جو اہل السنت والجماعت کا ہے ان کی صرف ایک عبارت کو دیکھ کر ان کی طرف غلط عقیدہ منسوب کرنا اہل علم کا شیوہ نہیں۔

سوال نمبر ۲: اس حدیث میں وفات کے بعد قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ جب کہ قرآن مجید میں موت تک عبادت کا حکم ہے: ''واعبد ربك حتى يأتيك اليقين''

جواب: عبادت کی دو قسمیں ہیں: (۱) عبادت تکلیفی۔ (۲) عبادت تلذذی۔

عبادت تکلیفی: جس کے کرنے کا انسان کو حکم ہو اور وہ عبادت بندہ اپنے اختیار سے کرے اور جس کے کرنے پہ ثواب نہ کرنے پہ گناہ ہو جیسے پانچ وقت کی نماز، رمضان کے روزے اور صاحب نصاب پہ زکوٰۃ وحج، وغیرہ!

عبادت تلذذی: جس کے کرنے کا حکم نہ ہو انسان اس کا مکلف نہ ہو اور نہ ہی اس کرنے پہ ثواب اور ترک پہ گناہ ہو بلکہ وہ صرف لذت اور مزے کے لئے کی جائے۔

موت تک کی جانے والی عبادت عبادت تکلیفی ہوتی ہے۔ جب کہ موت کے بعد کی جانے والی عبادت عبادت تلذذی ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں عبادت تکلیفی کا ذکر ہے۔ جب کہ حدیث پاک میں عبادت تلذذی کا۔

اور یہ عبادت تلذذی صرف قبر میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی ہوگی جس میں اہل جنت اللہ کی تعریف کریں گے توحید بیان کریں ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ وغیرہ!

وکیل حنفیت علامہ بدرالدین عینی (ت ۸۵۵ھ) حدیث پاک جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا مذکور ہے، اس پہ سوال وجواب ذکر کر کے یہی عقدہ حل فرماتے ہیں: ''فان قلت ما الداعی الی عبادتھم بعد الموت وموضع العبادۃ دار الدنیا قلت حببت الیھم العبادۃ فھم متعبدون بما یجدونہ من دواعی انفسھم لا بما یلزمون بہ'' (عمدۃ القاری شرح بخاری باب التلبیہ اذا انحدر فی الوادی)

مفہوم عبارت: اگر کوئی سائل سوال کرے کہ انبیاء موت کے بعد عبادت کیسے کرتے ہیں۔ جب کہ عبادت کی جگہ تو دنیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ عبادت کو انبیاء کی پسندیدہ چیز بنا دیا جاتا ہے تو موت کے بعد وہ قلبی لذت کے لئے عبادت کرتے ہیں نہ کہ مکلف ہونے کی وجہ سے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث پاک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''یہ تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے۔'' (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۲۲۰، فصل نمبر ۲۸)

سوال نمبر ۳: یہ روایت صحاح ستہ میں موجود نہیں اگر صحیح ہوتی تو ائمہ صحاح اسے نقل فرماتے۔

جواب: حدیث پاک کو لینے کے لئے اس میں شرائط قبولیت کا پایا جانا ضروری ہے کسی خاص کتاب میں ہونا ضروری نہیں۔ اگر اس سوال کی بنیاد دیانت ہے تو ایسی روایات صحاح ستہ میں بھی موجود ہیں جن سے قبر کی حیات اور بعض سے قبر میں عبادت بھی ثابت ہوتی ہے، ان میں سے بعض کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

سوال نمبر ۴: اس روایت کو چوتھی صدی کے بزرگ ابو یعلی موصلی نقل کر رہے ہیں جو کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں جن کے بارے میں مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے اپنی کتاب راہ سنت ص ۱۶۵ پر تحریر کیا کہ اس طبقہ کی روایات سے عقیدہ اور عمل ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

جواب: میرے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارات کو اگر دیکھا جائے تو یہ اشکال جڑ سے ہی ختم ہو جاتا ہے حضرت کی چند تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

۱...... ایک جگہ اہل بدعت کی تردید میں فرماتے ہیں: ''یہ روایتیں کتب حدیث کے اس طبقہ کی ہیں جن میں بجز باسند اور صحیح احادیث کے جن پر امت کا تعامل ہے۔ اکثر احادیث کو محدثین ہرگز قبول نہیں کرتے نہ عقیدہ میں اور نہ عمل میں۔'' (راہ سنت ص ۱۷۳)

۲...... دوسری جگہ اس طبقہ کی کتب میں مروی روایات کے بارے فرماتے ہیں: ''ہاں! اگر اصول حدیث کے رو سے اس طبقہ کی کوئی حدیث سنداً صحیح ثابت ہو تو اس کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔'' (گلدستہ توحید ص ۱۴۴)

اور حدیث: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' سند کے اعتبار سے صحیح ہے جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے۔

۳...... تیسری جگہ فرماتے ہیں۔ نوٹ: اگر ان مذکورہ کتب میں کوئی ایسی روایت ہو جو سنداً صحیح ہو اور قرآن کریم اور صحیح احادیث سے متعارض نہ ہو اور علی الخصوص جب کہ اکثر امت اور جمہور اہل اسلام کا اس پر تعامل بھی ہو تو اس کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہے اور نہ یہ بات محل نزاع ہے اس لئے خلط مبحث کا شکار نہ ہوں اور نہ جاہل متعصب معترضین کی طرف توجہ کریں۔ (دل کا سرور ص ۱۷۵)

ہماری پیش کردہ حدیث بھی صحیح ہے اور قرآن کے مطابق ہے اور اس عقیدہ پہ امت کا اجماع بھی ہے۔ لہٰذا بقول امام اہل السنت کے اس حدیث کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔

سوال نمبر ۵: اس حدیث کی سند میں رواۃ مجروح اور ضعیف ہیں ایک راوی ازرق بن علی دوسرا راوی مستلم بن سعید جو انتہائی وھم کا مریض تھا۔

جواب: اس حدیث کو حضرات محدثین کی ایک جماعت نے اپنی کتب میں نقل کیا اور اس کی تصحیح فرمائی ہے: ''کما مرّ'' اس روایت کی تصحیح کا مطلب اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اگر یہ راوی اتنے کمزور اور مجروح ہوتے تو ائمہ محدثین اس حدیث کو صحیح نہ فرماتے اور ویسے بھی ان دونوں راویوں کی توثیق ائمہ جرح و تعدیل نے کی ہے۔

چنانچہ پہلے راوی ازرق بن علی کے بارے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ''ذکرہ ابن حبان فی الثقات'' (تہذیب التھذیب ج۱ ص۲۰۰)

اور خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو صدوق لکھا ہے۔ (تقریب التھذیب ص۲۱)

معلوم ہوتا ہے یہ ازرق بن علی ثقہ راوی ہیں۔

دوسرے راوی مستلم بن سعید ہیں۔ ان کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ''شیخ ثقة''

اور امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ''صویلح'' امام نسائی فرماتے ہیں: ''لا باس به''

اور امام ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ (تہذیب التھذیب ج۱۰ ص۱۰۴)

لہٰذا یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

سوال نمبر ۶: اس حدیث کو امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں منکر قرار دیا ہے۔

جواب: پہلے امام ذہبی کی عبارت دیکھیں تا کہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔ آپ فرماتے ہیں: ''حجاج بن الأسود عن ثابت البنانی نكرة ما روى عنه فيما أعلم سوى مستلم بن سعيد فأتى بخبر منكر عنه عن أنس فی أن الأنبياء أحياء فی قبورهم يصلون رواه البيهقی''

(میزان الاعتدال ج۲ ص۱۹۹، ۲۰۰)

اس اعتراض کی تین شقیں ہیں:

۱...... حجاج مجہول الحال ہے مطلب اس کی توثیق منقول نہیں۔

۲...... حجاج مجہول العین ہے اس لئے کہ ان کا شاگرد صرف مستلم بن سعید ہے۔

۳...... ان دونوں کا نتیجہ روایت منکر ہے۔

اب ہر ایک شق کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

شق نمبر ۱: حافظ ابن حجر عسقلانی امام ذہبی کے اعتراض نقل کر کے فرماتے ہیں: ''قال أحمد ثقة ورجل صالح وقال بن معين ثقة وقال أبو حاتم صالح الحديث وذكره بن حبان فی الثقات''

(لسان المیزان ترجمہ حجاج بن اسود)

یعنی امام احمد حجاج کو ثقہ اور نیک آدمی کہتے ہیں امام یحیٰ بن معین ثقہ کہتے ہیں امام ابو حاتم ان کو صالح الحدیث کہتے ہیں اور امام ابن حبان ان کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔ بلکہ خود امام ذہبی سے بھی حجاج کی توثیق منقول ہیں۔ ''قال الذهبی حجاج ثقة'' (تلخیص علی المستدرک ج۴ ص۴۷۲)

تو جب ائمہ جرح و تعدیل سے ان کی توثیق مل گئی تو پھر وہ نکرہ یا مجہول کیسے رہے؟

شق نمبر ۲: حافظ ابن حجر عسقلانی اس دوسری شق کے بارے فرماتے ہیں: ”روى عن ثابت وجابر بن زيد وأبي نضرة وجماعة وعنه جرير بن حازم وحماد بن سلمة وروح بن عبادة وآخرون“
(لسان المیزان ترجمہ حجاج بن اسود)

یعنی حجاج کے اساتذہ میں ثابت بنانی، جابر بن زید، ابونضرہ اور محدثین کی ایک جماعت شامل ہیں۔ جب کہ اس کے شاگردوں میں مستلم کے علاوہ جریر بن حازم، حماد بن سلمہ، روح بن عبادہ اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ جب حجاج سے روایت نقل کرنے والے مستلم بن سعید کے علاوہ اور روات بھی ہیں تو امام ذہبی کا یہ گمان بھی محض وہم بن گیا کہ اس سے نقل کرنے والے صرف ایک راوی مستلم بن سعید ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کے اس وضاحت کے بعد حجاج بن اسود نہ تو مجہول العین رہا نہ ہی مجہول الحال لہٰذا امام ذہبی کا اعتراض ختم ہو گیا۔

شق نمبر ۳: یہ شق پہلی دو شقوں کا نتیجہ ہے جب توثیق اور شاگرد مل گئے تو تیسری شق ”روایت منکر ہے“ والی خود بخود ختم ہو گئی۔ نیز اصول حدیث کی رو سے حدیث منکر وہ ہوتی ہے جس میں کوئی ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے اس تعریف کے اعتبار سے یہ روایت ہرگز منکر نہیں۔ کیونکہ حجاج بن اسود ثقہ ہے ضعیف نہیں اور انہوں نے کسی ثقہ کے مخالف روایت بھی بیان نہیں کی تو اب ان کی روایت اصول حدیث کی روشنی میں منکر کیسے ہو سکتی ہے؟ اس لئے کہ کسی ثقہ راوی تو کجا ضعیف سے ضعیف راوی سے بھی ایسی روایت منقول نہیں جس کا یہ مضمون ہو کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ نہیں نماز نہیں پڑھتے۔

نوٹ: امام ذہبی اور کا اپنا عقیدہ حیات النبی ﷺ ہے فرماتے ہیں: ”والنبي صلى الله عليه وسلم فمفارق لسائر أمته في ذلك، فلا يبلى، ولا تأكل الارض جسده، ولا يتغير ريحه، بل هو الآن، وما زال أطيب ريحا من المسك، وهو حي في لحده حياة مثله في البرزخ، التي هي أكمل من حياة سائر النبيين، وحياتهم بلا ريب أتم وأشرف من حياة الشهداء الذين هم بنص الكتاب (أحياء عند ربهم يرزقون) (آل عمران:۱۶۹)“ (سیر اعلام النبلاء ترجمہ وکیع بن الجراح)

یعنی وفات کے بعد قبر اور برزخ میں نبی علیہ السلام کے احوال اور امت کے احوال میں فرق ہے نبی علیہ السلام کا جسد اطہر محفوظ رہتا ہے اسے زمین کی مٹی نہیں کھا سکتی۔ آپ کے جسد اطہر کی خوشبو برقرار رہتی ہے۔ وہ اب بھی مشک و عنبر سے زیادہ معطر ہے اور حضور علیہ السلام اپنی لحد و برزخ میں اس طرح زندہ ہیں کہ آپ کی حیات تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات سے اکمل ہے اور بلا شک وشبہ آپ کی حیات شہداء کی اس حیات سے بھی زیادہ کامل و اعلیٰ ہے جس پہ نص قرآنی موجود ہے۔

سوال نمبر ۷: یہ حدیث خبر واحد ہے عقیدہ میں خبر واحد کو پیش کرنا درست نہیں۔

جواب نمبر ۱: عقائد کی دو قسمیں ہیں: (۱) عقائد قطعیہ۔ (۲) عقائد ظنیہ۔

علامہ عبدالعزیز پرھاڑوی رحمہ اللہ (ت ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں: ”اِنَّ الْمَسَائِلَ الْاِعْتِقَادِيَّةَ قِسْمَانِ اَحَدُهُمَا مَا يَكُوْنُ الْمَطْلُوْبُ فِيْهِ الْيَقِيْنُ كَوَحْدَةِ الْوَاجِبِ تَعَالٰى وَصِدْقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَثَانِيْهِمَا مَا يَكْتَفِيْ فِيْهَا بِالظَّنِّ كَهٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَالْاِكْتِفَاءِ بِالدَّلِيْلِ الظَّنِّيِّ اِنَّمَا لَا يَجُوْزُ فِي الْاَوَّلِ بِخِلَافِ الثَّانِيْ“ اعتقادات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جن میں شریعت کو یقین مطلوب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی صداقت کا یقین ان کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے اور دوسری قسم وہ

عقائد جن میں ظن بھی کافی ہے جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کی ملائکہ پر فضیلت کا عقیدہ اس کے ثبوت کے لئے دلیل ظنی بھی کافی ہے۔ (النبراس شرح شرح العقائد ص ۳۵۸)

یعنی عقائد کی دو قسمیں ہیں: ایک قطعی، دوسرا ظنی، قطعی کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے۔ جب کہ ظنی کے ثبوت کے لئے دلیل ظنی بھی کافی ہے۔ قطعی کا مطلب جس کی بنیاد پہ ایمان اور کفر کا فیصلہ ہو ماننے والا مسلمان نہ ماننے والا کافر ایسے عقیدے کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی قرآن، حدیث متواتر اور اجماع ضروری ہے اور ظنی کا مطلب جس کی بنیاد پہ اہل السنت اہل بدعت کا فیصلہ ہو، ایسے عقیدے کے ثبوت کے لئے دلیل ظنی خبر واحد وغیرہ بھی کافی ہے۔ ہم منکرین حیات النبی ﷺ کو کافر نہیں کہتے۔ اس کا معنی یہ عقیدہ ضروریات اہل السنت میں سے ہے جس کے لئے خبر واحد بھی کافی ہے۔

جواب نمبر ۲: اس عقیدہ پہ قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع امت بھی موجود ہے۔

سوال نمبر ۸: ''عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلاَتِكُمْ وَلاَ تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں میں کچھ نماز پڑھا کرو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

(سنن ابی داود رقم الحدیث ۱۰۴۵، باب صَلاَةِ الرَّجُلِ التَّطَوُّعَ فِي بَيْتِهِ)

اس حدیث مبارک کا مطلب یہ ہے کہ جہاں نماز عبادت وغیرہ ہو تو وہ قبرستان نہیں اور جہاں عبادت نہیں وہ قبرستان ہے اور مذکورہ روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں نماز پڑھتے ہیں تو اس کا مطلب وہ قبرستان نہیں۔

جواب: دونوں احادیث کا مصداق بالکل الگ ہے جس حدیث میں ہے کہ گھروں کو قبرستان نا بناؤ اس میں گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور مراد اس عبادت سے عبادت تکلیفی ہے۔

اور جو قبر میں نماز کا ذکر ہے جس طرح موت کے بعد حیات الگ ہے۔ اسی طرح اس میں کی جانے والی عبادت بھی الگ ہے جو بطور تلذذ ہوتی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

دلیل نمبر ۶: ''عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَيْتُ وَفِي رِوَايَةِ هَدَّابٍ مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب معراج میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سرخ ٹیلے کے قریب سے ہوا، تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام، مسند احمد ج ۱۰ ص ۳۸۸، رقم الحدیث ۱۲۱۴۹، سنن النسائی ج ۱ ص ۲۴۲ کتاب قیام اللیل وتطوع النہار باب ذکر صلوۃ نبی اللہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، مسند ابی یعلیٰ ص ۶۴۳ رقم الحدیث ۳۳۲۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۸۴ باب السلام علی قبر النبی ﷺ، صحیح ابن حبان ص ۱۲۵، رقم الحدیث ۵۰،۴۹)

دلیل نمبر ۷: ''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلاَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی آدمی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے۔ (یعنی متوجہ کر دیتا ہے) یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۸۶ کتاب المناسک باب زیارۃ القبور، مسند احمد ج ۹ ص ۵۷۵ رقم

الحدیث ۱۰۷۵، مسند اسحاق بن راھویہ ص ۲۰۴ رقم الحدیث ۵۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۵ باب زیارۃ قبر النبی ﷺ، شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۷ باب فی تعظیم النبی ﷺ رقم الحدیث ۱۵۸۱، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۲ ص ۲۲۶ رقم الحدیث ۳۰۹۲)

تصحیح حدیث: علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمہ اللہ (م ۷۲۸ھ) (مجموع الفتاویٰ ج ۲۷ ص ۵۵ کتاب الزیارۃ) میں فرماتے ہیں: "وَھُوَ حَدِیثٌ جَیِّدٌ" یہ حدیث جید (کھری) ہے۔

▯ امام تقی الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ (م ۷۵۶ھ) (شفاء السقام ص ۱۶۱، الباب الثانی فیما ورد من الاخبار الخ) کے تحت فرماتے ہیں: "ھذا اسناد صحیح" اس کی اسناد صحیح ہے۔

حافظ ابن کثیر شافعی رحمہ اللہ (م ۷۷۴ھ) (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۷۴، تحت الآیۃ: ان اللہ و ملئکتہ یصلون) میں فرماتے ہیں: "وصححہ النووی فی الاذکار" امام نووی نے اس روایت کو اپنی کتاب "الاذکار" میں صحیح قرار دیا ہے۔

▯ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۶ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم) میں اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں: "ورواتہ ثقات" اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

▯ علامہ سمہودی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۹، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ) کے تحت فرماتے ہیں: "وروی ابو داود بسند صحیح...... عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا" امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

▯ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمہ اللہ (م ۱۱۲۲ھ) (شرح المواہب للزرقانی ج ۸ ص ۳۰۸) میں فرماتے ہیں: "باسناد صحیح" یہ روایت سند صحیح کے ساتھ مروی ہے۔

▯ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (م ۱۳۵۲ھ) (عقیدۃ الاسلام ص ۱۲۰) میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: "رواتہ ثقات" اس کے راوی ثقہ ہیں۔

▯ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) نے (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰، باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلوٰۃ) میں اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے: "ورواتہ ثقات"

"ردِروح" کا مطلب

اس حدیث میں "ردروح" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی روح مبارک کو آپ ﷺ کی طرف متوجہ فرماتے ہیں اور قوت گویائی عطاء فرماتے ہیں۔

اکابرین امت کی چند معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں: (۱) علامہ علی بن احمد عزیزی رحمہ اللہ (م ۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۸) میں فرماتے ہیں: "(الا رد اللہ علی روحی) ای رد علی نطقی لانہ ﷺ حی دائماً و روحہ لا تفارقہ لان الانبیاء احیاء فی قبورھم" حدیث "إِلاَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِی" میں "ردِ روح" سے مراد قوت گویائی کا عطاء ہونا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ دوامی طور پر زندہ ہیں اور آپ علیہ السلام کی روح آپ علیہ السلام سے الگ نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(۲) حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ) (نشر الطیب ص ۲۰۰، اٹھائیسویں فصل) کے تحت فرماتے ہیں: ''اس سے حیات میں شبہ نہ کیا جاوے۔ کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت و جبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی، اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں، اس کو ''رد روح'' سے تعبیر فرما دیا۔''

(۳) شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۷ھ) کے مکتوبات (شیخ الاسلام حصہ اوّل ص ۲۴۸) میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

الف: ابوداؤد کی روایت میں ''رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ'' فرمایا گیا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلاَّ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اُسَلِّمَ عَلَیْہِ او کما قال'' اگر لفظ: ''اِلَیَّ رُوْحِیْ'' فرمایا گیا ہوتا تو آپ کا شبہ وارد ہو سکتا تھا۔ ''اِلٰی'' اور ''عَلٰی'' کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا۔ ''عَلٰی'' استعلاء کے لئے ہے اور ''اِلٰی'' نہایت طرف کے لئے ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ و سلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا، نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہو گئی تھی اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹا گیا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدارج قرب و معرفت میں ہر وقت ترقی پذیر ہیں، اس لئے توجہ الی اللہ کا انہاک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کر دیتا ہے۔ چونکہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہدہ ہوتی ہیں مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا ہے اس لئے بارگاہ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطاء فرمائی گئی ہے کہ خود سرور کائنات علیہ السلام کو اس استغراق سے منقطع کر کے درود بھیجنے والے کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے متوجہ ہو کر دعا فرماتے ہیں۔

ب: اگر بالفرض وہی معنی لئے جائیں جو آپ سمجھے ہیں اور ''عَلٰی'' اور ''اِلٰی'' میں کوئی فرق نہ کیا جائے تب بھی یہ روایت دوام حیات پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اندرون نماز اور بیرونِ نماز درود نہ بھیجا جاتا ہو اس لئے دوام حیات لازم آئے گا۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۷ھ) (معارف الحدیث ج ۵ ص ۲۳۸، ۲۳۹) پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

حدیث کے ظاہری الفاظ: ''اِلاَّ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ'' سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی روح مبارک جسدِ اطہر سے الگ رہتی ہے۔ جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کے جسدِ اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے تاکہ آپ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔

اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام نہ بھیجتے ہوں، روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔

اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ آپ ﷺ کا جسدِ اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے۔ اس بناء پر اکثر شارحین نے ''رد روح'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ ﷺ کی روح اس طرف متوجہ بھی ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس اس روحانی توجہ والتفات کو ''رد روح'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

دلیل نمبر ۸: ''عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرَمْتَ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ بَلَيْتَ، فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ'' حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے دنوں میں بہتر جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن ان کا انتقال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے اس لئے تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ تو ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے؟! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد حرام کر دیئے ہیں۔ (یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی)

(سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۵۷، باب تفریع ابواب الجمعۃ، سنن النسائی ج ۱ ص ۲۰۴ باب اکثار الصلوۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ، سنن ابن ماجہ ص ۷۶ باب فی فضل الجمعۃ، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۸، ۲۴۹ باب ما یؤمر بہ فی لیلۃ الجمعۃ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۶ باب فی ثواب الصلوۃ علی النبی ﷺ، مسند احمد بن حنبل ج ۱۲ ص ۴۷ رقم الحدیث ۱۶۱۰۷، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۶۹ باب الامر بکثرۃ الصلوۃ فی الجمعۃ رقم الحدیث ۱۰۶۸، صحیح ابن خزیمۃ ج ۲ ص ۸۳۹ باب فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ، صحیح ابن حبان ص ۵۰۳ رقم الحدیث ۹۱۰)

فائدہ: اس حدیث مبارک سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب نبی اکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے جسد عنصری کو درود شریف کے پیش ہونے میں پورا پورا دخل ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال میں نبی ﷺ کے لئے ایسا جسم اطہر ہونا ضروری ہے جس پر درود شریف پیش بھی ہو سکے اور روح کے تعلق کے بغیر یہ ممکن نہیں۔ کیونکہ بے تعلق روح تو یہ محض بے حس اور لاشعور جسم ہوگا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کی حفاظت بھی حیات انبیاء علیہم السلام کی مستقل دلیل ہے۔

تصحیح حدیث: امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ (م ۴۰۵ھ) (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۶۹ باب الامر بکثرۃ الصلوۃ فی الجمعۃ رقم الحدیث ۱۰۶۸) میں فرماتے ہیں: ''هذا حديث صحيح على شرط البخاري'' یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

▯ امام نووی شافعی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ) (کتاب الاذکار ص ۱۵۰ کتاب الصلوۃ علی رسول اللہ ﷺ) میں فرماتے ہیں: ''في سنن أبي داود، والنسائي، وابن ماجة بالأسانيد الصحيحة عن أوس بن أوس رضی اللہ عنہ الخ'' سنن

ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں صحیح اسانید کے ساتھ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (آگے وہ روایت لاتے ہیں)

▯ علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبد الہادی الحنبلی (م ۷۴۴ھ) (الصارم المنکی ص ۱۸۴) میں فرماتے ہیں: "عن أوس حديثاً صحيحاً. لأن رواته كلهم مشهورون بالصدق والأمانة والثقة والعدالة. ولذلك صححه جماعة من الحفاظ كأبي حاتم بن حبان، والحافظ عبد الغني المقدسي، وابن دحية وغيرهم، ولم يأت من تكلم فيه وعلله بحجة بينة" حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث صحیح ہے۔ کیونکہ اس کے سارے راوی صدق، امانت، ثقاہت اور عدالت میں مشہور ہیں۔ اسی لئے حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جن میں امام ابن حبان، حافظ عبد الغنی المقدسی اور ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ شامل ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس حدیث پر حجت اور دلیل سے کلام کیا ہو اور اسے معلل ٹھہرایا ہو۔

▯ علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) نے بھی اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح مانا ہے۔ (تلخیص علی المستدرک ج ۱ ص ۵۶۹، باب الامر بکثرۃ الصلوٰۃ......رقم الحدیث ۱۰۶۸)

▯ حافظ محمد بن ابی بکر ابن قیم رحمہ اللہ (م ۷۵۱ھ) جلاء الافہام ص ۳۹ رقم الحدیث ۶۲ کے تحت فرماتے ہیں: "ومن تأمل هذا الإسناد لم يشك في صحته لثقة رواته وشهرتهم وقبول الأئمة أحاديثهم" جو شخص بھی اس روایت کی اسناد میں غور کرے گا تو اسے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہوگا کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں اور ائمہ کرام نے ان کی احادیث کو قبول کیا ہے۔

▯ حافظ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ (م ۷۷۴ھ) (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۷۳ تحت الآیۃ: ان اللہ و ملئکتہ یصلون) میں فرماتے ہیں: "وقد صحح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدار قطني، والنووي في الأذكار" اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ، امام ابن حبان رحمہ اللہ، امام دارقطنی رحمہ اللہ اور امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "کتاب الاذکار" میں صحیح قرار دیا ہے۔

▯ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۰۰، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ) میں فرماتے ہیں: "وورد الأمر بإكثار الصلاة عليه يوم الجمعة من حديث أوس بن أوس وهو عند احمد وأبي داود وصححه ابن حبان والحاكم" حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جمعہ کے دن آپ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنے کا ذکر آیا ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

▯ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۰۵۲ھ) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۲۰) میں فرماتے ہیں: "در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوید در روز جمعہ درود بر من زیرا کہ صلوٰۃ شما معروض مے گردد بر من ایں جا معلوم مے شود کہ حیات انبیاء حیات جسمی دنیاوی است نہ مجرد بقائے ارواح۔" صحیح حدیث میں آیا ہے کہ: "جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔" اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیاوی جسم والی ہے نہ کہ صرف روح کی حیات ہے۔

▯ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۹۸ باب ماجاء فی الصلوٰۃ

علی القمر) کے تحت رقمطراز ہیں: ''وھو حی فی قبرہ الشریف ولحوم الانبیاء علیہم السلام حرام علی الارض کما ورد بہ الاثر'' آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے جسم زمین پر حرام ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص ۳۰۲) پر فرماتے ہیں: ''اصول حدیث کے رو سے یہ روایت بھی بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔''

دلیل نمبر ۹: ''عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: أكثروا الصلاة على يوم الجمعة. فإنه مشهود تشهده الملائكة. وإن أحدا لن يصلي علي إلا عرضت على صلاته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت؟ قال (وبعد الموت. إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء. فنبي الله حي يرزق)'' حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ وہ حاضری کا دن ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو شخص درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ درود پڑھنے سے فارغ ہو جاتا ہے۔ ابو الدرداء نے عرض کیا: وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا: ہاں! وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۸ کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ)

تصحیح حدیث: حافظ ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی منذری رحمہ اللہ (م ۶۵۶ھ) (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۲۸، الترغیب فی اکثار الصلوۃ علی النبی ﷺ) کے تحت فرماتے ہیں: ''رواہ ابن ماجۃ باسناد جید'' اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

علامہ ابو حفص سراج الدین عمر بن علی بن أحمد ابن الملقن الشافعی رحمہ اللہ (م ۸۰۴ھ) (البدر المنیر ج ۵ ص ۲۸۸ تحت الحدیث الخامس بعد الخمسین) میں رقمطراز ہیں: ''وَإِسْنَادہ حسن'' اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۵۳۷ تحت ترجمۃ زید بن ایمن) میں رقمطراز ہیں: ''رجالہ ثقات'' اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سمہودی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۳، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ) میں فرماتے ہیں: ''رواہ ابن ماجۃ باسناد جید''

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) (مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۱۱۲، باب الجمعۃ الفصل الثالث) میں فرماتے ہیں: ''بإسناد جيد نقله ميرك عن المنذري وله طرق كثيرة'' اس کی سند جید ہے، مشہور محدث میرک نے اس روایت کو علامہ منذری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے اور اس کے بہت سے طرق ہیں۔

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمہ اللہ (م ۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر ج ۱ ص ۲۹۰) میں فرماتے ہیں: ''ورجالہ ثقات'' اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

قاضی محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۳ باب فضل یوم الجمعۃ وذکر ساعۃ الاجابۃ) میں لکھتے ہیں: ''وقد أخرج ابن ماجة بإسناد جيد'' اس روایت کو امام ابن ماجہ نے جید سند سے روایت کیا ہے۔

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ (م ۱۱۲۲ھ) (شرح المواہب اللدنیہ ج ۵ ص ۳۳۶) میں فرماتے ہیں:
"رواہ ابن ماجۃ برجال ثقات" ابن ماجہ نے اس حدیث کو ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔
علامہ محمد بن عبد الہادی سندھی رحمہ اللہ (م ۱۱۳۸ھ) (شرح سنن ابن ماجہ ج ۳ ص ۳۱۰ تحت رقم الحدیث ۱۶۲۷) میں فرماتے ہیں: "ذَا الْحَدِیْثُ صَحِیْحٌ" یہ حدیث صحیح ہے۔

- شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد (م ۱۳۲۹ھ) شاگرد سید نذیر حسین دہلوی غیر مقلد عون المعبود (شرح سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۶۱ باب فضل یوم الجمعہ ولیلۃ الجمعہ) کے تحت لکھتے ہیں: "رواہ ابن ماجۃ باسناد جید وله طرق کثیرۃ" اس روایت کو ابن ماجہ نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کے طرق بہت زیادہ ہیں۔
- امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص ۳۱۹) میں فرماتے ہیں: "اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند جید اور کھری ہے اور محدثین کرام رحمہم اللہ کا جم غفیر جید کہہ کر اس کی تصحیح کرتا ہے۔"

دلیل نمبر ۱۰: "عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ" حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔ (سنن النسائی ج ۱ ص ۱۸۹، باب التسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مسند احمد ج ۳ ص ۵۳۶، رقم الحدیث ۳۶۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴ باب فی ثواب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مشکوۃ المصابیح ص ۸۶ باب الصلوۃ علی النبی، الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۴۸۹ باب حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۹۷ فضائل الصلوۃ علی النبی، مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۴۱، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحیح ابن حبان ص ۱۵۱ رقم الحدیث ۹۱۴، مسند ابی یعلیٰ موصلی ص ۹۵۱ رقم الحدیث ۵۲۱۰)

تصحیح حدیث: امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمہ اللہ (م ۴۰۵ھ) اپنی کتاب (المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۹۷ فضائل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحت اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں: "صحیح الإسناد" اس روایت کی سند صحیح ہے۔

علامہ محمد بن احمد ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (م ۷۴۴ھ) اپنی کتاب (الصارم المنکی ص ۲۰۲) فرماتے ہیں: "رواہ النسائی وإسماعیل القاضی وغیرھما من طرق مختلفۃ بأسانید صحیحۃ" اس روایت کو امام نسائی اور اسماعیل القاضی نے مختلف طرق سے صحیح اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) نے بھی اپنی کتاب (تلخیص علی المستدرک ج ۳ ص ۱۹۷ فضائل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحت صحیح قرار دیا ہے: "صحیح"

علامہ نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ (م ۸۰۷ھ) اپنی کتاب (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵۹۵، باب ما یحصل لامتہ من استغفارہ بعد وفاتہ) کے تحت فرماتے ہیں: "رواہ البزار ورجاله رجال الصحیح" امام بزار رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

امام محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی رحمہ اللہ (م ۹۰۲ھ) (القول البدیع ص ۱۵۹، الباب الرابع) کے تحت رقمطراز ہیں: "رواہ احمد و النسائی و الدارمی و ابو نعیم و البیہقی و الخلعی و ابن حبان و الحاکم فی صحیحھما وقال صحیح الاسناد" امام احمد، امام نسائی، امام دارمی، امام ابو نعیم، امام بیہقی، امام خلعی رحمہم اللہ نے اس

حدیث کو روایت کیا اور امام ابن حبان رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کو اپنی اپنی "صحیح" میں ذکر کیا ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمہ اللہ (م ۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر ج ۱ ص ۵۱۸) میں فرماتے ہیں: "حدیث صحیح"

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۲۳۹ھ) اپنے (فتاوی عزیزی ج ۲ ص ۲۹) میں فرماتے ہیں: "نزد احمد ونسائی ہر آئینہ خدائے را فرشتگا نند سیر کنندگان در زمین می رسانند مرا از امت من سلام را و بتواتر رسیدہ ایں معنی۔ الخ!"

امام احمد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ: "اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر سیر کرتے ہیں اور مجھے میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔" اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے۔

<u>دلیل نمبر ۱۱</u>: "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۷ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وفضلہا الفصل الثالث، شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۸ باب فی تعظیم النبی ﷺ واجلالہ وتوقیرہ، جلاء الافہام لابن القیم ص ۲۲، القول البدیع للسخاوی ص ۱۶۰، الباب الرابع، حیات الانبیاء للبیہقی ص ۱۰۴ کتاب ثواب الاعمال لابی الشیخ الاصبہانی بحوالہ فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۷۹)

<u>تصحیح حدیث</u>: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم) کے تحت فرماتے ہیں: "واخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید" محدث ابو الشیخ اصبہانی رحمہ اللہ نے عمدہ سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج کی ہے۔

امام سخاوی رحمہ اللہ (م ۹۰۲ھ) نے (القول البدیع ص ۱۶۰، الباب الرابع) میں اس کی سند کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) (المرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۲۲ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وفضلہا کے تحت فرماتے ہیں: "ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید" ابو الشیخ اصبہانی اور ابن حبان نے اس حدیث کو سند جید سے نقل فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) نے اس حدیث کے متعلق (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰ باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلوٰۃ الخ) میں فرمایا ہے: "سندہ جید"

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ غیر مقلد (۱۳۰۷ھ) اس روایت کو اپنی کتاب "دلیل الطالب" کے ص ۸۴۴ میں لائے ہیں اور اس کی تحسین فرمائی ہے۔

مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ (۱۴۰۰ھ) فرماتے ہیں: اس حدیث کی جو سند سدی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری الحنفی رحمہ اللہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: "قال میرك نقلاً عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید"

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۴۸، اکتوبر ۱۹۶۷ء)

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص ۳۲۸) میں فرماتے

ہیں: ان اکابر محدثین کے (جن میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن کی تقریب اور تہذیب پر آج رواۃ کی توثیق وتضعیف کا مدار ہے) بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔

دلیل نمبر ۱۲: "عن عطاء مولی أم حبيبة قال: سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: ليهبطن عيسى ابن مريم حكما عدلا و إماما مقسطا و ليسلكن فجا حاجا أو معتمرا أو بنيتهما و ليأتين قبري حتى يسلم علي و لأردن عليه يقول أبو هريرة: أي بني أخي إن رأيتموه فقولوا أبو هريرة يقرئك السلام" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ضرور عادل، فیصلہ کرنے والے، منصف حکمران بن کر اتریں گے اور وہ اس گلی میں سے حج کرتے یا عمرہ کرتے یا ان دونوں کی نیت سے گزریں گے اور وہ میری قبر پر آئیں گے اور مجھے سلام کریں گے، میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے میرے بھتیجو! اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے کہیے گا: "ابو ہریرہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔" (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۸۹، ۴۹۰ ذکر نبی اللہ وروحہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام، مسند ابی یعلیٰ ص ۱۰۴۹ رقم الحدیث ۶۵۷۷، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۸۷ باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۰ باب حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الخ)

فائدہ: اس صحیح روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر اقدس میں زندہ ہونا، صلوۃ وسلام کا سماع فرمانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا بھی ثابت ہے، اس کا انکار کرنا حدیث کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

تصحیح حدیث: اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

امام ابو عبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۰۵ھ) اسے اپنی کتاب (المستدرک ج ۳ ص ۴۸۹، ۴۹۰) میں ذکر نبی اللہ وروحہ عیسیٰ بن مریم کے تحت نقل فرماتے ہیں: "هذا حديث صحيح الإسناد"

علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) بھی (تلخیص علی المستدرک ج ۳ ص ۴۸۹، ۴۹۰) میں ذکر نبی اللہ وروحہ عیسیٰ بن مریم کے تحت اسے صحیح کہتے ہیں۔

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۷ھ) اپنی کتاب (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۸۷ باب ذکر الانبیاء علیہم السلام) میں فرماتے ہیں: "رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح" اس روایت کو امام ابو یعلیٰ نے نقل کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) نے (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۶۰ رقم الحدیث ۷۷۴۲) کے تحت اس کو صحیح فرمایا ہے۔

اجماع امت

۱...... امام محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی (ت ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں: "و نحن نؤمن و نصدق بانه صلى الله عليه وسلم حي يرزق في قبره و ان جسده الشريف لا تاكله الارض والاجماع على هذا" ہم یہ ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں رزق بھی ملتا ہے،

آپ ﷺ کے جسد اطہر کو مٹی بھی نہیں کھاتی اور اس عقیدہ پر (اہل حق) کا اجماع ہے۔ (القول البدیع ص ۱۷۲)

۲...... حضرت شیخ عبدالحق محدث الدہلوی رحمہ اللہ (ت ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں: "بباید حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلاف نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی۔" یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات ایک متفق علیہ (اجماعی) عقیدہ ہے اور (اہل حق میں سے) کسی کا اس میں اختلاف نہیں اور یہ حیات جسمانی دنیوی اور حقیقی ہے نہ کہ (محض) حیات معنوی اور روحانی۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۷۴)

۳...... مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (ت ۱۳۲۲ھ) فرماتے ہیں انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۷۳)

۴...... حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی (ت ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں: "بہر حال یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔" (اشرف الجواب ص ۳۱۲ و فی نسخہ ص ۲۲۵)

۵...... مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (ت ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں: "تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے، اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔" (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۱۲۹)

۶...... حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ (ت ۱۴۰۰ھ) فرماتے ہیں: "یہ امر بھی علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک مسلم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجودہ یعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں۔" (القول النقی فی حیات النبی ۳)

اکابر علمائے دیوبند

۱...... حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (ت ۱۲۹۷ھ) فرماتے ہیں: انبیاء کرام علیہم السلام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔ (لطائف قاسمیہ ص ۳)

۲...... حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (ت ۱۳۲۲ھ) فرماتے ہیں: آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں و نبی اللہ حی یرزق، اس مضمون حیات کو مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ نے اپنے رسالہ "آب حیات" میں بمالا مزید علیہ ثابت کیا ہے۔ (ہدایۃ الشیعہ ص ۴۹)

۳...... شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ (۱۳۳۹ھ) فرماتے ہیں:

حضرت شیخ الہند کی سنن ابی داؤد کی تقریر "انوار المحمود" میں ہے: "انہم اتفقوا علی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم بل حیاۃ الانبیاء علیہم السلام متفق علیہا لا خلاف لاحد فیہ" حضرات محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی حیات اتفاقی مسئلہ ہے، اس بارے میں کسی ایک محدث کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (انوار محمود شرح سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۶۱۰)

۴...... مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ (ت ۱۳۴۶ھ) فرماتے ہیں:

آپ سنن ابی داؤد کی شرح "بذل المجہود" میں لکھتے ہیں: "ان نبی اللہ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء احیاء فی قبورھم و لا فرق بین ان یکون فوق الارض او تحت حجابھا کما لا فرق بین حضورہ و

غیبتہ فی زمان حیاتہ ﷺ ''اللہ کے نبی ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اُوپر دکھائی دیں یا پردہ زمین میں آرام فرما ہوں، جیسا کہ آپ ﷺ کی اس دنیا کی زندگی میں آپ ﷺ کے حاضر ہونے یا غائب ہونے میں (زندہ ہونے کے اعتبار سے) کوئی فرق نہ تھا۔ (بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۱۱۷ باب التشہد)

۵...... علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''آپ اپنی کتاب ''عقیدۃ الاسلام'' کے حاشیہ ''تحیۃ الاسلام'' میں لکھتے ہیں: ''یرید بقولہ (الانبیاء احیاء) مجموع الاشخاص لا الارواح فقط'' آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد: ''انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ارواح و بدن کے مجموعے کے ساتھ زندہ ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں۔ (تحیۃ الاسلام حاشیہ عقیدۃ الاسلام ص ۱۱۹)

۶...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں: ''وقد حرم اللہ جسدہ علی الارض و احیاہ فی قبرہ کسائر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام'' اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے جسد مبارک کو زمین پر حرام فرمایا ہے اور آپ علیہ السلام کو قبر میں زندہ رکھا ہے جس طرح سارے انبیاء علیہم السلام کو زندہ رکھا ہے۔ (بوادر النوادر ص ۴۵۱)

حضور ﷺ کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے، کیونکہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے، بلکہ حضور ﷺ خود یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں، قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی اعتقاد ہے، حدیث بھی نص ہے: ''ان نبی اللہ حی فی قبرہ یرزق'' (اللہ کے نبی اپنی قبر میں بلاشبہ زندہ ہیں، رزق پاتے ہیں) (اشرف الجواب ص ۳۱۸، ۳۱۹)

۷...... شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت ۱۳۶۹ھ) فرماتے ہیں: ''الانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون'' انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے ہاں رزق ملتا ہے۔

(فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰، باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلوٰۃ الخ)

۸...... مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ (ت ۱۳۷۲ھ) فرماتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم صلوات اللہ اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۰ دار الاشاعت)

۹...... شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ (ت ۱۳۷۷ھ) فرماتے ہیں: ''مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ ﷺ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے۔ آپ ﷺ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین و شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اوّل ص ۱۵۳)

۱۰...... مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ (ت ۱۳۹۶ھ) فرماتے ہیں: ''تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً رسول کریم ﷺ اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کی یہ حیات برزخی عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدر جہا زیادہ فائق و ممتاز ہوتی ہے۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷۷، ۱۷۸ تحت سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۶)

۱۱...... مولانا محمد عبد اللہ بہلوی رحمہ اللہ (ت ۱۳۹۸ھ) فرماتے ہیں: ''ہمارے اکابر و اسلاف دیوبند، ہمارے مرشدین نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ رحمہم اللہ کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ دنیاوی وفات کے بعد قبر مبارک

میں جسمانی روحانی حیات سے زندہ ہیں۔" (القول الجلی ص ۲۹)

۱۲...... حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ (ت ۱۴۰۲ھ) لکھتے ہیں: "اس روایت میں حضور ﷺ کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ ﷺ کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون) کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اس کی مختلف سے طرق سے تخریج کی ہے۔" (فضائل درود شریف ص ۳۴)

۱۳...... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ (ت ۱۴۰۳ھ) فرماتے ہیں: "برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ معروف و مشہور اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دینوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ قرآن وسنت سے پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث رہا ہے۔" (خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۱۸۱)

۱۴...... مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ (ت ۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں: "الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیاوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔" (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۲۹۵)

۱۵...... مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ (ت ۱۴۱۷ھ) فرماتے ہیں: "سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔" (معارف الحدیث ج ۵ ص ۲۸۰)

۱۶...... امام اہل السنت والجماعت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (ت ۱۴۳۰ھ) ایک عنوان: "عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں رہا" کے تحت لکھتے ہیں: "بلا خوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۴ھ تک اہل السنت والجماعت کا کوئی فرد، کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ، دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت ﷺ (اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔" (تسکین الصدور ص ۲۹۰)



انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں
الله
رسول
محمد
قادیانیت کا تعاقب
۱۵ علمی و تحقیقی خطبات کا مجموعہ
جمع و ترتیب
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ دامت برکاتہم العالیہ
مولانا قاضی احسان احمد دامت برکاتہم العالیہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
ملتان ۰ پاکستان